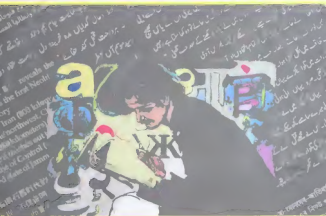


منہ بے نشری تراجم کا دو صد سالہ سفر

اُردو ترجمے کی روایت

1786ء تا حال

مرزا حامد بیگ





PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



پی ڈی ایف (PDF) کتب حاصل کرنے اور واٹس ایپ گروپ «کتاب کارنر»
میں شمولیت کے لیے مندرجہ بالا نمبرز کے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے۔ شکریہ

اُردو ترجمے کی روایت

منہجے نشری تراجم کا دو صد سالہ سفر
1786ء تا حال

مرزا حامد یگ

دوست پبلی کیشنز

اسلام آباد - لاہور - کراچی

ضابطہ

ISBN: 978-969-496-464-5

کتاب :	آرورو ترہے کی روایت
مصنف :	مرزا حامد بیگ
موسم اشاعت :	2016
سرورق :	خالد رشید
مطبع :	ورڈ مینٹ، اسلام آباد
قیمت :	1750.00 روپے

دوست پبلی کیشنز

پلاٹ 110، طریمٹ 15/2، اسلام آباد

فون: 031-4102784-85

E-mail: dostpub@azayatalpk

مستر جمین غلام

ارنٹ فینولوسا،

ایزرا پاؤنڈ،

ایس۔ آر تھرویل

اور

اپنے دادا استاد محمد حسن عسکری

کے نام

ترتیب

11	حرفے چند	ڈاکٹر طاہر انصاری
13	ابتدائیے	مرزا حامد بیگ
25	باب اول: ترجمے کا فن	
40	ترجمے کا فن اور لفظ 'ترجمہ'	
48	ترجمے کا عہدہ	
63	آخر ترجمہ ہی کیوں؟	
64	ترجمے کی اقسام	
68	ترجمہ کون کرے؟	
71	فن ترجمہ کے اصول و مہادیات	
74	اردو میں ترجمے کے بنیادی اصول	
83	ترجمے کی بندشیں	
85	باب دوم: ہندوستان میں ترجمے کی قدیم روایت	
85	تہذیبی، تہذیبی اور سیاسی صورتحال	
94	ہندوستان میں ترجمے کی روایت	
94	حکمرانوں اور حاکموں کے زیر اثر ترجمے کی بنیادیں	

- 102 انگریزوں کی آمد اور نئی تہذیبی صورت حال
 112 میرام پور ہسپتال مشن مدرسہ کا قیام: 1800ء
 114 میرام پور ہسپتال مشن کے تراجم 1801ء تا 1811ء
 117 لائسنس و پائیل کے اردو تراجم کی مختصر تاریخ

- 123 باب سوم: نثری تراجم، فورٹ ولیم کالج تا 1857ء
 124 فورٹ ولیم کالج، کلکتہ: 1800ء
 134 شاہانہ اودھ کے تراجم: برائے اسکول ہک سوسائٹی، دکن: 1814ء
 136 طمس الامراء کے تراجم: برائے مدرسہ فخریہ حیدر آباد، دکن: 1834ء
 144 اسکول ہک سوسائٹی، دہلی کالج، دہلی: 1840ء
 150 دفتر مترجم الہدٰی شرقیہ، برائے گورنر، بمبئی: 1845ء
 153 جدید پیشہ ورانہ تعلیم سے متعلق چند ادارے: 1845ء تا 1857ء
 153 مدرسہ طبابت: آگرہ: 1845ء
 153 حاس المیتر تک کالج، رزڈی: 1858ء
 154 کنگلی برائے ترجمہ ضابطی کتب (طب) سکریٹری جیل: 1860ء

- 155 باب چہارم: نثری تراجم 1857ء تا 1917ء
 155 نئی تہذیب، مذہبی اور سیاسی صورت حال
 156 سید احمد خاں کی تصنیفی زندگی کے تین ادوار (علاطم کلام)
 161 سائنٹیفک سوسائٹی، گاڑی پور: 1864ء
 165 انجمن پنجاب، لاہور: 1865ء
 167 روائل کھلڈن لٹریچر سوسائٹی، بریلی: 1865ء
 168 انجمن علمی، جالپوں: 1865ء
 168 سائنٹیفک سوسائٹی، مظفر پور، ضلع بہار: 1866ء
 168 شاہجہان پور لٹریچر ایسوسی ایشن: 1868ء
 169 انجمن مراد آباد: 1868ء

169	انجمن آفتاب، بریلی: 1881ء
170	سرحدی علوم و فنون (سلسلۂ آفتاب) حیدر آباد، دکن: 1897ء
170	انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد، دکن، دہلی: 1903ء
174	دیگر ادارے: قدیمی درس گاہیں
174	دارالعلوم دینیہ سہارن پور: 1867ء
174	اسلامیہ کالج، پشاور: 1890ء
174	دارالعلوم ندوۃ العلماء، کھنن: 1892ء
175	اورنگعلی کالج، لاہور: 1889ء
175	درسۃ العلوم، علی گڑھ: 1875ء
176	دارالمصطفیٰ، اعظم گڑھ: 1913ء
178	باب پنجم: نثری تراجم 1917ء تا حال
178	نئی لہجی اور ادبی تحریکیں (مغرب اور مشرق کی آویزش)
184	ادب (نئی لہجہ)
191	تہذیبی انقلاب (مشرق و مغرب کی آویزش اور وابستہ تاثر و فکری)
195	سوشل و نسلیت سوسائٹی، گورنمنٹ کالج لاہور: 1917ء
198	جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن: 1919ء
199	دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ: 1919ء
204	جامعہ طبع اسلام، دہلی: 1920ء
207	ہندوستانی اکیڈمی، الہ آباد: 1927ء
207	ادارہ ادبیات اردو، شہریت آباد، حیدر آباد، دکن: 1931ء
208	مجلس ترقی ادب، لاہور: 1950ء
210	ریسرچ اکیڈمی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی: 1951ء
210	پاکستان پبلیکیشن سوسائٹی، کراچی: 1953ء
210	موسسہ مطبوعات فرنگی، نیو یارک - لاہور: 1954ء
214	شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی: 1957ء
214	ترجمی اردو بورڈ، کراچی: 1958ء

215	اردو سائنس بورڈ، لاہور: 1962ء
215	مقتدرہ قوی زبان، اسلام آباد: 1979ء
218	چند دیگر ادارے (مکتبہ اردو، پیپلز پبلشنگ ہاؤس، متبول اکیڈمی، لاہور)
220	بھارت میں تراجم کے چند سے ادارے
224	باب ششم: علمی کتب کے چند لازوال تراجم
225	بحر حکت: از پادری پرنس ترمج: پادری پرنس: 1798ء
228	سیدہ حمید، از پادری دت چارلس، ترمج: میرامن دہلوی دوپن: 1840ء
238	رسالہ علم و اعمال کرے گا، از کیت ترمج: رتن لعل وسر جزد: 1841ء
240	تاریخ ممالک چین، تخلیق و ترمج، جیمز فرانس کارکرن: 1841ء
241	رسالہ علم و لاحت، از رابرٹ اسکات برن، ترمج: سر سید احمد خاں، دوپن: 1865ء
241	تاریخ ہندوستان، از الفسٹن، ترمج: سر سید احمد خاں، دوپن: 1866ء
242	تواریخ عرب، از گستاوی ہان، ترمج: سید علی بکرای: 1898ء
243	معرکہ مذہب و سائنس، از اڈاکٹر ڈارچ، ترمج: ظفر علی خاں: 1910ء
244	تواریخ ہند، از گستاوی ہان، ترمج: سید علی بکرای: 1912ء
245	تاریخ لبنان، از پرفیسر سید بی ہوری، ترمج: ہاشمی فرید آبادی: 1919ء
246	بادشاہ، از گلو میکاوی، ترمج: ڈاکٹر محمود حسین: 1947ء
248	تجربہ نفس، از پرفیسر ڈیمل، ترمج: شہناز حسین بخاری: 1963ء
249	تواریخ ہند پر اسلامی اثرات، از تارا چند، ترمج: محمد مسعود احمد: 1958ء
250	تہذیب اور اس کے پیمانے، از گسٹو فرائڈ، ترمج: احمد سعید: 1959ء
250	دستان فلسف، از ویلی ڈیوہاں، ترمج: عابد علی عابد: 1959ء
251	میراثہ ایران، از اسے۔ بی۔ آربری، ترمج: عابد علی عابد: 1962ء
253	غیب و شہود، از آرتھر اسٹیٹ اوٹنگن، ترمج: سید ذریہ یازی: 1962ء
253	تاریخ لبنان، از فیلپ کے تھی، ترمج: غلام رسول میر: 1962ء
254	سیاسیات اوسط، از اوسط، ترمج: سید ذریہ یازی
255	ہنگ: میکاوی سے نظر تک، از ایڈورڈ میڈوال، ترمج: نگزار احمد
255	فلسفہ مذہب، از ایڈورڈ اسے۔ برٹ، ترمج: جمیر احمد ڈار

255	ناظمی تحفہ زمیں انسانی، از کبیرت ہاسٹ، ترجمہ: محمد صغور، 1967ء
258	آئینہ گاہی خاک: از فراتز فطین، ترجمہ: سہار ہاقر رموی، محمد ہدوح، 1969ء
257	نفسیات کی بنیادیں، از ایڈورڈ مرگنس، برگک، ترجمہ: ذوال احمد زہری، 1969ء
258	باب ہفتم: ادبی تراجم کا جائزہ
274	اردو کا پہلا مترجم کون؟
282	باب ہشتم: توضیحی کتابیات / اظہار مست (صفحہ 140 اہم ادبی تراجم کا تعارف)
283	آپ جی
292	افسانہ
317	تاریخ ادب
320	تجذیب
335	داستان / حکایت / لوک کہانی
337	ڈراما
403	روزنامہ
404	رزمیہ
407	سفرنامہ
423	سوانح
445	قصہ (مکتوبہ) مختور
450	کہانی
458	مضمون (انکا / حواج / انکا ہے)
486	ناول
667	مشرق
675	نئے تراجم: 1986ء تا حال
675	آپ جی
677	افسانہ
678	تجذیب

678

اورمانا

679

سوانح

682

ناول

692

مترقب

695

باب نمبر: ترجمے کا فن: نظری مباحث (48 نکل مسج + سال)

738

کتابیات

743

فہرست، آمخذہ، باب: توضیحی کتابیات / الفہرست

حرفے چند

صاحب ہمیں وہ تدبیر بتائیے کہ یک ورق خط میں اس وسیع اور وسیع کام کی بھرپور داد دے سکیں، جو ہمیں آپ کے اہمیت خاص کی بدولت شب قدر کے تجلے کے طور پر یہاں نصیب ہوا اور ہم نے دو دن، دو رات میں اذلی تا آخر ورق ورق پڑھا لیا۔

بقی طوٹا ہوا کہ اداری زبان میں کچھ لوگ ہیں، جو یہاں بی لگا کر، آنکھیں پکا کر کام کرتے ہیں۔ اور ایک ہم، بھلی

حاجہ بیگ، مرزا حاجہ بیگ، سیدہ حاجہ، حاجہ حسین میرے ملے والوں میں کی ایک ہیں۔ آپ کے مضامین، جو ادھر چھپتے رہے ہیں (خصوصاً بھر والا مضمون) ان کی روشنی میں ایک حاجہ کو دوسرے سے شناخت کر لیا تھا، لیکن مرعوب نہ ہوا تھا۔ مغرب سے سڑی ترانہ نے مرعوب بھی کر دیا۔

فقیر عرض ہے کہ "الھرست" تو جیسا کسی اعلیٰ علمی ادارہ کے شاہان شان ہو، ویسا ہی۔ لہٰذا 101 ادبی تراجم کا تفصیلی تعارف خاصے کی چیز ہے۔ جب تک ایک لی علم، روشن خیال، صاحبِ قلم نے ساٹھ سال تک ایک ادب پاروں کا اصل یا اصل سے قریب ترین زبان میں جم کر مطالعہ نہ کیا / تقابلی مطالعہ نہ کیا ہو، یہ تفصیلی تعارف (جو ایک درجے میں تنقیدی تعارف نامہ بھی ہو گیا ہے) قلمبند نہیں ہو سکتا۔

شاءِ ولی اللہی بصیرت کا جو خاموش تجربہ آپ نے کر دیا ہے، وہ بلند بانگ ولی اللہیوں کو نصیب نہ ہوا تھا۔ Objective

انٹروی ہوئے کے علاوہ نہایت مختار اور نفاذ کا تجربہ ہے۔ اسی طرح جان ٹھکراؤ سے میراثیں تک کا سلسلہ۔ فریڈرک اہم، سرسید سے لے کر ہمارے زمانے میں حسن عسکری، عزیز احمد اور سلیم احمد کے تراجم اور مطالعے اور ان کے اپنے بیان کی تصدیق کبھی نہایت خوب ہے۔

ترجموں کے حوالے اور اقتباس دے کر اہم محققوں اور مترجموں کے کام کی، اور نام کی بھی، سیدھے سیدھے نمائندگی لگا دی ہے کہ دیکھنے والا خود تجوہاں نکال سکے۔

جانیے اور تعلیمات، کچھ کم قابل قدر اور آگئی نکل گئی ہیں۔ صفات اسے ہیں (اور کچھ بات ہے کہ علمی علم و جذبہ کے ساتھ یہ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے) کہ میں چند صفحات میں یہاں گواہیوں سے۔ محبوب اسے ہیں کہ وہ ہی اگر ان میں گواہی دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر ط۔ انصاری

30 اپریل 1989ء

بہنکی، بھارت

ابتدائی

ایک بھائی معقول ہے کہ ”ترجمہ ہمیشہ ایک نھنی ہوئی سڑا گیری ہی رہے گا۔“ یعنی ترجمے کے دوران اصل چیز کے ڈالنے میں فرق ضرور پڑے گا۔

کچھ بھی سبب ہے کہ ڈاکٹر بسونگ جاسن شامری کے ترجمے کو ناممکن قرار دیتے ہیں اور ہے۔ ایچ فریزر کو ترجمے کی زبان قابل التفاف دکھائی نہیں دیتی۔ مد تو یہ ہے کہ مشہور محرم ایڈورڈ فریڈرک الڈ، زندہ کتے کو، مردہ شیر سے بھر قرار دیتے ہیں۔ ترجمے کے فن سے حقیقت یہ آراء 19 ویں صدی تک کی ہیں، جبکہ 20 ویں صدی میں وہ مکتبہ ہائے فکر سامنے آئے ہیں۔ پہلا کردہ طالبین کا ہے۔

گراہٹ شامری سن کر پہلی کے خیال میں ”ترجمہ کرنا ایک گناہ ہے“ اور پروفیسر بطرٹ گیراڈ کے نزدیک ”ترجمہ“ نام ہے ایک سنی یا مسکرو کا، جس کے سلسلے میں شدید مشقت کے بعد صرف حاکم ملتی ہے۔“

جب کہ عملی سطح پر دیکھیں تو چاہتا ہے کہ ارنسٹ فینولوسا، ایڈورڈ پاؤڈ اور آرتھرو ویل نے ترجمے ہی کے ذریعے قدیم مشرقی شامری کو مشرق و مغرب کی حال کی شامری میں بدل دیا اور پاؤڈ نے باب بھکت کیر کے چند دہائیوں کے ترجمے کے بعد کھل دیکھے تو اس کی شامری میں ”سمت کیر“ کی کوئی نمایاں تھی۔ میں ترجمہ، گناہ کا ممکن ہے اور یہ کام کچھ لوگ کر گزرے جنہیں ”شک حرام“ اور ”تھار“ تک کہا گیا۔ اس میں پہلا نام 250 قبل مسیح کے لیویس ایڈورڈیکس (Livia Andronicus) کا ہی لیا جائے گا، جس نے اٹال لائل ہومر کی ”ایڈامی“ کو لاطینی زبان میں ترجمہ کیا اور ادھر گناہی سے جہاں کیا۔ انگریزی میں داخل کے اولین مزجم وکلم لاطینی کی ساری مر جلا وطنی میں گزری۔ وہ 1538ء میں مرتبہ ہوا 1538ء میں چھاپی پائی اور اس کی اش کو آگ میں بھونک دیا گیا۔ خود ہمارے ہاں ”ترجمہ قرآن“ کے بعد نذیر احمد دہلوی سے حالات نہ بھی نکلیں بھی لیکن گیا۔

شاہد اسی لئے ترجمے کی دہانہ نے مزجم کی حاجت زار کو ”سی فیس“ سے تشبیہ دی ہے، جو انتہائی با اختیار ہونے کے باوجود بے بس اور قابل دم ہے۔

اب آئیے اردو میں نثری تراجم کی روایت کی طرف۔

تارے ہیں ادبی تراجم کی تاریخ میں "ناسلس" اور "اکریسیونک جاسنس" کے ترجمہ "تورینگ ناسلس" و "تورینگ جاسنس" کی "از سید محمد میر کھوسو" مطبوعہ آگرہ طبع اول 1839ء کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ ہائیکو لک و شبہ کے، مطرب کی کسی بھی زبان سے اردو میں ہونے والا کتابی صورت میں یہ پہلا ادبی ترجمہ ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر جان ٹھگرسٹ نے اپنی کتاب "ہندوستانی زبان کے قواعد" مطبوعہ کلکتہ طبع اول 1798ء میں وکیم ٹیکسپیر کے دو ڈراموں "سلسلہ" اور "بھری ہشتم" کے دو چیدہ اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کیا تھا۔

داخ رہے کہ تارے اولین دینی مترجم سید محمد میر کھوسو، ریویژر چارلس کی چھ جلدوں میں یکسٹری سے متعلق کتاب 1828ء میں طبع کروا چکے تھے اور یہی وہ زمانہ ہے جب میرامن دلی والے نے "بارا و بہار" اور "سج خونی" کے بعد دوسری دفاتر چارلس کی سات جلدوں پر مشتمل کتاب "سہ قصبہ" کا ترجمہ غلام علی الدین حقیق حیدر آبادی، مسز جوس اور مسز سید کھوسو کے ساتھ مل کر مکمل کیا۔

1857ء کی تکام جنگ آزادی کے حکام تک اردو میں زیادہ تر طبعی تراجم سامنے آئے، جن کی تفصیل وقت چاہتی ہے۔ لیکن یہی وہ زمانہ ہے جب طبعی اور ادبی نسخہ پر تارے ہیں ایک داخلی نقوش دکھائی دی۔ اس دور کے ادباء و شعراء کے ایک گروہ کے خیال میں عربی مطرب ہی زندہ رہنے کی واحد صورت تھی، اور دوسرا گروہ مطرب کے بچے کا ذریعہ بار احسان دے رہے ہوتے انگریزی اور انگریزی مطرب پر گزرا کرتا چاہتا تھا جب کہ تیسرا گروہ مغرب سے بھی صاحب سلامت کا خواہاں تھا اور مشرقی تو تھا ہی تھا۔ سو 19ویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور 20ویں صدی کے نصف اول میں ہم مشرقی اور مغرب کے فکری ایوارڈ کے درمیان ڈنگا رہے۔

لیکن یہ وہ طرز آگ تھی۔ تاراد ادیب ترجمے کی معرفت، مغرب کی سمت تھمس کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور مغرب نے مشرقی لہارہ اور ڈھٹے کی کوشش کی تھی۔

مغرب میں اس میلان کے ابتدائی نقوش مارلو اور ٹیکسپیر کے ڈراموں میں دکھائی دیتے ہیں جبکہ تارے ہیں 1830ء کے قریب مارلو اور کھلنگ اپنے مشرقی حوالوں کے ساتھ انھما۔ یہ الگ قصہ ہے کہ باطنی نسخہ پر اس نے انگریز زبان کے ہی تصور کو تھمت ہم پہنچائی۔ کھلنگ سے پہلے ٹیکسوی نے 1835ء میں مسز مشروم اور کرنل میڈوز لیلر نے امریکی لک کی ذات کے حوالے سے ہندوستان کے باسیوں کا خوب خوب محقق آزادیا اور تارے رتن تاجہ شرار نے اصل حقیقت سے تاریا حقیقت کی بنا پر ٹیکسوی کی کتاب "اموال ہرے روی" کا ترجمہ کیا۔ سو کہا جا سکتا ہے کہ کھلنگ کی ادبیت پیدا کرنے کو 1785ء سے زمین ہوا کی جاری تھی۔ آ کے چلی کر بقول محمود باقی: "یہ را پاؤظ، مکیا کورے کے ساتھ ساتھ مشرقی قیلے اور مشرقی شاعری کے تراجم اور حوالوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس لئے ایلٹ اپنے "نرابے" اور "کارمچ" کے خواہوں کے بعد "لوم شانی شانی" کی منزل تک آتا ہے۔ اسی لئے سارڈ نہ ہو سے قریب دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے جیٹر نے مغربی ادیب بد صفت بنا گئے تھے۔ اسی لئے ایلٹ جنسبرگ (Allen Ginsberg) امریکہ سے ہندوستان کا سفر کرتا ہے۔"

(نیکلہ طبعہ ک میلان، مطبوعہ اوراق، لاہور، شمارہ 4، 1988ء، صفحہ 119)

یہ ترجمہ فحش صورت حال، البتہ اردو میں مغربی زبانوں سے ادبی تراجم کا جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان و ادب کی وسعت اور تخلیقی سطحوں پر گہرائی و گہرائی میں اضافہ و ترغی کا خاصا اہم کردار رہا ہے۔ مثلاً یہ کہ تراجم نے نئے اسالیب بیان کو جنم دیا، نئے طرز احساس کو ابھارا، نئے زبان میں صلابت، محتانت اور استدلال کو بڑھا دیا اور نئے نئے اعتبار کے نئے نئے سانچے فراہم کیے۔

یوں اردو ادب میں تذکرہ کی جگہ تنقید، داستان اور تنقید کی جگہ ناول، دس اور لکھی کی جگہ ڈراما اور کہانی کی جگہ افسانہ بھی چھوڑا اصفیہ نے لے لی، اور ادبیات عالم کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کا خواب ہم نے چھٹی بار دیکھا۔ اور یہ سب اُس وقت ہوا، جب ہم نے سو سے زائد آپ بیتیوں، ناول، سوانحی، سوانحی مجموعے، درجنوں ادبی تاریخوں سے متعلق کتب، دوسو پچاس ڈرامے سے متعلق کتب، ساٹھ سترہ سوانحی، سوانحی، سوانحی اور ناول کتابی صورت میں نہ صرف زیرِ کر لئے بلکہ یہ سب کچھ کتابی صورت میں شائع بھی ہوا۔

قلمی، مذہبی، کہانیاں، روزنامے، مضامین، خطوط، تنقیدی کتب اور شعری مجموعوں کے تراجم اس کے علاوہ ہیں۔

بہرِ مستقبل میں ترجمہ شدہ غیر مذاہن موادِ لطافت کے وقت کی لاکھ صفحات گھبراہٹ کا۔

ابتداء میں ادبی سطح پر، ترجمے کی معرفت، تنقید، تخلیق اور موضوعی کردوں سے آشنائی پائی تھی اور مغربی ادبیات کی روایت کا شعور تقریباً پایہ تھا۔ جس کے نتیجہ میں تراجم ہوئے تو، جن انتہائی بے سیاحتی کا مظاہرہ بھی دیکھنے میں آیا۔ کٹاری کی پلکی کو مدِ نظر دیکھتے ہوئے ترجمے کے نام پر کالہ کھاؤ کے ڈیجیٹل دے گئے۔

ایسے تراجم کا بڑا نقص یہ ہے کہ علاوہ غلط اور غیر مستحکم ہونے کے، وہ مصنف اور اہم کتب کے ترجمے نہیں تھے۔ مثلاً چارچ ویم۔ ایم ریٹلڈز کے کتابی صورت میں ترجمے میں ترجمے سے زائد ترجمے ہوئے اور مختلف مترجمین نے کہے۔ اور اس پر غصہ ہے کہ ترجمہ اور ترجمہ ہونے اور مترجمین نے اصل متن دیکھنے کی دست گمارا نہ کی۔

یہی صورت ”آزاد ترجمہ“ میں سامنے آئی اور ہمارے مترجمین نے ”کتابیں لکھنے“ کو ترجمہ کرتے ہوئے پہانہ کے بازو میں کھینچنے کے پانچوں کو ہدی بخشتی وچ کا ثابت کر دیا۔ کرداروں کے نام اور جگہوں کے آثار تو تبدیل ہوئے ہی، ان کی عادات، خصوصیات تک بدل گئے۔

ابتدائی مترجمین کی ترجمے کے فن سے ناواقفیت اور تنہا آسانی نے تراجم میں ایک نیا طرزِ تحریر بھی ایجاد کیا۔ جس کے لئے انگریزی میں ”doublet“ کی اصطلاح سوجھ رہی ہے، یعنی ایک ایسی باتیں زبان بھی گئی، جو تو خطرات کے اعتبار پر قادر تھی اور نہ ہی معنی کی ترسیل پر۔ یہ اس لئے بھی ہوا کہ مشرق میں ”لفظ“ خاصیت یا داخلی حسیہ کا لہجہ ہے۔



مترجمین آزاد نے ”آبِ حیات“ میں لکھا تھا کہ

ہاں یہ کام ہمارے نوجوانوں کا ہے، جو کشمیر، مغرب، مشرق اور مغربی، دونوں دریاؤں کے کناروں پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہمت آبادی کرے گی۔ دونوں کناروں سے پانی لانے کی۔

اسی زمانے پر تبصرہ کرتے ہوئے صہبی جعفر لکھتے ہیں:

طوطا خاطر دے کہ بات پانی لانے کی ہے، کناروں پر میرے ہوئے الفاظ اکٹھا کرنے کی نہیں۔ تحقیق اور ترجمے میں بہر حال فرق ہے۔ غیر مغرب والوں نے تو اپنے پانی سے اپنے ہم حجاج الفاظ نکالے ہیں۔ ہم نے ترجمے کے ذریعے انہیں الفاظ سے شہرہ بازی یا چالانے کا کام لینے ہوئے ہے، اتنی کا ثبوت دیا ہے۔“

(”اردو افسانے کے آئین“، نسرانی، لاہور، مئی جون 1983ء، ص 357)

مہدی جعفر نے محلوہ بالا مضمون میں مشرق اور مغرب کے حواہوں کی سطح پر فرق کو ”کیما گری“ اور ”کیما دانی“ کا فرق قرار دیا ہے۔ اردو ادب کو تراجم کی معرفت کیما گری سے کیما دانی کی طرف لانے کا کام یوں تو فوریت و لہجہ کالج میں ہونا قرار پایا تھا لیکن اس بات میں بھی سرسبز شاہ خاں بازی لے گئے۔ انہوں نے اردو ادب کو جس ذہنیت کا قہقہہ دیا اُس کی بنیادیں چھلکتی، جھانکتی، ہادیت اور حقانیت لگاری پر تھیں۔

سرستہ احمد خان کی معرفت مشرق کے لئے مغرب کی اس عطا کی کھوج میں تھیں تو چاہتا ہے کہ "لفظ" کی سطح پر ہم "داخلیت" سے اُسی زمانے میں دست کش ہونا شروع ہو گئے تھے جب سے یورپی اقوام نے ہمارے ساحلوں پر اڈا لڑا، لڑا، قدم رکھا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ "سٹل" اور "جودی" اب تک آئے۔ نہ ہماری زمین تو اس اپنا پتا دیتی ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں کے معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی حوالوں کا نشان ملتا ہے۔ اردو میں مغربی قراجم کے زیر اثر ہمارے انسانی ادب کو مخصوص نوع کی مغربی روش کا سامنا رہا جس کے باعث ہمارے انسانی ادب کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ اسے بڑی آسانی سے من گھڑی ادب ہی "ادب" کے کھاتے میں ڈالا جا سکتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے اودھ کو اگلے 20 ویں صدی کی قومی تحریکوں کا حصہ بن کر ہی ترقی کی طرف آنا چاہیے تھا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہمیں زرعی برقی سفری تہذیب اور انگریزی ادبیات کا مطالعہ خصوصاً معاشرتی اور سیاسی حوالوں، ذہنی رجحان، ضرورتوں اور انگریزی زبان نیز سفری ادبیات کے پس نظر میں دیکھ کر کرنا چاہیے تھا، اور یہ بھی کہ اردو زبان کے نئے مہم سے مطابقت رکھنے والی لسانی تشکیل اور اسلوباتی دائرہ عمل کے بارے میں منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔

محمد حسن عسکری نے مذکور بالا اعمال کا تجربہ کرتے ہوئے اور ترجمے کی مدد سے کونکال ڈاک اور اس کا رد عمل خود ان کے قریب میں۔

اردو میں ترجمہ نگاری کے مزید چلن پر عسکری صاحب نے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا ہے کہ جمہوری طور پر ترجموں کے ذریعے ہمارے تخلیقی ادب کو زیادہ لاکھڑا نہیں پہنچا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی کہ ہمارے حزمین، ترانے کی اہمیت سے ناواقفیت کی بنا پر اسے تخلیقی مسئلہ نہیں سمجھتے۔ ترانے کا بیوا اصل موضوع یا کہانی کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا نہیں۔ اصل بات تو ترانے کے ذریعے ترقی یافتہ زبانوں کے اسالیب کو اپنی زبان میں ڈھالنے اور رائج کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ غلامِ وطن ہاتھ سرشار کا سرواٹھیں سے ترجمہ ”نھائی فوجدار“ ہو جائیسی راسمِ پوری کا ریتالڈز سے ترجمہ ”نصائحہ لہران“ ہمارے ہاں آزاد ترجمے کی روایت نے بڑے بڑے گلی کھانے ہیں اور ترجمے کے مذاق کو غراب کرنے میں انہی آزاد ترجموں کا ہاتھ رہا ہے۔ پھر اردو نثر اور بالخصوص افسانے پر آسکر وائلڈ اور دیگر مغربی جمالی پرست ادباء کے غالب اثر کی مذمت کی جاتی ہے اور اسے اردو نثر کی اسلوبیاتی روایت کے لئے نقصان دہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ بات مکمل طور پر قبول نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک تراجم کے ذریعہ اثر زبان کو بوجھلادینے کا معاملہ ہے تو اس میں مولانا حالی، خاں، لطیف الدین، احمد، جلیل قدوائی، مجنوں گورکھپوری اور غلامی منظور حسین جیسے جمالی پرست ادیبوں کی عطا سے انکار کیسے ممکن ہے؟

مجموعی طور پر دیکھیں تو یہ کم چند کے فوراً بعد مسز عبدالقادر اور حجاب امتیاز علی کے اہل خانوں میں ایلی گرائیوں پر کے زیر اثر تھیں اور سرور کی جو انوکھی فضا بندی دیکھنے میں آتی ہے وہ ٹھنکی اور موصوفی حوالوں کے ساتھ اسلوبِ انقیاس پر بھی غائب کی چیز ہے جبکہ مکتوں

کے افسانے جہاں اسلوبیاتی سطح پر فکرِ محض کی زبان کو اردو نگارش میں پہلی بار تصارف کروانے کے سلسلے میں یادگار ہیں، وہیں یہ ان کی مگر کی تخلیق کی اور محسوسات کے یہاں ہے قدرت' انگریزی اور دیگر مغربی ادبیات سے مگرے شلف پر مال ہے۔ خیر یہ تو ہوئیں اثر و قبول کی وہ ایک مثالیں۔ لیکن جہاں تک اسلوبیاتی سطح پر مدو قبول کا معاملہ ہے تو ہمارے ہاں کے حزمین نے بیٹھ 'دوانی' اور 'ملاست' کی ہی قضا کی ہے اور ہمارے اکثر ناقدین نے اسی دوانی اور ملاست کو ترجمے کی غلطی ٹھکانا ہے۔

حالانکہ بڑا محرم وہ ہے جو حصولِ زبانوں سے ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی اپنی مجلسِ زبان کے رہے ہوئے کھانچے بھر جائیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے محمد حسن مسکری نے قاضی، حف۔ انصاری اور شہدِ عید نے زوی لالک نگار، محمد سلیم الرحمن نے ہوس اور ممتاز شیریں نے جانِ شبنم یک کو ترجمہ کرتے وقت جھلک اور طویل جملوں کو اردو بھی قدرت نے ہی زبان میں منتقل کرنے کا جن کیا ہے۔

جبرائن گمن بات یہ ہے کہ ہمارے بیشتر حزمین نے دوانی اور ملاست کی دوش میں یہ نہیں سوچا کہ اردو متر کا بڑا مسئلہ تو طویل اور وسیعہ جملہ کہنے کا ہے۔ اور اگر کسی ترقی یافتہ زبان کے فن پارے میں تخلیق کار نے وسیعہ و تراجمیات و جذبات کو انھوں میں منتقل کرتے وقت یہ کارنامہ اہم دیا ہے تو کوشش کر کے اسے اپنی قواعد و ضوابط کے ساتھ اردو میں کیوں نہ منتقل کر لیا۔ اس سے ہماری زبان میں بھی اسلوبیاتی سطح پر کوئی نئی راہ سونپنے کا امکان پیدا ہوتا۔ یہ اس کے باوجود ہوا کہ اردو متر میں جھلک، تجربات اور وسیعہ و جذبات و تجربات کو سہارنے کی قوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ "سور"، "اگر"، "لیکن" وغیرہ لگا کر جملوں کو جڑتے چلے جانے سے بڑا جملہ بنایا ہے۔ سو کہا جا سکتا ہے کہ ہماری زبان اور ادبیات نے ترجمے کے ایک عظیم جوہم سے نبرد آزما رہنے کے باوجود خاطر خواہ حد تک قائم نہیں اٹھا۔

اب آئیے سرسری طور پر یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ہماری مختلف اصنافِ ادب نے ترجمہ کے زیرِ اڑ کیا کچھ منفی اور مثبت اثرات قبول کیے۔

ناولوں کے ہنگاموں قرام جو پچھلے کے باوجود شروع شروع میں ہمارے ہاں داستان، قشیل اور ناول میں فرق مٹا ہوا تھا۔ یہی ہر ہے کہ ہم ایک مدت تک غریب احمد دہلوی کے قشیل قصوں کو ناول قرار دیتے رہے اور غریب احمد دہلوی کے سراویں ناول نگار ہونے کا سراپا بنے رہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب مغربی ناول نگاروں خصوصاً ڈیج کو، الگوڈر، ڈووا، ڈولا، ہالزاک، اناطولی فرانس اور اسکاٹ ویلیر کے متبع میں دتھ، تاجہ سرشار، عبدالحلیم شرر، شاد عظیم آبادی، سجاد عظیم آبادی، راشدہ انجیری اور مرزا ہادی نسوا اردو میں ناول نگاری کے پہلوں کو عام کرنے میں مصروف تھے۔

غریب احمد دہلوی کی حتمیاتی ادبی دن سن کے "فریڈر آئی لینڈ" کی طرح کی ہیں۔ غریب احمد پر دوسرا بڑا اثر چارلس ایلیٹ کے ناولوں کا تھا خصوصاً کردار کی تکنیک میں نفسیاتی تجزیہ نگاری جو چارلس ایلیٹ ہی سے مخصوص ہے۔ جبکہ "نات العیش" "خمس اے کا" جہ ہے۔ دتھ تاجہ سرشار کا "نات آراد" اور "خدا کی فوجدار" ہر دو تجزیہ میں سراویں کے "وان کھتے ای لامناست" سے ہم لیتی ہیں اور کچھ بھی معاملہ سادہ صمیم کے "حالی بطلان" کا ہے۔

ہمارے اولین ناول نگار عبدالحلیم شرر کی تاریخی ناولوں کی خدمات سراویں اسکاٹ اردو چارلس کی فراہم کردہ بنیادوں پر مگر کی ہے۔ جبکہ انہوں نے ایک ترجمہ ریچلڈز کے ناول کا "فریڈر" کے نام سے بھی کیا۔ اسلوبیاتی سطح پر شرر نے بے قافیہ شاعری

کرتے ہوئے مصر میں کو ایک آزاد شعلہ میں مرجعہ رکھنے کا جتن کیا ہے جو سراسر اسکاٹ سے مخصوص ہے۔ سردالفر اسکاٹ کی خصوصیات کا اعلاہ اس بات سے لکائیے کہ اسلوبیاتی سطح پر اسکاٹ کے اثرات شر سے عظیم گہرائی میں تک پہنچے۔

مرزا ہادی رسوائے ہادی کو ریل کے پانچ جاسوسی دہانوں کو "غوثی بید"، "غوثی جرد"، "غوثی مسود"، "غوثی عاشق" اور "بہرام کی راپٹی" کے نام سے 1928ء تک تحریر کر کے طبع کر دیا تھا۔ یہ الگ حصہ ہے کہ انہوں نے اپنی طبع زاد کشتی میں جاسوسی سفر کو شامل نہیں ہونے دیا۔ البتہ جاسوسی ادب سے اثر پذیر رہی، ظفر عمر کے ہاں باقاعدہ سردالفرسانی کے ادب میں داخل تھی۔ اور حیرت نام فیروز پوری کے طبع زاد ناول اس سے انکا قدم ہیں۔ جبکہ ظہور مترجم حیرت نام فیروز پوری نے ایک سو دس دہانوں کے تراجم مطبوعہ کتابی صورت میں یادگار چھڑے۔ مغرب کے معروف ناول نگاروں میں آرمائل اسٹیوٹن (مترجم: مولانا عبدالحمید سالک) اور سٹیمکنگ (مترجم: شاہد حمید، اشفاق احمد، امین سلیم، بشیر شاہد) اورنگ سنون (مترجم: سید کام محمد)، اسٹیشن کریں (مترجم: انکار حسین)۔

اشرواد ایڈرین (مترجم: محمد حسن عسکری)، آگات ہرسن (مترجم: حمید اختر)، اہلوق سورہا (مترجم: امین۔ اختر جعفری)، البیہ کا سید (مترجم: بشیر ہاشمی)، ڈاکٹر افضل اقبال۔ محمد عرسین۔ انیس ناگی، اظہار یوسفین (خوبو عبدالکریم)، اٹو پڈر واما (مترجم: حیرت نام فیروز پوری)، اٹو پڈر کیرن (ان۔ م۔ دانش)، ڈاکٹر لارنس (مترجم: مولوی حمایت اللہ دہلوی۔ عبدالرزاق طبع آمادی)، اد۔ ہری (مترجم: امین انکار۔ سلیم صدیقی)، ایک گرلین پ (مترجم: امین انکار)، ایک گرلین (مترجم: امین۔ بے عالم)، ایریا سنگل (مترجم: شاد طاہر)، ایک میریا رمارک (مترجم: احسن طاہر)، ایک سائل۔ گرین (مترجم: ابوسعید قریشی)، اٹو پڈر کوش وٹھ (مترجم: مولانا عبدالحمید سالک)، اریال ڈولا (مترجم: سید حسن رضوی)، ایوان مٹین (مترجم: نذر صدیقی)، ہاراک (مترجم: سید نسیم عدالی)، سیف عباسی (پزل۔ امین۔ بک (مترجم: اختر حسین رائے پوری۔ ابوسعید قریشی۔ قر نقوی۔ احسان علی۔ عسک ظفر)، داس ہادی (مترجم: بھون گو کچھدی۔ دیکھ احمد جعفری۔ شفیق ڈاکٹر مہاراج، جارج ایلٹ (مترجم: محمد سعید)، جارج ویکم۔ ایم۔ ریٹلڈز (مترجم: حیرت نام فیروز پوری۔ مولانا ظفر علی خاں۔ عبدالعظیم شرر۔ امیر حسن کاکوروی۔ کھنن لالی شرر۔ صدیقی احمد۔ ڈاکھنوی۔ نوبت رائے ظفر۔ بابہ پشاور۔ نسیم بیوری۔ لالہ دینا ناتھ)، جان شین بک (مترجم: امین انکار۔ ممتاز شیریں۔ ابراہیم سیدین۔ مظہر انصاری)، جان باسرو (مترجم: سید کام محمد)، جودان ہرج پتا لوزی (مترجم: قدام حسین)، جے۔ بی۔ دا ہڈاس (مترجم: شاد طاہر)، بیک شیفر (مترجم: شان الحق حق۔ قدام حسین)، چارلس ڈاکٹر (مترجم: خان احمد حسین خاں۔ فضل الرحمن)، ڈی۔ ایچ۔ لارنس (مترجم: سید نسیم عدالی)، ذرا یاد رکھاں (مترجم: مولانا ظفر علی خاں۔ مولوی حمایت اللہ دہلوی)، ساؤنگ (مترجم: محمد ظیق)، سس وال (مترجم: محمد حسن عسکری)، سرست ماہم (مترجم: ڈاکٹر سید محمد عقیل)۔

سنگھار لوکس (مترجم: حاج علی عابد)، سردالفر (مترجم: رحن نامہ سرشار۔ سہا حسین)، شادائے بدائے (مترجم: سیف الدین حسام) فرانسوا سالک (مترجم: شاد طاہر) گستاخ لاجپز (مترجم: محمد حسن عسکری۔ مولوی حمایت اللہ دہلوی)، لیکن سائن (مترجم: شہر احمد وار)، کرستوفر اشرواد (مترجم: محمد حسن عسکری)، کبیرنس رائے (مترجم: ہادیہ شاپجی)، کیکھ رائفس (مترجم: سید کام محمد)، گوا فرے لیاں (مترجم: شاد احمد دہلوی)، گوئے (مترجم: ڈاکٹر محمد فضل)، لوئیز اسکاٹ (مترجم: شاد احمد دہلوی)، اشرف بیوری)، لوکھن بدم لیلہ (مترجم: مولوی حمایت اللہ دہلوی)، جین آسٹن، لیوڈ لٹائی (مترجم: شاد حمید)، مس کون کونسٹ (مترجم: صادق

انجیری، مہاراجاں (مترجم: سید قاسم محمود۔ نصیر حیدر۔ فوج قادری۔ نئی حسن نقوی۔ ڈاکٹر محمد احسن قادری۔ طاہر قریشی)، مینڈ ڈیٹر (مترجم: محمد رئیس ابراہیم خاں رئیس)، تحصیل، باقارن (مترجم: سید نسیم ہدائی)، نٹ جسٹس (مترجم: حضرت رحمانی)، سردالاسکات (مترجم: عبدالغلام شرر)، ڈکٹر جوگو (مترجم: سعادت حسن منٹو۔ رام سرورپ شرما۔ بھارت انور)، دالنگر (مترجم: بہادر فقیر۔ بشر ساجد)، دیم سر دیان (ن۔ م۔ راشد۔ شفیق الرحمن۔ سید رضی ترمذی)، ہل کین (مترجم: ایم۔ اسلم)، دوسو فکلی (شاہ حمید)، (ہارڈ فاسٹ (مترجم: انیس اعظمی۔ احسن علی خان)، ہرین میلبل (مترجم: محمد حسن مسکری)، ہنری جنو (مترجم: قرۃ العین حیدر)، ہنری راجہ راجندر (مترجم: سہلی صدیقی۔ مولانا ظفر علی خاں۔ مظہر الحق طوی۔ آغا اقبال۔ بشر احمد اختر۔ مفتی طلیل الرحمن۔ عام سرہانی۔ نرینا اقبال۔ مولوی عتیق اللہ دہلوی)، ہیرلکیم (مترجم: عزیز احمد۔ گلزار احمد۔ امیر یوسف عباسی۔ جمیل نقوی۔ اختر عزیز اختر۔ غلام رسول صبر۔ وزیر الحسن عابدی۔ سید باغی فرید آبادی۔ محمد ہادی حسین)۔ یہ چند ایسے نام ہیں جن کے اردو میں ترجمے سے ہمارے پاس نہ صرف یہ کہ ناول کا چھٹی عام ہوا بلکہ ناول کے حاضر ترکیب کو بھی دیکھنے میں مدد ملی۔ اور اب جو خانگی گارڈ، محمد ریویلا، رنجی شاہی، بانو شاہ پوٹیل اور حمزہ سارا گوٹک کے سب نام ترجمہ ہو گئے۔

پارسی انجک کے لکھنے کے ساتھ ہی انگریزی سے انجک ڈراموں کو اردو میں منتقل کرنے کا کام شروع ہوا اور دیم ٹیچپیڑ کی ماہگیر شربت سے باکس آفس پر کامیابی کا قصور بندھا لیکن اس کی ٹیچپیڑ کے بیشتر قراہ ناقص ہیں۔ ان میں پلاٹ کی جدلیاں کی گئیں۔ مقامی رنگ میں اس قدر رنگ دیا گیا کہ بچان مشکل ہو گئی۔ یہاں تک کہ ہدائی ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر کائنات چھانٹ گئی کی گئی اور اس فعل فتح میں ڈرامے کا اولین دیکھی مترجم احسان اللہ علی شاہ تھا۔ جس نے ٹیچپیڑ کے ”اوجھیل“ کا ترجمہ 1990ء میں شائع کر دیا اور آغا مٹرنگی۔ حشر کا کیا ہوا ”King Lear“ کا ترجمہ ”مسید خون“ اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔

سوا ڈراما کے باب میں ہمارا پہلا قدم ہی قلعہ چلہ کیا جاسکتا ہے کہ باکس آفس پر کامیابی کی خواہش نے ہمیں مغربی ڈرامے کی فنی خوبیوں سے دور رکھا۔

سوائے ”جینٹلس سیزر“ کے دو ترجموں از عزیز احمد اور سید فیضی ”دوبیہ جہ لیت“ کے دو ترجموں از عزیز احمد اور مولوی عتیق اللہ دہلوی، ”اوجھیل“ کے ایک ترجمے از عزیز حامد دہلی اور ”انٹونی وکٹر پلر“ کے ایک ترجمے از عثمان الحق حق کے کسی ترجمے کی داغ بیل دی جاسکتی بلکہ ٹیچپیڑ کے ہمارے پاس دو سو سے زائد ترجمے ہوئے اور بارہا مٹرنگ کے ترجموں کی بھی کم و بیش یہی صورت ہے۔ دیگر ڈراما نگاروں کے ترجموں میں ”فاسٹ“ از گوگے (مترجم: ڈاکٹر حامد حسین)، ”تجوئے دل“ از مولیر (مترجم: محمد مراد نور انجی)، سہلی از آسکر وائلڈ (مترجم: انصار ہامری)، طاہر دہلوی از شیریلڈن (مترجم: فضل الرحمن) چند ایسے ترجمے ہیں جن کے منتقل آگے چل کر اردو ڈرامے کو پہنچیں، غلطیوں، اشتقاقی امور، باوقار قدیم اور اسد محمد خان جیسے اگے ڈراما نگاروں کے۔

مغرب کے معروف ڈراما نگاروں میں آسکر وائلڈ (مترجم: بخٹو گورکھپوری، جینکس کالگی، شاہد احمد دہلوی، سعادت حسن منٹو، حسن عباس)، آندرے (مترجم: ابو سعید قریشی)، بی۔ ایس۔ ایلیٹ (قرۃ العین حیدر)، ہارٹمن وائلڈر (مترجم: انتظار حسین، حضرت رحمانی)، ڈانسائی (مترجم: بخٹو گورکھپوری)، ہارچ برادر شا (مترجم: محمد امجد علی الدین و مولوی میر حسین، بخٹو گورکھپوری)، محمد اکبر وفا قاتی، غور شید گہت، جان کالزروی (مترجم: سید قاسم محمود، مفتی بخت مسوین، الال رؤف، دیا نرائی گم)، سب۔ بی۔ پریٹیلے (مترجم:

اچھا رکالھی، مہر طینی، آرزو (مترجم: محمد جمی الدین) و دستخطی (مترجم: کمال احمد رضوی، شاہد حمید)، در جزائن (مترجم: بدر جہاں آزاد)، سرست مہام (مترجم: مہر اکبر و قاتی)، سہولت (مترجم: عبداللہ ملک)، سہولتگیر (مترجم: شاہد حمید خان)، فطر (مترجم: مہر مہر نور الہی)، گوسے (مترجم: شاہد احمد دہلوی، فتنی جلال پشاد برقی، عبدالغفور خان باقی، منور کھٹونی، عزیز احمد)، ایسٹک (مترجم: فتنی جگت موہن کال دہاں، فتنی مہر فہیم لارہاں)، ماں سحرک (مترجم: نور الہی و مہر عمر، مجنوں گورکھپوری، فتنی محمود آبادی، شاہد احمد دہلوی)، ماں ہاست و ہارن لیس کالینیا (مترجم: سید رضی قرظی، کمال احمد رضوی، سہولتگیر (مترجم: دہاج الدین، مہر عرفو نور الہی)، مہرئی چیز (مترجم: کمال احمد رضوی)، ہڑک الدین (مترجم: عبدالغفور، فضل الرحمن، عزیز احمد، مہر صفور، جہری راجندر، منگرو (مترجم: آغا اقبال) کے تراجم قائل و کر ہیں۔

افسانے کی صنف میں تین نام بہت تربر ہوئے یعنی پنجوف، سو پاساں اور راندر تانہ ٹیگور۔ ٹیگور کو انگریزی کی معرفت اردو میں حصارف کردانے میں پریم چند پیش پیش تھے اور یہ سلسلہ متونیک چلا آیا۔ منو نے پنجوف اور سو پاساں کو نہ صرف تربر کیا بلکہ ان کے طرز فکر پر عام کرنے میں حصہ لیا۔ اسی طرح چالائی اور گوری بھی متونیک معرفت اردو میں حصارف ہوئے۔ پنجوف، سو پاساں اور ماں سحرک کے تراجموں کی عطا، راجندر سنگھ بیدی، منو اور غلام عباس ہیں۔ ایگرالین پر اور اور جہری کو بھی ہمارے ہاں خصوصی توجہ دی گئی۔ سبب یہ ہے کہ ایگرالین پر کے ابتدائی تراجم کے فوراً بعد اسی طرحے کار کی جھلک ستر عبداللہ اور چاب امتیاز علی کے ہاں دیکھنے کو ملی۔

سرست مہام کو بطور افسانہ نگار ہمارے ہاں سادہ زبان اور سہل انداز نگارش کے باعث مقبولیت حاصل ہوئی۔ مہام سے اثر پذیری کی سب سے بڑی مثال کرفن چند کے افسانے ہیں۔ دہی افسانہ نگاروں کا واضح اثر پر دیمر مہر جیپ کے اولین افسانوی مجموعے ”کیپا گور اور دوسرے افسانے“ (مطبوعہ 1932ء) میں دیکھنے کو ملا۔ لطیف الدین احمد اور پھیل قدوائی تربر اور شیخ زاد افسانے کی نئی نئی صورتیں سامنے لاتے رہے۔ اختر حسین رائے پوری کا افسانوی مجموعہ ”صہت اور غرت“ واضح طور پر دہی افسانوں کے اثر کے تحت رکھا گیا اور افسانوں کی افسانوی ”نگارے“ مرتب: احمد علی (1932ء) میں جنو جرائس، ڈی۔ ایچ۔ لارنس اور گستاؤ فاؤنر کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ اختر شیرانی نے شہرت تو دہائی شاعر کے طور پر سیتی لیکن ان کا سب سے اہم کام افسانوی ”دھڑکتے دل“ میں شامل آسکر وائلز، سو پاساں اور کاوروری کے افسانوی تراجم ہیں۔

معروف افسانہ نگاروں میں اسٹیلین کریج (مترجم: جاوید صدیقی)، ایگرالین پر (مترجم: ایمن اللہ)، ایڈرکن (مترجم: ریاض جاوید)، سرواتیس (مترجم: دیمج)، پریم الیس۔ پک (مترجم: قرظی، یوسف عسکر)، ماں ہادی (مترجم: مجنوں گورکھپوری)، جیک لہزن (مترجم: انور حیات اللہ)، راندر تانہ ٹیگور (مترجم: مشور احمد، حامد اللہ اطرہ، رفیعی راج نیشتر)، اسٹیلین کریج (مترجم: جاوید صدیقی)، سو پاساں (مترجم: نصیر حیدر)، مورس لیول (مترجم: امتیاز علی تاج)، واقفین اورنگ (مترجم: جاوید شیخ پوری، غلام عباس، سید انوار عظیم) کے کتابی صورت میں مطبوعہ تراجم نمایاں ہیں۔ اور اب یہ سلسلہ خالد سبیل اور جاوید باغی کی مرچ کردہ کتاب ”اورنگ“ (طبع اول: 1993ء) تک چلا آیا۔ اس کتاب میں بھارت، قدیم مصر، ترکی، جیک، افریقہ، برما، برزیل، آئیس لینڈ، چین، کوریا، آسٹریلیا، لاؤس، برازیل، ہاروے، اسرائیل، سویڈن، میکسیکو اور ایتھوپیا کی چیدہ لوک کہانیاں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ اس پر اس نہیں

منیر الدین احمد نے جرمن ادب کے تراجم سے حلقی دو کام اس سلسلے سے کیے کہ بیسٹ پانکار رہیں گے۔ انہوں نے "معاصر جرمن ادب" کے عنوان سے 1986ء میں جو کتاب مرتب کی اس میں فرائز کاٹلا، برتھولت بریخت، ہے ٹروٹن، ارنسٹ یولر، ولف گاگہ پورشرٹ، ہانز نیل، ہانچم، ایف۔ سی واکس کوپف اور ایوش فریڈ جسے انھیں اہم جرمن افسانہ نگاروں کے چیدہ افسانوں کے اردو تراجم پیش کر دیے۔ اس طرح 1986ء میں منیر الدین احمد کی جرمن افسانہ نگاروں سے حلقی ایک کتاب "آری جس نے اپنے آپ کو ہلا دیا" کے عنوان سامنے آئی۔ اس کتاب میں فرائز کاٹلا، بی۔ ٹروٹن، برتھولت بریخت، اڈلگرس اور ولف گاگہ پورشرٹ کے افسانوں سمیت تین افسانہ نگاروں کے افسانے دیکھے جاسکتے ہیں۔

اسی طرح "ایٹنی امریکہ کے افسانوں کے تراجم پر مبنی آصف قریشی کی کتاب "سوت اور قصب نما" (طبع اڈل: 1997ء) میں گرگور یوویچ، ای۔ فریچس، رابن دارچ، یورضی، مارکیز، اوتاکاچ پاڈ اور کارلوس فریچس سمیت کئی ایک دیگر اہم افسانہ نگاروں کے افسانے دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔

سفر نامہ کی صنف ہمارے ہاں جی نہیں اور نہ ہی ہمارے ہاں "سفر ناموں کے تراجم خاطر خواہ حد تک ہوئے۔ لیکن ہمارے سفر نامہ لکھنے والوں پر مغربی سفر نامے کے اثرات نمایاں ہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ جدید سفر ناموں کی مغربی تفاسی ہو۔ جی ہاں ہے کہ آج کا اردو سفر نامہ اپنی قدیم روایت کے مقابلے میں سفر نامہ کم اور نو کلام زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

1990ء تک آتے آتے خالد سہیل اور جاوید دانش نے اس خصوص میں ایک قدم اور آگے بڑھایا اور دنیا بھر کے سیاہ فام شعراء افسانہ نگاروں اور ڈراما نگاروں کی چیدہ تخلیقات پر مبنی ایک انتخاب "کالے جسموں کی ریاضت" (طبع اڈل: 1990ء) کے عنوان سے شائع کر دیا۔ اس انتخاب میں بھگتا (ایگنڈا)، ہادی اور برنارڈ ڈاڈی (کولے ڈی آئیجودی)، ہوسا (ٹاکر)، ہاشی (ڈائر)، کین مسمیا (ڈاڈی)، ارنی ڈیو، سورجین ڈائن، بیری ڈور، شرین گرین، کیتھ واکر، جوی جلی، ایچا ہانس، شیون کلین (آسٹریلیا)، نیو سوڈ کوز اور کن موٹاش (ٹاڈوے)، نیر ہارٹی لوتھرنگ، لیا الیبلو اور (ہرا برٹن) (امریکہ) کی تخلیقات کے تراجم نکھا کر دیے گئے۔

منیر الدین احمد نے جرمن شعراء پر بھی قبضہ مرکوز کی اور یوں ان کی کتاب "معاصر جرمن ادب" (طبع اڈل: 1986ء) میں ایوش کیسٹو، برتھولت بریخت، ایمل فریڈ، ہانس ہگنس کیسٹو، برگ، گھگر آفٹل، پیٹر شیٹ، گھگر کڈت، دوڈے آڈلینڈ، ٹاکا ہان، کرستوف میکل، اسٹے برگ، ہانان، ایف۔ سی واکس، ایس۔ ایس۔ ایس اور دوڈلینڈ وغیرہم کی شاعری دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ منیر الدین احمد کے منظوم تراجم سے حلقی کتاب "تین سو سالے" (طبع اڈل: 1993ء) اس اعتبار سے اہم ہے کہ اس میں ہمیں مشہور جرمن شاعر ایوش فریڈ کی ایک سو پچیس نکال جاتی ہیں۔

اردو میں منظوم تراجم کے باب میں انور وادی کی کتاب "بادشاه کا موسم" (طبع اڈل: 1997ء) سرورف جرمن ہادی نگار اور "سندھارت" کے خالق ہرمن چپے کی شاعری کو اردو میں حوادف کردانے کے حوالے سے یاد رکھی جائے گی۔ جب کہ آسٹریا کی جدید شاعری کو "ایک نظر کافی ہے" (طبع اڈل: 1997ء) کے عنوان سے اردو میں پہلی بار حوادف کردانے کا سہرا احمد اکرام چٹائی اور اسلم کاکسری کے سر ہے۔

ہے تو ہوا ایک مختصر جائزہ۔ تفصیل میں جائیں گے تو بڑی فراخی کو کچھ دہری یہ قصہ طوائف ہے۔ فی الوقت میرا موضوع اردو میں نثری تراجم ہیں۔ ادبیاتِ عالم میں ترجمے کے ذریعے افادہ و استفادے کا انتساب آخر میں سلسلہ جاری و ساری ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم ترجمے کے تمدن کے ہم گیر اثرات کو کس طرح قبول کرتے ہیں۔



نگلیں ادبیات کے فرانسیسی نژاد امریکی پروفیسر طہرے گیورڈ نے کہا تھا "عالمی ادب کے تصور کو ایک خاص حقیقت میں تبدیل کرنے کے لئے ترجمہ ایک ناگزیر وسیلہ ہے۔" ("مقدمہ ادبِ عالم سے اقتباس")
ترجمے کا عمل دو زبانوں کے مابین چلی جانے کا کام کرتا ہے۔ جبکہ متن کا اس کی تمام اسطر پائی، موسیقی اور عقلی خصوصیات کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو جاتا ترجمے کا اصل ٹکس ہے۔

Goethe کا کہنا ہے کہ: "A good translation takes us a very long way" جبکہ وکٹر گو نے اسے "Absurd" اور "Impossible" کہا۔ ~

یوں ترجمہ، گماں کا ٹھکان ہے۔ اسے ٹھکنے کے لئے حرجم کو ہر صورت با مراد ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حرجم کو اپنی شخصیت و حیثیت کو ہلا کر صاحبِ متن کی عقلی روح میں انتہائی جا بڑی کے ساتھ ٹھکل مل جانا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی عاشقی کے نمائش ہے کہ خود پسندی و خود بینی کی بجائے اطاعت و وفا شعاری کو اپنانا چاہتا ہے یعنی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے اور انھما کی کا مل ہے۔ لیکن ترجمے کا عمل سراسر یہی کچھ نہیں۔ یہ عاشقی کا وہی ہوتے ہوئے ایک داخلی تجزیہ بھی ہے۔ جس طرح ایک عقلی کار اپنی کسی داخلی کیفیت سے عقلی فن پر مجبور ہوتا ہے ایسے اسی طرح کوئی سیاسی، سماجی یا تمدنی صورت حال حرجم سے کسی متن کے ترجمے کا تقاضا کرتی ہے اور حرجم اس راہ پر چل نکلتا ہے۔ جیسے دورِ ہند میں جیسری دنیا کے ادب کو انتہائی جگر کاوی کے ساتھ اردو میں منتقل کیا جا رہا ہے یا ماضی میں عربی، فارسی اور ترکی ادب کو اردو میں منتقل کیا گیا۔

ہمارے ہاں علامہ حیدر علی دم سے تاحال ترجمے کے عمل پر اٹھانے حال کی حسد بھی تھی آتی ہے لیکن ہر دور میں بعض حرجمیں نے جب سیاسی یا سماجی جبر کے خلاف (عقلی سطح پر) بڑا و راستہ قدم نہیں اٹھایا تو وہ ایسے ادب پاؤں کے ترجمہ کرنے کا سہارا لینے آئے ہیں جن میں اس نوع کی پابندیوں کے خلاف باغیانہ لہن موجود تھا۔ البتہ حرجم کی ٹیک لٹکی کو پرکھنے کی ایک کسوٹی اور بھی ہے، دیکھنا چاہیے کہ اس نے کس نوع کے قصائد و نظریات کی رو آد کو ضروری سمجھا اور کس نوع کے اسباب بیان کو اپنے ادب کی پالیسی و حکومت کے لئے ضروری خیال کیا۔

ہم خواہ ترجمہ کو طبع زاد نہ ہونے کے جب ثانوی درجہ ہی کیوں نہ دیں، اس کے باوجود اس سے انکار ممکن نہیں کہ یہ اقوامِ عالم میں اختلاف کا نہایت عمدہ وسیلہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیلہ بیانے پر تذبذب و تھن میں جادہ کا پیش ٹیڈر بلکہ اس کی واحد عمل صورت ہے۔ یہ ہا بھی لیکن دین کا ایک اہم اثر سلسلہ ہے جو ہمیشہ ہی نوع انسان کے لئے سودمند ثابت ہوا ہے۔ مثال کے طور پر اگر مذہبیات میں ہم ذاتی و قرآن اور وید، ادبیات میں الف لیلا، رہا بیات مرخام، حکایات سعدی، چھپیتر اور ہنس کے اداصول اور فن کی سطح پر، اطالون و ارسطو کی فلسفے سے روشناس نہ ہوتے تو ہم کتنے ہی طبقات کی فکری اور تمدنی حیثیتوں سے فقہا ہوا انت

رہے۔ اس طرح اگر مر خیام اور رابندر ناتھ ٹیگر کو مغرب میں تراجم کے اور بچے روشناس نہ کروایا جاتا تو مغربی ادیبان مشرق سے کما حقہ واقفیت حاصل کرنے میں ایک طویل مدت لیتے۔

یہ دیکھنے سے براہ پہلے کا ہی قیاس ہے کہ تمام انسانیت آج کہیں زیادہ روشن فضا میں سانس لے رہی ہے اور اسی طور پر اس طرح آج میں جڑی ہوئی ہے جیسے شہرگ کے ساتھ بدلی ٹھام۔ تراجم کے اس فن کے ہر گیر اثرات عالمی سطح پر محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ اخذ و احتیاد کا یہ انقلاب آفریں سلسلہ ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔ اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو تراجم کی ثانوی حیثیت اولیت کا وہب حاصل کر لیتی ہے اور اس کا مقامی اور محدود ہونا آفاقیت کی حدوں کو چھو لے لگتا ہے۔ اس میں ترجمہ کار ہزاروں اس کی اہمیت کو راسخ ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کہ ہر زبان و ادب کے امتیازی جوہر خود اس کے اپنے زبان و ادب ہی میں نمود پاتے ہیں کہ وہ براہ راست اس زبان و ادب کے قوی شعور کا پتہ دار ہوتے ہیں لیکن ترجمہ اس کی حدود کو لا محدود کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہے اور ہر زبان کی ادبیات کے محدود و مخصوص دھارے میں ایک اور زبردست دھارے کا اضافہ کر دیتا ہے۔ سو لازم ہے کہ ترجمہ کے فضیل سمیٹنے کے ادنیٰ سرانے کا بھی اسی ذوق و شوق اور احترام سے مطالعہ کیا جائے جس کی طلب شیخ زاد ادب ہم سے کرتا ہے۔

اور میں مغربی زبانوں سے لٹری تراجم کا یہ جائزہ اپنی نوع میں قدرے مختلف ہے کہ اس میں تہذیبی مطالعے اور فرصت سازی کو بھی اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے جس قدر تحقیق و تنقید کو۔

اس کتاب میں زیر بحث آنے والا ترجمہ شدہ مواد ہزاروں کتب کے لاکھوں صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہ زیر بحث کام ایک زبان سے (یا اس کی معرفت) دوسری زبان میں منتقل ہوا، یوں اصل متن اور ترجمہ کا تقابلی جائزہ ایک عمر چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ ممکن نہیں تھا، لیکن صرف اس صورت میں جب ادارے ہاں اظہار سے اور کاموں انکسپٹ طرز کا کام معقولی حد تک پہلے سے ہو چکا ہوتا۔ جبکہ میرے لئے تو ایک مشکل یہ بھی رہی کہ ترجمہ کردہ مواد ادبی نکلوں کی فائوں سے نکلا کروں اور قدیمی لائبریریوں کی کھوئی گئی کتابوں کا سراغ لگاتے ہوئے ترجمہ شدہ مطلوبہ کتب کی ”کتابیات“ مرتب کرتا چلوں۔ جب کہ فورت و ولیم کانچ اور دلی کانچ جیسے اداروں کے نامناسب انتظام تک پہنچنے اور تنسیخ کثیر کے بعد لائبریریوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی نے اس کام کو دشوار سے دشوار کر دیا۔

ان مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے میں نے مغربی زبانوں سے ترجمہ شدہ 1725 مطبوعہ کتب کی ایک توضیحی کتابیات مرتب کر دی ہے، جس میں 140 اہم تراجم کا تجزیہ بھی شامل ہے۔ یوں حروف گچی کے اقتدار سے اصل مصنف کا نام و کثیر کہ اس کی جملہ ترجمہ شدہ کتب کی تحصیل فراہم ہو جاتی ہے۔ جب کہ الگ سے 24 لازوال تراجم پر تفصیلی تبصرہ جات، کتاب کے باب ششم کا حصہ ہیں۔ اس تحقیقی منصوبے کے آخر میں ”کتابیات“ کا مطالعہ بھی دیگر تحقیقی مقالوں سے مختلف ہے۔ میری مشکل یہ تھی کہ اگر ذمہ بحث آنے والی تمام کتب کا شمار ”کتابیات“ میں کرنا تو حرفہ چار پانچ سو سلمات شامل کرنے کی ضرورت پڑتی جبکہ توضیحی کتابیات اور نظری مباحث سے حلقہ جسے کی نوعیت بھی اس سے مختلف نہیں، جو رواجی ”کتابیات“ کے قیاد کا کام دے گی اور اس سے کچھ جدا بھی۔

استاذ محترم ڈاکٹر عبادت بریلوی کی بے پایاں محنت نے مجھے کبھی بھی اس چنگا میں جھانپ کا احساس نہیں ہونے دیا اور میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کی خاطر ترے کی غامفی اور "امروہوب سے انگریزی سے نثری تراجم" سے متعلق 1974ء تا 1984ء کام کرتا رہا۔ اس دورانیہ میں مقتدرہ قوی زبان، اسلام آباد کے لئے ڈاکٹر سید عبدالغنی اور ڈاکٹر ابوالخالد صاحب مدنی کے دواہمصرے منصوبہ جات کو "کتابیات تراجم علمی و ادبی کتب" کی صورت، ان کی زندگی ہی میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ جسے 1988ء تا 1988ء کی درمیانی مدت میں مقتدرہ قوی زبان، اسلام آباد نے چار ضخیم جلدوں میں شائع کر دیا۔

1۔ کتابیات تراجم: علمی کتب : 1988ء

2۔ کتابیات تراجم: نثری ادب : 1987ء

3۔ ترے کا لن: نظری مباحث : 1987ء

4۔ سطر سے نثری تراجم : 1988ء

میرے اس کام کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر طاہر انصاری نے 1989ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی، صدر تعلیمی مقتدرہ قوی زبان، اسلام آباد کو لکھا کہ "سطر سے نثری تراجم" کی دوسو جلدیں، کسی طور تکمیل، بھارت بھجوا دی جائیں تاکہ جنوبی بھارتیوں کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے کتب خانوں میں یہ کتاب دستیاب ہو۔ لیکن اس زمانے میں Mode of Payment طے نہ پانے کے سبب ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اگر ایسا ہو چاتا تو 23 برس قبل، جیسا کہ ان کی طواہل قلمی بھارت کے صوبہ بہار شرکی یونیورسٹیوں میں ایم۔ اے یا ایم۔ فل (امروہ) کی سطح پر "علمی ترجمہ نگاری" کو لازمی یا اختیاری پرچے کی سطح پر دیکھتے اور پرچے کا مکمل شروع ہو چاتا۔ بعد ازاں یہ صورت خود کار سے ہاں اس وقت دیکھنے کو مل چب کہ صرف کالج لاہور میں ایم۔ اے اور ایم۔ فل (امروہ) کا آغاز ہوا تو 2002ء میں ایم۔ فل (امروہ) کی سطح پر ایک پرچہ فلن ترجمہ نگاری کے لئے قطع کر کے میری دو کتب "سطر سے نثری تراجم" اور "ترے کا لن: نظری مباحث" کو شامل نصاب کر دیا گیا۔ اس کے بعد فلن ترجمہ نگاری سے متعلق پاکستان اور بھارت کی متعدد یونیورسٹیوں میں ایسا بلکہ دیکھنے کو ملا تو ترجمہ کی کھاسی اور فلن ترجمہ نگاری سے متعلق اردو میں میری ان دو کتب کے علاوہ کوئی اور ہر بعدہ تصنیف نہ ہونے کے سبب ان کتب کی تلاش شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ دونوں کتب قیام ہو گئیں۔

اب مناسب معلوم ہوا کہ دوست جمیل کشنور، اسلام آباد کے لئے ان دونوں کتب کو "امروہ ترے کی روایت" کے عنوان سے یکجا کر دیا جائے اور 1987ء تا حال، اسی موضوع پر تحریر کئے گئے اپنے دیگر کام کو بھی اس میں شامل کر دیا جائے۔ میں "امروہ ترے کی روایت" ان دو نظریاتی شدہ کتب کے مواد کے علاوہ لگ بھگ دوسو صفحات کا نیا مواد بھی سیٹھ ہونے ہے۔

مرزا حامد بیگ

سابق صدر شعبہ اردو، وائس آف آرٹس

گورنمنٹ چرسٹ گرجویٹ اسلامیہ کالج، لاہور

ترجمے کا فن

فن ترجمہ سے متعلق سب سے پہلے باتقریب کی چند آراء دیکھتے ہیں۔

1۔ "مترجم کا کام لفظ کی جگہ لفظ رکھنا نہیں بلکہ معنی کے اسلوب اور زبان کی طاقت کو اپنی زبان میں مقلود کرنا ہے۔" (سیر، 48، نقل سید)

2۔ "شاعری ترجمہ ہو ہی نہیں سکتی۔"

ڈاکٹر سید ہاشم (18 ویں صدی عیسوی)

3۔ "نثر میں ترجمہ ناقابل فہم اور نامکمل ہے۔"

ڈاکٹر سید کریم (18 ویں صدی عیسوی)

4۔ "ترجمے کی زبان قابل الطاعت و کمالی نہیں دیتی۔"

سید۔ ایچ۔ فرید (1820ء)

5۔ "زعماء، امراء، شہرے، بھر ہے۔"

امجد علی خاں (19 ویں صدی عیسوی)

6۔ "ترجمہ اور تعلیف کے تجربہ کار جانتے ہیں کہ اس کی عبارت میں کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا مطلب دیا جاتا ہے، سطر سطر عبارت میں ترجمہ کریں تو بھی وہ بات حاصل نہیں ہوتی جو مجموعہ خیالات کا اور اس کے مفادات و لوازمات کا اس ایک لفظ کے مفاد والے کے سامنے آئی ہو جاتا ہے۔"

محمد حسین آزاد (1881ء)

7۔ "ترجمہ کرنا ایک گناہ ہے۔"

گراہٹ شاہد علی کریم (1918ء)

8۔ "ترجمہ نام ہے ایک سنی ہتھیار کا۔ جس کے حملے میں شیعہ مطہرات کے بعد صرف عقائد باقی ہے۔"

پروفیسر فاطمہ گیلانی (1948ء)

9۔ "ترجمہ، نامکمل کو ممکن بنانے کی سعی ہے۔"

داریل فراسٹ (1956ء)

ترجمہ نگاری سے متعلق کمال ہلا آ رہا تھا حتیٰ فیصلوں کو جلد ذاتی نتائج نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی کوئی اہل قیٹے ہیں۔ ان آراء (یا حتیٰ فیصلوں) کو اتنی ہی آسانی سے رد کیا جا سکتا ہے، جس قدر آسانی سے انھیں جنم دیا گیا۔

دنیا کا قدیم ترین ادبی ترجمہ ہوسر کی "لوڈیچی" کا یونانی سے لاطینی زبان میں ترجمہ تھا۔ یہ 250 قبل مسیح کا قصہ ہے جب لیویس اینڈرونیکس (Livy Andronicus) نے ہوسر کے مذہب کو لاطینی زبان میں منتقل کیا۔ لیویس اینڈرونیکس کے سامنے ترجمہ نگاری کا کوئی اصول نہیں تھا، شاید اس لئے اس نے ترجمے کو از سر نو تخلیق کرنے کا دہجہ دیا۔ لیکن یہ کام عملی سطح پر ہوا تھا، اینڈرونیکس نے نظری سطح پر کسی قسم کی نظریہ سازی نہیں کی تھی۔ شاید یہی وجہ ہو کہ اس زمانے میں تخلیق کے مقابلے میں ترجمے کو کم تر اہمیت کرنے کا عادی کا دہجہ دینے کے معاملے میں بحث سامنے نہ آئی۔ یہاں تک کہ 45 قبل مسیح میں (Dicerio) نے محرم کو ایک ترجمان کی بجائے "مقرر" کہا۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ 250 قبل مسیح سے 45 قبل مسیح تک 'ترجمہ' ایک جدید تخلیق کے درجے پر فائز تھا۔ 15 ویں صدی عیسوی تک آتے آتے تخلیق اور ترجمے میں وہم بندی تو ہو گئی لیکن ترجمے کی اہمیت کسی طرح کم نہ ہوئی۔

شرقی اور مغرب، ہر دو اطراف میں ایک زبان سے دوسری زبانوں میں ترجمے کی عادیت بہت قدیم ہے۔ مشرق میں قرآن کی تاریخ کو گناہا جانے تو آ رہا 2012ء سے نمونیک ایک ہزار چار سو اسیٹھ برس قبل مسلمان دور کے ایران میں منسکرت کی کتاب "چیلن" کے ایک حصے "نسخہ" کا ترجمہ بزرگمیر اور عجمی بزرگمیر کی کوششوں سے (950ء) پہلی زبان میں "کلیک ونگ" کے نام سے ہوا۔ اس سے پیچھے جا کر دیکھیں تو دنیا کے قدیم ترین ادب کی مطبوعہ مثال سامرہ (5 ہزار سال قبل مسیح) سے ملتی ہے۔ اس زبان کی تہذیب، 'سومیری' یا 'سومیر' کہلاتی ہے۔ 'سومیری ادب'، 'زنگ وین' سے کم از کم اڑھائی ہزار سال اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار سال قبل مسیح تحریر میں آ کر شروع ہوا، یوں عبرانی اور یونانی ادب سے دو ہزار سال پہلے کا زمانہ بنتا ہے۔ قیاس غالب ہے کہ سومیری ادب بھی اپنی تہذیب کے درجہ کمال کے ساتھ اس وقت کی مطبوعہ دنیا پر اثر انداز ہوا ہوگا۔ کیا معلوم 'زنگ وین' پر سومیری ادب نے کس قدر اثر چھوڑا اور یونانی علم و ادب سومیری ادب یا تہذیب سے کس قدر اثر پذیر ہوا؟ ان سوالات کا جواب خود سومیری زبان کے مطالعے "سومیری" (جنوبی عراق) کے لوگوں کے پاس نہیں۔

(دنیا کا قدیم ترین ادب 'تواریخ حنیف'، مکرم ادب، لبنان، چھانڈی، 1983ء)

کہا جا سکتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرے گا، آر یافس کی 'زنگ وین' عبرانیوں کے 'مہد' نامہ قدیم، قدیم یونان کی 'ہیلن' اور 'لوڈیچی' اور بعد ازاں کی رمانی و مہابھارت پر سومیری ادب کے اثرات واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

رومن زوال اور 1514ء کی دہائی میں صوبائی صوبہ کے نزدیک 'ازمنہ' تاریک قرار پائیں لیکن دراصل یہی وہ زمانہ ہے جب مسلمانوں نے قندھار کی طغی اور ادبی سرمائے کو برہا ہونے سے بچایا۔

ماسون الرشید (عسائی) نے حمان کے صابین، مسطوری عیسائیوں اور ہند کے طاکی دود سے سرپانی، پہلوی، یونانی اور منسکرت سے تلف علوم و فنون کو عربی میں منتقل کر دیا۔ عسائی 'بیست و اقلست' کم و بیش دو سو سال تک کام کرتا رہا۔ ترجمہ علوم میں ارسطو کی 'مطلق'، افلاطون کا 'مشرق'، ابرہام کی 'طب'، افلاطون کا 'مراقب' اور آریا بھٹ کا 'علم ہیئت' عربی ادب کا بالابال کر گیا۔

12 ویں اور 13 ویں صدی عیسوی میں ابن رشد اور پہلی سینا کی تالیفات لاطینی زبان میں ترجمہ ہو کر مغربی ممالک میں شائع

ہوئیں، جنہوں نے مغرب کی ہزار سالہ جہالت اور بے عملی کی زندگی کو حقیقی معنوں میں چھینے کا جتن بٹانے میں مدد دی۔ لیکن رشد کے حقیقت دو گونہ کے نظریے نے خاص طور پر مغربی ادیان کو متاثر کیا جب کہ یونانی فلسفے کی ترویج کے سلسلے میں ابنی بابہ، ابن طفیل اور ابن رشد کے تراجم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ دوسری طرف ارسطو کی کتاب "مترجم" (شرح: اسکندر اطرودی) کی حقیقت سے "لوخاٹونی" یا "نواشرانی" فلسفے نے رواج پایا۔ لیکن وہ حقیقت یہ شرح کا کمال تھا اور ارسطو کے افکار کے ساتھ اس کا محض واجبی سا تعلق پایا جاتا ہے۔

عہد وسطیٰ میں مسلمانوں نے دنیا بھر کا علمی سرہانہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا تھا۔ عہد کے عیسائی محرمات نقل آٹھویں نے کتاب "مناقب المغرب" میں اس دور پر تحصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں مدینہ، قندھار و خیمرا کا علم اپنی انجواں پر تھا۔ امیر معاویہؓ کے پوتے خالد نے عیسائی اور اہل یہود سے ہم طب چاہا تھا۔ خالد نے غیر زبانوں سے تراجم پر خصوصی توجہ دی اور یونانی فلسفے کو مصر کی درس گاہوں سے منتقل کیا۔ واضح رہے کہ اس وقت مصر کی زبان قبطی تھی۔

شہلی نصرانی نے "نرساکی شہلی" مطبوعہ الیکٹرک پر لیس، امرتسر (1898ء) میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں عربی آہل (مفسر کا عیسائی تھکڑ) نے یونانی زبان سے طب کی بعض اہم کتب عربی میں منتقل کیں۔ اسے عربی میں ترجمے کی جدید روایت کا سر آغاز کہنا چاہیے۔ اس عہد کا سب سے اہم محرم اصطلاح تھا جس نے سریانی سے عربی میں اہم تراجم کیے۔ اس دور میں ترجمے کی ضرورت اس لئے بھی محسوس کی گئی کہ بالنگواری اور عراق کے دفاتر غیر ملکی زبانوں کے سہارے چلتے تھے۔ مثال کے طور پر عراق کا دفتر فارسی میں، شام کا لاطینی میں اور مصر کا قبطی میں۔ صالح بن عبدالرحمن نے 87ھ مطابق 705ء میں عراق کا دفتر عربی میں منتقل کر دیا۔ ہشام بن عبدالملک (سال خلافت: 105ھ مطابق 723ء) نے شام کے دفتر کو عربی میں منتقل کر دیا۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس دور میں فارسی، لاطینی اور قبطی کے ہاتھ دسلے خود مسلمانوں میں (بڑی تعداد میں) موجود تھے۔ ہشام کے بعد قسطنطین نے ارسطو کے دو رسالے "موسیقیقا" اور "طوریقا" جو سکندراعظم کے نام تھے، کو عربی میں ترجمہ کیا۔ جب کہ سالم کے بیٹے جبلة نے فارسی ادب اور فلسفے سے حقیقی کتب ترجمہ کیں۔

(دیکھئے "الموسم" اور "مناقب ابن ابی عمیر" ص 244)

دولت عباسیہ (750ء تا 1258ء) کے طیفہ ابو جعفر منصور نے جن جیسوں کو اپنے دربار میں جگہ دی، انہوں نے فارسی سے طب اور فلسفے کی کتابیں ترجمہ کیں۔ اس دور کا سب سے اہم محرم عہد ابن المصنف تھا جس نے مسکرت "طبی خزائن" اور "پہلی کلیک" دو کتب کا عربی میں ترجمہ کر کے "کلیک" و "دولت" نام رکھا۔ اس کے فارسی سے کیے ہوئے دیگر تراجم میں ایرانی تاریخ کی بار کتابیں خصوصاً "آئین نامہ"، "چندرک نامہ"، "نوشیرواں نامہ" یادگار ہیں جب کہ اس نے مانی کی فارسی تصنیف کو لگی عربی کا جامہ پہنایا۔ اسی طرح پاری علم الاطلاق سے "الادب الکبیر" اور "الادب الصغیر" اس کے یادگار تراجم ہیں۔

جاریہ ابن جبریل نے اس زمانے کی طب سے متعلق اہم کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔ منصور کے ایک درباری بطریق (عیسائی) نے یونانی سے بطراط اور چالڈیس کے افکار کو ترجمہ کیا۔ جب کہ ابن رشد نے ارسطو کے فلسفیانہ رسالے کو عربی کا جامہ پہنایا۔ اسی عہد میں مانی اور گزیدوں کے تراجم کے بعد عرب دنیا میں پہلی بار دوسری اقوام کے مذاہب پر دیرپے کارخان پیدا ہوا۔

خلیفہ ہادون الرشید نے 'بیت الحکمت' کی بنیاد رکھی تو اس میں دارالترجمہ بھی قائم کیا۔ یہیں عربی میں قرآن کی بھری بھری انفرادی کوششوں کو ایک پلیٹ فارم مہیا کر دیا۔

ہادون الرشید کے عہد سے حلقہ دو بڑے مترجمین:

1۔ فضل بن یونس ثعلبی اور

2۔ یوحنا بن ماسویہ تھے۔ انہوں نے بالترتیب فارسی اور یونانی زبانوں سے قرآن کیے۔

ہادون الرشید کا زمانہ عربی میں تراجم کی تاریخ کا سنہری دور تھا، شاید اس لئے بھی کہ بقول ثعلبی ثعلبی:

"ہر بات میں وہ شانائش و تمجید کرتا تھا اور ادھر آئیں سلطنت اس کا دستور اصل تھا۔"

(رسالہ ثعلبی ص 218)

خلیفے سے اس کی رحمت کا احوال بتانے والا قیصر روم کے نام اس کا خط ہے، جس میں اس نے لکھا تھا کہ اسطو و غیرہ کی جس قدر کتابیں، ہم پہنچا سکیں، پہنچائی جائیں، یہ وہ زمانہ تھا جب خلفائے عباسیہ کے خطوط قیصر روم کے لئے حکم کا دھجہ دیکھتے تھے۔ (رسالہ ثعلبی ص 143)

ہادون الرشید سے پہلے عربی میں عقلی ترانے کا رواج تھا اور کتاب (اصل متن) کی مشکلات ترانے میں بھی اس طرح قائم رہتی تھیں۔ اس مشکل کو اس دور کے مشہور مترجم حنین بن اسحاق (صیانی) نے دور کیا اور ہادون الرشید نے اس کی ہر تصنیف (ترجمہ) کے برابر سوۓ تولی کر دیا۔ حنین نے اڑتالیس برس کی عمر تک ہادون الرشید کے لئے چالیس کی 121 کتابیں اور رسالوں کا ترجمہ مکمل کر لیا تھا۔ جب کہ دوسرے عظیم مترجمین یعقوب کندی، سہل بن ہادون اور قسط بن لوہا نے بالترتیب حکمت و یونانی فلسفہ، تفسیر و دین کے طرز پر منطق و علم اور یونانی علوم و فنون کے تراجم کیے۔

یہ سب کچھ اس لئے بھی ممکن ہو سکا کہ ہادون الرشید کے عہد میں حاطرے ہادی (برکن ہمدی کا ناکار) کے مقابلے میں علوم و منطق پر خصوصی توجہ صرف کی گئی۔ جب کہ امطراب بن یونانی فلاسفر بطلمیوس کے رسائل کا عربی ترجمہ ہادون الرشید کے عہد میں یونانی برکن کی زیر نگرانی ہوا تھا۔

227ء مطابق 841ء میں خلیفہ داؤد بن ہاشم نے حنین بن اسحاق کو دارالترجمہ کا منعم مقرر کیا۔ جب کہ اسی زمانے میں موسیٰ بن خالد جیسے مترجم وہاں ترانے کے کام پر مامور تھے۔ سیف الدولہ کے عہد میں یحییٰ رقی جیسا اہم مترجم موجود تھا۔ ابو انیس میں عبدالرحمن ناصر نے مترجمین سے وہ کام لیا جو شاہنامہ اسلام (فرودی) کے لئے مضبوط بنیادیں فراہم کر گیا۔ اسی زمانے میں عزالدین نے علم نجوم پر 'ذکاہل فرودی' جیسا ترجمہ مکمل کیا اور ثابت ابن قرہ نے 828ء میں ریاض اور علم طبیعت سے حلقہ متحدہ کتب کو یونانی سے عربی میں منتقل کر دیا۔

دستاویز اب کے تراجم میں 'تکلیف و دین' کا دوسرا اہم ترجمہ مہدائد بن ہلال اہوازی نے 865ء مطابق 884ء میں مکمل کیا تھا۔ یہ زمانہ یونانی تھا۔ اس دور میں عربی فرمان (لئے دیکھیں آخر ترجمین کہا جاتا ہے) دارالترجمہ میں موجود تھا۔ اسی دور میں مہادیس محمد ابن ابراہیم فرازی نے دنیا کی مشہور زبان تصنیف 'سوحانہ' از برہم گپت کا مستحکم سے عربی میں ترجمہ مکمل کیا۔

مندیہ والا اہم مترجمین کے بعد موسیٰ بن شاکر کا خاندان ترانے میں اہم مقام حاصل کر گیا۔ اسی خاندان کے ثابت بن قرہ کو

اپنے دل کے لئے ان کے لئے جو ہیں

قدیم عرب کے مترجمین زبان فارسی

عبداللہ بن ابیہشام، فضل بن نوین، ابوہریرہ، اسماعیل بن علی بن نوین، حسن بن موسیٰ، حسن بن سہیل، موسیٰ بن خالد، یوسف بن خالد، ابوہشام بن علی، جبلیہ بن سالم، احمد بن یحییٰ البزاز، اسحاق بن زیاد، محمد بن عیسیٰ البرکلی، موسیٰ بن عیسیٰ، جاشام بن القاسم، محمد بن ہیرام بن سہیل، الاصطہانی، ہیرام بن مراد شاہ، محمد بن فرخان الطبری، عبداللہ بن علی، سہیل بن ہارون، سعید بن ہارون، اسحاق بن علی اور عبداللہ بن ہارون البزازی۔

قدیم عرب کے مترجمین زبانِ شکر

مگر، ان دنوں، اسٹائل شوئی، ایپریل جانوری اور مئی اور فیبروری۔

تدویم عرب کے مترجمین زبان سریانی

ماہر جس (یہودی) کہ جسٹی بی ماہر جس، وہودی کرتی اپنے شہدی کرتی، ایوب الہادی، یوحنا، منصور بن یاقان، ایوب بن قاسم اور محبی بن یونان۔

قدیم عرب کے مترجمین زبان یونانی و لاطینی نیز سریانی

اسطوخودوس، لہریق، کچلی، لہریق، حبیب بن ہریق، کاج بن ہریق، جہداسج بن ہریق، سلام ایش، بھٹی بن ہریق،

مرثی ادب میں جدید دور کا آغاز تقریباً اڑیسہ سو سال پہلے نہیں کے مصر پر حملے سے ہوا اور اہل مصر جدید مغربی علوم سے روشناس ہوئے۔ نہیں کی فرہیں فرانس واپس جاتے ہوئے اپنے علوم و ادب کے کچھ آثار چھوڑ گئیں اور کچھ سبب ہے کہ مصر کے حکمران محمد علی پاشا نے اپنے ملک کے چندہ و زمین طلبہ ہونے کی یونورسٹیوں میں ایسے اور جدید تر مغربی علوم کے تراجم مرثی زبان میں کروائے۔ ان جدید تر علمی حواصر کی مصر میں نشوونما سے پہلے فرانسیسی ادبیات کو مرثی میں منتقل کرنے کا کام مکمل کیا جا چکا تھا۔ ترانے کے اس کام میں شام و لبنان کے ان جہانگیر ادبا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جو مصر میں مستقل سکونت اختیار کر چکے تھے۔ کچھ سبب ہے کہ تراجم کے دیر اثر شرقی نے پہلی مرتبہ فرانسیسی معجم دارالاسوں کی طرز پر کامیاب معجم دارالاسے لکھے۔ کچھ دو شخصیں اوصاف ہیں، جن سے حافظ ابراہیم کی شاعری خالی ہے اور یہ صرف تراجم کے باعث پیدا ہوئے۔

مسرح کے علاوہ ادبی تعلیم و انگریز طرزِ مصیبت پر مبنی ادبیات کے ماہر تھے اور انہوں نے چاہا تھا کہ قراچم کا ایک اور دور چلے۔ اس سے خوشتر جنگِ تعلیم کی بدولت ادبیاتِ عالم میں جو نمایاں انقلاب برپا ہوا تھا اس کے ثبوت عربی ادب میں بھی ملے گی۔ تحلیلِ جبرائیل

کہتے ہیں:

”میں مشرق کا نام اس لئے کرتا ہوں کہ مردہ لاش کے آگے قفس کرنا محض پاگل پن ہے۔ میں اہل مشرق کے حامل رہا ہوں لے دیتا ہوں کہ چاندوں پر چلتا چل کرکے ہے۔“

طلیل جبران کا نام ساری دنیا میں ترے کی تحریک کا نمایاں تر نام ہے۔ طلیل جبران کی ہادفت شام اور لبنان کے ادبی مکتوں میں بھی سنی تھی۔ جبکہ عظیم کے بعد متواتر کا زمانہ آیا۔ یہ بہت سے نگار اور فنکار تھے اور فرانسیسی ادب کی بہت انگریزی ادب سے زیادہ متاثر تھا۔ اس نے انگریزی ادب کے جدید تر دعائے کو عربی میں منتقل کرنے کی کامیاب کوششیں کیں۔

عربی ادب کے ’اہل گروپ‘ کی قیادت مصری شاعر ڈاکٹر ابوشادی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ وہ گروپ ہے جس کی شاعری میں مغرب اور مشرق کی حدیں مٹی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

عراق میں گلشن کی ابتدا ”الف لیلہ“ اور قدیم حکایات و قصے کے تراجم کے ذریعہ ہوئی جب کہ بعد میں اس کی جگہ مصر اور لبنان کے رسائل میں شائع ہونے والے افسانے اور مغربی ادب کی ناکام نقلی نے لے لی۔ البتہ ترے کا کام مغربی زبانوں سے واقفیت نہ ہونے کے سبب نہ ہو سکا بلکہ بھی محمود السید، افراسیاب، عبدالجبار طلی، ذوالنون اور ڈاکٹر طلحہ نے طلیل جبران اور امریکی ادب کے ذریعہ اثراتی تحریک بھی برتی اور تراجم کی محدود تعداد میں ترے کا حق بھی ادا کیا۔ ان افسانہ نگاروں کے علاوہ عراقی ناول نگاروں میں محمود اموسیہ، ذوالنون ابوب اور ناصر طلحہ نے انگریزی ادب سے اثر قبول کیا۔ کارل مارکس کی ’داس کپھول‘ کے ترے کے ساتھ ہی اشتراکی خیالات کی ابتداء ہوئی تھی تاہم موجودہ دور میں یہ اثرات کیں زیادہ نمایاں ہیں۔ عربی کے جدید ناولوں میں حقیقت پسندانہ کردار نگاری کے معاملے میں مغربی اصولوں ہی کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، جبکہ جدید ترین گلشن میں فرانس کے ناول اور ایوانک ڈولائے کے بعد سارتر کے ذریعہ اثر فطریہ وجودیت تک کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

ایران میں اکثر ترے عربی زبان سے ہوئے اور دور جدید میں فرانسیسی اثر کو بھی قبول کیا گیا۔ ساسانی دور کے ایران میں حکمران کی کتاب ”ہتو پتیش“ کے ایک حصے ”شیخ تنو“ کے ترے (550ء) کے بعد متعدد یادگار ترے فارسی میں ہوئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

’تاریخ طبری‘ کا ترجمہ وزیر محمد عبداللہ بلخی نے 943ء میں کیا۔ ’ترجمہ تفسیر طبری‘ بھی منصور بن نوح سہابی (961ء۔ 978ء) کے دور میں ہوا۔ علم نجوم کی کتاب ’برہان الکائنات‘ نام کا ترجمہ ابو بن عبداللہ بلخی نے کیا جو ابو سعید غلی کی عربی کتاب ’انکام الموالید‘ کا ترجمہ ہے۔ عرب مورخ احمد بن اہم کوئی کی کتاب ’فروع ابن اہم‘ کا ترجمہ محمد المسلمانی ہروی نے ’تاریخ لغوی‘ کے نام سے کیا۔ طوسی کی کتاب ’اخلاق داری‘ ابوبلی مسکویہ کی کتاب ’تہذیب الاخلاق‘ کا آزاد ترجمہ ہے۔ آداب و اخلاق پر ابن المقفع کے ایک رسالے کا ترجمہ بھی تفسیر الدین طوسی نے 1238ء میں کیا تھا۔

عربی کتاب ’نہج البلاغہ‘ کا ترجمہ 14 الفضل الدین کاشانی نے کیا۔ عربی کتاب ’الطرح بعد اللہ‘ از ابو الحسن علی مدائنی کا ترجمہ حسین دہستانی نے 1284ء کے قریب کیا۔ عربی کتاب ’کنز الدقائق‘ از نسیمی کا ترجمہ نصر اللہ کرمانی نے کیا۔ ابو ناصر گلشن کی کتاب ’الکافی‘ کا ترجمہ فطیل قزوینی نے 1654ء میں کیا جب کہ ’فتح المؤمنین‘ از محمد مؤمن مسامر شاہ سلیمان مغوی (1688ء۔ 1693ء) بھی

مرلی کتاب "المسح العظیم جلد" کا ترجمہ ہے۔

چینی ادب زمانہ قدیم سے ایک الگ تھلک جڑوں کی مانند رہا ہے۔ البتہ سطرنامہ نگاروں نے اس کا رابطہ چینی مادہ دنیا سے جوڑنے کی سعی کی ہے۔ انہی اہلوط سے انہی انتہا تک چین کا علاقہ امارے لئے اور دھار چین سے ادھر کا علاقہ چینوں کے لئے ایک سمجھیر اسرار سے کم نہیں رہا۔

چین میں مغربی زہ نامی قصوں کا آغاز مہد نامک (960ء تا 990ء) میں چینی قصوں کے زیر اثر ہوا۔ یوں چین میں دو زبان ہندی کا مہد شباب 1368ء کا زمانہ ہے۔ سان کو چہ (San Kuo Ch) اور شہائی ہو چہ سان (Shu Huchuan) کے دو قصوں بالترتیب 'چین مطلقوں کا زمانہ' اور 'تمام انسان بھائی بھائی چہ' نے خصوصی شہرت حاصل کی۔ آخر اہلہ کر قصہ پر ال ایس تک لے 1933ء میں ترجمہ کر کے نیا داک سے طبع کر دیا۔

چین کی مشہور روایتی داستان 'مغرب کی سیاحتوں کے حالات' از چینی یو چہ کی حاکمہ اثرات ادبیات عالم پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ خصوصاً 'مغرب کی سیاحتوں کے حالات' میں مسیح کی 'مذہب' اور جان ماسٹر کی 'بھائی بھائی' تک ایک ہی تسلسل (اسرار سے متعلق) دکھائی دیتا ہے۔

چینی یو چہ نے جہد مت کی تخلیق کے سلسلے میں مورچوں اور کتابوں کی کمبوچ کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ بعد میں اس کتاب کو آرمورولی نے 'مذہب' کے نام سے انگریزی میں منتقل کیا۔ چینی سانی آداب زندگی سے متعلق چن چنگ ی (Chin Ping Mei) کی داستان 'مغربی کھیلے کا ہر کو کھینٹ' از چن نے 'مغربی کھیلے' کے نام سے انگریزی میں منتقل کیا۔ اسی طرح 'مغربی کمرے کا خواب' (Hung Lou Meng) از ساو سوچ (1710ء تا 1768ء) کو بعد میں چینی چنگ نامک نے 'مغربی کھیلے' کے بعد 'لیم آف دی ریڈ چیمبر' کے نام سے انگریزی میں منتقل کیا۔

جیمز لگی (James Legge) نے چینی شاعری کے انہیں حرجم کے طور پر شہرت پائی لیکن اس خصوص میں خاتون حرجم Helen Waddell کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ 'Lyrics from the Chinese' میں اس نے James Legge کے ترجموں اور نوٹس کو بنیاد بنایا اور انہیں ترانے کو تخلیقی ترانے کے درجے پر محسوس کر دیا۔ اس ضمن میں 'Great Ancient Lyrics' کے سلسلے کی انہیں بہت خصوصی توجہ کی طالب رہی گی۔

'The Tale of Meng Chang' میں اور جن میں ایکس قبول رہا ہے۔ اسے Genevieve Winstall نے Lady of the The Long Wall کے نام سے ترجمہ کیا اور کلیسا یو لڈی پکن سے شائع کر دیا۔

آرمورولی (Arthur Waley) نے چینی شاعر Chu Yuan کے علاقہ کی دیگر چینی شعراء کو تراجم کے ذریعے چینی دنیا سے متعارف کر دیا۔ Chu Yuan کی طویل نظم The Great Summons کے ترانے کو آج بھی اہم کر دیا جاتا ہے۔ شاعر Lipo کے ترجموں کے سلسلے میں Witter Byner کو اہمیت حاصل ہے۔ چینی شاعری کے ان مترجمین کے کام کے نمونے The Wisdom of China مترجم: Lin Yutang، مطبوعہ: 1956ء، Jiko Publishing House، 125، Mahatma Gandhi Road، Bombay-1، دیکھے جا سکتے ہیں۔

کے زمانے کے چینی ادیب نے اپنی بیداری کا آغاز 1840ء کی لاطن فرانسیسی سے کیا۔ موجودہ انتظامی کرداروں تک چین کے ادیب نے جاپان کی آسانی حکومت، 1894ء کی چین جاپان جنگ، 1898ء کی اصلاحی تحریک، 1911ء کی ڈی یوتھ تحریک، انقلاب 4 مئی 1919ء، نئی سہات اور کسانوں کی بھڑک، اگست 1949ء میں عوامی فوج کی فتح اور چیئر مین ماؤ زے تنگ کا ادیبوں کے لئے انگوٹھ سے لے کر نفاذی انقلاب تک آسان کے سبب تک دیکھ لیے ہیں۔ البتہ چینی ادیب اس اعتبار سے یقیناً ادبیات عالم سے کٹا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ میں سمجھتا ہے کہ وہ چار تھا۔ اس موضوعاتی رنگ انقلاب کا چینی ادیبوں کے سرخیل ماؤ زے تنگ اور نویشن نے اس طرح سمجھا ہے کہ چینی ادیبوں کو عمومی طور پر ادبیات عالم میں کیے گئے تخلیقی گریزات کی طرف نظر ہٹا کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

سے چین میں حال افسانے کی تخلیق کم ہوتی جا رہی ہے۔ کہاتوں میں اکثر ماؤ کے کسی قول کو اسماں بنا کر بھرت اور حوصلہ بڑھانے کا دس دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یوان چاؤ کی کہانی مسعودوں میں طویل سفر، چانگ ڈی کی کہانی ’میرہ دار ستری‘ اور وانگ یی جن کی کہانی ’معمولی مزدور و غیرہ‘ لیکن اس سارے سفر باسے کے پیچھے چینی کہانی (نکات) کی مضبوط روایت بھی اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ مثلاً قدیم چین کے مشہور قفسن وی لی کی کہانیاں لڈی کے مجموعہ ’’وی لی‘‘ کو چین کی کہانیاں صدی شریازی کہنا چاہیے۔

’’نیرنگ لیل‘‘ کا دور کا چینی افسانہ نمبر بابت: اپریل مئی 1968ء، دیکھیں تو اعزاز ہوتا ہے کہ وہاں چین (افسانہ: چیا ی لی)، توآن سوہونگ لیاٹک (افسانہ: چو)، شین سوگ، ویج (افسانہ: دو گوریلے)، ی چن چو یین (افسانہ: الم)، وانگ کوانگ ویج (افسانہ: گلاس کا سفر) کاوانگ کو (افسانہ: تدویر کنہ رتھ)، ہوانگ (افسانہ: رنگ آلود کھیل)، ماؤ چی (افسانہ: خواں کی کھچھ)، ہوشو (افسانہ: پر چھانکنا)، پیچنگ قین ای (افسانہ: گنبد)، لیگ سنگ (افسانہ: مٹل کی دیوار) نے تخلیقی اعتبار سے دی افسانے کے گہرے اثرات قبول کئے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی جد سیاسی سطح پر نا امدادی کے باوجود موضوعات اور نظریہ سازی کی مطابقت تھی۔ نئے لوگوں میں (مثلاً شین جن سن، شی یین لیگ اور کوانڈاؤ چوان) افسانے کے جدید رجحانات تلاش کرنا مشکل نہیں رہا۔ جس کا سبب امریکی فرائض، جاپانی اور بھارتی اور آئرو کا چینی زبان میں ترجمہ ہوتا ہے۔

18 ویں صدی کی ابتداء کے ساتھ ہی ترکی حکومت نے مجبوراً پہلی اقوام کو مذہبی اور قانونی تحفظات کے ساتھ ساتھ تجارت کے لئے منڈیاں فراہم کر دیں۔ معاشی اور سیاسی سطح پر اس خرابی میں خبر کی صورت بھی پیدا ہوئی اور 18 ویں صدی کی پہلی دہائی ہی میں ترکی ادب مشرق اور مغرب کے درمیان ایک پل کی حیثیت اختیار کر گیا۔ خود ہمارے پاس مغربی طوم اور افکار برسات ترکی وارد ہوئے اور لکری سطح پر مکتوبات کی اس وسعت نے نہایت سہولت کے درپے مشرقی اقوام کو چھتے کھنٹ کے سفر پر آمادہ کر لیا۔ یہ ایک قصہ ہے کہ خود رنگ دانشور اس نتیجہ پر پہنچے کہ مشرقی روایات و افکار مغرب کے مقابلے میں پہننے کی سکت نہیں دیکھتے، اس لئے مغربی چال چلن اختیار کرنے ہی میں بہتری ہے۔ سو 1777ء میں مغربی طوم خصوصاً طب، طبیعیات اور جغرافیہ کے قراہم بڑی تعداد میں ہوئے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ترکی پر فرانس کا ادبی طلبہ مکمل ہو چکا تھا۔ ترکی میں ترجمے کی ابتدائی کتب سعید محمد بن جلیلی کے لاطینی چھاپ خانے (تقاریم: 1727ء) سے چھپ کر سامنے آئیں۔ سعید محمد نے یہ چھاپ خانہ انگری کے ایک دستم ہراہم حنفی کے ساتھ ہی کر قائم کیا تھا۔ پس ترکی میں چھاپ خانے 1557ء سے کام کر رہے تھے لیکن شیخ الاسلام کے قتل کے مطابق صرف اہل مسجد اور یہودی

لذہبیات سے حلقہ ہی کتابیں شائع ہوتی تھیں۔

ابراہیم شاہی آخری (1824ء- 1871ء) پہلا ترک ادیب تھا جس نے ترکی لٹریچر اور لٹریچر ادیب کے تراجم شائع کرنا شروع کیے اور ان کتابوں کے ذریعہ حکومت میں زبان و ادب کے ساتھ برقی جانے والی غفلت کا ازالہ کیا۔ یوں اردو، پشتو، بلوچ، پنجاب اور سندھ کے ترکے ترک زبان میں ہونے اور نیا، پائیدار ادبی کی "پیمبل" کا ترجمہ کیا۔

دہلی ادب اپنی ابتداء سے ایک خاص قسم کے گھمراؤ کا شکار رہا۔ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اردو کے زمانے تک دہلی زبان و ادب کے نام کی کوئی شے تھی ہی نہیں۔ مختلف ملاقاتی پولیس: ایک دوسرے سے کٹ کر محض لین دین کی زبان یا محدود تر ملاقاتی لوگ ادب کی صورت میں مروی کا شکار تھے۔ اردو کے مہدیج ہاں ماہی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ کسی افسانہ یا رسالے کے شائع نہ ہونے کے سبب دہلی زبان اپنے پیمبل میں سے نا آشنا تھی۔ قلیل قیاموں سے جدا اور ملاقات ایک دوسرے سے کٹے ہوئے تھے اور بیشتر باہم نیا نہیں سمجھیں گے۔ دہلی انقلاب کے بعد زبانوں کو بہر گیر جانے کا سوال سب سے اہم مسئلہ رہا۔

دہلی زبان و ادب کے اثرات اور اثر پذیر ہونے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتا چلتا ہے کہ تاریخی شاعری نے اردو کی اور ترکی شاعری کو نکھار نکھار ادب کی تانگی ادب نے انہیں اردو ترکی زبان پر اپنے اثرات چھڑے اور اپنی تہذیب کی معرفت چار چار اور آواز دیا۔ ادب کو بھی بڑی حد تک متاثر کیا۔

دہلی ادب کا اثر ترکی ادب پر بہت گہرا رہا ہے اور اس کے بدلے میں ترکی کے شاعری نے دہلی ادب کو بھی بہت کچھ دیا، جس کا سب سے بڑا ثبوت گوگل کی تحقیقات ہیں۔

مجموعی طور پر دہلی ادب ادبیات عالم سے کٹ کر رہنے کے باوجود اس نے بھی مرہا کر نہیں رہ گیا کہ وہاں مختلف انواع و اقسام کی ملاقاتی تہذیبوں کے باہمی میل ملاپ نے ادب کی کوئٹل کو ہر اردو۔ اس ضمن میں ہنگری کی کوشٹوں خصوصاً دہلی قیام کو نیا ادب دینے کی ہم اور اس سلسلے میں ہنگری کی تاریخ اور سببی رابطوں کی طرف توجہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ اسی سلسلے کی دوسری کڑی ہنگری کے مظلوم ناول نگار کی انہیں تھی جسے عظیم دہلی ناول دیا ہوا ہنگری نے دہلی زندگی کی انہیں کو پینا کہا تھا۔ ہوا انقلاب کے بعد قریباً سب پر زبان و ادب کی ترویج کا کام بڑے پیمانے پر ہوا جس کی 1917ء سے قبل کوئی مثال دیکھنے میں نہیں آتی۔ شاعریاتی جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ 1913ء میں غیر دہلی زبانوں میں صرف تین کتابیں شائع ہوئیں جب کہ 1939ء تک ان کی تعداد چھ سو تانوے تک پہنچ گئی۔

اردو ادب نے 1921ء میں شہرت پائی۔ وہ ایک تو اردو شاعر مایا کالسی کی شعری روایت کو بولان چار رہا تھا اور دوسری طرف ٹیکیز اور مولیر کی فنی روایتوں سے اثر قبول کر رہا تھا۔ اس عہد کے دیگر اہم مصنفین مثلاً آر جی ادیب، ڈارپا، کازکی ادیب ثابت اور ترکی ادیب جارجی نے گورکی کے اثرات کے تحت لکھا۔ ثابت نے اپنی سوانح مری گورکی کی "My Childhood" سے متاثر ہو کر لکھی۔ جو "کازکی ادب" میں اولین مصنف پندارن تحریر ثابت ہوئی ہے۔ اسی طرح حمودی نے اپنی مشہور کہانی "The Goldfields of a Poet" گورکی کے تتبع میں لکھی۔ آر جی مصنف ڈارپا کے ناول "Khatasari" کا مرکزی کردار لین، گورکی کی ناول "ماں" کے کردار پادل کے زیر اثر جنم لیتا ہے۔

یہ وہی زبان و ادب کا عالمی حلقہ ہے سے کٹ کر رہتے ہوئے خالصتاً قومی بنیادوں پر یکجا ہونے کا مختصر خاکہ ہے، لیکن کون جانتا تھا کہ صوبہ افسانہ کو کمال کے اورد کوئٹہ سے برآمد ہوگی اور دس کے پچھلے، گورکی اور ڈائلائی کے بعد مختلف بھی عالمی ادب پر حکمرانی کریں گے۔

یونان کو مشرقی اور مغرب کا عظم کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ یونان نے قراچ کے دوسرے مشرقی اور مغرب کے درمیان ہلے کا کام کیا۔ ترقی کے معرقت ہومر (پ 850 قبل مسیح) کے نقل اور کرنے ہومر میں علوم و فنون کے میدانوں کو متاثر کیا، یوں ہومر نے وہ کارنامے انجام دیے جو آج انسانیت کی معراج ہیں۔ خاص طور پر ایٹا جانے کے زمانے میں یونانی ادب اور یونانی فلسفوں کے نظریات کا ہومر نے برآمد راست اثر قبول کیا۔ یہ زمانہ تھا جب ترکوں نے یونانوں کو شکست دی اور اس کے نتیجے میں یونانی لوگ ہومر میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس زمانے میں ولیم شکسپیر کے ایک ہمعصر شاعر پچپ مین نے ہومر کو انگریزی میں ترجمہ کر کے ہومر سے متعارف کروا دیا۔ اس دور میں یونانی رزمیوں خصوصاً ہومر کی ٹیلیڈ اور 'اودیسے' کا اثر یورپی دارماں اور داستانوں میں بہت نمایاں ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یورپی ادب میں جس قدر حوالے یونانی اسطیر کے ملتے ہیں وہ سب کے سب ہومر کی شاعری سے مستعار ہیں۔

اب یورپی اور امریکی ادب پر 'ہومر' کے برآمد راست اثرات کی چند مثالیں دیکھیے:

- 1۔ انگریزی شاعری کے جد امجد 'ہاوسز' کی مشہور نظم Troilus and Cressida ہومر کی نظم ایلیڈ سے متاثر ہو کر لکھی گئی۔
- 2۔ 'یونانی سن' کی اہم ترین نظم 'یونانی سن' کا بنیادی خیال 'اودیسے' سے ماخوذ ہے، خصوصاً ٹولس کے پھول کھانے والے کردار تھیں ہی ہومر کی اختراع۔
- 3۔ کیلیس نے ایک سانیٹ پچپ مین والے ترقے کو چاہ کر لکھی۔ اس سانیٹ پر کیلیس نے ہومر اور پچپ مین کا حوالہ بھی دیا ہے۔
- 4۔ تھو ہاوس کا ناول 'یونانی سن' کا بنیادی خیال 'اودیسے' سے ماخوذ ہے۔
- 5۔ ہیری ٹیو (امریکہ) نے 1895، 1900ء تک 'ہومر' کے اثرات کے تحت تھو آئیر کیا کیاں لکھیں۔
- 6۔ ہرمن میلر (امریکہ) کا ناول 'سولہ' کے مستندوں کی ہم جہتی سے متعلق ہے۔ 'سولہ' ڈک' میں انسان کا ادلی جمل سے مقابلہ ہمت اور ضبط سے باہر کی اور غمزدگی پر غلبہ اور اس کی مستعدی سفر کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔
- 7۔ فریڈر انعام یافتہ ناول نگار ارسٹ ایٹنگر (امریکہ) نے اپنی مشہور زمانہ دولت بھڑھا اور مستند میں اودیسے اور فنیباک مستند کی علامت استعمال کی ہے۔ ایک موقع پر بھڑھا اپنی جہتی کے ہیرو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہیرو میں بال کھلتا تھا لیکن اس کی ایڑی خراب ہو گئی۔ یہ ناکارہ ایڑی کی علامت بھی ہومر سے مستعار ہے۔ ہومر کا جنگی ہیرو اکیلیز (Achilles) جب ہیکل کو قتل کر دیتے کے بعد اس کی لاش کو اپنی راتھ سے باندھ کر کرائے کے گرد فاقانہ چکر لگاتا ہے تو اپنا ناکارہ چٹا چٹا چٹا (Achilles) کے دشمنوں کو مشہور دیتا ہے کہ اکیلیز (Achilles) کی ایڑی پر حیرانہ وار، وہ ناکارہ ہو جائے گا۔
- 8۔ اسی طرح 'اودیسے' میں مستند، نقد پر کی علامت ہے بھڑھا اور مستند میں بھی یہ علامت انہی معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔
- 9۔ ہومر اور امریکہ کے ادب میں مل جہن ہاوسز (ٹکوی کا گھوڑا) کی علامت ہومر کی اختراع ہے۔ اودیسے، لڑنے کے قہر کو

تجربہ ہی قزوین ہارس کے ادریچے کرتا ہے۔

9۔ ہرپ اور امریکہ کے ادب میں قزوین ہارس سے تحقیق کی محاورے ملتے ہیں۔ اظہارِ ہیکڑ اور حقیقت ہیکڑ کے معنوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

10۔ ہومز کی ٹولہ لکھا کا ایک آنکھ والا راج عالمی ادب میں ایک زندہ کردار بن گیا۔ خود اردو کی بیشتر داستانوں اور ناولوں میں ایک آنکھ والا راج ہے۔

11۔ ٹولہ لکھا میں سر سے کا ایک خیالی جزیرہ ہومز کی تحقیق ہے۔ آج کے یورپی ادب میں سر سے کا جزیرہ ایک علامت کے طور پر ملتا ہے۔

12۔ انسان کو نا انسان میں بدلنے پر قادر بنی کی حالت کی علامت عالمی ادب میں پائی جاتی ہے جو حقیقت ٹولہ لکھا کی کرکی ہارو گرنی سے ملتا ہے۔

13۔ لارنس کی بی بی لے ٹولہ (Penelope) کا انتقال عالمی ادب میں ٹولہ کے ساتھ وہ شعاری کی ایک علامت بن چکا ہے۔

14۔ اسپن کے داستان طرد سر آتش کا ڈان کھاتے (Donquixote)، مرکزی کردار کی سطح پر ٹولہ اسپن سے خاصی مشابہت رکھتا ہے۔

15۔ ہرپ اور امریکہ میں ٹولہ لکھا کے خیالی کو بنیاد بنا کر چل اور بڑوں کے لئے لاکھ اولیچہ قصیں لکھیں۔ جن میں سے Weisses لندن قمر کی The Wooden Horse (1930ء)، پانی ڈ امریکہ کی Helen of Troy (1956ء) اور M G M امریکہ کی Odyssey A Space 2000 (1968ء) خصوصاً طور پر قابل ذکر ہیں۔

"Every Man" انسان کو پینا (جلفم) میں ٹولہ کے باب میں لکھا ہے کہ یونان کے قدیم ترین نثری قصے Milesian Tales اوسط کے ایک گہم شاعر کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہ یونان میں رومانی قصوں کی ابتداء تھی۔ ڈارس ہارکس کالی لیس (Acshylus) کی پینا 525 قبل مسیح کی ہے۔ اسی ڈارس ہارکے ڈارسے پہلی قصوں کی طرز پر لکھے گئے 1818ء میں پہلی قصوں ڈلھر بستہ اگر بڑی میں لکھا۔ آئوٹو راج ہانس (Antonus Diogenes) کا ڈیناس (Dines) اور ڈارساگ (Dercylus) کا چھٹیں ادب پر مشتمل قصہ اور دوسری صدی مسیحی میں دو داستان طردوں: لوسین (Lucan) اور لوسس (Lucius) کے اثرات قصہ گوئی کے باب میں طرینی ہرپ کے لئے مشعل راہ چن۔

یونان کے دو یونانی مصنفین، بلو ڈورس (Heliodorus) اور ایک گہم مصنف انیسٹوگنی کو مذہبی روایات کے ساتھ باہم ایک کر کے مسکلی روایت کی تخلیق کا ذریعہ بنا دیے۔ یونانی قصے کی یہ نئی کرمت عالمی سطح پر تہ کا مرکز بنی۔ یہی وجہ ہے کہ گہم مصنف کا قصہ "ہلام ایڈ جزائٹ" (Beram and Josaphat) قرآن و وحی کی عیسائی دنیا میں تقریباً ہر زبان میں ترجمہ ہوا۔ خود طرینی ہرپ کی دو ناول زبانوں میں قصہ گوئی کی ابتداء ہی اس یونانی قصے کے زیر اثر ہوئی۔ زبانوں کے اس باہمی لین دین کا سلسلہ قدیم دھنوں سے چلا آتا ہے۔ دنیا میں وحدت الوجود کے عقیدے کا سب سے بڑا اور قدیم سرچشمہ ہندوستان ہے، جہاں اپوکلیم آزار:

"خانہ یونان اور اسکندریہ میں بھی یونان سے یہ عقیدہ بچکا اور مذہب افلاطون جدید (Neoplatonism) نے (جسے قسطنطین سے عربوں نے افلاطون کا ادب خیال کیا تھا) اس پر اثراتی عمارتیں استوار کیں۔"

جس طرح نویں صدی عیسوی سرکاری، چھاپی، لاطینی اور شکریت سے لاطینی زبان میں تراجم کی صدی شمار ہوتی ہے ایسے ہی طرح 12 ویں اور 13 ویں صدی (1125ء تا 1280ء) کا زمانہ عربی سے لاطینی زبان میں ترقی کا زمانہ ہے۔ یہ وہ دور ہے جب انجیل میں عربی، لاطینی اور فرانسیسی زبانیں عرب، پھل، نمولی، دی گھسی۔ اس دور میں اطالوی عالم اور مفکر جبرائیل آف کرمی موتا (1114ء۔ 1187ء) نے 80 عظیم کتابیں عربی سے لاطینی زبان میں منتقل کیں۔ جن میں خود ہی کی کتاب ”الکبر والعلیہ بطلمیوس کی ”کشمکش“ اور دیگر راز کی ”سراسر“ پہلی بیڑا کی ”قانون الطب“ چار ابن الملاح کی کتاب ”کتاب الحیات“، اور دیگر راز کی ”الطب البصری“ (10 جلدیں)، الخوانساری اور لیبانی کی ”الذبح“ یادگار ہیں۔ یہی وہ زمانہ ہے جب ابن بابہ اور ابن بشار عربی سے لاطینی میں ترجمہ ہوئے۔ اور دیگر راز کی کو لاطینی زبان میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ سمجھا گیا۔ یہاں تک کہ اطالوی مفکر جبرائیل آف کرمی کے بعد بادشاہ وقت چارلس آف آلبر کے حکم خاص سے 13 ویں صدی میں بھی رازی کے افکار کو ترجمہ کیا گیا۔ ان دنوں کی یورپی دنیا میں رازی (Rhaze) کا نام مشہور تھا۔ شاید یہی سبب ہے کہ جرمن مفکر سمبولٹ نے کہا تھا کہ:

”سرمیں کو خیمائی سائنسوں کا حقیقی بانی سمجھا جاتا ہے۔“

(”لہجہ قرآن سہ مسکن۔ کتاب خیال وحدتہ باطن روا کریمی، ص 51۔)

19 ویں صدی میں لاطینی امریکہ کی آزادی کے ساتھ وہاں ڈول کی صنف نے ظہور پایا لیکن سوائے برازیل کے ڈول نگار Machiade Assens اور کولمبیا کے ڈول نگار جارج انریک کے وہاں کے دیگر ارباب نے کسی اور زبان کا اثر قبول نہیں کیا۔ جارج انریک کا ایک ڈول ”Majael“ (مطبوعہ 1887ء) فرانس کے ڈول نگار ژرژ ڈی بیٹت پر سنے کے ڈول ”Poudet Virgile“ کے زیر اثر لکھا گیا۔ البتہ 18 ویں صدی کے اختتام تک لاطینی امریکہ کا ادب ہسپانوی، انگریزی اور فرانسیسی ادب کا چہرہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ لاطینی امریکہ کے ممالک میں یا تو ہسپانوی زبان بولی جاتی ہے یا انگریزی۔ یہ اس لئے بھی ہوا کہ لاطینی امریکہ کی آبادی سراسر انجیل اور برطانیہ کے نوآبادکاروں پر مشتمل ہے۔

19 ویں صدی کا زمانہ لاطینی امریکہ میں بین الاقوامیت کے وسیع تر دائرے سے نکل کر نسبتاً محدود دائرے میں رہتے ہوئے اپنی شناخت کے مراحل طے کرنے کا ہے البتہ اس زمانے میں بھی روسیو لوگا ایگار، ماریا نوادو ویلا اور سائیرو ایلیو یا نے انگریزی اور فرانسیسی ادب کے اثرات قبول کیے۔ ان کے ناموں میں اس چیز کی نشاندہی لیکن ہے۔

آج کا لاطینی امریکہ کے بار جس۔ گیمبارٹس روزا، کارمیر، کیٹی (تقریباً 1981ء) اور کاربریل گارسیا مارکیز (تقریباً انعام 1982ء) کے ناموں سے ایک دنیا واقف ہے۔ بارٹس پہلا ادیب ہے جس نے 20 ویں صدی میں تراجم کی روایت کو سنبھالا دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ لاطینی امریکہ کا ادب گوئے اور ولیم شکسپیر کے کام سے عمل طور پر آگیا ہے۔ لیکن تراجم کے اثرات کے تحت اس سے اُنٹ صورت حال بھی دیکھنے کو ملی۔ پڑا لیمالے اپنے ڈول ”Paradiso“ میں وہی کچھ کیا جو جدیدیت کے ظہور باروں نے جاپان کے ساتھ کیا تھا یا بحر جزیرہ کیمیل اور پال مورائے نے ایشیا، لاطینی امریکہ (خصوصاً ہسپانوی زبان) اور طریقہ کے ساتھ کیا۔ پڑا لیمالے قدیم ناموں بارٹس شوب اور باپری لوئی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جزیرہ کیمیل اور پال مورائے کے انداز میں یورپ اور

ایشیائی ممالک کی تاریخ، تہذیب اور ادبی سرمائے کو اپنی تصنیف "Paradise" میں منسج کر کے رکھ دیا۔ دوسری طرف کارناڈر کے ناولوں نے ہدیب کو متاثر کیا اور کارلو لٹوئس، مارکیز اور کیٹزی نے لاطینی امریکہ کے ادب کو عالمی مہر تارے کے ساتھ جواڑ دیا۔ یہی سبب ہے کہ آج کا ہر ادبی ناقد ایلمنٹ ڈس کی طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ:

اسے لاطینی امریکہ کے ناول قطعی پہنچے ہیں۔

ہدیب میں صنف انسانہ پر نگاہ کریں تو چاہتا ہے کہ اس کی ابتداء اٹلی کے بڑکاچ (Boccaccio) کی تقلید میں ہوئی۔ جب کہ بڑکاچ نے 53-1348ء میں سوانسوں کا ایک مجموعہ چار کیا جو بڑی حد تک الف لیلا کے ذریعہ اثر تھا۔ دیکھیے، "مختصر افسانہ نویسی کی تاریخ پر ایک نظر" از ڈاکٹر محمد رفیع ناٹھر مصلوہ: "مخزن" افسانہ نمبر اگست۔ ستمبر 1928ء

یہی سبب ہے کہ انگریزی ادب کے ہر دور میں شرقی داستانوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ خصوصاً انگریزی میں عربی کے اثرات اس دور میں نمایاں ہونے شروع ہوئے۔ جب اسلامی سلطنت کی سرحدیں مشرق اور مغرب میں ہجیرۂ آدم تک پہنچ گئیں۔ جزیرہ سسلی میں غالب خاندان کے زوال کے بعد بھی سسلی کی ادبی اور طبعی زبان، جو فانی اور لاطینی کے دو حق جوش مرئی رہی۔ سسلی کے حکمران راجہ کے میراثی رابرٹ سسلی نے انگریز ادبا کے لئے وہاں میں جگہ پیدا کی اور یوں عربی سے انگریزی میں ترجمہ نگاری کی ابتداء ہوئی۔ اس دور میں جو پینٹی نے عربی زبان سے "کلیڈ ووسٹ" کو عربی زبان میں نقل کیا۔

چاسر نے اٹلی میں رہ کر بڑکاچ کے قلمے "ڈی کامرن" (De cameron) کے انداز میں اپنی مشہور تصنیف "Canterbury Tales" مکمل کی، جب کہ "ڈی کامرن" کے قلمے الف لیلا کا انداز لیے ہوئے ہیں۔ اسی سلسل میں اٹلیچیز کا ڈرامہ "All is Well" that Ends Well آتا ہے جو ترجمہ در ترجمہ کی تیسری پرت ہے یعنی "ڈی کامرن" کا چہب۔

چاسر نے اضطراب پر بھی ایک رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "پچاں کے لئے دودھ اور روٹی" تھا۔ یہ رسالہ یکسر عرب مصنف ماشاء اللہ بن الطبری کی کتاب اضطراب (کتاب علاج اضطراب و غصہ) سے ماخوذ ہے اور چاسر کا قصہ "The Pardone" الف لیلا کا ایک باب محسوس ہوتا ہے۔

راجہ بکن کی طبعی تصانیف کی بنیادیں اسلامی فلسفہ اور سائنس پر استوار دکھائی دیتی ہیں۔ لٹرائس کے علاقہ میں پروفنس (Provence) کے اشعار جو "Troubadour" سلسلے کے نام سے مشہور ہیں، اسی روایت کی ایک کڑی محسوس ہوتے ہیں۔ ان اشعار میں اندلی شعرا کے موضوعات اور دروض کے لوازمات کے ساتھ عرب اسلامی اصطلاحیں بھی برتی گئیں۔ انگریزی زبان کی ایک نامعلوم مذہبی نظم "آخوین" صدی ہجری ۱۱ء جس کا اساطیری ہیرو Beowulf ہے، کے اشعار کی تقسیم صدر اور نثر کا آغاز لیے ہوئے ہے جو عربی ادب سے مستعار ہے۔ اسی نوع کا طبعی ترکہ مارکو پاولو نے اپنے مشاہدات کی شکل میں چھوڑا ہے۔ لیکن اسی نوع کے اثرات کا مطالعہ انگریزی سفرنامہ نگار مارکویل کے ہاں کیا جاسکتا ہے۔

انگریزی ادب کے دو مشہور زبانہ قصے "Seven Sages of Rome" اور "Flora and Blancher" بالترتیب لاطینی قصوں اور "الف لیلا" کا چہب ہیں۔

ولیم شکسپیئر کا ڈرامہ "The Taming of Shrew" الف لیلا کے قلمے "موتۃ الناعم" کا چہب ہے۔ ڈراما Othello کا سارا چہب

کلف لیلہ سے ملتا ہے اور ڈراما "سینکھ" میں عرب داستانوںی کردار لڑکا کی پرچھائیں قہر جانتی ہے۔

بکھوئی معاملہ لکچر سے سینٹر اور جرنلز ادیبوں کا بھی ہے۔ مثلاً کرستوفر بارلو کے ڈرامے "جمورنگ" (Tamburlaine the Great) کا سارا مظر نامہ اسے ان اور ترکستان سے متعلق ہے۔ ڈاکٹر جاسن کا مشہور نثریہ "کیما دان" (Alchemist) نہ صرف عرب علاقوں سے متعلق ہے بلکہ عربی تصانیف کا اثر صاف پکھا جاتا ہے۔ ڈریسڈن کے ایک ڈرامے کا نام ہی "تج غرناطہ" ہے۔ ڈریسڈن کے ڈرامہ "Dane Sebastian" کا سارا مظر نامہ مراکش سے متعلق ہے۔ ولیم کوگرچ کے ڈرامے "Womring Ende" کا مظر نامہ اٹلی سے متعلق ہے اور اس میں عرب داستانوںی کردار اپنی نمایاں پہچان رکھتے ہیں۔

شیلے کے قصیدہ "A Translation from the Arabic" میں مصرعہ العجمی کی سیرت کا ایک رخ دکھایا گیا ہے۔ نئی سن کے قصیدے "Locksley Hall" میں عربی قصائد کی ایک طویل بحر اور مطلع / تصحیب مثلاً "Akbar's Dream" اور "Recollection of Arabian Nights" میں اٹلی کی تاریخ اور انجین کا مظر نامہ قہر جانتا ہے۔ اسی طرح "سودے اسکات" ، "احف" ، "لیٹور اور براؤننگ" کی تصانیف میں عربی شکایات اور دیگر مشرقی قصوں کی بارگشت صاف سنائی دیتی ہے۔

جرمن ادب نے 19 ویں صدی کے آخری عشرے میں حقیقت پسندی کا مخصوص جرمن چہرہ آباد کر تھے کے شکل تاثیرت کے اثرات قبول کیے۔ اس زمانے میں خصوصی طور پر گستاخ ملائزر، موپاساں، ڈیویدے الوئیو، آسکر وائلڈ اور ڈی۔ ایچ۔ ٹالس کے ترجمے جرمن زبان میں ہوئے۔ یوں روایت کے ایک نئے رجحان کو جرمن ادب میں چھائی اور سائنی برامیس کا برتا اظہار ہونے لگا۔ گستاخ ملائزر کے ترجمے کی معرفت جرمن زبان میں سب سے بڑی عطا نامہ مان ہے جس نے پرانی قدروں کا زوال اور نئی قدروں کا عروج خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

20 ویں صدی میں فرانسیس سے اٹھنے والی اٹھائی تریک "ماریت" نے جرمن ادب پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہاں تک کہ جرمنی میں ماریت کا ایک اہم نام فرانز کاٹاکا ظاہر ہوا۔

20 ویں صدی کے یورپی اور امریکی ادب میں ایک ایسا دور آیا جو ادبیات کے تراجم کے اثرات کے تحت اسلوب جاتی سطح پر یورپی اور امریکی ادب کو سکروں کٹوڑی سے ہلکا کر گیا۔ اسے 19 ویں صدی کے "جدیدیت" کے فوراً بعد فرانسیس، روس، جرمنی اور برطانیہ میں زوال پذیر ادیبوں کے اثرات کا نتیجہ بھی کہنا چاہیے اور 20 ویں صدی کی آواں کا تحریک کا اثر بھی۔

آواں گار اسکول کے رہنما ٹی ایس۔ ایلیٹ نے 1922ء میں جس والہانہ اعزاز میں آئرلینڈ کے نوجوان جی جی کی ڈال "Ulysses" کا غیر مقدمہ کیا اور دنیا بھر کے غیر وابستہ لکچروں نے جس قہر سے ایلیٹ کی آواز کو سنا وہ حیرت انگیز ہے۔ لیکن یہ جو کچھ ہوا اس میں ادب کے اثر پذیر اور اثر انداز ہونے کی صلاحیت کو دخل ہے۔ جی جی کے "Ulysses" کے بعد دنی طرز (نئے اپنانے پر ایلیٹ نے زور دیا) روسی ڈال ٹاکر پورٹس پستراک کے ڈال "نہ ہند سال" (The Naked Year) میں دیکھئے کوٹا۔ پھر برطانیہ کے آئس کیکس نے اپنے ڈال "Poni counter Poni" میں اسی تجربے کو دہرایا "The Naked Year" کا اثر جان داس کے ڈال "42nd Parallel" پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ ہائیس کے ڈال "Ser Goldene Topel" میں ایک کردار ڈاکٹر ایکسپس اسی راہ پر چل نکلا جس کا لوئیس سراخ "Ulysses" میں بتا ہے۔

یوں تلفظ نہانوں سے اثر پذیر رہی اس حد تک بڑھی کہ 20 ویں صدی کی آدمیوں کا تفریکہ میں سنے ہاموں کو بکسر مد کیا جانے لگا اور بھی وہ زمانہ ہے جب اولسٹ جینگو سے کو دریافت کیا گیا۔ جینگو نے کے علاوہ اس وحد سے دیگر کی پیرے مھر عام پر آئے۔ مثلاً امریکہ کے ولیم فاکنر، اسکاٹ، قحاس، وولف۔ برطانیہ کے ہاس پارڈی اور جان کوپ۔ روس کے پشون، نورد اور آئی کا تاجے وغیرہ۔ یہ تراجم ہی کا اثر ہے کہ آئرلینڈ کے لارڈ این ڈیپنے کے ڈراموں کی خواہا کی اور دوماست، روس، امریکہ اور فرانس سے ہوتی ہوئی خود ہمارے ہاں توجہ کا مرکز دی۔

18 ویں صدی عیسوی آخر میں نڈل اور کوڈر ایل (Tyndale and Coverdale) نے انجیلی مقدس کے تراجم کے ساتھ ترسے کی تحریک شروع کی تھی۔ فرانس اور برطانیہ میں انہی تراجم کے زیر اثر مذہبی اور قوی موضوعات نے ادب میں جگہ جاتی اور ہر دو زبانوں میں عیسائی مذہب سے حلقے اہم محتاج البتہ کو بڑی تعداد میں ترجمہ کیا گیا۔ فرانسیسی شاعر دو بار تاس (Du Barlas) نے اسی زمانے میں طویل مذہبی نظم جودتھ (Judith) تھیل کی جر 1573ء میں دھجے جلدوں میں مھر عام پر آئی۔

18 ویں صدی عیسوی کا فرانس دنیا بھر کی ادبیات کے تراجم کے سبب تلفظ اساتذ ادب اور قلمی کی نئی سی مڈکالوں کے باعث یادگار ہے۔ اسی صدی میں روس، وینڈو، وائٹھر، موٹسکی اور بیفوں نے عالمی شہرت پائی۔ روس نے بطور قلمی اور دھتھر نے بطور قلمی، موسورگ اور مساترکی تاتہ کے خود ہمارے ہاں کے ادبوں کو متاثر کیا۔ جب کہ 19 ویں صدی کا فرانسیسی ادب اپنی مظہر حیثیت میں ساری دنیا کے ادب کو متاثر کر گیا۔ لارڈین، وکٹر جوگو، اظھر دی وئی، بولڈیر، ولکن، داں یو اور طارے کے اثرات سے کوئی بھی مشرقی یا مغربی زبان بچا نہ سکی۔

20 ویں صدی کے فرانسیسی علامت نگار شامروں خصوصاً داں یو، ولکن اور طارے کے تراجم نے دنیا بھر کے ادب کی کا پلٹ دی۔ خود ہمارے ہاں ن۔ م۔ سدا شد اور میراجی ایک حد تک براہ راست اور عموئی طور پر ایرانی ادب میں فرانسیسی شعرا کے تراجم کی معرفت علامت نگاری کی اس عالمگیر تحریک سے متاثر ہوئے۔ جہت ہوتی ہے کہ جب 20 ویں صدی کے نصف آخر تک خود فرانس میں اس تحریک کا زور ٹوٹ گیا تھا تو ہمارے نظر نگار بڑی شدہ کے ساتھ علامت نگاری کی طرف آئے۔ انتقاد حسین کا افسانہ آخری آدمی آئسکو کے ڈرامے ٹیپٹ سے کے زیر اثر تخلیق ہوا اور جب خالد حسین نے افسانہ ہزارا پایہ لکھا تو مغربی ادب میں اس قبیل کا کام پہلی کے عروج پر تھا۔

مختصر یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر یوں محسوس ہوا جیسے دنیا بھر کی زبانوں اور ادبیات کی حد بند ہاں ٹوٹ گئیں۔ جنگ کی جہ کار یوں کو اس وقت کے ادب کی جڑوں میں متا جا سکا ہے۔ گو اس حوالے سے جاپانی، جرمن اور روسی ادب نے عالمگیر شہرت پائی لیکن اس خصوص میں فرانس کے لوئی آراگون کو 20 ویں صدی کا عظیم تر شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔

ہال ایس بک کی ناول 'Good Earth' اور ولیم سرڈیاں (Saroyan) کی ناول 'The Human Comedy' بھی لازوال حقیقات کے تراجم کی معرفت بننے والی دلچسپ ادبیات عالم کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔



ترجمے کا فن اور لفظ 'ترجمہ'

ادبیات عالم میں 'طبعِ زاد' اور 'ترجمہ' کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ یوں ترجمہ بھی ادب کا حصہ ہے، اگرچہ دوسری زبانوں سے اخذ ہونے کی بنا پر اسے بالعموم الگ پہچان دی جاتی ہے۔

کسی تقریر، تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کسی متن کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے اُس کی تصویر کرتا ہے یعنی ترجمے کا عمل ایک طبعی یا ادبی نکتہ کو دوسرے نکتہ میں اُجالانے کا عمل ہے۔ دوسری زبانوں کی ادبیات سے مستعاراً، اخذ ہونے کے سبب اس میں کچھ کچھ غیریت کا احساس باقی رہ جاتا ہے، اس لئے اس کا مطالعہ بھی مستعار اور بالواسطہ ادب کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ شاید یکساں وجہ ہے کہ سادگی دنیا میں اسے طبعِ زاد ادب کے مقابلے میں دوسرے درجہ کی چیز ٹھانے لگا جاتا ہے۔

ایک قدیم یونانی مقولہ ہے کہ: 'ترجمہ ایک بھٹی ہوئی مٹھاری کی طرح ہے۔' اب جو بھی ترجمے کے فن سے ذرا بھی ملدہ پر دیکھتا ہے اور بھٹی ہوئی مٹھاری سے واقف ہے یہ ضرور محسوس کرے گا کہ یہ مقولہ ترجمہ کے فن کے ساتھ ہر اچرا اور انصاف کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم انجیل پر اُردو میں اور اس کے بعد اس اُردو سے اردو کا ترجمہ دیکھیں (خواہ ترجمہ مولوی عابد اللہ نے کیا ہو یا عزیز احمد نے) تو یہ محسوس کریں گے کہ اُنھوں نے اصل کے عمل کے دوران تبدیلی واقع ہو گئی ہے لیکن اس سے نظر نہیں ہے۔

ترجمے کا عمل کیا ہے؟

ہم اس کا کمال تجزیہ بھی نہیں کر سکتے، لیکن یہ ضرور دیکھ سکتے ہیں کہ ارسطو فیثولوسا اور ایزرا پاؤڈر جیسے مترجمین نے ماضی کی قدیم مشرقی شاعری کو اپنے مال کی شاعری میں بدل دیا ہے، جبکہ ڈاکٹر سمائل پائسن نے کہا تھا کہ شاعری ترجمہ ہو ہی نہیں سکتی۔ کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم ایک قسم کی گمراہی کو ٹھانے لگتا ہے، یعنی اپنے آپ کو درمیان میں سے ہٹا دیتا ہے اور اصل مصنف کو اپنے عہد میں بولنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن اس سے ہوتا یہ ہے کہ ترجمے کے عمل کے دوران میں ماضی کی اُس آزاد میں مترجم کے اپنے عہد کی آزاد بھی چپکے سے شامل ہو جاتی ہے۔ گمراہی اور بھٹکاری کا یہ دوہرا کردار ان مشہور تراجم میں واضح طور پر دکھائی دیتا ہے جہاں ایک سے زائد مترجمین نے مل کر کام کیا۔ اس کی بہترین مثال ارسطو فیثولوسا کی کتاب 'Cathay' ہے جسے ایزرا پاؤڈر نے ترجمہ کیا اور پاؤڈر کے ان چینی تراجم سے بہت براہِ مہرہ ہو کر امریکہ کے پروفیسر پپ (Vop) نے 'Cathay' کی خدمت میں ایک کتاب نگہ باری۔ اس کتاب میں پروفیسر پپ نے چند قدیم چینی مضامین کا خود ترجمہ کیا اور ایزرا پاؤڈر کو ایک بددیانت مترجم ثابت کرنے کی کوشش کی۔

امریکی ہنر دانہ ریٹارڈ پوگیو (Renato Poggioli) نے اُس نفسیاتی خواہش کے بارے میں تحقیق کی ہے جو ایک مصنف کو مترجم بنا دیتی ہے۔ اُس نے سوال اٹھایا ہے کہ: 'کیا یہ ویسی ہی خواہش ہے جس کے تحت ایک مصور یا مجسمہ تراشِ اصل کی نقل تیار کرتا ہے؟ جبکہ فنکار کے یکساں ہونے کے باوجود نتیجہ یکساں نہیں ہوتا۔ لیکن اسی طرح ترجمے میں ہوتا آیا ہے۔'

رہنا تو پگھلنے کی طرح ہمارے ذہن میں بھی یہ سوال جنم لیتا ہے کہ: کیا یہ فرض کر لیا جائے کہ ترجمان کا عمل ترجمان کارکردگیوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں؟ مثلاً ڈرامے میں لہجہ کاری یا گنج عام میں نظم چننا۔ اس کلیہ میں فرق کچھ زیادہ جھوس نہیں ہوتا جبکہ عملاً فرق نہیں زیادہ ہے۔

لہجہ کاری اور شعر خوانی کا مقصد ایک کلمے ہوئے مضمون کو آواز یا اشارہ فراہم کرنا ہوتا ہے جبکہ کلمہ ہوا مضمون ظاہر کا موشی ہوتا ہے لیکن آواز اور اشارہ کے سبب وہ کاری کے سامنے ہوتا بھی ہے اور حرکت بھی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ترجمہ، کلمے ہوئے مضمون کو ایک ایسی لباس پہناتا ہے، اس کی صورت کو بدلنا اور اسے ایک نئی روح عطا کرنا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ فرض کر لینا چاہیے کہ ترجمہ کرنے کا عمل ایسا ہی ہے جیسے موسیقی کی ہدایت کاری اور موسیقی موادوں کرنے کا عمل ہے؟ آخر مترجم بھی تو موسیقار کی طرح ایک دوسرے فنکار (شاعر) کی تخلیق کو نیا لباس پہناتا ہے۔

رہنا تو پگھلنے کی بات کی وضاحت میں لکھتا ہے:

یہ ایک حقیقت ہے کہ ترجمہ کرنا ترجمانی کا عمل ہے، لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ حرم ترجمانی کرنے والا وہ واحد فنکار ہے جس کا کام اصل سے مماثل بھی ہے اور مختلف بھی۔ اس کے علاوہ ترجمانی کرنے والے فنکار یا تو مبالغہ گروہ سے ہیں یا مختلف گروہ سے۔ اول الذکر *Performing Artist* ہیں جو خواہ اداکار ہیں یا گلوکار یا موسیقار یہ سب اصل کام کا بدلیاتی مادہ اپنے فن کے اعتبار کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ دوسرا گروپ *Decorative Artists* کا ہے۔ جیسے ڈیزائنر، کپڑا، نعل، ڈراما جو لکھن اور اداکاروں کو شکست و جسامت اداکاروں کا لباس پہناتے ہیں۔ ۲۰ ام نعل ڈراما ترجمانی کے ساتھ ساتھ تخلیق کام بھی کرتے ہیں۔

اس اصطلاح کو مزید مختصر کرنے کے لئے اول الذکر فنکاروں کو ترجمان (*Interpreters*) اور ثانی الذکر کو مترجمین (*Translators*) کہا جا سکتا ہے۔ اب جہاں تک ترجمہ کرنے والے فنکار کا تعلق ہے تو وہ اس قسم ہے، جو ان دونوں اقسام سے الگ ہے اس لئے کہ وہ دونوں طریقے برتا ہے اور ایک وقتہ مبالغہ اور مختلف گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔"

(Reuben A. Brower, Harvard University Press, Cambridge 1959)

تجربہ ہی مختلف نظر سے دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترجمہ کرنے والا اور اصل مصنف دونوں ایک ہی بدلیاتی مادے کو تبدیل کرتے ہیں لیکن زبان۔ لیکن زیادہ فہم اور حسیں مختلف نظر سے دیکھا جائے تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ حرم ایک ایسا لسانی اور لہجہ کاری مواد پیش کرتا ہے جو متن سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ طبعی اصطلاح میں یہ کہا جائے گا کہ متن اور ترجمہ دونوں ایک ہی شے مضمون سے متعلق ہے۔ لیکن پھر بھی ایک عجیب انداز سے مختلف ہیں۔ لیکن وہ عجیب بات ہے جو مترجم کو *Decorator* کی بجائے تخلیق کار بنا دیتی ہے۔ بلکہ مصنف یا شاعر ثابت کرتی ہے۔ اس پہلو سے مترجم دیگر فنکاروں خصوصاً موسیقار، گلوکار اور اداکار سے بالکل الگ کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

دوسرے گروہ کے اکثر ادما، مترجم کی نسبت محض *Translators* یعنی دوسرے دم الفاظ میں اپنی ہی زبان کلمے والے نظر آتے ہیں۔ جبکہ پہلے گروہ کے ادما، نقل نویس (*Scribes*) دکھائی دیتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ حرم کے کام کی

نقصیت اسے وہ موقع نہیں فراہم کرتی جو اس کے حریفوں کو حاصل ہے۔ مثلاً مقصور، بالاد کی قصور بناتے وقت اس میں کچھ اضافہ کر دے یا ٹھیک تریم کر دے تو وہ اصل بن جائے گا۔ لیکن مترجم ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کا واسطہ تفسیل اور الفاظ سے ہے اور ان کی مثال اس جگہ کے ہونے درست کی ہی ہے جو اگرچہ نئی زندگی شروع کرتا ہے، لیکن باہر بھی اس لٹ کا مروجہ احوال ہے جو کسی اور جگہ پیدا کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ Artlex Additus Artilect دلی کا ٹیکہ تخریف صرف اسی پر صادق آتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تخریف محض اس کے لئے نہیں ترقی گئی تھی۔ آئندہ ڈیڈ (André Gide) کے مطابق مترجم حیرت انگیز طور پر Dispositio ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ ڈیڈ نے جڑ چڑھ کر اس ادبی جذبے کی تخریف کی جو ترجمے کی طرف مائل ہوتی ہے۔

مترجم کا Dispositio بنیادی طور پر ہیئت سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ایک ہیروئی ہیئت کا تخریب اس کی جتنی کا مقصود ہوتا ہے۔ یہ نظریہ ہمیں ترجمے کے نفسیاتی نغمے کی طرف لے جاتا ہے اور سلسلہ در سلسلہ مائل کر آؤنگار ہماری منت بھیڑ شگنہ فرار سے ہوتی ہے۔

تادم یہ کہا جا سکتا ہے کہ مترجم ایک پابند محض نہیں ہے بلکہ ایک پابند فکار ہے، جو صرف اس وقت اطمینان کا سانس لیتا ہے جب دل کی راکھ اڑنے کو اسے ایک مناسب برتن مل جاتا ہے۔ یوں کسی حد تک ترجمہ ایک بنائی تفسیر کا مکمل بھی ہے، لیکن اپنے اندر کا حق ایک خارجی روح کے ذریعے باہر نکالتا۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ مترجم ایک ایسا کردار ہے جو خارج کے مصنف کے ساتھ ساتھ داخل کے مصنف کو بھی دمخیز کرتا ہے۔

ترجمے کا مکمل اس حد تک وسیعہ اور نہ اسرار مکمل ہے کہ ایک شخصیت دوسری شخصیت میں داخل ہے اور تنہائی حکام کے کو حکم کھاتا 2+2=4 کی بجائے اشاروں اور کھانوں میں اس کی تخریف کرنا چاہتی ہے۔

ترجمے کی وسیع مترجم کی حالت ذرا کمزور و شہرہ سستی فہم (Sensitiveness) سے تھکے دیتی ہے یعنی انتہائی با اختیار ہونے کے باوجود اس کے کردار کی بے پارگی اور بے بھی بھی ساتھ ساتھ جلتی ہے۔ مصروف واقعہ Here نے بھی ہات کرے ہوئے مترجم کی کوشش کو نکلنے میں سے گزرتی ہوئی سورج کی کرنیں ترتیب دیتے کا مکمل کہا تھا لیکن وہ یہ بھول گیا کہ یہی کوشش تو فاسر بھی کرتا ہے اور بہت کم کامیاب ہوتا ہے۔ تادم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مترجم ایک وقت وہ آہنگوں کو سامنے لاتا ہے، جن میں سے ایک پہلے ہی ادبی ہیئت میں آچکا ہے لیکن وہ اپنے غلبہ کردہ بھیرن کو بدل بھی سکتا ہے۔ اس طرح وہ قسم کے ترجموں میں فرق بھی کرنا چاہیے۔ ایک وہ جو فکارانہ ارادے کے ساتھ کہا جاتا ہے (بشرطیکہ اس میں کامیابی بھی ہو) اور دوسرا وہ ترجمہ جو محض کسی سخت ضرورت کے تحت کیا گیا ہے مثلاً ان سب تہاہر طالب انصاف کے لئے جو اصل زبان نہیں چاہے سکتے۔ مؤخر الذکر قسم کا ترجمہ صرف اسی وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب اصل کے ساتھ مسلسل حوالے لے رہے ہوں اور نہ طالب انصاف کا مقصد چرمان ہو سکتے گا۔ لیکن فکارانہ یا ادبی ترجمہ تو اصل کی موجودگی کے ساتھ ساتھ اصل کی عدم موجودگی بھی فرض کرتا ہے، اسی لئے ایبہ گیلانی (Abbe Gellani) نے کہا تھا کہ ایک اچھا ترجمہ وہ ہے جو اصل کے ساتھ موازنہ کے بغیر نہ چاہا جا سکے۔

مترجم کا کام دراصل نیاز و نیاز کا استخراج ہے۔ اس کی دو مقاصد انتہائی کامل حسین ہیں یعنی ایک تو وہ مصنف کا دل سے احرام کرتا ہے اور دوسرا بطور مترجم وہ انتہائی دیانت داری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یوں مکمل آزادی اور دیانتدارانہ پابندی کا یہ مقام اتصال (ترجمہ)

اسے دوسرے کی مصحفیات اپنے لڑیہ مارک کے ساتھ پہنچنے سے باز رکھتا ہے۔ حلاکتہ ترجمہ کرتے وقت وہ قلم پارے کو اس طرح اُٹھا رہا ہے کہ اگر وہ لاکھ جڑوی طور پر وہ اس کا خالق ضرور کہلا سکتا ہے، لیکن یہ حزم کی پرانی ہے کہ وہ ایک عہد کارنگر کی طرح کام کرتا ہے، دل اور روح کی صفائی کے ساتھ لیکن اپنا نام حقیقی کار کے طور پر ماننے نہیں داتا اور توڑے کی حوسٹ کی مسلسل پاسپائی کرتا ہے۔

اس باب میں دیکھو پوچھ لی گھٹتا ہے:

”قلم دیگر ترجمہائی فنکاروں کی طرح حزم کا اصل کام بھی ایک جداگانی (فنی) خصوصیت کو اپنی کلید کے مطابق منظم کرتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ (حزم) ایک آئینہ میں قلم سے لگاؤ والا ہے تو اسے دوسرے کا نقش دکھائی دیتا ہے یا اپنا؟ میرا موقف یہ ہے کہ اس شاعر (مصنف) کی طرح، حزم بھی درحقیقت وہ ہے جسے فطرت کی جہائے قلم کے قلاب میں اپنی پاندیدہ شے نظر آتی ہے۔ اس نظریے کا اطلاق ان حزمین پر نہیں ہوتا جو زیادہ دیرانی گھر میں پرانے چڑھے ہوئے ہیں اور جنہوں نے مقدس غازی کتابوں اور قدیم دلائل کی نقل کتب کو اپنی روزمرہ کی زبان میں (احاطہ ہوتا ہے۔) “The Added Artificer” On Translation۔ اردو: بخیر بخیر پریس، کیمبرج 1989ء

فلٹر (Schaller) نے اس باب میں جو تقسیم دوا رکھی ہے (یعنی قدیم شعری ڈیٹا اور جدید) کے مطابق پرانی طرز کے حزمین کو Native اور موجودہ طرز کے حزمین کو ”چندپائی“ کہا جاسکتا ہے۔ اس نظریے کی زد سے بادی انظر میں اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ حزم اپنے مندرجات کے بغیر کام کرتا ہوں۔ میں کہنے کے ترجمہ کا عمل ایک سیال مادے کو ایک برتن سے دوسرے برتن میں اُٹھانا یا ایک پرانی شراب کو نئی بوتل فراہم کرتا ہے۔

اپنی اپنی حدود میں یہ دونوں امثال ترسے کے باب میں مناسب معلوم ہوتی ہیں جبکہ میں لیکن ہے کہ پہلی صورت میں سیال مادہ چھلک کر گر جائے اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے۔ دوسری صورت میں یہ بھی لیکن ہے کہ پرانی شراب نئی بوتل کو توڑ کر رکھ دے۔ اب اس نظریے پر ایک اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ حزم کی ذات محض ایک خالی بوتل کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حزم بذات خود ایک ذمہء طرف ہے، ایک بے ہیئت سیال مادے یا موجوں کی طرح چلتی ہوئی شراب سے بڑا، جسے وہ حریت اپنے اندر روک نہیں سکتا اور جب یہ سیال چھلکنے لگتا ہے تو وہ اُسے مناسب ترین طرف میں (جو محسوس ہو) اُڑھیل دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ تو وہ طرف اس کی ملکیت ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا سامنے اس نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات تو اس عام مفروضے کے برعکس ہے کہ حزم، خالق یا قارئین ہے بلکہ محض لفظوں کا ماہر (کارنگر) ہے، یعنی وہ خود کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تاہم ہمیں اس تصور کی تردید کرنی چاہیے کہ ہمارے قلمی گیت نگاروں کی طرح حزم کی صدا وہ نہیں گاتی ہے جو اُس کے لئے دوسروں نے سوز دی کی ہیں۔ البتہ یہ خیال کہ حزم ایک کوکھلا کارنگر ہے، بنیادی طور پر غلط ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس قبیل کے حزم بھی ایک (مضمرے) جڑا رہتے ہیں۔ لیکن ان کی قیمت نہیں کی جاسکتی آخر اصل مصطفین میں بھی تو اس قبیل کے فنکار نہ پائے جاتے ہیں۔

محمد حسن مسکری کے لفظوں میں: ”سپاخن کار ستارے (مضمرے) نہیں لکھتا، اس کے لئے اس کا بادبان ہی ستارہ ہے۔“ یعنی کار

فن کی تخلیق پر مجبور ہے، یہ اس کی باطنی ضرورت ہے۔

تخلیق فن کار کی یہ تعریف اچھے معرجم پر بھی صادق آتی ہے۔ اس لئے بھی کہ آرٹ (Art) کی قدیم تعریف میں ترجمہ بھی ایک فن (Art) ہے۔ آج کل آرٹسٹ کے لفظ میں یہ معنی پایید ہو گئے ہیں لیکن 'Artisan' کے لفظ میں یہ معنی اب بھی محفوظ ہیں۔

ترجمہ کے فن کو آج بھی Craft سمجھا جائے اور ترجمے کے عمل تنہا میں وہ چیز ضرور پس نظر رکھنی چاہیے جسے فرانسیسی زبان میں 'Question de Matier' کہتے ہیں۔ اس طرح ترجمے کے تجویزاتی مطالعے میں اصل متن کے ساتھ کوئی متوازی کثیر نہیں سمجھنی چاہئے گی البتہ ترجمے کے تخلیقی مسائل کا تجربہ کرتے وقت تخلیق اور ثقافت کو ضرور مد نظر رکھنا ہوگا۔ یہ تخلیق اور ثقافت صرف ترجمے اور متن ہی کے حوالے سے نہیں ہوگا بلکہ ان خصوصیات اولیٰ روایات کے حوالے سے بھی ایک نظر دیکھنا ہوگا جن سے متن اور ترجمے کا تعلق ہے۔ سترجمے کے تجویزاتی مطالعے میں بھی اسی دور سے کی بصیرت درکار ہے جو تخلیق فن پاروں کے لئے مائدہ برتا چلا آیا ہے۔

قبل از انکل سکیل امریکائی

”مارے ہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ترجمے کو اپنی زبان کے ادب میں ایک غیر فطری سا اضافی مضر سمجھتے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ترجمہ مارے ادب کے خیر میں شامل ہے۔ تخلیق ادب کی عظمت کو تسلیم کرنا ضروری ہے مگر یہ کہنے سے تخلیق ادب کی عظمت کی نفی نہیں ہوتی کہ تخلیق ادب کی بہت سی اعلیٰ شکلوں کے پیچھے ترجمے یا اضافہ چیزوں کی چمک بھی موجود ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ اس حقیقت کا شعوری طور پر احساس رکھتے ہیں کہ کلاسیکی اردو متر کا بیشتر سرمایہ تراجم یا اضافہ چیزوں کی ذیل میں آتا ہے۔ ہاٹھ و ہزار ہو یا ہشتاد ہزار کے دائرے کی داستانیں یا داستان امیر حمزہ، آرائیں محفل، انچال بکچی، اندھ بھنگ، سنگھاسنیشی، فرخ کا ہمارا قابل قدر معجزی سرمایہ اضافہ یا ترجمے کی شکل میں ہے البتہ اس وقت کی جلد میں اضافہ میں ترجمہ کرنے والے کے لئے آزادی قفس کی وہ قصہ جان کرتے وقت بہت سی چیزوں کا اپنی طرف سے اضافہ بھی کر سکتا تھا۔

(مضمون ”ترجمہ، تالیف، تخلص اور اضافہ کرنے کا فن“ مطبوعہ ماہنامہ ”کتاب“ ۱۱ جون ۱۹۸۲ء)

معرجم کا کام شاعر، کارنگر، نقادوں کے شعبہ ہاں اور مصوری کی اصطلاح 'Mannerist' سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ محض جدید فکر کے پیچھے بھاگے اور جذبات کو پسند کرے تب بھی وہ انسانیت پرست ہی رہتا ہے اور یوں روایت کا پرستار اور قانون کی ادھی قدموں کا مظہر رہا ہی ثابت ہوتا ہے۔ وہ کلاسیکی حرائج کا اس لئے ہے کہ انسانیت پرست ہے۔ اس بات کو Aulus-Gellius نے 'The Alto Nights' میں یوں بیان کیا ہے:

”کلاسیکی زبان پیدا کرنے والوں اور بولنے والوں نے انسانیت پرستی (Humanitas) کو دھور کھینچ لی نہیں دیا جو پڑائی لفظ 'Philanthropos' میں مضمر ہے۔ انہوں نے اس لفظ کو پڑائی لفظ 'Piedad' کے معنی دے دیے لیکن 'فنون لطیفہ کا علم'۔

نام ڈی۔ ایچ۔ روسیٹ (D.H. Rossetti) کے کہے کو بھی اہمیت دینا پڑتی ہے۔ اس نے کہا تھا:

'A Translation Remains Perhaps the most direct from of commentary.'

منظر علی سینہ نے لفظ 'ترجمہ' سے متعلق بڑی قاطعانہ بحث کی ہے۔ سینہ صاحب لکھتے ہیں:

”مترجمین کا لفظ مغرب کی جدید زبانوں میں لائینی سے آیا ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں: 'پارے جانا' اس سے قطع نظر کہ کوئی خاص حرج کسی کو پارا تارنا بھی ہے کہ نہیں، یہ مفہوم نقل مکانی سے ملے کر نقل معانی تک پھیلا ہوا ہے، اس طرح اردو اور فارسی میں ترے کا لفظ جس کا اعتقادی رابطہ ترجمان اور حرج دونوں سے ہے، عربی زبان سے آیا ہے۔ اہل لغت اس کے کم سے کم چار معنی درج کرتے ہیں۔ ایک سے دوسری زبان میں نقل کلام، تفسیر و تفسیر، دیباچہ اور کسی شخص کا بیان، احوال یا تذکرہ، شخصی ہے۔

یہ سب معانی باہم مربوط ہیں۔ اس طرح ترجم بھی (مت کی نقل اور مع کی ذمہ کے ساتھ) جس کے معنی ہیں: اقتباس کرنا، غلط سلف کرنا اور ترجم (مع کی ذمہ کے ساتھ) کا معنی ہے، مشکوک اور غلط۔ غالباً یہ معنی ان بے اعتدال مترجمین کی وجہ سے پیدا ہوئے ہوں گے جن کی کسی زمانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور جو اپنی کمزوری کی وجہ سے جملہ مترجمین کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں، واضح طور پر سب معانی ثانوی اور مرادبی ہیں کہ ان کا تعلق تاریخ کے نہایت مسند اوراد سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اصلی اور قدیم معنوں کے لئے مادے کو دیکھنا ہو گا اور اس کے دیگر مشتقات کو تا لفظ ترجمہ کے گرد گرد ایک معنویاتی دائرہ کھینچا جائے، یا زبان شناسی کی اصطلاح میں اس کو اپنے Semantic Field میں رکھ کر اس کی ماہیت معلوم کی جائے۔

چنانچہ ابن خلدون کی مسموعہ صنیف ”لسان العرب“ سے رجوع تا کریم ہے، جس نے لفظ ترجمہ کو ”ترجمان کے ساتھ سر عربی مادے کو ترجم کے تحت درج کیا ہے (جب کہ بعض جدید لغات جیسے ’الفرانہ اللہ‘ اس کو پار عربی مادے کو ترجم کی ذیل میں لاتی ہیں جو عربی زبان کے اصول اعتقادی کے مطابق نہیں، جب تک اس کی بنیاد کسی دلیل کے پر نہ ہو غالباً عربی کے جدید لفظ ترجمان کو اساسی لکھ لکھتے ہیں۔ عربانی لفظ Dragoman کی تفسیر یہ اس طرح ترجمہ و تفسیر کو اعتقادی مشکوک Back Formation کہا جاسکتا ہے، ترجمے کو ترجم سے منسوب کرنے میں بڑی دقت یہ ہے کہ اس کام کو گناہ کبیرہ کے ساتھ کیوں مربوط کیا جائے اور پھر اسے مترجمین کو مد شرعی سے کیسے محفوظ کیا جائے؟ اہل مکتور نے بھی جس اورادے کے حدود مشتقات درج کیے ہیں، ان میں سے چند ایک کا معنوی رابطہ خود اس کی نظر میں واضح نہیں۔ تاہم نقل اور نگارائی، ہجر، کلگری، سنگ حصار، حصار موضع، پہاڑ، اونچی دکان اور چار و تیرہ کا ترجمہ سے تعلق تو ہے ہی جبکہ دوست اور بھائی اور مصاحب کے معنی، جن پر کلاسیکی لفظ نگاروں نے حیرت کا اظہار کیا ہے، رجم سے زیادہ Dragoman کی سمت اشارہ کرتے ہیں۔“

بقول منظر علی سینہ:

مشتقات رجم کے ثانوی معنی یا آسانی مادے سے مربوط ہو جاتے ہیں، لہٰذا طعن، سب و شتم، قذف و غیب، انحراف، قیاس و کما، انہام اور فہم کلام (کلام مرجم)، یہ آخری معنی ایک جگہ قرآن عظیم میں بھی دیکھے گئے ہیں اور ممکن ہے ترجمہ بطور اصطلاح اسی سے مستعار ہو۔ لہٰذا ایک سوال یہ ہے کہ شیطان کو کیوں ’رجم‘ کہا جاتا ہے لغت کی وجہ سے؟ (مرجم)

بالقصد) سب دشمن کی جو ہے؟ (مطموع و مصوب) ان فکریوں کی جو ہے جو ماسک بچ کے دھاریں جھرات کو ہادی ہوتی ہیں؟ (مردم باخوار) یا شباب قاتب کی جو ہے جو اس پر گرتے ہیں (مردم بانگاہ)۔ دھنسا جا رہا لایا میں! غور شباب قاتب کو مردم کہا جاتا ہے کہ نجوم و گاہب سے الگ ہو کر کہیں نہ کہیں یا کسی نہ کسی کو چاگتے ہیں۔

ترے کا حقیق، اصل تعریف سے تقریباً وہی ہے جو شباب قاتب کا نجوم و گاہب سے ہوتا ہے، یہ بھی اکثر اوقات ایک نہ ایک سیارے سے جدا ہو کر تاریخ کے کسی نہ کسی رنگین میں گم ہو جاتا ہے یا پھر اپنی اصل کے دائرہ کشش ثقل میں گردش کرتے کرتے خود بھی ایک چھوٹا سا سیارہ بن جاتا ہے، جیسا کہ فن ترجمہ کی تاریخ میں کی بار ہو چکا ہے۔ ہمارے جس طرح ایک ہی سیارے سے مختلف وقتوں میں ایک سے زیادہ شباب قاتب نمودار ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح مختلف ادوار ادب میں ایک ہی کلاسیک کارنامے سے بار بار نئے ترے نمودار ہوتے ہیں۔ بلکہ کلاسیک تو کہتے ہی اس کارنامے کو ہیں، جس کے ترے کی بار بار ضرورت پڑے اور جیسے کوئی بھی شباب قاتب حقیقی اور آخری نہیں ہوتا، اسی طرح کسی بھی ترے کو حرف آخر نہیں کہا جاسکتا، ان ترجموں کو بھی نہیں، جن کو اپنی زمانے میں حقیق تک سے بہتر کہا گیا ہو۔

مادریل پر دست نے اپنے سہ ماہی آفریں، جلال، "مجموعہ دہشت کی تلاش" کے انگریزی ترے کو اصل فرانسیسی سے فزوں ترکا تھا، لیکن نصف صدی کے بعد اس کا سہ ماہی سے ترجمہ کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اسی طرح لاطینی امریکہ کے مشہور ادیب گابریئل گارسیا مارکیٹ نے اپنا دور اور ناول "ایک صدی، چھائی کی" انگریزی زبان میں چھ ماہی سے اصل سپانوی زبان کی نسبت قابل ترجیح سمجھا، لیکن طبع حسین مسک حراج حرم کر گئی یا سہ ماہی کے طیارے میں انگریزی زبان کو ملنا چاہیے کہ ہمدردی کی طرح ایک دایک ان پر ترجمہ بھی حرک ہو جائے گا، بالکل ایسے جیسے "ڈون کھوٹے" کو اصل سپانوی زبان میں پڑھا جائے تو تقریباً چار صدیاں پہلے کا یہ قصہ آج بھی نہایت جدید محسوس ہوتا ہے لیکن سرورقش کے مصاحرین نے اس کے جو ترے کیے تھے، اب خوشی کہ حد تک فرسودہ گئے ہیں۔ اس لئے کہ شباب قاتب کی طرح ہر تازہ ترجمہ کو گویا پر ایک سہ ماہی سے اثر انداز ہوتا ہے۔

غرضیکہ ترے کا کوئی نہ کوئی رابطہ ترجمہ سے قائم کیا جاسکتا ہے، بلکہ اسی جو ہے ترے کا فن بہت سے غریبانہ اقوال کا ہدف بنتا ہے۔ جیسے کہ ترجمہ ترجمہ (جس نے ترجمہ کیا، سنگسار ہوا)۔

(”طنی ترجمہ کے اصولی مباحث“ ملا مظفر ستیہ، مشمولہ: ”سیاحتار: اردو زبان میں ترے کے مسائل۔“)

(مترجم: ایڈوارڈو، بطور: محققہ قوی زبان، اسلام آباد، طبع دوم 1986ء)

ترے کا جواز:

ترجمہ کے باب میں پہلا سوال تو یہی ملتا ہے کہ ترے کا جواز کیا ہے؟ ترجمہ کیوں؟؟ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ سوال کس نے پوچھا ہے۔

اگر یہ سوال کسی تہذیبی مسئلے سے پوچھا گیا ہے تو ترے کا جواز دھڑکتے پھرے، اس سوال کا جواب نہیں بن جائے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سید احمد بریلوی شیعہ اور شاہ اسماعیل شیعہ کے دوستان کی طرف سے پوچھا گیا یہ سوال اس لئے اہمکن میں

فال دے گا (اور ہم بے بس ہو جائیں گے) کہ مشرق اور اسلام سے مراد تہذیبی مطلق یونانی پادریوں کے بعد حجاز میں دوسرا کو نہ صرف دینی بلکہ تہذیبی سطح پر بھی مذہبی اور ثقافتی پلغار خیال کرتا تھا۔ اب اگر ہمیں (اپنے تئیں) سیرام پر میں سکے گئے ہانکل اور انا حنل کے تراجم کا جائزہ دے گا تو سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے بھی کہ سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل نے اس مذہبی اور ثقافتی پلغار کو روکنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔

دوسری طرف اگر ادبیات سے حلقہ کی کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے تو اس کا جواب اتنا ہی آسان ہو گا جتنا کہ پہلی صورت میں مشکل تھا۔ اب ہم جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ پیشہ سے ادب اور زبان (یا گفتی ممل) ایک مسلسل داخلی اور خارجی منظر اور جہان پہنک کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نوع کا گفتی تسلسل الماطون اور اسطو سے جلا اور کلرچ تک آتے آتے ادبی فیشن پرستی میں داخل کیا۔ اس کتاب میں شامل کی گئی فونٹیکس کتابیات (Bibliography) پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی ترے کا یہ طویل تاریخی سفر اپنی اہمیت ثابت کر دے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ اردو میں تامل ترے کا فن اپنے ہمہ وقت تاتریخ میں کوئی الماطون یا کلرچ ملے گی نہیں پیدا کر سکا۔

مظہر ہے کہ ترے کے ذریعے زبان کی اعتبار سے پہنچی پہنچی ہے۔ ترجمہ جہاں الفاظ اور زبان کی تشوہا کے ذریعے انسانی علوم میں اضافے کا باعث بنتا ہے وہیں دینی سرحدوں کو بھی کھول دیتی ہے۔ زبان کی سطح پر ترجمہ خیالات و جذبات کی ہر ہر حرکت کو سونے کی خاطر نئے اسالیب جان سے حصار دے کر مانتا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت جہاں نئے الفاظ، استعاروں کے مدد میں جنم لیتے ہیں وہیں پرانے اور نئے گئے الفاظ کو آسپن مہیا ہوتی ہے۔ نئے مادے اور نئے حالات کے جنم کے ساتھ نئے علوم و فنون سے آشنائی ہوتی ہے۔ پیشہ کی اسلاف ادب کا اردو ترے کے ذریعے ہی ممکن ہو سکا ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ آج اردو زبان جس منصب پر فائز دکھائی دیتی ہے اس میں بہت کچھ ترے کا بھی کیا دھرا ہے۔

ترجمہ کی سطح پر دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان بلی جانے کا کام کرتا ہے اور متن کا اس کی تمام اسطوئی خصوصیات اور تہذیبی نوآباد کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو جانا ہی ترے کا اصل کم ہے۔ ترے کا اس بلی کے ذریعے علوم، خیالات اور تصورات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک آتے جاتے ہیں۔ یوں مادہ اور برآہ کی دونوں کیفیتیں شامل ہوتی ہیں۔

یہ خیال گنج نہیں کہ طبع زاد گروہ کے مقابلے میں ترجمہ اپنی قہ نہیں حاصل کر پاتا۔ یہ سب تو محترم کی صلاحیت اور ترے کی انفرادیت پر منحصر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر دے کی طبع زاد تہذیب کیساں قہ سے چمکی جاتی ہے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ ایک ایسے ترے کی انفرادیت اور مقبولیت پیشہ رہے گی اور ادب میں اپنی جگہ بنا لے گی۔

یہ ترے کی انفرادیت ہی ہے کہ عالمی سطح پر زبانوں کی ہمائی اور مقبولی کے لئے ترقی یافتہ اقوام میں بڑے پیمانے پر مترجمین پراجیکٹ متحرک ہیں۔ جس کی دو نمایاں مثالیں برٹشکول اور انٹرنیشنل فیڈریشن آف لٹریچر (F.I.T.) ہیں۔ ان دو اہم بین الاقوامی اداروں کا اس باب میں اپنا اپنا چارٹر اور ضابطہ اخلاق ہے۔ F.I.T. کے چارٹر میں ترجموں کی دشمنی کے لئے اہم روایات شامل ہیں مثلاً:

یہ ادارہ مشکل نظروں کو مختصر کرنے کا خارج کرنے کو غیر اخلاقی حرکت قرار دیتا ہے۔ ادارے کے نزدیک ذہنی لفظ کا نقلی ترجمہ مناسب نہیں اور نہ ہی نظم کے نثری ترجمے کو مانا جاتا ہے۔

امریکہ کا سب سے بڑا سائنسی ادارہ 'ناسا' اپنے جریدے STAR میں دنیا بھر کے خلائی تحقیقاتی کام کے تراجم شائع کرتا ہے۔ برطانیہ میں ترجمے کا سب سے بڑا مرکز برٹش لائبریری لینڈنگ ڈویژن ہے، جو فرانسیسی کرنے پر مبنی، طبی اور طبیعی علوم کے تراجم فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کے ماہر اعلیٰ B.L.L.D. میں برطانوی ترجمہ سے تحقیقی اداروں کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔ امریکہ کا قومی مرکز ترجمہ 'پینٹل لائنیشن سنٹر' کا 'کو' 1953ء میں قائم ہوا۔ یہ ادارہ مابین اور طبی علوم کے علاوہ طب اور انجینئری سے حلقہ مشرقی اور مغربی زبانوں سے تراجم کا کام کرتا ہے۔ چارلس کے 1957ء سے قبل اس ادارے کا نام 'نیشنل لائبریری ایسوسی ایشن لائنیشن پائل' تھا۔ ایک اخبار کے مطابق اس ادارے نے تقریباً پانچ لاکھ تراجم کئے ہیں۔ اس ادارے کے ماہر جریدے کا نام 'Translation Monthly' ہے۔

امریکہ کا ایک بہت بڑا ادارہ 'American Translation Association' ہے جو 1959ء میں قائم ہوا۔ اس ادارے کے مستقل ملازمین کے علاوہ تقریباً پانچ ہزار متفرغین جزوقتی طور پر اس ادارے سے منسلک ہیں۔ لائبریری آف کانگریس کے تحت ہونے والے تراجم کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ اس ادارے کے مرکز ترجمہ نے 1967ء سے ادارہ 'Translation Register Index' کے نام سے جاری کیا ہے جو ترجمے کے باب میں لاتعلقی معلومات فراہم کرتا ہے۔

امریکہ کا ہی ایک بڑا علمی ادارہ ترجمہ 'Ralph Mc Elroy-Co' کے نام سے قائم ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کی 'ٹیلورنگ اینڈ ٹرانسلیٹنگ ایجنسی' 1978ء میں قائم ہوئی تھی، جو اب تک لاکھوں تراجم کر چکی ہے۔

دیگر اعلیٰ اداروں میں کینیڈا کا ادارہ 'Agnew-Trans-Int' امریکہ اور عالمی مرکز ترجمہ 'ایلف'، نیدرلینڈ میں قائم ہیں۔ 'عالمی مرکز ترجمہ ڈیلف' کا ایک ادارہ اشاریہ 'World Trans Index' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔

دنیا بھر سے ترجمہ کے حلقہ 982 جریدے شائع ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل برٹش لائبریری لینڈنگ ڈویژن۔ برطانیہ کی شائع کردہ کتاب: 'Journals in Translation' میں طالعہ کی جا سکتی ہے۔ سو کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی بہت سی معاشقہ اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں۔ ترجمے کی تحریکات، عمل اور دھم، دلوں اعتبار سے اسلامی مملکتیں جہت انگیز طور پر نتیجہ خیز رہی ہیں اور بھی حال دنیا کے 'دوسرے عظیم معاشقہ' کا ہے۔ آج کل افریقہ اور ایشیاء کے علاوہ دنیا بھر میں بیداری کی جو تحریکیں چلی رہی ہیں، ان میں تراجم کا نمایاں حصہ ہے۔

خود ادارے ہاں ایسے متعدد ادارے وجود میں آئے جن کا مقصد ترجمے کے ذریعے طبی بیداری پیدا کرنا تھا۔ سید احمد خان کی سائنٹک سوسائٹی اور دہلی کیر سوسائٹی دہلی کا ایسے ہی ادارے تھے۔

مغرب کی فاتح اقوام نے ملتوں قوموں کے طور طریقوں، مذہب، ادب اور جذبہ کو سمجھنے کے لئے بیٹھ کر ترجمے کا سہارا لیا ہے۔ ترجموں کی تحریک توسیع کی خواہش تھی۔ یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ آج بھی دور جدید کی بڑی طاقتیں دنیا بھر کے علوم و فنون اور

ادبیات کے ترجموں کے لئے اپنا ایک وسیع اور مضبوط نظام رکھتی ہیں، جس کے ذریعے وہ دیگر اقوام کے تحریری سرمائے کو اپنی قوی ضرورتوں کے مطابق اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے علمی اور ادبی اثر و رسوخ اور اپنے قوی نظام فکر اور سیاسی مصلحتی کا اپنی جہیز کتب کے (دیگر زبانوں میں) تراجم کے ذریعے ظاہر کرتی ہیں۔ اس کی نمایاں مثالیں دارالاشاعت ترقی (روس) اور موسسہ فرہنگیں (امریکہ) جیسے ادارے تھے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آزادانہ طور پر کام کرنے والے اشاعتی اداروں نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔ یوں یہ نظام ترقی یافتہ اقوام کی قوت کا ایک اہم سرچشمہ ثابت ہوا ہے۔

یہاں قوی محرک کی مثال دہلی کر دینا بھی ضروری ہے، جس کے تحت اطرا دی سلج پر حیرت انگیز کارنامے انجام دیے گئے ہیں، جس کا بنیادی محرک ہر زبان کے ادیبوں اور محققین میں اپنے ادب کی توسیع کا جذبہ ہے۔

تلاش والا ضروریات سراسر افادہ ہیں۔ اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ تراجم نے انسانی تہذیب کی ترقی میں کیا کردار ادا کیا؟ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ ترجمہ جہاں سے خود ایک تہذیبی مسئلے کا حامل رہا ہے، اور اسی تہذیب کے غل بولتے ہیں انسانی تہذیبوں نے آپس میں بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ وہ یوں کہ ترجمہ ایک زبان کے علمی اور ادبی سرمائے کو دوسری زبان بولنے والے انسانی گروہوں تک پہنچاتا ہے۔ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے اور مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان باہمی تفہیم و تفہیم اور دہا و ضبط کی راہیں کھولتا ہے۔

زبانوں کا فرق ہمیشہ سے مختلف قوموں اور گروہوں کے درمیان اتحاد و یکگت میں ایک بڑی رکاوٹ رہا ہے، جبکہ ترجمے کی تہذیب اس رکاوٹ کو ڈور کرتی ہے۔

ماضی پر نگاہ ڈالیں تو چاہتا ہوں کہ ادبیات عالم میں تاریخی اور اور انسانی تمدن کی شناخت و بازیافت کا واحد ذریعہ ترجمہ ہی رہا ہے۔ طور ہمارے ہاں مغلوں کے زوال کے بعد جب فارسی زبان و ادب کا ادبی گھٹنا نظر آیا اور تہذیبی اور ثقافتی روایات مدہم پڑنے لگیں تو ہمارے ہاں کے علماء نے فارسی کی معجزہ کو ہانکی کتب کو اردو کے قالب میں ڈھانچا ضروری خیال کیا۔ اسی طرح اسرائیل کے لوہاں نظام یافتہ اور عرب آنکھ باز شوریہ نے مہربانی زبان اور اہل بیہودہ کی تہذیب کے گھٹنے ہونے اثر کی بازیافت اپنی انگریزی تحریر میں کی ہے۔

انسانی تہذیب کی ترقی کسی ایک گروہ سے وابستہ نہیں۔ اس کی ترقی جمہوری انسانی ترقی ہے اور اس ترقی میں ترجمے کا بڑا حصہ ہے۔ جس ترجمہ محل علوم کے فروغ ہی میں حصہ نہیں لیتا بلکہ انسانی گروہوں کے درمیان باہمی مصلحت بھی پیدا کرتا ہے۔ غرض کہ اس کی افادیت مسلم ہے۔

حزیم کی ٹیک نیچی کو پرکھنے کی ایک کسوٹی بھی ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کس نوع کے تصورات و نظریات اور تکنیک کی درآمد کو ضروری سمجھا اور کس نوع کے اسلوباتی نظام کو اپنے ادب کی پالیسی کی بدولت کے لئے ضروری خیال کیا۔

نمود اپنے ہاں خالصتاً بدعت کے حوالے سے دیکھیں تو نئے لسانی پیرائے اور نئے اسالیب بیان کی جستجو کا واحد ذریعہ ترقی یافتہ ادبیات سے تراجم کا استخراج ہی نظر آتا ہے۔ اردو نگہداشت میں بیانیہ اور حقیقت نگاری کا مجدد قرار دینے کا واحد ذریعہ سچا دلی، ملاحظہ، جھوٹا، الجھن کا ماحول اور فرائض کا نفاذ غیر اہم کے تراجم ہی رہے ہیں۔

بادی انظر میں ترجمہ اپنے گرد و پیش کے حالات سے کچھ ایسا متعلق منسوب نہیں ہوتا، لیکن بطور دیکھا جائے تو یہ کافی حد تک انہیں سے بروئے کار آتا اور اثر پذیر ہوتا ہے۔ ترجمہ درحقیقت اخذ و استقاہ ہی کی ایک شکل ہے اور اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ہمارے پاس کسی چیز کا نقصان ہو۔ چنانچہ جب تو قریب آئیں اس میں ملتی ہیں تو ان میں خود بخود اخذ و استقاہ کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جو فریق کم ترقی یافتہ ہو وہ قدرتی طور پر دوسری قوم سے زیادہ نقصان حاصل کرتا ہے۔ محمد حسن عسکری نے اپنے ایک مضمون میں درست لکھا ہے کہ:

”دوسروں کے ادب کو پہری طرح سمجھنے کی فکر یا غرضات ہم جیسے لوگوں کو ہوتی ہے جو ایک خدا میں رہتے ہیں۔ مثلاً وہب نے عیسیٰ شرقی کے غلطوں کو اسی صدی میں سمجھنا شروع کیا وہب شرقی سماج کی بنیاد میں بنے گی تھیں۔“

(گرفتار سے ناکام اور احمقانہ حال کے یہاں پہلے بطور نمونہ لکھا گیا۔ فروری 1964ء)

یہ کہنے سے پہلے عسکری صاحب نے اپنے اسی علموں میں وضاحت کر دی تھی کہ:

”ہمارے یہاں جس قسم کی بھی محنت ہے، اس کا کیونکہ جو شخص ترجموں سے ضرور ہے، آروز ادب میں آجال سے لے کر غائب کے زمانہ تک ترے چاہے زیادہ نہ ہونے اور، لیکن ہمارے شاعر و قسم کی کوششیں کر رہے تھے۔ ایک طرف تو وہ فارسی کے اسالیب اور تصورات کو اپنی زبان کے سانچے میں داخل رہے تھے، دوسری طرف وہ اپنی زبان کا ایک حراج اور ایک درجہ بھی کرتی چاہتے تھے۔ یہ بالکل دہلی چڑ ہے جو تیرھویں اور چودھویں صدی میں آئی اور انگلستان کے شاعروں نے فرانسیسی کے ذرا اثر اپنی اپنی زبانوں کے لئے کی۔“

عسکری صاحب کی بیان کردہ یہ حقیقت ہمیں اردو تراجم کے مطالعہ کے لئے ایک عمدہ نقطہ نظر مہیا کر دیتی ہے اور ساتھ ہی اس کی اہمیت بھی واضح کر دیتی ہے۔

ادب اس مضمون کے اُس حصے کی طرف آئے جہاں عسکری صاحب ترجمے کی افادیت پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مردود والے ترجمے میں اس کی حق بات دیکھنے میں کردوائی اور سلاست ہے اور پڑھتے ہوئے ایسے لگے جیسے کلاپ اردو میں ہی لکھی گئی ہے۔ لیکن اس سے اردو ادب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔"

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے الیزا کہتی ہیں:

”اگر آپ بی جانی مٹریں اضافے کے رد اور انھیں بالکل کو ختم کرنے میں اعلان پندرہ نہیں کرتے تو تھے کا
کاغذ کیا ہے؟ اگر طاقت کے موجب اصولوں سے انحراف جائز نہیں تو آدمی قرعہ کیوں کرے۔ اصل سے انحراف کر کے
غور اپنی تعریف کیوں نہ لکھے؟ ‘اپنے سالخو‘ قرعہ میں سے زبان میں کیا وسعت پیدا ہو سکتی ہے؟ قرعہ کرتے ہوئے اگر
کلی شخص اپنی ضرورت کے مطابق ترکیب وضع کرے تو اسے کچھ کے لئے میرے پاس تو فقط ایک ہی کوئی ہے

اگر وہ مرید اصولوں کے تحت لکھتا تو فقرے کی شکل کیا ہوتی؟ اس کے گیسو دار ہم وطنوں کی بھانپے اگر ہم کہیں اس کے ہم وطن کہ جن کے ہاں لائے تھے تو فقرہ کیا ہو گا؟

ترے کا فائدہ و مسائل بھی ہے کہ آدمی دنیا تو کمالی ایجاد یا بازیافت پہ مجبور ہو جاتا ہے جو انجی گئے، تاہم ضروری بھی ہو۔ اور فائدہ بھی ایسے ہی ترے سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ ہائی دماغی بے ساختگی والی بات، سو روئے سہی ہے۔" (تصویر) یہاں گرد کی واہنیا

لیکن دراصل یہی وہ مقام ہے جہاں ہر صنفِ شاعری اور اظہارِ احوال سے اختلاف کی گنجائش بھی ملتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ہر اچھا ترجمہ اپنا جواز خود پیدا کرتا ہے۔ کہیں باہمی شراکت کی سطح پر اور کہیں معافی کے سے قریب کی سطح پر۔ شاد و غم اور ہی کوئی ایک ترجمہ (یا انفرادی کوشش) ایسا ہو جو انفرادی حالت میں (ادبی سطح پر) بہت بڑے فکیر کا باعث بنا ہو۔ کہ "لہامِ باری"، "سُرنا"، "سیا"، "سویا"، "اک"، "مترجم"، "ہر صنفِ شاعری"، "یہاں گرد کی دالہن"، "مترجم"، "ہر صنفِ شاعری" جیسے اہم تراجم نے اسلوبِ شاعری کی بڑی گہر پیدا کی؟ یقیناً نہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں کیا اردو میں داستانوں کا ادب تراجم یا اخذ و استفادہ کا نتیجہ نہیں؟ اور کیا وہ تمام تراجم ہر صنفِ شاعری یا اظہارِ احوال کے معیارات پر پورے اترتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ ادب محض اسلوبِ شاعری یا فنی کا نام نہیں اور نہ ہی ادب کسی ایک زبان کی میراث ہے۔ یہ انسان کی پیداوار ہے، جملہ انسانوں کے لئے ہے۔ یہ جو فنی سطح پر چند ہی اختلاف کا عمل ہے اور لسانی سطح پر زبان سازی کا دقیقہ۔ کہا جاسکتا ہے کہ فنی و فنی اثر کی وسعت کی طوابع میں، علمی استفادے کی آرزو مندی ہو یا مادی فوائد کا حصول پیش نظر ہو اس سے بہر طور اخذ و استفادہ کے دروازے ہوتے ہیں اور ایک تہذیب دوسری تہذیب سے کچھ نہ کچھ استفادہ ضرور کرتی ہے۔ یہ اخذ و استفادہ کی روایت صرف یہیں تک محدود نہیں۔ دنیا کے تمام ادیبان و خداہب اپنے لاتعداد سامنے والوں تک، جو اس زبان سے ناواقف تھے، جن میں ان کی الہامی کتب کا نزول ہوا کرتے تھے، کے دہلے سے پہنچے۔

جہاں تک اردو زبان میں ترجمے کی روایت کا تعلق ہے تو سہولت کی خاطر ہم پورے سرمائے کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

1۔ منطقی

2۔ عقلی و غیر عقلی

3۔ فنی و شعری

اردو ترجمے کا یہ تین سرا یہ فنی سطح پر مختلف اطوار، اداروں اور مختلف تحریکات کی صدیوں کی جگر کاوی کا حاصل کہا جاسکتا ہے۔ یوں تو ہمارے حزمین نے بھی ترجمہ کرتے وقت انتہائی عاجزی کے ساتھ اطاعت اور وفا شعاری کو اپنایا ہے، لیکن کہیں کہیں انہوں نے بندھے گئے اصولوں سے انحراف بھی کیا ہے، حتیٰ کہ فخرِ چراغ کی طرح سخن کی روح اور زمین کو سلامت رکھنے کے سلسلہ میں وہ ترجمے کے لوازمات سے بے رغبت بھی کر بیٹھے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں بھی فخرِ چراغ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ چراغ نے تو یہاں تک کیا ہے کہ زبانِ معانی کو تمام کو ترجمہ کرتے وقت دریا میں کو نکھا کر دیا اور مصرعوں کی ترتیب تو درکنار بعض جگہوں پر اصل متن اور ترجمے کا تعلقی معاوضہ یہ بتاتا ہے کہ سوائے شعری تاثر کے کچھ بھی مراد نہیں ہے۔ خبر یہ تو ہوئی آوازوں کی بات، لیکن اردو ادب میں بعض حزمین (جن کی تعداد سیکڑوں تک جا پہنچتی ہے) نے اپنے متن سے وفادار نہ کر بھی اردو کے اسالیب میں تحریف پیدا کیا ہے اور لکھا کرتے کی صراحت ہے۔

یاد رہے کہ تراجم کے ذریعے کسی ادب میں جان صرف اُس صورت میں آ سکتی ہے جب حزمین کا اپنی تہذیب سے گہرا تعلق ہو۔ یہ تعلق روایتی کا بھی ہو سکتا ہے اور دشمنی کا بھی۔ اس باب میں ہر صنفِ شاعری لکھتے ہیں:

”ہمارے موجودہ ادب میں مجموعی حیثیت سے اور مواد اور فن کے اعتبار سے جو انقلاب آچکا ہے اس کے ازالے کی ایک یہ بھی صدمت ہے کہ ترجموں کا ایک نیا دور شروع ہو۔ بھرتو یہ ہے کہ تخلیقی کام بھی ساتھ ساتھ جاری رہے لیکن کم سے کم ترجموں کا کام تو اپنے بس کی بات ہے۔ اب تک ہمارے یہاں ایسی مغربی کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں جو دینی تجربے اور طریقہء اعتبار و ادب کے اعتبار سے نہایت سادہ اور سہل تھے۔ لیکن اگر ہمیں اپنے ادب میں جوہری دور کی جتنی بھی ضرورت ہو تو ہمیں ایسی چیزیں ترجمہ کرنا چاہئیں جن سے ہم زندگی کو زیادہ وسعت، زیادہ گہرائی اور زیادہ پارہائیں کے ساتھ محسوس کرنا اور ”کھنکھنایا“ سمجھیں۔“

(مضمون ”ایک ترجمے کے بارے میں“ مطبوعہ ناولا اور منسکری نمبر مارچ 1978ء)

ترجمے کی مشکلات:

1۔ پہلا۔ گہرے ترجمے کی مشکلات پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے خیال میں ترجمے کا فن لطیف ترین جذبے کا متقاضی ہے حالانکہ اس پر عمل آنا ہر مشکل ترین مرحلے کے کچھ کسی غیر تکنیکی زبان کے الفاظ اور لسانی مشکلات میں پوشیدہ مضمون اور تجربے تک پہنچنا اور پھر اس کی روح کو دہرا دیکھتے ہوئے اسے کسی دوسری زبان کے پیکر تخلیقی میں ڈھالنا اتنا آسان نہیں جتنا ظاہر نظر آتا ہے۔ یہ فن اس لئے بھی مشکل ہے کہ دوسری زبان کے ناموں، حراج، عجیب لہجے اور نئے سانچے میں ڈھلے ہوئے جملوں کی نئی ترکیب اور ساخت سے آشنا ہو کر اسے اپنے حراج میں ڈھالنا، اپنے لہجے سے ہم آہنگ کرنا اور پھر لفظوں کا اس لباس اندار کرنے کا عمل اور نئی زبان کے الفاظ کا لباس پہنانا، کہ قلب ہائیت معطرہ غیر بھی نہ بن جائے اور صبح بھی نہ ہو، کوئی آسان کام نہیں۔ پھر اصل مصنف کے حراج، لب و لہجے اور طرز احساس کو سلامت رکھ کر اس طرح ترجمہ کرنا کہ اجنبیت کا احساس بھی باقی نہ رہے واقعی مشکل مرحلہ ہے۔ کبھی کبھی ایک لفظ، ایک جملہ اور اس میں پیچھے ہوئے تجربے کو اپنی زبان میں منتقل کرنا اتنا مشکل ہو جاتا ہے کہ فیض کا شعر بے اعتبار زبان پر آنے لگا ہے۔

برائی پاکلی عقلی فنی مرد آرد

کہ ماہ و ماہی ہاشمہ لختہ او چہار

(جسٹین فسر، (ترجمہ مدونہ ترین) مطبوعہ کاروان ادب، ملتان، طبع اگست 1985ء)

امریکی ناولٹیک (Achilles Fang) نے ترجمے میں پیش آنے والی مشکلات کو تین سطحوں پر محسوس کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

The problem of translation may be treated from three angles. Adequate comprehension of the translated text, adequate manipulation of the language translated into, and what happens in between. The last question properly belongs to linguistic psychology.

On Translation، ”Some Reflections on the Difficulty of Translation“ مشمول

مترجمہ مدونہ اسے۔ برادر مطبوعہ: پاورڈیچ نیو یارک پریس، نیو یارک، امریکہ 1959ء

ٹیک کی بیان کردہ نمبر 2 شکل پر تو انیسویں صدی میں پیچھے آ رہے تھے۔ اپنے مضمون "On Translating Homer" اور تیسویں صدی میں ایڈرلڈ پاؤڈر نے اپنے مضامین "Notes on Elizabethan Classicists" اور "Translators of Greek" میں جس دانائی کا ثبوت فراہم کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ تاہم عملی طور پر اُنہو زبان میں پیش آنے والی باتوں پر بات کرتے ہوئے بخود بالا مشکلات کا سرسری جائزہ بھی ضروری ہے۔

جب تک کسی نے غور دیکھ نہ ہو، غور کے لفظ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ 'نیز' کے لفظ کو سمجھنے کے لئے اس معنی سے واقفیت ضروری ہے جو اہل لغت میں اس لفظ کے معنی میں لکھا گیا ہے۔ لیکن 'نیز'، 'سب' اور 'واقفیت' یا کسی بھی دوسرے لفظ کا معنی، سراسر لسانی ہے۔ جو لوگ معنی کو نشان کے بجائے 'شے' سے قطع کرتے ہیں ان کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی نے آج تک 'نیز' یا 'سب' کے معنی کو نہیں سمجھا۔ یوں 'نیز' کے معنی کا کسی بھی غیر لسانی واقفیت سے استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ ایک نئے لفظ کو متعارف کرنے کے لئے لسانی نشان کی ضرورت بہر طور رہتی ہی ہے۔

ماہر لسانیات اور لفظوں کو اپنے روزمرہ کے معمولات میں برستے والے عام آدمی کی ہر دو چیزوں سے متاثرہ لگے، کسی بھی 'لسانی نشان' کے معنی سے مراد یہ ہو گا کہ اس نشان کا حریف کسی متبادل نشان کی صورت میں ترجمہ کر دیا جائے۔ بالخصوص ایک 'زبانہ' ترقی یافتہ نشان کی صورت میں۔

امریکی باقہ ٹیکسن (Roman Jakobson) نے لسانی نشان کے معنی کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ (مضمون

"On Linguistic Aspects of Translation" "مضمون: "On Translation" مزید پڑھو)

یعنی اس کا اسی زبان کے کسی دوسرے نشان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے، اس کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے یا اس کا مفہوم علاموں کے غیر لسانی نظام کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے۔ ان صورتوں کو بالترتیب

1. Intra Lingual Translation.

2. Inter Lingual Translation.

3. Inter Semiotic Translation

کہا جا سکتا ہے۔

پہلا یہ ہے کہ کسی زبان میں ترجمہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اصل عبارت کے ضمن اور اثر پہ پوری کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ غور و چنگیز اسے۔ نیز اسی کے متضاد کردہ اصولوں میں سے اصول نمبر 1: معنی کا ایک جہان کم کر دیتا ہے۔

اصول نمبر 2 میں مترجم اپنی طرف سے زائد معلومات ترانے میں شامل کر دیتا ہے۔ جس کی ایک مثال علامہ ذرا احمد دہلوی کا ترجمہ قرآن مجید ہے۔ اس ترجمے میں عبارات کے استعمال نے معانی کو وہ کچھ نہیں رہنے دیا جو عربی زبان میں مراد تھا۔

سویاتنا الحافظ و عبارات اور عام سادہ لب و لہجہ کو تو ایک طرف رہنے دیجئے۔ مولانا نے 'عربی مردوں کا لباس اور مرد عورتوں کا لباس' لکھنے کی بجائے 'مرد عورت کا پہننے کا ساتھ' بنے لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مفہوم کو واضح کرنے کے لئے ریڈیٹ میں الفاظ یا فقرے اپنی طرف سے بڑھا دیئے ہیں۔

مورالپ' کا ترجمہ کرتے ہوئے ص 731 (پاکستانی ایڈیشن) میں:

وَأَمَّا أَهْلُ عَصَاةِ الْحَبَلِ ج

کا ترجمہ ہے: "اور (اس کے ساتھ) اس کی جڑ (بھی) جو لٹائی بچائی کرتی پھرتی ہے۔"

حواشی میں لکھتے ہیں: "نکالی الحطب" کے معنی میں نکلیوں کی آٹھانے دھلی اور عربی محاورے میں چٹل غور کو بھی کہتے ہیں اور ایسا ہی فارسی میں شیخ سعدی طبع العرب نے بھی یہی محاورہ ایک شعر میں اختیار کیا ہے۔

میاں دو کس بگ چوں آتش پرست

غنی چین بدینت صیوم سخن است

۲۔ رامہ کے ترجمہ اور حواشی کی اس آزادی کے خلاف مولانا اشرف علی تھانوی نے "ترجمہ دہلیہ" کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔

اصول لبر 2 کے یہ خاتمی ہیں انکلام آزاد کے "ترجمہ القرآن" میں بھی موجود ہیں۔ آزاد، اصل کو سن دین پیش کرنے کی ناکہ کوشش کریں لیکن حوصلہ کی حیثیت سے وہ اپنی حقیت اور اسلوب نگارش کو الگ نہیں رکھ سکتے۔ یہی مشکل یا عیب شامہ اللہ کی سادگی اور ترجمہ ان القرآن کی پرکاری میں بھی موجود ہے۔

کئی صورت میں ضروری نہیں کہ کسی لفظ کا اسی زبان میں مناسب مترادف یا قبال لفظ مل جائے۔ مثلاً ہر 'Colloble' کو 'Bachelor' کہا جا سکتا ہے لیکن ہر 'Bachelor' کو 'Colloble' نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح دوسری صورت میں یعنی 'Interlingual Translation' میں بھی ضروری نہیں کہ دوسری زبان میں ایک مترادف یا قبال لفظ پایا جاتا ہو۔

یوگینی اے نیڈا (Eugene A. Nida) نے دنیا بھر کی زبانوں میں پہنچل اور تھنل کے تراجم کا جائزہ لیتے ہوئے اس نوع کی شکایت کا سدباب کرنے کی خاطر الہامی کتب کے ترجموں کے چند بنیادی اصولوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. Language consists of a systematically organized set of oral-aural symbols. By oral-aural we are simply emphasizing the fact that such symbols not only are uttered by the vocal apparatus of the speaker but are also received and interpreted by the listener. The writing system of any language is a dependent symbolic system and only imperfectly reflects the "spoken-heard" form of language.
2. Associations between symbols and represents are essentially arbitrary. Even onomatopoeic forms bear only a "culturally conditioned" resemblance to the sounds which they are designed to imitate. For example, the equivalent of our tramp tramp is ku ka in Luvale, a bantu language of Central Africa, and mngodongodona in Malagasy.
3. The segmentation of experience by speech symbols is essentially arbitrary. The different sets of words for color in various languages are perhaps the best ready evidence for such essential arbitrariness. For example, in a high percentage of African Languages there are only three "color words," corresponding to our white, black, and red, which nevertheless divide up the entire spectrum. In the Iarahuata language of Mexico, there are five basic color words, and there "blue" and "green" are subsumed

under a single term. The comparison of related sets of words in any field of experience—kinship terms, body parts, or classification of plants—reveals the same essentially arbitrary type of segmentation. Since, therefore, no two languages segment experience in the same way, this means that there can never be a word-for-word typed of correspondence which is fully meaningful or accurate.

4. No two languages exhibit identical systems of organizing symbols into meaningful expressions. In all grammatical features, that is, order of words, types of dependencies, markers of such dependency relationship, and so on, each language exhibit a distinctive system."

("Bible Translating" on Translation)

یہ چاروں اصول اپنی اپنی یا جزوی حیثیت میں بھی الہامی کتب کے تراجم کے باب میں مستقل اہمیت رکھتے ہیں۔ لیکن ان انتہائی جامع اصولوں کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو اصول نمبر 3 میں لفظی نشست و برخاست کی تبدیلی کے ساتھ قاری تک بات اس طرح نہیں پہنچتی جس طرح مصنف پہنچانا چاہ رہا تھا۔

سوچا چاہا کہ ترجمہ، تفسیل اور ابلاغ کی ایک ایسی صورت ہے جو اصل انشاء کو کسی نہ کسی سطح پر ضرور عبور کر دیتی ہے۔ تفسیل کی ناکامی کے اس الیہ کو ہم یقین اسے لیزا نے چند افعال کے ذریعے واضح کرنے کا جتن کیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:



"In the diagram of Figure 1 S stands for source (the speaker as source and encoder). M is the message as expressed in accordance with the particular structure (the inner square in this instance) of the language. The message may include any thing from a single word to an entire utterance. R is the receptor (including decoder and receiver), and the outer square (designated by C) represents the cultural context as a whole, of which the message (as a part of the language) is itself a part and a model (compare similarity of sha'as!)"

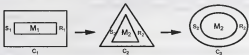
تفسیل اور ابلاغ کی اس صورت کو فرض کر لینے کے بعد اگر ہم انگریزی کے ایک نام سے لفظ convey پر ہی غور کریں تو چاہے چاہے کہ یہ لفظ یونانی الفاظ:

(1) Eros, (2) Agapao, (3) Phileo, (4) Stergo

کے متبادل معانی میں رہتا ہے، لیکن یہی یونانی الفاظ بالترتیب:

"To have a passion for", "To appreciate the value of", "to be friendly with", "to have affection for" کے متبادل بھی ہیں۔ بیسٹ اگر ہم یونانی زبان کے مہندی، ٹائٹلی، درجے کے کسی طالبِ اعلم سے یونانی لفظ 'Logos' کے معنی دریافت کریں تو وہ جواب میں کہے گا: 'میں اس کے معنی ہیں لفظ' جبکہ 'سکات اور لیڈل' ڈکشنری میں اس ایک یونانی لفظ کے ستر (70) درجے

سے زائد معنی درج کئے گئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ وہ قلم کے تمام معنی بائبل میں برتے گئے اسی لفظ کی معنویت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ مگر یہ کہ یونانی زبان میں لفظ 'Word' کی طرح کے دو الفاظ اور بھی ہیں یعنی 'Epos' اور 'Rhema'۔ جہاں یہ صورت ہوتی لفظوں کی درست فہم و برخواست اور لیے اچھے ہوئے جملوں کا مخصوص آجگ کیا خاک انگریزی میں منتقل ہوگا۔ اس روشنی میں قرآن میں کاسہ زبانی اطلاق کا نام کچھ ہیں ہوگا:



(نوٹ) یہاں یونانی سے انگریزی اور انگریزی سے اردو ترجمہ مراد ہے۔ اور اطلاق کی پہلی مثال کی طرز پر قرآن کی اس ناکامی کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

سو چاہے کہ اگر ہم نے انگریزی کی معرفت کسی یونانی قرآن کو اردو میں منتقل کیا تو اصل یونانی قرآن کا ایک لیسر بھی اردو میں منتقل کرنے سے قاصر رہے۔

اس نوع کی دشواری کو شمار کرتے ہوئے جیمس میٹھیو (Jackson Mathews) لکھتا ہے:

The translator may misread his model in a number of ways, he may not see what is to be seen nor hear what is to be heard in it

بحوالہ: مضمون 'Third Thoughts on Translating Poetry' مشمولہ 'On Translation' ص 67

اصل زبان کا ایک حراج ہوتا ہے اور اس حراج کا طویل رکھنا ہی حرج کا اصل کام ہے۔ یہاں 'حراج' سے مراد زبان کی

قوی اور تیز رفتاری روایت ہے۔ یہ حراج انفرادی، تاریخی، معاشی اور سماجی انتشار سے بنتا ہے۔ اقل ط۔ انصاری:

اگر جس طرح ایک قوم کے مشترکہ حراج کے اندر رہتے ہوئے ہر فرد کا اپنا الگ حراج ہوتا ہے اسی طرح ہر زبان کے اندر الگ الگ زبانیں بھی ہوتی ہیں۔ مشترکہ زبان ہر سے ایک حراج کی ہوتی ہے اور تاریخ کے ایک دور کی ہوتی ہے۔ جس اس ایک مشترکہ قوی زبان کے اندر الگ الگ لے ہوتے ہیں۔ علاقوں کے لیے، لفظوں کی یہاں، منطقوں کے رہنے میں اور حالات زندگی کے مطابق اصطلاحیں اور محاورے، تخیلوں اور فرقوں کی تاریخی روایات کے مطابق تسلسلہ جیسے، تعبیریں اور استعارے اور ہر ان سب کے بعد ایک مخصوص سماجی دور کی اصطلاحیں۔ حق سے ایک زبان کے اندر کئی زبانیں پیدا ہوتی ہیں اور اس وقت تک قائم رہتی ہیں جب تک سماج متحرک رہتا ہے۔

(ترجمے کے بنیادی اصول، مطبوعہ: ادب لطیف، لاہور، اگست 1963ء)

اس اقتباس سے جہاں ترجمے کی مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے وہیں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ ایک زبان کے اندر بھی کئی زبانیں

ہوتی ہیں:-

ہے زبانیں صرف قیلولیں، بھڑوں، فرقوں اور طبقتوں کے اختلاف کی حامل ہی نہیں ہوتیں بلکہ اس میں حراج کے اعتبار سے ایک ایک فرد کے یہاں اختلاف ہو سکتا ہے۔ مختلف انواع و اقسام کے حامل افراد کے مکالمات کو ترجمہ کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا لہجہ اور مکالمے کے لئے منتخب کردہ الفاظ میں نمایاں فرق ہو گا۔ مختلف اور بھلوں کی سہولت ان کے حراج کی آئینہ دار ہو گی۔ سو اگر ترجمہ نگار ایک زبان کے اندر چھپنے والی کئی زبانوں کے دراز سے واقف ہے تو وہ قطعاً بہ قطعہ ترجمہ کرتا چلا جائے گا اور وہ سلاخام اور اشارے جو ان الفاظ کی پشت سے جھانک رہے ہیں اترتے میں کم ہو جائیں گے۔

زبان کے اندر زبانوں کا دوسرا تسلیم یہ ہے کہ زبان ایک ہی ہے لیکن مختلف طبقتوں، قیثوں اور مختلف زبانوں میں الفاظ و محاورات کا دستلا اور لہجہ کی ادائیگی مختلف ہو گی۔

زبان کے اندر زبانوں کی دوسری سطح زبان کی فراست اور جہت کے سبب پیدا ہوتی ہے جیسے ہر تہل سہر کے زمانے کی اردو اور آج انیسویں صدی کی اردو میں فرق ہے۔

ہامور کا قانون داں اور منکر، اے۔ کے برودی نے ترجمے کی تین مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

The Task of translating a book is not easy. It is most difficult to translate the holy scriptures for the obvious reason that they reflect the word of God or state the mandates of heaven and here language reaches a degree of incandescence in the original which by any effort can only be made available in translation if coded in not empty words. Of course the translation of literature, of information, and of circumstances is quite easy provided you have the sympathy with the subject of which this particular species of literature treats

A further problem is raised by the kind of language in which the original is written and its relationship with the kind of language into which it is sought to be translated. Some languages have a close conceptual approach to presentation of abstract ideas and this may have been due to identical philological factors or they may have been influenced by common sources themselves. For instance it is easy to translate persian into urdu or french into Italian or Spanish or English into German. But it would be difficult to translate Japanese or Chinese in any Eastern or Western languages for the simple reason that these languages have their own temper, nuances and disposition.

Similarly, it is the mastery of the subject which a given translator has, which enables him to translate a book effectively from one language to another.

(مائنس کا ٹرنس اکاؤنٹ اور جامعہ پاکستان، اسلام آباد کے اجلاس، ۱۹۶۳ء، ص ۱۰۷ چھانگیا۔)

translation in Literature".

محاورہ کا اقتباس میں اے۔ کے برودی نے زیر ترجمہ زبان کی نوع، ہر دو زبانوں پر مکمل عبور اور موضوع سے مکمل واقفیت ہے

زور دیا ہے، جبکہ علمی اور فلسفیانہ نوعیت کی کتابوں کے ترجمے میں اس شعبہ علم کی اصطلاحات کے ترجموں کا مسئلہ بھی مخصوصی توجہ چاہتا ہے۔ اسی طرح مترجم کو زبان کی علمی سطح اور اسالیب کے مسائل سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

بعض زبانوں میں تقریبی انداز اور تجربی طریقے کار کو اپنے اندر سونے کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ دقیق اور نازک سے نازک بحث کے لئے معنی خیز اور سوزوں الفاظ، تراکیب اور اسالیب پیدا کر سکتی ہیں، جبکہ بعض تجربہ کی صلاحیت سے محروم ہوتی ہیں۔ ایسی زبانوں میں سوزوں اور مناسب ادبی سانچے اور اسالیب پیدا کرنا خاصا دشوار ہو جاتا ہے۔

بعض قوموں کا رویہ جذباتی ہونے کے سبب ان کی زبان بھی اس نوع کے اثرات قبول کرتی ہے، جس کے سبب ایسی زبانوں میں جذبات، احساسات کی نقلیہ نیک ترافی آسان ہوتی ہے، لیکن علمی اور سائنسی موضوعات کا حق ادا کرنا انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بعض قوموں کا رویہ سائنسی یا حقیقی ہوتا ہے، جس کے سبب ان کے لٹری اظہار میں سلاست، قناعت، سنجیدگی، دہلا اور استحصال کا ترجمہ تو آسان ہے لیکن تخلیق کی کارفرمائی کو اپنے اندر سمونا خاصا مشکل کام ہے۔

ترجمہ کی جانے والی کتب میں جدید و ساری آفاقی انداز کا نظام یک وقت ترجمہ کار اور ترجمے کے کاری کے لئے آسانیاں بھی فراہم کرتا ہے اور دشواریاں بھی۔ مثلاً ہمر کی 'ایلیٹ' کا مترجم کے لئے ترجمہ کرنا اور چوری کا اس سے لطف اندوز ہونا ایک حد تک مشکل ہے لیکن اس لئے کہ 'ایلیٹ' میں خون کی طرح رواں قدیم دیوالا سے خود بہ ضرورت ہے جبکہ اس عظیم رزمیہ میں ٹیڈ وشر کی نقلی اور زندگی کے سن کی نقلی آفاقی قدر ہے اور وہ کسی حد تک حرم اور کاری کے لئے آسانیاں بھی فراہم کرتی ہے۔

اس ضمن میں دیکھا جاتا ہے کہ مصنف جو کچھ سوچتا ہے اسے من و عنان لکھوں کا جامہ پہنانے سے قاصر رہتا ہے۔ سوانحی فکر نقلی دیکر میں دھٹنے کے ساتھ ہی کم از کم ایک فیصد (اور بعض حالات میں پچاس فیصد) دیکھیں نہیں رہتی جیسی کہ دراصل تھی۔ اس کی مثال یہاں ہے کہ ہم جو کچھ اپنی زبان سے کہتے ہیں وہ ہم خود بھی سنتے ہیں اور ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم وہ کچھ نہیں کہہ پاتے جو کہنا چاہتے تھے۔ لیکن جو ہماری بات سن رہا ہوتا ہے، وہ تو وہ کچھ بھی نہیں سن پاتا جو ہم خود اپنے کہے ہوئے کو سن پاتے ہیں۔ ایک خطہ اندازے کے مطابق سننے والے تک بات کیا وہ فیصد سچ ہو کر پہنچتی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ کھانا ہے۔

ہمارے لئے اس میں فرق ہے لیکن غیر زبان والوں کے لئے اس میں کچھ فرق نہیں ہے۔ مرنی میں میس۔س۔ٹ کے حروف میں فرق ہے اور بھی صورت خود ہمارے ہاں ہے۔ سوئی، 'نابیت' اور 'مچھ' جیسے لکھوں میں حروف کا چناؤ ان کی مناسبت سے ہو گا۔ اہل مغرب (مترجمین) کو عرب یا ہمارے اہل زبان کی ضرورت چک چک محسوس ہو گی۔ یہ جاننے کے لئے کہ کون سے اور کون سے فرق کیسے کریں۔ یہی معاملہ انگریزی کا ہے۔

اہل شرقی انگریزی بولنے والے ہیں اور روزمرہ کی بول چال میں ہم سنتے ہیں:

'This is the truth.'

'This is third class.'

لیکن اس نوع کے خطہ جیسے صرف ہم ادا کرتے ہیں، انگریز اہل زبان بھی یہ جیسے ادا نہیں کرے گا۔ پھر وہاں 'W' اور 'V' کا

فرق ہے جو ہم بڑی مشکل سے سمجھ پاتے ہیں۔

پتا چلا کہ ہر زبان میں ہر لفظ اور حرف کی اپنی شخصیت ہوتی ہے۔ اس شخصیت سے کمال آگئی اس صورت میں ممکن ہے جب ہم اس لفظ/حرف کی تہذیبی جڑوں سے واقف ہوں۔

اسی طرح ایک لفظ کو ترجمہ کرتے وقت مترجم کے سامنے لغت کے چھ (اور عربی میں بعض مقامات پر تین سے زائد) مترادف لفظ ہوتے ہیں۔ مشکل یہ ہے کہ کسے جنس اور کسے رچنے دیں۔ اس مشکل میں بھی ہمارا اس زبان سے متعلق لمبایات کا علم راہنمائی کرتا ہے۔

مغربی زبانوں سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت جملے کی ساخت کا مطالعہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جیسے انگریزی میں Subject اور Verb پہلے آتے ہیں جبکہ اردو میں جملے کی ساخت اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔

خود انگریزی زبان میں ہی جملے کی ساخت سے متعلق بحثیں ہوتی آتی ہیں۔ مثال دیکھیے، انگریزی میں کہا جاتا ہے:

'Let us Table the motion' لیکن اس جملے نے دوسری جنگ عظیم کے موقع پر امریکہ کے صدر روز ویلٹ اور برطانیہ کے وزیراعظم چرچیل کے درمیان ایک اہم سربراہی کانفرنس میں خدائی صورت اختیار کر لی۔ وجہ یہ تھی کہ برطانیہ اور امریکہ میں اس جملے کے دو تاوے کا فرق تھا یعنی ایک جگہ تو اس کا مطلب تھا: 'معاہدہ کر لیا جائے'۔ جبکہ دوسری طرف اس کا مطلب یہ لیا گیا کہ: 'یتاؤ پرے کرو'۔

اس چندہ منٹ تک فریجین یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ کہنے والا اس سے کیا مطلب لے رہا ہے۔

اب انگریزی کا ایک اور جملہ دیکھیے: He beat his breast

ہمارے ہاں سینہ کو ہاتھ کی 'مٹکاؤ' کی علامت ہے جبکہ مرکزی افریقہ کی 'Dikrow' زبان میں اس سے 'کسی کو مبارکباد دینا' مراد لیا جائے گا۔ پہچان 'Pak himself on the back' کے معنی ہیں۔

بعض زبانوں میں لفظ کی تکرار زور دینے کے لئے کی جاتی ہے لیکن دنیا کی ہر زبان میں یہ اصول کارگر ثابت نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر فلپینی زبانوں خصوصاً Hilagaynon میں جس لفظ کی تکرار کی جاتی ہے اس سے اہم معنی مراد لئے جاتے ہیں۔ مثلاً جب انگریزی میں 'Truly, Truly' کہا جائے گا تو Hilagaynon زبان میں اس سے 'Perhaps' کے معنی مراد لئے جائیں گے۔

اسی طرح سوڈان کی 'Nilot' زبانوں میں 'He went to Town' کہنے کے لئے جملے کی ساخت عجیب و غریب حد تک مختلف ہو جاتی ہے مثلاً دیکھیے، وہاں کہا جائے گا

The Town was gone to by him

اب انگریزی اور اردو کا موازنہ کرتے جائیں۔ بعض مقامات پر ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی، اردو کے مقابلے میں کوسوں پیچھے ہے۔ آسمان کے لئے انگریزی میں کل اڑھائی لفظ ہیں ایک Sky ایک Firmament اور آدھا Heaven۔ آخری لفظ کو آدھا کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یحییٰ لفظ 'بہشت' کے لئے بولا جاتا ہے مگر انگریزی کے کل اڑھائی لفظوں کے مقابلے میں اردو میں چار سے چھ الفاظ ہیں۔ آسمان، گردوں، لک، چمچا، سپر اور آکاش۔ اسی طرح زمین، سورج، چاند اور ستاروں کا معاملہ ہے۔

انگریزی میں ایک لفظ Blood۔ اردو میں تین الفاظ خون، لہو اور دم۔

انگریزی میں ایک لفظ Bone۔ اردو میں تین الفاظ ہڈی، استخوان اور عظم۔

انگریزی میں ایک لفظ Milk۔ اردو میں تین الفاظ دودھ، شیر اور لبن۔

انگریزی میں ایک لفظ Ring (یعنی انگشتری) اردو میں پانچ الفاظ چھدا، انگشتری، انگشتری، مندری اور خاتم۔

انگریزی میں دو لفظ Bird اور Fowl۔ اردو میں پانچ الفاظ پرندہ، خازر، مرغ، بچھی اور کبھیر۔

انگریزی میں ایک لفظ Stone۔ اردو میں تین الفاظ پتھر، سنگ اور حجر۔

اس لہرست سے جو ہزاروں الفاظ تک پہنچ جاتی ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ انگریزی کے بے شمار الفاظ کے لئے ایک ایک لفظ ہے۔ یہ فصل انتہائی اہم نہیں۔ اس فرق کی وجہ ہر دو زبانوں کی مختلف ترکیبیں پر غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔ اردو اور انگریزی کی ترکیب میں ایک بات مشترک ہے کہ یہ دونوں زبانیں مختلف زبانوں سے لی کر لیتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح انگریزی زبان کا ذخیرہ الفاظ بیشتر جرمن، انگریزی، فرانسیسی، ڈچ اور لاطینی سے آیا ہے اسی طرح اردو زبان کے الفاظ عربی، فارسی، سنسکرت، پراکرت اور ہندی سے ماخوذ ہیں۔ مگر اس مماثلت کے باوجود دونوں زبانوں میں ایک بنیادی فرق ہے۔ انگریزی جن زبانوں کے ملاپ سے بنی ہے وہ تمام کی تمام زبانوں کے ایک ہی گروپ یعنی یورپی گروپ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے اکثر الفاظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ اس وجہ سے انگریزی کو ان مختلف زبانوں سے بہت قریب تک ایک ہی لفظ حاصل ہوا۔ جیسے Ear یعنی کان کو انگریزی میں Ear، جرمن میں Ohr، فرانسیسی میں Ore اور ڈچ میں Oor کہتے ہیں۔ جو ایک ہی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ مگر اردو زبان انگریزی کے مقابلے میں تین الگ الگ گروپوں سے تعلق رکھتی ہے۔

اردو کے مقابلے میں انگریزی کی کم مانگی کا احوال اس وقت کھتا ہے جب اس زبان میں ایک عام چیز کے لئے بھی پورا لفظ نہیں ملتا اور ایک ہی لفظ کو دو علاحدہ علاحدہ چیزوں کے لئے استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً Weight کا لفظ بات اور ذری دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ Paper پر ہے اور کاغذ دونوں کے لئے اور Kite قتل اور چنگ دونوں کے لئے۔ اس سے بعض اوقات شدید لفظی اور معنوی الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی جھلک اردو کے دو ایک بھلوں کے انگریزی ترجمے میں دیکھنے کو ملے گی۔

1۔ سورج نکل آیا ہے۔ آؤ دھوپ میں بیٹھیں۔ The Sun has risen. Let us sit in the Sun.

2۔ اس بات کا کیا وزن ہے۔ What is the weight of this weight.

اسلام کے علاوہ انحال کی سب سے پہلی اردو زبان انگریزی سے بڑھ کر ہے مثلاً To Weep ایک انگریزی مصدر ہے۔ جس کا اردو میں ترجمہ رونا ہے۔ اس سے اردو زبان میں ماضی مطلق کی کم و بیش چھ علاحدہ علاحدہ صورتیں پائی جاتی ہیں۔ رونا، رو پڑا، رو لیا، رو دیا، رو چکا، رو بیٹھا، جیکہ ان کا مرکزی مفہوم ایک ہی ہے اور معنوی اختلافات کے چکے چکے رنگ الگ الگ دکھائی دیتے ہیں۔ مگر انگریزی زبان میں ان الگ الگ معنوی اختلافات کا اظہار ناممکن ہے۔ (تصحیحات کے لئے دیکھئے ملنی زبان کی حقیقت سے مراد اور انگریزی کا تہذیبی اور جدید معنی، نیکل و جلد 1 اور 2، 17 جنوری 1950ء)

ایسا کہہ تو ہے، لیکن کیا وجہ ہے انگریزی سے براہ راست یا انگریزی کی معرفت ترجمہ کرتے وقت ہمارے بیشتر مترجمین ترجمہ

ناری کا کوئی اعلیٰ معیار نہ پیش کر سکے؟

اس کا صرف ایک ہی سبب ہے کہ ہمارے ہاں اصطلاحی سطح پر غور نہ کرنے اور دیگر زبانوں کے اصطلاحی تجربات سے فائدہ اٹھانے کی روایت نہ ہونے کے برابر رہی ہے۔ اصطلاحی تجربات کے فقدان کے ساتھ ساتھ تلمیح اور اصطلاح کے باب میں بھی ہم نے بہت کم توجہ دی ہے۔ حرقی یافتہ زبانوں میں تلمیحیں اور اصطلاحیں سکڑتے سے ہیں حتیٰ کہ تلمیحوں اور اصطلاحوں کی فرہنگیں الگ الگ تیار کی جاتی ہیں اور اس کی کوئی مثال ہمارے ہاں موجود نہیں۔ پھر ہمارے ہاں جو حضرات اصطلاحیں وضع کرتے ہیں وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر اصطلاحی لفظ سے گہرا مفہوم ادا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے، دنیا کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی نہیں جس سے گہرا مفہوم ادا ہوتا ہو اور وہ طبعی مسئلہ یا اصولی پوری طرح سمجھ میں آ جاتا ہو جس کے لئے وہ اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کی چھان بھنگ بھی ضروری ہو جاتی ہے اور ترجمہ کرتے وقت اصل زبان (جس سے ترجمہ کیا جا رہا ہو) کے تعلیمیاتی نظام پر بھی مہم کی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

کچھ بھی معاملہ ہمارے کے معانی اور پس منظر کا بھی ہے۔ گو ہمارے کا معاملہ اس قدر پیچیدہ نہیں جس قدر تلمیح اور اصطلاح کا ہے لیکن مختلف انواع و اقسام کی محسوسات اور تجربات ہر روز ہمارے پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ”گرہ کشیں دو ذوق“ اور ”ہماری بی اور ہمیں ہی میاؤں“ کے مروج استعمال میں برقری کا احساس فزائیعی تحریک ہے اور کالی بی کے راستہ کاٹنے کو خوش خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن مغرب میں ٹیلی ’کاغذہ جس کی علامت ہے۔ اس علامت کی ہر پور تخریج ارنسٹ ہنگلے کے افسانے ’’Cat in the Hat‘‘ سے ہوتی ہے۔ اور انگریزی زبانوں کے اس اختلاف کو مد نظر رکھا جائے تو انگریزی میں افسانے کا عنوان ’’Cat in the Hat‘‘ ایک بلیغ استعارہ بنتا ہے جبکہ ہمارے ہاں عنوان ”پاش میں بی“ معنی ادا کا تیر کے اعتبار سے اجماعی غریب ٹھہرتا ہے۔ اس نوع کے موقع پر ہمارا حیرم ہے بس ہو جاتا ہے اور معنی کا وہ جہان ترجمہ ہونے سے رہ جاتا ہے جس کی ایک اچھے مترجم سے توقع کی جا سکتی ہے۔

برطانوی ولی عہد شہزادہ چارلس کی حکم لہدی زبان نے ایک ریڈیو انٹرویو (1983ء) میں کہا تھا کہ:

میں بچے ڈانسر بننا چاہتی تھی لیکن قد سے مارکھا گئی۔

یہ انگریزی سے جوں کا توں اردو میں ترجمہ ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو ایسا کرنے سے معنی کی سطح پر بہت بڑا آہٹا پیدا ہو گیا ہے۔

کا میا ب بچے ڈانسر کے لئے بچہ مناسب رہتا ہے جبکہ زبان سرورق خاتون تھیں۔

ہمارے میں ہمارے ہاں ’قد‘ سے مارکھا نا ان معنی کے الٹ استعمال ہوتا ہے یعنی ایک چھوٹے قد کا فرد اگر قد کی بجائے کامیابی حاصل نہ کر پائے تو کہا جاتا ہے کہ ’قد‘ سے مارکھا گیا۔

یہ شخص ایک مثال پیش کی گئی۔ تب اگر یہ سوچا جائے کہ ہمارے ہاں حزبیں نے ان چھوٹی چھوٹی لیکن اجماعی اہم باتوں کا سختی فیصلہ خیال رکھا تو شاید مشکل سے چند ایک ہم ایسے ٹپس کے جو روزمرہ اور ہمارے کے اختلاف کو گنگ طور پر اپنی گرفت میں لے سکے۔

ہمارے اور روزمرہ کے علاوہ تعلیمی سطح پر مغربی زبانوں کی آہٹیں میں قریب ہیں جنہیں ہمارا حیرم لاء میں نہیں رکھتا اور ایک صحیح اصول یا پناہ تصور کر کے ایسی قاضی تعلیموں (پروگرام) کا انتخاب کر جیتا ہے جس کی کٹائی ممکن ہی نہیں ہوتی۔ فرانسسی اور

اطالوی زبان کی لفظی قربت کی مثال ملاحظہ ہو، سرعہ القاد کہتے ہیں:

اطالی زبان فرانسیسی زبان سے بہت کچھ ملتی جلتی بھی ہے۔ ایک جگہ اس مطابقت سے خوب کام لگا۔ فرانسیسی میں 'وقت' کُل کو کہتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ اطالی میں بھی اس کے لئے یہی لفظ ہے۔ صرف لفظ میں ذرا فرق ہے۔ ایک دیکھو، ان میں ہم پہلے تھے۔ وہاں کے خادم سے کہا: "ما کر کوکوں کی طرح طرست لے کر ایک چڑ پر اُٹھی دھرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ آؤ۔ وہ چاہا تو، اور آ کر کہتا تھا "ترینا تو" یعنی قسم ہو گیا۔ اب نہیں ہاتھ لگے کہ اسے کیوں کر کہیں کہ بگھ باقی بھی ہے یا نہیں۔ جب وہ اُٹھی دھرتے اس نے یہی جواب دیا۔ میں تھک آ گیا اور میں نے فرانسیسی لفظ کو اطالی صورت دی اور لفظ ہو کر کہا "تو تو ترینا تو" یعنی سب کچھ قسم ہو گیا؟ اُٹھالے سے یہ فقرہ درست ہو گیا۔ وہ چکا ہو گیا اور اس نے وہ چیزیں کن دیں جو اس کے پاس موجود تھیں۔

("ساعت بڑا دھپ" سے اقتباس)

اب دیکھا جائے تو فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں مطابقت پیدا کرنے کا یہ کوئی بے شمار اصول نہیں محض تنگ بندی والا معاملہ ہے۔ جبکہ اس طرح کی تنگ بندی بہت عجیب و غریب اور مستحکم فقرہ صوری بھی ماننے لگتی ہے۔
 پہلے کی سادہ اور فصاحت سے گمراہ کن نتائج پیدا ہونے کے سلسلے میں بھی ایک مثال دیکھتے ہیں۔ جس کا سامنا خود مجھے کرنا پڑا۔
 ہندی کے معروف افسانہ نگار ڈاکٹر عالم شاہ جاس کے ایک طویل مختصر افسانہ "کرائے کی کاکڑ" کو ترجمہ کرتے وقت میں ہندی لفظ 'سوپ' سے دھوکہ کھا گیا۔ پہلے یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس کے لفظی معنی 'مچھان' کے ہیں، جبکہ سوپ ایک اساطیری کردار بھی ہے۔ روایت ہے کہ سوپ ہائی اولوں کی بہن دام پر عاشق ہوئی اور دلوں نے اس کے بار بار انکسار پر بیگانگی کو اظہار کیا۔ اس اعتبار سے سوپ کا کردار بدی کی علامت بھی ہے۔

اب ہندی سے سن و سن ترجمہ کی مثال ملاحظہ ہو:

"ایک رات اُسے غضب کا ورد اُٹھا اور دن چڑھنے سے پہلے اس کی کاکڑ نے بنی اُگل دی۔ کٹھڑی کے باہر پھیلے ہوئے آ کر ان نے اندر سے سوپ کی 'دھپ'، 'دھپ' آوازیں، تو اس کے جیروں تلے کی زمین اُگل گئی۔"

میں نے سوچا کہ لفظ 'سوپ' کے اساطیری پس منظر، پہلے کی سادہ اور فصاحت کے حوالے سے سوپ اردو ترجمے میں بھی ہوں کا توں رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ حاشیہ میں اساطیری پس منظر کی وضاحت ممکن ہے۔ یوں بھی اس موقع پر 'مچھان' کا کیا کام۔ لیکن حقیقت میں ہوا یہ کہ اس پہلے کی سادہ لفظ 'سوپ' کا اساطیری پس منظر اور افسانے کی فصاحت گمراہ کر گئی۔ یہاں لفظ 'سوپ' رواں کی بہن کے نام کے طور پر نہیں آیا بلکہ 'مچھان' کے حقیقی معنوں میں برتا گیا ہے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ 'مچھان' ہی کیوں 'راویں کی بہن' کیوں نہیں؟ اس سوال کا جواب ہانسنے کے لئے راجستھان کی اس مخصوص رسم سے جا لگادی ضروری ہے، جس میں لڑکی کی پیدائش پر مچھان پکایا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا پورا گراف میں 'دھپ دھپ' قدموں کی آواز نہیں مچھان پیسنے کی آواز تھی اور اس بات کا اعلان کہ گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

اس پس منظر کو جان لینے کے بعد ہی ترجمے کا حق ادا ہو گا اور نشان زدگی جانے والی طریقوں ترجمہ ہوگی:

انگوٹھی کے باہر پھینے ہوئے آگموں نے اللہ سے چھانچ پیٹنے کی ادھ دھپ آواز سنائی تو اس کے چہرہ پر تڑپ کے ذہین نکل گئی۔
سو اقبال ڈاکٹر ظاہر انصاری

”زہرہ کرنے والے کو اصل کی نقل کرنے میں ایک منظر اور لڑاکا کی طرح مصنف کے ساتھ ہلکے ہونا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ چالیں بجاتا، قلمیے لگانا اور کرنا چاہتا ہے اور یہ سب کر لینے کے باوجود پوری طرح سلیپڈ اور نئے دینے رہتا چاہتا ہے۔ تب جا کر تھیں ایک آرٹ ایٹا ہے اور تحقیق وہ حاصل کرنے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔“

(نوائے کے بلوچی اصول، مطبوعہ محبوب ایف اے، اگست 1963ء)

آخر ترجمہ ہی کیوں؟

عام طور پر دنیا بھر میں ترجمہ چار وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے۔

1- مذہبی تقاضوں کے سبب: پیغام الہی کی تفسیر و اشاعت کی صورت میں ہمارے ہاں سیرام چہرے کے جیسائی مشنریوں اور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ کے بارے میں مشفقہ اور نکتہ نظر یکساں تھا۔ وہ ایک عام آدمی تک خدا کا کلام اور پیغام خود ان کی زبان میں بکھانا چاہتے تھے۔ ترجمے کی ایسی ضرورت جو اس ضمن میں نظر آتی ہے بالخصوص مذہبی تقاضوں سے پیدا ہوتی ہے اور پیغام الہی کی تفسیر و اشاعت کا ذریعہ بنتی ہے۔ شاہ عبدالقادر کا ”ترجمہ قرآن“ الہ آباد مشن پریس سے 1944ء میں شائع ہوا تھا۔

2- قومی سطح پر ترقی یافتہ اقوام کے علوم و فنون و ادبیات سے واقفیت حاصل کرنے کی خاطر: اس باب میں مولوی عبدالملک لکھتے ہیں۔

”جس طرح یہاں کا اثر دوسرے اور دیگر اقوام پر پڑا، جس طرح عرب نے علم کو اور علم نے عرب کو اپنا نہیں بکھانا، جس طرح اسلام نے عرب کی جا رکھی اور جہاں تک کوسا کر علم کی روشنی بکھائی، اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں۔ یہ قانون عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور جاری رہے گا۔“ (نوائے سے دیا جاتا رہا ہے۔)

جب کسی قوم کی فوجیت جیساں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔“ (مطالعہ صمد، دہلی نئی دہلی 2002ء)

3- مصلحت کے خلاف: تاجزہ ہوا کی جستجو: اقبال ڈاکٹر سکیل احمد خان:

”پانڈیوں کے زمانے میں ایسے افسانوں اور انکی کہانیوں کے تراجم زیادہ ہونے لگتے ہیں جن میں پانڈیوں کے خلاف باغیہ و بوجہ یا جبر کا احساس نمایاں ہو۔ انکی صورت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے ادیبوں کی یہ بدعنوانی ضرورت میں آتی ہے یا وہ شعری طور پر تہذیبی اور سماجی صورت حال کے بے حس و حال کی ایک خاص نوع کی تقلید سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ پانڈی ہیں۔ وہ باغیہ و بوجہ خود بیان نہیں کر سکتے انکی ترجموں کی زبان سے ان کا کہنا ہے۔ اس طرح کے تراجم خود ان ادیبوں کے گرد گھومتے جبریت کے حصار کو کھینچ دیتے ہیں اور جاری بھی صورت حال کے بعض کو انکے کواں میں بچان کر ایک حد تک ان کے ذہن پر جبر و احتساب کی فضا سے نکل آتا ہے۔ اس لحاظ سے ان تراجم کا جبر اصل حقیقت کے بعض موضوعات میں پیشید ہوتا ہے۔“

(اولیٰ ترجمے کے مسائل) مطبوعہ 'طرز'، قوسیمیں مولچند طریقہ، لاہور۔ 1982ء)

3۔ ہمارے ہاں پاکستان میں ترجمہ کی ضرورت بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں انگریزی، سرکاری اور تعلیمی زبان رہی۔ آزادی کے بعد اردو زبان کو اپنی حیثیت منوانے کے لئے اور بالخصوص اپنی زبان ہی کا سہارا لے کر ترقی کی منازل طے کرنا تھیں۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ سرکاری، تعلیمی، علمی اور ادبی امور کے لئے دنیا بھر کی زبانوں سے اردو میں تراجم کئے جائیں۔ تاکہ ایک نو اردو کے علمی ادبی سرمایہ میں اضافہ ہو سکے، دوسرے دفتری، عدالتی اور سرکاری امور کو جلد از جلد اردو میں انجام دیا جاسکے۔

ترجمے کی اقسام

جہاں تک ترجمے کی مختلف اقسام کا تعلق ہے۔ ان میں حسب ذیل بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔

1۔ علمی ترجمہ

2۔ ادبی ترجمہ

3۔ صحافتی ترجمہ

اسی طرح ترجمہ کی تینیاں ہیں:

1۔ فطری ترجمہ

2۔ آزاد ترجمہ

3۔ معقول ترجمہ (تخلیقی ترجمہ)

اس تیسرے یا اعتدال کے ترجمے کو ہم تخلیقی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ A.O. Fedorov 1941ء میں روس کے تکنیکی چیف معزم تھے، جنہوں نے اس نوع کے ترجمے کو 'Artistic translation' کا نام دیا تھا۔ اس لئے کہ جب اس کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو وہ صرف تقلید یا نقل نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں ایک اپنا فنی حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ بقول (اکسٹرا۔ انٹرویو):

"خیال اور مفہوم کو اس کے باریک سے باریک پچ و خم کے ساتھ ادا کرنے کے لئے ترجمہ کرنے والے کو مصنف کے ساتھ اس طرح چلنا چاہیے جیسے سوشلسٹ انقلاب کی راہ میں محنت کشوں کو انقلابی پارٹی کے ساتھ چلنا ہوتا ہے کہ قدم سے قدم لگی ملتے رہیں اور آگے نکل جانے یا پیچھے ہٹ جانے کا بھی امکان نہ رہے۔"

(ترجمے کے بنیادی اصول، مطبوعہ 'کتاب الفیہ' لاہور، اگست 1963ء)

یہ صورت فطری یا آزاد ترجمے میں پیدا ہوتی نہیں سکتی۔

اس ذیل میں تمام سائنسی علوم و فنون کی کتابیں آتی ہیں۔ طلسمی ترجمہ عام طور پر لفظی ترجمے کی ذیل میں آتا ہے۔ اس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ جس کسی لفظ یا اصطلاح کا جو ترجمہ ایک جگہ کیا جاتا ہے وہ ان معنوں میں ہر جگہ استعمال کیا جائے، تاکہ ترجمے میں یکسانیت برقرار رہے اور قاری کا ذہن گمیں بھی الجھنے نہ پائے۔

طلسمی تراجم میں اہم مسئلہ طلسمی اصطلاحات کے مترادفات و معادلے کا ہونا ہے۔ طلسمی اصطلاحات وضع کرتے وقت اس امر کا بالخصوص خیال رکھا جاتا چاہیے کہ اصطلاحیں سلسلہ اصولوں کے عین مطابق ہوں، نیز لاطینی، یونانی اور دوسرے ساقوں اور لائقوں کے ترجمے مترادفات میں یکسانیت کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ جہاں تک طلسمی اور فنی تراجم کا تعلق ہے، ضروری ہے کہ متعلقہ مضمون (علم و فن) کا ماہر ہی یہ کام انجام دے۔ اس کا سب سے بڑا سبب اور ضرورت یہ ہے کہ ہر علم و فن میں اصطلاح کا مضمون سے حقیقی اپنا مفہوم ہوتا ہے جو دوسرے علوم و فنون میں نہیں ہوتا مثلاً ثقافت کا لفظ عماریات میں یکہ اور معنی دیتا ہے اور فنون میں اس کا یکہ اور مفہوم متعین ہے جبکہ لغت میں اس کے متعدد معنی درج ہیں۔ عملی سطح پر اس کی ایک بہترین مثال مولانا ظفر علی خاں کا ترجمہ ”معجم کہ مذہب و سائنس“ ہے۔ اس ترجمے میں بقول مولوی مہدی الحق:

”ایک تو طلسمی اصطلاحات و علمی سائنس، دوسری زبان کی خوبی و لغات اور اندو کی بے بیاضیت زبان میں ان دونوں کو اکٹھا رکھنا بہت دشوار تھا۔“

(”ثقافت“ ص ۱۱۱، انجمن ترقی اردو ص ۵۵)

تاریخ و ثقافت سے حقیقی سیدہ طلسمی بنگلہ کی تراجم ”(تھون ہنڈ اور ”تھون مرپ“ اور گیتا ذلی بان) کا شمار اسی ذیل میں ہوگا، اس نوع کے ترجمے کی بابت جیلانی کا سراں لکھتے ہیں:

”غیر ادبی تصانیف کا ترجمہ دراصل ایک زبان کی لسانی موصوف سے پیدا ہوتا ہے اور دوسری زبان کی لسانی المذاہل کا کام لیتا ہے۔ لسانی موصوف کی ترکیب قائل طور ہے۔ میں نے اسے استعارہ استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ہم جس زبان سے ترجمہ کرتے ہیں اس کے الفاظ ہمیں عزیز نہیں ہوتے اور نہ ہی ہمیں اس کی لسانی طوہوں سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ ہمیں لفظوں کی شکل و صورت، ان کے تلفظ اور ان کے حسن اور مسکلتی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ دلچسپی ہوتی ہے تو صرف اس شے سے جو لفظوں کا لباس پہنے لفظوں کے برے کسی طلسمی راز کے طور پر سمجھ ہوتی ہے۔ ہم اُسے آباد کرنے اور اپنی زبان میں کامیابی اور اہماری سے منتقل کرنے کے لئے الفاظ کے سب ڈالے اور اصل زبان کے سلیطہ فراہم کر دیتے ہیں اور یہاں لکھتے ہیں کہ اصل زبان مرہٹھی ہے اور ہم اس کے جاوہ سے اپنی زبان کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔“

(ترجمے کی ضرورت“ مضمون: تنقید کا لاپاکی ہنڈ“ مطبوعہ لاہور)

اس نوع کے ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ بالکل اور اپنی زبان کے روزمرہ تشبیہات، ضرب الامثال، استعارات و کنایات اور رمز و علامات سے کام لیا جائے تاکہ ترجمے میں اولیٰ رنگ آ جائے اور ترجمہ صلیح اور اسے کم تر دکھائی دے۔
اس باب میں اسے کے بروہی لکھتے ہیں:

The art of translation, let me put it as clearly as I can, is not based on mechanical law of cognation but on the law of personal sympathy. It is a Human transaction.

(ریلز کا لٹریچر، اسلام آباد، 8 اکتوبر 1983ء)

یوں اولیٰ ترجمے میں محرم اپنے خیال، اپنے وجود اپنے جذبے، اپنی لاشعری اور اپنے کلم کو اصل مصنف کے تابع کر دیتا ہے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر فلاں بات اور فلاں عبارت مصنف کو ہماری زبان میں لکھتا ہوتی تو وہ کس طرح لکھتا۔ جس طرح اصل مصنف اس دوسری زبان میں اسے لکھتا، ترجمے میں عید دینا لکھنے کا جتن کیا جاتا ہے۔
سوالوں کی ایک بات کہ اولیٰ ترجمے کے لئے ادبیت کا حال ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں حریہ بحث آگے آئے گی۔

صحافتی ترجمہ

اسے ”کھلا ترجمہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نوع کا ترجمہ مفہوم کے ترجمے کی ذیل میں آتا ہے۔ بھول ڈاکٹر مسکین جازاری: ”مفہوم کا ترجمہ کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔ ایسے ترجموں میں کسی پابندی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ محرم کے لئے یہ آسانی ہوتی ہے کہ اصل مفہوم کچھ کہ اپنی زبان میں اپنے طور پر بیان کرے۔ جس فن کا ترجمہ کرنا مقصود ہو اگر وہ طویل اور پیچیدہ جملوں پر مشتمل ہو تو لازمی نہیں کہ اس کا ترجمہ بھی اسی طرح طویل اور پیچیدہ جملوں میں کیا جائے۔ بھڑ ہے کہ اصل مفہوم کو کھولے کھولے ساتھ جملوں میں ادا کیا جائے۔“ (”فنی ادبیت“ صلیحہ لاہور، ص 293)

مولانا عبدالجبار سائیک کے نزدیک:

”مجازی ترجمے میں سب سے مقدم مصلحت یہ ہے کہ مطلب بالکل واضح اور عبارت قطعی طور پر چلیں جو جائے تاکہ تمام پڑھنے والوں کو کوئی الجھن نہ ہو۔ اس کے لئے اپنی زبان کا کھلا سب سے بھر دینا اور جملوں سے۔ اگر انہی محرم سادگی، سادہ اور کھلا انداز کو نظر رکھ کر ترجمہ کریں تو خود بھی آرام سے رہیں اور پڑھنے والوں کے ذہن بھی نہ الجھیں۔ ان کو چاہیے کہ جہاں انگریزی کے فقرے کی ترکیب پیچیدہ اور طویل پائیں وہاں اس کی جڑ چاکریں اور ترجمہ کرنے کے بعد ایک جملہ پڑھ کر دیکھ لیں کہ آیا اصل مطلب ادا ہو گیا ہے۔ اگر ہر پہلو سے مطلب ادا ہو گیا ہو تو جہاں لفظ ہوتا ہو وہاں لفظ کی بجائے اسے چاکریں۔ آتشیں محرم کا سب سے بڑا اختیار ہے اور اس سے ہر ممکن مدد لی جانی چاہیے اور کبھی اس لفظ بھی میں نہ دینا چاہیے کہ ہم جسے انگریزی زبان اور جسے خود خواہی ہیں، کیونکہ ممکن ہے وقت پر کسی لفظ کا کج اور موزوں ترجمہ ہو جائے اور آتشیں دیکھنے سے یہ نہیں لکھتا جتنا آجائے جو فقرے میں جان ڈال دے۔“

(”فنی ادبیت“ از مسکین جازاری ص 298)

چونکہ ابتداء میں زیادہ تر سروکار انگریزی سے تھا، اس لئے صحافتی اخباری ترجموں کے سبب ایک مخصوص صرف و نحو اور اسلوب کا بھی اردو پر اثر انداز ہونا لازمی تھا۔ اس سلسلے میں سید ہاشمی فرید آبادی لکھتے ہیں:

”مردہ تر سے نئی بھری اور اس کی بدولت خود زبان کی فصاحت میں قربانی کا ایک سبب اور مدعا ہے ہوئے، جن میں زیادہ تر انگریزی سے اطلاعات اور چارہ کی خبریں بہت جلدی میں ترجمہ کی جاتی ہیں، ان کی زبان (اور فصاحت بھی) سخت اصلاح کی محتاج ہے، مصالک اور مفاہم اور زبان میں ترجمہ کرنے والے مطابق محترم باہمی تعداد میں کم اور بچتے ہیں۔“

(اردو تراجم کا جائزہ، انجمنِ احرارِ علماء دین، ایف۔ ایف۔ اردو کراچی، پبلشرز لاہور، پبلشنگ سال ۱۹۵۵ء)

ہمارے پاس صحافتی اخباری تراجم جیسے بھی ہوئے ہوں، ان سے اتنا ضرور ہوا کہ ہماری زبان صاف ہو گئی اور اس کے مابین نے ترقی کی۔ یہاں تک کہ مولانا غفر علی خاں جیسے نامور روزگار صحافی پیدا ہوئے۔ غفر علی خاں نے بیسیوں سیاسی، معاشرتی، ادبی، علمی اور علمی اصطلاحیں وضع کیں، جن میں سے بعض انتہائی ہماری محرک اور بعض انتہائی برجستہ اور انجلی پنکھی تھیں لیکن ان کے زور و علم نے ہر دو اقسام کی وضع کردہ اصطلاحات (اخباری) کو عام کر دیا۔

صحافتی ترجمہ کی بدولت، جس کا انداز مقرر کرنے میں مولانا غفر علی خاں اور مولانا عبدالجلیل سالک کا بہت حصہ ہے، ہمیں واقعیت، چنگی بلی بات کرنے کا سلیقہ، رواں دواں تحریر اور اصلیت سے مطابقت پیدا کرنے کا ذہن آ یا۔

چونکہ اخباری ترجمہ زیادہ جاذبِ نگاہ اور خوش چانی کی تھانے شمس مضمون ادا کرنے سے حلقے ہے اس لئے اس کا ادبیت سے زور ہوا بھی ایک طرح کی نوعیت بن جاتا ہے۔ صحافتی تراجم روزمرہ زندگی سے قریب ہونے کے سبب زبان کو نت نئے الفاظ اور ویژه وراثہ اصطلاحات پہنچتے اور اس میں وسعت پیدا کرتے ہیں۔ جن بعض اوقات صحافتی ترجمہ بھی حقیقی ادب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

آج کے جدید دور میں اردو صحافت کا ترے کے حوالے سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ملک میں اصطلاح سازی اور ان کی معیار بندی کا مرکزی نظام موجود نہیں اور نہ ہی مختلف قومی اداروں کی وضع کردہ اصطلاحات ابھی تک بروئے رائج ہو پائی ہیں۔ علاوہ ازیں ایجادات و انکشافات کے اس دور میں تقریباً ہر روز نئے نام اور اصطلاحیں وضع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ معیار بندی کا مرکزی نظام نہ ہونے کے باعث اخبار میں ”Space Module“ کا ترجمہ ایک اخبار میں ”قری گازی“ چھپتا ہے، تو دوسرے میں ”فضائی گازی“ تیسرے میں ”مہتاب پر چلنے والی گازی“ اور چوتھے میں ”چاند گازی“۔

یہ اس لئے ہے کہ اخبارات میں ترجمہ پر مامور محکمے کی راجدانی کے لئے ذرا کوئی نظام ہے اور نہ ہی کوئی ادارہ۔ لیلی پر ہر اور تار سے جو عبارت ذرائع ابلاغ کے دفاتر تک پہنچتی ہے اس میں فرق ہے۔ اس انگریزی عبارت میں لکھوں کی لفظیاں اس کے علاوہ ہوتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی جگہ کا نام مختلف اخباروں میں مختلف کٹ، ”کاجر کٹ“ اور ”انجیر کٹ“ چھپتا ہے اور غلط کٹر ”میاں بنوں“ کو ”سماں بنوں“ پڑتا ہے۔ اہم معرذ کی پچھان سے حلقے یہ مسئلہ ”ناخن اور نیند“ دیکھ کر ایک نکتہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

صحافت میں انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے کے لئے دونوں زبانوں پر عبور کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ کا علم بھی ضروری ہے تاکہ ہم مردان کو ”مردان“ (Mardari) اور ہوتی کو ”ہوتی“ (Hooti) نہ کہہ دیں۔ اسی طرح مصر انگریزی میں منسل ہوتا ہے تو Egypt بتا ہے لیکن Egypt سے دوبارہ مصر کا تاریخ اور جغرافیہ کے علم اور واقفیت عامر کے بغیر ممکن نہیں۔ کچھ بھی صورت علوم و فنون، مشاغل

اور کمپلیوں کی معروف اصطلاحات سے واقفیت نہ ہونے کے سبب پیدا ہوئی ہے۔

ترجمہ کون کرے؟

ترجمہ خواہ دہلی ہو یا طلی اور کھانچی اس میں ضرورت ایک ہی قسم کی استعداد کی ہے یعنی حقیقی سہایت کی تلاش۔ بوروہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان میں غیر معمولی اور غیر ہدف فہم و فراست ہو، جو کسی بات کے بار و مابلے کو فوراً بھانپ لے، مضموم کی سو لید کی تفصیل اور فقہین کرے اور پھر اسے ویسے ہی برہت اور برہنہ الفاظ اسلوب میں ادا کرے۔

اب بحث طلب امر یہ ہے کہ زبان دانی کا معیار کیا ہے اور وہ کون سی کسوٹی ہے جس پر کسی کر یہ قیاد جاسکتا ہے کہ کون شخص زبان داں ہے اور کون نہیں؟

دیکھا جائے تو روزمرہ کی بولی چال کے معاملے میں اہل زبان اور بکا نہ زبان و لسان، نیم تعلیم یافتہ اور قاری تحصیل سب برابر ہیں۔ جب تک کوئی شخص متواتر اور بے در ہے زبان کی نرا کتوں اور اصطلاحاتی نظام پر غور نہیں کرتا اور جب تک اپنے الفاظ کو غلط اور گونا گوں احوال سے گفتگو کی صورت سامنے لانے کی مشق و محاربت ہم نہیں پہنچاتا، اس وقت تک وہ ترجمے اور تفسیر و تالیف کی ذمہ داریوں سے چھوڑ برا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہمارے ہاں ترجمہ کے باب میں عام طور پر حرجین ان صفات سے عاری دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا صلاح الدین احمد اپنے ایک ریڈیو کالم میں فرماتے ہیں:

”ترجمہ کر چھ گئے تو ایک زبان کے ایک لفظ کی جگہ دوسری زبان کا اس سے ملتا جلتا لفظ رکھتے ہوئے ایک سہمی سزا کہ پر ہوئے اور جہاں نہیں سزا کہ پر کوئی رکاوٹ نظر آتی اسے طرح دے کر یا پھر کات کر رہے ہوئے لکھتے۔ اس عمل کے حال کو اس سے فرض نہیں ہوتی کہ پڑھنے والے کے چنے بھی بکا نہ چایا نہیں معصف کی مداح کا کوئی بکا نہ تو بھی اس تک پہنچا یا نہیں۔ مگر اس کام میں سوچنے لگنے کی بکا نہ ضرورت نہیں ہوتی، محض ایک دشمنی کی ممانعت ہوتی ہے۔“

نتیجہ ہوتا ہے کہ بڑے سبب و فریب ترجمے دیکھنے کو لگتے ہیں۔ ”گلاز“ گراہی۔ (1984ء) جیسے ام ادبی جری سے سے چند امثال دیکھتے ہیں:

- 1۔ وہ ایک خوش نصیب سہی تھا۔ 'Soldier of Fortune' کا ترجمہ۔
- 2۔ وہ اُن کو دگلا فوگلا نکال رہا ہے۔ 'From Time to Time' کا ترجمہ۔
- 3۔ برطانیہ اپنے اچھے اچھے دفاتر استعمالی کرے گی۔ 'Good Office' کا ترجمہ۔
- 4۔ یہ حکایت اس نوع میں نہیں لکھی گئی ہے جو خیالات سحری میں پائی جاتی ہے۔ 'Spirit' کا ترجمہ۔
- 5۔ کھیل ڈرامہ کی روح سے خالی ہیں۔ 'Plays' اور 'Spirit' کا ترجمہ۔

مگر ہالا مثلوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہا غلط نہ ہو گا کہ ترجمہ کرنا ہر کسی و نا کسی کے اُس کی بات نہیں۔ یہ ایک مخصوص نوعیت کا کام ہے۔ صرف زبان دانی کی سزا پر اچھے محرم کی خصوصیات میں جہاں اور بہت سے امور شامل ہیں وہیں زبان کی گرامر، لفظ کی شائست، روزمرہ، استعارات و کنایات، علامات، تفسیرات، ضرب الامثال اور اُن بولیوں، زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے جن

سے اردو زبان کی تشکیل مکمل میں آئی ہے۔ اس میں زبان کا مزاج، اسلوبی نظام اور جڑی اہلکار کو بھی یکساں اہمیت حاصل ہے۔ اب آئے ترے کے ذریعے تہذیبی لحاظ کی منتقلی کے انجیوول کی طرف۔ ہمارے ہاں مولیٰ طور پر سترجین اس کو پیش میں ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ اس باب میں ہماری ناکامی کی اصل وجہ درحقیقت یہ ہے کہ ہم نے مغربی زبانوں کے بیشتر ترے انگریزی کی معرفت کیے۔ یوں اصل تہذیبی رجحان پہلے انگریزی اور پھر اردو میں منتقلی کے بعد کیا سے کیا ہو گیا۔ ہمارے معنوی صاحب نے تو بارسل پرست کے انگریزی ترجموں کو بھی مان کر نہیں دیا۔ سو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو انگریزی میں منتقل نہیں ہوا وہ انگریزی کی معرفت ترجمہ سے کیسے ممکن ہے؟ حق بات تو یہ ہے کہ بارسل پرست کے افسانوی ادب کی فضا سے تو معنوی صاحب واقف تھے لیکن تہذیبی رجحان سے واقفیت کا دعویٰ وہ بھی نہیں کر سکتے۔

اس لئے ضروری ہے کہ مزجم جس زبان کے ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا سوچے، پہلے اس زبان کے تہذیبی رجحان سے واقفیت حاصل کرے۔ ہمارے ہاں ترجمہ در ترجمہ یہاں تک ہوا کہ صادق ہدایت تک کو پار لوگوں نے انگریزی کی معرفت ترجمہ کیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے ترجمہ کرتے وقت ”بڑھا گور یا نکھا اور اتنی زحمت گوارا نہ کی کہ صبا یہ ملک ہرین میں اسے ناپا گور یا“ ترجمہ کیا گیا تھا، جو فارسی کی طرح اردو میں بھی مناسب تھا۔ اسی طرح ”سنگوے کے“ Old man and The Sea کا ترجمہ ”بڑھا اور سمندر“ ہو گا، ”بولڑھا اور سمندر“ نہیں۔

اردو مزجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اردو کی فنی ترکیبی کا علم رکھتا ہو۔ اس میں چار (4) چیزوں کو خاص دخل ہے۔

1۔ اردو زبان کی اصل

یعنی لٹری زبان کا ہونا، اس کا طبعیت ہی زبانوں سے مل کر اظہار و بوج بھاشا اور فاری کا ملاپ، سحریت اور پاکرت کا میل اور انظیات، اردو میں ہندی عناصر کی مدد پر کے حرفظ داخل، مغولی، اضافت، لہست، ربط اور ضمیریں، نیز اس بات کا ہم کہ ہر وہ لفظ جو اردو میں کھپ گیا، عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، ہندی ہو یا پنجابی، سحریت اور دوسرے اصل لفظ ہو یا محج وہ لفظ اردو کا ہے۔ اس لئے اگر وہ لفظ اصل کے موافق ہے تو بھی محج ہے اور اگر خلاف اصل مستعمل ہے تو بھی درست۔

2۔ لفظ و معنی

اس باب میں محج لفظ کے انتخاب میں کاوش اور تلاش میں تک و دو، لفظ کی فصاحت سے کامل آگہی اور مناسب ترین الفاظ، ترکیبات اور کلمات کا جوا ہونا۔

3۔ وضع اصطلاحات کی صلاحیت

اس باب میں وحید الدین سلیم لکھتے ہیں:

”اگر اصطلاحیں نہ ہوں تو ہم علمی مطلب کے لہذا کرنے میں طول کا حامل سے کسی طرح نہیں بچ سکتے۔ جہاں ایک بھولنے سے لفظ سے کام لے لیا جاتا ہے وہاں بڑے بڑے لے لے گئے کھینے پڑتے ہیں اور ان کو بار بار دہرانا پڑتا ہے۔“

(”مضامین اصطلاحات“ انجمن ترقی اردو (بہار) ص 2)

4۔ مترادفات و مرادفات کا شعور

اس باب میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

”صفت کا ذخیرہ الفاظ بہت محدود ہے اور ذہن انسانی کی پرواز بکواس۔ اس لئے لفظ تو یہ کر سکتی ہے کہ ایک لے کے کسی سلسلہ معانی میں سمجھ کر دے، لیکن یہ نہیں کر سکتی کہ ایک ہی معنی کے لئے دو لفظ پیدا کر دے۔ جہاں ایسا سمجھا ہو گا وہاں الفاظ مترادف ہوں گے مرادف نہیں۔ مراد یہ ہے کہ معانی میں قریب تر تو ہوں گے لیکن کوئی دلالت ضرور مختلف ہوگی۔“

(مضمون: ادبی کی شعوری نگاہ اور اس کا مزاج اور لہجہ)

اب آئیے ذرا سرسری طور پر نگاہ کریں کہ ترجمہ کرتے وقت ایک زبان (غیر زبان) کے کئی کئی معاصر کو اپنی زبان میں (صحافت) پڑتا ہے۔

(1) اصل/متن کی زبان

- 1۔ مفرد الفاظ، اصطلاحات، محاورے۔
- 2۔ الفاظ کی نشست و برخاست، صرف و نحو۔
- 3۔ الفاظ کے لفظی و معنوی رشتوں کا شعور۔ مصالح لفظی و معنوی۔
- 4۔ الفاظ، تراکیب اور ان کی قوی و دلالت۔
- 5۔ زبان کا کیشور۔ اس کی اصل روح۔
- 6۔ عبارت/متن کی ظاہری وضع اور ملبوس۔
- 7۔ اسلوب قی و نظام۔
- 8۔ اصل متن کی روح، نوعیت، جذبات، محاکات اور اس کا آجک (بائلی سچ)۔
- 9۔ مصنف کا ذوق اور لب و لہجہ۔
- 10۔ جملوں کی ساخت۔
- 11۔ اس زبان سے مخصوص جو ہر غنہ اور جاگی ہوئی صلاحیتیں، نکوتا جیاس، ذخیرہ روایت کا شعور اور ادنیٰ خواہش۔
- 12۔ ترجمہ کے لئے اصل متن کی جزوی یا کلی سوز و نہایت یا نا سناہت۔
- 13۔ اساطیری نظام اور روایات۔

14۔ ذہنی اعتبار سے خیالی دکان، یعنی 'عمریں'، 'نہ ہنر اور' نکلا' جیسے الفاظ میں، نازک امتیازات کا خیال رکھنا۔

(2) مترجم کی زبان:

- 1۔ قدرتی کی شعوری سطح، اور پاک، حراج اور لہجہ۔
- 2۔ اپنے معاشرے کی وضع اور نحو۔
- 3۔ اپنے تہذیبی و تمدنی لوازمات۔
- 4۔ مرادفات۔
- 5۔ صرف و نحو۔
- 6۔ اپنی زبان کا کیکڑا، وضع، روایات اور ملامتیں

(3) مترجم کی ذات

- 1۔ ترجمے کا ذوق، استعداد، زبانوں پر قدرت، غرض مضمون پر گرفت۔
- 2۔ اصل متن اور مصنف سے واقف داری، اس کی ثقافت یا بہت کی سطح پر حیرت جلا دینا۔
- 3۔ اصل متن کی مخصوص وضع کو شکل کرنے کا جذبہ۔
- 4۔ اصل متن، مصنف یا غیر تہذیب کا باطن نہ ہونا۔
- 5۔ اصل سے مرعوب نہیں بلکہ اصل مصنف اور متن کا مطلع ہونا۔

(4) ترجمے کی نوع

- 1۔ قابل مطالعہ ہونا۔
- 2۔ مانوس ہونا۔
- 3۔ رواں اور صاف ہونا۔
- 4۔ ترجمہ پڑھنا کا نہ ہونا۔

فنون ترجمہ کے اصول و ضوابط

فنون ترجمہ کی وضاحت اور مشکلات پر تفصیلی بحث کے بعد چند سوالوں کا ذہن میں بیٹھا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ وہ سوال کچھ یوں ہوں گے:

- 1۔ کیا ایک اچھا ترجمہ ہمیشہ حقیقی ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو حقیقی اور ترجمے کی مدد بندی کیوں؟

2۔ اگر ایسا ہے تو طبعی کتب اور صحافت سے حلقہ تراجم کے معیار کو پرکھنے کا کیا خیال ہوگا؟

3۔ کیا ترجمہ سے مراد متبادل اور مترادف الفاظ کی تلاش ہی ہے؟

4۔ کیا ترجمہ سے محض قاری کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے، جو دوسری زبان کو نہیں جانتا؟

5۔ کیا بقول ڈاکٹر، ہمیں ترجمے پر انحصار نہیں کرنا چاہیے اور محض اصل مضمون سمجھ کر اسے اپنی زبان میں بیان کر دینا چاہیے؟

ان تمام سوالات کے جواب چودھری عزیز حسین نے ترجموں کے ذریعے علی غور پر فراہم کئے ہیں۔ انیسٹ فیلولوسا، ایڈرا پاؤڈ اور لٹس آدھر وچلی ترجمے کی دنیا کے تین اہم نام ہیں ان کے کام کا جائزہ ترجمے کے شعبے میں ان سوالات کا مکمل جواب دینے کیلئے کافی ہوگا۔ انیسٹ فیلولوسا، پوسٹن کا پہلا ادیب اور محقق تھا جس نے کلاسیکی، جاپانی اور اے کو مغرب سے صحافت کروایا۔ یہ کام ترجمے کی معرفت ہوا۔

1910ء کے بعد ایڈرا پاؤڈ کا جھکاؤ مشرق کی سمت ہوا اور اس نے مشرقی تہذیبی روایات سے گہرے اثرات قبول کیے۔ اس کا سبب بھی تراجم تھے۔ مشرق کی شعری روایت سے پاؤڈ کا ادیبانہ صحافت مرنیام کے تراجم کی معرفت ہوا۔ یہ فزیراڈ کی شہرت کی ابتداء تھی۔ پاؤڈ نے مرنیام سے ہزارہ کی معرفت صحافت ہونے کے بعد ہندی، چینی، جاپانی اور دیگر زبانوں اور تہذیبوں کی قدیم دستاویزات میں دلچسپی لی۔

یہ تراجم ہی کا اثر تھا کہ پاؤڈ نے بھگت کبیر کے چند دو ہوں کا ترجمہ کرنے کے بعد جب سکھوں دھتے شروع کے قوان میں کبیر کا مشرقی ٹمن بھی شامل ہو گیا اور سمیت کبیر کی کوئی صاف پہچانی گئی۔

انیسٹ فیلولوسا کی ہوا رسالہ 'پینٹری' میں پاؤڈ کی تحریریں چودھری عزیز حسین سے مدد پر حاضر تھیں۔ انکی سب سے کہ مراد چینی ناچندو کی قیام گاہ پر پاؤڈ سے ایک انتہائی ملاقات ہے اس نے اپنے مرحوم شوہر کا غیر مغرب کام پاؤڈ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد پاؤڈ چینی شاعری کے ترجموں کی طرف کچھ ایسا آیا کہ کوئی ایسی۔ ایلیٹ کو کہتا چلا کہ 'پاؤڈ نے ہمارے زمانے کے لئے چینی شاعری کو دریافت کیا ہے۔' پاؤڈ کے اس کام کی ابتداء 1924ء کی خدمت سے ہوئی اور اس کے بعد جبکہ پاؤڈ نے چینی شاعری کے تراجم کے تین مجموعے شائع کئے۔

پاؤڈ کی اس دریافت کو کچھ زمانے میں مشرق اور مغرب کے درمیان ادیبانہ مضبوط رابطہ شمار کیا جاتا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ پاؤڈ ترجمہ برائے ترجمہ کا خاک نہیں تھا بلکہ اس نے ترجمے کے وسیلے سے ہر دو اطراف کی تہذیبوں کے اہلوں کا مطالعہ پیش کیا۔ اسی طرح جب اس نے جاپانی اور ادبی روایت کو انگریزی میں منتقل کرنے کا کام کیا تو اس کے فوراً بعد ڈیویو۔ بی جلیس کے مضمون ڈرامے سامنے آئے۔ یہ ترجمے کے حوالے سے پاؤڈ ہی کے منتقل حکم ہو سکا۔ ایڈرا پاؤڈ کے خیال میں 'چودھری عزیز حسین' ادیب کے لحاظ سے عظیم ہوتا ہے وہ ترجموں کے لحاظ سے بھی عظیم ہوتا ہے یا چھٹی دور ترجمے کے دور کے بعد آتا ہے۔ پاؤڈ کی رائے میں 'ادو' کا ترجمہ کوئی تک اختیار یا شاعر ہے کہ اس کا مقابلہ ٹمن سے کیا جاسکتا ہے۔ پاؤڈ نے آخری دور میں لکھا تھا 'ادو کے ہاں عظیم حکمت ہوتی ہے۔'

1934ء میں راپار سے ایک مراسلہ کار کو پڑھنے کے لئے کتابوں کے نام بتاتے ہوئے اس نے لکھا:

”انگریزی زبان و ادب کا کوئی شعبہ بھی اس کتاب کے بغیر ایک پامٹھ ہے۔“

بقول ولیم وین اوکونز:

”گوئلنگ کے ترانے کوئلن کی لاطینی کی فقیر کے لئے استعمال کرتا ہے۔ وہ گوئلنگ کے ’بھیر دھرم‘ کا متبادل ملن کے ’مہم‘ اور پندھو الفاظ سے کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ترانے کا معیار اس لئے گر گیا کہ مترجمین نے اصل کب کے نفس مضمون سے دلچسپی لیتا پھوڑ دی۔“

(Ezra Pound, University of Minnesota Press, Minneapolis U.S.A. 1963)

جبکہ خود ولیم وین اوکونز کے خیال میں گوئلنگ کے ترانے میں اگر کوئی کشش ہے تو اس کے بھولین اور سادگی کی بدولت ہے۔ اگر گوئلنگ عظمت سے محروم رہتا ہے، جیسا کہ ہوتا ہے، تو وہ بھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکے ایک مشکل بحر سے بڑی مہنگی کے ساتھ عہدہ برا ہوا۔ ولیم وین اوکونز نے پاؤڈ کے تراجم پر بات کرتے ہوئے جھکر کا حوالہ دیا ہے۔ جھکر کے نزدیک پاؤڈ، پراپرٹس کا ترجمہ نہیں کرتا، وہ اس کی باتوں کے انگریزی مترادفات پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب پراپرٹس یہ لکھتا ہے کہ ’شعر کو یہاں رواں ہونا چاہیے جیسے اُسے ایک تازک جھانوسے سے ملائم کیا گیا ہو‘ تو پاؤڈ لکھتا ہے:

ہمارے جھانوس کو چار رہنا چاہیے۔ ’جب پراپرٹس لکھتا ہے کہ: فنون لطیفہ کی دیویوں کے صمد کا راستہ جگ ہے تو پاؤڈ لکھتا ہے: ’فنون لطیفہ کی دیویوں کے صمد کو کوئی شاہراہ نہیں جاتی۔‘

ایسا کیوں ہے؟ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ اگر پاؤڈ، فینو لوسا کی کتاب ’Chinese Written Character as Medium of Poetry‘ کا پوروہ و محترم تھا۔ لیکن پاؤڈ کے یہ ترانے امریکی مادہ اور محترم پروفیسر یپ (Yip) کو ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ اُس نے کہا ’Cathay‘ کی بحث میں ایک کتاب لکھ ماری ہے اور کہتا ہے کہ پاؤڈ بددیانت محترم تھا۔ یپ نے پاؤڈ کو چینی زبان سے تاملہ قرار دیا ہے۔ پروفیسر یپ نے انہی غصوں کو دوبارہ ترجمہ بھی کیا ہے جنہیں پاؤڈ پہلے ترجمہ کر چکا تھا۔ بہت ممکن ہے یپ کے ترانے پاؤڈ کی نسبت زیادہ درست ہوں لیکن یہ بات سب مانتے ہیں کہ یپ کے ترانے جیسے اور شعریت سے بھر ماری ہیں اور اسی میں پاؤڈ کی عظمت کا راز ہے۔

ایس۔ آرتھر ویلی (1889-1968ء) کا نام بھی مشرقی ادب (خصوصاً چینی اور جاپانی ادب) کو مغربی ادبی دنیا سے متعارف کرانے والوں میں لڑایا ہے۔ اس نے چینی شاعر Chiu Yuan کے علاوہ، لاقعدا، چینی شعراء کی 170 نظموں کے تراجم کئے۔ Chiu Yuan کی طویل نظم The Great Summons کے ترجمہ کو آج بھی اہم مانا جاتا ہے۔

(More translations from Chinese" by Arthur Waley Messrs, George Allen & Unwin, Ltd)

تقریبی تراجم کی دنیا میں اس کا سب سے بڑا کام 1000ء کی پانام سورا ساسکی (Lady Murasaki Shikibu) کے جاپانی قصے The Tale of Genji کا ترجمہ (تقریباً ایک ہزار صفحات) ہے جو بقول ایچ وڈ لی۔ سائیڈن شیکر

(Ed-ward G. Sodensticker)

’جاپانی ادب کا عالمی‘ تاریخ رومانی ترقی کا نام ہے۔‘

الہدائی۔ سائینڈن ٹیکر نے آدھر دہائی کے ترے کی خرابیاں بھی گھٹائی ہیں۔ اس کے بقول آدھر دہائی نے بعض ادیب (خصوصاً 38 دس باب) کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ تعلیم کر دی ہے۔ اس دلیل میں سائینڈن ٹیکر کہتا ہے:

The fact remains that the Waley translation is very free. He cuts and expurgates very boldly.

(The Tale of Genji) کے دیباچہ سے اٹھتا ہے)

یوں سائینڈن ٹیکر کے خیال میں آدھر دہائی کی حیثیت برطانوی مجرم خاتون گامبٹ (Constance Gamett) کی طرح ہے جس نے تقریباً سارا دہائی ادب انگریزی دنیا سے حصار کر دیا لیکن اس کے ترے قلم سلاطے تھے اور اب اس کے کام کی حیثیت مغل جارجی ہے۔ اس کے بعد سائینڈن ٹیکر نے اسی دلیل کا نیا ترجمہ کر دیا۔

لیکن کیا سمجھ کر وہیم اوکیز نے جب ان تین عظیم مترجمین (یعنی ٹینو لوسا، ایچ راپاڈ اور آدھر دہائی) کا موازنہ کیا تو یہ بھی لکھا ہے کہ:

"بہتر کے بقول آدھر دہائی کے 'جاپان کے نوہ' دارے' صفحہ اور عالمانہ ترے ہیں، جبکہ پادشہ اور ٹینو لوسا کی تالیف

(مراد 'Cassidy') اکثر مقامات پر عالمانہ نظر نہیں آتی اور تاریخی سیاق و سباق کی تفہیم پر مبنی ہے البتہ اس میں کبھی

کبھی غلط فہمیاں آجاتی ہیں۔" (Ezra Pound) "یوڈیل آف می سوانا مارک")

سوچا جا کہ اپنی خصوصیت یہ ہے کہ وہیں میں ترجمہ تحقیق بھی ہے اور اس سے جداگانہ طریقہ کار کا حامل عمل بھی۔ اس میں قہاں اور حروف الفاظ کی تلاش بھی کی جاتی ہے اور اصل متن کے بطن کی فراہمی بھی۔ یوں وہ انجمن زبان (اور تہذیب) کے معلقوں میں قادی کی راہنمائی بھی کرتا ہے اور اس کی اہم کام کر بھی چکا ہے۔

اُردو میں ترجمے کے بنیادی اصول

ترجمہ کے لیے، اقسام، شکلات اور حیرم کی اہمیت پر بحث کے بعد اورد میں انگریزی سے ترجمے کے جو بنیادی اصول وضع کیے جاسکتے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- ہر انگریزی لفظ کے لئے ایک ہی لفظ کا چناؤ کیا جائے۔ بشرطیکہ انگریزی الفاظ 'وزن اضافی' کے حامل نہ ہوں یعنی انگریزی لفظ کے ایک سے زائد معنی نہ ہوں۔ مثلاً انگریزی لفظ کا 'بٹن' کے لئے اردو میں 'دقار'، 'ماعت' اور 'مختف' تین الفاظ برتے جاتے ہیں۔ جبکہ لفظ 'دقار' میں 'بٹن' کے تمام تر معنی سرحد ہیں اس لئے 'دقار' کو راج کرنا بہتر ہوگا۔ لیکن یہاں بھی احتیاط کی ضرورت ہے، انگریزی لفظ 'ایڈمز' کا ترجمہ صلیب بھی ہو سکتا ہے اور 'فیصلہ' بھی۔ لیکن 'صلیب' اس وقت کہیں کے جب معلوم رہتی ہو اور 'فیصلہ' اس وقت جب معلوم نہ ہو۔

2- کسی انگریزی لفظ کا اردو قہاں جہاں تک ممکن ہو اس قسم کا لفظ منتخب کریں، جس سے مشابہت وضع ہو سکیں مثلاً 'ایڈمز' کا ترجمہ 'ایڈمز' ہو سکتا ہے۔ اس سے ہم تعلیم، انتہائی، تعلیم، انتہا اور تعلیم دہیہ الفاظ مشتق کر سکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں بعض مقامات پر انگریزی الفاظ کے لئے مختلف اور قہاں معنویت کے الفاظ مخصوص کرنے پڑتے ہیں مثلاً

۳۔ رکنا تو ایٹھ کے لئے "تھیم" اور "تھیر" کے لئے "تھلم"۔ نیز اس بات کا خیال رکھنا چاہئے گا کہ انگریزی لفظ کے ترجمہ اور اس کے مشتقات کے معنی ایک ہی ہوں۔ مثلاً اگر ہم "تھیمس" کے لئے "دھانچ" کا لفظ رکھیں تو "تھیمس" کے لئے "دھانچ" ہونا چاہیے نہ کہ "تھانچ"۔

۳۔ وضع اصطلاحات کے ساتھ ساتھ تعین اصطلاحات اور اصطلاحات کو مروج کرنے کا جتن انتہائی ضروری ہے جبکہ ہمارے پاس ایک انگریزی اصطلاح کے مقابلے میں درجنوں اصطلاحات کا چلن ہے۔ اسکول کی سطح پر انسانی کتب میں اصطلاحات یکہ ہیں اور کالج کی سطح پر یکہ، جبکہ یونیورسٹیوں کے نصاب میں طالب علم کو ایک بار پھر نئی اصطلاحات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یوں ایک معیاری سائنسی لغت کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی ہے۔ مناسب ہو گا کہ یہ کام مقصد و قوی زبان جیسا ادارہ کرے۔ جو پاکستان بھر کے کوکھلی اداروں میں اس معیاری لغت کو نافذ کرنے میں ہاضمہ بھی ہو۔

معیاری سائنسی لغت نہ ہونے کے باعث ہوا ہے کہ انگریزی اصطلاح "دھانچ" گلاس' کا ترجمہ کرتے ہوئے اُسے "گھڑی شیشہ" کر دیا گیا۔ جبکہ "دھانچ" گلاس' کھس ایک پرکھنے کا شیشہ ہے، اس میں گھڑی قسم کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ اسی طرح "سٹیجر" کا ترجمہ "آئینہ" کیا گیا جو درست نہیں۔

لغت میں "انٹلم" بم' کا ترجمہ "جوہری بم" ملتا ہے، جو آدھا تو ترجمہ ہے اور آدھا جہل کا قوی رکھ دیا گیا۔ انٹلم کا ترجمہ "جوہری" کرنا بھی درست نہیں اس لئے کہ اس سے مشتقات وضع کرتے وقت "جوہری" ہنہ گا، جس سے مشکلات پڑیں گی۔ اس لئے مناسب تھا کہ انٹلم بم' کو اردو میں بھی "انٹلم بم" ہی پڑھا اور لکھا جائے۔

اسی طرح "سٹیکر ٹیر" شے کی ایک مثال "کاربوہائیڈریٹ" کا ترجمہ "دھاری اعات" میں "شکر" ہے۔

۴۔ انگریزی کی فنی اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اردو میں بھی وہ لفظ اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہو نہ کی تقریباً کی۔ کئی فنی اصطلاح کا مقصد اختصار ہے اور وہ بھی ایسا کہ معنویت سے لبریز ہو۔

۵۔ اگر کوئی انگریزی اصطلاح اور اس کا اردو متبادل دونوں یکساں طور پر اردو میں مقبول ہوں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں کو برتا جائے مثلاً گلاس' اور کھس' وغیرہ۔

۶۔ غرضاء وضع اصطلاحات کے پیکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔ اصطلاح کی جگہ ایسے سواڑوں مقامی بولی جال کے الفاظ کو جگہ دی جا سکتی ہے جو خاصے مقبول اور عام فہم ہوں، جہاں اس کے کوئی بھڑکی اور مصنوعی اصطلاح وضع کی جائے۔ مثلاً برست آف گاڑ کو ہمارے فنی جہان "پھنا" کہتے ہیں پھر کیوں نہ مستعمل لفظ ہی رکھ لیا جائے۔ بھل جیلل قدوائی:

"اگر بعض انگریزی الفاظ استعمال میں آکر بہری زبان کا جزو بن چکے ہیں، جیسے فنی قانون کے ترجمے کی خاص طور پر کیا ضرورت ہے؟ میں نے انجمن کی بڑی دانشوری (خود دانشوری بھی ایسا ہی لفظ ہے) کی تقریباً کرتے وقت ایسے نہ جانے کتنے الفاظ رچنے دیے یا مثال کر دیے، مثلاً امیڈ گام، کشواین، ٹیل وچین، قرہا بیرو، بلاڈز، ڈانگ بھی، میں ہول، جیلا کھٹ، ڈیویلیس، آڈوگراف، ہڈی گارڈ، انجکشن، پلاسٹک وغیرہ اور اگر ضرورت نہ ہو جب بھی کر دیا جائے اور ترجمہ کیا بھی جائے تو غیر زبان کے مستعمل الفاظ بھی رہنے دیئے جائیں۔ یہ گویا حلیم شدہ الفاظ میں ایک طرح کا اضافہ ہو گا جو کسی

طرح غیر مناسب نہ ہو گا۔ ان الفاظ کو نکال دینا کافی غیر لٹری اور قابل اعتراض ہو گا جیسے ہندی دلائل کی یہ ضد کہ اردو
میں سے فارسی اور عربی کے آئے ہوئے اور برسوں کے مستقل الفاظ کو بحسن ثناء کرنا چاہئے۔“
(”سائنس و سماج“ مکتبہ، انڈیا ایڈو، حیدرآباد، قومی زبان کراچی، دسمبر 1982ء، ص 24)

البتہ یہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ اصطلاحوں کا چناؤ کرتے وقت سلیکشن کی پہچان کرنی چاہئے۔ پھر جہاں تک سائنس کے
مختلف شعبوں میں نئی انگریزی کی لڑچٹا لٹری کا تعلق ہے تو وہاں وضع اصطلاحات غیر ضروری ہے۔ اس لئے کہ جدید عہد میں خصوصی
مہارت کے شعبے بہت ہو گئے۔ جہاں تک سائنس کی بین الاقوامی اصطلاحات کا معاملہ ہے تو محض فرہنگ میں ایسی زبوں کے نام ہر
ترقی یافتہ ملک میں اسی طرح قبول کر لئے گئے جہاں وہ دریافت کیے گئے۔

7۔ مختصرات کا ترجمہ نہ کیا جائے بلکہ چارے لفظ کا ترجمہ اختیار کیا جائے مثلاً گورنمنٹ کے لئے انگریزی میں ’Govt‘ اور
ایلیمنٹ کے لئے ’E.L‘ لکھا جاتا ہے۔ لیکن ترجمہ کرتے وقت ان کا ترجمہ مکمل صورت میں کیا جائے تاکہ سنی میں کسی بھی نوع
کا اشتباہ نہ رہے۔

8۔ جہاں تک ممکن ہو ہندی اضافات اور حروف جار استعمال نہ کئے جائیں مثلاً ’نام گلاس‘ کا ترجمہ ’ریت گھڑی‘۔ بجائے اس کے
’ریت کی گھڑی‘ ترجمہ کیا جائے۔

9۔ اسمائے معرفہ

یہ دو قسم کے ہیں: (1) اسمائے اخصاص۔ (2) اسمائے عقائد۔

اسمائے اخصاص کے متعلق یہ اصول ہے کہ اصل زبان کے لفظ کا اطلاق ضروری نہیں بلکہ قطع و تدبیر کے بعد اسے اپنی زبان
میں احوالاً جاسکتا ہے۔ مثلاً Socrates, Plato, Ptoimy, Aristotle اور Plato یا ترقیب ارسطو، اقلیڈوس، سقراط اور افلاطون کہیں گے۔
اس بات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ سب سے پہلے مترجم انگریزی اسمائے اخصاص کو ترجمہ کرتے وقت اس کا صحیح لفظ
معلوم کریں اور دیکھیں کہ ہماری زبان اس لفظ کی مقبول ہو سکتی ہے کہ نہیں۔ اگر ایسا ممکن ہے تو اصل لفظ سے بچ کر کیا اچھائی ہو گی
لیکن اگر ایسا ممکن نہیں تو قطع و تدبیر میں تلفظ نہ رہے۔

انگریزی کے ایسے اسمائے اخصاص جو حروف کے اعتبار سے نقل ہیں مگر لفظ کے اعتبار سے قابل قبول ہیں۔ ان کو اردو میں
لیتے وقت نقل اور کر دیا جائے مثلاً ’Vaghen‘ (واگھن) کی جگہ ’وان‘ اور Pugh (پھ) کی جگہ ’نج‘ کر لیا جائے تو نقل بھی دور ہو جاتا
ہے اور ترسے سے دفاواری بھی قائم رہتی ہے۔

اب ایسے اسمائے اخصاص کو لیجئے جن کے اطلاق لفظ میں کچھ فرق نہیں مگر ہماری زبان ان کے نقل کی مقبول نہیں ہو سکتی مثلاً
’Aristotle‘ اس کا لفظ انگریزی میں بھی یہی ہے اور اس میں جتنے حروف ہیں سب ضروری بھی ہیں۔ نہ کوئی زاید ہے نہ ناقص اور
آواز، مگر اردو میں آئے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ قدیم عرب میں اسے ’ارسطو‘ لکھا گیا اور اب صرف ’ارسطو‘ رہ گیا۔ اسے
اردو میں بھی بے تلف پڑا جاسکتا ہے۔ یہی حال ’Dance‘ کا ہے جو ’ڈانس‘ صرف سے ’دانہال‘ بن گیا۔ اس سلسلے میں عربوں کی

جڑی کی جاسکتی ہے اور جڑوں، جڑ اور ٹیکب کو با ترتیب پیسٹ، پائس اور پیچوب کہا جاسکتا ہے۔

اسمائے مقامات

عربی دان معررات جانتے ہیں کہ Har-Sadellah کا تفسیر تھکا کیا ہے اور Brussels کو کہا کہیں گے۔ مگر ہمارے ہاں 'برسلز' اور 'برسلو' ہی چل رہا ہے جبکہ درست تلفظ 'برسل' اور 'برسلہ' ہے۔ کیا یہ سب نہیں کہ ہمارا بچہ 'نروژ' اور 'نویجا' کے ناموں سے واقف ہے لیکن نہیں جانتے کہ یہ 'نرشید' اور 'نہایت' کی نگاری ہوئی تھیں ہیں۔ یہی معاملہ 'سودان' کا ہے۔ عربی میں اسود کے معنی سیاہ کے ہیں وہیں سے 'سودان' بنا تھا لیکن چونکہ انگریز 'لا' تو بول سکتے ہیں 'ڈ' نہیں کہہ سکتے، سو 'سودان' بن گیا۔ ہمیں چاہیے کہ اس نوع کے اسمائے مقامات کو سمجھتے وقت ذرا سا غور و فکر کر لیں۔

الفاظ سازی اور اذکارِ قفل کے لئے وضع اصطلاحات از وحید الدین سلیم آج بھی قابلِ تھمید ہے۔

اول ازل جس کسی نے بھی 'انگینڈ' کے لئے 'انگلستان' تراشا تھا، اس نے ایک سانچہ فراہم کر دیا تھا یعنی جن ٹکڑوں کے اخیر میں 'لینڈ' ہے ان سب کا ترجمہ 'ستان' کیا جاسکتا تھا لیکن اس کی تھمید نہ کی گئی جو ضروری تھی۔ اس کی ایک اور صورت بھی ہے اور وہ یہ کہ اسکاٹ لینڈ کے لوگ 'اسکاچ' کہلاتے ہیں خیال آتا ہے کیوں واسکاٹ لینڈ کی بجائے 'اسکاچستان' کر لیا جائے تاکہ ایک اصول کی پیروی ہو۔ اس طرح پچ لینڈ، 'پلستان' ہو جائے گا اور 'ہالینڈ' 'ہالستان' لیکن میرے خیال میں اب 'ہالینڈ' اور 'پلینڈ' چل گیا۔ انھیں اسی طرح دہنے دیں۔

اسمائے نکرہ

اس سے حقیقت عت کی کتابیں اور الفاظ کی فرہنگیں ہمارے دربارِ حاجت ہو سکتی ہیں، جو باقی رہ جائیں انہی کے لئے لفظ وضع کئے جاسکتے ہیں۔ البتہ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ محرم وہی لفظ برتے جو بیانی کے لحاظ سے سوزوں اور سہاق کے اعتبار سے مناسب ہو۔ مثال کے طور پر انگریزی میں Line ہے۔ ڈاکٹر لیلان کی ڈکشنری میں اس کے معنی حسبِ اعلیٰ ہیں:

1۔ رقبہ، ڈور، دھانک۔

2۔ کھیر، خطہ، دھاری، دیکھا، ہڈال، کشش

3۔ (ریاضی) خطہ، کھیر، دیکھا

4۔ حد، ہیڈ

5۔ جہری، جنم، خطہ، خال، نکر، دیکھا

عت میں تو مرادفات موجود ہیں لیکن اس امر کا انحصار محرم کے علم و فعل ہے کہ وہ صحیح لفظ کا انتخاب کرے۔

جہاں تک ایسے اسمائے نکرہ کا تعلق ہے جو اردو میں رقبہ اس کے خطا کار، اسکل، کالج، سکرٹ، سمار، ڈائی، بوٹ وغیرہ تو ان کے حقیقی تھکا کسی کو کاوش کی ضرورت نہیں البتہ، اسی طرح بولا اور لکھا جانا چاہیے۔ ہوئی جہاز کی جگہ عربی زبان کا لفظ 'لیبار'۔

بہت مناسب مکی لیکن اردو میں رائج نہیں ہو سکا۔ ہوائی جہاز آسکا۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس معاملے میں انگریزی جھگڑے کی تصحید جائز نہیں۔ ان الفاظ کو اسی صورت میں برتا جانا چاہیے جس صورت میں وہ اردو میں آئے۔

اب ایسے اسمائے گمرہ کی طرف آئے جن کا اب تک اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکا۔ ایسے الفاظ کا مفہوم معلوم ہو جانے پر لفظ تراشی اور اصطلاح سازی کا کام آسان ہو سکتا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں جھیل، قنبر، (ازرا کوٹھو اہل) اور مغرب کے تنقیدی اصول (ازسجاد باقر دھوی) ہیں۔ ان کتابوں میں انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کے صحیح مفہوم تک پہنچ کر لفظ سازی اور اصطلاح سازی کی گئی ہے۔

اسمائے گمرہ کے باب میں یہ بات قابل غور ہے کہ بعض اوقات اسمائے معرفہ اسمائے گمرہ کے طور پر بھی برتے جاتے ہیں اور ان سے وہی معنی مراد لئے جاتے ہیں جو اسمائے گمرہ کی ذات میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس صورت میں وہ اسمائے معرفہ نہیں بلکہ اسمائے صفات ہوتے ہیں مثلاً ہینسل کو مسکر ہندوستان کا ڈان بریٹ مین ہے، یہاں ڈان بریٹ مین سے اٹنی درجے کا بلے باز مراد ہے۔

اس کی دوسری مثالیں ہیں۔ ٹوکی تو یہ ہے کہ حیدر ہے اس قدر معروف ہو کہ اردو میں صرف اس سے واقف ہوں۔ ایسے اسمائے معرفہ کو لینے اور حیدر ہے کے طور پر برتنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اردو کا قاری سمجھ جائے گا اور اس نوع کے اسمائے گمرہ کا وہی اثر قاری کے ذہن پر مرتب ہو گا جو مصنف چاہتا ہے۔ صورت دہانی یہ ہے کہ حیدر ہا اردو دان طبقے کے لئے نا مانوس ہو۔ اس صورت میں شرح کی ضرورت پیش آئے گی اور حاشیہ دینا چڑے گا مثلاً اگر متن میں یہ ہو کہ راجندر سنگھ بیدی ہندوستان کے آٹوک ہاشو برنگر ہیں تو یہاں یہودی اصل تو بنی انعام یافتہ کو یہ ہنگر کے لئے حاشیہ ضروری ہو گا۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں مولیٰ سب پر ہنگر کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔

اسمائے مادہ

جو اصول اسمائے گمرہ کے متعلق وضع کئے گئے ہیں ان کا اطلاق یہاں بھی ممکن ہے۔ چونکہ اسمائے مادہ کا استعمال زیادہ تر علوم طبعی، تجارت اور صنعت و حرفت میں ہوتا ہے، اس لئے لازم ہے کہ مزید مین صنعتی اداروں میں عوامی سطح پر برتے جانے والے الفاظ و اصطلاحات پر توجہ رکھیں اور دیکھیں کہ سیدھی سادی اور سہے تلفظ زبان میں یہ الفاظ کیوں کر برتے جاتے ہیں۔ میں مزید کہنا چاہتا ہوں کہ بہت کم تعریف کرتا ہوں کہ اسماء میں ہادی زبان ترجمین کی شرمندہ احسان نہیں ہے بلکہ حقے مل کو فائین اور ٹین فرائ کو لائین داتے داتے عام ہندوستانی و پاکستانی ضرور ہیں۔

ہمارے ہاں کا معمولی اور ناخواند سپاہی 'Officer Commanding' کو 'کمانڈر' اور 'Barrack' کو 'بارک' کہتا ہے۔ جلیل قدوائی کہتے ہیں:

"جس زمانے میں سیدہاں مسعود مرحوم، عالم تعلیمات عیداً یاد رکھ چکے ہوں کے لئے دارالترجمہ کے کام کی راہ درست گھرائی کر رہے تھے انہوں نے لفظ Water shed کے لئے طلاء اور گرجہ کار ترجمین کی طرف سے ترجمہ کئے ہوئے لفظ تفصیل آپ کو پائند کیا، اس لئے کہ وہ تفصیل قارک نہیں یعنی قار کوئی آسان متعل لفظ اس کے لئے

ہارنی زبان میں ضرور موجود ہوگا۔ گویا معاملہ تو یہ کرنے کا نہیں تھا مسئلہ تھا کہ کو صوفی لٹرنے کا قیادہ رکھی ہوا۔ ایک بار وہ اپنے دور سے ہر ایک ایسے علاقے سے گزرے جہاں لوگوں نے Water Shed کے لئے 'پڑھان' کا لفظ بنا دیا۔ وہ چونک پڑے اور غصی غصی اس لفظ کو قبول کر لیا۔ کتنا اچھا اور یاد اس رکب لفظ تھا۔ Water کے لئے پانی کا 'پین' اور شینے کے لئے 'احمال'۔ یہ دیکھ کر اس لہجائی شہادت میں موجود ہے، جہاں میں نے وہی زبانوں کو درجہ تعلیم کے طور پر استعمال کرنے خصوصاً اردو کو حسیہ یعنی غور میں درجہ تعلیم جاننے کی علامت میں قارہ بلیو کیٹھن کے سامنے انکوہ 1924ء میں لکھی میں دلی قہمی۔"

('سراگن'، مباحثہ 'مستورہ' انوار اردو، حلقہ قومی زبان، کراچی دسمبر 1982ء ص 25)

ہمارے لغت نویس اور فرہنگ نگار محضات کا فرض بنتا ہے کہ وہ مثلاً ۲۰ جلدوں، پیش کردوں اور مزدوروں تک رسائی حاصل کریں اور ان کے پیشوں اور صنعتوں کی بڑی پیمائش دریافت کریں۔ کوئی جہ نہیں کہ ہم بھی H.W. Fowler کی 'Dictionary of modern English usage' کی طرز کی لغت نہ تیار کر پائیں۔

اسمائے مجموعہ

اس باب میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ یہاں انگریزی کی ماسمانہ تھکیہ بھی نہ جاتی ہے۔ اسمائے مجموعہ (Collective Nouns) کی ایک فہرست 'Noun of Multitude' ایسی ہے جس میں ہمارے حوزہ میں سے اکثر لغویں ہو جاتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں لفظ 'کھیتی' جمع بھی ہے اور مفرد بھی۔ جب مفرد ہے تو Collective اسم، اسم مجموعہ کہلاتا ہے اور جب جمع ہے تو Noun of Multitude اسم پاتا ہے۔ مگر اردو میں یہ لفظ کھیت مفرد بولا جاتا ہے، کھیتی جمع کے طور پر نہیں بولا جاتا۔ یہی باعث ہے کہ ہارنی گرامر میں کوئی اصطلاح ایسی نہیں ہے Noun of Multitude کا مفہوم ادا کر پائے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ مثال:

'The committee is sitting' کھیتی کا اجلاس ہو رہا ہے

یہاں لفظ کھیتی مفرد ہے۔ اور جب جمع ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں:

'The committee is divided in their opinion'

یعنی ارکان کھیتی کی رائے میں اختلاف تھا، کھیتوں کے ممبر مختلف رائے تھے۔ مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کھیتی اپنی رائے میں مختلف تھے۔ اس صورت میں ہم مجبور ہیں کہ ترجمے میں صرف سے کام لیں اور لفظ 'ارکان' اپنی طرف سے بڑھائیں۔

واحد جمع

اردو میں دو قسم کی جمعیں مسئلہ ہیں (۱) کامل اور (۲) غیر کامل یا جمع مفیدی

1۔ جمع کامل وہ ہے جس کے بعد صرف مفیدہ میں سے کوئی حرف نہیں ہوتا۔

2۔ جمع غیر فاعلی یا جمع مغیری وہ ہے، جس کے اخیر میں حرف مغیرہ میں سے کوئی حرف ہوتا ہے۔ مثلاً معدودہ ذیل حروف مغیرہ ہیں۔
 میں، سے، پہ، تک، کا، کے، کو، پہ وغیرہ۔

جمع فاعلی کیسے بنایا جائے

- 1۔ جمع فاعلی بنانے سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہے کہ وہ لفظ ذکر ہے یا صفت۔
- 2۔ اگر وہ لفظ ذکر ہے تو یہ دیکھنا فرض ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے کہ نہیں۔
- 3۔ اگر الف ہے تو سادہ ہو جائے گا اور اس کی جگہ یا ئے بھولی (ے) کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ مثلاً بیٹا سے بیٹے اور لڑکا سے لڑکے ہو جائے گا۔

4۔ اگر آخر میں الف نہیں ہے بلکہ کوئی اور حرف ہے تو وہ لفظ اپنی اصل صورت پر قائم رہے گا، اس میں کسی طرح کا تصرف جائز نہیں مثلاً مکان، چتر، درخت، گھر، صندوق، آلہ وغیرہ۔

اس قبیل کے الفاظ واحد اور جمع میں یکساں رہتے ہیں۔ بجلی واحد ہے کہ ان میں کم و بیش ابہام رہتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ابہام صرف الفاظ تک محدود رہے گا، فقرات میں باقی نہیں رہتا۔ فقرہ اس کی حیثیت (واحد یا جمع) کو واضح کر دیتا ہے۔ اس ابہام کا ازالہ کبھی اعداد و شمار کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی افعال و صفات کے ذریعے مثلاً
 'آپ کا مکان' واحد اور آپ کے مکان 'جمع' یا ایک مکان واحد اور دو مکان جمع۔

ہمارے چتر کون ہیں اس باب میں عربی اور فارسی کی کورانہ تقلید کرتے ہیں جو ہاؤز نہیں۔

اب آپے صحت لفظ کی طرف۔ اگر اس کی جمع بنائی مقصود ہو تو:

- 1۔ یہ دیکھنا لازم ہے کہ اس کے آخر میں یا ئے صرف (ی) ہے کہ نہیں۔ اگر 'ی' ہے تو جمع 'اں' سے بنے گی مثلاً بیٹی سے بیٹیاں اور لڑکی سے لڑکیاں۔

یہاں بھی قدرے احتیاط کی ضرورت ہے بعض معروف مترجمین نے کرسی سے کرسیں لکھا ہے۔

اس باب میں ان الفاظ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جو دیکھنے میں مؤنث اور حقیقت میں مذکر ہیں۔ یعنی ان کے آخر میں یا ئے صرف (ی) موجود ہے مگر وہ ہیں مذکر مثلاً

پانی، لہجہ، ہاتھ اور موتی وغیرہ۔ لازم ہے کہ ان الفاظ کو جمع بنانے کی صورت میں انہیں ان کی فعلی حالت میں رکھا جائے۔

- 2۔ اگر آخر میں 'ی' نہیں ہے تو 'اں' کا اضافہ کیا جائے گا مثلاً صورت سے صورتیں۔

جمع غیر فاعلی یا جمع مغیری کیسے بنایا جائے

اس کی واحد علامت (وں) ہوتی ہے مثلاً گھر کی جمع گھروں، میز کی میزوں اور دکان کی دکانوں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جب واحد ذکر کے آخر میں 'الف' ہو تو وہ گر جائے گا مثلاً بیٹا سے بیٹوں اور لڑکا سے لڑکوں۔

خیال رہے کہ انگریزی کے اکثر الفاظ جمع میں برتے جاتے ہیں لیکن اردو میں ان کے مرادف الفاظ واحد کے طور پر مستعمل ہیں۔ اس صورت میں بھی حزمین پر اردو کی پابندی لازم ہے۔ مثلاً TROUSERS کی جگہ پاجامہ (واحد) آئے گا اور Season (جمع) کی جگہ فصلی (واحد) آئے گا۔

بعض اوقات انگریزی الفاظ واحد اور جمع مختلف معنوں میں برتے جاتے ہیں، یعنی کسی لفظ کے واحد میں جو معنی ہوتے ہیں وہ جمع میں باقی نہیں رہتے بلکہ اس سے نیکر مختلف ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں مترجم کو سیاق و سباق سے بصیرت حاصل کرنی چاہیے۔ مثلاً Goods کے معنی ہیں عموماً اور اچھا وغیرہ مگر Goods میں کہیں بھی عموماً کا ثناء نہ تک نہیں اس کے معنی ہیں مال و اسباب۔ اس طرح Arm بازو اور Arms اسلحہ، Force قوت ہے اور Forces افواج۔

اس باب میں زیادہ احتیاط کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں واحد کے صرف ایک معنی ہوتے ہیں اور جمع کے ایک سے زائد۔ مثلاً معنی بہید معنی قریب جمع معنی واحد

موصولہ، درآمد، رسوم و رواج Customs رسوم و رواج Custom (1)

اثرات، اثرات Effects اثر Effect (2)

گوارہ، قضا، پرمیٹ Premises قضیہ Promise (3)

انگریزی کے بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے معنی واحد اور جمع ہر دو حالتوں میں ایک سے زیادہ ہوتے ہیں مثلاً

(1) بارخ (2) سبب (3) گھٹ Grounds (1) زمین (2) سبب Ground (1) حروف (2) ادب (3) خطوط Letters

(1) حرف (2) خط Letter (2)

انگریزی میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے واحد میں ایک سے زائد معنی ہوتے ہیں اور جمع کی صورت میں صرف ایک معنی رہ جاتا ہے۔ مثلاً Foot کے معنی ہیں (1) پاؤں (2) پہلی طرح جبکہ جمع Feet کی صورت میں صرف 'پاؤں' رہ گیا۔ دیگر مثالیں دیکھیے:

جمع واحد

(1) گھوڑے Horses رسالہ (2) گھوڑا Horse (1)

(1) اقوام Peoples لوگ (2) قوم People (2)

(1) سفوف Powders سفوف (2) پاؤدر Powder (3)

تذکیر و تانیث

اردو زبان میں لفظی سطح پر صرف دو جنسیں ہیں (1) مذکر (2) مؤنث۔ ہمارے پاس کوئی جنس نہیں جسے "مختل" کہا جائے اور جسے مردہ یا بے جان چیزوں کے اعتبار میں برتا جاسکے۔ جبکہ انگریزی میں ایسا ہے۔ سو اردو میں اس کے نہ ہونے سے ہمارے حزمین کو اس قدر دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ تو یہ ہی بھلی۔

پھر اس باب میں خود اردو زبان کی سطح پر اس قدر اختلاف ہیں کہ اتحاد و اتفاق کسی طور ممکن ہی نہیں۔ ایک لفظ دلی میں مذکر اور ٹھنڈے میں مؤنث بولا جاتا ہے اور دوسرا ہے کہ ٹھنڈے میں مذکر ہے اور دلی میں مؤنث۔ دلی اور ٹھنڈے دونوں زبانوں کے مراکز ہیں۔ دور الہا، لوگ حیران ہیں کہ کسی کی تقلید کریں اور کسی کی نہ کریں۔

ان حالات میں محرم کی کوشش یہی ہوتی چاہیے کہ زبان کے مراکز کی حتی الامکان تقلید کریں، تاکہ مصنف کے مخاطبائی پس منظر میں تخلیق کو سمجھا جاسکے۔

بہا اوقات انگریزی زبان میں ہے جان چیزوں سے اس طرح خطاب کیا جاتا ہے گویا وہ زندہ ہوں اور اس حالت میں انگلستان کے قصبات نے یہاں تک کیا ہے کہ انہیں محنت نہیں دینے دیا بلکہ حسب موقع ذکر یا مؤنث یاد دیا ہے۔ ولیم شکسپیر نے موت اور خواب کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔ 'موت' 'اے خواب!' وغیرہ اگر یہ اعزاز جان اردو کے اصولوں کے خلاف ہو تو انگریزی کی نہیں اردو کی تقلید فرض ہے۔ مثلاً انگریزی میں 'موت' ذکر ہے اور اس کے افعال و صفات سب ذکر ہیں مگر اردو میں موت، مؤنث ہے اور اس کے تعلقات بھی مؤنث رہیں گے۔

اعزاز بیان کا فرق

انگریزی زبان کے اعزاز بیان کو دیکھیں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

Direct (1) اور Indirect (2)

بلکہ اردو میں صرف ایک اعزاز بیان Direct ہی مروج ہے۔ اس ضمن میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی گئی ہے لیکن یہ ہر کسی و ناس کا کام نہیں۔ مثال دال کے دال، مربع و سیارہ اور گیتا و فلاسفر کے دال، 'انام بھاری' کو ترجمہ کرتے وقت محرم سنسکرتی نے نئے اسلوبی سانچے وضع کرنے کی کوشش کی ہے جو متعلقہ متنازع ہے، لیکن اس نوع کا کام بہت کم ہوا ہے۔

اس لئے پہلے مرحلے پر ہمیں یہی کوشش کرنی چاہیے کہ Direct اعزاز بیان کو ہی اپنائیں اور Indirect طریقے کار میں غلط ترجمہ کرنے سے بچیں۔ اس کی صورت یوں ہوگی۔

Direct:

Akber said "I am ill"

Hamed Said to me "I am ill"

He said to him, "where are you going"

Indirect

Akber said that he was ill

Hamed told me that he was ill.

He enquired of him where he was going.

اکبر نے کہا میں تیار ہوں۔

جانب نے مجھ سے کہا کہ میں تیار ہوں۔

اس نے اس سے پوچھا کہ کہاں تیار ہے ہو۔

ترجمے کی بندشیں

مقدمہ والا اصولوں کی پابندی کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ ہم لازماً پہلی ترجمہ کر پائیں۔ ہمیں بعض جگہوں پر چند دیگر سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مثال کے طور پر:

- 1۔ جہاں اصل عبارت کا مفہوم صاف نہ ہو، اصل متن کی عبارت ابھی ہوئی ہو اور ایک کی بجائے کئی معنی دے رہی ہو تو مترجم کا کیا فرض بنتا ہے؟
 - 2۔ کیا وہ بھی اس نوع کی بات کرے کہ ترجمہ کی معنی دے؟
 - 3۔ کیا مترجم کو حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے چند اضافوں کے ساتھ مطلب کو صاف کر دے؟
- ایسی صورتوں میں مختلف مترجمین نے ایک سے زائد طریقے ہائے کار برتے ہیں اور ان میں سے کوئی ایک صورت مسئلے کا آخری حل نہیں۔ اس باب میں علامہ انصاری رقمطراز ہیں:

"ایسی صورتوں کا حل بڑی حد تک اس موضوع پر، موضوع کے اس حصے پر اور اصل مصنف کے بیان پر منحصر ہے۔"

1۔ ممکن ہے عبارت کا اصل مفہوم اس لئے صاف نہ ہو کہ مصنف کی بیان پر کمزوری سے وہ الجھا رہا گیا ہو۔ اگر مصنف کی قدرت ہوتی یا اسے معلوم ہوتا کہ قارئین جگہ اس کی عبارت جھلک ہے تو وہ اسے زیادہ وضاحت اور سلاست کے ساتھ بیان کرتا۔ اگر یہ صورت نظر آئے تو ترجمہ کرنے والے کی قابلیت اس میں ہے کہ ترجمے میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ کا اضافہ بیان کا اضافہ کر کے انہیں ایسے لکھے کہ عبارت سچ ہو جائے۔

2۔ ممکن ہے اس مقام پر عبارت کو جھلک دیکھنے کا کوئی خاص مقصد ہو۔ بعض موقعوں پر یہ بات ضروری ہوتی ہے۔ خاص طور پر شاعری میں ایسے مقامات آتے ہیں جہاں پر کچھ کو سمجھنا ضروری نہیں ہوتا۔ آدھ میں بعض جگہ تاریک گوشے اصل مقصد کو لٹایا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں یا بعض جگہ جھلک سے پردے کی مجبوری کی وجہ سے ڈال دیے جاتے ہیں۔ صاف بات اگر کہی جائے تو اسے نہ مٹنے والوں کی سوجھ بوجھ برداشت نہیں کرے گی، یا حکومت برداشت نہیں کرے گی یا مذہبی اور اخلاقی ادارے چراغ پا ہو جائیں گے یا جان کے صحن میں فرق آ جائے گا اور لذت کم ہو جائے گی۔ ان وجوہوں سے بھی یہ ہو سکتا ہے کہ اصل مصنف نے اپنی عبارت کو کسی قدر ڈھکا چھپا رہنے دیا ہو۔ ایسے مقامات کا اور مصنف کے اس مقصد کا اعتراف لگا لیتا ترجمہ کرنے والے کے دل و دماغ اور انہی صلاحیت پر منحصر ہے۔ اگر وہ اسے چاہتا ہے کہ یہاں عبارت کو اور زیادہ واضح کرنے اور عام فہم بنا دینے سے اصل عبارت کی وہ ادائے حجاب پائی رہے گی جو مصنف کا غطاء ہے تو اسے مصنف کے غطاء

کی پابندی کرنی چاہیے اور عبادت کو جوں کا توں اپنی زبان میں منتقل کرنا چاہیے۔

3۔ اب اگر کہیں مترجم دیکھتا ہے کہ اصل عبادت میں فلاں صفت ایسا ہے کہ اس کے کئی معانی نکل سکتے ہیں تو اسے سوچتا ہوگا کہ معصوف خود اس مقام پر کئی معانی پیدا کرنا چاہتا تھا، وہ ایک رنگ میں کئی پتے پتے رنگوں کی آمیزش رکھنا چاہتا تھا یا اس کے ذہن میں اپنا ایک مفہوم تھا اور وہ لفظ یا جملہ ایسا تھا جس سے ایک وقت کی شعاعیں پھوٹی ہیں اور زبان کی ایک رنگ یا وضاحت میں جاگن ہوتی ہیں۔ یہاں بھر معصوف کے غماز کی پابندی کرنی ہوگی۔ اگر پہلی صورت ہے تو اسے اپنی زبان میں ترانے کے لئے دیباہی لفظ یا دیباہی مادہ واضعاً ہوگا جو کئی کئی معانی کی طرف اشارہ کرتا ہو اور اگر دوسری صورت ہے تو اسے اصل عبادت کی حدود سے آگے بڑھ کر ایسا لفظ تراشنا ہوگا جو چاہے عقلی ترجمہ ہو یا نہ ہو، لیکن اس ایک مفہوم کے لئے سب سے زیادہ جامع اور واضح دلی ہو، اسے اپنے ترانے میں اصل کی عبادت یا جملے سے اپنی تمام مضمونوں کو راستے سے جگانا ہوگا اور صرف ایک کو آگے بڑھانا ہوگا۔ (ترانے کے بنیادی اصول، مطبوعہ ادب لطیف، لاہور، اگست 1953ء)

آخری بات یہ ہے کہ یہ تمام تر حتریم کے طبقے پر موقوف ہے کہ وہ اصل متن کو کس طرح اپنائے۔ بعض اوقات صورت معنی سے دست و گریبان ہوتی ہے اور معنی درج ذیل یا لب و لہجہ سے الجھ پڑتے ہیں۔ ایسے میں حتریم کو تخلیقی سطح کی سوجھ بوجھ سے کام لینا پڑتا ہے، مجبوراً ذوقی عناصر کو شامل کرنا پڑتا ہے۔

ایسی صورت میں لیکن ہے کہ حتریم کی اپنی طرز تھا اور اسلوب تحریر لٹائیاں ہونے لگے۔ اس میں احتیاط لازم ہے۔ لیکن جہاں تک اس نے سر تسلیم خم کیا ہے اور منہ ہجہ والا مجبوروں کی بنا پر اس کی اپنی اہمیت یا اخصیت ترانے میں جاگی ہے تو یہ اس کا حق ہے۔ اس لئے کہ وہ نکل نکال نہیں بلکہ معصوف کا ہموار ہم مشرب اور حریف بھی ہے۔

ہندوستان میں ترجمے کی قدیم روایت

تمدنی، تہذیبی اور سیاسی صورت حال:

ہندوستان میں مغربی اقوام کی آمد کے ساتھ تہذیبی، مذہبی، لسانی اور سیاسی تبدیلیاں کے باب میں تین تاریخی یادگار درج ہیں:

27 / مئی 1498ء

31 / دسمبر 1600ء

یکم نومبر 1888ء

27 / مئی 1498ء کی تاریخ کا وہ ایک لمحہ ہندوستان کی مشرقیہ، سیاسی سوجھ بوجھ، معاشی منصوبہ بندی اور تہذیبی منظرے کے لئے ایک چمک بن گیا جب پرتگالی جہازرہن واسکو ڈے گاما کی قیادت میں بالاپار کے ساحلی علاقے پر پہلی بار لنگر اترے ہوئے۔ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ واسکو ڈے گاما کو پچیس سال بھر کی مختصر مدت کے بعد واپس پرتگال چلنا پڑا۔ لیکن اس کے بعد کالی کٹ کی بندرگاہ پر یکے بعد دیگرے مختلف مغربی اقوام کا ٹھکانا رہنے لگا۔ پرتگالی عرب تاجروں سے مقابلہ مسابقت کی لڑائی کر (Alvarez Cabral، ستمبر 1500ء) اور Alphonso Albuquerque کی راہنمائی میں ہندوستان آتے رہے لیکن 1505ء تک انہیں تجارتی مقاصد میں کامیابی نصیب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ اولیٰ پرتگالی وائسرائے Francisco Almeida ہندوستان آیا۔

(A History of India by J.H. Gense, s.L.Macmillan and co, st. Martins street London. 1944-25.p.)

پرتگالیوں کی اس جوشِ قوی کو کافی مدت کے ہندو درجہ زمردین نے تجارتی تعلقات کی کھڑاؤں دے کر حریف آسمان بنا دیا تھا، اور یہیں پرتگالی ریاست بھارہ کی اہم بندرگاہ گواہ کا بنی ہوئے کے بعد دکن، دہلی، بمبئی، چلی، سائیت، بھنے اور بنگلہ تک آگے بڑھ آئے۔ ہندوستان میں مغربی زبانوں کے تراجم کی ابتداء کا بھی یہی زمانہ ہے۔ پرتگالیوں کو ہانگل کے تراجم کے معاملے میں اولیت حاصل ہے۔ انہوں نے گوا میں اپنا چھاپ خانہ قائم کر کے وہیں سے ہانگل کا اولیٰ پرتگالی ترجمہ شائع کیا، جس کی اپنی تاریخی اہمیت ہے۔

18 ویں صدی عیسوی کے اختتام تک محل شہزادگان نے حج و زیارات کے لئے پرتگالی جہازوں پر ہی سفر کیا، جو تجارتی سہولت کے لہاسے میں مغربی ریشر وائلوں کو ہندوستان کے ساحلوں تک لائے تھے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب انگریزوں کی آمد سے پہلے ڈنمارک اور فرانس کے تاجروں نے بھی ہندوستان میں تجارت کے ساتھ سیاسی اختیار حاصل کرنے کے خواب دیکھے۔

31 دسمبر 1800ء کا دن، جب انگریز تاجروں نے ملکہ برطانیہ اترجہ اول سے ہندوستان میں تجارت کرنے کا فرمان حاصل کیا اور لندن میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی۔ کمپنی کا مقصد، کپتان ہائوس 1808ء میں ہندوستان آیا اور جہانگیر کے دربار میں حاضری دی۔ اس کے بعد کمپنی کے نمائندوں نے مسلسل پانچ سال بادشاہ وقت (جہانگیر) کو اس بات پر قائل کرنے کے لئے صرف کئے کہ تجارتی لین دین کے لئے لازم ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر کمپنی کا قاعدہ وضع ہو۔ بالآخر کپتان ہائوس کی کوششوں کے ساتھ 1808ء میں سورت کے مقام پر تجارتی کوٹھی کھولنا منظور ہوا۔ دوسری تجارتی کوٹھی کی منظوری سرہاٹس روٹے 1815ء میں حاصل کی اس کے بعد احمد آباد، آگرہ، بھونو، لاہور، مسوئی، بنگلہ، قاسم بازار، پٹنہ اور مدراس میں بھی کمپنی کے دفاتر قائم ہوئے۔ مدراس تک پہنچ کر کمپنی یہاں صرف تجارتی کمپنی نہیں رہ گئی تھی بلکہ اب وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک سیاسی تنظیم تھی۔ کمپنی نے مدراس شہر 1440ء میں آباد کیا اور اپنا پہلا قلعہ، سینٹ جارج، تعمیر کیا۔ 1861ء میں چارلس دوم کی شادی پرتگالی شہزادی سے ہوئی تو سینٹ کا تمام علاقہ بطور خیر النکاتان کے قلعے میں چلا گیا، جو حکومت برطانیہ نے 1888ء میں کمپنی کی تحویل میں دے دیا۔

یہ اور تک ریب، جہانگیر کا آٹری زمانہ تھا اور مرکزی حکومت صوبائی سطح پر خود مختار حکومتوں کی پیدائش ہوئی جنہیں کاغذ پر جلی جھس۔ 1869ء میں سورت کے گورنر سر جارج آک زنگن نے کمپنی کے سرگرم کارکنوں کو مشورہ دیا تھا کہ:

”حالات کا اب بگنی کاغذ ہے کہ آپ تجارت کا انتظام براہِ شعیبہ کریں۔“

اور کمپنی نے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے 1887ء میں مدراس کے گورنر کو لکھا تھا کہ:

”ایسی سول اور فوجی حکومت قائم کی جائے اور دونوں شعبوں کی کفالت کے لئے اپنی آمدنی کا بندوبست کیا جائے جو

ہندوستان میں ایک وسیع اور پائیدار برطانوی قبضے کی بنیاد بن سکے۔“ (”گورنر“ سہاسن۔ دایال طاشرہ کراچی 1983ء

ص 127)

واضح رہے کہ یہ پادشاہت اس زمانے کی ہے جب شہنشاہ اورنگزیب مدراس سے چند سو میل کے فاصلے پر دکن فتح کرنے میں مصروف تھا اور غلیہ سلطنت بظاہر متحد و مستحکم دکھائی دیتی تھی۔

اس واقعہ کے صرف 78 برس بعد یعنی چالیس اور تیسری فیصلہ کن لڑائیوں کے نتیجے کے طور پر 1785ء میں شاہ عالم ثانی (1760ء۔ 1806ء) نے شاہی فرمان کے ذریعے چند شرانگہ کے ساتھ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے صوبوں کے دیوانی اختیارات باقاعدہ طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو سونپ دیے۔

لے شاہ شرانگہ میں سے ایک چھوٹا شرطہ تھی کہ کمپنی بہار و بیچوں صوبوں میں دفتری زبان فارسی ہی رکھے گی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گورنر کلکٹ دارن ڈسٹو (1774ء۔ 1775ء) کو جب سرکاری ملازمتوں کے طیلے میں تقسیم یا تو مسلمانوں کی خیریت حسوں ہوئی تو اس نے اپنی پادشاہت میں لکھا

”قاری مٹا ہے کہ دہلی اور فرجاری نوعیت کی اہم اسلامی تہذیبیں کے (لکڑیاں) مہدوں پر مسلمانوں کو مقرر کریں۔ یہ فرائض عربی اور فارسی زبانوں اور اسلامی قوانین کی جامع و مانع لیاقت ہی سے ادا ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ علوم اور طوا و راجہ دلائل مانع ہوتے جا رہے ہیں۔“

”Muslim religious education in Indo-Pakistan Islamic Studies“

ان ڈاکٹرز، اہل حق۔ سلیمہ اسلام آباد 1975ء ص 278

انہی وجوہات کی بنا پر دارل دہلی نے حدود و انتہا بھٹ پالیسی اختیار کرنے، عوام کو قانونی تحفظات دینے اور شہزادگان کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ 1781ء میں مدرسہ عالیہ (کلکتہ) کی بنیاد رکھی۔ یہ اقدام برطانوی طرز حکومت اور ہندوستانی طرز معاشرت میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلے میں نقش ادا ہے۔ اس کے ٹھیک تین سال بعد سرولیم جھڑنے 1784ء میں ایشیا ٹیک سوسائٹی آف بنگال قائم کی۔ (دہلی ریاست اور بہار گورنمنٹ ٹیک کالج تھا۔ 1783ء میں جھڑنے آباد اور 47 برس کی عمر میں یہیں وفات پائی۔)

دارل دہلی اور سرولیم جھڑ (دیکھ انگریزی مستشرقین) کی ہندوستانی زبانوں (خصوصاً بنگالی اور اردو) اور مشرقی علوم سے دلچسپی محض ایسٹ انڈیا کمپنی کی سیاسی اور انتظامی ضرورتوں کا تقاضا نہ تھی بلکہ یہ دلچسپی 18 ویں صدی عیسوی کے حکون حجاز مہد میں اہل مغرب کا حجاز بن چکی تھی۔ پرتگالی، برطانوی اور فرانسیسی تہذیبی کمپنیوں کے تارکروں، ہندوستان کے مغربوں اور مشرقی مذاہب کی مثال میں اٹھے ہوئے تہذیبی طاقتوں کی داستانوں نے ہندوستان کو مغرب میں سونے کی چڑیا اور پراسرار تہذیبی خزینہ مشہور کر دیا تھا۔

بجی سبب ہے کہ سیرام پور کے سکھ مشن، قاری کی تقلید میں گورنمنٹ کے نوجوان ’لارڈ ہائز اور ولیم بلیک کی تحلوں، سوسائٹ کے ’انجیل کا سڑ شے کی ’سلام کی بھارت‘ ماہیں سن کر سو کے اٹو کے تجربات، والٹر کے فسانے، عمر خیام کے تراجم، دیگو اور گویا کی مصوری میں مشرقیت کے عمل دہل سے لے کر دلیا دیکھنے اور جان سامرزنگ۔ حتیٰ کہ ماہر باغیچہ نیچور کی حاشیہ متواتر تک میں بھی مشرقی ذہنیت کا فرما نظر آتی ہے۔

اس کے برعکس چارلس گرانٹ جیسے کمپنی کے دھما ہندوستانوں کو انگریزی زبان سکھانے پر بھی مصر دے۔ چارلس گرانٹ کے خیال میں ہندوستان کے ہاسیوں کی جہالت اور لاطینی انگریزی تعلیم کے ذریعے دور کی جا سکتی تھی یا میں کہنا چاہے کہ اس کے خیال میں انگریزی زبان کی معرفت ہندوستانوں کو تاج فرما دیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس زمانے میں اس کی یہ آواز کمپنی کے دھما نے نہ کر دی۔

چارلس گرانٹ کی خواہش آگرہ اور دہلی کی فتح کے بعد اس وقت آباد ہوئی جب خود کمپنی بہادر نے نواب قادی اللہین کے 1782ء میں قائم کردہ ایک مدرسے کو 1825ء میں ’دہلی کالج‘ میں بدل دیا۔ بقول ڈاکٹر مولوی عبدالحق دہلی کالج میں انگریزی زبان کا شعبہ کھلنے سے ”لوگوں میں بڑی بے چینی پھیلی اور ہندو مسلمان دونوں نے اس کی مخالفت کی۔ دین دار بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ہمارے نوجوانوں کے مذہب بگاڑنے اور اندرونی اندر دینی اندر دینی مذہب کے پھیلانے کی ترکیب ہے۔“

(مجموع دہلی کالج“ نمبر 18)

میں وہ طداشت تھے جو 1857ء کی جنگ آزادی کا باعث بنے۔

بہرحال، دہلی، کانپور اور کھنڈ میں جب ہندو سپاہیوں نے گھاتے کی چوٹی منڈھے کا دوس کو داغوں سے چبانے سے انکار کیا تو مسلمان سپاہی کے کان میں پچھے پچھے کوئی سرگوشی کرتا تھا کہ یہ چوٹی خود کی بھی ہو سکتی ہے۔ بہت لگن ہے ہندوستانی شہزادگان اور جاگیرداروں کے نزدیک لارڈ ڈلہوزی کی حکومتی پالیسی قابل قبول نہ ہو یا زمینوں کے بارے میں نیا مالیتی نظام پر یقین کن ہو، لیکن عوامی سطح پر لوگوں کا مرنے مارنے پر چار ہو جانا محض متعدد ہوا حقیقت وہ پالیسیوں کا لازمی نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ اس نورا کے بدلے کے لئے روحانی سطح پر ہمت کی شمولیت ضروری ہے اور اس شمولیت کو 1857ء کی ناکام جنگ آزادی لڑنے والوں کی آخری صفوں تک موصول کیا گیا۔

یکم نومبر 1858ء کو کبھی کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ہندوستان تاریخ برطانیہ کے زیر سایہ چلا گیا اور یہاں سے تہذیبی، مذہبی، انسانی اور سیاسی لحاظ سے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

یہ تو ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور سیاسی لحاظ سے ایک خاک تھا لیکن حقیقت میں یہ صرف سیاسی سطح نہیں تھی۔ اس سطح کے ہندوستان کی تہذیبی زندگی پر بھی ڈھارس اثرات مرتب ہوئے۔

عہد انگریزی سے شاہجہان کے عہد تک غیر ٹیکوں کے ساتھ مذہبی معاملات میں حکومتی سطح پر جو رویہ ردوار کیا وہ مختصراً کچھ یوں ہے

879ء برطانیہ 1521ء میں ابراہیم حسین مرزا نے بھارت کے قلعہ ہند سورت پر قبضہ کر لیا۔ اس کی سرکشی دہانے کے لئے انگریز لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور لارڈ انگریز بھی پھیلا کر کے موقع پر پہنچا۔ اس زمانے میں غیر ملکی سوداگروں کے جہاز بند گاہ تک آتے جاتے تھے اور ابراہیم مرزا نے فرنگی تاجروں کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور یہ لالچ دی کہ قلعہ ان کے حوالے کر دے گا۔ لیکن فرنگی تاجروں کے جتنے نے انگریز لشکر کا پلہ بھاری دیکھا تو اپنی ہی جگہ سے اور انگریز کی خدمت میں حاضر ہو کر تحفہ تحائف خزانہ، مسافرت کار کھلانے اور قلعہ والہ نام کے ساتھ رخصت ہوئے۔

مصر کا ذکر کے کئی برس بعد انگریز نے حلقہ حویب اللہ کاشی کو زہر کثیر دے کر بند گاہ، گوارا نہ کیا اور حکم دیا کہ دہلی کی فرنگی صنعت کار دوست کار ساتھ لائیں۔

اس طرح فرنگیوں کا ایک گروہ تحفہ تحائف کی فراہمی کرتا اور آدھن اپنے بھاتا ہوا انگریز کے دربار تک آیا۔ اس کے بعد پادری فرنگی اور جیسی مسیحیوں کے گروہ انگریز کے دربار میں حاضری دیتے رہے۔ انگریز نے شاہزادگان کو ان کا شکر دیا تو عوامی کتب کے قریب کا سامان فراہم ہوا۔ مولوی ذکار اللہ لکھتے ہیں:

”وہ انجیل لائے اور حلیت پر دلائل حاکم نصرانیہ کا اثبات کیا اور ملت عیسوی کو رواج دیا۔ شاہزادہ مراد کو حکم ہوا کہ پندرہ انجیل بھیجا ہے۔ شیخ ابو الفضل اس کے لئے حزیب ہوا۔ پندرہ قرآن جو بطور رسم اللہ کے تھا، اس کا یہ ترجمہ ہوا۔“

”اے نام تو دے ڈاؤں کر سٹو

درجیں اور کر سٹو مینی عیسیٰ مسیح۔ یعنی تو نے وہ کام حیران مہربانی اور زیادہ بے عقل دلا ہے۔ میرے سوال کوئی طے انہیں ہے۔ شیخ فیضی نے اس پر دوسرا مصرعہ لکھا:

’سناٹک لاسناک‘ نامی تحریف کرتے ہیں، پھر اس کو کوئی خدا نہیں ہے۔

(’تاریخ ہندو غم‘ ص 229) مولہ علی فرنگی کا ہاں ’’اور مولہ علی ہندو غم‘’ کے نام پر پندرہ ستمبر 1981ء کو لکھی گئی 15 صفحات والا

(1981ء ص 3)

بعض مورخین شیخ فیضی کا مصنف ’’سناٹک لاسناک‘‘ یا مؤلف کہتے ہیں۔

اکبر نے پرتگیزی پادریوں کو نہ صرف سزا دے بغیر دیا بلکہ لاہور اور آگرہ میں گرہا گھر تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ لاہور کے گرہا گھر کے آثار اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اکبر، انجیل کا ترجمہ کروانا چاہتا تھا لیکن اس کی زندگی میں یہ منصوبہ ادا ہوا رہا۔
محمّد حسین شمس نے تاریخ اکبر آباد ص 133 پر جہانگیر کے ایک فرمان کو نقل کیا ہے جس سے ظہیر گرہا و قبرستان کی اجازت کا پتا چلتا ہے۔

ایک زمانے میں اکبر نے مختلف مذاہب کے علماء کے مابین ایک مناظرے کا اہتمام کیا۔ اس نے پرتگیزیوں کو کھٹکا کہ وہ اپنے مشنری مبلغین کو مع اپنی شریعت کی کتاب کے بھیجیں۔

چنانچہ 3 دسمبر 1568ء میں یہ لوگ سورت پہنچے۔ جہاں ان کا مقامی استقبال ہوا۔ فروری کو یہ مشنری مبلغین پٹنہ ریکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا پہنچا۔ شہنشاہ اکبر کے سامنے پیش ہوئے۔ پادریوں نے حضرت عیسیٰ کی تصویر پیش کی تو اکبر نے اس کی تعظیم و تکریم اپنے مذاہب اور عیسائیوں کے مذاہب کے مطابق کی۔ اس کے آگے سر جھکا دیا۔ کہیں کو بیٹا، محمد کیا اور حضرت مریم کی تصویر جو جاہلیات سے عربی قبیلہ کی تو بادشاہ نے کہا: ’’نیک آسمان کی کیا انجلی عہد ہے‘‘ اس کے بعد پادریوں نے چار زونوں میں انجیل پیش کی تو بادشاہ نے اسے چاروں سر پر رکھا۔ (’’مہمہ مقدسہ فرنگیوں کا ہاں‘‘ ص 37)

اسی زمانے میں اکبر نے کتاب ’’سیرت مسیح‘‘ فارسی زبان میں تصنیف کرائی۔ جس کا ایک ہاتھوں نسخہ کتب خانہ آصفیہ۔ میرٹھ پادشہ میں داخل محفوظ ہے۔

محمد جہانگیری میں عیسائی مشنریوں کو کسی مذہب کی تبلیغ کی عام اجازت تھی۔ وہ جہاں چاہتے وہاں کرتے۔ 4 فروری 1611ء میں لاہور آئے ہوئے نیل کے سوا کرولیم فرنگی نے دیکھا کہ قلعہ لاہور کے ایک دیوان خانے کے صدر دروازے پر حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویریں آویزاں تھیں۔ یہ جہانگیر کا مہم تھا۔

یوں دیکھا جائے تو اعتقاد میں جو بعض مصل سوانگروں کی حیثیت سے ہر جگہ (شمال ہندوستان) پہنچے لیکن رتو رتو قدم جانے کے ساتھ ہی انسانی حس و آواز کے قاتل طبیعت طبعی طور پر آئے اور عیسائیت کا فروغ پایا گیا۔

1۔ پہلے انہوں نے حکومت کرنے کے خواب دیکھے۔

2۔ بعد ازاں اپنے مذہب اور عقائد کی ترویج چاہی۔

شاہجہان کے عہد میں ہندوستان کے ہمسایوں پر مغربی افکار کا اثر رنگ جمانے لگا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ خود وہ بارہا شاہجہان کی مشابہت پر دانشمند خان اور ملا عبدالکلیم سیکھوئی کے مابین بعض علمی مسائل پر مناظرے بھی ہوئے۔ مظاہر محمد کے مورخ خانی خان نے فرنگیوں کے اثرات کا مطالعہ بڑی بھر مہدی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ ہندوؤں کے معبودوں میں حضرت عیسیٰ

اور مریم بی بی کی صورتوں نے بھی جگہ بنائی تھی، جس سے وہ طرفہ اثرات کی نگاہ دی ہوتی ہے۔

اول اول یہ اثرات ہندوستان کی بندرگاہوں سے منسلک شہروں میں مخصوص کئے گئے اور اس کے بعد تھارتی لیکن دین کے ساتھ ساحلی علاقوں سے اندرون ملک تک سرایت کر گئے۔

آج مذہبیات سے متعلق مغربی اور مشرقی محققین اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ 10 ویں صدی عیسوی کے اختتام اور 11 ویں صدی عیسوی کے آغاز پر ایران میں ’خاندانہ‘ تحریک کا آغاز سراسر پرنسٹن تحریک کی طرز پر ہوا۔ (۲) یہ تحریک اپنی ابتدا میں گھبراہٹ کی جڑ سے کا رائل کھائی گئیں ہوں ہیں جتنے گونا گونا گونے کی تحریک صیالی مذہبیات کی بنیادوں پر ایک کاہلی ضرب سے کراہی۔ اس کا بھی پتہ پیش کا زمانہ دی ہے جب یورپین اقوام نے بکری، بکریوں کے دوسرے دیگر نمائندہ ملک تک رسائی حاصل کی۔

مغربی محققین نے ’خاندانہ‘ تحریک کو اسلام کا پرنسٹن فرقہ کہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ تحریک شیخ محمد بن عبدالوہاب سے منسوب ہو کر ’اہل بیت‘ کی اور یہ مذہبی فرقہ ’الجمہ بیت‘ کہلاتا ہے۔

یوں حقیقت یہ کہہ بھی ہو، لیکن اس بات کے شواہد بکثرت موجود ہیں کہ انگریزوں کو سیاسی اقتدار حاصل ہونے سے بہت پہلے فکری اور مذہبی بنیادوں پر کامیابیاں حاصل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

بہت پہلے اس نوع کی صورت حالات کا قور ابو حنیفہ، مالک اور شافعی جیسے بزرگوں نے فذ کی تدوین کے صورت میں کرنا چاہا تھا۔ ہندوستان میں (عہد جاگیر) شیخ ابو سرہندی، صدر الف جانی نے سب سے پہلے یورپ کے اس عقلی و فانی اور فکری تسلط اور تغفل ور بار میں، اس سے پیدا ہونے والے خطرات کو محسوس کیا۔ ایک دہائی سے کہ وہ مسلک وسط کے چالنے میں کامیاب ہوئے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فذ بھی بچ گئی اور تصوف بھی جانی سے محفوظ رہا۔

شاہ ولی اللہ نے اپنے دور میں دنیائی آلائشوں اور حرص و آرزو کے سطوں کی روک تھام کے لئے جواہر اچٹا اس سے جمل آگئی کے لئے تین مختصر اجتماعات (دعوتی نظام) دیکھتے چلے۔

1۔ ”جن علوم کی حیثیت صرف ذرائع اور آلات کی ہے (مثلاً صرف دھند وغیرہ) تو ان کی حیثیت آل اور ذریعہ ہی کی رہنے دو۔ نہ کہ خود ان ہی کو مستقل علم بنا بیٹھو۔“

2۔ ”اے آدم کے بچے! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہے، جس میں وہ آرام کرے، انکا پانی جس سے وہ سیراب ہو، انکا کھانا جس سے لبر ہو جائے، انکا پکڑا جس سے تن اچک جائے، ایسی ہی جو اس کی شرمگاہ کی حفاظت کر سکتی ہو اور اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد سے سکتی ہو، تو یاد رکھو کہ دنیا کمال ملو سے اس شخص کو مل بھی ہے، چاہے کہ اس پر خدا کا شکر کرے۔“

3۔ ”کھڑکی سے آری ہڈی ٹیکوں کو جھانک سکتا ہے اور ڈھیر کے لئے اس کا صومہ کافی ہے۔“

(’المجموعۃ النبیہ‘ سے اقتباسات۔ مشمولہ ”تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ“ از علامہ طاہر احسن گیلانی۔ ضمیمہ ایکٹا جامعہ دارالعلوم دیوبند، دسمبر 1948ء، ص 99-103-106)

شاہ ولی اللہ نے کفر مذہبی ماحول میں بڑی جرأت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے ترجمہ کی بنیاد رکھی، بعد میں اسی بنیاد پر شاہ رفیع الدین نے فقہی اور شاہ عبدالقادر نے پاکارہ ترجمے کی عمارت کھڑی کی۔ اور یوں ہزاروں مذہب، عوامی رابطے کا وسیلہ بنے۔

(شاہ محمد اقدس نے ۱۶۶۵ء میں قلعہ محل کیا جو بجلی پر دہلی سے نومبر ۱۹۲۹ء میں شاخ ہوا۔ داغ رہے گراں سے پہلے (۱۷۷۰ء) شاہ مراد علی احمد دہلی شہر کا مراد قلعہ صرف ۳۵ بی پارے تک محدود تھا۔ دہلی سے ۱۸۳۱ء میں شاخ ہوا۔)

شاہ ولی اللہ کے مکتبہ فکر کے مطابق سکھ تحریک، گورو گووند کی سیاسی سطح پر بڑی پکڑنے کے ساتھ ہی مذہبی تحریک میں بدل گئی، یہاں تک کہ دراصل کے طور پر گورو گووند کا جانشین گورو بندہ اہل اسلام کی آہواں پر چڑھا آتا اور ہاتھوں میں جس کسی کو پاتا، باقی نہ چھوڑتا، خواہ کسمن بچے ہی کیوں نہ ہوں حتیٰ کہ حاضر عورتوں کے چہرے چاک کر ڈالتا اور پیدائش سے پہلے ہی بچوں کو مار ڈالتا۔ شہزادہ فرخ سیر نے اس علم و زیادتی کا خاتمہ بہ ذراہ شفیہ مہد اقصیٰ خان قورانی (صوبہ دار کشمیر) کے ذریعے کروایا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گورو اردن کے سیاسی نکل کے بعد گورو بندہ نے ولی میں جو قیمت، ذہنیاتی حسن شاہ ولی اللہ اس کے خاتمہ دیا گواہ تھے اور اسی نے شاہ ولی اللہ کو اپنی حکمت عملی کی طرف راغب کیا۔

اس سے قبل مرہٹہ تحریک نے دکن میں سرالہ تو اور گڑب کو پورے پچیس سال مرہٹوں کی کوتاہی پر صرف کرنے پر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مرہٹہ تحریک کا مقصد ہندوستان کو قدیم پراگین تہذیب کی طرف واپس لے جانا تھا۔ اللہ جانے کیسے۔ یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ یہ دونوں تحریکیں اور گڑب کی عقل جبریت کے خلاف احتجاج کی صورت میں تھیں؟ بہر طور، مذہبی سطح پر عیسویں کے احتجاج نے شاہ ولی اللہ دہلی کی سوچ کو گہر پر طرحت سے سمجھ کر کیا اور ان کی سوچ ہندوستان میں صرف مسلمانوں کی (اور مسیحیوں) سے وابستہ ہو گئی۔

ملاقات جہاں شاہ ایران و افغانستان کے نادر شاہ (مستقل، نصف شب یک شہر گیا۔ یو بی عبادی اتار ۱۱۹۵ء مطابق ۲ جون ۱۷۹۷ء) نے ہندوستان پر بغیر کسی مقامی مددگار کے صرف ایک بار حملہ آور ہوا تھا اور اس کی افواج نے ۱۶ مارچ ۱۷۳۹ء بروز اتوار صبح نو بجے تا دو بجہ دو بیگ دہلی شہر لٹا اور قتل عام کیا۔ (حوالہ "شاہ ولی اللہ دہلی کے سیاسی کتبہات" مرتبہ خلیف احمد نقوی، ص ۱۷۵)

نادر شاہ کے بعد شاہ افغانستان احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۹۷ء تا ۱۷۹۹ء ہندوستان پر نو (۸) حملے کیے۔ ابدالی، صابر شاہ کا مرید تھا۔ لاہور کے مہذوب اور دانش صابر شاہ سے احمد شاہ ابدالی کی عقیدت اور محبت کا تعلق ۱۷۹۹ء میں قتل نادر شاہ سے تھیں جس قتل خبر لاہور میں قائم ہوا، جب ابدالی، نادر شاہ کا منصب دار تھا۔ ابدالی، اس مہذوب کو اپنے ساتھ قندھار لے گیا اور بیٹھ اپنے قریب رکھا۔ ۱۱۹۵ء/ ۱۷۹۷ء میں ابدالی نے اسی مہذوب کو ہندوستان پر پہلے حملے کے امور طے کرنے کی خاطر قندھار لاہور کے صوبیدار شاہ نواز خاں کے پاس بھیجا تھا اور شاہ نواز خاں نے اسے بھگلا ہوا سیسہ پلا کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صابر شاہ کا حرار عقب بادشاہی مسجد

لاہور میں ہے۔ (دیباچہ "مہرت ہند" اور مفتی علی احمد علی شملی ۱۹۵۹ء، مطبوعہ پنجابی ادبی انکوائری، لاہور، طبع اولیٰ ۱۹۹۱ء، ص ۲۰۱-۲۰۲)

ہندوستان پر چوتھے حملے (۱۱۹۵ء/ ۱۷۵۳ء) سے پہلے احمد شاہ ابدالی کے سرحد کے صوبی بزرگ میاں محمد عمر چنگی سے براہ راست رومانی یا سیاسی رابطے کے خواہش نہیں تھے۔ البتہ ہندوستان پر چوتھے حملے (۱۱۹۵ء/ ۱۷۵۳ء) کے موقع پر ابدالی اور میاں محمد عمر چنگی کے مابین سیاسی رابطہ شاہ ولی اللہ دہلی کے ایک عقیدہ اور عقیدہ دہلی کے ایک اہم منصب دار نجیب الدولہ (دورانہ منصب جلیلہ دہلی شہر ۱۷۶۱ء تا ۱۷۷۰ء) نے کر دیا۔ اس لئے کہ نجیب الدولہ میاں محمد عمر چنگی کی آپائی کا کیر علاقہ دوا ہے ساندل پاری کا چاکر دوار تھا۔ بعد ازاں ۱۷۶۱ء تا ۱۷۷۰ء میں وہ دہلی کے دہلی میں رہا۔ دہلی کا مالک رہا۔ اس کی پیدائش ۱۷۰۷ء موضع مہری، نزد پٹوار کی تھی۔ سلا پٹوار تھا اور شاہ ولی اللہ دہلی کے مرید ہونے کے حوالے سے مسلک نقشبند پر میں میاں محمد عمر چنگی کا ہم مسلک بھی تھا۔

نقیب الدولہ کا انتقال 13 اکتوبر 1770ء کو ہوا لیکن امیر شاہ ابدالی اور میاں محمد عمر چنگٹی کے باہمی سیاسی رابطے (کہ بہت ہندوستان پر چڑھا حملہ 1165ء/1752ء) میں امیر شاہ ابدالی اور میاں محمد عمر چنگٹی کے بیچ کسی روحانی رابطے یا جڑی مریدی کے تعلق کو دخل نہیں۔ اس بات کے شواہد ضرور ملتے ہیں کہ حضرت میاں محمد عمر چنگٹی نے امیر شاہ ابدالی کے کشمیر، ہندوستان پر چڑھتے حملہ (1752ء) کے موقع پر اپنے ساڑھے سترہ ہزار پیگمور مرنے پر اس کے صبرا کر دیے، جن میں میاں محمد عمر چنگٹی کے فرزند صاحبزادہ عبداللہ میاں گل کے علاوہ آپ کے تین غلام (افغند محمد جوسف، افغند جان محمد کاکاں اور افغند محمد اکرم) بھی شامل تھے۔

(دیکھئے: "تذکرہ مصفاۃ سرحد" اثر ابراہیم قدسی، مطبع لال، 1968ء ص)

جبکہ امیر شاہ ابدالی کے ہموی و کشمیر پر اس حملے کا سوائے ہوشِ شک کیہی کے کوئی حجاز دکھائی نہیں دیتا۔ اس حملے کا واحد سبب یہ تھا کہ امیر شاہ ابدالی نے کشمیر کے گورنر سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کے اقتدار کو تقسیم کرے۔ گورنر کشمیر نے انکار کر دیا تو یہ حملہ کیا گیا۔ دہلی، مول، دلچیت دہلی نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن بالآخر شکست کھائی اور کشمیر، امیر شاہ ابدالی کے قبضہ میں چلا گیا۔ (دیکھئے: Islamic Culture, Vol. XL, No 4, P 493, 500) ہندوستان پر پانچویں حملے (1757ء) کے لئے ابدالی خود نہیں آیا تھا۔ بلکہ مثل شہنشاہِ عالمگیر دہلی نے اپنے مفرد وزیر شہاب الدین المعروف غازی الدین سے چٹگانا پالنے کے لئے ابدالی کو نجیب الدولہ کے ذریعہ دعوت دی تھی۔ (دیکھئے: "فرستہ الاخرین" اور Elliot+Douson, Vol. VIII, P 163, 241۔ اس حملے میں ابدالی الطوارج نے مسلسل تین دن دہلی میں لوٹ مار کا بازار گرم کیے رکھا۔ ابدالی نے غازی الدین کو معزول کر کے دوبارہ بھال بھی کر دیا اور اپنے قریبی خیر نجیب الدولہ کو امیر لاهور مقرر کر دینے کے بعد بے پناہ دولت سمیٹ کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد امیر شاہ ابدالی کے ہندوستان پر چھٹے حملے (51-1760ء) کی فضا شاہ ولی اللہ دہلوی نے امیر شاہ ابدالی کے نام درج ذیل خط لکھ کر چڑھ کر دی:

"ہام شاہ ہے، بعد حمد و صلوات کے یہ چند کلمات ہیں جن کے گھیسے جانے کا باعث اسلامی تہذیب ہے۔ اللہ تعالیٰ بن کلمات کو گواہی مبارک تک پہنچا دے۔ سوائے دہلی و دکن کے، خاص طور پر عربوں کے تعلق ہے۔ قوم مرہٹہ کو شکست دینا آسان کام ہے، بشرطیکہ فاتحان اسلام کرمست بائندہ نہیں۔ الموضع قوم مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا خطر ہے۔ غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بددہائی دہلی و آگرہ کے درمیان ہے۔ اس قوم نے فرصت کو قبضت جان کر بہت سے گتے قبیر کر لیے اور اپنے ہائی بدعتی رکھ کر پٹ مادی کا طریقہ شروع کر دیا۔ سورج مل اس جماعت کا سردار ہو گیا اور لہار کا راست اختیار کیا۔ پھر محمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کر کے جنگ توپ خانہ شروع کی، لیکن خدا کے فضل سے صفد جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد ناکامیاب واپس ہوئے۔ ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں بشرطیکہ ملکہ، خشک مسودہ ہو دولت ایک کڑی بھی ملے مشکل ہے۔ جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ دو سو محصول کی جگہ ہے۔ راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ دو سو سے کم آمدنی کا نہیں ہے بشرطیکہ ہر روپہ پر طران مقرر کیا جائے۔ محمد محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کڑی کی آمدنی تھی اور وہیں کا صوبہ دار بیش بہا واقف سمجھا جاتا تھا۔ اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے امراء میں اچائی بادار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے انتظامی ہے اور وہیں ایک بے حقوق ہواقت کارو جو اس مین باجم قدیم کا نو سر مسلما ہے (لوٹ سراج الدولہ کی طرف اشارہ 1758ء میں علی وردی شاہ کے انتقال کے بعد بنگالہ کا صوبہ دار ہوا

قلم برکری وہ نوجوان خواں بے شمار کا نام ہے۔ بات کے حرکت کو وہ ہم برام کرنا بھی تھکے کے نزدیک آسان کام ہے۔ حاصل کام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلموں کے طبقہ کی نوعیت یہ ہے جو سرحدیں جان میں آتی اور مسلمانوں کا فلسفہ اس حد تک پہنچ گیا، جو لکھا گیا۔ فی زمانہ اس بارہادہ جو صاحب اقتدار و حرکت ہو اور نظریہ جانیں کو شکست دے سکتا ہو، اور امتداد ملے، جنگ آزما ہو، سوائے آجنگاپ کے اور کوئی موقع نہیں۔ چینی طور پر جہاب عالم پر (رض) میں ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا قتل و قتل اور غلطائے مسلمین کو غیر مسلموں کے چنے سے آزاد کرنا۔ اگر کلمہ کفر صدا اللہ ہی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو کلمہ سہی کر دیں گے۔

”شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی کتبوبات: ”مرتبہ تطبیق احمد نظامی، مطبوعہ: علی گڑھ (مقدمہ مورخہ 25 دسمبر 1850ء) کے صفحہ 45 تا 58 میں مثال کردہ حیرہ سے زائد صفحات پر مشتمل یہ بے نام مکتوب ”عام شاہ“ (پہلی زبان فارسی) گزشتہ جیس جیس برس سے علمی، مذہبی اور سیاسی مصلحتوں میں زیر بحث رہا اور تاحال ہے۔ اس خط کے مندرجات کو ہندو مسلم وطن پرستوں نے فرق و امتداد قرار دیا۔ فی الوقت یہ ہمارا موضوع نہیں، البتہ دیکھنا یہ ہے کہ میاں محمد عمر چنگٹی نے اپنے تعلق دار، نجیب الدولہ کے کہے پر خط آور ہونے والے احمد شاہ ابدالی کو افرادی قوت مہیا کرتے وقت کیا سوچا ہو گا؟ کیا محض سلسلہ نقشبندیہ سے غور ان کا، شاہ ولی اللہ دہلوی کا یا نجیب الدولہ کا ہشامک اس نوع کے اہم فیصلوں کے لئے کافی تھا؟ جب کہ میاں محمد عمر چنگٹی (پ 1873ء)، شاہ ولی اللہ دہلوی (پ 1703ء) سے عمر میں نہیں برس بڑے تھے اور دہلوی مرتبہ میں بھی ان سے کسی طور کم نہ تھے۔ محمد شاہ جہان سے جدی پہنچی جاگیر دار تھے اور سرحد کی سب سے بارسوغ شخصیت تھے۔ ان کو اور شاہ ولی اللہ دہلوی کو ہندوستان پر طلبہ کفر سے اجابت کے ضمن میں غیر مسلم مرہٹوں، چاٹوں اور سکھوں کی تادیب حضور قلمی یا محض دہلی شہر یا سلسلہ نقشبندیہ سے خشک دہلی کے باڈر منصب داروں (لاحقہ نجیب الدولہ) کو اہل ہندو کی شورشوں سے بچانا مقصود تھا؟ کیا وہیں شہنشاہ کی بھالی ہی میں مضمحل؟ جب کہ اس وقت برطانوی سامراج ایک اڈو سے کی طرح ہندوستان کو اپنی پیٹ میں لے رہا تھا۔ بنگال میں نواب سراج الدولہ، برطانوی سامراج کے مخالف جنگ آزادی لڑنے کی تیاری کر رہا تھا اور شاہ ولی اللہ دہلوی اُسے ”بے وقوف اور نادان“ قرار دے رہے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کو سات آٹھ کروڑ روپے کی متوقع آمدنی کا حوالہ دے کر بنگال میں برطانوی سامراج کے خلاف جنگ لڑنے پر آمادہ کیوں نہیں کیا گیا؟ کیا برطانوی سامراج سے وہیں شہنشاہ کو کوئی خطرہ نہ تھا؟ فرض کیا اس نوع کے بہت سے سوالات سر اٹھاتے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان پر آغوشی حملے (1757ء) میں متوجع تھا کہ انگریزوں کو بنگال سے نکال باہر کیا جاتا اور اس خطرے کو بھانپ کر انگریزوں نے اپنی فوج انرا آباد اس لئے بھیج دی تھی کہ ابدالی کا مقابلہ آؤدے کی سرزمین پر کریں گے لیکن احمد شاہ ابدالی نے ادھر کا رخ ہی نہیں کیا اور محض انک پہنچ کر پلٹ آیا۔ جب کہ ہندوستان پر احمد شاہ ابدالی کے نوہی اور آٹری حملے (1763ء) میں سکھوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ بے غل مرام کامل واپس چلا گیا۔ بہر طور، میاں محمد عمر چنگٹی کی طرف سے احمد شاہ ابدالی کو افرادی قوت مہیا کرنے کے حوالے سے گہرے تجزیے کی ضرورت ہے اور حاکم کے استخراج کے لئے اس فقیر سے جہیز تجویز کا موجودہ ہیں۔ یہاں تو صرف چند اشارے ہی مقصود تھے یا کچھ سوالات اٹھائے جاسکتے تھے۔ البتہ اس میں خطر کو کھانسنے سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ میاں محمد چنگٹی اور احمد شاہ ابدالی کا جدی مرید کا تعلق نہ تھا۔ سیاسی رد و اپاء ضرور تھے اور ان سیاسی رد و اپاء کی جڑیں بہت گہری اور تاحال نامعلوم ہیں۔ نجیب الدولہ

اور یہاں ہر مرتبہ کی طرح امیر شاہ ابدلی کی مدد طلبیہ دربار سے شکستہ اہم منصب داروں، حافظ رحمت خاں رومیلہ اور شہنشاہ الدولہ نے بھی کی اور یہ موضوع الگ سے لکرنے کا طالب ہے۔

ہندوستان میں ترجمے کی روایت

ہمارے ہاں ترجمے کی بنیادیں دو مختلف انواع قطعہ ہائے زندگی سے اٹھیں:

۱۔ حملہ آور حاکموں کے زیر اثر

۲۔ مسلمان صوفیاء کے زیر اثر

عام طور پر یہ خیال ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان صوفیاء نے حملہ آوروں کے لئے فکری سطح پر زمین ہموار کی جبکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔

خود میرے نزدیک صوفی اور حملہ آور (عسکران) کی نفسیات سراسر ایک دوسرے کی جلد ہے۔ حملہ آور (عسکران) نفسانی خواہشات کا ہیبت سے امیر چلا آیا ہے اور وہ جسم پر عسکرانی کو پسند کرتا ہے جبکہ اکثر صوفی، علاقائی سرحدوں کی حد بندی سے بے نیاز، ہر زمانے میں ایک ایسا باغی رہا ہے جو ظاہر وادی (کہ دلوں کو مردہ کرتی ہے) دہا نہیں رکھتا۔ اس کی آواز معاشرے کے سخت گیر اصولوں کے خلاف ایک باغیانہ گون ہے اور اس کی نظر ظاہر اور باطن دونوں پر یکساں ہے۔ وہ قطعہ کے مقابلے میں حتیٰ پر زور دیتا ہے اور شریں خیز کے پہلو وضوح کا ہے۔ وہ نوخاداری سے دور رہتا ہے لیکن دنیا کی اصل اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں، یوں وہ دنیا داروں کی نسبت کہیں زیادہ دنیا کو سمجھتا ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ صوفی کو انسانی نفسیات کا سچا اور اک حاصل ہے اور اسے جیسوں کی بجائے دلوں کی عسکرانی عطا ہوئی ہے لیکن درج بالا مکتوب نے تو چکر کر دکھایا۔

حملہ آور حاکموں کے زیر اثر ترجمے کی بنیادیں

محمد بن قاسم سے سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر اولین حملے تک تقریباً تین سو سال کا وقفہ ہے اور عمیر الدین ہارنک آتے آتے پانچ سو سال کا زمانہ بیت گیا، لیکن اس قلم مرے میں مسلمانوں کے فاتح گھڑنے ہندوستان کی زندگی کی دستوں کو اپنے اندر سینے کا بھر پور جن کیا۔ مسلم گھڑنے ہندوستانی گھڑ کو اسے ڈھک سکھائے حتیٰ کہ یہاں کی بولیوں پر بھی اس کے بھر پور اثرات مرقم ہوئے۔

انہی بولیوں میں سے ایک بولی ہندوی، دکنی، ہندوستانی، ریت یا اردو بھی تھی جو اپنے اندر جذب و قبول کی بے پناہ صلاحیت رکھتی تھی۔ اس بولی نے کچلے بازوؤں کے ساتھ نئے گھڑ کو خوش آمد یہ کیا۔ یوں ترجمے کو یہاں پہلی بار مناسب فضا میسر آئی۔

امیر تیمور نے 1398ء میں ہندوستان فتح کیا تھا اور اس کا اردو پنجاب کو روکتا اور دکنی کو زیر و زیر کرتا دایمں ہو لیا تھا۔ یوں 1398ء میں لفظ اردو کا یہاں رائج ہو گیا۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد تاجپوں ظفر خان (م۔ 1410ء) نے آزادی کا اعلان کر دیا اور گجرات

میں بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ اپنے اس عمل کے جواز کے طور پر یا بھول ڈاکٹر جمیل جالبی: ”مصلحت کا رنگ دینے کے لئے اہل علم، ادیبان ہجر، مخالف دین کی سرپرستی شروع کی ان تمام واقعات وحوالے نے شمال سے لے کر دکن و گجرات تک اس زبان کے پھیلنے پھولنے اور بڑھنے پھیلنے کے لئے ایسی سازگار فضا پیدا کر دی کہ یہ زبان ان صدیوں علاقوں کی مشترک زبان بن کر تجزی سے ترقی کے ذریعے طے کرنے لگی۔“ (تاریخ ادب اردو، جلد اول، مجلس ترقی ادب۔ لاہور، جولائی 1975ء)

تقریباً طوٹ کے محاصرے کے وقت پہلی بار مغلوں نے ترقی کے اہمیت کو غفلت سے محسوس کیا۔ یہ وہ موقع ہے جب فیض الدین ہار کے حضور پیراں کا مشہور سردار دولت خان حاضر ہوتا ہے۔ سردار کہہ کرنا چاہتا ہے اور ہار بہت کہہ سنا چاہتا ہے لیکن دونوں لوگوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ سمجھتے رہ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ترجمان مہیا کیا جاتا ہے۔

1538ء میں ہندوستان پر چڑھائی کے وقت فیض الدین ہار کے ایک نای سردار نے شکست کھائی اور جب اس ناکامی کی اطلاع ہار کو ملی تو اس نے ’تورنگ‘ پوری میں لکھا:

”سردار کی یہ پہچانی قابلِ غصہ ہے۔ غیر زمین، غیر علاقہ ہی نہیں بلکہ غیر زبان سے متاثر۔“

(تاریخ ادب اردو، جلد اول، مجلس ترقی ادب۔ لاہور، جولائی 1975ء)

لیکن جو ہے کہ ہار نے یہاں قدم بھاسے ہی اس ’غیر زبان‘ (اردو) کو بہت سوچ سمجھ کر ڈریدہ اختیار بنانا چاہا:

ہنگامہ ہوا کج ہوئی ناگ و موتی

فورا ہلا ہوا بس پلاہ سیدور پانی و روٹی

بحر: برج مشرق اربط مختلف مذہب تعلق: مفعول ملائیل فحول

اس شعر میں ہندی زبان کے مذہب، ذیلی الفاظ قید چاہتے ہیں:

ہنگامہ (مجھ کو)، کج (بکھ)، ناگ (پاؤت)، فورا (فحیر)، اور روٹی (روٹی)۔ (ہار کا یہ مصرع اس کے قلمی لڑکی دہلی۔ کتب خانہ دارم پور میں محفوظ ہے۔)

ہار کی ہندوستان آمد کے ساتھ ہندی زبان (جو اب تک صرف ہندی بھجری ماست تھی) میں تازہ دم، عرب و ایرانی بھجری روح شامل ہوئی تو ایک نئی زندگی کی تپ جانی۔

اب ہوا یہ کہ اس زبان کی مخصوص انشائیات اور محاورے جہاں کچھ قبول کر رہے تھے وہیں ان کی دیگر زبانوں کے لئے ایک حصہ بھی تھی۔ یہ مخصوص انشائیات اور محاورے فارسی میں بھی روا پا گئے۔ یہاں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ یہاں کے اہل قلم پر ان اثرات نے ’ہندوستانی فارسی‘ کی اصطلاح کو جنم دیا اور اسے ایرانی فارسی سے نیز کر دیا۔

یہاں زبان کی ساختی سیخ پر دو بھجریک دوسرے سے باہم لگے گئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس سے ایک تیسرے بھجریک جنم لیا۔ اس دور کی اردو زبان اسی ترقی پذیر بھجریک ترجمان بن گئی۔ امیر خسرو کی ’خالق پادی‘ اسی طے کی ایک کڑی ہے جس میں فارسی و عربی الفاظ کے ہندی (اردو) مترادفات اور معنی قلم میں جان کے گئے ہیں۔ اردو زبان کی اس ابتدائی حالت میں ’عربی ایرانی

تہذیب' نے باہمی رود قول کے ساتھ ایک سے لے کر کوہنہ دیا۔ اس سلسلے میں اکبری عہد کی "ہنگلی ٹریک" نے گہاں کردار ادا کیا۔ ہنگلی کبر (م۔ 1518ء) پر مبنی تھے لیکن ان کے ہاں ہنگلی کی دھارا میں بہہ رہی تھی۔

○○○

صوفی ازم اور ترجمے کی روایت

"Those tendencies in Islam which aim at direct communion between God and Man"

(J S Tiffinham, "Sufi order" - p 1 U S A)

جن مسلمان صوفیوں نے اردو زبان کی نشوونما اور اردو میں ترجمے کی بنیادیں رکھی، ان میں سے بیشتر سمر ہا معروف دینی فن "لنگر" (قرآن مجید) یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ اور برے افعال سے باز رکھنے کے جذبے کے تحت، پرخطر اور دشوار گزار راستوں اور لائق و دق بناناؤں سے ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے تھے۔ انہیں سیاست سے کوئی سروکار نہ تھا۔

ہندوستان کی ہر چیز ان کے لئے اجنبی تھی اور زندگی کرنے کا چیلن بکسر مختلف تھا۔ یہ ان کے مسلک کی مطابقتی کے انھوں نے اس اجنبی سرزمین کے دل پر حکومت کی، مثلاً میراں جی طس العشاق اور نذہن اللہ ہیں جہاں، کہ (عرب) سے ہندو تہذیب لائے اور یسٹ کے دور سے۔ نووارد کے لئے زبان سے سیاسی ضرورتی ہے کہ رابطہ کی ابتداء ہے۔

آپ اصحاب نے ہندوستان کے عام لوگوں کی بول چال (کی زبان) سیکھی اور اسی زبان میں تعلیم دینا شروع کر دیا۔ یہاں یہ وضاحت نہایت ضروری ہے کہ اردو کی ابتدا بانی نشوونما اور ترجمے کی قدیم روایت کے باب میں علاقہ دکن اور گجرات کے صوفیاء کا ذکر ہی مقصود ہے۔ اس لئے کہ ہندی (اردو) بھی بانی زبان کو ابتدا انہی دو علاقوں کے صوفیاء نے ادب کی شکل میں لکھا یا اور اردو زبان ادب کی ترویج کا باعث ہے۔

دکن اور گجرات کے صوفیائے سلسلے:

دکن اور گجرات میں مسلمان صوفیاء کے چھ سلسلے بہت نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

- 1۔ شیخ عین اللہ ہیں شیخ الاسلام کا ردو عانی مرکز بھاجپور، دکن تھا۔ اسے بھاجپور کے روحانی متصرفانہ سلسلے کا اقلیم اور کہا جاسکتا ہے۔ شیخ عین اللہ 706ھ (795ء) (1306-1392ء) نے مختلف علوم و فنون کی 132 کتابیں تصنیف و ترجمہ کیں۔
- 2۔ سید محمد حسینی ہندو نواز گیسو دراز (1422ء-1321ء) نے بھاجپور، دکن کو چشتیہ روحانی سلسلے کا مرکز بنایا۔ ہندی (اردو) میں ان کے بعض شیخ زادہ رسالے اردو کے تشکیل دہر کی یادگار ہیں۔ ان کی معراج المصطفیٰ 14ویں صدی عیسوی کی فرانکہ بتری تصنیف ہے۔
- 3۔ شاہ میراں جی طس العشاق (پ۔ 1498ء) نے بھاجپور، دکن کو تیسری بار 1499ء میں چشتیہ سلسلے کا روحانی مرکز بنایا۔ تصوف میں چشتیہ سلسلے کی تشریح معجزا میں ہوگی:

وہ جو شریعت سنتا ہے اور طریقت پر عمل کرتا ہے، حقیقت کا جلوہ دیکھتا ہے اور جو دیکھتا ہے وہ معرفت کا وہجہ پاتا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جب رب اس سے راضی ہوتا ہے۔ پھر کیا ہو ممکن اصل نہیں؟
 ("معظم مرغوب" از میرزا جی بخش العشاق کے الفاظ بحالیہ سے مستعار)

راہ	ذکر	منزل	مرتبہ
1- شریعت	ذکر عملی	تائوت	فلس
2- طریقت	ذکر قلبی	نکوت	دل
3- حقیقت	ذکر روحی	خبروت	روح
4- معرفت	ذکر سری	لاہوت	نور
5- توحید	ذکر خفی	مقام قرب	ذات

بیجاپور چشتیہ سلسلہ

سید محمد حسین بدو نواز گیسوہارا۔ دہلی۔ گجرات

وفات: 1422ء

شاہ جمال الدین مغلوی۔ گجرات

وفات: 1423ء

شاہ کمال الدین بیابانی۔ گجرات۔ بیجاپور

وفات: 1452ء

شرف دوام الدین۔ فراساں۔ مکہ

وفات: ؟

شاہ میرزا جی بخش العشاق۔ مکہ۔ بیجاپور

وفات: 1499ء

شاہ نور بان الدین جافم۔ وفات: 1567ء

قاضی محمد الدین
(مدراں بیجاپور)

شاہ راول

ابن الدین

محمد غوثی، ابن بچہ
(بیجاپور، وفات: 1875ء)

نوٹ: اس خاکے میں ٹوٹی ہوئی کچیریں روحانی سلسلے کی عکاس ہیں جبکہ سیدگی کچیریں شجرۂ نسب کی ہیں۔

شاہ میراں بی خمس العشاق کی کتاب ”سب دیں“ شاہ وجیہ الدین کی قادی کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کا ایک مخطوط (1198ھ مطابق 1798ء) میں آغا حیدر کے کتب خانے میں محفوظ تھا۔ ڈاکٹر نجی الدین قادی زور کے مطابق اس مخطوطے کے کل ایک سوافاسی ورق تھے اور ہر ورق میں پچیس سطریں تھیں۔

مضمون عبارت

دلے جو خیر ہے کہ اس کی سرینیں میں بھی اس کا یار ہے، اور الہی، اپنی اپ کوں یاد دلا ہے توں بھی اسے یاد کر۔

(”سب دیں“ از شاہ میراں بی سے اقتباس)

یہ روحانی سلسلہ شاہ برہان الدین ہاشم (وفات: 1583ء) سے آگے چتا ہوا مہدائے حق اور سید میراں بیگنی شاہ تک آتا ہے۔ مہدائے حق کا ترجمہ ”نظام الصالحین“ اور سید بیگنی شاہ کا ترجمہ ”شرح حمید بھائی“ یادگار ہیں۔

4۔ شاہ صلیب اللہ نے بھی عرصہ چار سال تک کے لئے بجاپور۔ دکن میں قیام کیا۔ یہ بجاپور کا چوتھا روحانی سلسلہ ہے۔ تاحال شاہ صلیب اللہ کے کسی ترجمے کی نشاندہی نہیں ہو سکی۔

5۔ بجاپور۔ دکن میں پانچواں روحانی سلسلہ شاہ ابراہیم سے چتا ہے۔ نثری قراہم کے سلسلے میں اُن کا بھی کوئی کام تاحال دستیاب نہیں ہو سکا۔

رجنل اسکوائر ایسٹن (Richard Maxwell Easton) نے بجاپور، دکن سے حلقہ صوفیہ کے دو گروہ بتائے ہیں:

Warrior sufis were too occupied in military struggles to develop the speculative aspect of sufism, and the reformist sufis, by championing the cause of orthodoxy within the Muslim establishment in Bijapur, too frequently divorced themselves from the free- thinking and free-living styles associated with sufism as understood by writers like Trimingham. Both of these types should be understood as sufis in a strictly institutional rather than a mystical sense.

(”Sufis of Bijapur“ 1300-1700 U.S.A)

6۔ چھٹا روحانی سلسلہ کوکٹھ، دکن سے حلقہ ہے۔ اس سلسلے کے بانی میراں بی حسن خاندان (وفات: 1070ھ مطابق 1659ء) تھے۔ شاعر اور نثر نگار تھے۔ ہندی (اردو) کے ابتدائی نثر نگاروں میں سے ایک ہیں۔ ترجمے کے باب میں اُن سے ”شرح تمہیدات“ اور ”شرح مرغوب العقوب“ یادگار ہیں:

’شرح حمیدات‘ ایک قدیم فارسی تصنیف ’حمیدات میں القصات‘ معترف مہاراجہ بن محمد بدائی (المعارف میں انحراف) کی شرح اور ترجمہ ہے۔ محققین نے اس ترجمے کو دو اور مختلف نام دیے ہیں۔ (۱) شرح حمید بدائی (۲) شرح: ”شرح حمید“ جبکہ ’شرح حمیدات‘ کے نام سے اس ترجمے کے دو مختلف نظریات آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ میراں کی ضمنی تصانیف میں یہ ترجمہ ۱۸۵۳ء میں کیا تھا۔

ترجمے سے ضحوت عبارت

”غلاب میں خطیر علی اللہ علیہ وسلم کاغذی میں القصات کو کہے کہ تمہیں کے سو کتاب ’سے دکھانا‘ تو کتاب دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور کہے کیا خوب بیان میرے نور کا اور خدا کے نور کا کہے۔“

گجرات کے صوفیہ کرام میں سے کاغذی محمود بدائی پیر پورٹی، بہاء الدین ہاشمی (وفات: ۱۵۵۸ء) شاہ علی حیدر گام جہتی (وفات: ۱۵۸۵ء)، مہاں خوب محمد ہاشمی (وفات: ۱۸۱۴ء) اور بابا شاہ شجی کے نام شرح اور تراجم کے باب میں بہت نمایاں ہیں۔

دایخ رہے کہ بھاجپور و گولکنڈہ (دکن) اور گجرات کے محلہ بلا صوفیہ کرام نے پاتھہ، ہندی (اردو) سیکھ کر اس صوفی زبان میں رشود دہایت کا سلسلہ شروع کیا اور یوں خاطر طوابعی اثرات نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبان کے الفاظ اور تراکیب کے اثرات (بذریعہ ترجمہ) کے تحت ہندی زبان میں نکھار آنے لگا۔ بلکہ ہیں کہنا چاہیے کہ ہندی بھی گری پڑی عالی زبان، ایک خاص نوع کا رجحان پیدا ہونے کے بعد طوائف کا وسیعہ اُغیار بھی بننے لگی۔ یوں صوفیہ کرام نے جن ذرائع ابلاغ سے رشود دہایت کا کام لیا وہی اردو زبان و ادب کے ابتدائی نمونے قرار پائے۔ ترجمہ کے باب میں نکھار، سائے، طلبات، الخفیات، اقوال اور مثنوی یادگار ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ آخر صوفیہ کرام نے ترجمے کے لئے ہندی (اردو) زبان ہی کو کیوں چنا؟ اس کے دیگر سہاب بھی یقیناً ہوں گے لیکن اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہندی (اردو) زبان، ہندوستان میں بولی جانے والی دیگر زبانوں کے مقابلے میں گہنی زیادہ ذہنی ہواس، علامتوں اور ابھری (تمثیل) کو اپنے اندر سمونے والے تھی اور یہی وہ ذہنی رابطے اور رشتے تھے جن کی جڑیں صوفی سچ کی معاشرت میں پیوست تھیں، سو صوفی رابطے کی زبان کا قرعہ ہندی (اردو) کے نام نکلا۔ اس کے باوجود جب نہ بان الدین جاتم کو صوفی ازم میں پیشہ سلیط کی وضاحت کا سطر درپیش تھا تو انہوں نے ۱۵۸۲ء میں ”مرد شاہ نامہ“ منسکرت ملی ہندی میں رقم کیا۔ ایسے ہی کی کتاب نکھار ”نکھار“ فارسی ملی ہندی میں ہے۔

ماہر لسانیات لیس۔ کے منظر کی نے اپنی کتاب ”Indo-Aryan and Hindi“ میں نہ بان الدین جاتم اور بھکت کیر (مصل نام: نکھار احمد) کی برقی ہوئی زبانوں کا کھلی جائزہ لیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دونوں میں فرق صرف اتنا ہی کہ ایک کی زبان فارسی، عربی منکر پٹ میں ہے اور دوسرے کی زبان ہندو ہندی۔

اسی حوالے سے بات کرتے ہوئے رچا میکسول ملن اپنی کتاب: ”Sufi of Bhopur“ میں شاہ میراں کی خمس العشاق کی برقی ہوئی زبان کو موضوع بناتے ہیں:

There were several reasons that the descendants of Shah Miran Shams Al-Johaq used Dakhni as a literary medium. First, as the vernacular language of Deccani Muslims, it was their mother tongue. The same feeling of cultural distinctiveness that had led the earliest Deccani migrants to revolt against the north and establish the independent Bahmani Kingdom of seems to have had its literary counterpart in the appearance of Dakhani compositions.

Second, some Chishtis of Bijapur were strongly motivated to preach and teach, and Dakhni was evidently the only vernacular of Bijapur with which both Muslims and Hindus, at least those integrated with the city-were familiar. As the language of the army and the bazaar, Dakhni could reach more people than could the elitist persian language, of course. The use of Marathi or Kannada would have reached many more than even Dakhani. But Dakhni had the advantage of being written in the Perso- Arabic script, which would permit, when necessary, the easy importation of Islamic vocabulary.

یہاں یہ بات دلچسپی سے غائب نہیں کہ صوفیاء نے شاعرانہ اظہار کے لئے ہندی (دکنی اردو) زبان برقی اور ہندی رسائل عام طور پر عربی یا فارسی میں لکھے یا کرتے تھے۔ شاید اس کی ایک وجہ بقول ڈاکٹر ایچ بی ری فیلڈ "یہ دہی ہو کہ ہندوستان میں صوفیوں سے باخداوند آبادیوں تک اپنے خیالات و افکار پہنچانے کا واحد ذریعہ شاعری ہی رہی ہے، جس کے نتیجہ میں آج بھی ہندوستان کے باخداوند لوگ نثر کے مقابلے میں کہیں زیادہ شاعری کو اپنے حاشیے میں جگہ دیتے ہوئے ہیں۔"

"The influence of Sufism on Indo-Muslim poetry" Pennsylvania State University Press, 1971), p. 202

مجموعی طور پر نثر اور نظم کی ان جملہ کوششوں کا واحد یا معتبر مقصد عام مسلمانوں اور فوسلموں کو دین و معرفت کی بنیادی تعلیمات دینا تھا۔ لیکن وجہ ہے کہ اسلوب میں سادگی اور گھٹتی واردات کے بیان میں تاثیر ہے۔ یوں ادبیت کی حیثیت ثانوی ہی ہے لیکن اگر بھر غائر اس صوفیانہ و جہن کا جائزہ لیا جائے تو درمیان کی تہذیبی، لسانی اور ادبی فضا کی نئی تشکیل میں صوفی لازم کی عطا نظروں سے بھی نہیں رہتی۔

بول چال کے معاملے میں صوفیاء نے ہندی (دکنی، گجراتی اردو) کو تہذیبی سطح پر تراجم کے ذریعہ ایک نیا خاطر فراہم کر دیا اور یوں یہ گہری چنی زبان اس قابل ہو گئی کہ ہندوستان میں نو وارد مسلمانوں کی مختلف زبانوں اور ان کے علاقائی ادب کے موضوعاتی تجربات کے ساتھ اظہار کا ذریعہ بن سکے۔ عربی، گجری اور ہندی کے ملے جلے ادبی مظہر نئے کو سیت سکے۔

اس طرح اردو زبان کی نشوونما کے ابتدائی چند برسوں میں ہی تراجم کے ذریعہ ایک سیکولر لسانی مزاج کا قیام ممکن ہو سکا، جو سلسلہ کے گزریں کی نسبت ہمہ گیر کشش کا حامل تھا۔

کہاں وہ وقت کہ سلسلہ عالمی زبان بن گئی تھی اور پراکرت (ہندی بھی اسی میں شریں) مجبوراً محض انسانوں کی زبان۔

عالمی پرکرت ہوئے تھے اور خاص خشکرت۔ خشکرت زبانِ مذہبی، علمی اور ادبی مباحث کا وسیلہ تھی جبکہ ہندی (اردو) محفلِ محرم کے لیے دین کی زبان۔ کہا جاسکتا ہے کہ صوفی ازم نے برصغیر کی مکی ہوئی علومِ آبادیوں کو سماجی سطح پر انسانی نا انسانی سے نجات دلائی۔ نیز ہندی (اردو) زبان کو دینی اور دنیاوی علوم کے لئے برت کر وسعتِ عقلی کا مظاہرہ کیا۔

انھوں نے دوبارہ انجوز کے فلسفہ کو مومنی سطح پر خصوصی التزام کے ساتھ ہندی نظم و نثر میں برت کر نہ صرف شریکِ عقیدہ پر ضرب کاری لگائی بلکہ ناپاک و چتر برہمن اور پچھلے سود کی طرح کچھ کو بھی فتم کر کے دکھا دیا۔

رم اظہ کے معاملے میں صوفیاء کرام کے تراجم کا ایک قاعدہ یہ ہوا کہ برصغیر کی گری چڑی زبانیں عربی رسم الخط اختیار کرتی تھیں اور ہندی (دکنی، گجراتی، اردو) کی صورت میں مضموناتی اور اسلوبیاتی سطح پر ہندوستان بھر کی علاقائی حدود میں یکجہ ہوتی چھوٹی بڑی زبانیں ہم آہنگ ہوتی چلی گئیں۔ یوں اردو ایک بین الاقوامی رابطے کی زبان کی حیثیت میں ابھری جبکہ عربی اور فارسی ادبیات کے عظیم خزینہ سے اس کا معنوی اور صورتی الحاقِ مشترکوں سطح پر اسلوبیاتی تجربات کے لئے زمین ہموار کر گیا۔

ان تراجم میں عام طور پر صوفیاء نے عام نظم زبان برتی اور بات ہیبت کا اعجاز اختیار کیا۔ اس سے ہوا ہے کہ اردو زبان میں مکالمہ نگاری کو دروازے کی تجرباتی سطح پر مضبوط بنیادیں بھرا آ گئیں اور بعد ازاں دامن سے ڈرامہ اور داستان سے ناول تک کا سفر ممکن نہیں رہا۔ اسی طرح صوفیانہ نثری اور منظوم رسائل، نیز مثنویوں اور نظم کی دیگر اصناف میں فارسی کی مناس کے ساتھ اس کا ادبی تجربہ اور عرب کی زبانِ دانی کے ساتھ مثنویوں کی صورت میں لوک دانش کا ترانہ بھی اردو میں منتقل ہوا، اور یوں اس گری چڑی زبان کو بہت کم مدت میں اردو نے عقلی کے دو تک اور ہاتھ آ آنے میں سہولت بھرا آئی۔ اس کی ایک مثال قدیم دکنی (یا دکنی) ادب کا اولین شاہکار ”سب دن“ (از ملا جلی) ہے۔

”سب دن“ کی اہمیت اسلوبِ ہی کی بنا پر ہے۔ مثال: ”سبت، نظر کو بہت کسب، بیت بچہ کر بنیا، کہا شاہاں تھے اس کام پر بہت ہم سے۔“

(سب دن سے اقتباس)

ملا جلی کے اس نثری اسلوب کی دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ عربی واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اس میں دکنی نے نثر اور نظم کو باہم ایک کر دیا ہے، یا یوں کہنا چاہیے کہ نظم کی ساری خوبیاں نثر میں سودی ہیں۔ لیکن اس بڑے کارنامے کی بنیاد، صوفیاء کرام کی وہ نثری تحریریں ہی تھیں جن میں چند نساخ کے بیان کے لئے نظم اور نثر کو مکالمہ کرنے والی زبان کی جستجو کی گئی ہے۔

ہم اپنے نثری ادب کے اسلوبی پس منظر پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ عربی اور فارسی کی نثری اور منظوم کتب کے ہندی (اردو) میں تراجم اور شرحیں، نیز صوفیانہ رسائل نظم و نثر میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے تراجم و تفسیرات ایک ایسا عظیم دینی اور انسانی (ایک حد تک ادبی) کارنامہ ہے، جس نے اردو زبان کو اس کے اہم عقلی میں ہی اسلوبیاتی سطح پر اعتبار کے ایسے سانچے فراہم کر دیے جن سے جا نگاری کے لئے عالمی سطح پر بیشتر زبانوں کو صدیوں کے تجربات سے گزرنا پڑا۔

انگریزوں کی آمد اور نئی تہذیبی صورت حال (سیرام پور پاوری مشن)

اس عنوان کے تحت دو مختصر موضوعات:

یہاں سیرام پور پاوری مشن (11 / نومبر 1783ء) اور انگریزی سے ترسے کی قدیم روایت، زیر بحث رہیں گے۔

انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام اور عیسائیت کی اشاعت کے باب میں سید علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں:

"ملکیت ہندوں اور تاجروں نے سترہویں صدی سے مذہبی تبلیغ کی اہمیت کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ مسیحیوں مشنری اور سقائے قائم کے مجھے اور مشنری، عیسائیت کی تبلیغ کے لئے جوق در جوق مشرقی ممالک کو جانے لگے۔ یہ سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا۔ عیسائیت کی اشاعت سے اہل مغرب کا مقصد یہ تھا کہ وہیںوں نے عیسائیت قبول کر لی تو وہ اپنے مغربی آقاؤں کو اپنا مذہب سمجھ کر ان کی معاشی نوٹ کمزورت کے خلاف احتجاج نہیں کریں گے۔

اس طرح اہل مغرب نے مذہب کے نام پر اقتصادی تسلط برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ جنوبی افریقہ کے ایک قبائلی سردار نے

کہا تھا:

"جب سفید آدمی آیا تو اس کے پاس پائل تھی اور اسے پاس لڑائی، اب اس کے پاس اراضی ہے اور اسے پاس پائل۔"

(دعایہ صریح، ج 1، فروری 1969ء، ص 107)

آخر کار حقیقت سے انکار نہیں، لیکن میں یہاں محض مغرضوں پر قائم کردہ ایک لفظی کو رخ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے اعمال میں براہ راست برطانوی حکومت کی نمائندہ تھی اور تجارتی مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ اس پالیسی پر مبنی کہ یہاں کے لوگوں کو ان کے اپنے مذاہب سے منحرف کرے اور عیسائیت کے فروغ کی کوشش کرے۔ (سٹیو فرگوسن میں بھی بیکاروم کے باب میں یہ مغرضاتی نامزد قاضیوں کے ساتھ موجد ہے) جب کہ اصل صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔

ابتداء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے جس طرح مسیحیت کا پرچار کرنے والوں کو سختی سے پکڑا ہے اس کی مثال دینا کے کسی فیلے اور کسی زمانے میں نہیں ملتی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ پرنگلیوں کے ہندوستان میں وارد ہونے اور ہندوستان میں ان کی تجارت میں کامیابی کے ساتھ ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں ان کی مقبولیت کے واضح ثبوت تھے۔ لیکن پرنگلیوں کا کٹر چرچ کی حد تک عیسائی ہونا۔

اسی طرح جب ڈیلاک کی حکومت نے عیسائی پادریوں کو سیرام پور میں تحفظ فراہم کیا تو ہندوستان کے تمام مذہبی حلقوں میں رنج و ملال اپنی مقبولیت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سو، ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہ صورت حالات دیکھ کر محض تجارتی اور سیاسی بنیادوں پر قائم ہونے پر ہی اکتفا کیا اور مذہب کے پرچار کو آنے والے وقت پر چھوڑ دیا۔ اس سے ہندوستانی لوگوں پر ان کے آزاد خیال اور مذہب سے غیر متعلق ہونے کا تاثر قائم ہوا اور یہ خیال رائج ہو گیا کہ کمپنی کا برطانوی حکومت کے ساتھ ناجائز مصلحت ہے اور یہ محض تجارتی معاملات تک محدود ہے۔

اس کے برعکس پرنگلی، فرانسس اور ڈیوڈ تجارتی کمپنیاں اپنی حکومتی پالیسیوں کو ساتھ لے کر مجلس اور آخر کار ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس ناکامی کا سب سے بڑا سبب ان کا ہندوستان کے ساحلوں پر ایک مدت تک بیعت تاجر، حاکم اور بیلا کے اثر و نفوذ

قدیم اقوام سے باہریوں کے مغرب سے مشرق کی طرف آنے اور تخلیق سرگرمیوں میں حصہ لینے میں مصروف داخل پانچ اہم مشکلات مائل رہیں۔

1۔ فاصلہ اور طویل سفر کی مصونیت۔

2۔ قتل کے جانے کا خوف۔

3۔ زندگی کی روزمرہ ضروریات فراہم کرنے کی دشواری۔

4۔ مشرقی میں مقامی لوگوں کی جہالت اور بربریت۔

5۔ زبان پر عبور حاصل کرنے اور طرز معاشرت کو سمجھنے کی مشکلات۔

1788ء میں برطانیہ کے باہری و علم گیری نے ہندوستان کا سراسر اقتدار کرنے کی فحاشی تو اس کے نزدیک مشکلات کی نوعیت دیکھی نہیں تھی کہ جس طرح اس سے پہلے مغربیوں کی جاتی تھی۔ مگر اس کے خیال میں:

1۔ قلعہ لڑائی کی ایجاد نے بحری سفر کی مشکلات کو بڑی حد تک ختم کر دیا تھا اور اس کا ایمان تھا کہ:

”ہماری بحری ممالک بحری راہ تھیں گے اور زمین کے جہاز پہلے آئیں گے کہ تیرے جہاز کو ان کے در پہ اور سونے سمیت دور سے خداوند تجھے خدا اور اسرائیل کے قدموں کے لئے لائیں۔“

(تیسرا باب 20، 21)

2۔ قتل کے جانے کے خوف کے بارے میں لکھتا ہے:

”یہ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں (باہریوں) کی کوئی حرکت ان جہازوں کی نظر میں جگہ آہیز ہو یا کم از کم ان لوگوں نے کوئی ایسا کام کر دیا جو ان دیشیوں کے خیال کے بموجب مناسب ہو۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنے خیالات و جذبات کی حفاظت کرنے کی غرض سے کسی ناہوار فعل کے مرتکب ہو گئے ہوں تو ان کے اس فعل کو ان کی بربریت یا طواغوتی کی دلیل سمجھنا بے فائدہ ہے۔“

کوئی قلعہ کی بات نہیں کہ جہازوں اپنی مدد اپنی کوناہ اور جنگی جہ سے دیشیوں کے جذبات کو نہیں لگائیں اور وہ وحشی اپنی دشمنی کی وجہ سے اس کا انتقام لیں۔ لیکن ایلیٹ اور ریڈر اور سودا کے مشرعوں کو اس قدر نہیں حیرا کیا۔“

(مضمون ”انگلو انڈی“ اور علم گیری مکتوبہ 1782ء)

3۔ ”یہ ہندو کہ ہم کو زندگی کی ضروریات فراہم کرنے میں دشواری دلائیں ہوگی، اس کے حلقے کا کہا جاسکتا ہے کہ دراصل یہ کوئی ناقابل حل مشکل نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم کو وہ لاتی کمانے دستیاب نہ ہو لیکن لیکن ہم دیکھی غذا پر ہی اکتفا کر سکتے ہیں۔“

(مضمون ”انگلو انڈی مشن“، علم گیری ”اور انڈس ایکٹ 1780ء“)

4۔ ”یہ کہنا بھی کوئی معقول ہندو نہیں کہ یہ لوگ غیر مذہب اور وحشی ہیں۔ ایسی باتیں تو ان لوگوں کے منہ سے نکلتی ہیں جو دوسروں کے بھلے کی خاطر اپنے جسم کو تکلیف دینا نہیں چاہتے۔“

پھر یہ کہنا کہ یہ غیر مذہبی اقوام غیر مذہب ہیں اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ ان تک انجیل کا پیغام نہ پہنچایا جائے۔“

(مضمون ”علم گیری اور انڈس ایکٹ“)

- 5۔ ”ان کی زبان سمجھنے کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو طریقے ہم تجارت کی غرض سے زبان سمجھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہی اس صورت میں بھی کارآمد ثابت ہوں گے۔ کبھی کبھی ترجمانوں کی ضرورت ہوگی جو کچھ مراد تک رکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن اگر ترجمان نہ مل سکیں تو مشنری کو عقل سے کام لینا پڑے گا۔“

(ولیم کیری اور انیسواں صدی ص 48)

ولیم کیری (1834ء-1781ء) کا نام کلیسائے ہند کی تاریخ کا سب سے اہم نام ہے۔ اس نے انتہائی نامساعد حالات میں ہندوستان پہنچ کر یہ ساریت کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور اس مشکل سے عمر گزارنے کے چالیس سال گزار دیے۔ جہاں فورٹ ولیم کالج میں مستقل کے انگریز حکمران اسی سے تعلیم پاتے رہے، وہیں خود اس کی ذات کا اثر ہندوستان کی سیاست پر بہت گہرا پڑا۔ رام داس باسو اور مروتی دیواندر جیسے عالم پنڈتوں سے اس کے رہائے نے انڈین کے اردو تراجم کے ذریعے ہندوستانی ادب کو بھی متاثر کیا۔ ہندوستان کا اولین بنگالی اخبار ”سناہار پورین“، ہندوستان کا اولین ہندی رسالہ ”دلیپ“ اور اولین انگریزی رسالہ ”Friends of India“ اس کی زیر سرپرستی معرض وجود میں آئے۔ ہندوستان کی اولین چھاپہ مشین بنگال (بقام سیرام پور) اسی کے ہاتھوں نصب ہوئی۔ ہندوستان کی چالیس سے زائد یونیورسٹیوں اور زبانوں کے نائب ولیم کیری نے اپنے کارخانے (بقام سیرام پور) میں وضع کردائے اور ہندوستان کی اولین کانفرنس سیرام پور میں اسی کے ہاتھوں نصب ہوئی۔ وہ سیرام پور جیسے دور افتادہ علاقے میں ایک ایسا تعلیمی ادارہ بنانے میں کامیاب ہوا، جس اور سے کو اپنی پرائیویٹ (خانگی) فنی حیثیت میں باضابطہ یونیورسٹیوں کی طرح امتحان لے کر ڈگریاں دینے کا اختیار حاصل تھا۔ لیکن ہندوستان میں مشکلات بے پناہ تھیں۔

ولیم کیری نے اپنے مضمون کے آخر میں مندرجہ ذیل عملی تجاویز پیش کی تھیں:

- 1۔ حمد ہو کر دل سے دعائیں کی جائیں۔
- 2۔ ایک عالمگیر فریڈم کی چٹسہ سوسائٹی، ایسے ممالک پر مشتمل قائم کی جائے جن میں خدمت کا جذبہ ہو۔
- 3۔ سوسائٹی کی ایک مجلس عاملہ قائم کی جائے۔
- 4۔ امیران اور طبیبوں۔ فریڈم کے تمام لوگوں سے اللہ کی راہ پر اپنی آمدنی کا دواں حصہ حاصل کیا جائے یا تمام کلیساؤں کے شرکاء سے اوسطاً ایک آدھ ہفتہ وصول کیا جائے۔

فقیرا ولیم کیری کے معرکہ آرا مضمون ”انگریزی“ کو انگلستان کی اولین اہم تبلیغی ایجنس کا خاکہ کرنا چاہیے۔ یہ مضمون ہاتھم برطانیہ کے مقام پر قائم شدہ چٹسہ پاسپانوں کی ایسوسی ایشن ”Pastors Association“ کے ایک اجلاس منعقدہ 1782ء میں چرچا کیا۔ آگے چل کر یہ ادارہ ولیم کیری، مسکلف اور دیواندر جیسے نامور مشنریوں کی کوششوں سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا۔ (ایسوی انٹرنیشنل پبلیشرز، لندن) لندن دہریہ جنگ عظیم کے دوران تقریباً چار سو لاکھ تھے، اس لئے کٹرنگ میں تحلیل کر دیا گیا۔

یاد رہے کہ 1787ء میں مانو سے چارلس گرانٹ نے ولیم ولبر فورس اور چارلس سائمنس کو خطوط لکھے تھے کہ کم از کم آٹھ مشنری ہندوستان روانہ کئے جائیں لیکن اسے برطانیہ سے کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ اس واقعہ کے ٹھیک تیس برس بعد (1817ء) جب چارلس گرانٹ کبھی کے گورنر آف ڈائرکٹرز کے صدر بن گئے تو انھوں نے انھوں سے ساتھ کہا تھا:

”میں نے بالکل میں ایک مشق جاری کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ یہ فقر ”پلسٹ کھپا“ کو حاصل ہو۔“

یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ ابتداء میں پلسٹ ایسوی اینٹن کی راء میں سب سے بڑی مشکل کھپاؤں کی بجز اسٹیل کے ایک کٹیلے اجلاس نے پیدا کر دی تھی۔ جس میں اعلیٰ اس نوع کی قرینوں کو بدعت سے قبیح کیا گیا۔ تاہم پلسٹ مشنری سوسائٹی، برہمن کے قائم ہو جانے کے ٹھیک پچاڑے سال بعد ملک، کنواریہ کے شاہی فائیلین آرچی ڈائین فیرر۔ (Archdeacon Ferer) نے ویسٹ مشنراپے میں دھما کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ کہے:

”اس دن لوگ اس بات کا مضحکہ اڑاتے تھے کہ انگلستان نے دنیا کو کھلی بنانے کے واسطے ایک سہی کو بھیجا ہے۔ یہ ان ہی لوگوں کے متعلق چالیس تھے جنہوں نے ان سے دو ہزار برس پیشتر ملک فلسطین میں یسوع مسمیٰ کو دیکھ کر حیرت اور غلظت سے کہا تھا: کیا یہ مسمیٰ کا بڑھتی نہیں ہے؟“ ”ولیم کیری“ اور افس ائم عمر ملبور، ناہاپ رلیجنس بس سوسائٹی، دہرہ 1960ء)

اس بڑی قرین کے پیچھے ولیم کیری اور اس کے دیگر ساتھیوں کی لازوال قربانیاں مسمیٰ کی چاکتی ہیں۔

جب اڈال اڈال 10 جنوری 1793ء کو کینٹر برگ کے مقام پر ولیم کیری اور ٹامس (ایک پادری اور ایک ڈاکٹر) کو ہندوستان کے لئے مشنری مقرر کیا گیا، جبکہ کھلی کے دیگر ممبران کا یہ حال تھا کہ بھول لڑے۔

”یہ مسمیٰ کرتے تھے جیسے ہندوستان ایک سونے کی کان ہے، جو زمین کے قلب میں واقع ہے۔ سوال یہ تھا کہ اس اقدار کو کئی میں آکر کون اس اٹل قیمت سونے کو کالے کی حرکت کرے گا۔“

(ولیم کیری ص 58)

ولیم کیری نے ٹامس کے ہمراہ اس تاریک عمارت میں اترنے کی ہمت کی۔ ہندوستان کی طرف ولیم کیری کا بحری سفر 28 مارچ 1793ء کو آغاز ہوا۔ مشکل یہ تھی کہ پارلیمنٹ نے دس سال پیشتر ایک قانون منظور کیا تھا جس کی رو سے ہر وہ انگریز جو بغیر ٹائٹنس یا اجازت نامہ ہندوستان میں پکڑا جائے تو جرمانہ اور قید کی سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔ ولیم کیری اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

”بحری جہاز“ کسٹروڈ کا کپتان دانٹ اس مشکل مرحلے میں مددگار ثابت ہوا۔ نہ صرف یہ کہ اس نے جہاز میں ہارپس نہ کی بلکہ ہندوستان تک بغیر اجازت نامہ کے پہنچانے کا ارادہ بھی لیا، لیکن اٹلیا آفس سے ایک گناہ خط موصول ہونے پر ولیم کیری کو اچھی دیک لیا گیا۔ خط میں لکھا تھا کہ: ان مسافروں میں سے ”ایک ایسا بھی ہے جس کو کورٹ آف ڈائریکٹرز کی طرف سے پاداش و تہنیدی حاصل نہیں۔“

(ولیم کیری: اور افس ائم عظم)

یہ مشکل آہستہ آہستہ سارے کئے کرائے پر پانی بھیر گیا۔

قدہ کو تہ، سخت جدوجہد کے بعد کھلی کے کارکنوں سے چھپتے چھپاتے ولیم کیری اور ٹامس، ڈائریک کے انگری جہاز "Ponessa Maria" کے ذریعے 13 جون 1793ء کی صبح پانچ بجے ہندوستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ولیم کیری نے اپنی ڈائری میں لکھا:

”آج کا دن میرے لئے نہایت بدوہ حالتی صرت کا دن ہے۔“

ہندوستان کی طرف باقاعدہ مشن کے تحت اقلیت برطانوی پارسی کا یہ ستر ایسٹ انڈیا کمپنی کی نظروں میں غیر قانونی تھا۔ پانچ ماہ کی طویل بحری مسافت کے بعد جہاز 11 نومبر 1783ء کو کنگلہ کی بندرگاہ تک پہنچا۔

اس وقت کنگلہ کی آبادی فقط دو لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ دہلیم کیری نے شہر کا نقشہ کرتے وقت جو مشاہدات کئے اس کا نقشہ اس نے اپنی فائبر میں یوں کھینچا ہے:

”اس وقت میری نظروں کے سامنے ایک ایسا ملک ہے جو دنیا کے چند بہترین ملک میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔ اس میں چٹنی اور چائیں لیتے ہیں لیکن اس ملک کے پانچ حصوں میں سے تین حصے بنگلہ وی بنگلہ ہیں، جن میں کسی قسم کی کاشت نہیں ہوتی۔ ان بنگلوں میں دھڑے اور سانپ وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اگر یہاں انگل لے لیتا کام کیا تو کم از کم پانچ سو روپے میاں بن جائے گا۔“

(”دی ایک آف دہلیم کیری“ ڈاکٹر ہندیا سموسٹور، جلد مین برہمن) یہ وہ زمانہ ہے جب لارڈ کلایو ہندوستان میں کمپنی کی بنیادیں مستحکم کر چکا تھا۔ وارن اسٹونگر برطانیہ چلتے کر اپنے مخالفین کا سامنا کر رہا تھا اور آٹری گورنر جنرل لارڈ کارڈوئس اپنے سات سالہ کا شاہی مہم حکومت کے بعد بیکدوش ہو کر واپس برطانیہ چلا رہا تھا۔ اس وقت تک جنوبی ہند میں برائے نام سبھی آبادی تھی جو نو قرون (Lutwami) فرق کے درمیں پارسی مشن 1707ء کا نتیجہ تھی۔ جسے انگریزوں اور فرانسیسیوں کی حوازا جنگوں (کرناٹک کی لڑائیاں) نے اس حالت تک پہنچا دیا تھا کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔ جنوبی ہند میں مسیحیت کے کاہنوں نے ہونے کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ جنوبی ہند برہمن مت کا مرکز نہیں تھا اور یہ معمولی کامیابی آریہ قوم کے آئندہ پرست ہندوؤں میں نہیں بلکہ درویدی قوموں کے بیچ حاصل ہوئی جو بہت پرعت (Spirits) کی پوجا کرتے تھے۔

شاہی ہند میں اڑیسوں ہندوستانی سکھ، دہلی کے دیویش داس تھے جنہوں نے پارسی دھرم کی تعلیمات سے اثر قبول کیا۔ (پارکھیس، داس لارڈ کلایو کی طرح میں باقاعدہ خادم ہے۔ وہ پہلے اپنی اولاد ہندوستانی تھے جنہوں نے برطانیہ کا سفر کیا اور کنگلہ کے ہرم کوہ کے محل کے گرد 1774ء میں بحیثیت قاری حرم واپس ہندوستان آئے۔) یوں کہا جاسکتا ہے کہ گجگ مسخوں میں دہلیم کیری اور اس کا ساتھی داس کنگلہ شہر سے باہر نہ جائے تھے کہ کیری بالکل نادار ہو گیا اور شہر کے اخراجات سے بچنے کے لئے دروازے بنگلے کے کنارے باغیچہ نامی مقام پر منتقل ہو گیا۔ علاقہ باغیچہ میں کیری اور داس نے مناظرے، مناظرے اور ملاوی سے اپنے مشن کی ابتدا کی۔ لیکن باغیچہ میں زیادہ تر آبادی پرگانوں اور دیگر ہرچیز اقوام کی تھی، یہاں رو کر خالص ہندوستانوں سے رابطہ نہ تھا تھا۔ اس لئے مشہور مصلح پیچھے کی جانے پیدائش لکھا کا راج کرنے کی طمانی تھی۔

لہذا اس زمانے میں برہمن مت کا گہوارہ تھا۔ یہاں مسکرت کے بہترین ودوان پائے جاتے تھے اور یہ شرف ایک دھرمک استھان (ذہنی مقام) ہونے کی حیثیت سے نہ تھا، بلکہ اس اور کائناتی دھم جیسے مذہبی مقامات کا ہم پلہ تھا لیکن کیری کی یہ ضرورت حل ہی میں رہی اور اسے لکھا میں مستقل رہائش اختیار کرنے کی اجازت دئی گئی۔ اس موقع پر دہلیم کیری نے فورٹ دہلیم کے چھپچھپانے والے برادری سے مدد کی درخواست کی لیکن کوئی ہتھوڑی نہ ہوئی۔ اس زمانے میں کیری کا پانچ سالہ چٹا بیڑہ تھا اور مسلسل ٹھکرات نے دہلیم کیری کو

غزل، دماغ کا سرایض بنا دیا تھا۔ کئی ماہ کی مسلسل دوا دھوپ کے بعد اسے دیپ ہاٹ (سندھ بن) میں ایک قلعہ اراضی نصیب ہو۔ اس کامیابی میں چنڈت رام رام داس کی کوششوں کو دخل تھا۔ دیپ ہاٹ میں ولیم کیری کی اولین قیام گاہ سہائت صاحب کا بنگلہ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔

لیکن یہاں قیام نہایت مختصر رہا۔ اس کے بعد کیری نے نخل کی کاشت کا اہتمام حاصل کر لیا اور مدین ہائی کے کھرجانے تک رسائی حاصل کر لی۔ نخل کی کاشت، کیری جیسے نادر شخص کے لئے مشکل کھانے کا سودا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب ایٹھ یا کھنٹی قلعہ سودا گروں ہی کی فہم بلکہ کھرجانہ داروں اور سرہانہ داروں کا ادارہ تھی اور ان کی اجارہ داری چھوٹے کاشت کاروں کے لئے وبال جان بنی ہوئی تھی۔ کیری بھی اس اجارہ داری کا شکار رہا۔

(بہی وہ زمانہ ہے جب اس کا چنا بیٹر کچیل کا شکار ہوا اور چانہرت ہو سکا۔ اس کی قبر کھودنے والے چار افراد کو گانڈس کے قبروار نے اپنی برادری سے خارج کر دیا۔)

مدین ہائی میں ولیم کیری کی تعلیمات سے متاثر ہو کر پرتگالی نسل کا ایک فرد اگنیئس فرنیڈس (Ignatius Fernandez) مسیحیت کی طرف آیا۔ بعد میں اس شخص نے ٹنگٹو شہر میں ہندوستان کا پہلا پریسبٹیرین چرچ 1797ء میں تعمیر کروایا۔ مدین ہائی میں متادی کرنے اور بنگالی میں کتاب مقدس کے ترجمے کی طرف توجہ کی۔ اس کام میں سب سے بڑی دقت یہ تھی کہ بنگالی زبان میں ادبیت کے فقدان کے سبب الفاظ و محاورات کے انتخاب میں بہت غلط رہنا پڑتا تھا۔ اس مشکل سے نمونہ آنا ہونے کے لئے ولیم کیری نے مشکرت کی طرف توجہ کی۔ حتیٰ کہ اس نے اپریل 1798ء میں آریاتی اقوام کی یہ بادی زبان سیکھ لی، اب بنگالی میں ترجمہ کرنا اس کے لئے مشکل نہ تھا۔ 1798ء کے شروع میں اس نے سٹیکٹ (Satic) کو ایک خط میں لکھا۔

”میں مشکرت زبان سیکھ رہا ہوں جو شاید دنیا کی سب سے مشکل زبان ہے۔ اس کو سیکھنے کی غرض سے میں مشکرت کی گرامر اور لکچری کے ترجموں کو انگریزی میں تقریباً مکمل کر چکا ہوں اور ایک ایسی لکچری کی ترتیب کا کام بھی کافی ترقی پا چکا ہے جس میں کہ مشکرت کے الفاظ کا ترجمہ بنگالی اور انگریزی زبانوں میں ہوگا۔“ (”ولیم کیری“ ص: 101)

1798ء میں اس نے پائل کے لالین بنگالی ترجمے کو تقریباً مکمل کر لیا۔ صرف اشعار کی کتاب سے ایوب کی کتاب تک کے چند نامہ نگاریاں تھیں ہوتی تھیں۔ اس ترجمے سے متعلق کیری نے اپنے ایک خط میں فلر (Fuller) کو لکھا تھا۔

”اس کی ایک نظر ثانی تو ہو چکی ہے لیکن کئی بار نظر ثانی اور کرنی ہوگی۔ میں نے خط اس کام کیلئے ایک چنڈت کو ملام رکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر میں خود بھی اس امکان نظر ثانی کرتا ہوں۔ وہ محاورات اور صرف و نحو کی خاموشی کو درست کرتا رہتا ہے اور میں خیالات کے صحیح مفہوم اور ترجمہ کی صحت و صداقت پر نظر رکھتا ہوں۔

معمولی پڑھنے والے کے لئے یہ آسان نہیں کہ بنگالی پڑھتے وقت حساب الفاظ پڑھ لے لے کیونکہ اس زبان میں اعراب قطعی نہیں ہیں۔ اب چھاپائی کے طریقہ کا دارودار سوسائٹی یہ ہے۔ یعنی آدا چھاپنے کی مشین وغیرہ انگلستان سے آنے کی یا یہ سیکھ بچھارنی جانے کی اور آیا یہ کہ اس کو بچھایا بھی جائے گا یا نہیں۔“

(”ولیم کیری“ ص: 101)

جب تک چلسٹ مشنری سوسائٹی، برطانیہ اس درخواست پر غور کرتی، ولیم کیری ٹکٹو سے ایک پراثر ٹکڑی کا ریڈیو مٹین پریس دن پائی تھا لایا۔ یہ پریس اس کے ایک دوست اوڈنی نے چمپائیس پوٹ میں خرید کر مشن کو بطور عطیہ دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب برطانیہ سے بے مشنریوں کی بجلی کھپ روات کی گئی۔ بے مشنریوں میں جان فاؤنٹین پہلا آدمی تھا جو ولیم کیری کے پاس دن پائی بیچا۔ کیری، بھوٹا قوم میں ایک نیا مٹین قائم کر کے فاؤنٹین کو وہاں منتقل کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ ایسٹ اوڈنی کتبھی کے دائرہ اقتدار سے باہر رو کر کام کر سکے لیکن سرکار نے اس کو وہاں تک جانے کا پروانہ راہداری دینے سے انکار کر دیا۔ مختلف اقدامات میں اور جب دن پائی سے ولیم کیری کو کیا ہوا (ٹکٹو جاتی، رام رام پاسو) بنگالی زبان میں بائبل کا ترجمہ شائع ہوا تو اس حد تک مقبول ہوا کہ برطانیہ میں British & foreign Bible Society کی غیار پڑی، جس کا مقصد فقط بائبل کے تراجم کی طباعت و اشاعت تھا۔

چرچ مٹین نے 1815ء تک صرف جرمن پادری علی ہندوستان بھیجے۔ چلسٹ مشنری سوسائٹی اس معاملے میں زیادہ خوش قسمت ثابت ہوئی۔ برطانیہ سے 1799ء میں سوسائٹی کے بھجوائے گئے بے مشنریوں کی دوسری کھپ چار مشنریوں پر مشتمل تھی۔ یہ چار مشنری برٹن (Brundson) گرانٹ (Grant)، جوشوا مارشمن (Joshua Marshman) کی اہلیہ حنا مارشمن (Hannah) اور ولیم وارڈ (W. Ward) تھے۔ (ابتداءً نام واسطے لینا گھسا کے لادائیں تھے۔ یہ 12 اکتوبر 1799ء کو یہاں پہنچے۔)

ان خاتون و حضرات کو سوسائٹی نے اس امید پر ہندوستان بھجوا دیا تھا کہ کتبھی ان کو مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دے دے گی لیکن کتبھی کے گورنر آف ڈائریکٹرز سے طویل مذاکرات کے باوجود سوسائٹی اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ لہذا جب یہ لوگ پانچ ماہ کی طویل مسافرت کے بعد کتبھی پہنچے تو اس سے پہلے کہ جہاز ٹکٹو کی بندرگاہ کی حدود میں داخل ہو، جہاز کے کپتان وکس (Capt. Wickes) نے الزام و مہربانی انھیں ایک کشتی میں سوار کر کے ایک مقامی بنگالی ٹرک کے ہمراہ سیرامپور بھیج دیا۔ سیرامپور اس زمانے میں "ٹریڈنگ پور" کہلاتا تھا۔

سیرامپور کا علاقہ ٹکٹو سے چند میل شمال کی جانب دریا کے کنارے کا کھلا علاقہ تھا جو اس وقت ڈلہار کی حکومت کے زیرِ نگیں تھا۔ جنوبی ایشیا کے اس کنٹریری (Canterbury) میں قدم رکھنے کے بارے میں ولیم وارڈ اپنی ڈائری میں رقمطراز ہے:

"13 اکتوبر 1799ء بروز اتوار۔ میں اور برٹن رات بھر آسمان کے سایہ میں اپنے اپنے صندوقوں پر سوئے۔ علی الصبح ہم لوگ بخیر و عافیت سیرامپور پہنچے اور ایک ایسی مراۓ میں، جس کی سڑاں ہم سے کی گئی تھی ٹھہرے۔ آج کوئی عبادت نہیں ہوئی۔ اس جگہ ایک پرتگالی گر جاگھر کے علاوہ اور کوئی کچھ نہیں ہے۔"

16 اکتوبر۔ کپتان صاحب ٹکٹو ہو کر آئے اور انہوں نے بتایا کہ جب تک ہم اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں گے ان کا جہاز بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکا۔ لہذا میں اور بھائی ایڈرین ٹکٹو گئے۔ دوسرے دن ہم کو ٹرٹی کی جہاز کو اس شرط پر اجازت ملی ہے کہ یا تو ہم قناد میں حاضر ہوں ورنہ سیرامپور میں سے باہر نہ نکلیں۔ ہم نے تمام باتوں پر غور کر کے فیصلہ کیا کہ ہم سیرامپور میں ہی قیام کریں گے جب تک کہ گورنر سے ہمارے وہ دوست نہ آ جائیں، جن کو ہم نے غلطوعداؤں کے ہیں۔ کپتان وکس نے پادری براؤن (Rev. Brown) سے ملاقات کی جنہوں نے حتی الامکان ہماری مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ (یہ نام "ریورنڈ ڈیڈ براؤن" ہے۔ برائے ٹکٹو)

میں برطانوی کلیسا کے Clergy Man تھے 24 نومبر 1800ء میں فورٹ ولیم کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ حکومت سے متعلق انہوں نے جو رد یہ ہونا چاہیے اس کے متعلق ہم کو چند ہدایات ملی تھیں، وہ ان کو چند کرستانی تھیں اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ عقائد میں ہمارے وہاں کے اعلیٰ افسر کو فخر کر دیں گے کہ ہم لوگ سیرامپور میں اس وقت تک ہیں جب تک کہ ہم کو نیشنل کی جانب جانے کی اجازت نہ مل جائے۔ (ولیم کیری، ص 114-115)

یہ مضمون اپنے آثار کا ری میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی مذہب سے متعلق پالیسی کے سبب مختلف مشکلات سے دوچار ہوا۔ محض چند ہی دنوں میں پادری گرانٹ کا انتقال ہو گیا۔

میں نے آئے والے مشنری، دن بانی میں ولیم کیری کے نائب بن کر انگریزی حکومت میں مستقل سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن کمپنی نے پادری ڈیوڈ براؤن اور ڈاکٹر راسبرگ (Dr. Rossburgh) جیسے چند افراد کی بات بھی نہ مانی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی پولیس کو اس بات کا خیال تھا سیرامپور کے ڈاکٹر (Danish) گورنر کی پشت پناہی کے سبب یہ لوگ ان کی دست برد سے باہر چلے گئے، حتیٰ کہ یہ افراد انسانی گتھی کہ یہ لوگ تحریک پسند تھے اور لڑائیں کی طرف سے ہاسپی کرنے ہندوستان پہنچے تھے۔

اس آڑے وقت میں سیرامپور کے گورنر نے ہدایت دلیبری سے ان کا ساتھ دیا اور کمپنی کے مراسلوں کے جواب میں کچھ بھیجا کہ لندن کے افغان (Danish) سفیر نے جن لوگوں کو سمجھایا تھا وہ اس کے خلاف ہیں، ان کی میں آخری دم تک حفاظت کروں گا۔

ان حالات میں خود ولیم کیری کا دن پادری میں رہتا مشکل ہو گیا لہذا اس نے بھی دن بانی کو چھوڑ کر سیرامپور چلے گئے۔ ان حالات میں خود ولیم کیری کا دن پادری میں رہتا مشکل ہو گیا لہذا اس نے بھی دن بانی کو چھوڑ کر سیرامپور چلے گئے۔

فیصلہ کر لیا۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے اس نے اپنی یادداشتوں میں لکھا:

"سیرامپور میں ہم لوگ مشنری کی حیثیت سے مستقل سکونت اختیار کر سکتے ہیں، لیکن اس کی برطانوی حکومتوں میں قطعاً اجازت نہ ملے گی۔ پھر مضمون کے نام سے تصدیق یعنی داخل کی ضمانت اور انعامات کے لئے جو سہولیات ہمیں سیرامپور میں مل سکتی ہیں وہ یہاں ملتی محال ہیں۔"

(ولیم کیری)

10 جنوری 1800ء میں ولیم کیری، اس کی خیمہ والوں اور پڑتے رام رام باسو دن بانی سے سیرامپور پہنچے۔ یہ سب کچھ حالات کے زیر اثر اور فکر کے مشورے سے ہوا۔ اس موقع پر اگر کچھ دیر اور تاخیر سے کام لیا جاتا تو شاید سیرامپور بھی مشنریوں کے ہاتھ سے نکل جاتا کیونکہ دن بانی کو چھوڑنے کے صرف ایک سال بعد ہی پرتگیزی کی سیاسی حکمت عملی کے ہاتھوں سیرامپور ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ڈاکٹر کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے سیرامپور پر قبضہ کر لیا۔ اس معرکے کے دوران میں دن بانی کا علاقہ دونوں اطراف کی فوجوں کے ہاتھوں سے روندھا گیا۔

حکومت اور ہنگامہ پر کے متعلق، دنیا کی دوسری جانب 'ہوڈا' کا علاقہ ہے جس کا مرکز سیرامپور کی آبادی ہے۔ یہ جگہ آباد علاقہ دھنوک پور کا مرکز ہونے کی حیثیت سے پوری کے بعد سب سے اہم چیز تھوڑا سا دور ہے۔ اونٹن 1800ء تک سامنے ایک پریشانی کیونکہ گرجا گھر کے ارد گرد کوئی ضمانت کا وہاں نہ تھی۔

۱۱ جنوری کو مشنریوں نے سیرامپور شہر کے وسط میں چھ ہزار روپے کے عوض ایک مکان خریدا۔ اس کے چاروں اطراف میں

خاصاً وسیع کھلا اجلاس تھا جو مشن کے لئے انتہائی سوزوں تھا۔

12 جنوری 1800ء کے آگئے ایک خط عام نظر (برطانیہ) سے اقتباس دیکھیے:

"اس مکان سے انجیل کی تبلیغ و اشاعت شروع ہو گی اور تمام ہندوستان میں پھیل جائے گی۔ ہمارا ارادہ ہے کہ جب دوسرے اور یہاں سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کام لیں۔ کاغذ آ ہی گیا ہے اور یہاں سے گلاب و دیگر سامان کے مکمل ہو چکا ہے۔ چند درباب کے سوائے باقی کا ترہر بھی ہو گیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ چھ ماہ کا کام فوراً شروع کر دیں۔ ہم پہلے نیا مہندس مچھالی کے اور پھر پرانا مہندس۔ ہم کو اپنے کام سے مشغول ہے اور ہم حتی الامکان آپ کے اظہار بات کم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

(ولیم کیری "آرکائیو" ص 138)

اس خط کے لکھک ایک خط بعد وارڈ اپنی ذاتی میں لکھتا ہے

"18 جنوری 1800ء۔ اس خط میں نے اپنے خدایان کے انتظام کے واسطے چند قوانین مرتب کئے۔ سب پاری پاری دیکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ ہر شخص ایک مہینہ خاندانی امور کا نگران رہتا ہے۔ بھائی کیری خزانچی ہیں اور ان ہی کے سپرد وہ تمام کام بھی انتظام ہے۔ بھائی ڈائمنڈ ڈائریکٹر ہیں۔"

(ولیم کیری "آرکائیو" ص 119)

ترے کے کام سے حلقہ دارڈ نے اپنی ذاتی میں لکھا:

"نیم اگست۔ سچ کا کھانا کھا کر بھائی کیری ترہر کر کے اور یہاں کی بھیج کر کے میں صرف ہو جاتے ہیں۔ بھائی ڈائمنڈ دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ میں اور باقی پہاڑی خاندان میں کام کرنے لگتے ہیں۔

ہمارا کچھ نظر چلا گیا ہے مگر ہم اس کے بغیر ہی کام چلا رہے ہیں۔ ہم ہفتہ بھر میں 200 کاپی کے نین جڑ چھاپ لیتے ہیں۔

ہمارے پاس ایک چھاپنے والے۔ ایک فکری اور ایک جلد ساز ہے۔" (ولیم کیری "آرکائیو" ص 118)

واضح رہے کہ اس زمانے میں چھپتے مشنری سوسائٹی برطانیہ، سیرام پور مشن کے لئے 389 پختہ سالانہ برطانیہ سے بھجوا کرتی تھی۔

گورنر جنرل ڈارڈ ولڈی کے اچانک انتقال (5 اکتوبر 1805ء بمقام قادی پور) کے بعد جب سر جارج بارلو قائم مقام گورنر جنرل مقرر ہوئے تو سیرام پور مشن ایک بار پھر مشکل حالات سے دوچار ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرکردہ اراکین کے خیال میں ولڈر کی بے حد اور غلطی فسادات کا اصل سبب سیرام پور کے مشنریوں کی سرگرمیاں تھیں۔ ابھی سر جارج بارلو ان افواہوں پر غور کر ہی رہے تھے کہ سیرام پور کے لئے سوسائٹی کی طرف سے بھجوائے ہوئے دو مشنری (چھتر اور راجن) بھی پہنچ گئے۔ ان کی آمد نے گویا فضا کو اور خراب کر دیا۔

اقول تھ کپتان وکس (Capt. Wickes) کے جہاز کو بندرگاہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا اور اس کے بعد چھتر (Chater) اور راجن (Robinson) کے خلاف حکم امتناعی جاری کر کے انہی فوراً واپس کر دیا گیا۔ اس ضمن میں پوچھ گچھ کے لئے ولیم

کیری کو 28 اگست 1806ء میں سپریم کورٹ فلکس کے سرکاری حرم کے دروازے پر جتا چلا جہاں اسے سر جارج پارلو (قائم مقام گورنر جنرل) کا حکم نامہ چھ کر ملایا گیا۔ سر جارج پارلو نے لکھا تھا کہ:

”میں آئندہ ہندوستان کے درمیان تبلیغ کرنے سے باز رہے۔ دی کوئی بے چارہ نہیں کرے اور کسی ہندوستانی مبلغ کو تبلیغ کی غرض سے روانہ کرے۔ چونکہ سرکار غور و خفا کے مذہبی معاملات میں اگلی ہونا مناسب نہیں سمجھتی لہذا کیری اور اس کے ساتھیوں کو بھی ایسا نہ کرنا چاہیے۔“

(”دلیم کیری“، ص 138)

اب میں کو یہ اختیار تو تھا کہ وہ بائبل کو چھاپیں اور اپنے اساطیر کی حدود میں سنا دی بھی کریں لیکن شارع عام پر لال بازار میں وہ صرف لندن کے کورٹ آف ڈائریکٹرز (Court of Directors) سے اجازت مانے کے ساتھ ہی تبلیغ کر سکتے تھے۔

1807ء میں بے گورنر جنرل لارڈ مینٹو (Lord Minto) کا تقرر عمل میں آیا تو چیف سیکرٹری نے دلیم کیری کو ایک بار بھر طلب کیا اور 11 جنوری 1807ء کے جاری شدہ بے حکم کے مطابق میں پریش فوری طور پر فلکس ختم کرنے کو کہا، لیکن اس موقع پر گورنر کرپلنگ نے میں کے ساتھ حدود و اسطو رکھ رکھتے ہوئے اس حکم پر غور نہ کر دیا۔

ڈاکٹر جارج سمٹھ اور سوسائٹی برٹش کیری کے لکھے کے مطابق حیرام پر میں کے ہندوستان میں سب سے بڑے انگریز کالونین کرپلنگ اسٹوٹ اور سیکرٹریٹ ویزنگ تھے جنہوں نے اپنے بیانات میں کہا تھا کہ:

”میں کو چاہیے کہ ہندوستان کا استحکام حاصل کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب ہم تمام مشرعوں کو برطانوی دھرم کا حکم دے دیں گے۔“

اگر ہم نے ہندوستان میں تبدیلی مذہب کی اجازت دے دی تو یہاں اس قدر باطنی پھیلے گی کہ ہندوستان کی پیاس کروڑ آبادی انگریزوں کو لکھی آسانی سے نکال دیا کرے گی جیسے آدھی رویت کا ادا دیا ہے۔ کوئی اجازت ہندو بھی ان کے درمیان میں نہیں آ سکتا۔

اگر مرضی زبان میں بائبل کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی تو قہر نہیں کہ سرخوں سے ایک بار بھر جنگ ہلے۔“

ادھر برطانیہ میں سڈنی سمٹھ (Sydney Smith) دیر و ناگ ایکٹریگ راج راج دو مرتب حیرام پر میں کے خلاف لکھ چکا تھا۔ واضح رہے کہ سڈنی سمٹھ ”لندن کا شیر بر“ مشہور تھا اور اس کے لکھے کی کات کا کوئی تو نہیں تھا۔

سڈنی سمٹھ نے حیرام پر والوں کو ”Nest of Consecrated Cobblers“ کہا تھا۔ وہ لکھتا ہے: ”ہندوستان میں مقدس ہزاروں کے اس جاکٹ کی موجودگی کسی طرح بھی گوارا نہیں کی جاسکتی، خصوصاً ان حالات میں جبکہ یہ خود دوسروں کے مذہبی عقائد کا احترام نہیں کرتے اور ان کے مذہبی جذبات کی توہین کرتے ہیں۔“

اس صر کے میں بڑے بڑے سوداگوں نے حکم کے جوہر دکھائے۔ حیرام پر والوں کے حق میں شاعر اور مقرر داریٹ سورے (Roberts Southy) نے بڑا مزاج و مضموں لکھا اور سڈنی سمٹھ جیسے بجا دوری ازب اور صحافی کو چپ کر دیا۔ داریٹ سورے لکھتا ہے:

”جی تھیراور جابل حردہ ہیں جنہوں نے مکمل ہانک کا ترجمہ بنگالی زبان میں چار کر کے اس کو شائع کیا ہے۔ سب سے پہلے کے تراجم منسکرت، الیہ مرادھی، ہندی اور گورکھ زبانوں میں ہو گئے ہیں اور ذرا شیع ہیں۔ فارسی، سنسکرت، بنگالی، ہندی اور چینی زبانوں کے تراجم پر کام ہو رہا ہے۔ ان میں سے چار زبانوں میں مکمل ہانک کا مکمل ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔

معمولی حالات میں بھی مصنفہ بالہ کارا نے جرئت انگیز ہو سکتے تھے لیکن ہماری جرئت کی اچھی نمونہ داتی جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ان مشنریوں میں سے ایک پندرہواں ایک چھاپہ خانہ کا مازم اور تیسرا ایک ادبی مددے کا استاد۔“

(Quarterly Review, London, Vol 2)

محولہ بالا واقعات سے یہ اندازہ لگایا مشکل نہیں رہتا کہ سیرام پر مشن کی تبلیغ کئی کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی انجی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج سیرام پر کالج کے اسٹیبل ہال میں ڈیوارک کا ایک مجسمہ اس طور پر لگا ہوا ہے کہ اس کا سایہ ولیم کیری کے ایک مجسمہ پر عرصہ وقت چڑھ رہا ہے۔

ان حالات کا سہ ہنگری سے مطالبہ کرتے ہوئے بنگالی زبان میں ہانک کا مکمل ترجمہ 24 جون 1808ء کو چھپ کر تیار ہوا۔ 15 جون 1801ء میں ولیم کیری کے لکھے ایک خط مام رائلینڈ (Mylind) کے مطابق چنڈت مام رام مام باسو نے ایک راجا کی سوانح عمری بنگالی زبان میں لکھی تھی بنگالی زبان کی انوکھی سوانح عمری ہے۔ اسی زمانے میں مام رام باسو نے بنگالی کہانوں کا ترجمہ مکمل کیا تھا۔ 1802ء تک سیرام پر پریس سے رمانیں اور مہا بھارت کے بنگالی ترجمے شائع ہو چکے تھے۔

آؤٹکار دارالامراء (House of Lords) میں لارڈ ڈارلی نے جنس ٹیس مشن کی وکالت کی اور اپنی بات کو بھرے اچان سے منویا۔ لارڈ ڈارلی کی پیش کردہ تحریک کے الفاظ یہ ہیں۔

”ہر جگہ ہندوستان کے برطانوی مقبوضات کے باشندوں کی سود و بیہودہ کو ترقی دینا ہمارے ملک کا عین فرض ہے۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ ایسے ادراج و سماجی اختیارات کئے جائیں کہ جن سے ان باشندگان ہند میں کارآمد علوم کی ترقی اور مذہبی و اخلاقی اصلاح و ترقی کی صورتیں پیدا ہوں۔ لیکن باہم وجہ لازم آتا کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے جو لوگ ہندوستان جانا اور وہاں رہنا ہواں اختیار کرنا چاہیں ان کو مستقل قانونی سہولتیں بھی بہم پہنچانی جائیں تاکہ یہ لوگ اپنے اردوں کی تکمیل کر سکیں۔“

(”ولیم کیری“، ص 153)

یہی وہ قرارداد تھی جس کے ذریعے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذہانے میں ہندوستان کے دروازے منظمین کے لئے کھل گئے۔

سیرام پر پرنٹ مشن مدرسہ کا قیام۔ 1800ء

یہی قرارداد تھی جس کے لئے وزارت کی فریاداری (11 جنوری 1800ء) کے ساتھ ہی ”سیرام پر مشن مددے“ کی بنیاد چھپ کر ”سیرام پر کالج“ کی ابتدا 1808ء میں ہوئی۔ یہ ادارہ ہندوستان میں سبھی تعلیمات کا سب سے اہم اور نمایاں ادارہ تسلیم کیا جا رہا ہے۔

سیرام پور کالج کی سالانہ رپورٹ (ایبٹ: 1933ء) کے مطابق اس کے بانیوں میں ولیم کیری، جوشوا مارشمن اور ولیم وارڈ کے نام آتے ہیں۔

سالانہ رپورٹ کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے

Founded By Carey, Marshman And Ward 1818 Incorporated Royal Charter 1837.

اس کالج کے بنیادی مقاصد سبکی تعلیم کا فروغ اور سائنسی علوم کی ہندوستان میں ترویج و ترقی تھے۔ 1837ء میں انمارک کی حکومت کے شاہی چارٹر کی رو سے اس کالج کو پبلنڈرینی کا درجہ دے دیا گیا۔ 1845ء میں سیرام پور کے تاج برطانیہ کے زیر نگین چلے جانے کے ساتھ ہی برطانوی حکومت نے سیرام پور کالج کے اس اعزاز کی توثیق کر دی۔ 1856ء میں نپلٹ مشنری سوسائٹی برصغیر برطانیہ کو مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ اس کالج میں فنون لطیفہ اور جدید تکنیکی کی تعلیمات کو جاری رکھ سکے۔ 1857ء میں سیرام پور کالج کا الحاق (پبلنڈر کالج) فی قائم کر دیا، لکھنے پونڈرینی سے کر دیا گیا ہندوستان میں قائم کردہ پہلی پبلنڈرینی تھی۔

1883ء میں برطانوی حکومت نے بھی سیرام پور کالج کو ہا اختیار اور باقاعدہ پونڈرینی کے طور پر تسلیم کر لیا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس تعلیمی ادارے سے فنون لطیفہ اور دیگر مضامین کی کئی قسمیں ختم کر کے صرف اور صرف سبکی تعلیمات کے لئے وقف کر دیا گیا۔ 1900ء سے 1910ء تک یہ ادارہ اپنی نوع میں دلیا کا نمایاں ترین مذہبی ادارہ تسلیم کر لیا گیا۔ 1910ء میں اپنی درجہ کی دینی تعلیمات کی دیگر اس مطا کرنے والے مالی سطح پر معروف اداروں میں سیرام پور کالج سرپرست تھا۔

George Howells Serampore کی کتاب 'The story of Serampore and its college' مطبوعہ:

1927ء کے مطابق اس ادارے سے سنسکرت رہنے والے ابتدائی فاضلوں کی فہرست درج ذیل ہے:

1-	William Carey	—	1818-1832
2-	Joshua Marshman	—	1818-1837
3-	William Ward	—	1818-1823
4-	John Mack	—	1821-1845
5-	William Robinson	—	1832-1837
6-	J. Leechman	—	1832-1837
7-	W H. Denham	—	1844-1858

ہندوستان میں سیرام پور کالج طرز کے تعلیمی ادارے کا قیام ہی اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ 19ویں صدی عیسوی تک مختلف شہروں میں مختلف سبکی انجمنیں فعال حالت میں موجود تھیں۔ 1858ء میں براہ راست تاج برطانیہ کے زیر اثر چلے جانے کے ساتھ ان انجمنوں اور اداروں کے تعلیم ہندوستان میں داخل اور ترقی کے تراجم کی گرم بازاری دیکھنے میں آئی۔

سیرام پور پبلشٹ مشن کے تراجم (1801ء-1811ء)

سن اشاعت	نیا مہندس	پانا مہند			
		موسیٰ کی پانچ کتابیں	قاری علی کتب	ممالک انبیاء	دیگر کتب مقدسہ
1801ء	ہنگامی	_____	_____	_____	_____
1802ء	_____	ہنگامی	_____	_____	_____
1803ء	_____	_____	ہنگامی	_____	_____
1807ء	_____	_____	_____	ہنگامی	_____
1808ء	سحریت	_____	_____	_____	_____
1809ء	الزحی	_____	ہنگامی	_____	_____
1811ء	ہندی اور عربی	سحریت	_____	الزحی	الزحی

(نوٹ) مہند، ہانا قراجم دہلم گیری نے چڑت مرتبہ دوا انکار کی سادانت کے ساتھ کے۔ 1811ء میں پادری خری مارن نے پہلی بار سیرام پور مشن کے وقت ہنگامی کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔ یہ ترجمہ 650 صفحات پر مشتمل تھا۔
(دیکھئے "فہرست کتب خانہ مدارس دہلی" مطبوعہ "سوسائٹ آف" بنگلہ، دہلی 1968ء، ص 8)

1812ء: آتشزدگی

11 مارچ 1812ء کی شام چھ بجے جب سیرام پور مشن پریس سے تمام کاریگر ہمیں کر کے چلے گئے تھے تو آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کی اطلاع 12 مارچ 1812ء کی صبح جو شامادھمیں نے دہلم گیری کو پبلشٹ مشن کے دفتر واقع گلگتہ میں دی۔
ماہمیں کے مطابق ادارہ نے دفتر سے اسے نکالا۔ وہ دونوں دوڑ کر دفتر کے جنوب کے رخ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پتھر سے پر کا شات کا انبار لگا ہوا ہے اور اس میں سے میں فٹ اوپنا ایک شطرنج اٹھ رہا ہے۔ تقریباً نصف شب کو چھاپہ خانہ کی صحت ایک صوبہ دھاک کے ساتھ گری اور ساری عمارت کو شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ آگ دو بجے رات تک خود بخود فرو ہو گئی لیکن اس وقت تک تمام عمارت اور جو کچھ بھی اس میں تھا جہاں ہو چکا تھا۔

اس حادثے میں تنگھائی اور تال کے سبب عہد ناموں کیلئے طریقہ اختیار کیا گیا ایک ہزار دم کاغذ اور تال اور چینی زبانوں کے نام پانچ مل کر ماکہ ہو گئے۔

اس حادثے کے بارے میں تاحال دہلی کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کیوں کر پیش آیا۔

ڈاکٹر ہارن صوبہ اور سونگل پٹری گیری کے مطابق اس حادثے میں چار ہزار چار سو پندرہ دن کا نام تک ہو گیا۔ مہرانی،

ہندی، فارسی، عربی اور تامل زبانوں کے درمیان غائب کا چشمہ حصہ پھیل گیا اور ان کے تیار کردہ جاکری، ٹھکانو، پنجابی، برہی، مرہٹی، پنجابی، اڑیہ، تامل، پنجابی اور کشمیری زبانوں کے کل ایک سو چار نمبر (Fourty) تیار ہوئے۔ پنجاب ان میں شہریت کی گرانٹ کا انگلش ترجمہ اور شہریت (انگلش) کشمیری اور اہم کشمیری بھی تھی۔ مہارست، کشمیری، چھاپے کا سامان اور دیگر اوزاروں وغیرہ کو ملا کر اس ادارہ کی جہ سے تقریباً دس ہزار پاؤں کا مالی نقصان ہوا۔

چونکہ اس آتشزدگی میں ہمارے مہندس کی تجارتی کتابوں کے ترجموں کے تمام تقبی نسخے تلف ہو گئے لہذا انہیں دوبارہ ترجمہ کرنا پڑا اور یہ کام 1815ء تک تین سالوں میں مکمل ہوا۔ واضح رہے کہ آتشزدگی سے ہونے والے اس مالی نقصان کی معافی انگلستان نے صرف ساٹھ دن میں کر دی۔

سیرام پور پبلیشٹیشن کے تراجم (1813ء-1878ء)

سراشاہت	ماہنامہ	پرانہ مہندہ			
		موسی کی پانچ کتابیں	قادیان کی کتب	صوائف انبیاء	دیگر کتب مقدسہ
1813ء	—	ہندی اور مرہٹی	—	—	—
1814ء	—	—	اڑیہ	—	—
1815ء	پنجابی اور بلوچی (انڈین ٹیبل مشن، مرقس اور لوکا)	اڑیہ	شہریت	—	—
1816ء	راجستھانی یعنی سیدازی (دستی کی انجیل)	—	مرہٹی	—	—
1817ء	—	پنجابی	—	—	—
1818ء	ٹھکانو، مرہٹی، کوٹھالی اور چشمہ	—	ہندی	ہندی	مرہٹی اور شہریت

1819ء	آسامی اور بڑھ	—	بھاپلی	مرہٹی اور شکرگٹ	—
1820ء	گہرائی، راجستھانی (یعنی پٹانہری) ہندی، اودھی (مٹی) کی انجیل	—	—	—	—
1821ء	سکھیری، پہاڑی (یعنی نیپالی) ہندی، سکھیلی اور راجستھانی یعنی (مارواڑی)	—	تنگو، مرہٹی اور کونکانی	—	—
1822ء	راجستھانی (یعنی) براکتی، ہندی اور قومی	—	آسامی	—	—
1823ء	سکھاری اور راجستھانی پہری (مٹی کی انجیل)	—	—	—	—
1824ء	—	—	پتر	—	—
1825ء	پہاڑی یعنی کھاڈی (ایسور کے خط تک) سندھی (مٹی) کی انجیل	—	—	—	—
1826ء	بھاپلی، ڈوگری، بھٹ نیری، بہاری سکھری اور راجستھانی یعنی مالوہ کی زبان	—	—	بھاپلی	—

1827ء	بھری (ہرج بھارت) پہاڑی یعنی گڑھیوالی مٹی پوری اور پہاڑی یعنی پاپ	—	—	—	—
1831ء	کھاسی	—	—	—	—
1832ء	—	—	پشتو، آسامی اور مستھیری	—	—
1833ء	—	—	—	آسامی	آسامی

(نوٹ) صدر ہالہ تراجم، ولیم کیری نے پڑت مرتبہ دیو انکار کی معاونت کے ساتھ کیے۔ ولیم کیری کے اہل تراجم کے علاوہ 1825ء میں 253 صفحات پر مشتمل ترجمہ دادو کی زبان 1829ء میں ’مہد ہس‘ قدیم کی اشاعت بھی سیرام پر سے ہوئی۔

1851ء میں کتاب مقدس کا چٹا ایلیٹن چلٹ مشن (صدر دفتر سیرام پر مشن) نکلنے سے چھپا۔

1881ء میں ’مراہمر‘ کا پیلا ایلیٹن چلٹ مشن (صدر دفتر سیرام پر مشن) نکلنے سے چھپا۔

1884ء میں ’دعاے عالم‘ (ترجمہ بھری مارن) کا چٹا ایلیٹن چلٹ مشن نکلنے سے چھپا۔

1878ء میں ’خدا اور تین ہاڑ‘ کا پیلا ایلیٹن چلٹ مشن (نکلنے) سے چھپا۔

اناجیل و بائبل کے اردو تراجم کی مختصر تاریخ 19 ویں صدی عیسوی تک:

انجیل کا کیتھولک سلیط میں اولین ترجمہ ’نیکیت‘ تیسری صدی عیسوی میں عبرانی سے لائینی زبان میں سٹٹ جروم نے کیا تھا۔ اس ترجمے میں جروم نے عبرانی زبان کی صرف دلو کو خصوصی طور پر مد نظر رکھا جبکہ سکھ اعظم نے انجیل سے پہلے کے قدیم صحائف کو ستر طوائف کی ایک لم سے عبرانی زبان سے یونانی میں ترجمہ کر دیا جو ’سیپوٹ‘ یا ’مکھادی ترجمہ‘ کے نام سے مشہور ہے۔ اس ترجمے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سکھ اعظم یونانی زبان کو عالمی رابطے کی زبان بنانا چاہتا تھا۔

بعد میں اسی ترجمے کو بنیاد بنا کر دوسری صدی عیسوی میں یونانی سے اعلیٰ میں تراجم بہت بڑی تعداد میں ہوئے۔

یہاں اس بات کی وضاحت اچھی ضروری ہے کہ الہاوی کتب کے تراجم و تفسیری کثافت تقریباً ہر ملک اور قوم میں بڑی حدود کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ کثافت ہمیشہ طوائف دینی کی طرف سے ہوتی شاید اس لئے بھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دینی باتیں عام ہو جائیں اور لوگ ایک حد تک ان بزرگوں سے بے نیاز ہو جائیں لہذا بعض اوقات کثافت اس لئے بھی ہوتی کہ ترجمے اور تفسیریں باہرین مذہبات کی خطا کے خلاف تھیں۔ اس مزاج میں اور مشرق میں ہمیشہ سخت مشکل سے دوچار رہے۔

زمانہ وسطی میں انجیل و تورات کے مزاج میں کو طرح طرح کی ایذا کی دی گئیں اور علماء کی مجلس نے ترجموں کے منتقل انتہائی

انکام جاری کئے۔ دیمس (فرانس) کے ایک مسٹر ایچارڈ کو زندہ جلا دیا گیا۔ آکسفورڈ (برطانیہ) میں آرتھ بشپ ارنلڈ کی مجلس نے 1408ء میں آسانی پھینکوں کے ترجمہ کو ممنوع قرار دیا۔ انگریزی میں ہائل کا اولین مترجم ولیم ٹڈیل برطانیہ سے بھاگ کر جیبرگ (جرمنی) میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور کولون شہر سے ترجمہ ابھی چھپ نہیں پایا تھا کہ فریکلفٹ کے زمین نے کولون کی صحت کے ذریعے طاقت کا کام کر دیا۔ اب ٹڈیل بھاگ کر دوسرے پہاڑ اور وہاں سے ترجمہ چھپایا۔ جس کے چند نسخے 1528ء میں انگلستان پہنچے۔ لیکن یہ نسخے فوری طور پر تلف کر دیے گئے۔ اسی لئے آج سوائے چند ناقص اجزائے جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں اس ترجمے کا کوئی نسخہ نہیں ملے۔ ٹڈیل کی ساری عمر جلاوطنی میں گزری۔ آخر 1535ء میں گرفتار ہوا اور 1538ء میں اسے پھانسی دے دی گئی اور لاش دہکتی ہوئی آگ میں بھونک دی گئی۔ لیکن عجب ہے کہ انگریزی میں ہائل 1538ء سے لے کر شائع نہ ہو سکی۔

مختلف انواع مجبوراً اور ترے کی جانوں کے ہار اور آج سے پانچ سو برس پہلے (جب چھاپہ خانے کا آغاز ہوا) تک ہائل 33 زبانوں میں ترجمہ ہو چکی تھی۔ 19ویں صدی عیسوی تک ہائل کا ترجمہ 400 زبانوں میں ہو چکا تھا۔

آج 1108 زبانوں میں عہد نامہ کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ جن میں سے 210 زبانوں میں ہائل ترجمہ ہوئی اور 271 زبانوں میں 'نیا عہد نامہ' ترجمہ ہوا۔ اللہ اعداد و شمار کے مطابق یہ الہامی کتاب دنیا کی آبادی کے پچانوے فیصد حصے تک ترے ہو کر پہنچ چکی ہے۔

("Bible Translating" از یسین اے۔ نیڈا)

ہندوستان میں انجیل کا سب سے پہلا اردو ترجمہ ڈنارک کے پادری خلطو نے 1739ء میں شروع کیا اور 1741ء میں مکمل کیا۔ یہ ترجمہ 1848ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمے میں پیدائش کے چند ابواب مکمل "زبور" اور دانی ایل کی کتاب شامل ہے۔ دوسرا قدیم ترین ترجمہ کلہوڑگ کا تھا جو 1780ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔

یوں اردو تراجم کے سلسلے میں اولیت کا سہرا والدینز یوں اور پرنسٹون کے سرورڈ۔ والدینز یوں کے سر اس اعتبار سے کہ ڈنارک کے پادری خلطو کے ترجمے سے بھی بہت پہلے یعنی 1881ء میں (ہندوستان میں) والدینز یو سیلر جان جو شا کھٹر (Jogh Jashua Kabbani) نے اپنی کتاب 'صرف' (مطبوعہ 1715ء۔ کلکتہ) میں 'دعائے ربانی' کا اردو ترجمہ شائع کیا تھا جو الگ الگ کتابچے کی صورت میں بھی شائع ہوا۔

ترجمے سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"اورے باپ کہ وہ آسمان میں ہے، پاک ہوئے میرے نام، آدے ہم کوں لگ تیرا ہوئے دنیا تیرا ہوں؟ میں تو ہمیں (زمین) میں روٹی ہمارے نہ تھی، ہم کوں آس دے اور معاف کر کھمیر اپنی ہم کوں، میں معاف کرتے اپنے قرض دلوں کوں۔ نہ ذال ہم کوں اس دوسرے میں، بلکہ ہم کوں تمہیں کہ اس برائی سے تیری ہی ملتی؟ سواری؟ ماٹھیری حمایت میں۔ آمین۔"

(دعائے "اورے"، جولائی 1884ء)

1884ء میں پادری ڈاکٹر ولیم ہلٹر نے چند ہندوستانی پڑھوں کی مدد سے انجیل کا ترجمہ کیا جو 1886ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔

پادری ہنری مارٹن کا نام ڈاکٹر کے اردو ترجمے کے باب میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ ہنری مارٹن 1808ء میں ہندوستان آیا۔ 1807ء میں اس نے حیرام پور میں قصبہ انجیل کا ترجمہ مرزا فطرت کی مدد سے کیا اور مارچ 1808ء میں اختتام کو پہنچا۔ یہ ترجمہ دینی نگاری رسم الخدا میں شائع کیا گیا۔ 3 مایوسہ کہ ہے "عہد نامہ جدید" کا اردو ترجمہ ایک یونانی ترجمے کو بنیاد بنا کر کیا گیا تھا۔ آرمیڈاکن برکت اللہ نے اس کی سہولت 1817ء بتائی ہے۔ برکت اللہ صاحب کے لکھے کے مطابق ان کے پاس 1829ء کی طبع شدہ جلد تھی۔

(نوٹ: "صحیح کتب مقدسہ"، جلاب دیکھیں کتب سوانہی، لاہور)

لیکن اس ترجمہ کی بابت مام باؤسکین (تاریخ ادب اردو) کا بیان نامحال معتبر خیال کیا جاتا ہے۔ مام باؤسکین کے مطابق یہ ترجمہ 1814ء میں مکمل ہوا اور 1819ء میں شائع ہوا۔

1841ء میں خضر بکس کی کتب خانہ نے عہد جدید کی کتب کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ پادری ہنری مارٹن کے ترجمے پر مبنی تھا۔ اس کتب خانہ کے صدر ڈاکٹر بھٹو تھے۔ کتب خانہ میں دو ہندوستانی کتب (مرزا پور سے مطلق) بری باؤ اور جان کچ بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر فیض رحمانی کا کہنا ہے اس کتب خانہ کی مدد فرماتے تھے۔

مرزا پور کے ڈاکٹر بھٹو نے عہد نامہ جدید کے 1841ء کے ترجمہ کو نظر ثانی کر کے دہلی عہد ناموں کو شائع کرایا۔ یہ ترجمہ بہت زیادہ مقبول رہا ہے۔ 19 ویں صدی عیسوی کے اوائل میں اس ترجمے پر ایک بار نظر ثانی کی گئی تاکہ ترجمہ کو زبان کی اسلوبی کر دلوں سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔ تیسری نظر ثانی 1930ء میں کی گئی اور چوتھی نظر ثانی 1980ء میں مکمل ہوئی۔

1844ء میں عہد حقیقی کی تمام کتب کا اردو میں ترجمہ مکمل ہو گیا تھا۔ 1857ء سے 1870ء تک ڈاکٹر بھٹو بھٹو کے ترجمہ کی نظر ثانی کرتا رہا۔

اس کی نظر ثانی کے بعد ایک نیا ایڈیشن روسی اور عربی رسم الخدا میں 1870ء میں مرزا پور سے شائع کیا گیا اور ایک دانے تک اردو خوان طبقے میں مقبول رہا، سہولت کی خاطر ایڈیشن میں اسے "مرزا پور کا ترجمہ" لکھا گیا۔

جامع نظر ثانی شدہ انگریزی ترجمہ 1811ء میں شائع ہوا تھا لیکن اس وقت تک انگریز حرازمین کے سامنے قدیم نسخے نہ تھے اور ترجمہ کرتے وقت بنیاد بنانے کے خطوط کا متن بھی الف متن تھا۔ سو کہا جاسکتا ہے کہ انگریز حرازمین کے سامنے پہلی متن نہ تھا۔ جبکہ حراس اور مرزا پور کے اردو تراجم اسی انگریزی ترجمہ کے نقلی تراجم تھے۔

20 ویں صدی عیسوی میں یونانی تراجم کے ہزاروں نسخے اور متعدد تراجم دریافت ہوئے تو حراس اور مرزا پور کے اردو تراجموں کی طبیعت کم ہو گئی۔ حراس اور مرزا پور کے تراجم کا ایک بڑا نقص یہ تھا کہ ان میں برقی گئی زبان ناقص تھی۔ ظاہر ہے کہ دہلی اور کھنڈ کی کھنڈی زبان کے مقابلے میں شمالی ہند کے جنوب مشرقی علاقے کی پسماندہ اور قدیم اردو کوئی سنی نہیں رکھتی تھی۔ سو اردو متر کی سنی اسلوبی کردلوں کے عین مطابق اسے ترجمے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ البتہ حیرام پور پادری مٹن والے ترجمے بعد میں ہونے والے دیگر زبانوں کے تراجم کی بنیاد بنے۔ جیسے مارچ 1808ء میں شائع ہونے والا انجیل کا دینی نگاری ترجمہ (نظر ثانی: مرزا فطرت) پادری بولی کے بعدی ترجمے کی بنیاد بنا۔ ترجمے کی اردو متر بھٹو ہالے کے حوالے سے پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

"ہائل سوسائٹی نے اس طرح کے نئے ایک کھلی مقرر کی، جو 1893ء سے 1899ء تک کتبہ مجددیہ کی نظر ثانی کرتی رہی۔ یہ کھلی پادری انگلہ۔ اسی پر کھس، پادری انگلہ، جو داعی، برحقہ مصلحت، پادری ٹی، جسے مکات، پادری تارا چند، پادری ہے، لی ائے، ڈاکٹر ہے، سی آر پینگ، پادری ڈیوید ہور، پادری سی، اسے آر ہنری، پادری ڈیوید ہائل اور پادری ڈاکٹر ایف۔ بی لیوی پر مشتمل تھی۔ یہ نیا اردو ترجمہ 1881ء کے انگریزی ترجمہ پر جس کو 'رہنما' درجن کہتے ہیں، مبنی تھا۔ اس انگریزی رہنما اردو ترجمہ کی کھلی کے ممتاز ترین رکن بشپ ویسٹ کوٹ اور ڈاکٹر ہورٹ تھے۔ یہ ترجمہ نو روئی کن اور نو بیٹا کے متنوں پر مبنی ہے۔ انگریزی کھلی کے ارکان ان ہزاروں متنوں کی مختلف قرائتوں سے بخوبی واقف تھے، اور انہوں نے بے متن کو اختیار کر کے انگریزی طوائف کے سامنے ایک ایسا ترجمہ رکھ دیا، جو کج ترین متن پر مشتمل تھا۔ اس ترجمہ میں سے وہ تمام آیات و اقوال خارج کر دیئے گئے ہیں، جو کج ترین اور قدیم ترین متنوں میں نہیں تھے۔ (مکتبہ قدس)

کہا جاسکتا ہے کہ 1900ء کا نیا اردو ترجمہ اسی کج نظر ثانی شدہ انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے، جس میں متن ب کو بنیاد بنایا گیا ہے اور جسے کج ترین متن شمار کیا جاتا ہے۔

19 ویں صدی عیسوی کے دیگر اہم تراجم:

تراجم انجیل:

انجیل لوتا	مترجم: آکس	مطبوعہ: ہمداس	1749ء
	طبعی جیملو	طبعی دوم	1862ء
انجیل پرماتج مکات	ان۔ن	1758ء	
انجیل مقدس	ان۔ن	لوحیات	1895ء
ہائل	ان۔ن		1886ء
متی کی انجیل	ان۔ن	لوحیات	1840ء
انجیل برداس	مترجم: محمد عظیم حمید پٹنم	پریش۔ لاہور	ک۔ن
انجیل مقدس	ان۔ن	لوحیات	1883ء
کلام اللہ	مترجم: شیر سنگھ	لوحیات	1885ء
مرس کی انجیل	ان۔ن	ہمداس	1885ء
لوتا کی انجیل	ان۔ن	ہمداس	1885ء

(نوٹ) برٹش ایجز فارن ہائل سوسائٹی نے 1877ء تک ہندوستان کی 48 مختلف زبانوں میں انجیل کے تراجم شائع کئے۔

قرابت	نام حرم: / ان - سن	بریلی	1872ء
امثال کی کتاب	ان - سن	لدھیانہ	1874ء
ایوب کی کتاب	ان - سن	بریلی	1872ء
قرابت کی پانچ کتابیں	ان - سن	لدھیانہ	1822ء
اسحٰی کی کتاب	ان - سن	ہترتر	1879ء
دانیال کی کتاب	شلو	لدھیانہ	1874ء
دافود کی زبور	ان - سن	سیرام پور	1826ء
یحٰی نبی کی کتاب	ان - سن	لدھیانہ	1860ء

19ویں صدی کے اواخر تک تراجم کی اس چھل مکمل کا ایک سبب حکومت برطانیہ کی سکھ تبلیغ سے متعلق تبدیلی شدہ پالیسی تھی۔

1874ء میں برطانوی کلیسا کے تین ہشپ ہندوستان میں تھے۔ وہ باہمی مشورے کے لئے ٹاگ پور میں اواخر نومبر 1874ء میں جمع ہوئے۔ عیسوی مذہب کے پچار کے لئے ہندوستان ابھر میں جو مختلف انجمنیں (سہائیں) کام کر رہی تھیں، ان کے سرکردہ اراکین نے ان اصحاب سے دریافت کیا کہ ہندو متیوں کو عیسائی بنانے کے کارگردار تلخ کیا ہیں؟ اس سوال پر خاصا غور و خوض ہوا اور اس کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا کہ:

- 1۔ برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان کے پادریوں کو طوع و نکاری دے۔
 - 2۔ کسی ایک برطانوی یا یورپی میں ہندوستانی طلبہ کو اسکالرشپ دیا جائے، جو تبلیغ کا کام کرنا چاہتے ہوں۔
 - 3۔ حکومتی سطح پر عیسوی مذہب کے پچار کے لئے کتابیں تصنیف، تالیف اور ترجمہ کروائی جائیں۔ ("ملاقات گارساں دہلی" طبع اول: 1935ء، ص: 100)
- واضح رہے کہ 1875ء کے ہندوستان میں ہندی اور انگریزوں کے درمیان لوگوں کی آبادی 2,22,831 تک پہنچ چکی تھی۔ جبکہ ہندوستانی عیسائی 2,24,181 کی تعداد میں تھے۔

اسی سال حکومت نے عیسائی مشنریوں کے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کی اور متعدد ذیل وضاحت کی:

"مگر وہ مذہبی معاملات میں غیر جانبدار ہے۔ لیکن عیسائی پادریوں کو تبلیغ کی پوری آزادی ہے۔ مذہب کے نام پر لب جرم نہیں کئے جاسکتے (مرد: استر علی کی رسم۔ مرد: اندیک)۔ جو لوگ عیسائی بن جاتے ہیں حکومت ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے اور ان پر زیادتی ہونے کی اہانت نہیں دیتی۔"

("ملاقات گارساں دہلی" ص: 185)

ہندوستانی عیسائیوں کی جدید مطبوعات کی فہرست:

(1875ء) 'Conference On Urdu Hindi Christian Literature' میں درج ہے کہ اسی سال (1875ء) دہلی کے ایک مطبع کے مالک مہدی حسن نے لہریان کے عیسائی اخبار 'نور المشرق' میں اعلان کیا ہے کہ حسب ذیل کتابوں کا جواب لکھنے والوں کو دو سو روپے کا انعام دیا جائے گا۔ یہ کتابیں مسلمانوں کی طرف سے عیسائیت کی تردید میں لکھی گئی تھیں:

1۔ 'توحید الوداد'۔ یہ جواب ہے 'نیا زمانہ' از پادری عطاء اللہ دین کا۔

2۔ 'ملکین داؤد دین'۔ یہ جواب ہے 'نغمہ قطبوری' از رام چند کا۔

3۔ 'استخوان'۔ یہ جواب ہے 'دجال مسکا' از مسعود علی کا۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان بڑے جوش و خروش کے ساتھ پادریوں کو ترکی پر ترکی جواب دے رہے تھے۔ جبکہ خود ان کے گھر میں اختلاف کی آگ لگ رہی تھی۔ 30 جولائی 1875ء میں فرقہ اہل حدیث کے مشہور مخالف مولوی محمد محمد رام پوری نے اہل حدیث عالم مولوی شکر اللہ کو ایک مناظرے میں شکست دے دی تھی اور اس کامیابی پر مولوی محمد محمد رام پوری کو اخبار 'بغائبی' نے 31 جولائی 1875ء کی اشاعت میں 'ششپیر آب داہر بر گردن دایہ' اشراء کا خطاب دیا تھا۔ اس باب میں مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے:

- (1) Murdoch, John, 'catalogue of The Christian Vernacular Literature of India' Madras, 1870 (X, XIII 313 P (includes 2,000 ref)
- (2) Catalogue of Urdu Christian Literature and Supplementary. Catalogue of Christian Publications in the Other Languages of The Punjab, Lahore, 1886, Vol.4, 88 P (includes 750 Urdu references).
- (3) Weitbrecht, H U 'A Descriptive Catalogue and Review of Urdu Christian Literature. 1902-07 Lahore, 1906, 120 P

4۔ "تاریخ عیسائے ہندوستان" (تین جلدیں)

از پادری برکت اللہ پنجاب، لہرہ پبلیکیشنس پک سوسائٹی، لاہور 1962ء

نثری تراجم: فورٹ ولیم کالج تا 1857ء

اورنگزیب کے انتقال کے بعد مظفر سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ اس وقت تک محض دو کتب خانے کے اخطار میں پانچ ہزار علماء اور دہائیوں میں مصروف تھے۔ صرف بنگال میں اسی ہزار عدد سے قائم تھے اور سندھ کے صرف ایک شہر خضہ میں چار سو سے زائد دارالعلوم مصروف کار تھے۔

کھن کی حکومت قائم ہوئی تو تعلیم کا ساتھ لگام سبوتا ہوا۔ نئے نظام تعلیم میں ہندوستانوں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ برٹش پارلیمنٹ میں تعلیم کا رزلویشن پیش ہوا تو اس کی شدید مخالفت کی گئی اور امریکہ میں تعلیم کے اجراء اور اس کے نتیجہ میں تحریک آزادی کے فروغ کی مثال دے کر کہا گیا کہ ہندوستان میں بھی تعلیم کے اجراء سے سیاسی شعور پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ چنانچہ یہ رزلویشن منظور ہو گیا۔ جب 1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد کھن کی حکومت ختم ہوئی اور ہندوستان سے حلقہ انگریزوں کی پالیسی تبدیل ہوئی تو ایک خصوصی نظام کے تحت حکومت کی امداد اور اس کی کڑی شرائط اور نگرانی میں تعلیمی اداروں کے قیام کی دوسری اجازت دے دی گئی بلکہ تعلیم کے میدان میں حکومت نے نئی اداروں کی بھی حوصلہ افزائی کی۔

فورٹ ولیم کالج (1800ء) مستحقین کے انگریز حکمرانوں کا آئی۔ ایس۔ ایس۔ اکیڈمی طرز کا واحد ترقیاتی ادارہ تھا اور عوامی سطح پر مدرسہ عالیہ کلکتہ اور دہلی کالج کی دو مثالوں کے سوا کوئی دوسرا تعلیمی ادارہ دیکھائی نہیں دیتا۔ 1857ء کے بعد شمالی ہند میں مدرسہ العلوم علی گڑھ، مشرق میں کلکتہ و مدراس کی جامعہات، جنوب میں دارالعلوم لدیاب سالار جنگ حیدرآباد دکن اور جنوب مغرب میں انجمن اسلام اسکول بمبئی و سندھ مدرسہ الاسلام کراچی کے علاوہ شمال مغرب میں اورینٹل کالج لاہور، پنجاب یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج پشاور لاہور جیسے تعلیمی ادارے وجود میں آئے۔ ان مدارس کے قیام سے تعلیم کے فروغ اور ہندوستانوں کے معاشی مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ حکومت کی تمام پیش بندیوں کے باوجود سیاسی شعور پیدا ہوا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ (1780ء) دہلی کالج، اورینٹل کالج اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن جیسے تعلیمی اداروں نے زبان و ادب سے حلقہ سوجھ بوجھ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عمومی سطح پر ہندوستانوں کے ذوق کی تربیت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ لدیاب، تعینف و تالیف اور ترہٹے کے ذریعہ عہد کی بنیادیں فراہم کر

تھی۔ لہذا جنونی جہد میں نواب خیر الدین خاں خٹم الامراء خانی نے 1834ء میں مدرسہ فخریہ کو اقل اقل انجمنی بنیادوں پر اعلیٰ اور ادب، سائنس اور دیگر علوم و فنون کی کتابوں کے ترجمہ و تالیف کا کام سائنٹفک بنیادوں پر پکڑی پاد شروع ہوا۔

مدرسہ طبابت (1843ء) میں آبد و کن، اور انجینئرنگ کالج، رڈکی (1858ء) نے اس کے بعد اس میدان میں قدم رکھا۔ اردو میں جدید سائنسی علوم و فنون کی تالیف کا آغاز 1881ء سے اور ادبیات سے حلقہ انگریزی سے قراچم کے آغاز کا سراغ 1734ء سے ملتا ہے، بلکہ سائنسی علوم سے حلقہ تعلیم و قراچم کا باقاعدہ آغاز 19ویں صدی کی چوتھی دہائی سے ہے۔ ہندوستان میں انجمن سائنٹفک سوسائٹی آگست 1814ء میں قائم ہوئی تھی۔ 1833ء میں آگرہ میں اسی نوع کی ایک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور اگلے سال (1834ء) نواب خٹم الامراء خانی نے حیدر آباد دکن میں سائنسی کتب کی تالیف و ترجمہ کا کام آغاز کیا۔ 1883ء میں انجمن جمیع علم و ہنر مدراس کے قیام کے تین برس بعد یعنی 1886ء میں انجینئرنگ کالج رڈکی کے قیام کے ساتھ ہی اس کے شعبہ تالیف و ترجمہ نے کام شروع کر دیا۔

ذیلی اعتبار سے سائنٹفک سوسائٹی غازی پور 19 جنوری 1884ء، انجمن پنجاب، لاہور 1884ء، رائل کھٹہ ٹریڈی سوسائٹی 1885ء، دارالعلوم دہلی 1888ء، اورینٹل کالج لاہور 1889ء، مدرسہ اعلیٰ علم گڑھ 1875ء، اسلامیہ کالج پشاور 1890ء، دارالعلوم ندوۃ العلماء آگست 1892ء، سلسلہ آصفیہ حیدر آباد دکن (گگ بھگ 1900ء) کا قیام عمل میں آیا۔

غازی پور اور بہار میں جدید علوم و فنون کے ساتھ ساتھ مغربی ادبیات کو اردو میں منتقل کرنے کا کام کئی لڑوہ ہوا۔ 20ویں صدی عیسوی کے آغاز میں سائنٹفک سوسائٹیوں کے محدود دائرہ کار سے باہر نکل کر خالص علمی و تحقیقی ادارے قائم ہونا شروع ہوئے۔ انجمن ترقی اردو (بہار) اور گگ آباد 1903ء، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن 1913ء، جامعہ ملیہ اسلامیہ 1930ء، ادارۃ ادبیات اردو، حیدر آباد دکن 1931ء، مجلس ترقی ادب 1950ء، ریسرچ اکیڈمی، کراچی 1951ء، پاکستان پبلیک سوسائٹی کراچی 1953ء، ترقی اردو بورڈ، کراچی 1958ء، مرکزی اردو بورڈ (حال: اردو سائنس بورڈ) لاہور 1964ء، ترقی اردو بورڈ (حال: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) نئی دہلی 1969ء اور مقتدرہ قومی زبان (پاکستان) کراچی، اسلام آباد 4 اکتوبر 1979ء، چند ایسے ادارے ہیں جنہوں نے تعلیم و تالیف و ترجمے کا کام خالصتاً علمی اور تحقیقی بنیادوں پر کر کے ایک معیار قائم کر دیا۔

فورٹ ولیم کالج، کلکتہ۔ 1800ء

ایسٹ انڈیا کمپنی کی اورنگزیب شاہیہ سے اولین ڈیپارٹمنٹ کے بعد جب کمپنی نے 1800ء میں عملی فرمانروا سے مددگار کے نام دوبارہ تہذیب کے لئے فرمان حاصل کر لیا تو پہلی کے قریب ایک چھوٹی سی ہستی تعمیر کر لی۔ یہی تعمیر ہی تھی بعد میں کلکتہ شہر کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہاں کمپنی نے فورٹ ولیم کے نام سے ایک تھوڑا سا تعمیر کیا تھا۔ تھوڑی تعمیر 1757ء سے 1773ء تک کے عرصے میں ہوئی۔ یہی وہ تھوڑا سا جو بعد میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے نام سے مشہور ہوا۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ جوں جوں کمپنی کا اقتدار مستحکم ہوا اور مظلومیت میں جس قدر اضافہ ہوا، انگریزوں نے اسی قدر مصلحت کے ساتھ ہندوستان میں ایک ترقیاتی ادارے کی کمی کو محسوس کیا۔ یہ ایک ایسے ادارے کا تصور تھا جس

میں انگلستان سے لے کر برقی ہو کر آئے والے انگریز ملازمین کی تربیت کی جاسکے۔ جب انگریز پہنچنے کے قابل ہوئے تو اس وقت تک ہندوستان کی دفتری زبان فارسی تھی اور مرانی بول چال کی زبان ہندوستانی (یا اردو)۔ کئی کے ملازمین کو اس مقامی زبان سے نا آشنائی عذرت سے محسوس ہوئی۔ اس وقت تک اردو زبان میں صوفیاء کرام کی کوششوں سے لمبی اصطلاحات کا کافی بڑا ذخیرہ فراہم ہو چکا تھا اور کئی الفاظ سے قطع نظر اس زبان کی سادگی اور بے تکلفی کے باعث عوام الناس میں اس کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس کی ترقی کے امکانات خاصے روشن تھے۔ انگریزوں نے ان امکانات کو بہت پہلے پہچان لیا تھا، جس کا ایک ثبوت 22 دسمبر 1877ء کو قلعہ سیٹ جانج، مدراس کو لکھا گئے ایک مراسلہ ہے:

”اس بات کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ کئی کے جو ملازمین فارسی سمجھیں گے ان کو دس پاؤنڈ اور انگریزوں (ہندوستانی یا اردو زبان) زبان سمجھیں گے ان کو تیس پاؤنڈ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ نیز یہ کہ اس زبان کی تعلیم دینے والے کسی مناسب آدمی کا انتخاب بھی کیا جائے۔“

کئی کی مجلس اعلیٰ (Court of Directors) کا یہ مراسلہ حکم کا درجہ رکھتا تھا اور اس وقت تک ہندوستان بھر میں کوئی باقاعدہ زبان سکھانے والا مدرسہ موجود نہیں تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے دارلنڈسٹرنگ نے بنگلہ کی انگریزی حدود میں پہلا مدرسہ بنوادی 1799ء میں قائم کیا۔ یہ مدرسہ تقریباً پانچ سال بعد بند کر دیا گیا۔ اس مدرسے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے باہر حیوانات جان بھکرست ہندوستانی (اردو) کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

لارڈ مارکوئس ڈرلے 1798ء میں بطور گورنر جنرل نکلتے وارد ہوا تھا۔ اس نے انتظامی امور سے متعلق ایک ترقیاتی ادارے کے قیام کو ناگزیر خیال کرتے ہوئے مجلس اعلیٰ کی منظوری حاصل کیے بغیر 10 جولائی 1800ء کو ولیم کے قلعہ میں کالج کے قیام کا اہم فیصلہ کر لیا، لیکن کالج کا اہم تاسیس 4 مئی 1800ء سے پہلے جو سقوطِ سمندر کی پہلی سالگرہ ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے انتظامی امور کے لئے لارڈ مارکوئس ڈرلے کی قائم کردہ کونسل محض پانچ رکنی تھی جس کی تحصیل 13 ستمبر 1800ء کے سرکاری اشتہار کے مطابق درج ذیل ہے۔

1- راجہ راجا براہمن (پروٹسٹ)	
2- راجہ کلاڈیس بکھائن (وائس پروٹسٹ)	
3- جان بیوری بارلو (ممبر)	کالج کونسل
4- ایچ۔ بی۔ ایڈیسن (ممبر)	
5- لیفٹیننٹ کرنل ولیم کرک ہنڈرک (ممبر)	

فورٹ ولیم کالج میں پرنسپل کا عہدہ نہیں تھا۔ انتظامی امور کا سربراہ پروٹسٹ ہوتا تھا۔ گورنر جنرل کی انتظامی امور سے متعلق کونسل کے مطابق کالج کے پروٹسٹ کے لئے لازم تھا کہ وہ انگلستان کے کلیسا کا کٹر پیغمبر (Clergy Man) ہو۔ یوں فورٹ ولیم چرچ کے پادری (پیشوا)، راجہ راجا براہمن کالج کے اولین پروٹسٹ مقرر ہوئے۔

ایشیاک اینٹل ریجنر 1801ء لندن (1802ء) صفحہ 31-32 کے مطابق فورٹ ولیم کالج کا ابتدائی علم و روح ذیل طریقہ پر مشتمل تھا۔

- 1۔ ریڈرٹ ایچڈ برادکن۔ پرویسٹ
- 2۔ ریڈرٹ کلاڈیس بیکمان۔ وائس پرویسٹ (قدیم یونانی، لاطینی اور انگریزی کے پرویسٹر)
- 3۔ لیفٹیننٹ جان نیلی۔ پرویسٹر (عربی زبان و شریعہ محمدی)
- 4۔ لیفٹیننٹ کرنل ولیم کرک پیٹرک۔ پرویسٹر (فارسی زبان و ادب)
- 5۔ فرانسس گلڈون۔ پرویسٹر (فارسی زبان و ادب)
- 6۔ ایچ۔ بی۔ ایلی ہائسلن۔ پرویسٹر (فارسی زبان و ادب)
- 7۔ ڈاکٹر جان پارکوک گلکرسٹ۔ پرویسٹر (ہندوستانی زبان)
- 8۔ جان میری پارلو۔ پرویسٹر (گورنر جنرل کے گروہ قاعدے قوانین)
- 8۔ پارلو ولیم کیری۔ پرویسٹر (انگلیز و سنسکرت زبان و ادب)
- 10۔ جیمز ڈوٹری ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پرویسٹر (علم الحساب)
- 11۔ ڈوہی سی۔ پرویسٹر (جدید زبانیں)
- 12۔ ایسٹن۔ اسسٹنٹ پرویسٹر (فارسی زبان و ادب)
- 13۔ ہارنگٹن۔ پرویسٹر (آئینی و علم قانون)
- 14۔ راجہ مین۔ کالج کونسل کے ممبر
- 15۔ ایلیوڈ سکاٹ دارنگ۔ اسسٹنٹ پرویسٹر (ہندوستانی زبان)
- 16۔ سٹورٹل ٹاٹن۔ اسسٹنٹ پرویسٹر (ہندوستانی زبان)

آخر کار دونوں اساتذہ کی تقرری باقریب 8 جنوری 1801ء اور 27 نومبر 1801ء کو مکمل میں آئی۔

ایشیاک اینٹل ریجنر 1801ء لندن (1802ء) صفحہ 44 کے مطابق شروع میں برطانیہ سے آئے ہوئے صرف 46 طلبہ کو داخلہ دیا گیا۔ اساتذہ اور زیر تربیت طلبہ کی رہائش بھی فورٹ ولیم کالج کے اندر ہی تھی۔ عربی، فارسی اور ہندوستانی (اردو) زبانوں سے متعلق پیگور کا 16 باقریب سہ ماہی 24 نومبر 1800ء تک 25 نومبر اور بعد 25 نومبر 1800ء میں ہوا۔ کالج کے چار لم تھے۔

پہلا لم: 6 فردہی 15 مارچ کے آخر تک

دوسرا لم: 4 مئی 15 جون کے آخر تک

تیسرا لم: یکم اگست تا ستمبر کے آخر تک

چوتھا لم: یکم نومبر تا دسمبر کے آخر تک

دوسرے اور چوتھے لم کے اختتام پر دو امتحانات لیے جاتے تھے۔ ایک با ایک سے زائد پوربی زبانوں کا مطالعہ ضروری تھا۔ کل تعلیمی مدت بارہ لم یعنی تین سال کی تھی۔ تعلیمی مدت کے اختتام پر طلبہ کو سلیٹ دیے جاتے تھے۔ جو طالب العلم کسی

یورپی (زبانِ ادب) یا ہندوستانی (زبانِ ادب) یا مذہبی علم یا شرعِ عمری میں اپنی قابلیت ظاہر کرتا تھا، اسے انگریز آف آڈر دی جاتی تھی۔

پہلے نگر آف دی کالج آف فورٹ ولیم 1801ء، دوم لچارمنٹ پبلک پریسیکٹر اور پبلک سسٹمز جلد نمبر: 1-2 اکتوبر 1801ء، تیسرے دہائی کے مطابق۔

کالج کے آئین کا پہلا باب سمیٹی کی منظوری کے بعد پندرہ سو لاکھ روپوں کی معرفت 10 اپریل 1801ء کو نافذ ہوا۔ آئین کے مطابق طلبہ سے داخلے کے وقت کالج کی خیر خواہی کا حلف لیا جاتا۔ اسی طرح کالج کونسل، پروفیسر اساتذہ اور مشیوں سے بھی کالج کی خیر خواہی کے حلف کے علاوہ حیثیاتی مذہب کی حفاظت اور پرجار کا عہد لیا جاتا تھا۔

29 اپریل 1801ء کو فارسی، عربی، ہندوستانی اور بلکہ زبانِ ادب کے شعبوں میں ایک چیف مشی بھرتی کرنے کا فیصلہ ہوا۔ 29 اپریل 1801ء میں کالج کونسل نے طلبہ کی تعداد دیکھتے ہوئے درج ذیل پینل مشی اور مشی بھرتی کرنے کی اجازت دی۔ (میں، جلد نمبر 1-29 اپریل 1801ء)

شعبہ	عہدہ	تعداد
1- فارسی	ایک پینل مشی	100 روپے
	20 مشی	40 روپے
2- ہندوستانی	ایک پینل مشی	100 روپے
	12 مشی	40 روپے
3- عربی	ایک پینل مشی	100 روپے
	4 مشی	40 روپے
4- بلکہ	ایک پینل مشی	100 روپے
	8 مشی	40 روپے

چیف مشی اس زمانے میں 200 روپے ماہانہ نگرانہ پاتے تھے۔ محولہ بالا فیصلے کے مطابق 4 مئی 1801ء کو کالج کونسل نے مندرجہ ذیل اساتذہ کو ہندوستانی شعبے میں بھرتی کیا۔

پینل مشی جاری چرن حتر۔ پینل مشی میر بہادر علی حسینی نارولی،

مشی مرتضیٰ حسن، غلام اکبر، اعراض، میر حسن دہلوی، غلام اشرف، جلال الدین، محمد صادق، رحمت اللہ خاص، غلام غوث، کنہیا لال، کافی راج اور میر میر علی شاہ۔ یاد رہے کہ ہندوستانی شعبہ میں چیف مشی کا عہدہ خالی رکھا گیا تھا۔

اتوار کے علاوہ چیف مشی، پینل مشی اور مشیوں کو پچیسوں میں بھی جمع دی تا ایک بجے دوپہر کالج میں حاضر رہتا چلتا تھا تاکہ طلبہ جب چاہیں ان سے مدد لے سکیں۔ ان کی جہتی صرف پندرہ سو روپے مقرر کر سکتا تھا۔ پینل مشی اور مشی، چیف مشی کے ماتحت تھے۔

(پہلے نگر آف دی کالج 4 مئی 1801ء، جلد نمبر 1 صفحہ 8۴4)

فورٹ ولیم کالج کا پہلا امتحان 18 جون سے 30 جون 1801ء تک ہوتا رہا۔ 5 جولائی 1801ء کو تاج افسران ہالا کو بھیج دیے گئے۔ 10 اپریل 1801ء والے آئین کے پانچویں اصول امتحان کے مطابق طلبہ کسی بھی مضمون میں خاص قابلیت پر انعام پانے کے حقدار تھے۔ اپنے انعامات کا اعلان ہر سال 4 مئی کو کیا جاتا تھا۔

1801ء میں قاری کے خطاط کلب علی اور ناگری کے خطاط سندر پنڈت کی تقرری عمل میں آئی۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستانی شیعہ کے محمد صادق، رحمت اللہ خاں، کاشی راج اور غلام غوث کی جگہ سید جعفر، جھڑا، مہارگی الدین، اور اسد علی کو بطور مفتی بھرتی کر لیا گیا۔ محمد صادق، رحمت اللہ خاں، کاشی راج اور غلام غوث کی برطرفی یا استعفیٰ کی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔

(ایضاً۔ 2 نومبر 1801ء، جلد نمبر: 1، صفحہ: 14، 15 تا 13)

لارڈ ہارلی نے 18 اگست 1800ء کو مجلس انعام سے حکومتی کے لئے کالج سے حقیقی معلومات فراہم کرتے ہوئے کالج کے قیام کی پرزور سفارش کی لیکن خلاف توقع مجلس انعام نے 27 جنوری 1802ء کو کالج بند کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ لارڈ ہارلی نے کالج کونسل کو 31 دسمبر 1803ء تک اس حکم پر عملدرآمد سے روک دیا اور 5 اگست 1803ء کو کالج سے حقیقی ایک طویل سفارشی خط لکھا۔ وہ لکھتا ہے:

”کسٹ کے حکم کی اگر قبلی کی جاتی تو اس وقت جو تھے برپا ہوتے وہ میں جان کرنے سے قاصر ہوں۔ کالج کو قائم رہنا ہو گا۔ وہ نہ سلطنت فتح ہو جائے گی۔“

اس خط کے جواب (2، ستمبر 1803ء) میں مجلس انعام نے چند ایک پابندیوں کے تحت کالج کو قائم رکھنے کی اجازت دے دی۔

لارڈ ہارلی نے فورٹ ولیم کالج سے حقیقی اپنے طویل خط میں جو جارج چٹس کی تھی اس کے مطابق وہ انڈیائی (خصوصاً ہندوستانی) زبانوں مثلاً قاری، عربی، سنسکرت، ہندوستانی (اور) تیل، بنگالی، مرہٹی، تنگلی اور سکھوں کے علاوہ تاریخ، ذہنیات، شمال ہند کا جغرافیہ (خصوصاً دکن سے حقیقی) اصول قانون کی تعلیم، فزکس، کیمیا، طب، لاطینی، گورنر جنرل کی کونسل قلمبندیت جارجیا، عداس اور بمبئی پریزیڈنسی حکومتوں کے نافذ کردہ قوانین، علم کیمیا، علم نباتات اور پرنس اپیٹنفریشن کا انتظام کرنا چاہتا، جس پر مجلس انعام میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور اس حالت کی سب سے بڑی وجہ اس پر ”بکثیر اعتراضات“ بنائی گئی۔

بہر طور فورٹ ولیم کالج کام کرتا رہا اور جان گلکرسٹ (پ 1759ء۔ م 9 جنوری 1841ء) زبانوں کے شیعہ کے منتظم رہے۔ اس کالج کے قیام کے پیچھے جو سیاسی مقاصد کا درپنا تھے، ان سے آگے کے لئے گورنر جنرل کے مجلس انعام کے نام کیے ہوئے خط (نمبر 5 اگست 1803ء) سے ایک اہتمام ملاحظہ ہو:

”خداوند کے فضل و کرم سے ہندوستان میں برطانیہ عظمیٰ کے سیاسی و فوجی اقتدار کو جو مسلسل کامیابی اور کامرانی و جتوں میں جو جہم فتح و نصرت نصیب ہوئی ہے اس کی وجہ سے نیز (برطانیہ عظمیٰ کی) مصلحتوں، دانش و صلاح اور احوال پر بندہ پابندی کے سبب ہندوستان و دکن کے وسیع علاقے برطانیہ عظمیٰ کے تحت اور انکس ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط آ گئے ہیں اور حالات کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط سلطنت قائم ہو گئی ہے جو حدود آباد اور زرخیز صوبوں پر مطلق ہے جہاں

مختلف قومیں آباد ہیں، جن کے مذہب، زبان، نژاد، احوال و اطوار ایک دوسرے سے جدا گتہ ہیں۔ ان سب پر ایک ایک مختلف اصول اور مختلف رسوم کے مطابق اب تک حکومت کی جاتی رہی ہے۔ برطانوی قوم کے مقدس فرض، ان کے حقوق، مفاد، ان کی عزت اور ان کی عظمت کو کئی کا یہ غافل ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سلطنت کی حدود میں محدود مصلحتی قلم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔

محول بالا خواہشات کے پیش نظر جان ٹکرسٹ نے اپنے تئیں کوشش کی کہ ہندوستانی زبان میں ایسی نثر پیدا کی جائے جو عام سرکاری زبان کا درجہ حاصل کر لے، اس زبان کے ذریعے مقامی لوگوں کے مذہبی اور تہذیبی اطوار سے کامل آگہی حاصل کی جائے تاکہ ہندوستان پر حکومت کرنے کے عمل کو حریت آسان بنایا جاسکے۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے کالج کو مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہر شعبے کے لئے ایک انگریز پروفیسر اور اس کے نائب پاشی کا تقرر عمل میں آیا۔

- 1۔ ہندوستانی (یا اردو) زبان و ادب کی تعلیم کے لئے جان ٹکرسٹ۔
- 2۔ بنگالی زبان و ادب و لطایف کی تعلیم کے لئے پادری ولیم کیری۔
- 3۔ عربی زبان اور اسلامی فقہ کی تعلیم کے لئے ولیم کرک پیٹرک اور جان بنگلی۔
- 4۔ فارسی زبان و ادب کی تعلیم کے لئے فرانسس گولڈون اور ایلیسٹن۔
- 5۔ قوانین کی تعلیم کے لئے جان بارلو۔
- 6۔ لاطینی، یونانی و انگریزی کو تیکنی ادبیات کی تعلیم کے لئے پادری یوگیاکن۔
- 7۔ بھٹی اور سختکرت زبانوں کے لئے چندوں کا تقرر عمل میں آیا۔

8۔ ادبیات کے شعبے سے متعلق ایک قصہ عنوان (داستان گو) کا تقرر بھی عمل میں آیا، جو کالج کے طلبہ کو باطل میں جا کر قفسے کھانچا کر رہا تھا۔

کالج کی ابتدائی نمائندگی سب ٹکرسٹ کے مختلف بھاپہ خانوں سے ملتی ہوئی تھی۔ بعد ازاں ٹکرسٹ کی تجویز پر کالج کے لئے ہندوستانی پریس کا انتظام بھی ہو گیا، واضح رہے کہ یہ پریس جان ٹکرسٹ کی ذاتی ملکیت تھا۔

کالج کی طرف سے مشرقی زبانوں اور ادبیات سے متعلق سہ ماہیہ ہوتے اور معتدین کی حوصلہ افزائی کے لئے منظور شدہ تصانیف پر انعامات دیئے جاتے تھے۔

کالج کی تصانیف، جامعہات اور تراجم میں تذکرہ، الفبا، صرف و نحو، اخلاق، لغت اسلام، تاریخ، قرآن اور انجیل کے تراجم خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔ کالج میں ادبی کتب کی تالیف و ترجمہ کے لئے ایک ایک جگہ (دارالمترجمہ) قائم کیا گیا تھا۔ اس سرشت میں اہم تاریخی کتب و اخلاقی قصے کے ترجمے قدیم مشرقی ترقی یافتہ زبانوں (خصوصاً عربی، فارسی اور سختکرت) سے کئے گئے۔ واضح رہے کہ فورٹ ولیم کالج نے دیگر علوم یا سائنس سے متعلق کوئی کتاب ترجمہ نہیں کی۔ گو شمالی ہند میں اردو نثر کی پائیدار ابتداء انگریزی کتب کے ذریعہ ہوئی لیکن فورٹ ولیم کالج تک کے زمانے میں انگریزی ادبیات کا اثر بالکل دیکھنے میں نہیں آتا، جس کی دامنہ

ہندوستانی (ہندی) اہل قلم کی انگریزی زبان سے باہر تھی۔

جان گلکرسٹ کی انگریزی ہندوستانی لغت کی سہ تصنیف 1796ء ہے۔ یہ کتاب: "A Grammar of the Hindoostanee Language" کے نام سے 1796ء میں شائع ہوئی جبکہ فورٹ ولیم کالج 1800ء میں قائم ہوا۔

کالج سے حلقہ مصطفیٰ و مترجمین میں یوں تو میر بہادر علی صہنی، مرزا فخرت، حیدر علی حیدری، میر شیر علی افسوس، مرزا علی لطف، کاظم علی جاس، مظہر علی دلا، طہیل علی خاص الہک، مولالائی اور تارکی چرن جیسے ادباہ شامل تھے اور ان کی تصانیف، تالیفات اور تراجم کی اہمیت مسلم ہے، لیکن ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا اس باب میں سب سے اہم کارنامہ میر انان علی دہلوی المعروف میرامن دہلوی کو ادبی دنیا سے حیدر کرنا ہے۔ میرامن، جنہوں نے "چار دور لیلی" (السرور) "بارغ و بہار" تالیف: 1801ء، مطبوعہ فردوسی (1802ء) اور "اخلاق حسنی" کے فارسی تراجم کے بعد 4 جون 1806ء کو فورٹ ولیم کالج سے مصطفیٰ ہو کر محض الاصرار حیدر آباد دکن کے لئے غلام علی الدین حیدر آبادی، صوفی عابد اور مسٹر جونس کے ساتھ مل کر ریرٹ پابلس کے سات انگریزی رسائل کا "سٹوڈیو" کے نام سے ترجمہ کیا۔ "سٹوڈیو" نامی کتاب چھ جلدوں میں 1253ء بطابق 1837ء کو محض الاصرار کے نکل چھاپے جانے سے طبع ہوئی۔ اس کے علاوہ میر انان علی دہلوی (میرامن دہلوی) اصول علم حساب ہندی زبان میں، مطبوعہ 1252ء بطابق 1836ء اور سالہ سورت اعشاریہ مطبوعہ 1253ء بطابق 1837ء کے مترجمین میں شامل رہے۔

یہاں دوسرے موضوع سے حلقہ صرف جان گلکرسٹ کی تصانیف ہیں جو انگریزی سے ترقی کے باب میں کامل ذکر ہیں۔ جان گلکرسٹ۔ یہاں آنے سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈاکٹر میانات کے طور پر کام کر رہے تھے۔ انہوں نے فورٹ ولیم کالج کے لئے تقریباً 63 کتابیں تیار کر دیاں تھیں اور تقریباً چودہ کتابیں لسانیات اور قواعد و ترغیے سے حلقہ خود ان کے قلم سے یادگار ہیں۔

فردوسی 1804ء میں جان گلکرسٹ فورٹ ولیم کالج کی انتظامی کونسل کے روبرو سے شک آ کر برطانیہ واپس چلے گئے۔ بعد ازاں لندن میں دائرہ نظریہ بدل سروس سے حلقہ طلبہ کی رہبری کرتے رہے۔ خصوصی طور پر دوسرے موضوع سے حلقہ ان کی مندرجہ ذیل کتب ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی:

1۔ انگریزی ہندوستانی لغت: طبع اول: کلکتہ 87-1786ء۔ طبع دوم: ایڈنبرا: 1810ء

DICTIONARY, ENGLISH & HINDUSTANI, TO WHICH IS PREFIXED A GRAMMAR OF THE HINDUSTANEE LANGUAGE

2۔ ہندوستانی زبان کے قواعد: طبع اول: کلکتہ 1796ء صفحات 314 طبع دوم کلکتہ: کرائیکل پریس 1809ء صفحات 338

"A Grammar of a Hindustani Language"

3۔ لغت و قواعد کا ضمیر: طبع اول کلکتہ 1796ء

4۔ "کالج کے پہلے اور دوسرے امتحان کے لئے ہندوستانی زبان کی مشقیں: طبع اول: کلکتہ 1802ء صفحات 24 (دو زبان حروف اور دو طبع اورداد تپ ہیں)

"PRACTICAL OUTLINES OR A SKETCH OF HINDUSTANI ARTHOEPEY"

'THE STRANGERS EAST INDIA GUIDE TO HINDUSTANEE OF GRAND POPULAR LANGUAGE OF INDIA.'

(اردو اصطلاحات رومن حروف میں درج کئے گئے ہیں)۔

6۔ "اورنگزیں آف ہندوستان" (تختیاری تاریخ) اس کتاب کا اردو ترجمہ شفیق صدیقی نے کیا۔

7۔ حصص مشرقی، بحیم افغان سے منسوب قصوں کا اردو ترجمہ مطبوعہ فورٹ ولیم کالج، کلکتہ طبع اول: 1803ء

نولہ بلا کتب میں سے "ہندوستانی زبان کے قواعد" کو بلاشر ایک جلد ساز تصنیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ پہلی تصنیف ہے جس میں اردو (ہندوستانی)، ہندی طباعت کا اولین نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ چیچیسٹر سے متعلق ہے جو انگریزی ادب سے اردو میں ترجمے کا اولین نمونہ بھی کرتا ہے۔ اس حصے میں ولیم چیچیسٹر کے دو مختلف ڈراموں ("شاہ پٹری ہفتم" اور "مصلحت") کے ایک ایک نگرے کا ترجمہ اردو زبان اور اردو رسم الخط میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت تک سیرام چر کے تراجم (پائل و ڈائالوگس سے متعلق) کے سوا کسی انگریزی ادبی تصنیف یا اس کے حصے کو اردو میں منتقل نہیں کیا گیا تھا۔

ٹھکرست کو اس میدان میں اولیت کا فخر حاصل ہے۔ نیز یہ کہ ٹھکرست کے ان تراجم سے (سلاست کے) اردو اولین لغوش واضح ہو جاتے ہیں جو آگے چل کر ٹھکرست ہی کے ایجا پر مشتمل دہلوی (میر تقی علی دہلوی) کی "باغ و بہار" کی پچھان بنی۔ یوں ٹھکرست کے ان تراجم کو اردو زبان کی اصطلاحی کثرت کی تہذیب کہا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان تراجم کو "جدید اردو کا نقش اول" ہونے ہی کا اعزاز حاصل نہیں اردو میں انگریزی سے ہونے والے اولین ترجمے ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ مقام حیرت ہے کہ یہ شرف ایک انگریز نے حاصل کیا۔

مرزا فطرت دہلوی نے دل بھری مدد سے "عہد نامہ جدید" کا ترجمہ 1805ء میں شائع کیا۔ بعض محققین نے اسے براہ راست یونانی زبان سے ترجمہ قرار دیا ہے۔ کپتان ٹیلر کی "انگریزی ہندوستانی لغت" 1808ء میں شائع ہوئی۔ اس ادب میں کپتان ٹاس روک کی "صفت جہاز رانی" (1811ء) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لغت میں جہاز رانی کی اصطلاحوں کے علاوہ ایسے الفاظ کا اردو ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے جو کائناتوں کو میدان جنگ اور حیرتوں میں کارآمد ہو سکتے ہیں۔

یوں دیکھا جائے تو انگریزی سے اردو تراجم کی ابتداء پائل اور ڈائالوگس کے تراجم کے علاوہ لغت اور قواعد سے ہوئی ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے والد ترجمہ کی بنیاد کردہ ایک نیا باب کتاب "مجموعہ گنج" ہے جو 1845ء میں کلکتہ اسکول بک سوسائٹی پریس سے شائع ہوئی۔ سر ہدی پر حسب ذیل تحریر درج ہے۔

"مجموعہ گنج"

محض روشن کرنے والی قلیوں کا

اور

اس میں

اکٹھ گلوں کی ہجرت اور شیر آرمی کے احوال کا بیان ہے
ہندوستانی لڑکیوں کے لئے

انگریزی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا

یہ کتاب چھوٹی تصنیف کے 217 صفحات پر مشتمل ہے۔ کل 38 مضامین اور مذاہات کے تحت تاریخ اور جغرافیہ کے ابتدائی مسائل
بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستان سے حاصل چھ اہم مسائل ملاحظہ ہوں:

- 1- "ہند میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں دوسرے ملکوں میں لے جا کے بیچنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور ہند میں دولت مند ہونے کا
بڑا وسیلہ سوداگری ہے۔ جو چیزیں آدمی کی ضرورت ہیں ان کے بیچت سے پیدا ہونے کے سبب ہند کے رہنے والوں کو
خیر مالک سے کوئی چیز لانے کی احتیاج کم ہوتی ہے۔"
 - 2- "اگلے بادشاہوں کے وقت میں انہوں نے علم سے لوگوں کے مال اور ملک میں امن و یمن نہ تھا اور جس ملک میں امن و یمن
نہ ہو اور معاملہ مقدمہ میں حق انصاف نہ ہو بلکہ اسامی فراوی میں سے ایک کی طرفداری ہو تو کون آدمی اپنا دلچہ اور اسباب
کے لئے اس ملک میں جائے گا۔ اس سبب سے اور ملک کے سوداگر اس ملک میں گھس آتے تھے اور یہاں کے آلے والے
یورپ کی انجی انجی حکمت اور کارگرگی سے بے بہرہ تھے۔
- انگریزوں کے وقت میں ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی اور بہت فائدہ مند ہوئی اور اس سوداگری سے ہجیرے فریب
ورائندہ ہونے اور اکٹھ وائند بہت روپے والے ہوئے۔ کج ہے انصاف کے درخت میں ہی کھل جاتا ہے اور اس دلیان سے ہوتا
ہے اور غلاتی اور دیت خواہ نزدیک کے ہوں، خواہ دور کے سب خوشی سے گزارا کرتے ہیں۔"
- کتاب میں ہندوستان کی چھ اہم پیداواروں (کتلی، روٹی، انجلی، دھن اور شورہ) کے بارے میں تفصیلی معلومات بہم
پہنچائی گئی ہیں۔ انجلی کے باب میں درج ہے:

"صوبہ بہار اور بنارس میں بہت انجلی پیدا ہوتی ہے اور کھیتی سے سوا کوئی آدمی پوست کا کھیت کرنے اور انجلیوں میں
پلے نہیں سکا ہے۔ مگر کھیتی کے علم سے۔ جب کھیت میں انجلی آتی ہے سوداگر سب مول لے کے جھن اور ملائے بیچتے
ہیں۔"

اسی طرح تباہ کو کی فصل کے بارے میں درج ہے کہ:

"امریکہ کے بعد پچھو لوگ وہاں سے جلد یہاں لائے۔ امریکہ کے آگے کسی ملک میں تباہ کو نہ تھا۔"

نورث ولیم کالج کا دانی لارڈ وکٹری 1798ء تا 1805ء تک گورنر جنرل رہا۔ اس نے 29 اگست 1805ء کو استعفیٰ دے دیا اور

برطانیہ واپس لوٹ گیا۔ اس کی واپس کے فوراً بعد یعنی 21 مئی 1808ء میں ایڈمیٹی بری (برطانیہ) کے حکام پر اس فوج کا ایک کالج قائم کرنے کے فیصلے کے ساتھ ہی جنوری 1907ء سے فورٹ ولیم کالج کے اہل ہاتھ لگانے کا فیصلہ عمل میں آیا۔ اس حکم کے تحت پروفیسر اور نائب پروفیسر کے عہدے قائم کر دیے گئے۔ جنھیں اور محرمین کی تعداد گنتا دی گئی اور مشرقی زبانوں کے کورس کی مدت گنتا کر صرف ایک سال کر دی گئی۔ جسے میں تحقیف کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ 1830ء میں کالج کا صرف ایک پیکر لڑی اور تین صحن رہ گئے۔ آخر کار یہ ادارہ 54 سال تک قائم رہنے کے بعد جنوری 1854ء میں بورڈ آف انڈیا حصر میں ضم کر دیا گیا۔ 1868ء میں دوبارہ کالج میں کلاسوں کا آغاز کیا گیا جو صرف دو سال کی قبل مدت میں ختم ہو گیا۔ بعد میں ادارے کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپیاں گورنمنٹ راج پالیسی نمبر 480 ٹی۔ سی مورہ 31 جولائی 1814ء کے بعد قطعاً ختم ہو گئیں اور کالج توڑ دیا گیا۔ یہ معاملہ ہمیشہ سے باعث نزاع رہا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا مقصد کیا تھا۔ سو لارڈ ولزلی کے قیام کا اقتباس شروع میں دے دیا گیا، لیکن یہاں چھ ایک دیگر نقطہ فیمیں کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک طویل مدت تک جان ٹکرسٹ کو کالج کا پرنسپل تصور کیا جاتا رہا۔ حالانکہ پرنسپل کی اسای کالج میں تھی ہی نہیں۔ البتہ پروفیسر کے عہدے پر پارڈی ڈیوڈ براؤن کام کرتے رہے جو "ٹکرسٹ پائل سوسائٹی" کے بانی اور فورٹ ولیم کالج (تھو) کے پارڈی اور انگلستان کے کلیسا کے کٹرٹی میں (Clergy Man) تھے۔ اس باب میں محمد عارف مٹان قریبی صاحب نے بہت سے اچھے سے رافع کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"سی۔ ای۔ سی۔ ی۔ یک لپٹ نے "تشری آف انڈیا پانگریزی" میں ٹکرسٹ کے حلقہ لکھا ہے "ڈاکٹر آف ولزلی نے 1800ء میں اس کو فورٹ ولیم کالج کا پرنسپل مقرر کیا۔" مگر ہم بتائی اور سنوئی۔ البتہ کے نے بھی لکھا کہ وہ کی تاریخ اور بعد کی وجہ کی تاریخ" میں اس حلقہ کا احوال کیا ہے۔ یہ ہے کہ کنگ ڈیوڈ براؤن کا یہ کہ میں فورٹ ولیم کالج اور ڈاکٹر جان ٹکرسٹ سے حلقہ جو لکھا تھا یہ ہے وہ بھی کر دیا کہ ہے۔ لیکن انیسویں صدی کے آغاز میں ڈاکٹر ٹکرسٹ فورٹ ولیم کالج کا پرنسپل (ڈپٹی) تھا۔ اپنے اپنے رام پور سکینڈ جیسے کوئی مقرر بھی اس حلقہ کا صدر ہونے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف "شعبہ ہندوستانی" کا صدر تھا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ کے تحت کا صدر الیگزینڈر 1810ء میں الیگزینڈر سے شائع ہوا تھا جو اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے سرورق پر اس کے نام کے ساتھ پروفیسر آف ہندوستانی درج تھا۔"

(فورٹ ولیم کالج ایک لادائی سنگ، مملوہ "ملو" کتابی ہفتہ: اکتوبر 1964ء، ص 80)

ادارے چتر تحقیق نے جان ٹکرسٹ کو "میں اردو" تسلیم کیا ہے۔ ان تحقیق میں رام پور سکینڈ، ڈاکٹر پھلی ساگر، ڈاکٹر مہاراج، پروفیسر ہادیوں کبیر اور احتشام حسین کے نام بہت لایا ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ فورٹ ولیم کالج کا وجود سراسر سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا اور جان ٹکرسٹ کی تمام تر سیاسی جالب زور کے گرد گھومتی دکھائی دیتی ہے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ کنگنی کے کورٹ آف ڈائریکٹرز کے مراسلہ عام حکام تھو بیٹھ جادو عداس کے بعد اس نے رات دن کی محنت کے ساتھ ہندوستانی زبان میں مہارت حاصل کی اور انگریزی ہندوستانی تھو اور ہندوستانی زبان اور قواعد و کتابیں اسی سال تصنیف کیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب ہریان مل دہلوی (المعروف میرٹھ) جیسے بیروں روزگار ایسٹ انڈیا کمپنی، میرٹھ پروفیسروں اور جان ٹکرسٹ (صدر شعبہ ہندوستانی ادبیات) کے گمن گاتے دکھائی دیتے ہیں۔ پانچ و ہزار کے دیاچہ میں "میرٹھ دلی واسے" لکھتے ہیں:

”میر تقی بہادر علی بی کے اہلے سے حضور حق جان لکھنؤ صاحب بہادر و ام اقبال کے رسائی ہوئی۔ ہارے خانج کی مد سے ایسے جواہر کا دامن اچھوٹا ہے۔ چاہے کہ دن بکو بکے آویں۔ جس کو یہ بھی نصیب ہے کہ ایک ٹکڑا کھا کر پانی پینا کر سورتا ہوں۔ اور گھر میں آئی چھوٹے بڑے پردوں پا کر دعاں قدرتوں کو کرتے ہیں۔ خدا قبول کرے۔“

اس سے صاف عیاں ہے کہ اردو کے انشا پردازوں کی خدمات، قلیل معاونوں کے عوض کھلی کی حکومت کا تقویت پکانے کا سبب بن رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان لکھل معاونوں پر کام کرنے والے ”کالوں“ کو اردو سے انگریزی کی طرف لایا گیا۔ لاڈلہ مینا کے کی مشہور زمانہ تقریبی قرارداد نے اس نئی منکبہ عملی کو آخری شکل دے دی۔

شاہان اودھ کے تراجم: برائے اسکول بک سوسائٹی اودھ (کھنڈ 16-1814ء)

نواب وزیر اودھ سعادت خاں نہ بان الہک (1722ء-1738ء) علم دوست شخصیت تھے، ان کے قائم کردہ شاہی کتب خانے میں مسلمان اودھ خصوصاً غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کی ذاتی دلچسپی سے تقریباً تین لاکھ کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔ ابتداء میں کھنڈ کا شاہی کتب خانہ ایک پرانے محل میں واقع تھا، جسے پورا دولت چاڑ کیا جاتا تھا۔ اب دریائے گوتھی کے آگلی پلہ اور دہلی دروازے کے درمیان اس کے آثار بھی معدوم ہو چکے ہیں۔ نواب غازی الدین حیدر (1814ء تا 1827ء) کے زمانے میں یہ کتب خانہ اپنے جرمین پر تھا اور اس کی حدود قریع بھل اور توپ خانہ کی عمارتوں تک پھیل گئی تھیں۔ 1848ء میں ڈاکٹر اشپرگر کتب خانوں کی فہرست سازی کے لئے کھنڈ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اودھ کے شاہی کتب خانے میں دس ہزار ہلدات انتہائی نامکوف بہ حالت میں پڑی تھیں۔

ڈاکٹر اشپرگر نے شاہی کتب خانے کے نوادر سے حلقی جو فہرست مرتب کی تھی وہ کئی جلدوں میں تھی، جن میں صرف پہلی جلد (645 صفحات) 1854ء میں کلکتہ سے شائع ہو پائی اور باقی کام خالی ہو گیا۔

شاہان اودھ کی علم دوستی کے اس پس منظر میں فورس، ولیم کراچ، کلکتہ کے زوال کے ساتھ کھنڈ اردو تراجم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھرا۔ نواب غازی الدین حیدر (1814ء تا 1827ء) نے اپنے علاقے میں سائنٹفک سوج کو عام کرنے کی خاطر اسکول بک سوسائٹی قائم کی، جس کا مقصد کھنڈ کے مدارس کے لئے ایسا نصاب تیار کرنا تھا جو یورپی دانش گاہوں کے ہم پلہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر ایک ایسی نصابی کھلی ترتیب دی گئی جو نصاب کے لئے انگریزی اور فرانسیسی نصابی کتب کا انتخاب کرتی اور اردو میں اسے ترجمہ کرنے کا فیصلہ صادر کرتی۔ اردو میں ترجمہ شدہ نصابی کتب کی طامت کے لئے مطبع سلطانی (اودھ) قائم کیا گیا تھا۔ نیز اسکول بک سوسائٹی، کھنڈ کا ایک ذیلی ادارہ، آگرہ میں قائم کیا گیا۔ جس کے تحت آگرہ میں ایک مدرسہ چلتا تھا۔ وہ مدرسہ اور سوسائٹی کے لئے قائم کردہ پریس (گریم وے پریس، آگرہ) ایک ہی عمارت میں تھے۔

شاہان اودھ غازی الدین حیدر اور نواب نصیر الدین حیدر (1827ء تا 1837ء) کے برعکس مصرعین خصوصاً بلطن نامی ایک انگریز کی مد سے اسکول بک سوسائٹی کے مترجمین نے جدید علوم و فنون سے حلقی متعدد انگریزی کتب و رسائل کا ترجمہ کیا جو زوال اودھ (1856ء) سے نکلے شائع بھی ہو گئے۔

شاہنشاہ اودھ کی آمد آن کرڈوں میں تھی۔ وہ اپنی عدلی اور انتظامیہ رکھتے تھے۔ چونکہ خزانوں ان سے چاہی جاتی تھیں، اس لئے جیلز میں ملنے والی جاگیروں کے علاوہ 'ہاڈا' کے مخصوص شاہی خطاب سے بھی سرفراز کیے جاتے تھے اور اپنی دستار پر کھلی لگانے کا اختیار بھی رکھتے تھے۔

قادی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کے 'معد خاں سلطانی' کا مقصد ایک انگریز کرنل 'لاک تھاؤ' جس کی مدد سے اسکول بک سوسائٹی کے قلعے ایک حرم سیدہ کمال الدین حیدر (عرف محمد امیر الحسن البکینی) نے 19 انگریزی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ان میں سے دس مطلوبہ کتب کا احوال درج ذیل ہے:

1-	'رسالہ علوم طبیعیہ'	ترجمہ: سیدہ کمال الدین حیدر	مطبوعہ: مطبع سلطانی اودھ (نکستہ)
2-	'رسالہ جیت' اور 'ڈاکٹر الحسن'	ایضاً	ایضاً
3-	'رسالہ علم الکیمیاء اور ڈاکٹر برنگلی'	ایضاً	ایضاً
4-	'رسالہ علم الکیمیاء اور ریورڈ چارلس'	ایضاً	ایضاً
5-	'رسالہ علم الکائنات'	ایضاً	ایضاً
6-	'رسالہ قوت حیاتیں'	ایضاً	ایضاً
7-	'رسالہ علم المادہ'	ایضاً	ایضاً
8-	'رسالہ علم الجوا'	ایضاً	ایضاً
9-	'رسالہ علم المعراۃ'	ایضاً	ایضاً
10-	'رسالہ مقاصد العلوم از لارڈ بروم'	ایضاً	1841ء

آخر الذکر کتاب کے دیباچہ میں (اسے ابتدائی یا سطر اول کی تحریر کہنا زیادہ مناسب ہو گی) لکھا ہے۔
 "حسب الظہم الامام صلی اللہ علیہ وسلم سلطان ابراہیم نو شیردان عادل محمد علی شاہ بادشاہ قادی حسب لربائل محمد ابراہیم
 بجزل کاملی بک سوسائٹی کے حامی سرایا مسامح سیدہ کمال الدین حیدر عرف محمد امیر الحسن البکینی نے زبان اودھ
 میں ترجمہ کیا۔"

(رسالہ مقاصد العلوم سے اقتباس)

شاہان اودھ کی ہمدردی سے اس خصوصی دلچسپی کی اصل حقیقت سے آگہی حاصل کرنے کیلئے مولانا 'راجو' لاہور: بابت اگست 1940ء دیکھنا لازم ہے۔

اس پر سب کے مشفق مضمون "مکمل ادب" کے تحت ایک مضمون بعنوان "شاہ اودھ پوروں کے جہد کردہ تھے۔" (مطبوعہ رسالہ زمین و آسمان) سے ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے۔ جس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے:

"نصیر الدین حیدر شاہ اودھ کو پوروں سے غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ نصیر الدین حیدر کے تقریباً تمام مصائب یہی تھے۔ شاہ اودھ کی اس مطلب پر تھی کہ امرائے اودھ اگرچہ پسند نہ کرتے تھے لیکن شاہ اودھ کی حالت یہ تھی کہ وہ ملت

کا کار اور لوہاں پر مبنی ان کو کھیرے رہتے تھے۔"

مضمون نگار نے اس ابتدائی کے بعد شاہ اودھ نصیر الدین حیدر کے ایک پورچین مصاحب مسز بلکن کی ذاتی سے چند اور اوراق ترجمہ کر کے نقل کر دیے ہیں۔ محض ایک اخصاس ملاحظہ ہو:

"بادشاہ نے میرے دوست سے پوچھا

"کیوں تھی انگلستان میں تم مسز اسمتھ سے ملنے کے کو نہیں؟

مسز اسمتھ نے عرض کیا کہ "میں ان سے ضرور مل لوں گا۔ کیونکہ ان سے کچھ کام بھی ہے۔" جب بادشاہ نے اپنی لہجہ

فرہمیت اور مریح گھڑی جو ایک اعلیٰ درجے کے کاریگر کی بنائی ہوئی تھی اور پندرہ جزائر فرائک میں آئی تھی، مسز ڈیکٹر

مریٹ اپنے گھر سے اتار کر اپنے دست مبارک سے مسز اسمتھ کے گھر میں ڈال دی اور ہنگامہ بنگا کے فرمایا کہ:

"میں دیکھتا ہوں کہ یہ گھڑی مسز ڈیکٹر جیسے تم اسمتھ صاحبہ کی ہم صاحبہ کے گھر میں پہنچا دے۔ اسی طرح

سے پہنچا دیجیے میں نے تمہارے گھر میں پہنچی ہے۔ دیکھو وہد کا خیال رکھنا۔"

(انجیل، ماہر، اگست 1940ء، ص 809 سے اقتباس)

اسکول یک سوسائٹی (اودھ) کا انتظام و انصرام پادری جنوینو کے ہاتھ میں تھا، جسے غلطی موقع اٹل اکبر آبادی جیسا ہے محل عالم بطور غلطی ملا ہوا تھا۔

دوسری طرف ملای اہل فن کا یہ حال تھا کہ یہ محل سترنگار و رجب علی بیگ سرود کو غازی الدین حیدر کے زمانے میں دیس 1860

ملا۔ سرود گھنٹوں سے لاہور ہجرت کر گئے اور کئی برس گھنٹوں کے فرائض میں رہا کئے۔ انجیل نصیر الدین حیدر نے بھی معاف نہ کیا۔ یہاں تک

کہ رجب علی بیگ سرود کو واحد علی شاہ اختر کے زمانے میں گھنٹوں لیٹا نصیب ہوا۔ مرزا رجب علی بیگ سرود نے 'نصائر عجائب' کی تکمیل

1240ء بمطابق 1824ء میں کی۔ یہ غازی الدین حیدر (1814ء تا 1827ء) کا زمانہ ہے۔ نصیر الدین حیدر (1827ء تا 1837ء) کے زمانے

میں سرود نے شہر لاہور میں، جتہ کو نظر پائی کی اور دیا ہے میں نصیر الدین حیدر کا ذکر کیا، لیکن ملک بدر ہونے کے سبب نصیر الدین حیدر کی

تابع پاشی (جلوس 1243ء بمطابق 1827ء) کی مداح نہیں لکھی۔ 'نصائر عجائب' کا مقدمہ تیسری مخطوطہ جس کی کتابت افضل رسول نے 1839ء

1853ء میں مکمل کی تھی۔ 'نصائر عجائب' کا واحد ایسا نسخہ ہے جس میں غازی الدین حیدر کی مداح مثنوی ہے۔ یہ مخطوطہ ڈاکٹر نور الحسن پاشی کے

واقعی کتب خانے سے حاصل کر کے 1873ء میں ڈاکٹر محمد اعلیٰ نے 'نصائر عجائب' کے بنیادی متن کے نام سے شائع کیا۔

یورپ اور اہل یورپ سے دلچسپی کی وجہ چاہے کچھ بھی ہو، کیا جاسکتا ہے کہ مغربی زبانوں سے اردو میں مثنوی کتب کے تراجم کی

دلیلیں منظم انگریزی کوشش کا زمانہ غازی الدین حیدر علی کا زمانہ ہے۔

شخص الامراء کے تراجم: برائے 'مدرسہ فقیریہ' حیدر آباد۔ دکن 1834ء

فورٹ ولیم کالج، بنگلہ کے زوال کے فوراً بعد حیدر آباد دکن اردو تراجم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھرا۔ حیدر آباد دکن کے

امراء نے پانچواں میں نواب محمد قمر الدین خاں شخص الامراء (1780ء تا 1802ء) کا نام جاری اس مطالعے کے ضمن میں نمایاں تر

137

در زبان فرانسیسی ۱۵۰۰ - دہم کردہ آں کتاب احوال اصول احوال - قریب اہم کردہ آں کار ہائے احوال ہ
آسانی ی بآ چند مرقوم اند۔ لہذا آں کتاب مال زبان فرانسیسی ہ زبان فارسی مرقوم نمودہ شدہ در روزگار موجب
یادگار باشد۔"

لہذا وہ ہمارے سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب خود بھی معترف تھے اور فرانسیسی زبان پر کافی عبور تھا۔ فارسی میں ایک
سے زیادہ کتابیں لکھیں اور کوئی حید نہیں کہ یہ اردو کتابیں بھی ان ہی کے تصنیفات ہوں۔

ان کے فرزند محمد رفیع الدین خاں محمد الفک طبع الامراء ثالث ۱۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۴ھ میں انتقال کیا۔ ذوق
علم و فضل اور شرقی تصنیف و تالیف اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ طبع طبع الامراء میں جو کتابیں لکھیں وہ زیادہ تر ان ہی کی
فرمانی اور دلچسپی کی وجہ سے لکھی گئی تھیں۔ بعض کتابوں میں مراحت کردی گئی ہے کہ صاحبزادہ نواب محمد رفیع الدین خاں محمد الفک
بہادر کی فرمائش پر لکھی گئیں۔

طبع الامراء جانی نے اپنی فارسی کتاب طبع الامراء میں اپنے فرزند کی وضع کردہ شکلوں کو بھی چک دی اور اس کے دیباچہ میں
اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"چند احوال مستخرجہ و معدومہ در رفیع الدین خاں دراز لفظا ہائے مختلفہ آہا بہ تحصیل مرقوم ساخت۔"

نواب خیر الدین خاں ثانی ثانی طبعی اور ترجمہ سے متعلق کاوشوں سے کل طور پر واقف تھے۔ برخلاف اس کے اس امر کا شعور
نہیں تھا کہ ثانی ہند کے علماء اور مترجمین کو جوہر کے ترجموں سے واقفیت تھی۔ طبع الامراء کے مترجمین نے اکثر انگریزی اصطلاحات
کے اردو مترادفات کو حذف کر کے لکھے ہیں یہ وہ دور تھا جب ثانی ہند میں مولانا انگریزی اصطلاحات ہی سے کام لیا جاتا تھا مثلاً "ایئر" کا
ترجمہ یہاں "کھٹا" کیا گیا تھا اور "ٹریک" "ایئر" کو "شورہ کا کھٹا" کہتے اور لکھتے تھے لیکن ثانی میں انگریزی اصطلاحات ہی مستعمل تھیں۔

طبع الامراء کے مترجمین کو اپنے موضوعات کے ساتھ مترادفات اور اصطلاح سازی پر مکمل عبور حاصل تھا جبکہ ثانی کی زبان
پر عربی کے اثرات بہت گہرے تھے مثلاً یہاں کے مترجمین نے "بہارہ انطاکس" اور "کونٹکس" کا ترجمہ علی الترتیب "علم آب" اور "علم
الطہار" کیا ہے جبکہ ثانی میں "علم الماء" اور "علم الانظار" موجود تھا۔

طبع الامراء کے تراجم سادہ، سلیس اور عام فہم ہیں جبکہ ثانی ہند کی وہ کتب جو یہاں سے شائع ہوئی ہیں اس قدر عام فہم نہیں۔
مولوی میر حسن حیدر آبادی نے نواب خیر الدین کی حسب ذیل پانچ کتابوں کی تفصیلی مطربی تصانیف کے اردو تراجم اور
نویات اردو، حیدر آباد، دکن طبع اول: ۱۸۳۸ء میں درج کی ہے۔

۱۔ "رسالہ مختصر برائے مصلوہ: ۱۲۵۲ھ بمطابق ۱۸۳۶ء

۲۔ "رسالہ کسورات اعشاریہ: مصلوہ: ۱۲۵۲ھ بمطابق ۱۸۳۶ء

۳۔ "رسالہ اصول حساب: مصلوہ: ۱۲۵۲ھ بمطابق ۱۸۳۶ء

۴۔ "رسالہ اسطرلاب کوئی: مصلوہ: ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۳۹ء

۵۔ "مختصر مصلوہ: ۱۲۵۶ھ بمطابق ۱۸۴۰ء

”سہ ماہی“ نامی مجموعہ حسب ذیل چھ رسائل پر مشتمل تھا۔

(1) رسالہ علم برہن

(2) رسالہ علم ہیئت

(3) رسالہ علم آب

(4) رسالہ علم ہوا

(5) رسالہ علم انفار

(6) رسالہ علم برقی

لیکن اہم چیز ”رسالہ سہ ماہی“ کا دیباچہ مضمونی ہے، جس میں خواب محمد قزالدین خاں رقم طراز ہیں:

”بندہ بیاد منہ درجہ اجیزائی کا، محمد قزالدین خاں الما طلب بہ نفس لامرأہ، اس طور پر گزرتی دیکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں پھولتی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرنگ میں مرقوم ہیں، بہ سبب میلان طبیعت کے بہت شوق اس طرف دیکھتا تھا، ہماری سماعت میں آئیں۔ اس جہت سے چند رسائل ان کے اذہر تھے وہ اگرچہ جیسے علوم فلاسفہ زبان عرب و عجم میں بھی مشہور ہیں چنانچہ علم برہن اور علم انفار وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرنگ نے ان کو دلائل و براہین سے بدیع کمال اثبات کیا ہے۔ بلکہ جیسے علوم اہل فرنگ میں ایسے مدارج پاسے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا۔ چنانچہ علم آب اور ہوا اور برقی اور مٹا نہیں اور کیمسٹری وغیرہ۔ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ جتنوں کے فائزے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبان فرنگ سے لکھی ترجمہ کی جاوے کہ فرصت لگائی میں اس کی مصورات سے طالبوں کو کچھ فائدہ پھر ہووے کس واسطے کہ اگر بڑی بڑی کتابوں کا ترجمہ ہوگا تو طالبوں کے ذہن پر اس کے مطالعے کا بار ہوگا اور مختصر رسائل کے دیکھنے سے ان کی طبیعت آشنائے علوم ہو جائیگی پھر طالبین تر خود ارادہ جیسو کتابوں کے دیکھنے کا کریں گے۔“

(دیباچہ سے اقتباس)

واضح رہے کہ اس مجموعے میں شامل رسائل کے مصنف ریمونڈ چارلس تھے اور انگریزی میں یہ رسائل ازال ازال 1818ء میں لندن سے شائع ہوئے۔ دیباچہ کے مطابق ان رسائل کا ترجمہ میرامن علی دہلوی، نظام علی الدین حیدر آبادی، مسٹر جونس اور موہنی سندھوی نے کیا۔ یہ محرمین باقاعدہ ملازمین سرکار تھے۔

ریمونڈ چارلس کے ان ترجموں میں جیلے کی ساخت اور بنت کی قسمت کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

”پھپھایا تھا جی لندن میں“

”واسطے سیکھنے اور دل کی نو علم ہوں کے“

”مکوئی نہیں پیدا ہونے کی بغیر اس کے کہ“

”فرست رسالہ علم آب مشتمل ہے اوپر دیباچہ اور بائیں ٹکٹو کے“

اسی طرح اردو کی متحرک تعلیقات خصوصاً قوجہ پاجاتی ہے مثلاً انہوں نے 'لوئے'، 'آوئے' اور 'کھج' وغیرہ۔ جن محسوس ہوتا ہے جیسے دہلی اور گھٹن کے ابتدائی زمانے کے شعراء کی طرح 'لے' کے استعمال میں انہوں نے بھی اپنے آپ کو پائندہ نہیں کیا۔ مثال:

استادوں نے دریافت کیے ہیں کہ ۱۰

اکثر مقامات پر اہم کیفیت یا حاصل صدر کے جمالی صدر کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثال:

'ہما کے دو جسموں کے قسام سے گر جتا پھٹا ہوتا ہے۔'

اس طرح اسٹان، دل گل، داخل کرنا اور صرف کرنا جیسے الفاظ کو ایسے معنوں میں برتا گیا ہے جن میں وہ الفاظ اب مشغول نہیں ہیں مثلاً

1۔ 'داسے پھٹے اور دل لگی نو خباہوں کے'

2۔ 'شکوہ اسن میں داخل کرنا'

اوپر نقل کیے گئے الفاظ کی جگہ 'والا' اور 'دلیجی' کے الفاظ مروج ہیں۔

ان تراجم میں انگریزی الفاظ کے لفظی کا قیاس بھی نہیں کیا گیا مثلاً ہیڈ رو اسٹیکس کہیں 'ج' سے کھسا گیا ہے اور کہیں 'ا' سے۔

اسی طرح بعض الفاظ کا اطلاق بھی قدیم لفظوں کی یاد دلاتا ہے۔ مثلاً 'کھنوی' کو 'کوئے' اور 'وہ' کو 'وڑ' کھسا گیا ہے۔

ان رسائل میں سائنس کی بعض اصطلاحات کے تراجم کو اصطلاحات سازی کے ابتدائی نمونے مان کر دیکھا دلیجی سے خالی

نہیں، اسی طرح بعض مقامات پر انگریزی تلفظ کے مطابق جہن کا قوں اردو میں لکھ دیا گیا ہے۔

اصطلاحات سے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

Argun ہوا کی بندوبست

Microscope کواں میں

Monsoon موسمی ہوا

A Sucking Pump پمپ کا سٹے کا پمپ

Hydrostatic Balance طلم آب کی ترازو

Reflecting Telescope عکس دہرین

Divergent Rays انبساطی شعاعیں

Deflected Light انحرافی روشنی

اسی طرح جن اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ان میں چند ایک یہ ہیں:

1۔ ہوا بھل

2۔ ہیڈرا بھل

3۔ قمر بھل

ریورٹ چارلس کے یہ رسائل سوال و جواب کے طرز پر تحریر کی گئے تھے۔ ترجمہ کرتے وقت اسی طرز کار کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ’رسائل علم‘ آپ سے ایک مثال دیکھیے:

تلمیذ کلاس: تمیز کرو۔ حیدر دانشکس کمال عقلی اور اجنبی ہے۔ اسکا نام جو ان علوم میں آتے ہیں یہ نامی ہیں اور ہر وقت دوسری زبان کا جب تک کلاس سے نہیں آئے تو اسے عقلی معلوم ہوتا ہے اور اصل وضع سے لکھے نام کے معنی مفرد ہوتے ہیں اور بعضوں کے مرکب۔ پس یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک ’حیدر‘ جو اس زبان میں پانی کو کہتے ہیں۔ دوسرا دانشکس مطلقاً اس علم کو کہتے ہیں جس سے عقل و فطرت اجسام کی معلوم ہوتی ہے۔
(رسائل علم آپ سے اقتباس)

اب ’تقریبات اور کیفیات علم‘ آپ کے حصے سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

مسلک ایک دورانی ہے

کوئے (کوئی) سے پانی کا چھنا چھنے کے پپ میں ہوا کے دھاؤں سے ہوتا ہے اور 22 فیصد تک چھتا ہے۔
ترجمہ کے لئے دیگر رسائل میں مندرجہ ذیل خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں:

8۔ ’رسالہ ہوسو پانچ‘ (رسالہ ہوسو و پانچ) 1287ء بمطابق 1870ء

7۔ ’کیمسٹری کا مختصر رسالہ‘ 1259ء بمطابق 1843ء

8۔ ’رسالہ مطار الافلاک‘ 1260ء بمطابق 1844ء

9۔ ’رسالہ کیمسٹری کا‘ 1261ء بمطابق 1845ء

10۔ ’رسالہ مختصر حیوانات مطلق‘ 1264ء بمطابق 1847ء

”رسالہ ہوسو پانچ“ کا ترجمہ نواب ابوالخیر خاں بھادر خاں خاں خاں کے علم خاص سے ہوا۔ یہ اجمالی ہیکس کی کتاب کا ترجمہ ہے اور مترجم کا نام ’جان بادشہ‘ ساکن حیدرآباد، دکن ہے۔ یہ کتاب مطبع رحمانی حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی اور 67 صفحات پر مشتمل ہے۔ ترجمے کی مہارت طرز ہے۔ ملاحظہ ہو:

”انسان چاندی اور کرنے کے لئے قوت کثیف اور صغیر اپنے اندر رکھتا، پس اس قوت پر ادب ہے کہ جسم کے امراض دیکھ کر نہ سوجھتا اور قوی اہل کے علاج کو معلوم کرے جو طبیعت میں ہوتی ہے اس کے دوا میں ملاحظہ نہیں ہے۔“

”کیمسٹری کا مختصر رسالہ“ ریورٹ جان ڈیم کی تصنیف ہے۔ ترجمہ 69 صفحات پر مشتمل ہے جس پر حیدرآباد دکن 1259ء بمطابق 1843ء دکن ہے۔ یہ کتاب ’احمال کتب‘ خاندان حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ بھی ہے اور اس زمانے میں شائع نہ ہو سکا۔ دیکھا جیسا تھا ہے:

”یہ رسالہ مختصر علم کیمسٹری کا حسب اہم معارف نواب صاحب قند نواب خاں خاں بھادر خاں خاں خاں کے ترجمہ

کہا گیا کہ جس میں جدید ترکیب حاصر اور چند اصولی علم کیمسٹری کا بیان ہے۔"

یہ کتاب کل 100 سوہلی احکامات (تجربوں) کے بیان پر مشتمل ہے۔ ایک تجربے کے بارے میں بیان ملاحظہ ہو:
 "ایک گرمی (سولیم) اور ایک گرمی (پتاسیم) لے کر ایک جھڑی کی ٹوک سے دونوں کو خوب ملاؤ بعد ازاں ایک قطرہ
 پادے کا ان کے نزدیک لے جاؤ۔ یہ دونوں جل جائیں گے اور ایک آج پڑا ہوگی۔"

کتاب کے شروع میں اصطلاحات کے ترجموں کی فہرست دے دی گئی ہے۔ عنوان ہے: 'نام دواہوں کے انگریزی مع
 ترجمہ۔ چند ایک مثالیں دیکھیے:

نیزک ایسٹر - شورے کا کھد (کھار)

مرکری۔ پارا

کوٹلیف۔ سونے کے اوق

لورک۔ بھر۔ بلدی کے بچے کے دس میں بیٹا ہوا کاغذ۔

زمرہ کیمسٹری کا سائنس طاقت مظہر رسالہ کے دو سال بعد کا ہے یعنی 1281ھ مطابق 1845ء یہ رسالہ ازل ازل آگرہ سے
 شائع ہوا۔ ابتدا میں 'کھ' کے بعد نکلا ہے۔

"ہاتھ میں دلی فہم پر پائیدار رہے کہ یہ رسالہ مظہر چند علوم کیمسٹری کے بیان میں کہ اس علم میں ترکیب حاصر کی
 حقیقت جو زبان لہجہ میں اس کو کہتے ہیں پائی جاتی ہے اور یہ علم بہت عجیب و غریب ہے کہ اس کی تفصیل اہل حکمت
 کو ضرور لازم ہے۔"

اس کتاب کی زبان میں وہ سادگی نہیں پائی جاتی جو 'کیمسٹری' مظہر رسالہ کی سب سے بڑی خوبی شمار ہوتی ہے۔ اس میں
 بیشتر انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ البتہ جن اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

Chemist کیمسٹ

Solid جامد

Attraction غرائض، قوت جاذبہ، رجحانیت

Starch نشاستہ

Crystal کھم

کتاب پر مصنف اور حرم کے نام نہیں دئے گئے۔ یہ کتاب بھی بطریق نکالہ لکھی گئی ہے۔ ایک مثال:

سوال: سلیورک ایسٹ کیا کام آتا ہے۔

جواب: رنگین پتھر سے کہ جو سفید کیا جائیں، تو بھی اس کی دوا ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ تین حصے پانی میں اس کا ایک حصہ ملا دیا
 جاوے تو اس کی گرمی تین سو درجے تک قرصا بخار کے ہوتی ہے۔ تو کھولتے پانی کی گرمی سے اس کی گرمی سویم حصہ زیادہ ہے
 اور اس کے سبب سے جو ہائیز روغن تھیں نکلتی ہے اس کی ترکیب آگے ہی لکھی گئی ہے۔"

چند دیگر تراجم جن کی تصحیحات خواجہ حمید الدین شاہد نے فراہم کی ہیں:

11۔ 'ترجمہ شرح تفسیر' (تفسیر) ترجمہ: شاہ ولی، کتابت: 1260ء مطابقت: 1834ء

12۔ 'اصول علم حساب ہندی زبان میں' مطبوعہ: 1252ء مطابقت: 1836ء

13۔ 'رفع الحساب' مطبوعہ: 1252ء مطابقت: 1836ء

14۔ 'رسالہ سموات اعشاریہ' مطبوعہ: 1253ء مطابقت: 1837ء

15۔ 'رسالہ کیمسٹری' مطبوعہ: 1281ء مطابقت: 1845ء

16۔ 'رسالہ علم و اعمال کرے کا ترجمہ: مسٹر جوز و ورتن ٹیل، مطبوعہ: 1257ء مطابقت: 1841ء

17۔ 'رسالہ منتخب البصر' (دارالما)۔ یہ 'رفع البصر' کا خلاصہ ہے۔ مطبوعہ: 1257ء مطابقت: 1841ء

18۔ 'رسالہ خلاصہ الادبیہ از ڈاکٹر ولیم سیکٹری، مطبوعہ: 1262ء مطابقت: 1845ء

19۔ 'نافع لامراض از ڈاکٹر ولیم سیکٹری، مطبوعہ: 1262ء مطابقت: 1845ء

فلس الامراء کے نقلی چھاپ خانہ واقع حیدرآباد دکن کی شاخ کردہ مندرجہ ذیل کتب کا حوالہ مختلف جہاز میں ملتا ہے:

20۔ 'انکسار و پیشہ' ترجمہ: مولوی احمد

21۔ 'رسالہ علم ہیئت'۔ از ڈاکٹر کن، ترجمہ: سید عبدالرحمن، مطبوعہ: 1292ء مطابقت: 1875ء

22۔ 'فلس البند' مطبوعہ: 1241ء مطابقت: 1826ء

23۔ 'رسالہ علم کیمیا' مطبوعہ: 1244ء مطابقت: 1828ء

24۔ 'رسالہ موسیقی یاد رکھانے کے طریق' مطبوعہ: 1251ء مطابقت: 1835ء

25۔ 'تخلیص رفع الحساب'۔ طبع ازل: چھاپ خانہ کشن راج داس، 1254ء مطابقت: 1838ء

26۔ 'رفع البصر' طبع ازل: 1256ء مطابقت: 1840ء

27۔ 'رفع البصیر' طبع ازل: 1257ء مطابقت: 1841ء

28۔ 'رفع الترتیب'۔ مطبوعہ: 1248ء مطابقت: 1832ء

29۔ 'تختہ گردان'۔ مطبوعہ: 1262ء مطابقت: 1875ء

30۔ 'رسالہ علم ہندو'۔ مطبوعہ: 1251ء مطابقت: 1835ء

31۔ 'کتاب ہندو از ڈاکٹر ترجمہ: داتے منوال مطبوعہ: 1255ء مطابقت: 1839ء

32۔ 'رسالہ غصیہ فی اعمال حلالہ از شیر علی بن محمد قاسم

33۔ 'رسالہ رشیدہ از شیر علی بن محمد قاسم

34۔ 'مہدول خوبات' تفسیر: مرزا جان فتح جہاڑی مطبوعہ: 1295ء مطابقت: 1878ء

35۔ 'رسالہ گلزار الازہر فی فضائل علی

36۔ ترکیب اور ہے۔ مطبوعہ: 1282ء مطابق 46-1845ء

37۔ مرقع تصویرات میاں نات۔ مطبوعہ: 1288ء مطابق 50-1848ء

محولہ بالا کتب میں حوالہ نمبر 20، 21، 31 اور 34 کی کتب ترجمہ ہیں جبکہ دیگر کتابوں سے حقائق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مستقل تصانیف ہیں یا ترجمہ نیز یہ کہ ان کتب کی قدیم و تصنیف میں جنس الامراء کو کنی مصطفیٰ کا عنوان حاصل رہا۔ تحصیل کے لئے دیکھیے: اردو میں سائنسی ادب: قدیم ترین کارنامے (از خواجہ حمید الدین شاہ، سلسلہ مطبوعات، ادارہ شاہ ادویات اردو شجرہ: 241، حیدرآباد، دکن، 1957ء۔

اسکول بک سوسائٹی دہلی کالج، دہلی۔ 1840ء

انگریزوں کی رائج نظری اور سیاسی حکمت عملی نے اپنے پہلے مرحلے میں قدیم ہندوستان کی اثرات کو 'مصدر الصغیر' اور 'معدنہ' القاد و تھا' دے کر اپنا ہم نوا بنالیا تھا جبکہ دوسرے مرحلے میں ایسے تعلیمی اداروں کا جال بچھایا گیا، جہاں انگریزی زبان و وسیع تعلیم دی۔ ایٹکو مرکب 'دہلی کالج' اس دوسرے مرحلے کا نقش جاتی تھا۔ نقش قول 'مدرسہ عالیہ ٹکٹو' کو نامیں کے، سودانی میں مدرسہ قازی الدین کو 'دہلی کالج' میں وصال کرشمات احمدیہ کی ایک کھپ چار کی گئی۔ جنس العلماء محمد حسین آزاد (ف 1910ء) جنس العلماء ذکاء اللہ (ف 1910ء) جنس العلماء ذریعہ احمد دہلوی (ف 1912ء) جنس العلماء الطائف حسین جانی (ف 1914ء) اور جنس العلماء عیاد الدین (ف 1918ء) دہلی کالج ہی کی پیداوار تھے۔ میدان عمل میں جا کر ان (انگریزوں نے جہاں مغربی علوم و فنکار کی خاطر خواہ اشاعت کی وہاں مافی و مابین کو بھی قریب کر دیا۔ سو 'جہاد' اور 'دہلی' جیسے سنگین مسائل سے بچکارا آسان ہو گیا۔

(ذکرہ ملانے پر کے ان قلوبے کو 'جہاد' اور 'دہلی' کے درمیان حاصل کیے گئے تھے، ادب مہا اعلیٰ (ٹکٹو) نے قریب کیے تھے جو اول نمبر حصہ نے 1870ء میں شائع کیے۔)

دہلی کالج کی ادارت (یا ابتدائی صورت) 'مدرسہ قازی الدین' امیری دور اور اس کے قریب واقع تھی۔ یہ شرقی انداز کی رواجی درس گاہ تھی جس میں درس الہامی کا انتظام تھا۔ اس مدرسے کے بانی کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اسے قازی الدین فیروز جنگ دہلی غف نواب نظام الملک آصف چاہ اول سے منسوب کیا ہے جبکہ شیخ یعقوب علی عرفان (مضمون: 'مرزا محمود بیگ پر پہل دہلی کالج اور حیات عثمانی' مطبوعہ: دہلی کالج میگزین) اطمین (دہلی کے آج قدیم، ص 264) فرحتنگن (شاہ عالم، ص 20) اور ہد فیض سر سید راجہ (مسلمانوں کے دور میں تعلیمی ترقی، ص 268) نے اسے نواب قازی الدین فیروز جنگ اول صوبہ دار گجرات سے منسوب کیا ہے۔ آج سو فیصد اکثر مرآتیں قابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے اس مدرسے کا قیام 1782ء میں بتایا جبکہ 1710ء کے لگ بھگ اس مدرسے میں تدریس کا آغاز ہو چکا تھا۔

1824ء تک 'مدرسہ قازی الدین' جیسے عجیب قائم رہا۔ یہاں تک کہ 1823ء میں تعلیم حاصل کرنے والے صرف نو طالب اعظم رہ گئے جنہیں مولوی عبد اللہ درس دیا کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب دہلی پر انگریزوں کا عملی اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ معاشرتی و سیاسی زبوں حالی اور مسلسل بد نظمی کے بعد 1803ء

میں لارڈ ایک نے سرحد گردی کا مکمل خاتمہ کر کے تعلیمی اصلاحات کی طرف توجہ دی۔ بقول ڈاکٹر مولوی عبدالحق: 1813ء کے چارٹر کی رو سے ایک لاکھ روپے سالانہ کی رقم برطانوی ہند میں تعلیم کی اشاعت کے لئے منظور ہوئی۔ لیکن آئندہ وہی سال تک ایک پندرہ لاکھ بھی اس میں خرچ نہیں ہوا۔ (مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق)

1823ء کے ادارے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی مجلس تعلیم عامہ کی جانب سے تعلیمی تعاون کی غرض سے ایک مشترک مراسلہ جاری ہوا، جس میں مراستہ طلبہ کی کئی قسمی کتب و تصانیف تعلیم کے لئے کس قدر سرمایہ فراہم ہو سکتا ہے نیز اس مراسلے میں یہ تجویز بھی رکھی گئی تھی کہ کیوں نہ دہلی میں ایک کالج جدید طرز کا قائم کیا جائے؟

دہلی کی مقامی مجلس تعلیم نے جنوری 1824ء کے ہوائی مراسلے میں اس تجویز کو سراہتے ہوئے تعلیمی فن کے لئے سازشے تین ہزار روپے سالانہ کی گنجائش دکھائی۔ اس ضمن میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سفارش پر برطانوی پارلیمنٹ نے 1825ء میں پانچ سو روپے سالانہ منظور کیے، بعد میں مقامی سطح پر دہلی اور کے وزیر نواب احتشاد الدین سید فضل علی خان نے 1828ء میں ایک لاکھ ستر ہزار روپے تعلیمی اغراض کے لئے وقف کئے تو یہ رقم بھی دہلی کالج پر صرف کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اب کام آسانی ہو گیا تھا، برطانوی پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد کالج کا افتتاح کر دیا گیا۔ تعلیمی سال 1825ء کی جنوری سے شروع ہوا اور دسمبر تک جاری رہا۔ واضح رہے کہ دہلی کالج کی زیر نگرانی میرٹھ اور بریلی میں بھی دو کالج کام کر رہے تھے۔

بے۔ ایچ ٹیلر جو مقامی مجلس کے سیکرٹری تھے، اولین پرنسپل مقرر ہوئے اور بطور سیکرٹری بھی کام کرتے رہے۔ کالج کا قدرتی عملہ ہیڈ مولوی اور مولویوں پر مشتمل تھا۔ 1825ء سے 1828ء تک یہ کالج ایک رواجی مشرقی درس گاہ کے انداز میں کام کرتا رہا یہاں تک کہ 1828ء میں سر جیمز ہارلس مختلف (برٹش ریجنل نائٹ کمانڈر) کے حکم سے کالج میں ایک نیا شعبہ کھولا گیا۔ یہ شعبہ انگریزی زبان سے متعلق تھا جو مقامی سطح پر بے چینی کا باعث بھی بنا۔

ریاض، منطق، سائنس، ریاضی، تاریخ، قانون اور مغربی علوم سائنس، دیگر جدید علوم کی تعلیم ہندوستانی (اردو) میں دی جاتی تھی۔ لوگوں نے 'شعبہ انگریزی' کا قیام بے دلی کے ساتھ قبول کر لیا، لیکن لارڈ ولیم بینٹک کو اردو اور ہندوستانی زبان بطور ذریعہ تعلیم قابل قبول تھی۔ سو 1835ء میں ولیم بینٹک کے منظور کردہ قانون (ریزولوشن) نے حاکمانہ کارگزاری دکھائی۔ نئے حکم کے مطابق یہ چاہا گیا کہ:

- 1- جدید سائنسی علوم اور مغربی ادب کی تدریس و اشاعت انگریزی زبان میں ہونی چاہیے۔
- 2- طلبہ کو وظائف دینے کا مکمل روک دینا چاہیے۔
- 3- ہندوستانی زبانوں میں تصنیف و تالیف روک دی جائے۔

چار سال تک ان امکانات کو جیسے جیسے مانا گیا حتیٰ کہ لارڈ آکلینڈ نے اس روپے کو ترک کر کے مشرقی مدارس میں مشرقی طرز تعلیم کو ترجیح دینے کا حکم صادر کیا۔ اس سے دہلی کالج میں بہت بڑی تبدیلیاں واقع پذیر ہوئیں۔ یہ سال 1839ء تھا جب بے۔ ایچ ٹیلر کی جگہ فلیکس بوتز (Felix Bouts) جیسے مشہور فرانسیسی ماہر تعلیم پرنسپل ہو کر آئے۔ اب نئے سرے سے معقول وظائف بھی جاری کئے گئے اور اشاعت کتب کے کام کو بھی آگے بڑھایا گیا۔

1840ء کے اواخر میں اسکول بک سوسائٹی قائم کی گئی۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام منظور انگریزی کتب کو اردو میں ترجمہ کر

کے چھاپا گیا۔ اس سوسائٹی کے تیار کردہ ڈاکٹر سچل رائے اور ستر مہینے میں مولوی امام بخش صہبائی، مولوی کریم الدین، ڈاکٹر فیضی، مسٹر رام چندر، مولوی سمان بخش، مولوی احمد علی، مولوی ملک علی، مسٹر نور محمد، مولوی سید محمد، مقرر، سید کمال الدین، عیدہ، چندت سرور، نرائن اور مولوی ذکا، اللہ جیسے اہم نام تھے۔

فلینکس پورٹر (پ۔ 1808ء۔ م۔ 1884ء) نے جون 1841ء میں اس سوسائٹی کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ ایک نیا نام بھی دیا:

"Society For the Promotion of Knowledge in India, Through the Medium of Vernacular Languages."

واضح رہے کہ یہ سوسائٹی ہمارے ہاں پانچ مختلف ناموں کے ساتھ مشہور رہی ہے۔ اکثر مضمون نگار حضرات اس سوسائٹی کے تین مشہور ناموں کے نامٹ ایک ہی سوسائٹی کو تین مختلف سوسائٹیاں تصور کرتے رہے ہیں۔ یہ نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ 'انجمن اشاعت علوم بذریعہ الہی'۔

2۔ 'دہلی ریجنیئر ان سائنس سوسائٹی'۔

3۔ 'ہندو سوسائٹی دہلی'۔

اسی طرح دہلی کالج کی لائبریری کے انگریزی اور اردو میں دو نام مشہور ہیں۔ لائبریری ایک ہی تھی۔

1۔ 'لائبریری آف پرنسپل کالج، دہلی'۔

2۔ 'کالج علوم مفید، دہلی'۔

اس سوسائٹی کے قائم کرنے پر اردو کے شہزادگان اور سرسار جنگ نے گرانقدر عطیات دیے۔ تربتے کے اصول وضع کرنے اور سرمایہ کی فراہمی کے فوراً بعد نئے سرے سے ترمیم شدہ کتب کی اشاعت کا کام شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی متعدد علمی و ادبی کتب و تصانیف بھی شائع کی گئیں۔ (ڈاکٹر مولوی مہد علی نے سوسائٹی کی شائع کردہ 128 کتب کے نام فراہم کیے ہیں۔ واضح رہے کہ ان کتابوں میں 'اردو گراہر' (از امام بخش صہبائی و مولوی احمد علی) بھی اہم کتب بھی شامل تھیں۔

سوسائٹی کے سالانہ جلسوں میں ہندوستانی اور انگریز برادر کے شریک تھے۔ چندہ دینے والوں کی فہرست میں کل 116 نام ملتے ہیں جن میں سے 52 انگریز تھے دیگر مضمون نگاروں میں جسٹس الاسراء، سراج الملک، جہاد اور راجہ رام بخش جیسے نام شامل ہیں۔

سوسائٹی کی مجلس انتظامیہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی۔

1۔ فلینکس پورٹر، (تیار کردہ)

2۔ بی مکلف

3۔ ای۔ سی۔ ریڈنگ

4۔ ڈبلیو۔ سی۔ کولمن

5۔ دارا کا تاجہ بیگم

6۔ سی۔ گراہٹ

ڈاکٹر مولوی عبدالغنی سوسائٹی کے اخراجات و اخراجات اور طریقہ کار کے باب میں لکھتے ہیں:

- 1۔ انجمن کا یہ غلط ہے کہ انگریزی، سنسکرت، عربی، فارسی کی اطلاع کے کتابیں اردو، بنگالی، ہندی میں ترجمہ کی جائیں اور سب سے افضل ایسی زبان کی وری کتابیں چار کی جائیں۔
- 2۔ اگرچہ امید نہیں کہ ابتدائی ترے اعلیٰ درجے کے ہوں لیکن یہ توقع کی جاتی ہے کہ اگر ان کے استعمال اور سرپرستی کی مسلسل اور باقاعدہ کوشش کی گئی تو ایسی زبانوں میں بہت کچھ ترقی ہو جائے گی۔
- 3۔ ترجمہ اگر اس درجے کا بھی نہ ہوا جیسا کہ ہونا چاہیے مگر کچھ میں آ سکتا ہے اور صحیح بھی ہے تو انجمن اپنی بھلائی کے موافق اس کی سرپرستی کرے گی۔ ابتدا میں چونکہ قلیل تعداد میں اس کے نسخے چھپائے جائیں گے اس لئے آئندہ طبع کے موقعوں پر اس میں اصلاح ہوتی رہے گی۔ لیکن اگر اس انجمن میں اس کتاب کا کوئی بہتر ترجمہ ہو گا تو پھر پہلے ترے کا چھاپنا موقوف کر دیا جائے گا۔
- 4۔ ایسی زبانوں کی مفید جدید تالیفات اور انگریزی، سنسکرت، عربی کی اہلی کتابوں کے ترجموں کے سوا دے بہ شرح آنے کا ایک درجہ فیصلہ (حسب حیثیت تالیف یا ترجمہ) خریدے جائیں گے۔ فارسی کتاب یا کسی ایسی زبان کا ترجمہ (دوسری ایسی زبان میں) اس سے نصف شرح پر خریدا جائے گا۔ نظریاتی کے لئے شرح بعد میں موجود ہوئی، ابتدائی، تاریخی اور ادبی کتابوں کے لئے فی صلہ چھ آنے۔ سائنس، قانون یا فلسفے کے لئے فی صلہ دس آنے۔ (ڈاکٹر عبدالغنی)
- 5۔ قاعدہ ہادی کی رو سے جو ترجمہ انجمن خریدے گی اس کا حق تالیف (خریدنے کوئی اور معاہدہ نہ کیا گیا ہو) انجمن ہی کا ہو گا۔
- 6۔ قاعدہ ہادی کا اصولی نکل ان کے جدید تالیفات یا جدید اعلیٰ کتاب کے ترے پر (جو اصل کتاب کے طبع سے تین سال کے اندر کیا گیا ہو) نہ ہو گا۔
- 7۔ ترجموں کے مفید ہونے نہ ہونے کا فیصلہ انجمن کی مجلس انتظامی کرے گی اور سب سے اول وہ اپنا سرمایہ ان کتابوں کی طبع پر صرف کرے گی جو نہایت ضروری ہے۔
- 8۔ انجمن طبع کے لئے اہتمام میں عموماً ایسی کتابیں خریدے گی جن کا حجم چار سو پانچ سو صفحات سے زیادہ نہ ہو گا۔
- 9۔ انجمن اپنی کتابیں جہاں تک ممکن ہو گاسستی بیچے گی اور طبع کے اخراجات کا ایک حصہ اور بعض صورتوں میں تمام اخراجات انجمن اپنے سرمایے سے ادا کرے گی۔

(اردو: ڈاکٹر عبدالغنی سوسائٹی مریٹ ٹیکراری ہیرا، دسمبر 1945ء)

سوسائٹی کے ٹیکراری اور کالج کے پرنسپل فلکس ہیرا اپنے ایک خط نظام دیکس دتاسی (دبایات، دسمبر 1941ء) میں لکھتے ہیں:

"ہندوستانی زبان نے دو تین سال سے ایسی اہمیت حاصل کر لی ہے جو اس سے پہلے نہ تھی۔ یہ بہار اور مغربی صوبوں کی یعنی راج گھل سے لے کر ہر دور تک کی مرکزی زبان بن گئی ہے۔ ہر دور ہالیوڈ کے دامن میں ایک قصبہ ہے۔ حریف برآں یہ زبان سارے ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور کم سے کم چار کروڑ اشخاص اسے روزمرہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب انگریزی حکومت نے اسے ہاتھوں اور مرکاوی اخباروں میں جاری کر دیا ہے۔

تقریباً چھ سینے سے میں نے کوئی تین حیرم کالج میں ملازم رکھے ہیں۔ یہ عربی، فارسی اور سنسکرت کی مشہور کتابوں کے علاوہ

انگریزی کی بعض کتابیں محقق بہ علوم طبیعیات، معاشیات، تاریخ، فلسفہ، قانون اور برطانوی ہند میں رائج حکومت قانون کے کتابیں اور وہیں ترجمہ کرتے ہیں۔" (مروجہ دہلی کالج)

سوسائٹی نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کے جو قواعد وضع کئے تھے درج ذیل ہیں:

1۔ سائنس کے ایسے الفاظ جن کا حروف اردو زبان میں موجود ہو تو اردو لفظ ہی برتا جائے جیسے سطر کے لئے گنہ جک اور آذنی کے لئے لوہادغیر۔

2۔ جن الفاظ کا حروف اردو زبان میں نہ ہو ایسے الفاظ کو پھر اردو میں لے لیا جائے۔

3۔ دو مرکب انگریزی الفاظ جن کا حروف اردو زبان میں نہ ہو کبھی اردو میں لے لیا جائے۔

4۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اردو زبان میں اس کا حروف نہیں مگر الگ الگ لفظوں کے حروف اردو میں موجود ہیں تو ان دونوں کو جوڑ کر یا ان سے قریب تر مفہوم کے الفاظ رک کر مرکب بنا لیا جائے مثلاً Chronology کا ترجمہ 'علم زمان' اور House of Lords کا ترجمہ 'پجھری امیروں کی' ہوگا۔

5۔ اگر مرکب لفظ ایسے دو مفرد الفاظ سے بنا ہو جن میں سے ایک کا حروف تو ملتا ہو اور دوسرے کا نہ ملے تو اردو میں موجود حروف لفظ اور دوسرے انگریزی لفظ کو مل کر مرکب بنا لیا جائے۔ مثلاً آریج ہشپ کا ہشپ اہلی اور کورٹ آف ڈائریکٹرز کا ترجمہ 'پجھری ڈائریکٹرز کی' ہوگا۔

6۔ جب محولہ والا قاعدہ سے بھی مشکل ملے نہ ہو تو انگریزی لفظ پھر لے لیا جائے جیسے ٹاکلہ جن، ہائڈروجن وغیرہ۔

7۔ جن انگریزی الفاظ کے حروف اردو میں ہوں تو کسی پر مروج نہ ہوں تو ان کی جگہ انگریزی لفظ کا پھر استعمال زیادہ مناسب ہوگا۔ غیر مروج اردو حروفات مفہوم کے سمجھنے میں مبالغہ انگیزی پیدا کر سکتے ہیں۔

8۔ یکسری کی اصطلاحات کو پھر اردو میں لے لینا مناسب ہوگا۔ البتہ یکمیلی حاسر، جن کے نام اردو زبان میں موجود ہیں لے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

9۔ علم نامیات کی اصطلاحوں کے بارے میں بھی محولہ والا قاعدہ مناسب ہوگا۔

محولہ والا شرائط کے ساتھ ہدایت کی گئی تھی کہ سائنسی کتب کے ترجموں کے علاوہ انگریزی الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جائے اور کسی سائنسی کتاب کو ترجمہ کرنے سے پہلے محقق مضمون کی پہلے سے ترجمہ شدہ کتب میں برتے گئے مترادفات سے ہی کام لیا جائے۔

جس اصطلاح یا لفظ کی وضاحت ٹھیک طرح سے نہ ہوتی ہو وہاں حواشی لکھے جائیں اور لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے سے احتراز کیا جائے نیز یہ کہ اصل عربی مفہوم میں ہے طرز اداس میں نہیں۔

ڈاکٹر مولوی مہدی صاحب نے ٹیکس ہترو کے ایک نوٹ کا حوالہ دیا ہے جس سے ترجمے کے طریقہ کار پر مزید روشنی پڑتی ہے:

"ہنہیل کی تحریک پر اس کے مفہوم سے ہندوستانی مدرس اور شبہ انگریزی کی اپنی جماعت کے طالب علم کسی

انگریزی (مطبوعہ: عالمی) کتاب کو اردو کرتے کے لئے انتخاب کرتے تھے۔ پہلے ترجمے کی نظر پڑی مگر ہم نے اسے دیکھ لیا۔ جب نظر پڑی تو ہم نے اسے دیکھ لیا۔ جب نظر پڑی تو ہم نے اسے دیکھ لیا۔ جب نظر پڑی تو ہم نے اسے دیکھ لیا۔

دلی کالج کا ترجمے کے باب میں یہ کام اردو زبان و ادب کے لئے ایک نئی تحریک ثابت ہوا۔ سید احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی اس ادارے کا تعلق دلی ہے۔

1848ء میں ہے۔ اگلے۔ نظر ایک بار پھر قائم مقام پر نہیں ہے۔ ان کے عہد میں کالج کتب خانہ دارالعلوم کی عمارت میں اٹھ اڑا۔ انہیں کے دور میں 1857ء کی جنگ آزادی لڑی گئی۔ کالج کا کتب خانہ تخریب شدہ تھا اور اسے۔ اگلے۔ نظر نقل ہوئے، جس کی سزا محمد حسین آزاد کے والد مولوی سید محمد باقر کو جھٹکا پڑی۔ انہیں چھاپی دی گئی۔ جہول مولوی مہدائے صاحب کالج کے اعانتے (کتب خانہ دارالعلوم) میں کتابوں کی سنہری جلدوں سے دو اناج موٹا فرش بچھ گیا تھا۔

نظام جنگ آزادی کے بعد یکم مئی 1854ء میں یہ کالج پروفیسرین کی نگرانی میں دوبارہ کھلا اور اپنی قدیم عمارت میں واپس چلا گیا۔ پھر کچے بعد دیگرے ایڈمنسٹریٹ اور سی۔ کے۔ کالج کالج کے پروفیسر اور نگران رہے اور جیسٹ اسٹیفن کالج کو دلی کالج میں ضم کر دیا گیا، لیکن جنگ آزادی کے بعد سی سی ایس اور معاشرتی صورت حال اسے داس نہ آئی اور 1877ء میں اسے توڑ دیا گیا۔

یاد رہے کہ قراچم کے باب میں دلی کالج کی سب سے بڑی عطا اردو زبان کے اسالیب زبان میں علمی موضوعات سے متعلق فخر حسن کی زبان کو فروغ دیا تھا۔ دلی کالج کے محرمین کی اس مساعی کا جائزہ لینے کے لئے دیکھیے ’’عقباتِ علمی‘‘ کتابیات۔
ذیل میں دلی کالج کی شاخ کردہ دو کتابوں کا سرسری تعارف درج کیا جاتا ہے۔

1۔ کتاب حکمت (علم طبعی)

مصنف: آصف/ پرنٹ سرورپ نرائی وشنو نرائی اعلیٰ، مطبوعہ 1252ء مطابق 1845ء۔

یہ کتاب قاضی محمد سید و قاضی محمد فرید الدین پند پند لودی کترو۔ قاضی عبدالوحید دہلوی ’’حق حقیق‘‘ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ترجمے سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

’’چچ بیان نکار میں جانے کے‘‘

اثر عبارت کا گری کے کچھ میں پہلے کے نکلنے سے نکلی ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کے جسم کے احداث گری 99 درجے سے 99 درجے تک ہوا کرتے ہیں، لیکن جب کہ بہت دراز کریں اور یا جب کہ تھیں گری کی حارے بدن پر از حد ہو تو گری کو میلان زیادہ ہونے کا اسی حالت سے جو کہ واسطے اناری صحت کے مفید ہے، تیار ہوتا ہے۔ اگر یہ بات یوں سے درج نہ ہو چلائے تو بہت صحت اثر ہوتا ہے۔ جب بھی یہ بات واضح ہونے کی ہوتی ہے تو پیچھے جسم کے پرست پر آتے ہیں تاکہ اسی کے احداث میں مہل ہونے سے بدن افسردہ ہو جاتا ہے جتنا واسطے صحت بدن کے ضرور ہے۔‘‘

نام مصنف علامہ سید کمال الدین حیدر کھٹوی، مطبع العلوم، دہلی، طبع اول: س۔ ن۔ سرودھبی کی مہارت ہے
رسالہ محتاطین

ترجمہ کیا ہوا سید کمال الدین حیدر کھٹوی کا صحیح علوم منیہ ہے۔

ہمارے بیشتر مضمون نگار صحیح علوم منیہ یا لائبریری آف برکلی کالج کے دو ناموں سے لکھتے ہیں، پتہ جانتے ہیں اور بعض انہیں وہ مختلف حقیقی رسالے تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی چیز ہے اور اس سے مراد دہلی کالج کی درس گیارہ سو سال کی لائبریری ہے۔ اس کتاب کی ابتداء میں علم محتاطین سے حقائق اصطلاحات کے مترادفات دے دیے گئے ہیں جیسے:

Artificial Magnet محتاطین مصنوعی

Weak Magnet ضعیف محتاطین

Soft Iron کولت پذیر لوہا

Fibre ریشہ

لیکن کتاب میں مترجم کہیں زیادہ حاشا کرتا ہے۔ 'استقامت پذیر سوزن'، 'مزم مقراضی فلاذ' اور 'محتاطین خطوط الحرف' جیسی تراکیب مترادفات آج بھی محتاطین سے حقائق ترجموں میں دکھائی دیتی ہیں۔ پوری کتاب میں صرف محدودے چند انگریزی الفاظ سمجھ رہے گئے ہیں مثلاً 'ایٹیکلو سیٹی' یا 'کپاس' وغیرہ گئے پتے انگریزی الفاظ دکھائی دیتے ہیں۔ ترجمے سے نمونہ مہارت ملاحظہ ہو:

1۔ 'سواہن تعمیر' مذکور کے استقامت سوزن محتاطین میں الحرف طیف بھی مواضع ملتے ہم کے بالکل سال کے موسم کے بھی ہوتے ہیں۔

2۔ 'لیکن طبیعت انسانی ایسی ہے کہ قضا تجربات سے حصول نتائج کافی نہیں جاتی اور بسبب تحریک خواہش طبعی مطلق کے انکشاف اسرا خالق میں تقس رفتی ہے اور ایسے دم و خیال میں غلطی و جہاں ہے کہ اکثر راہ راست سے ہٹ جاتی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سید کمال الدین حیدر (کھٹوی) نے یہ ترجمہ شاہان اودھ کی اسکول بک سوسائٹی کے لئے کیا تھا۔ پہلی بار یہ ترجمہ رسالہ قوت محتاطین کے نام سے مطبع سلطان اودھ (کھٹوی) سے شائع ہوا۔

دفتر مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر (بمبئی) 1845ء

مترجم السنہ شرقیہ (اورغیل راسلور / آفس) بمبئی لک بجک 45۔ 1844ء میں قائم ہوا، جو بعد میں 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر بمبئی' کہلا گیا۔

اس ادارے کے قیام کا مقصد گجراتی، فارسی، مرہٹی، ہندوستانی (اردو) نیز دیگر ہندوستانی زبانوں کا انگریزی ترجمہ گورنر بمبئی کو پیش کرنا تھا۔ سابق دفتری اور عدالتی زبان ہونے کے باطنے پائیکل شیعے کے ساتھ اس دفتر میں فارسی شیعہ بھی قائم کیا گیا۔ شروع میں

الذہبی کے سربراہ "مہاراج" ڈپٹی سیکرٹری، "محرّم الذہبی" کہلاتا تھا جسے بعد میں "محرّم الذہبی" اور پھر "محرّم الذہبی" برائے گورنر کر دیا گیا۔ ابتدا میں اس عہدے کے لئے صرف ہر پانچ مستشرقین کا تقرر عمل میں آتا رہا، جن میں سے نمایاں نام جزائی کینیڈی کا ہے جو شعبہ فارسی کا سربراہ بھی تھا۔ جزائی کینیڈی کا نام اس ادارے کا اعلیٰ سربراہ تھا۔ اس نے 1845ء میں اس عہدے کا چارج سنبھالا۔ جزائی کینیڈی حکومت ہند کے احکامات کو فارسی، مرہٹی اور گجراتی میں ترجمہ کرواتا۔ سول ایڈٹری (پرائیویٹ سیکرٹری) مقرر ہونے لیکن اسی سال وائس ایچے عہدے پر آگئے اور یہاں 1908ء تک رہے۔ وہ اپنے دفتر میں چار بیہون والی لکھی میں آتے تھے۔ 1892ء میں انھیں بحتی کا پرفیکشنر سسرینٹ عطا کیا لیکن ان پر دہریہ دوسہ داری تھی۔

1884ء سے "محرّم الذہبی" برائے گورنر کے اہم عہدے پر مقامی افراد بھی مقرر ہونے لگے۔ جن میں سب سے پہلا نام "ڈاکٹر واسودھ" کا ہے۔ دسمبر 1884ء تا جنوری 1879ء شعبہ فارسی کے سربراہ رہے۔ 1892ء میں انھیں "محرّم الذہبی" برائے گورنر نے عہدے پر برقی دے دی گئی، اوائل 1898ء میں وہ ریاست خیمبرہ کے دیوان (پرائیویٹ سیکرٹری) مقرر ہوئے لیکن اسی سال وائس ایچے عہدے پر آگئے اور یہاں 1908ء تک رہے۔ وہ اپنے دفتر میں چار بیہون والی لکھی میں آتے تھے۔ 1892ء میں انھیں بحتی کا پرفیکشنر سسرینٹ عطا کیا لیکن ان پر دہریہ دوسہ داری تھی۔

1908ء میں انھیں بطور دیوان، ریاست جونا گڑھ میں لے لیا گیا۔ اسی سال انھیں ابراہیم رحمت اللہ نے اورینٹل کلب کی طرف سے سپانسر پیش کیا اور ان کی خدمات کو سراہا۔ 1912ء میں انھیں سی۔ ایس۔ آئی قرار دیا گیا اور گلاسگو یونیورسٹی نے انھیں ایم۔ ایل۔ ڈی کی اعزازی ڈگری دی۔ یاد رہے کہ "ڈاکٹر واسودھ" ابتدا میں ایک معمولی استاد تھے جو انٹرمیڈیٹ میں 80 روپے ماہوار پاتے تھے۔ بطور "محرّم الذہبی" انھیں ایک ہزار روپے کے بھاری معاوضے پر رکھا گیا۔ وہ اردو، فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ 1877ء کے دہلی دہرائے میں وہ سرکاری وفد کے سربراہ کے طور پر شریک ہوئے۔

"ڈاکٹر واسودھ" کے بعد 1908ء میں "ڈاکٹر لکھنوی" کی خواہش پر سید شمس الدین قادری کا بطور "محرّم الذہبی" برائے گورنر تقرر عمل میں آیا۔ آپ پہلے مسلمان گریجویٹ تھے، جنہوں نے گجرات آسٹ کالج سے 1888ء میں بی۔ اے کیا۔ وہ بحتی کی سول سروس کے پہلے مسلمان رکن تھے۔ انہوں نے گجرات میں مسلم انجکیشن کی بنیاد رکھی، یہی سبب ہے کہ انھیں "ہائے تعلیم مسلمان" کہا جاتا ہے۔ 1910ء میں انھیں کورنیشن میڈل دیا گیا۔ 1931ء میں فرسٹ کلاس سربراہ بنے اور 1938ء میں انتقال کیا۔

سید شمس الدین قادری کے بعد "محرّم الذہبی" کا تقرر پانچ سال کے لئے کیا جاتا تھا۔ یوں ان کے بعد اوردی، بھڑو چانے، سید خیر الدین مولوی، عبدالقادر محمود الحسن، سی۔ ای۔ سٹانہ اور سی۔ ایچ۔ "ڈاکٹر واسودھ" برائے گورنر "محرّم الذہبی" کے اس ادارے کے دوسرے اور خیمبرہ دوسرے کے حرمین میں مرزا حیرت دہلوی، مرزا عباس علی بیگ، بی۔ کے نہیلان، جمن لال، گنجی کرہ ایس۔ ایچ۔ سٹانہ، سی۔ ڈی۔ چنڈیا، ہری لال، مہاراج ویسیائی، ڈی۔ سی۔ واج سیکر، عبداللہ احمد، ڈاکٹر بھٹی، بی۔ ایچ۔ "ڈاکٹر واسودھ" برائی اور اے۔ ایچ۔ باکڑا کے نام بہت نمایاں ہیں۔ واج سیکر دہلوی، عبداللہ احمد، ایچ۔ باکڑا اور ڈی۔ سی۔ واج سیکر شعبہ اردو سے منسلک تھے۔

شروع میں "محرّم الذہبی" کے عملے میں ایک مرہٹی چٹت، ایک گجراتی چٹت، چند مقامی ادیب اور چھ قاصد تھے۔ اس لئے ترجمے کا زیادہ تر کام باہر سے کر دیا جاتا تھا۔ گجراتی ترجمہ ہائی کورٹ کا عملہ اور مرہٹی ترجمہ عوامی سیکرٹریٹ میں خود کرتا تھا، جبکہ اردو

ترجمہ عموماً صوبہ سرحد کے مترجمین سے کر لیا جاتا تھا لیکن یہ شروع کی بات ہے۔

اس ادارے کے ذمہ تلف الفراعہ قسم کے تراجم کرنا تھے۔ مثلاً

- 1۔ بحریہ سے خطی ہندوستانی / اردو میں وضع اصطلاحات (ان اصطلاحات کا اولین مجموعہ 1887ء میں شائع ہوا)۔
- 2۔ صوبائی بل اور قوانین کا ترجمہ کرنا۔
- 3۔ ہندوستان کے بل اور قوانین کا ترجمہ کرنا۔
- 4۔ گورنر کے احکام اور قواعد کا ترجمہ کرنا۔
- 5۔ سیکرٹریٹ کے مختلف محکموں کے کاغذات، درخواستوں اور ایملوں کا ترجمہ کرنا۔
- 6۔ خطی حکام تک ان قواعد و ضوابط کے تراجم کی نقل بھجوانا۔
- 7۔ مقامی حکام کو سکونت میں کرنا، جب وہ پہلی تشریف لائیں۔
- 8۔ سرکاری قوش خانہ کی دیکھ بھال کرنا۔
- 9۔ دربار اور دوسری ریاستی تقریبات میں پہلے نکل شیعے کی معاونت کرنا۔
- 10۔ شیعہ فارسی کا محکوم و مستند مقامی زبانوں کے تراجم کے سلسلے میں۔
- 11۔ گورنر کے لئے ترجمانی۔
- 12۔ جگہ جاتی اور سانی اصطلاحات کے مستند کے فرانسیسی انعام دینا۔
- 13۔ اہل شرق سے خطی سفری کام انعام دینا۔ مثلاً گورنر کے ملازمین کی اہلیت اور سہلی مرے کا تعین۔
- 14۔ انگریزی سے اہل مقامی حکام اور حکومت کے نمائندوں کے مابین ترجمانی کی خدمات انعام دینا۔
- 15۔ مقامی سفارت کے علاقے حکومت کو پیش کرنا اور مقامی سفارت پر نظر رکھنا۔
- 16۔ سرکاری تقریبات کے لئے گورنر دیگر مہم داروں کے لئے ہندوستانی / اردو نیز گجراتی اور مراٹھی میں تقریریں تیار کرنا۔
- 17۔ سرکاری تقریبات میں ترجمانی کے فرائض ادا کرنا۔
- 18۔ تاسوں کے سچے معیاری طائفا، مثلاً سرانست ہائیں (ہوم ممبر بھی) کے حکم پر محمد کے لئے "Muhammad" کے سچے معیار تھے۔
- 19۔ 8۔ جن 1882ء میں بمبئی کی مقامی مطبوعات کے اندراجات کا کام بھی اس ادارے کے سپرد ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر حفصہ ورنی اس باب میں لکھتے ہیں:

"حزیم کا بنیادی کام چونکہ ترجمے کی خدمات ہی انعام دینا تھا اس لئے 1883ء میں حکومت ہند نے حکومت بمبئی کو ایک مراسلہ بھیجا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی (اردو) کو ہندوستان کی قومی زبان تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس میں بادشاہ کی گئی تھی کہ ترجمہ آسان اور سادہ زبان میں ہو اور ایسی عقلی عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی کی اصطلاحیں اور

الفاظ استہلال نہ کیے جائیں جو باسم استہلال میں نہیں آتے۔ البتہ قواعد وضو اور احکام فقہیہ کے لیے ہے۔ ایسے فرقے کاغذی کاظم رکھنے والوں سے کمرائے جائیں۔“

حصہ اول: ترجمہ: حکام محمد خاں، مطبوعہ: 1931ء

حصہ دوم: ترجمہ: ضیاء الدین انصاری، مطبوعہ: س۔ن۔

10۔ ’سوربات‘ ترجمہ: سید علی رضا۔

11۔ چٹائی ’آز پارہ‘ ترجمہ: سید منظور حسین۔

12۔ ’تغیروں کا نظریہ اور گوج‘ ترجمہ: ضیاء الدین انصاری، مطبوعہ: 1940ء

یاد رہے کہ ’دوسرا معلوم‘ میں سر سید احمد خاں کی کوششوں سے ایک ایسی جماعت نکولی گئی تھی جس میں طاس کالج رڈ کی تیسرے سال کی جماعت کے لئے طالب علموں کو تربیت دی جاتی تھی۔ نیز یہ بات دلچسپی سے جانی نہ ہو گی کہ 1947ء تک طاس کالج، رڈ کی میں مسلمانوں کا داخلہ تقریباً ناممکن تھا۔

3۔ کمیٹی برائے ترجمہ انصائی کتب (طب) حکومت بنگال۔ 1860ء

19ویں صدی کے نصف آخر میں حکومت بنگال کی قائم کردہ اس کمیٹی کے ارکان خصوصاً پادرا جند لال حقہ، مولوی قیصر الدین خاں بہادر، موہن لال اور بعد میں سید حسین بنگرانی نے طب کی انصائی کتب سے متعلق اصول وضع اصطلاحات متعین کیے۔ یہ کمیٹی عملی کام تو نہ کر سکی لیکن نظری اعتبار سے وضع اصطلاحات کے اصول اور ترجمے کا ایک واضح طریق کار متعین ہو گیا۔

نثری تراجم: 1857ء تا 1917ء

نئی تہذیبی، مذہبی اور سیاسی صورت حال:

1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد تراجم کے باب میں ہندوستان کی نئی تہذیبی اور سیاسی صورت حالات خصوصی طور پر اہمیت رکھتی ہے۔ گوان موضوعات کا بڑا راست اردو میں ترجمے کی روایت سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا لیکن دہلی کالج کی ورثہ کار سوسائٹی کی شائع کردہ کتب کی بڑھادی اور کالج کے احاطہ میں کتابوں کی کافی ہوتی جلدوں سے دو ایچ سوئی ویم ہانے کے بعد انگریزی سے ترجمے کا غفلت کیوں کر بلند ہوا؟

یہ سوال تہذیبی، مذہبی اور سیاسی صورت حالات کے تفصیلی جائزے کا طالب ہے۔

1857ء کے جنگ کے فوراً بعد ہندوستان میں جو شخصیت سب سے زیادہ نمایاں اور متاثرہ تھے ان کو انگریزی و سید احمد خان کی شخصیت ہے۔ اس واقعہ کا مت شخصیت کا شخص اور فکری مطالعہ بھائے خود ہندوستان کی نئی فکری جہت کا مطالعہ ہے اور انگریزی سے تراجم کے باب میں نہایت مدد کی اہمیت کا حامل ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ سید احمد خان کی شخصیت مشرقی و مغربی (تہذیبی و فکری) آویزش کا اولین نمائندہ شخص اور فکری نمونہ ہے۔ سر پر فوہلی اور فطرتی کے ساتھ دکھائی سے متعلق سرسید کے نفسیاتی تجزیے کے جانچنے ہیں۔ محمد حسن حسرتی، سلیم احمد اور علامہ باقر دہلوی کے نام ان تجزیہ کاروں میں بہت نمایاں ہیں۔ حیدر بات یہ کہ سرسید کو یہ دوا میرزا غالب نے ”نہیں اکبری“ اور ابراہیم الفضل نے ”سید احمد خان کا منظوم دیباچہ لکھ کر نبھائی۔“

سرسید احمد خان کے پاس فکری تعداد اس حد تک پایا جاتا ہے کہ جہاں ان کی بعض تقریروں کی جانچ نہیں ہندو مسلم اتحاد، مسلمان دھرم کا سب سے بڑا قیوب یا انگریزوں کا ایک جری مخالف بہت کہا جاسکتا ہے وہیں بعض اقوال کی جانچ انہیں حکومت وقت کا ”ظہر بھی کہا جاسکتا ہے۔“ طبعی احمد دکھائی نے سرسید احمد خان کی 3 فروری 1884ء کی ایک تقریر سے اقتباس درج کیا ہے:

”فقط قوم سے بھری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ لیکن وہ سنی ہیں جن میں میں الفاظ بیٹن کی تعبیر کرتا ہوں۔“

بھروسہ نزدیک یہ امر جہاں لحاظ کے قابل نہیں ہے کہ ان کا مذہبی عقیدہ کیا ہے۔“

(پہلے ”سرسید احمد ہندوستانی مسلمان اور انسانی تقویٰ“ 1979ء)

بارہویہ کے ”اسباب بھارت ہند“ میں انھوں نے اس بات پر دیکھنا کہ بھارت کا کیا حال ہے کہ گورنمنٹ نے ہندو مسلمان کے بیچ اتحاد کیوں ہونے دیا؟ لکھتے ہیں:

”یہ بات سچ ہے کہ بھارتی گورنمنٹ ہندو مسلمان دونوں قوموں کو جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہیں توڑ کر رکھنا ہے۔ مگر سبب ظاہر ہو جانے ان دونوں قوموں کے ہر ایک طبقہ میں تفریق نہ رہا تھا۔“

(اسباب بھارت ہند نمبر 4 سے اقتباس)

سید احمد خان ہی کے قلم سے بہادر شاہ ظفر کا احوال ملاحظہ ہو:

”وہی کے معرول پڑشاہ کا یہ حال تھا کہ اگر اس سے یہ کہا جاتا کہ یہ جن میں جنوں کا بادشاہ آپ کا تاجدار ہے تو وہ اس کو کچ بھگتا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں بھی اور جبریں کر اڑتا ہوں اور لوگوں کی اور ٹھکن کی خبر لے آتا ہوں اور اس بات کو وہ اپنے خیال میں سچ بھگتا تھا اور وہ ہماریں سے اس کی تصدیق چاہتا تھا۔“

(اسباب بھارت ہند نمبر 88 سے اقتباس)

اسی طرح سید احمد خان نے جنگ آزادی کے سوراخوں کو چلے دوہنے کا بڑا دل قرار دیا:

”بھارتی کا یہ حال تھا کہ کسی قول میں سے کوئی آدمی زخمی ہو کر ہاسر کر گیا اور سارا طولی بھاگا۔ پھر اگر وہی پانچہ کر بھڑو نہ دھتے۔ بھڑا کہتے تھے کہ اسے بھائی پر پانی تریں وہ بڑا دڑ کر لیٹے تھے اور اب بھاگے جاتے ہو۔ کوئی نہ دھتتا تھا۔“

(”انگلش سرجنل“ بمبئی نمبر 194 سے اقتباس)

سید احمد خان ہندو مسلم اتحاد کی خاطر اجتماع گاندھی کے لئے بھی تیار ہیں اور انگریزوں سے وقار داری کا اعلان بھی بار بار کرتے ہیں۔ یہ صورت حالات صرف ”اسباب بھارت ہند“ میں ہی دکھائی نہیں دیتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا اذکار کرتے رہے۔ 1884ء کا ایک بیان ملاحظہ ہو:

”میں کہی جگہ کہ چکا ہوں کہ ہندوستان کے لئے ناخوش ہے کہ ہندو مسلمان میں سے کوئی حاکم ہو۔ تو ہمارا بڑا فرض یہ ہے کہ انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں قائم و مضبوط رہے۔“

(”انگلش سرجنل“ انڈیا، اورینٹل کونٹیننٹل ریکورڈ، جنوری 1888ء، ص 17)

سید احمد خان کی تصنیفی زندگی کے تین ادوار (نیلا علم کلام)

سید احمد خان کی تصنیفی زندگی کے تین ادوار اپنی الگ الگ شناخت رکھتے ہیں:

پہلا دور ”انتہاء سے 1857ء تک: اس دور کی چندہ تصانیف یادگار ہیں۔

دوسرا دور: اپریل 1858ء تا ستمبر انگلستان 1869ء تک، آخر تصنیفات یادگار ہیں۔

تیسرا دور: ستمبر انگلستان سے وفات 1898ء تک، صرف دو تصانیف۔

دورہ ازالہ کو بھی مزید دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ ردائی موضوعات اور پرانے رنگ میں ڈوبی ہوئی تحریریں۔

2۔ مغرب کے جدید خیالات کے ذرا اثر موضوعات اور طرزِ تحریر میں نئی کڑات اور نئے لہجے کے ابتدائی انحراف۔

اپریل 1858ء تا ستمبر 1859ء تک کے درمیان زمانے میں سید احمد خان نے ناکام جنگ آزادی کے اثرات کا گہرا رد کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک "نئی سیاسی حکمت عملی" اور ذہنی نکتہ نظر میں تعمیر و تجدید کی ضرورت ہے۔ دینی سطح پر انہوں نے جدید علم الکلام کی بنیاد رکھی۔ جس سے مراد مذہب کی نئی تعمیر اور نیا فلسفہ زندگی تھا۔ اس گہری روئے کا محور مذہب کی عقلی توجیحات ہیں۔ ("الکلام اور علم الکلام"، از فاضل نعمانی)

دراصل سید احمد خان کی "نئی سیاسی حکمت عملی" اور جدید علم الکلام ایک ہی طرزِ عمل کے دو مختلف نام ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں اکبر اعظم کے بعد پہلی بار خالصتاً سائنٹیفک بنیادوں پر سیاست اور مذہب کے شعبوں میں اشتراک عمل پیدا کرنا چاہا۔ دوسرے دور کی مندرجہ ذیل تحریریں ان کے اس نئے ذوقِ نظر کی عکاس ہیں:

1۔ تاریخ سرکشی، بخنور، مئی 1858ء تا اپریل 1858ء تک کے حالات۔

2۔ اسبابِ بغاوت ہند، مطبوعہ 1859ء

اس کتاب میں بغاوت ہند کے اسباب و مطلق سے بحث کی گئی ہے۔ کرلی گراہم نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کروایا تھا۔

3۔ رسالہ کائنات، آف الرطاب، اجراء 1860ء

یہ پانچ 1861ء تک چھپتا رہا۔ سید احمد خان اس میں انگریزوں کے وقار اور ہندوستانی مسلمانوں کے حالات اور تضاد بے تحاشہ طور پر کرتے تھے۔

4۔ تحقیق لفظ نصاریٰ

یہ رسالہ لکھنے کا مقصد انگریز حاکموں کے ذہن سے لفظ "نصاریٰ" کے حقیقی معنات کے مفہوم کو رفع کرنا تھا۔

5۔ تنجیم الکلام، کتاب التاخیل اور قرآن مجید کی اصولی وحدت ثابت کرتی ہے۔

6۔ رسالہ احکام طعام اہل کتاب۔ مطبوعہ 1868ء

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اہل کتاب "یعنی عیسائی اور مسلمان" مل جل کر کھانا کھا سکتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر سید مہناظ: تیسرے دور (1868ء تا 1898ء) میں سید احمد خان کا ہر خیال اور ان کی ہر تحریر "دکٹورین سپرٹ" میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

(سید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اندوختہ کاغذات اور تحریری ہائیکو، ص 13)

آخری دو ادوار کی تحریروں میں سید احمد خان نے جس جوش و خروش کے ساتھ مغربی علوم اور انگریزی زبان و انگریزی سے اردو میں تراجم کی حمایت کی ہے، اس سے کبھی چھڑ کر ہندوستان میں مروجہ مذہبی تعلیم اور مغربی مدارس کی مخالفت کی۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"میں نہایت افسوس سے پہچانتا ہوں کہ جو کتب مذہبی اب تک ادارے ہائے مروجہ ہیں اور چھٹے چھانے میں آتی ہیں

ان میں سے کوئی کتاب ہے جس میں فلسفہ مغربی اور علوم جدیدہ کے مسائل کی تردید یا تطبیق مسائل مذہب سے کی گئی

ہو۔ مجدد سادات کچھ کی اہلیان پر جو دلچسپی ہے ان کی تردید کی کتاب میں لکھی ہے۔ اچھوت حرکت نہیں ہو رہی بلکہ حرکت
 وادی آفتاب پر ہو دلچسپی ہے ان کی تردید کس سے جا کر ہو نہیں۔ علامہ امجد کا قلم ہوتا جواب ثابت ہو گیا ہے اس کا
 کیا علاج کریں۔ بس ایسی حالت میں ان (نڈائی) کتابوں کا نہ پڑھنا ان کے پڑھنے سے بڑا بھلا بھلا ہے۔“

(مجلات سرسید، جلد اول۔ مجلس ترقی ادب، لاہور، 1982ء، ص 97)

سید احمد خان مقالات کی انگریزی کتابوں میں بھٹکے کی بجائے ہر فکر کو ہم و فراست کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے تھے
 ”مجلس ہی وہ آلہ ہے جس سے تمام باتوں کی اصلیت کا علم ہوتا ہے اور انسان سچائیوں کی تہ تک پہنچتا ہے۔“
 (”مجلات سرسید“، جلد 8، ص 251)

بہن بھتیجی کہ سید احمد خان نے مسلمانوں کے روایتی عقائد کو رد کیا۔ سید احمد خان کے ہم کام میں احادیث کی گہرائی قلم
 نہیں تھی۔ اسی طرح سید احمد خان نے قرآنی آیات کی تاویل سائنسی اور عقلی بنیادوں پر کی۔

ان کا موقف یہ تھا کہ چونکہ موجودہ عالم میں علوم نے ترقی کر لی ہے اور اس کے ساتھ ہی پرانے طرزات طلاقیت
 ہو چکے ہیں۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ آیات قرآنی کی تفسیر بھی نئی مسلمات کی روشنی میں کریں نیز علوم جدیدہ کو انگریزی سے اردو میں
 تراجم کے ذریعے عام کریں۔ انہوں نے غور کیا کہ:

”لفظ ہمارے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور نیچرل سائنس ہمارے بائیں ہاتھ میں ہوگا اللہ کا تاج ہمارے سر پر ہوگا۔“

اس مقام پر علماء دین نے سید احمد خان کو رد کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ:

موجودہ عالم کی جو تشریحات سائنس کی روشنی میں کی گئی ہیں وہ قرآنی تعلیمات سے ٹکرا رہی ہیں۔ لیکن خدا کا کام
 چونکہ قلم نہیں ہو سکتا اس لئے سائنس کی تشریحات لامحالہ قلم ہیں اور انگریزی سے تراجم کے ذریعے ان کی تفسیر بھی قلم ہے۔

سید احمد خان نے اس منطق کو تسلیم نہیں کیا اور جواب میں دہی، انجاء، آسمان، جن، فرشتے، لوح و قلم، الہام، جبر و اختیار،
 جنت و دوزخ، جبرائیل، کریمات، روزہ اور دجال جیسے اہم مسلمات دینی کو عقلی تشریحات کے ذریعے نئے معنی پہنچائے۔

سید احمد خان کی ایسی تقریریں جب و جہدیب الاطلاق، میں شائع ہوئیں تو مذہبی اور قدامت پرست حلقوں میں کھرام مچ گیا۔
 مولوی امداد اعظمی نے ملک بھر کے نامی علماء دین سے سید احمد خان کے بارے میں فتوے حاصل کر کے شائع کر دئے اور مفتیوں سے
 آٹری فتویٰ چاہا گیا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی امداد اللہ برہون تھی جو ہر دہے سے شائع ہوئی۔ اس کتاب میں برہان کے دینی فلسفوں
 سے اُردو اور حرکت سے روسو، الی بیدو سے فری ہیمن جیمز، اسلامیتوں سے مورخوں، لیونل جاسٹ سے سوشلزم اور کمونزم تک
 ہر فکر، قلم اور تحریک کے ساتھ سید احمد خان کو بھی نیچری قرار دیا گیا۔

ہندوستان کے مفتیوں نے سید احمد خان اور ان کے ماننے والوں کے لئے ضرب و جرح کی سزا گرج کی اور واجب اہل قرار
 دیا۔ بقول الطاف حسین حالی: مولویوں کے اشتعال دلائے پر بعض سربراہوں نے سید کو قتل کرنے کی تیاری بھی کر لی تھی مگر وہ ایسا نہ کر
 سکے، ملت گالیوں اور دھمکیوں کے خطوط سید احمد خان کو ہر روز موصول ہوتے تھے۔

(”حیات ہادیہ“، مطبوعہ لاہور، اکادمی ادب، لاہور، طبع اول 1957ء، ص 829)

سید احمد خان کی مذہبی اور سیاسی حکمت عملی کے ہم خیال علماء، مفکرین اور ادباء میں شعلی نعمانی، مولوی چراغ علی اور نواب مہدی علی خاں مکنک کے نام بہت نمایاں ہیں۔ مذہب احمد دہلوی نے اپنی تصنیفات اور خطبات میں بیحد اعتدال، جرأت، اعجاز اور آزادی رائے سے کام لیا۔ اس نے انہیں اس ضمن میں مکمل طور پر سید احمد خان کا ہم خیال قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جہاں انہوں نے علم کلام کی روشنی میں ترجمہ قرآن تحکیم کیا وہیں انہوں نے انہی اوقات جیسا فضیلی فقہ بھی رقم کیا اور نہایت جاہلہ کو ذیل مدافعی بھی کیا۔

مذہب احمد دہلوی کا اصل میدان اور دائرہ اثر مولوی یحییٰ فضیلی تھے، لیکن انہوں نے تعلیم جدید اور ترجمے کی کھل کر حمایت کی۔ اس خصوص میں ان کی کتاب 'المعوق والمراہض' (عین جلدوں میں) اسلامی فقہ سے متعلق ایک ایسی کتاب ہے جسے جدید علم کلام کی اہم تصنیف شمار کیا جاسکتا ہے۔ یہ اس کے باوجود ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے اپنے آپ کو 'نیری' کہلوانا پسند نہیں کیا۔

شعلی نعمانی جب اڈل اڈل ذہنیت کی طرف آئے تو ایک رسالے 'اسکات المعذی' میں وہ اپنی اہل حدیث اور عقلی فرقہ کے باہمی جدل پر دہائیوں کو رد کیا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عقلی ہر سمت 'کہا گئے۔ اس کے باوجود انہوں نے حدیث کی مدافعت کو نہ چھوڑا۔

شعلی نعمانی نے سید احمد خان کے مذہبی خیالات سے اختلاف کرتے ہوئے ایک الگ جدید علم کلام کی بنیاد رکھی۔ اس موضوع پر متعدد مضامین، اعتراضات اور مسوابع مولانا رام کے بعض حصوں کے علاوہ مستقل تصانیف میں 'علم الکلام' اور 'الکلام' یادگار ہیں۔

'علم الکلام' میں شعلی اور سید احمد خان میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ فضیلی نے سید صاحب کی طرح قدیم مذہبی تاریخ کا سراغ لگاتے ہوئے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے نہیں دیکھا۔ جبکہ کتاب 'الکلام' شعلی کے مذہبی عقائد کو پرکھنے کا ایک پتہ ہے۔

شعلی نعمانی اپنے آخری ایام میں اس تصنیف پر سخت نام تھے لیکن انہوں نے زندگی کا نصف آخر حصہ جس نظریہ کی تخلیق میں گزارا اس کی نمایاں پرچھائی اس کتاب میں موجود ہے، کتاب کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں:

- 1۔ شعلی عقل اور مذہب کے باہمی تعلق پر زور دیتے ہیں۔
- 2۔ شعلی اس بات کو حلیم نہیں کرتے کہ علوم جدیدہ، مذہب کو حائل کر سکتے ہیں۔
- 3۔ ان کے خیال میں کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر کہ قانونی اور اخلاقی مسائل ہیں۔
- 4۔ شعلی مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں کو بھی عقل کی کوئی پرہیز نہیں کرتے ہیں اور جہاں مغربی ماہرین مذہبیات کے حوالے دیتے ہیں۔
- 5۔ اسلام کو حق و حقیقت کے مانع نہیں بلکہ حق میں ثابت کرتے ہیں۔

مفکر یہ کہ 'الکلام' اس عظیم المذہب کا پادری ہے جو اس دور کے بعد حجاز میں مشرق اور مغرب کی باہمی آماجش سے پیدا۔ مولوی چراغ علی بنیادی طور پر عقلی مناظروں کے آدمی تھے۔ انہوں نے بنیادی مبادیہ حق کی تصنیف 'چراغ محمدی' کا جواب 'تعلیقات' کے نام سے لکھا۔

اس کے علاوہ اس خصوص میں مسٹر فین اسلام کی تردید میں درجنوں رسالے ان سے یادگار ہیں۔

مولوی چراغ علی، جبرانی، سریانی اور انگریزی زبانوں سے خصوصی شغف کے باعث متعدد ذیلی معرکوں آرا کتابیں تصنیف کر

پاۓ:

- (1) تعلیقات۔ (2) اسلام کی دنیوی پرکھیں۔ (3) قدیم قوموں کی تاریخ۔ (4) عقلیت باز نامہ۔

آخر کار کتاب کا ترجمہ مولوی عبدالحق نے 'اعظم الکلام فی ارتقاء اسلام کے عنوان سے ۱۹۱۵ء میں کیا تھا۔

مولانا صاحب کے علاوہ مولوی چراغ علی نے مجلہ 'تہذیب الاخلاق' میں اس وقت کے اہم موضوعات پر لکھا، خصوصاً 'تہذیب اسلام قریب کا خیال'، 'تہذیب کی حقیدہ ضرورت'، 'اسلام میں دانے کی آزادی' ہے، 'تہذیب اور سیاست الگ الگ چیزیں نہیں، اسلام میں مسلم اور غیر مسلم کا درجہ برابر ہے، اسلام میں جہاد کا کوئی تصور موجود نہیں البتہ محنت اور مشقت کے معنی میں یہ لفظ برتا جا سکتا ہے، 'تہذیب و تمدن ایک بحث شرعی ہے وغیرہ'۔ محض مولوی چراغ علی صاحب کو سید احمد خاں کا شارح کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔

نواب حسن الملک اس تحریک کے بڑے جوش و خروش تھے۔ 'تہذیب الاخلاق' کے مضامین کے علاوہ ان کا 'مجموعہ نیکوکار'، 'رسالہ: تہذیب عمل باللہ' اور 'مکتبہ' کا مجموعہ 'مکتبہ الانوار' کی ایسی مستم ہے۔ 'تہذیب کی نئی تفسیر کے باب میں نواب حسن الملک (نہدی حسن خاں) مولانا قزیر احمد دہلوی کی طرح سلف کے دینی افکار اور قواعد و ضوابط سے یکسر بیگناہ نہیں کرتے۔

سید احمد خاں اور ان کے ہم خیال اکابرین کے حق اور مخالفت میں جس قدر لے دے ہوئی ہے، اس کے علاوہ عروج کا اصل زمانہ وہ ہے جب سید علی عباس جالپوری کا 'اعظم کلام' سلسلے کا انیسواں مضمون مولوی دنیا لاہور میں شائع ہوا۔ (ملاحظہ ہو 'اولیٰ دنیا لاہور'۔ دورِ بیستم، شمارہ چہارم)

اس مضمون کے چھپنے ہی بحث ایک بار پھر چلتی، دورِ جدید میں سید احمد خاں اور نئے علم کلام کی مخالفت میں جو آراء سامنے آئیں ان کے بنیادی نکات متعدد ذیل ہیں:

- 1۔ مستشرقین نے معجزہ کو حقیقت پسند کر کر کوئی قطعی نہیں کی۔
- 2۔ معجزہ کے پاس وحی کی بجائے قرآن و حدیث کی روایت تھی، وہ نہ کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے وحی کی روشنی میں عقل سے کام لیا ہو۔
- 3۔ آئینہ برگ ملت معلول کا قانون ہی باطل قرار دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک حقیقی کو نقصان پہنچنے کا سوال ہی کب پیدا ہوا ہے۔

4۔ وہی اجتہاد اور تاویل قابل قبول ہو سکتی ہے جس کے پس منظر میں وحی کی روشنی ہو۔ لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقل معیار صداقت نہیں ہو سکتی جب تک اسے وحی کی روشنی میں آگے نہ بڑھایا جائے۔ جب کہ سید احمد خاں وحی کے منکر تھے، وغیرہ۔

سید احمد خاں کو رد کرنے کے سلسلے میں ایٹکنسن، مرخام اور جوز کے افکار کا سہارا لیا گیا۔ 'بقول جوز: "انسان کی عقل اس کے جذبات کے تابع اس طرح چلتی ہے جس طرح مٹے کے پاؤں اس کی ناک کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔" (بحوالہ: انسان نے کیا سوچا؟) معترضین کے خیال میں سید احمد خاں نے قرآن مجید کی تفسیرات میں صداقت کا سرچشمہ عقل کو مان کر خود بھی ٹھکر کھائی اور قرآن کو بھی جان کا کھیل بنا کر دکھادیا، حتیٰ کہ جب اہل فروع میں ان کی تفسیر 'تہذیب الاخلاق' میں چھپ رہی تھی تو وہ لفظ کے ساتھ

حدیث کی پابندی سے بھی آزاد اور بچے تھے۔

سید علی عباس جالپوڑی نے رائے دی تھی کہ:

”میں (سید احمد خان) نے تعمیر احمدی لکھنا شروع کی اور قرآنی آیات کی تاویل و توجیہ کر کے اسلامی حقائق اور سائنس کے اصول میں مطابقت و مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔“

اس کے جواب میں سید محمد رفی نے کوہنکسی کا حوالہ دیا:

”بیشک سائنس ایسے ہیں کہ سائنس جنہیں حل کرنے کی کوشش تک بھی نہ کر سکی۔ وہ سائنس ہیں کے ساتھ میں صبر و حوصلہ کا استعمال کرنا چاہیے۔ علم و فنون کے آلات و آلات کے باوجود ایسا بھی ہے جس کو کھائی دیتا ہے جیسا زمانہ قدیم کا کوئی دانشور یا چار بیک کا بچہ۔“

دعویٰ اور حجت۔ زبان و مکان، حضور و غیرہ کے سائنس اسی قسم کے سائنس ہیں۔“

”آئین کی باتیں“ میں نمبر 244، ادبی دنیا، لاہور و دور در دور، لاہور، جنم۔

اس کے بعد سید محمد رفی لکھتے ہیں:

”آحمد سائنس تو اپنی ہے جاہلی اور ہے ہی کا عقیدہ کہ ہے ہیں اور سید ہیں کہ اسلامی حقائق کو سائنس کے نظریات سے متعلق فرما رہے ہیں اور آئے دن دہاتے رہتے ہیں۔ سید صاحب (علی عباس جالپوڑی) ہی باتیں کہ سید کی تحقیق کی کیا حیثیت دہاتی ہے جب کہ سائنس کا نظریہ آنا کہ ہے اور کل جگہ۔“

بہر طور برصغیر کے عام لوگوں اور خصوصاً مسلمانوں کو جدید علوم و افکار سے بہرہ ور کرنے کی خاطر سید احمد خان نے دو اہم منصوبوں پر کام شروع کیا تھا۔

1۔ انگریزی زبان کی اہمیت فہم کرنے کی خاطر انہوں نے علی گڑھ میں مدرستہ العلوم کی بنیاد رکھی۔ لیکن اس وقت تک سید احمد خان کو انگریز سرکار کی اس قدر حمایت حاصل نہ تھی جس قدر بعد میں حاصل رہی۔ یہی سبب ہے کہ یہ منصوبہ اولین مرحلے میں ناکام ہو گیا۔

2۔ 1863ء میں سید احمد خان نے ایک مضمون لکھ کر اس بات پر زور دیا کہ ایک ایسی مجلس قائم کی جائے جو مشرق اور مغرب پر دو اطراف کی چند کتابوں کا ترجمہ کر دے اور شائع کرے۔ بعد میں سید احمد خان کا یہی مضمون سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد بن گیا۔ واضح رہے کہ سائنٹیفک سوسائٹی (1831ء) اور آگرو بک سوسائٹی، آگرہ (1833ء) انہی بنیادوں پر قائم ہو چکی تھیں۔

سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور: 9 جنوری 1864ء

9 جنوری 1864ء کو غازی پور میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے سید احمد خان اور ایجنٹ کرنل گریم نے سائنٹیفک سوسائٹی کے قیام کا اعلان کیا۔ سوسائٹی کا دوسرا عام فہم نام پرنس ایچ این ایچ ایچ تھا۔ سید احمد خان سوسائٹی کے انگریزی سیکرٹری مقرر ہوئے۔ سرکاری ملازمت کی وجہ سے باقاعدہ سیکرٹری مقرر ہونا ممکن نہ تھا۔ واضح رہے کہ وہ بڑے ہندو ایک آف آرٹیکل نے سوسائٹی کی

سرپرستی قبول فرمائی تھی۔

اولیٰں پہلے کی قرارداد میں سید احمد خان نے اس سوسائٹی کے امراض و مصلحت مدافع کرنے ہوتے چاہا کہ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام انگریزوں کی طبی اور جراحی و سائنسی کتابیں اردو میں ترجمہ کروا کے شائع کی جائیں گی تاکہ مغربی علوم و فنون کی طرف اہل وطن راغب ہوں۔ طبی موضوعات پر نیچر کا اہتمام کیا جائے گا اور ایک ایسا المیہ جاری کیا جائے گا جو حکومت اور رعایا کے درمیان اہتمام و تقصیر کا درجہ ثابت ہوگا۔ یہ المیہ انگریزوں اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوگا۔ اخبار کے کھیتے والوں میں ہندوستانی (مسلمان اور ہندو) اور انگریز تھیں تو سوں کے افراد شامل ہوں گے۔

سوسائٹی نے غازی پور میں ہی ترجمے کا کام باضابطہ طور پر شروع کر دیا تھا اور محض ایک سال کی تکمیل مدت میں (1885ء تک) آٹھ کتابوں کے تراجم سید احمد خان کے قلمی چھاپے خانے سے چھپ کر شائع ہوئے۔

6 جون 1884ء کو سید احمد خان کا جدول غازی پور سے علی گڑھ ہو گیا تھا اور چونکہ ان کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا کامیابی کے ساتھ آگے بڑھنا مشکل دکھائی دیتا تھا لہذا فیصلہ کیا گیا کہ سوسائٹی کا قلم اور تمام سالانہ قلمی گڑھ منتقل کر دیا جائے۔

علی گڑھ منتقلی کے بعد سوسائٹی کے دستور (مرتبہ) جنوری 1884ء غازی پور) میں چند معمولی ترامیم کی گئیں اور اسی سال سوسائٹی کے دفتر کے لئے ایک عمارت تیس ہزار روپے کی لاگت سے مکمل ہو گئی۔ پھر وہ کے کشتور و میز نے اس عمارت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر سید احمد خان نے آٹھ ہزار روپے کا ذاتی عطیہ جو انہوں نے انجمن الکلام کی عمارت کے لئے عطیہ کیا تھا، سوسائٹی کی خزانہ کر دیا۔ اسی زمانے میں بنیم صلیب لوب بھوپال نے ایک ہزار روپے مالیت کی انجمن جزائی انجمنی سید احمد خان کو عطا کی تھی، وہ بھی سوسائٹی کی خزانہ کر دی۔ اور اس کے ساتھ ہی سوسائٹی کے بنیادی احاطے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

- 1- (ایک آف آرگنل سرپرست (ذریعہ)
- 2- اے۔ ڈی فنڈ نائب سرپرست (لیٹینینٹ گورنر شمال مغربی اضلاع)
- 3- لیٹینینٹ کرنل گریم نیکرری مقرر ہوئے۔

سرپرست اور نائب سرپرست کے علاوہ جو ہمدے مقرر کئے گئے وہ اراکین معاون (عضوری) اراکین معاون (مکاتبی) اراکین اعزازی اور رفقاء سوسائٹی کے تھے۔ اولیٰں نیکرری کرنل گریم کے بعد سید احمد خان نیکرری کے ہمدے پر فائز ہوئے۔

سوسائٹی کے کارکنوں میں پانچ سو روپے ماہوار کے علاوہ دار فرائض کے علاوہ کونسل مشیر اور کارپردازین سوسائٹی بھی مقرر ہوئے۔ سید احمد خان اور کرنل ہے۔ ڈیو۔ بلیٹن نے لیچرل لٹرائٹی، تاریخ اور معاشیات کی اہم انگریزوں کی کتب کو سب سے پہلے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا بعد میں سیاسیات اور جغرافیہ کے مضامین بھی اس فہرست میں شامل کر دیئے گئے۔ اعلیٰ حسین حالی کے مطابق سوسائٹی نے ان موضوعات سے حلقہ تفریب پائیس کتابیں ترجمہ کروا کے شائع کیں۔ سب سے پہلے مدلیں کی تاریخ مصر و ایران ترجمہ کی گئی۔ دیگر اہم تراجم میں مؤلف اسٹورٹ آفٹن کی دو کتابیں: "چریخ ایران اور تاریخ چین کے علاوہ دھرم و ایکسوں کی تاریخ ہند بہت نمایاں ہیں۔

(دیکھئے "مہلت چاند" ص 100، ص 101)

سوسائٹی کے شائع کردہ تراجم کا سرسری جائزہ ہی اس بات کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے کہ سید احمد خان اور ان کے دیگر رفقاء نے

کار تارنگی، علمی موضوعات سے حلقہ کتب کی افادیت اور اس عہد کے مفاضوں کے قصے کتابوں کے احباب کا کامل شعور رکھتے تھے۔
سوسائٹی کی تعمیر کردہ ملی عمارت 'ملی گزہ' انسٹی ٹیوٹ میں ایک کتاب گھر بھی قائم کیا گیا تھا جو علمی آلات اور مختلف سائنسی
کتابوں کے نمونے فراہم کرتا تھا۔

لیکچرز کے سلسلے میں ڈاکٹر کلنگی ہر ماہ طبیاتی سائنس کے موضوعات پر مقرر کرتے اور سائنسی آلات کی مدد سے حاضرین کو
تجربے کرواتے تھے۔ سوسائٹی کی ملکیت میں ایک باغ بھی تھا جس میں علم فاضل سے حلقہ تجربات کئے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ گیہوں
کی فصل نہایت اچھی پیدا کی گئی۔ اسی زمانے میں سید احمد خان نے ایک اگلی قی بھی ایجاد کی جس کے ذریعے گیہوں کے ایک ایک
دانے کی بوائی کی جاتی تھی۔ یاد رہے کہ سوڈا واٹر بنانے کی پہلی مشین اسی تجربہ گاہ میں لگائی گئی تھی۔ اس کے علاوہ روٹی پھینکے کی مشین
لگائی گئی اور فزکس کالجز میں کورس مکمل کیا گیا۔

سوسائٹی نے 1893ء میں انسٹی ٹیوٹ گزٹ' شائع کرنا شروع کیا۔ اس اخبار میں مختلف موضوعات یعنی اخلاقیات، ادبیات
اور سائنسی علوم سے حلقہ علمی راہ مضامین یا تراجم شائع کئے جاتے تھے، تاہم اس اخبار کی اقتصادی حیثیت مجموعی طور پر سیاسی تھی۔ اخبار
کی ابتدائی جلدیں دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اس میں زیادہ تر مضامین خود سید احمد خان نے لکھے جو سراسر سیاسی مسائل سے حلقہ تھے۔
اس اخبار میں وہ تمام خطبات (لیکچرز) بھی شائع کئے گئے جو سوسائٹی کے زیر اہتمام دیئے گئے۔ اخبار میں اصلاحی و سیاسی
مضامین کے بعد سب سے زیادہ اداہتی ٹوٹ اور مضامین تعلیمی مسائل پر ملتے ہیں۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اخبار میں
انگریزوں کی سیاسی حکمت عملی اور ہندوستان کے معاشی احوال کو موضوع بنا کر حکومت پر کڑی کھوپڑی بھی کی گئی ہے، نیز انسٹی ٹیوٹ
گزٹ صحافتی آزادی کا طعیر دار نظر آتا ہے۔

سوسائٹی کی اس نوع کی کارکردگی کی دیکھا دیکھی بعد میں متحدہ سائنسیک سوسائٹیاں، انجمنیں اور سہائیں قائم ہوئیں۔
واضح رہے کہ یہ سوسائٹی تقریباً اسی سال تک سید احمد خان کی عدم موجودگی میں بھی قائم رہی۔ یہ وہ زمانہ ہے جب 1887ء میں
سید احمد خان کا چارہ ملی گزہ سے ہٹا کر شہر ہو گیا۔ سید صاحب 1878ء تک ہٹس میں رہے اس تمام عرصے میں ٹیکسٹری کے فرائض ادا
کئے کئے (سی۔ آئی۔ ای) نے سنبھالے جو اس زمانے میں ملی گزہ کے اپنی ٹیکسٹری تھے۔

سوسائٹی کے شائع کردہ تراجم پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ خصوصی طور پر معاشی اصطلاحات کے ترجموں میں بڑے سلیقے سے
کام لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اصطلاحات میں سے بیشتر نے یا تو اپنی اصلی حالت میں یا کسی قدر تبدیلی کے ساتھ اردو معاشیات
کے مضمون میں منتقل جبکہ باقی ہے۔ مزید یہ کہ طویل حواشی لکھ کر متن کی وضاحت کا قریضہ بخوبی ادا کیا ہے۔

اس باب میں معاشیات کی دو کتابوں کا تفصیلی مطالعہ سودمند رہے گا۔

1۔ رسالہ علم انتظام مدن

پروفیسر سادلم سینگرا، ایڈرام کمال و رائے ٹھکرا داس۔ سائیکلیک سوسائٹی علی گڑھ۔ 1866ء۔ یہ کتاب آکسٹرا پرنٹورڈ علی برطانیہ کے سائنسی پروفیسر سادلم سینگرا کی تصنیف ہے جسے مرتب کرتے وقت مسٹر جیم نے چند حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب سوسائٹی کے سرپرست ڈیجک آف آرگنل کے نام معنون کی گئی اور سید احمد خان کے خانگی مطبع سے چھپ کر تیار ہوئی۔ کتاب کے آغاز میں مطابق کی لبرسٹ سے ٹیبل ٹیکر فری (سید احمد خان) نے حرمین کا شکر یہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے یہاں یہاں صفحات کا ترجمہ کیا۔

ابتدا میں معاشیات کی اصطلاحات کے ترجمے/تبادل اور الفاظ درج کئے گئے ہیں جیسے:

Economic Wealth	دولت
Utility	معاوضہ
Supply	مقدار وصول
Exchange	تبادل
Settlement	تجربوں کا قیاس اور فراہمی

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو

”علم انتظام مدن جس پر بحث کرتی منظور ہے، وہ علم ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت کی اہمیت اور اس کی تحصیل و تقسیم کے طریقے دریافت ہوتے ہیں۔ کام اچھا ہے کہ ان معنوں کی تشریح کریں جن میں فلسفہ دولت کا مستقل ہے اور اس اصطلاح سے ہم اس بات پر دل کو سمجھتے ہیں جو تبادل اور معاوضے کے قابل ہیں اور تعداد اور مقدار وصول ان کی حدود اور معین ہے اور ان کے وسیلے سے بطور واسطہ یا بطور واسطہ نقل و تحویل اور راجح حاصل ہوتی ہیں یا یہ سمجھ کر کہ دولت سے وہ چیزیں مراد ہیں کہ ان میں تبادل و معاوضہ یعنی خریدنے اور کرنا ہے لینے کی صلاحیت حاصل ہوئی۔“

2۔ اصول سیاست مدن

جان اسٹورٹ مل / پنڈت دھرم نرائن دہلوی 1869ء

یہ سوسائٹی کی شائع کردہ دہریمی کتاب ہے۔ جس کے حرم پنڈت دھرم نرائن، دہلی کالج کے فاضل تھے اور مطابق کے ایک محقق درماتے کا ترجمہ 1849ء میں کر کے خاص شہرت حاصل کر چکے تھے۔ اصول سیاست مدن کا ترجمہ بھی انہوں نے دہلی کالج کے لئے کیا تھا جو اور مراد ہونے کے باعث دہلی کالج سے شائع ہو سکا۔ سوسائٹی کے لئے سید احمد خان کی گزارش پر پنڈت جی نے اس ترجمے میں تراجم و اضافے بھی کئے۔

کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ”یہ ترجمہ اصل کے مطابق ہے اور تمام مطالب واضح ہیں۔“ اس کتاب میں بھی معاشیات

کے بارے میں ڈاکٹر عبدالسلام خود شہدہ لکھتے ہیں:

"انگریزی اور ہندی میں بھی کبھی کبھار ایک آدمہ مضمون دیا جاتا تھا۔ مولانا آزاد کے علاوہ مضمون نگاروں میں پنڈت من موہن مہلا۔ مولوی ظم دار حقین۔ سید ہادی حسین۔ مفتی نوین چندر رائے۔ مفتی دایان چند۔ برکت علی خاں اور پنڈت راجہ کاشن ناتھ۔"

(اساتذہ صافت: مطبوعہ "مفتی" لاہور، ۱۹۷۱ء، نمبر ۱)

بقول ڈاکٹر محمد باقر:

کوئی تاریخ، کوئی کتاب یا کوئی رسالہ اس دور کی زندگی پر اتنی روشنی نہیں ڈال سکتا جس قدر یہ مضمونیں "مرحوم انجمن پنجاب" مطبوعہ: اورینٹل کالج پکڑیں۔

"انجمن پنجاب کے اہل عمدہ وادوں میں کرنل ہارنٹز اور ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو لائپر بہت نمایاں تھے۔ جبکہ انجمن پنجاب کے ترجمین میں پروفیسر محمد حسین عارف نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔"

پروفیسر محمد حسین عارف نے ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو لائپر کی لکھی ہوئی کتاب پر انجمن پنجاب کے لئے انگریزی سے مندرجہ ذیل تراجم کیے:

- ۱۔ "سروایم مینٹن کے قتلے کا معاملہ"
- ۲۔ "رسالہ اقسام حقیقت اراضی و طرحی ہائے مالگوری"
- ۳۔ "منطق اشتقاقی"
- ۴۔ "منہاج الاطراف کاظم بیٹہ"
- ۵۔ "رسالہ سیاست دین"
- ۶۔ "تشریحات قرآنیہ انگلستان"
- ۷۔ "رسالہ علم سکون سچ رائے"
- ۸۔ "علم اصول قانون"
- ۹۔ "رسالہ علم سچ رائے"

انجمن پنجاب لاہور کے شائع کردہ دیگر تراجم میں مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں:

- ۱۰۔ "خبر و مقابلہ حسب اہکم کہان ہارنٹز مطبوعہ: مطبع سرکاری لاہور: ۱۸۸۹ء
- ۱۱۔ "مبین اسلام حسب اہکم ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو لائپر ایضاً
جلد اول: ۱۸۷۶ء جلد دوم: ۱۸۷۸ء
- ۱۲۔ "مہادی علم جیولوجی" ترجمہ: مولوی الطاف حسین حالی مطبوعہ: مطبع سرکاری لاہور: ۱۸۸۳ء

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب پنجاب کی گورنمنٹی 1854ء میں ہندوستان کی زیر نگرانی جس طرح دہلی کالج کے دوبارہ انچارج کو پیش کی گئی اور سائنٹفک سوسائٹی غازی پور (1854ء) کا قیام عمل میں آیا لیکن اسی طرح متحدہ سوسائٹیاں، انجمنیں اور سہائیں وجود میں آئیں۔ انجمن تہذیب کھنڈ، پارس انسٹی ٹیوٹ، دہلی سوسائٹی، انڈیا ڈیپٹ کلب سائنٹفک سوسائٹی بہار، انجمن راجپوتانہ اور بہار میں سہا مدراس اس کی مثالیں ہیں۔ ان سب انجمنوں میں نمایاں 'روڈنیل کھٹل لٹریچر سوسائٹی بریلی' تھی۔ اسے دہلی کالج کی ایک نمایاں شاخ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

روڈنیل کھٹل کے اصلاح میں انگریز کی تعلیم کا چلن عام کرنے کے لئے بریلی کی ایک قدیمی درس گاہ 'مغزل کالج بریلی' اور 'میرٹھ اسکول' نے اہل ذہل 'میرٹھ اور بریلی میں کام شروع کیا تھا۔ دہلی کالج کی ہی بنیادوں پر ہی عمارت کھڑی کرتے ہوئے روڈنیل کھٹل میں مغربی علوم کی تشریح و اشاعت کی غرض سے مئی 1865ء میں 'روڈنیل کھٹل لٹریچر سوسائٹی بریلی' کا قیام عمل میں آیا۔

اس کے پھر پھلنے والے بڑے بڑے پھول سب کچھ بریلی تھے۔ اولین ٹیکسٹری لال بھی نرائن اور جوائنٹ ٹیکسٹری عہد معزز خاں دیکھتے تھے۔ سوسائٹی کا دفتر کوٹلی سٹیم (بریلی) میں تھا۔ یاد رہے کہ بابو کالی چرن سوسائٹی کے نائب صدر تھے۔

(دیکھیے 'آئزہ ٹی' 'اسٹیٹ ہسٹری'، آئزہ ٹی، کھنڈ، ص 228)

"یہاں مئی 1865ء حسب غلطہ جناب کھٹل و ڈائریکٹر خاں و مغربی کے ٹیکسٹری لٹریچر سوسائٹی روڈنیل کھٹل و اجرام بابو کالی چرن و بھی نرائن، بریلی میں جاری ہوا۔"

("تاریخ روڈنیل کھٹل"، روڈنیل کھٹل لٹریچر سوسائٹی پریس، 1866ء)

اس سوسائٹی کے ڈائریکٹر کے بارے میں گارسی دہلی کا ایک صفحہ حوالہ بھی موجود ہے۔ گارسی دہلی کہتے ہیں:

"اس انجمن کا اصل مقصد یہ علوم کو ہندوستان میں رواج دینا ہے۔ چنانچہ یہ انجمن عام دہلی کی کتابیں شائع کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ انجمن مغربی علوم و فنون کی کتابوں کا ہندوستانی میں ترجمہ کرنے کی اور انجمن جن ترجموں کو قبول کرے گی اس کا معاوضہ ادا کرے گی۔" سو یہ مثال مغربی ہندوستان کے کسی اور گوشے کا ہندوستانی کتب کا ترجمہ انجمن میں پیش کر سکتا ہے۔ انجمن اس ترجمے کو دیکھ کر آیا واقعی وہ اس کے پھول پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ اگر ترجمہ قابل قبول ہے تو اس کی خدمات کا انتظام کیا جائے گا۔ انجمن کی تنظیم حسب ذیل ہے۔

ایک کمیٹی ہے جو اپنا صدر، نائب صدر، منصف اور غزائے دار منتخب کرتی ہے۔ انجمن کے معمولی اہلکار کی تعداد غیر محدود ہے اس کا چندہ پچیس روپے سالانہ ہے۔ کمیٹی کے اہلکار زیادہ تر ہندو اور مسلمان افراد ہیں۔ ان کے علاوہ بریلی اور روڈنیل کھٹل کے دوسرے حصوں کے اہل علم و فضل بھی اس میں شریک ہیں۔ سمیٹے میں ایک مرتبہ کمیٹی کا جلسہ ہوتا ہے۔"

("تعلیمات گارسی دہلی"، انجمن ترقی اردو، لاہور، دکن، 1835ء، ص 48)

سوسائٹی نے اپنا پریس ٹیکسٹری لٹریچر سوسائٹی کے نام کیا۔ چھاپہ خانہ کے ٹیکسٹری بھی لال بھی نرائن تھے۔

روڈنیل کھٹل لٹریچر سوسائٹی نے اپنا اہم کارنامہ سال 'مغزل' (مغرب: لال بھی نرائن) کے نام سے جاری کیا۔ یہ پچہ 28

اوراق پر مشتمل ہوا کرتا تھا۔ "مخزن العلوم" کے متعدد جلد دیکھنے سے چاہتا ہے کہ اس سوسائٹی سے حدودوں کے زیادہ دلچسپی لی۔ سوسائٹی نے روایتی کھٹ کے تمام اصطلاح کی تاریخیں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن صرف "بریلی شہر" اور "بدایوں شہر" کی تاریخیں شائع ہو سکیں۔ یہ کتابیں بالترتیب: "تاریخ روایتی کھٹ" از قزاق پناہ احمد خاں ہوش (مطبوعہ بریلی: 1886ء) اور "تاریخ بدایوں" از رائے بختاور سنگھ بہادر (مطبوعہ بریلی: 1888ء) تھیں۔

سوسائٹی کے بعد ممبران کی سرگرمیوں کا یہ اثر ہوا کہ روایتی کھٹ کے مسلمان بھی مغربی علوم و فنون کی طرف رجحان کرنے لگے۔ چنانچہ بریلی کالج کے پرنسپل نے سالانہ رپورٹ (ابتداء: 1874ء) میں لکھا ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو خوشی خوشی مدرسے بھیجے گئے ہیں۔ ("مقتلحہ کاروبار" دکنی، جلد دوم، ص 184)

روایتی کھٹ کے دوسرے مقالات خصوصاً مراد آباد، شاہ جہاں پور، بدایوں اور آٹوالہ میں روایتی کھٹ لٹریچر کی سوسائٹی کی متعدد شاخیں تادیر متحرک رہیں۔

ہمارے موضوع سے متعلق "انجمن علمی بدایوں" سائنٹیفک سوسائٹی منظر پر "شاہ جہاں پور لٹریچر انشٹی ٹیوٹ" انجمن مراد آباد اور "انجمن آٹوالہ" بہت نمایاں انجمنیں ہیں۔

انجمن علمی، بدایوں: 1865ء

انجمن علمی بدایوں کا قیام 1865ء کا ہے۔ حاجی محمد اشرف کے مطابق انجمن کا دفتر محلہ فرخروی کونٹھی مولوی مین الدین میں واقع تھا اور اس کے سرکاری فضل اکرم تھے۔ انجمن کا آغاز دوٹی ماہانہ رسالہ 1882ء میں جاری ہوا۔ جس میں دکان فوجا تراجم بھی شائع ہوئے۔ اس پر سچہ کا فیصلہ (دو دوٹی) 10 فروری 1882ء میں جاری ہوا۔ یہ پچھلے صبح بدایوں سے چھپتا تھا اور اس کے مرتب، علی احمد حسین بدایوںی استاد مشرقی تھے۔

("آختر غامی" ص 47-48)

سائنٹیفک سوسائٹی منظر پر: 1868ء

سائنٹیفک سوسائٹی منظر پر (خلع بہار) کا قیام 22 مئی 1868ء کو عمل میں آیا۔ اس سوسائٹی نے سیاسیات، فلکیات، جغرافیہ، جبر و مقابلہ، طبعیات، معدنیات اور ان قبیلہ سے متعلق انگریزی کتابوں کے تراجم شائع کیے۔ سوسائٹی کے ممبر مین میں رائے سوہن لال سپرنٹنڈنٹ، ناریل اسکول پنڈہ کا نام سرپرست ہے۔

شاہ جہاں پور لٹریچر انشٹی ٹیوٹ: 1868ء

"شاہ جہاں پور لٹریچر انشٹی ٹیوٹ" 1868ء میں قائم ہوا۔ اس کے اولین صدر آر۔ ایف۔ سائڈس تھے۔ اس انشٹی ٹیوٹ کا ماہانہ مجلہ "منظر العلوم" منظر عمومی (لیٹریچر پریس) شاہ جہاں پور محلہ دودی کٹری اجاٹ پادری جانس سے چھپتا تھا۔ چالیس صفحات پر مشتمل

اس پر سچے میں طبعی طور سائنسی طبع (دو مضامین کے علاوہ) تراجم شائع ہوا کرتے تھے۔

مظہر العلوم (جاہت: اگست 1870ء جلد 25) میں شائع شدہ مضامین کے عنوانات ملاحظہ ہوں:-

1- خیرہ ناکزدین

2- چاند کے قدر اور قاسمہ کا بیان

3- اقوال الاطون، مظہر العلوم، جنوری 1870ء جلد 26

(1) دھنکی کا بیان (2) ہیئت کا بیان (3) اور پھر کے بعد چلتی کیوں بلند اٹھتا ہے۔

انجمن مراد آباد: 1868ء

انجمن مراد آباد کا قیام سرولیم بیور کی سعی سے عمل میں آیا۔ اس انجمن نے سائنٹیفک سوسائٹی، علی گڑھ کی طرح طبعی اور اصلاحی کوششوں کے ساتھ ساتھ ملی سیاسیات سے بھی واسطہ رکھا۔ انجمن کے بیکر ٹری پیپرنگ کا پرشاد نور دہلوی قاضی احتیام الدین تھے۔ اس انجمن کے بارے میں گارڈین ٹائی اپنے غلبہ جاہت: 1868ء میں کہتے ہیں:

"گزشتہ سال سرولیم بیور کی سرپرستی میں مراد آباد میں ریش اطین الہوی انجمن کی ایک شاخ قائم ہوئی ہے۔ سال کے آخر میں اس انجمن کے جلسے میں ملی گنگا پرشاد نے انجمن کی خدمت گزاری کے مقاصد پر فکر کی اور کہا کہ ان مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی ایک صورت یہ اختیار کی گئی ہے کہ مغربی علوم کو رائج کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔"

("غلبہات گارڈین ٹائی" ص 753)

اس انجمن نے "مختصر" علوم کے نام سے اپنا پہلا پرچہ 13 دسمبر 1868ء میں شائع کیا۔ یہ رسالہ تیس صفحات پر مشتمل تھا اور الہوی انجمن پر لکھ مراد آباد سے شائع ہوا کرتا تھا۔

انجمن آنولہ، بریلی: 1881ء

انجمن آنولہ ضلع بریلی کے ایک قصبہ "آنولہ" میں قائم ہوئی۔ بقول حاجی محمد اشرف اس انجمن کا مرکز دھرم بیجم دھرت علی کی شخصیت تھی۔ آپ نے 1881ء میں مسیح سادتی کے نام سے اس انجمن کا اپنا پرچہ جاری کیا جو ان کے ذاتی مطبع سے شائع ہوا کرتا تھا۔ ("مختصر شیعہ"، اختر دکن پبلشر، بمبئی ص 187)

محولہ بالا ریش اطین الہوی انجمن کی شاعروں کے اثرات سے متعلق گارڈین ٹائی کہتے ہیں:

"ان انجمنوں کے قیام سے اہل ہند کا عہد پرپ کے ساتھ ربط قائم ہو رہا ہے۔ اس ربط خطہ کی بدولت ہندوستان میں ایک نئی تہذیب قائم ہونے والی ہے۔"

("غلبہات گارڈین ٹائی" ص 802 سے اقتباس)

سررشتہ علوم و فنون (سلسلہ آصفیہ) حیدر آباد دکن - 1897ء

سررشتہ علوم و فنون حیدر آباد (دکن) نواب سردار الامراء کے حکم سے 1315ھ/ 1897ء میں قائم ہوا۔ اسے قائم کرنے کا واحد مقصد ملک ترقی شدہ جدید علوم کی کتابوں کی اشاعت سے اردو کو علمی زبان بننے میں مدد دینا تھا۔ ابتداء میں اس ادارے کی نگرانی ہاتھب مولوی سید علی بکرای اور مولوی کاظم علی کے سپرد رہی۔ 1900ء میں شاہی نصابی اس کے باہم اعلیٰ مقرر کئے گئے۔ یہ ادارہ نواب سردار الامراء کے بعد کچھ عرصہ تک فعال نہیں رہا لیکن محکمہ اعلیٰ تعلیم مہاراجہ سرکشی پٹا بہادر کی وزارت کے زمانے میں طریقہ کار کی معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرف بھرپور توجہ دی گئی۔ بہترین کتابوں کے مؤلفین و مترجمین کو خطیر رقم بطور انعام پیش کی جاتی اور ان کی کتابوں کو سلسلہ آصفیہ میں داخل کر لیا جاتا تھا۔ اس خصوص میں عہدائیم شہر، نعم شاہ علی اور سید علی شوستری کے نام بہت نمایاں ہیں۔

سررشتہ علوم و فنون (سلسلہ آصفیہ) کے طبعی مسرتا ہے۔ بی۔ ٹی۔ نیئر (از ہے۔ بی۔ ٹی۔ نیئر، مطبوعہ مطبعہ عام پریس آگرہ 1978ء) اور "سرتا سرتا سرتا" (ترجمہ۔ مطبوعہ مطبعہ عام پریس آگرہ سن۔ 1978ء) کے تراجم کا اردو ادب میں اضافہ ہوا۔ "سرتا سرتا سرتا" ایک فرانسیسی سیاح قیلولہ کی سیاحت دکن (1885ء-1888ء) سے متعلق کتاب ہے۔ یہ کتاب سلسلہ آصفیہ کی اولین کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس کتاب کی نگرانی و نظر ثانی کے فرائض سررشتہ کے باہم اعلیٰ سید علی بکرای نے انجام دیے۔ یہ ترجمہ اے۔ لیوئی کے انگریزی ترجمہ مطبوعہ 1887ء سے کیا گیا ہے۔ اس معلومات افزا کتاب سے موت مہارت ملاحظہ ہوا: "یہ ہندی حشر کے سینے کے آخر میں ایک اور چٹاوا (چٹاوا) چٹاوا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسترد نکل جائے۔ کیونکہ ان کے مسترد میں کوئی شخص کسی سے لے کر اس زمانے تک سرتا نہیں کر سکتا۔ اس عرصہ میں گویا ان کے مسترد کا راستہ ہی بند رہتا ہے۔ مگر اس چٹاوا سے میں سوائے ناریل پیچنے کے اور کوئی بڑی دیکھیں اور انہیں کی باتیں۔"

انجمن ترقی اردو۔ 18 اپریل 1903ء

آل انڈیا انجمن کینٹنل کانفرنس کا ایک شعبہ "شعبہ علمیہ" اردو زبان و ادب کی ترقی (تعلیمات، تالیفات و تراجم) سے متعلق بھی تھا۔ 18 اپریل 1903ء میں اسے کانفرنس سے علیحدہ کر دیا گیا اور انجمن ترقی اردو کا تصور ابھرا۔ درحقیقت اس زمانے میں اردو کے تحفظ کی جدوجہد سیاسی جدوجہد کا حصہ بن رہی تھی۔

علی گڑھ کالج کے سیکرٹری مسن الملک (مہدی حسن خان) نے بڑی حدود سے اس تحریک کی رہنمائی کی۔ گھوڑیو۔ بی۔ نے مسلمانوں کی اس جدوجہد کو ذاتی وقار کا مسئلہ بنا لیا اور علی گڑھ کالج کی سرکاری امداد بند کرنے کی دھمکی دی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رشتہ اردو کا تحفظ علی گڑھ کالج کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گیا۔ اس پریشان کن صورت حالات سے بچنے کے لئے 1903ء میں انجمن ترقی اردو کا قیام عمل میں آیا۔ اس سے دیگر فوائد کے علاوہ یہ ہوا کہ انجمن، علی گڑھ کالج اور محض انجمن کینٹنل کانفرنس کا ایک ذیلی ادارہ بننے سے بچ گیا۔

انجمن کا دستور اصل 18 اپریل 1903ء کو شائع ہوا اس نے انجمن کے قیام کی تاریخ کو اسی تاریخ سے شمار کیا جاتا ہے۔
 فٹلی نعمانی، انجمن ترقی اردو (دولت آباد، دکن مرکزی شارع) کے اولین نیکرٹری مقرر ہوئے۔ انجمن کے پہلے صدر پروفیسر
 ناس آریلہ اور نائب صدر خورشید الطاف حسین حالی، ذمہ دار دہلی اور ذکاوت دہلی تھے۔ پہلی سالانہ رپورٹ (اپریل 1903ء)
 میں انجمن کے مقاصد اور طریقہ کار پر بحث کرتے ہوئے فٹلی نعمانی صراحت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہر قوم کی ترقی اس بات پر
 مشرف ہے کہ علوم و فنون اس کی مادری زبان میں آجائیں اس لئے اردو میں علوم و فنون جدیدہ کے ترانے کی اہمیت مسلم ہے۔
 ترانے کے باب میں فٹلی نے فرمایا:

”یہ دونوں کام بھی ایشیائی اور مغربی علوم و فنون کا ترجمہ اور چاہے خود ہو رہے ہیں اور اس کے لئے کسی انجمن کے کام
 کرنے کی ضرورت نہیں۔ عربی، مسکرت اور فارسی کی نیکوگوں کتابیں ترجمہ ہو چکیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ انگریزی تصنیفات
 کا بھی سلسلہ بہ صورتی زبان میں آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے۔ ملک میں نیکوگوں ہزاروں مترجم پیدا ہو گئے ہیں جن کا
 مشغلہ زندگی یہی ہے۔ یہ سوال واقعی لڑاکا کے قابل ہے اور اس کا جواب دینا تک بہت بڑے عقدا کو حل کرتا ہے۔
 بے شہرہم تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی ایشیائی اور مغربی تصنیفات اعلیٰ زبان میں منتقل ہو چکی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ
 کتابیں کس درجہ کی ہیں۔“

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس مسئلے کی طرف لوگوں کو طم نے نہیں، بلکہ ضرورت، سائنس نے متوجہ کیا ہے اس
 لئے کام کرنے والے اس میں پہلی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کن چیزوں کے ترانے اور کس قسم
 کی تصنیفات لائق عام کے سائنس ہیں اور چاہے اردو یا عربی میں کتنی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس طم پیداوار کا بڑا
 حصہ (جو ملک کے قریب ہے) نامی، ادبی و جدید کی تاریخیں اور سوانح عمریاں ہیں۔ کسی اشتہاری کتب فروش کی فرست کو
 چھوڑ کر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آدمی سوانح عمری کے انعام سے محروم نہیں رہا، لیکن یہ سوانح عمریاں کس قسم کی
 ہیں۔ اس کا آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ علوم و فنون کی بھی بعض کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔ وہ کتابیں فی نظر انجمن بھی
 تھیں لیکن قابل لڑاکا یہ ہے کہ ترجمہ کیا ہوا۔ کیا مترجمین واقعی کامل استعداد رکھتے تھے۔ کیا ترجمہ کی دنیا میں ان لوگوں
 کی کچھ شہرت تھی۔ کیا ان ترجموں کو شائع ہونے سے پہلے کسی مبصر جماعت نے تنقید کی نظر سے دیکھا تھا۔ بے شہرہم
 خلاف دینا میں ایک آدھ ہمار بھی اگل آتے ہیں لیکن وہ کاہم ہیں۔“

(سالانہ رپورٹ، 1903ء، ص 473)

ان تصنیفات کے بعد مولانا فٹلی نے انجمن کی مستقل ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تمام کے خالق کی
 بڑی محنت کی بجائے یہ سوچا جائے کہ قوم میں کس نوع کا ادبی اور طم پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مولانا فٹلی نعمانی نے ایک
 مقام پر کہا کہ:

”صرف ایک اردو زبان ہے جو باوجود عام زبان ہونے کے طم تصنیفات اور خصوصاً علوم و فنون جدیدہ سے بالکل محروم
 ہے۔“

(سالانہ رپورٹ، 1903ء، ص 5)

دراصل اس مقام پر مولانا فتحی، جس الامراء حمید آباد دکن، شاہانہ اور کھنڈ، دلی کالج، روڈیکل کنگز لٹری سوسائٹی اور مسلمہ آرمی کی سچیہ کو کششوں کو تکرار عرض کر کے بائیس ہے مولانا کی مذکورہ اداروں سے حلقہ مطوعات بائیس ہوں۔ بہ طور انجمن ترقی اردو مولانا کا مقاصد کے ساتھ فعال رہی، کو ابتدائی دس برس تک (یعنی 1913ء تک) کام کی رفتار نہایت سست دکھائی دیتی ہے۔ ابتدائی سالوں میں مولانا کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ گرجا میں تو بہت پیش ہوئیں اور مزاحمتیں کے ناموں کے ساتھ قریب شدہ کتب کے نام بھی شائع کئے گئے، لیکن ان میں سے بیشتر تراجم موقوف ہی کی شکل میں تھے رہے۔ اس مدت میں قبل نعمانی کے انجمن سے استعفیٰ (1905ء) کے بعد 1908ء تک نو اب صدر پارک (سبب ارضین خان شروانی) اور مولوی عزیز مرزا (1909ء تا وفات 1911ء) تک اس منصب پر فائز رہے۔ درحقیقت انجمن کے عہد زری کا آغاز 1912ء میں ہوا جب ڈاکٹر مولوی عبدالحمید نے تکراری کے فرائض سنبھالے۔ ڈاکٹر عبدالحمید کی شہداد قیامت اور حمید آباد دکن میں دلا ترقی سرکاری زبان اردو بننے کے باعث انجمن خوب چلی پھولی۔ انجمن نے حمید آباد کی تدریسی ضروریات کے مطابق برونی زبانوں سے متعدد کتب کے تراجم کرائے اور حمید آباد کے سرکاری اور مقامی امراء نے انجمن کی مالی امداد بھی کی۔

انجمن کا سب سے بڑا کارنامہ اصطلاحات علمیہ کا ترجمہ اور اصولی وضع اصطلاحات پر توجہ دینا ہے۔ مطبع انجمن، اردو پابغ 1924ء میں قائم ہوا۔

1936ء میں سیاسی حالات کے ذہنی نظرائمیں کا بغیر دولت آباد سے دوکن دہلی منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت تک انھیں ترقی اردو ایک لک کیر جماعت کا روم حاصل کر چکی تھی۔

یاد رہے کہ 1928ء میں سردار مسعود کو انجمن کا صدر منتخب کیا گیا تھا۔ ان کی وفات (1937ء) کے بعد سرحد پہلاد سردار انجمن کے صدر چنے گئے۔ 1945ء میں شریک معتمد کا عہدہ قائم ہوا تو ڈاکٹر عبدالستار صدر انجمن کو پہلا شریک معتمد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔

قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں انجمن کی پاکستان شاخ کا قیام کراچی شہر میں ہوا۔ اس شاخ کے بانی ڈاکٹر سلووی مہدائین تھے۔ ڈاکٹر سلووی مہدائین پاکستان شاخ کے پہلے نیکرڈی اور سر عبدالقادر پہلے صدر چنے گئے۔ بعد ازاں لاجپوری بھی کراچی منتقل کر دئی گئی۔

مرزا محمد تقی کی وفات (1950ء) تا 18 اگست 1961ء صدر اور نیکواری کے عہدے (انگریز مولوی عبدالحق کے پاس رہے۔
 ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی وفات (16 اگست 1961ء) کے بعد انجمن کے عہدہ داروں میں اختر حسین (1961ء تا وفات 14 جولائی 1983ء)
 اور قمرت اللہ شہاب (1983ء تا وفات 1988ء) صدر کے عہدے پر اور جمیل الدین حالی (1961ء تا حال) نیکواری رہے شریک مسند
 مشفق خروب تھے۔ 31 اکتوبر 1973ء میں مشفق خروب انجمن سے روبرو الگ ہو گئے۔ ان کی جگہ سید شیر علی کاشمی نے لی۔ 1983ء میں قائم
 اعزازی کا عہدہ بھی قائم کر دیا گیا، جس پر ایک سابق صدر کو ریٹ فوراً انجمن جعفری کا تقرر عمل میں آیا آج کل آئوب احمد خاں صدر
 انجمن ہیں۔

ان دنوں انجمن ترقی اردو (بھد) دہلی کے نگرانی و اکثر طریق انجمن ہیں۔ انجمن ترقی اردو کی شاخ کردہ اہم کتب میں تاریخ

ادبیات میں ان کے پروفیسر برادون، 'نریاست' اور 'مظالمون، 'نقائست' (ڈرامہ) اور گویا، 'تاریخ اخلاق و رسم' اور پروفیسر جی. 'تاریخ تمدن' اور 'تاس' لکھے۔ 'مشاور برمان وودما' اور 'پلاکارک'، 'طبقات گارماں داسی' اور 'داسی'، 'فلسفہ تعلیم' اور 'برہمت پنہر'، 'تاریخ ہندوستان' و 'تاریخ ہند انگلیہ' اور 'مارکسین' یادگار ہیں۔

انجمن ترقی اردو کے جاری کردہ رسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-	رسالی	اردو	اورنگ آباد دہلی کراچی	1921ء 1938ء 1949ء
----	-------	------	-----------------------------	-------------------------

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے یہ پچاپ "اردو ادب" کے نام سے رسالی بنیادوں پر نکل رہا ہے جس کے ایڈیٹر ڈاکٹر اعظم ہودج ہیں۔ فی زمانہ اس سے اچھا رسالہ کہیں سے نہیں نکل رہا۔

2-	رسالی	سرخس	اورنگ آباد دہلی حیدر آباد کراچی	1828ء-1936ء 1941ء 1947ء 1952ء-1955ء
3-	رسالی	تاریخ و سیاسیات	کراچی	1951ء-1954ء
4-	رسالی	مواضعات	دہلی کراچی	1946ء 1949ء-1958ء
5-	چند روزہ	اداسی زبان	دہلی	1939ء-1947ء
	ہفت روزہ	قوی زبان	کراچی	1948ء
	چند روزہ	قوی زبان	کراچی	بکھڑت نکلا
	ماہنامہ	قوی زبان	کراچی	(تاحال)

یاد رہے کہ انجمن نے 1942ء میں ایک مختصر کتب خانہ (مختصر کتب خانہ انجمن ترقی اردو - ہند) بھی قائم کیا تھا۔ 17 جنوری 1942ء میں جب نواب منظور جنگ نے اس مختصر کتب خانے کا حیدر آباد وکن میں افتتاح کیا تو 817 مصنفین کی 2032 کتابیں کتب خانے کا حصہ تھیں۔ مختصر کتب خانے کے اولین باقم سید علی شرمائی اور محترم محمد علیادی تھے۔ ان دو حضرات نے کتب خانے کی فہرست کتب بعنوان: "مختصر کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) 1944ء میں شائع کی تھی۔ اس مختصر کتب خانے کے پورا آف ڈائریکٹرز میں نواب منظور جنگ، بہادر، نرسنگ راء، ایچ بی، ڈی، مولوی ابراہیم سید علی، مولوی محمد القادری، پانی اور محترم شفیق احمد خان بھی تھے۔ اب دہلی اور کراچی میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

دیگر ادارے: قدیمی درس گاہیں

’برٹش انڈین ایسوسی ایشن‘ طرز کی انجمنوں کی خدمات بلاشبہ قابلِ لحاظ ہیں، لیکن اس دور میں متحدہ درس گاہیں خالصتاً مشرقی علوم کی ترویج کے لئے بھی کوشاں تھیں۔ ان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، مدرسہ عالیہ نظامیہ لکھنؤ، مدرسہ رحیمہ دہلی، مدرسہ دارالافتاء دہلی، انجمنی ٹرسٹ دہلی، مدرسہ توحید دہلی، مدرسہ عالیہ رام پور، مدرسہ نور محمدیہ شہدادکوٹ، ندوۃ المصطفین دہلی، دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر، مدرسہ درخانی کوئٹہ، مدرسہ مظہر العلوم کراچی، مدرسہ معینہ عثمانیہ امیر، مدرسہ امینیہ دہلی، دارالارشاد کلکتہ، مدرسہ اسلامیہ کلکتہ، مدرسہ الہیات کانپور اور مدرسہ شمس العلوم بدایین کے نام بہت نمایاں ہیں۔

ان میں سے کچھ اداروں کو بلاشبہ حکومت کی سرچ سنی بھی حاصل رہی جبکہ متحدہ اداروں کا قیام مغربی تہذیب کے دؤر کے طور پر عمل میں آیا۔ بہر طور ادارے موضوع سے متعلق قدیمی درس گاہوں میں دارالعلوم دہلی بہار پور (1867ء)، اورینٹل کالج لاہور (1869ء)، مدرسہ العلوم علی گڑھ (1875ء) اور دارالمصطفین اعظم گڑھ (1913ء) اپنی قائم کردہ علمی فضا اور مغربی زبانوں سے علمی کتب کے تراجم کے باعث ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ ان اداروں کا سرسری تعارف یہاں مقصود ہے۔

دارالعلوم دہلی بہار: 1867ء

دارالعلوم دہلی بہار۔ بہار پور (قیام: 1867ء) کو سینا احمد بریلوی شہید کے مشن کی تعلیمی میدان میں توسیع کہنا چاہیے۔ یہ ادارہ حکومت کی تعلیمی پالیسی کے برخلاف معروف کار رہا۔ اس ادارے سے متعلق نامور اکابرین میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا سعید احمد سندھی، مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا حسین احمد دہلوی اور علامہ تاج محمد نجیب آبادی کے نام بہت نمایاں ہیں۔

اسلامیہ کالج، پشاور: 1890ء

اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد 1890ء میں رکھی گئی۔ یہ ادارہ سرحد کا قدیمی تعلیمی ادارہ شمار ہوتا ہے۔ ادارہ ایک طرف تو صوفائی مشنریوں کی روایت دہلیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا تو دوسری طرف مسلمانوں کی فنی فنیل کو مشنری اسکولوں کی غیر اسلامی اور صیاحت سے موسم لہذا سے بچا کر انگریزی زبان اور سائنس علوم کی تعلیم دے رہا تھا۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ: 1892ء

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کی تحریک مولانا سید محمد علی مونگیری نے 1892ء میں منعقدہ مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ اجلاس سے چلائی۔ مولانا شعل نعمانی، مولانا سید سلیمان مدنی، مولانا محمد طارق چوہا کوئی اور مفتی عبداللہ نوکی جیسے اکابرین اس تحریک سے وابستہ رہے۔

اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں انگریزی زبان اور ہندو ضرورت حد تک علوم کو نصاب میں داخل کرنا شامل تھا۔ اس مقصد

کے حصول کے لئے ادارے کی انتظامیہ نے قرعے کی اہمیت کو تسلیم کیا لیکن انہوں نے ادارہ انگریزی سے تراجم کے باب میں کچھ اضافہ نہ کر سکا۔

1887ء تک حدودۃً اعلیٰ کا دفتر کانپور میں رہا پھر 2 جنوری 1898ء کو کینٹر منتقل ہو گیا اس ادارے کا پہلا سنگ بنیاد 28 نومبر 1908ء میں منعقد ہوا، سر جان بیوٹ (ٹیلیفون گورنر مہاک شہر) مہمان خصوصی تھے۔ مولانا شبلی اس ادارے کے ساتھ 19 جولائی 1913ء تک بطور سیکرٹری منسلک رہے، بعد میں اسٹیشنری دے دیا۔

اور کینٹرل کالج لاہور: 8 دسمبر 1869ء

نورن ایگو اور نکل کالج لاہور جنوری 1865ء میں انجمن پنجاب کی تحریک کے بعد سر ایلزبتھ بیکوڈ (ٹیلیفون گورنر پنجاب) نے ہائم سر ڈیوڈ تقسیم سے ہندوستانی زبانوں میں مطربی علوم و ادبیات کو سمونے کے لئے قائم کیا۔ 8 دسمبر 1869ء کو پنجاب یونیورسٹی کالج کے نام سے گورنمنٹ کالج، لاہور کی بڈنگ اور حلی دہر دھیان سنگھ میں اس کالج کا قیام عمل میں آیا۔ ڈاکٹری، لایو لائٹر اس کے اولین رجسٹرار مقرر ہوئے۔ کالج کی موجودہ بڈنگ بعد میں نئی۔ جانف محمود شیرانی، مولوی محمد شفیع، شیخ محمد اقبال، سر مہداتقار، عبدالعزیز بیک، مفتی محمد مہداتقار، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر مہداتقار، بریلوی، علامہ دیر الحسن عابدی، ڈاکٹر سید مہداتقار، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر چار باقر رضوی جیسے اہم نام اس ادارے سے منسلک رہے۔

اور نکل کالج سیکرین، فروری 1928ء میں جاری ہوا اس کے پہلے دیر علی مولوی محمد شفیع تھے۔ سیکرین کے اطراف و مقامات کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ:

”کوشش کی جانے لگی کہ اس رسالے میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہوں، غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی داخل نہ ہو گا۔“

یہ الگ بات ہے کہ بعد میں انگریزی سے تراجم پر توجہ نہیں دی گئی اور خالص تحقیقی نوعیت کے مضامین ہی سیکرین میں شائع پاتے رہے اس کے باوجود مطربی ادبیات سے متعلق معلومات افزا مضامین کی کثیر تعداد سیکرین میں سامنے آئی۔ اور نکل کالج کے جشن صد سالہ کے موقع پر طلبہ و طالبات کے لئے پہلا سیکرین ”کلف“ (دیر: مرزا حامد بیگ 1972ء میں لکھا۔ جس کے صرف چار شمارے سامنے آئے۔

مدرسۃ العلوم۔ علی گڑھ: 24 مئی 1875ء

مدرسۃ العلوم علی گڑھ کا قیام 24 مئی 1875ء کو مکمل میں آیا۔ اس کی بنیاد سیکرین خواجہ شکار ترقی تعلیم مسلمان ہندوستان مدارس سے اخلاقی مکتبی۔ سید احمد خان نے بطور سیکرٹری کینٹر کو موصول ہونے والے مضامین کا جو خلاصہ بیٹنگ میں پیش کیا، اس کی دو شکلیں قابل توجہ ہیں:

1۔ کچھ دور مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے بارے میں وہ شکوک و شبہات نہیں ہیں جو پرانے خیال کے حامل لوگوں میں پھیلے

ہوتے ہیں۔

2۔ لیکن مرکازی مدارس کا نصاب اور طرزِ تعلیم ان کے مذاق کے خلاف ہے۔

لیکن جب ہے کہ مدرسۃ العظمیٰ کی مغربی علوم اور تراجم کے بارے میں پانچویں تین تین رہی۔ 1877ء میں ڈاکٹر رائے بھٹا لائسنس نے مدرسۃ العظمیٰ کا بطور کالج سنگ بنیاد رکھا اور کچھ ایک دن یہ کالج کھلی کر پندرہویں ہو جائے گا، جس کے طالب العلم اس ملک کے چار جانب آزادانہ تحقیقات، فراغ حاصل، بے قصبی اور عمدہ اخلاق کی بشارت دیتے پھریں گے۔

واضح رہے کہ ملی گڑھ مسلم پندرہویں نے اسی ادارے کی کوکھ سے جنم لیا۔ اس ادارے کی اہمیت اور آزادی، بھارت کی عمر لاہریوں میں شہرہ ہوتی ہے۔ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے باب میں اس ادارے سے ششک متحدہ ناموں خصوصاً سردار مسعود، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عبدالعظیم نائی، رشید احمد صدیقی، دلشب امرنہاری، قاضی عبدالستار، ڈاکٹر امین طریق اور ڈاکٹر قاضی افضل حسین وغیرہم کی مساعی قابلِ لحاظ رہی ہے۔ شعبہ اردو کا تحقیقی مجلہ ”تحتیہ“ اعلیٰ معیار کا حامل ہے۔

دارالمنصفین اعظم گڑھ 1913ء

دارالمنصفین کا خاکہ شلی نعمانی نے انجمن ترقی اردو سے مشتقی ہونے کے بعد 1913ء میں مرتب کیا اور فروری 1914ء کے اہمالی نکتے میں شائع کر دیا۔ اس خاکے کی اشاعت کے ساتھ ہی ادارے کی بنیاد پڑ گئی۔ گو دارالمنصفین کی زیادہ تر وجہ مشرقی علوم و فنون اور مذہبی مسائل و وحیات کی طرف رہی لیکن اس ادارے نے مغربی تراجم کو بھی اپنے مقاصد میں شامل رکھا۔ لیکن جب ہے کہ دارالمنصفین کے دارالمنصفین، بے تحلف علوم و فنون سے متعلق 1964ء تک 117 کتابیں تالیف و ترجمہ ہو کر شائع ہوئیں۔

شلی نعمانی کا انتقال اس ادارے کے قیام کے ایک سال بعد یعنی 1914ء میں ہو گیا تھا لیکن آج بھی اس ادارے کو خدمات کے شعبہ میں جاکر شہرت حاصل ہے۔ عبدالماجد دریا بادی، مولانا عبدالہادی ندوی، مولانا حمید الدین اور جعفر نواب علی کو دارالمنصفین کے لئے ترجمہ کے باب میں اہمیت حاصل ہے۔

یہ ہندوستان کا پہلا اور واحد ادارہ ہے جو مصری پندرہویں کے طرز پر قائم کیا گیا تھا اور آج اس ادارے کی علمی خدمات کے سبب عرب دنیا بھی سند بنتی ہے۔

یہاں ادارے موضوع سے متعلق کام زیادہ تر انگریزی زبان سے لے کر عربی زبان اصحاب نے عربی کے توسط سے کیا ہے شاید لیکن جب ہے کہ دارالمنصفین کے ترجموں کی زبان ہی حد تک عربی آہیز ہے۔ ادارے نے 1964ء تک جن اہم مغربی تصنیفات کو اردو میں منتقل کیا ہے ان میں ’مدح الامامین‘، ’از گستاوی بان‘، ’انقلاب الاسلام‘، ’از گستاوی بان‘، ’نظام امن‘، ’از رجحان‘، ’مہادی علم انسانی‘، ’از برکے‘، ’مکالمات برکے‘، ’از برکے‘، ’انفرت لسانی‘، ’از مارن‘، اور ’انکار عصر‘، ’از چارلس آرمکس‘ بہت نمایاں ہیں۔

ادارے کا اپنا مجلہ ’معارف‘ اعظم گڑھ جولائی 1918ء سے علمی میدان میں مسلسل خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس پر ہے میں متحدہ اہم مضامین کے تراجم شائع کئے گئے مثال کے طور پر:

1۔ مضمون: ’فریب ذہن‘ ترجمہ: ’ذہنوں‘، ’معارف‘، اپریل 1934ء، ص 134۔ یہ مضمون جرمن رسالہ ’گودال‘ سے

قصص ترجمہ ہے۔

- 2۔ مضمون: ”مکالمہ دوسروں کے دل کی بات معلوم کر سکتے ہیں“ ترجمہ ج۔ 1۔ اپریل 1937ء، ص 293۔ نئی نقی سے حلق یہ مضمون ایڈیٹر نعل کے مضمون ”مطلوبہ“ پاپلز کا نقشہ ترجمہ ہے۔
- 3۔ مضمون: ”جسم انسانی کے اندر خارجی اشیاء کی نقل و حرکت“ ترجمہ ج۔ 2۔ جون 1937ء، ص 467۔ ڈاکٹر فرڈرک ڈیمر کے مضمون ”مطلوبہ“ پاپلز سائنس کا نقشہ ترجمہ ہے۔
- 4۔ مضمون: ”سیرت کا مدار ترجمہ ج۔ 2 (دو قسطوں میں)“ جولائی 1938ء، ص 55، اگست 1938ء، ص 133۔ ڈاکٹر ادولف کے مضمون (مطلوبہ: ”سیرت جرنل“) میں بچپن، لڑکپن اور جوانی کی نفسیات کے علاوہ نظم و ضبط اور اجتماعی زندگی کے مسائل کا ذکر بحث لایا گیا ہے۔
- 5۔ ڈاکٹر فرانز پلینر کا نیچر۔ ترجمہ مہاراجہ علی محمد الرحمن، دسمبر 1939ء، ص 463۔ نفسیات کے مضمون سے حلق یہ خطبہ احساس کمتری اور غیظ کی ذہنی تربیت سے متعلق مسائل کا ذکر اور تجزیہ کرتا ہے۔
- 6۔ ”یورپ کے لئے ایک جدید سیاسی فلسفہ کی ضرورت“ ترجمہ ج۔ 2 اگست 1936ء، ص 135۔ ریچرڈ فوٹ طر کے مضمون (جنس کا ترجمہ، معارف، جون 1936ء، ص 183) میں ’حق‘ کے خلاف جدید بنیاد کے نام سے شائع ہوا) پر پروفیسر موٹ کا تبصرہ ہے جو ’سیرت جرنل‘ میں شائع ہوا تھا۔

نثری تراجم: 1917ء تا حال

نئی مذہبی اور ادبی تحریکیں

مغرب اور مشرق کی آویزش

ہندوستان میں مغل حکومت کے زوال کے ساتھ ہندوستان کا وہ طبقہ جو مغل حکومت کا وفادار، فوج کے اعلیٰ مہدوں سے متعلق، ہاکیر دار طبقہ تھا اسے مادی زندگی کی دھوپ پھاؤں نے مار رکھا، دوسری طرف تاج برطانیہ نے سکھوں کی حکومت کیپ رٹس سیاست کے فروغ پر خصوصی توجہ صرف کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی پادریوں کی تبلیغ میں ایک خاص قسم کی ہارسیت جگہ کر گئی اور انگریز اہلکاروں نے مسلم کھلا عیسائی پادریوں کی جائزہ ناجائز بات کو مانا۔ یہی وہ اسباب تھے جن کے تحت ہندوستان کی مختلف النوع قومیتوں میں مذہبی تحریکوں نے جنم لیا اور دینی احیاء کے دلوں کو گھیز گئی۔

آریہ سماج، سنگھو سما، سرسید تحریک اور تحریک احمدیت نے اسی پر آشوب مہد میں جنم لیا۔ مسلمانوں میں سید احمد خان اور مرزا قلام احمد (دینی تحریک احمدیت) دونوں عیسائیت کی پیچیدہ بنیاد بنانے کی نیت سے اٹھے۔ البتہ ہر دو صاحبان کا طریقہ کار ایک دوسرے سے کئی قدر مختلف تھا۔

سید احمد خان اپنے مہد کی کرب ناک صور حال کا جان اپنے ایک خط میں یوں کرتے ہیں:

”توہ کے ہونے کو نہ اپنا گھر تھے کا رہا تھا، نہ ماں، نہ اسباب کے تک ہونے کا، جو بکھر رہا تھا اپنی قوم کی بربادی کا، اور ہندوستانوں کے ہاتھ سے جو بکھر گیا، وہیں ہر گز اس کا رہا تھا۔“

سید احمد خان تو واضح طور پر دو ہشتیوں کے سوا تھے اس کے باوجود ان کی ’معلیٰ گڑھ تحریک‘ کے ہندوستان کی سماجی، مذہبی، تعلیمی اور ادبی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ جبکہ مرزا قلام احمد نے اپنی مذہبی تحریک کا آغاز عیسائی پادریوں کے ساتھ بحث مباحثے

سے کیا۔ بقول عبداللہ ملک: اسی مناظرہ بحث و مباحثہ نے مرزا صاحب کو حیاتِ تک کے مسئلے پر اپنا دعویٰ ترتیب دینے پر اکسایا ہو گا۔
مارچ 1882ء میں مکلی بار مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ انھیں الہام ہوا ہے اور خدا نے انھیں ایک خاص اُمداد داری کے لئے منتخب کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں گویا "ناہور من اللہ" ہیں۔ چنانچہ 1888ء میں انہوں نے ایک الہام کی بنیاد پر اپنے سونہرے سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حتیٰ کہ 1890ء میں انہوں نے مسیح مسعود / امیدی مسعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ صراحت کر دی کہ وہ ایسے مہدی نہیں جو جنگ اور خونریزی کو چاہتے ہوں بلکہ مہدی مستقل ہیں اور دلائل و براہین کی قوت سے اپنے مخالفین کو مغلوب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

سیالکوٹ مشن کے ویسٹ پادری الائنز کے ساتھ اولین مباحثہ خصوصی طبیعت کا حامل ہے۔ جب مباحثے کے دوران میں "نبات" کی بات چلی تو مرزا صاحب نے اعتقاد کیا:
"نبات سے آپ کی کیا مراد ہے؟ مفصل بیان کیجئے۔" جواب میں الائنز مفصل منظر ذکر کیے اور کہا کہ میں اس قسم کی منطق نہیں چاہتا۔

اسی طرح پادری بنظر (موضع گھر پر) سے مریم بی بی کے باب میں مباحثہ یادگار ہے۔ تعلیمات کے لئے دیکھئے۔ "جناب کی سیاسی قریبیں" از عبداللہ ملک۔ نگارشات ادارہ کلی۔ لاہور ص 235، 237

1900ء میں "جہاد پالیسی" کی مخالفت کی۔ 1901ء میں عقلی نیا ہونے کا دعویٰ اور ایک قطعی کا ازالہ کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں وضاحت کی کہ قسم نبوت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہو گا جو حق شریعت کا حامل ہو اذیت غیر شرعی نیا کا ظہور ممکن ہے۔ نومبر 1904ء میں سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں عقلی کرشن ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔

جماعت احمدیہ 1901ء میں قائم کی گئی اور 1901ء کی کل ہند مردم شماری کے کاغذات پر اس جماعت کو ایک علیحدہ مسلم فرقہ ظاہر کیا گیا۔ اس نئی تحریک کو مرزا صاحب کی زندگی میں ہی ناجائز حاصل ہوئی۔ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے عبداللہ ملک لکھتے ہیں:

"یہ وہ دور تھا جس میں سرسید و آئن کے دعوے یا بھر مرزا غلام احمد کی تعلیمات کے لئے خدا سازگار تھی اور یہ خدا کی سازگاری ایک طبقے کی ضرورت تھی ہی تو ہیں، جس نے ان تعلیمات کو پیچھے بھینچتے ہوئے کہا، کیونکہ یہ تعلیمات روحانی اور مسرہ تعلیمات کے معانی تھیں۔"

(جناب کی سیاسی قریبیں، ص 241)

مرزا غلام احمد نے اپنے طور پر عیسائی پادریوں کی پھیلائی ہوئی دھند کو صاف کرنے اور اپنے تئیں یہ سوچ کر کہ انھیں کبھی اثرات جزیں نہ کر جائیں، اپنی مذہبی تحریک کا آغاز کیا اور نہ صرف "نورین" کے بارے میں شکوک دینے کی سعی کی بلکہ "نجاتی" امور پر بھی خصوصی توجہ صرف کی۔ یہ الگ بات کہ عام مسلمانوں کے اس وقت کے مروجہ عقائد سے ہٹ کر دلائل بات کرنے اور آیات و احادیث کے حوالوں سے ساتھ مذہبی دفاع کا عمل مرزا غلام احمد سے بہت پہلے اس وقت آغاز ہو چکا تھا جب سیرام پور کے

فاضل پادریوں نے کبھی کی حکومت کے خاتمے پر بعدِ رجستان میں آزادانہ طور پر تبلیغ کا کام شروع کیا۔ یہاں تک کہ سید احمد خان اور ان کے رفقاء کار نے اس طریق کار کو سائنسی بنیادیں فراہم کر دیں۔ میری اس بات کی تصدیق خود جماعت احمدیہ کے سرکاری ترجمان "المفضل" سے ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"سب سے بڑا مسئلہ جس کے حقیقی کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح کی تکلیف میں ایمان کیا، وہ وہاں تک کا مسئلہ تھا۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ سب سے پہلے مرثیہ نے اس کا اعلان کیا اور بعد میں مرزا صاحب نے اسی کو چیل کر دیا۔ لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مرثیہ نے جس رنگ اور جس طرز سے اس مسئلہ کا اقرار کیا ہے اس میں اور جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو صاف کیا ہے، اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔"

(المفضل، "مہمان، 29 مئی 1916ء)

"المفضل" کے جاری کردہ اس بیان سے بھرپور مرزا صاحب کے فیصلوں کا الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ماننا چاہتا ہے کہ اس خصوص میں سب سے پہلے سید احمد خان نے سنی علم الکلام کا سہارا لیا اور دلائل و براہین کو اپنا ہتھیار بنایا۔ عقل کی کسوٹی کا ٹھیکہ صدیوں کی مروجہ مذہبی تعلیمات پر سخت بیٹھا۔ یہی سبب ہے کہ بعض قرآنی آیات کی تفسیر بھات اور تاویلات سید احمد خان کے جدید علم الکلام کی ناکامی کا باعث بنیں۔ خود سید احمد خان کے سچے پیروکاروں میں بھی اس کے خلاف ایک دھڑل رہا کہ اپنا اظہار کرتا رہا۔

جنرل مہداتھ ملک:

"ان ہی آئندہ دلوں کو بہت حد تک مرزا غلام احمد نے اپنے طور طریقوں سے سمیٹا۔"

مہداتھ ملک لکھتے ہیں کہ مرثیہ نے عقل کی بنیاد پر قرآنی آیات اور مذہبی تعلیمات و مہادات کی جتنی توہمات اور تاویلات کی تھیں، مرزا غلام احمد نے ان کے پرچے اڑا دیے۔ مرثیہ نے رسول خدا کے عجزات کو دہیا کا فضل گا کر ہویل کرنے کی کوشش کی لیکن مرزا غلام احمد نے ان عجزات کو عقلی اور دلائل کی بنیاد پر درست ثابت کر دیا۔

جنرل مہداتھ ملک: "مرزا غلام احمد کی ان تعلیمات نے ان کے حق میں فضا پیدا کی۔"

بعد ازاں احمدیت کے خلاف پہلی بار 1963ء میں فتح نبوت تحریک چلی۔ پنجاب (پاکستان) میں اسن و ایمان کی صورت حال بگڑی تو طلوعِ عالم الدین کو وزارتِ اعلیٰ سے الگ ہونا پڑا۔ 1964ء میں تحریک دوبارہ چلی تو میاں ممتاز دولتانہ کی وزارت کا خاتمہ ہوا۔ لاہور میں پہلی بار مارشل لا لگا۔ میجر جنرل اعظم خان مارشل لا، ایڈمنسٹریٹر کے سخت اقدامات نے تحریک کو وقتی طور پر دبا دیا۔ تیسری بار 1974ء میں تحریک فتح نبوت کے نتیجے میں پاکستان کے آئین 1973ء میں ترمیم کر کے احمدیوں اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کا دور تھا۔

آریہ سماج تحریک نے بعد میں کو جدید تر تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی تھی تو اس کے لئے مذہب اسلام اور عیسائیت کا تھیلی کا جائزہ اور حسب ضرورت ہر دو مذاہب پر حصلوں کو بھی ضروری سمجھا تھا۔

(”سرخیز“ ص 377 سے لے کر)

مولانا مہدافنور بزمادی صاحب کو شاید یہ معلوم نہ ہو کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی پیدائش ہی کہ سطر کی تھی اور وہ آئی مرلی تو یقیناً جانتے تھے کہ ”بھیروا“ کی جگہ ”المیرا“ کیوں نہیں رکھا گیا۔ بہر طور، اختلاف رائے کا حق سب کو حاصل ہے۔ یہ الگ بات کہ سر محمد علی شاہ صاحب کے اس ردیہ کے خلاف تحریک خلافت سے حلقہ شعراء نے جو یہ اشعار کہے، ”بیمبردار اور کامریز“ کے علاوہ تحریک خلافت کے حالی اعتبارات نے خدمت کی۔ یہاں تک کہ تحریک خلافت سے جڑے علماء و مشائخ کی بہت بڑی تعداد نے سر محمد علی شاہ صاحب کے خلاف بیانات دیے، ان میں سر صاحب کے سر یہ خاص حکیم شمس الدین دہری آبادی بھی شامل تھے۔

تحریک خلافت سے حلقہ علماء بالا اور اوقات اس زمانے کے مسلمانوں کے ذہنی اور سیاسی نظریات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور اگر مولانا محمد علی جوہر کی گرفتاری اور خالق دینا ہال، کراچی میں اُن پر چلائے جانے والے مقدمے کی اخباری رپورٹ پر ایک نظر ڈالی جائے تو صورت حال واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ”گلزار“ دہلی پابست: اکتوبر 1979ء کے مطابق دورانِ مقدمہ مولانا محمد علی جوہر نے ایک پڑے پر یہ شعر لکھ کر مشہور شاعر مصطفیٰ زیدی کے والد ڈی۔ ایس۔ بی الہ آباد میں لخت حسین زیدی کو ہوا دیا:

میر کا دہلیس علی کا حد

نہ کہہ اپنے کو لخت حسین تو

کچھ دیر بعد سینہ لخت حسین زیدی نے بھی ایک شعر جواب میں لکھ کر مولانا کو دیا:

علی اور میر سے کیا تھو کو کام

تو کر اپنے گاندھی کی بخت تمام

واضح رہے کہ سینہ لخت حسین زیدی نے محمد علی جوہر کو گرفتار کیا اور انھیں اپنے ساتھ خالق دینا ہال، کراچی لائے تھے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مسلمان وہ واضح دھڑوں میں رہت کر سامنے آئے تھے۔ ایک وہ جو خلافت تحریک کو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز سمجھ رہے تھے اور دوسرے وہ جو اسلامی تاریخ کی اس اہم تحریک کو کھل گاندھی کی کے اشارے پر ہٹانے کا ارادہ کر رہے تھے۔

جناب احمد رضا بریلوی نے برطانوی سامراج کی پیدا کردہ و خرابیاں، خصوصاً ظاہر دین کو باطنی دین سے جدا کر دیا، وہ مسابیت کی جگہ مابیت کا لغز اور متعیش رسالت کا توڑ کرنے کا جنم کیا۔

یوں مجدد الف ثانی سے سرسبز احمد خان، مرزا غلام احمد، سر محمد علی شاہ صاحب اور احمد رضا بریلوی صاحب بھی تاریخ ساز اہم شخصیات سے چلتے چلتے ابوالفضل مودودی اور غلام احمد پوچھ تک مغربی اثرات اور مسابیت کے اثر و نفوذ کے توڑ کے طور پر بعد و سچان میں مختلف طریقہ ہائے کار اپنائے جاسکے ہیں۔ ان شخصیات اور تحریکوں کا مطالعہ صرف مذہبیات کے میدان میں ہی نہیں بلکہ ملکی سیاست اور ادبیات کے شعبوں میں بھی خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

ادبی رخ پر بعد چلی ادب ایک عجیب و غریب منتقل کا کار و کمال رہا ہے۔ جو حسن عسکری سمجھتے ہیں:

"ایک گروہ کہتا ہے کہ انگریزوں کی ریل انجینی تو ان کا ادب بھی اچھا اور ان کے ادبی اصول بھی اچھے، اس لئے جانی ادب آدھو دتی مغرب کریں۔ اس گروہ کی ایک اور جڑ ہے جس میں آپ جانی تو دیکھ بھی مثال کریں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی ریل نے ہمیں بھی آدھا جانی انگریز تو بنایا دیا ہے، اس لئے مستقل یا ماضی طور پر انگریزوں کی ادبی اقتدار تو قبول کرنی ہی چاہی گی۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہم انگریزوں کی ریل میں تو ضرور چلتے ہیں، لیکن ہیں تو وہی سوئی کے سوئی، اس لئے سید بٹے کی کوشش کیوں کریں، اپنے گزراے کے لئے تو ان زمین ہی کافی ہے۔ تیسرا گروہ دراصل یہ کہہ بھی نہیں کہتا۔ مسلمان سے اٹھ اٹھ کہتا ہے۔ برصغیر سے نام نام۔ بہت دوسروں کو مشورہ دیتا ہے کہ نہ مشرق سے نہ ہندوستان سے، جہاں جو چیز انجینی نے بہت حرکت لے لی، یہ مشورہ تو مستقل ہے، مگر صدی پر چینی تو جی ہے کہ انجینی چیز اور بری چیز کا فیصلہ کیے ہو۔"

(”وقت کی راگنی“ طبع 1979ء، ص 7)

اور اس بات کا فیصلہ تا حال جس ہو سکا کہ کون سا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ 19 ویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور 20 ویں صدی کے نصف اول میں ہم مشرقی اور مغرب کے درمیان بری طرح ڈنگاتے پھرے۔ اس ضمن میں محض چند نامور ادباء کے کاموں کا سرسری جائزہ ہی ساری حقیقت کھول کر جان کر دیتا ہے۔ مثلاً جو زمین آزاد، ڈاکٹر ٹھکرسٹ کی ادبی مسافری سے ملت طوفانہ ہیں لیکن آخری عمر میں ایلیس، اسٹیل اور ڈاکٹر جانسن کے مضامین کے تراجم (نیرنگ خیال) پر آتے ہیں۔ مولانا ذہیر احمد دہلوی، ابن الوقت، میں سید احمد خان کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور طوفانگریزی انکم ٹیکس ایکٹ (60-1859ء) ’مجموعہ قوانین قوانین تہذیب و تمدن‘: ہارج اصول ٹیکس مطبوعہ نوٹس ریکارڈ 1883ء، ’اصلاح ترجمہ ضابطہ فوجداری‘، ’مبادیات‘ اور ایڈورڈ لٹرم کی تاریخ پاشی کے موقع پر ’تاریخ و ہمارے تاریخ پاشی‘ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ عبدالحلیم شرر کو سرور لٹریچر اسکات کا ادبی نظمناں چڑھ کر خیر بھی آتا ہے اور اسکات کی راہ پر بھی چلتے ہیں، حتیٰ کہ یہ سلسلہ مولانا ظفر علی خاں کے تراجم تک آتا ہے۔

چند دن باہر سرشار، ٹیکسٹ یعنی مشرق کے لٹریچر کے لیکن ان کا زیادہ تر کام ترجمہ یا ماخوذ ہے۔

دن باہر سرشار کا ”ٹیکسٹ یعنی“ 1878ء میں نوٹس ریکارڈ پر ٹیکسٹ سے شائع ہوا۔ اس ترجمے پر حکومت ممالک متحدہ اور دہ کے شعبے

تعلیم نے ان کی تحریک اور امت افزائی کی جی۔ سائنس سے متعلق اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے 1904ء میں چیکسٹ نے لکھا تھا:

”1878ء میں ایک نظم طبع کی کتاب کا اردو میں انگریزی سے ترجمہ کیا۔ اس میں اردو ادب و دیرہ کی ماہیت کا حال

دیتا ہے، جبکہ اس کے ہر صفحے میں حقیقت کا طبعی اور سلیا ہوا تھا لہذا نام ٹیکسٹ یعنی“ لکھا۔ ایسے ادبی مضامین کا جان

جن کا اقتدار اتارنے کے لئے اردو میں پارسے لکھا گیا مگر سچ نہیں، نہایت عام فہم اور سلیس عبارت میں لکھا ہے۔“

(”مطالعہ چیکسٹ“، ص 38)

اس کتاب میں دن باہر سرشار نے سائنس کی انگریزی اصطلاحات کو اردو کا ہمارا بڑی طریق سے پہنچایا گیا ہے۔

”نسائے آزاد“ پہلی بار 1880ء میں مطبع ذلکھرنکھن سے شائع ہوا اور آخری ایڈیشن 1834ء میں سرسوتی پریس، بنارس نے 1947ء میں اس کا طامرد بیٹھوان ”آزاد کھا“، دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا تھا۔ ”نسائے آزاد“ (چار جلدیں) سرواٹس کے ”ڈان کلائے“ کا ترجمہ ہے۔ لیکن اس طرح کہ میاں فرحتی Sancho Panza اور آزاد، ڈان کلائے کا ترجمہ ہیں۔ ”خدائی فہداد“ 1903ء میں مطبع ذلکھرنکھن نے ہی شائع کیا جسے ”Don Quixote“ کا ترجمہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس ناول میں سرشار نے ڈان کلائے کا نام خدائی فہداد اور سیکھو بڑا کا نام بدھو نظر رکھا ہے۔ تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سرشار نے ”ڈان کلائے“ کے کس انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا، البتہ سرشار کے پاس کھنڈ کی زبان اور سانی خصوصیات ملتی تھیں۔ ”خدائی فہداد“ کا 1934ء کا ذلکھرنکھن ایڈیشن آج بھی دستیاب ہے۔

”ترجیمے سید“ مطبوعہ ذلکھرنکھن پریس 1906ء سرشار کی مستقل علامہ تصنیف نہیں ہے لیکن چند صفحات (خدائی فہداد کا حصہ ساتر) پر مشتمل ”نسائے آزاد“ کی جلد اول کا حصہ ہے۔ سرشار کے دیگر تراجم میں میکٹوی کا سفر نامہ، احوال ہندوؤں، لارڈز آف فرین کے ”مکاتیب آفرین“، (طیر مطبوعہ) ویٹس کا ترجمہ ”دشپا“ (طیر مطبوعہ) امراتھن کی کتاب کا ترجمہ ”اطلاق“ (مطبوعہ 1889ء) اور ”آزاد عالم جالا“ مطبوعہ 1889ء) یادگار ہیں۔

محمد حسین آزاد کی کتاب ’تیرنگ خیال‘ (اول ایڈیشن سفید عام پریس لاہور 1880ء) کی پہلی جلد کی دونوں علامتوں کے شروع میں فہرست مضامین کے بعد احتساب لکھل گریٹھن، نیکار لری بختاب کے نام درج ہے، جو بعد کے ایڈیشنوں میں حذف کر دیا گیا۔ یہی احتساب طبع اول کے اختتام کے بعد الگ الگ ورق پر یوں درج ہے:

”To

Lepel H. Griffin, Esq; c.s., c.s.i.,

This Volume is respectfully Dedicated”

سرواتی کی پشت پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:

Gems From West and East

Or

The Land of Fact and Fancy,

Beng

A series of allegorical and other essays based on the "Rambler" and "Spectator" and on Oriental love

Maulvi Muhammad Hussain Azad,

(Professor of Arabic, Government College, Lahore).

Lahore. Printed at the Mulid-Am Press, 1880".

اس اعتراف کے بعد ڈاکٹر محمد صادق کا یہ انکشاف عجیب ہے مگر یہ مضامین سوائے ’مغربت عام اور ہائے دوام‘ کا

ورہاڑ کے انگریزی سے ترجمہ شدہ ہیں۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر محمد صادق سے پہلے اصل انگریزی متن کا حوالہ کسی اور محقق نے نہیں دیا اس لئے صادق صاحب کی اذیت اس باب میں بہر طور بر قائم ہے۔ (دیکھیے: محمد حسین آزاد: حیات و کارنامے مقالہ برائے بی ایچ ڈی انگریزی، ص 55)

”نیرنگ خیال“ (حصہ اول و دوم) میں شامل سات مضامین، ڈاکٹر جاسن، چار مضامین ایچ بی این اور ایک مضمون پارٹنل کے مضامین کے ترجمے ہیں۔

محمد حسین آزاد خود لکھتے ہیں:

”یہ چند مضمون برا لکھے ہیں، کہ نہیں سنا کہ ترجمہ کیے ہیں، ہاں جو کچھ کانوں نے سنا اور فکر حساب نے زبان کے حوالہ کیا، ہاتھوں سے اسے لکھ دیا، اب ترجمہ ہیں کہ کچھ خاص اسے دیکھ کر کیا سمجھیں گے۔“

(دیباچہ سے اقتباس)

جس طرح عمومی سطح پر گولہ بالا سرورق کی پشت پر دی گئی انگریزی قرعہ پر غور نہیں کیا گیا اور ایک زمانے تک لوگ ”نیرنگ خیال“ کے مضامین کو طبع اور تصور کرتے رہے، اسی طرح دیباچہ سے مندرجہ بالا حصے پر بھی غور نہیں کیا گیا۔ کتب کار مرہٹن صاحب کے نام مضمون ہوا مصل ایک امر اور انجمن کے ملٹی کا تعلق خاطر سمجھا حساب نہیں۔ اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا دیباچہ کی سطور اس حقیقت پر دلی ہیں کہ مرہٹن صاحب نے ”ایکٹیلر“ اور ”زیملر“ (مغرب: ڈاکٹر سہوکی جاسن) کے تعلق پرچوں سے محمد حسین آزاد کی سہولت کے لئے مضامین چن کر جانے، ”ایکٹیلر“ اور ”زیملر“ کے تعلق پرچوں کی فراہمی کا کام کرنا ہارا نیل نے انجام دیا، اور آزاد نے (بقول ان کے) جو کچھ کانوں نے سنا اور فکر حساب نے زبان کے حوالہ کیا، ہاتھوں سے اسے لکھ دیا۔

یہ خیال اس لئے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کی انگریزی سے شدہ داہجی سی تھی۔ چہ جائیکہ وہ ”ایکٹیلر“ اور ”زیملر“ جیسے برطانوی رسائل کا مطالعہ خود کرتے اور ڈاکٹر جاسن کی فکر مصل کی زبان سمجھتے اور اسے اردو میں منتقل کرنے پر قادر ہوتے۔ البتہ جس کر ترجمہ کرنے کی روایت اس سے پہلے نہیں ملتی۔ فورٹ ولیم کالج کے حوزہ میں انڈینوں کے ہاں یہ صورت ضرور دیکھنے میں آئی اگر فورٹ ولیم کالج میں انگریزی سے اردو ترننے کی طرف توجہ دی جاتی۔ خود چن کر جیسے ترجمہ کرنے کا سلسلہ محمد حسین آزاد کے زمانے تک خاصا پانا ہو چکا تھا۔ میرام پدم میں ہانکل اور اناٹیل کے اردو تراجم، دلی کالج اور سائٹلک سوسائٹی غازی پور کے تراجم اس کی اذیتیں اٹھاتے ہیں۔ نیرنگ خیال 1880ء میں شائع ہوئی ہے اور اس وقت ترننے کی روایت خاصی مستحکم ہو چکی تھی۔ پھر آخر یہ کون سا طرز تھا جس کی طرف محمد حسین آزاد نے اشارہ کیا ہے؟ ملاحظہ ہو:

”میں جنیں دہستے سے آٹھا لیں۔ جب یہ کہ ملک میں ابھی اس طرز کا رواج نہیں۔ خیر آزاد نامید نہ ہوتا چاہیے۔“

(دیباچہ سے اقتباس)

صاف ظاہر ہے کہ جس کر ترجمہ کرنے کو اس طرز خاص کا نام دیا گیا۔

اب دیباچہ سے چند ایک سطور ملاحظہ ہوں:

”اے ہر زبان کے چمکے دانا میں زبانِ انگریزی میں بالکل ہے زبانِ ہوں اور اس ناکامی کا گھٹے بھی اسیوں ہے۔
 اردو کے میدان میں بھی سوار نہیں پیادہ ہوں، اس لئے یہاں بھی درمائدہ ہوں۔ بھر بھی یہ لہجہ کی دیکھو کہ خصوصاً اس کے
 ساتھ دوسرے کو آباد ہوں۔ جتنا ناکامی میں اتنا ہی زیادہ شاکتی ہیں۔ دل سے لاچار ہوں کہ باوجود سوانحِ مذکورہ کے
 جو لطف طبیعت کو بعض مضامین انگریزی سے حاصل ہوا، نہ چاہا کہ اپنے پیادے اہل وطن کو اس میں شامل نہ کریں۔“
 (ایجاد سے اقتباس)

اب جب اس بات پر بحث ہے کہ محمولہ بالا بیانات کی موجودگی میں آزاد کی انگریزی زبان سے نا آشنائی کو کھل آن کا بلز و
 انکساری کیوں سمجھا جاتا ہے؟ جیسا کہ ”تیرنگ خیال“ (جنوری 1972ء) کے مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے خیال کیا۔
 میری گزارشات کی تصدیق محمد حسین آزاد کے ایک ہندو شاگرد چندت شونرائی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:
 "The professor (Azad) was very fond of extracting Western ideas from English-knowing
 pupils, and clothing them in his own happy and felicitous words, of which he was
 unquestionably an unveiled master"

(A History of Govt. College Lahore, P 31)

واضح رہے کہ چندت شونرائی میں اس زمانے میں محمد حسین آزاد کے شاگرد تھے جب آزاد تیرنگ خیال میں شامل مضامین کو اردو کا
 چادر پھانے میں برقی مضمون تھے۔ شونرائی نے کالج میں 1876ء میں داخلہ لیا تھا۔ آ کے چل کر ایچ ڈی کیت چیف کوٹ لاہور ہوئے۔
 ڈاکٹر محمد صادق نے اپنے حقیقی مقالے میں شیخ عبدالقادر کے ایک انگریزی ٹیچر (1898ء) کا حوالہ بھی دیا ہے۔ شیخ
 عبدالقادر کے مطابق۔

”جہاں تک میرا علم مدد کرتا ہے، ٹیچر یونیورسٹی نے سب سے پہلے حقیقی لکھنے کا اعزاز آزادی کو حاصل ہے۔ میں نے سنا
 ہے اور غالباً یہ درست بھی ہے کہ مسٹر کو اس تصنیف کا خاکہ ڈاکٹر داغر ہی سے ملتا تھا۔“

(محمولہ ”محمد حسین آزاد۔ حیات و خدمات“ ڈاکٹر محمد صادق)

مگر ڈاکٹر اسلم فرنی اس خیال کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ ان کے مطابق آزاد اور ڈاکٹر لائل خان کے تعلقات 1871ء میں خراب ہو
 گئے تھے اور جیسے جیسے وقت گزرتا گزرتا کی بڑھتی گئی، لیکن اس بات سے انکار کیسے ممکن ہے کہ کرل لائل خان نے بھی مدد کی ہوگی اور
 لائل۔ ایچ کرلین نے بھی؟

غیر احمد دہلوی کا انگریزی سے اولین ترجمہ انکم ٹیکس ایکٹ (مطبوعہ: 80-1859ء) ہے جو سر ولیم سیر کی خواہش اور میر ناصر
 علی کی مدد پر غیر احمد دہلوی نے ہندوستان میں قانون انکم ٹیکس یا بدشوہر شاد کے ساتھ مل کر کیا۔

غیر احمد دہلوی 1860ء میں انگریزین کی شکل کوڑ کے حرمین کے محلے میں شامل ہوئے اور ”مجموعہ قوانین قوانین“ کے
 اعداد میں باب سے ترجمے کا کام شروع کیا۔ ترجمہ مکمل ہو جانے پر نظر ثانی کا فریضہ بھی انجام دیا اور حکومت کے اہتمام پر کھنڈ میں رہ کر
 اس کی مضامین میں گہرائی کی اور مطبعہ لوکھنؤ پریس سے شائع کر دیا۔

اصلاح ترجمہ ضابطہ نوجہاداری (مطبوعہ: گورنمنٹ گزٹ 1881ء) دراصل "تقریرات ہند" کا ایک حصہ ہے۔ نذیر احمد دہلوی نے حکومت کے ایما پر اس ترجمے کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا۔ "مسلوآت" (مطبوعہ 1872ء) علم ہیئت کی ایک کتاب "The Heaven" کا ترجمہ ہے، انگریزی کتاب نے پٹنوں کی قسمی اور اس کی فرمائش پر نذیر احمد دہلوی نے ترجمہ بھی کیا، لیکن اس کتاب کو ترجمہ در ترجمہ کہنا چاہیے۔ اس لئے کہ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے اور اس کے معنی کا نام الیگزینڈر گوٹے مین (A'Guillemin) ہے۔

"تاریخ دربار تاج پاشی" کے انگریزی سے ترجمے کا ابتدائی کام مرزا فرحت اللہ بیگ اور ڈاکٹر دانی نے سرانجام دیا (مکمل: "نذیر احمد کی کہانی، کچھ ان کی کچھ بھری نہائی") یہ کتاب ایڈورڈ ہلم کے جین تاج پاشی کی یادگار ہے۔ اس سلسلے میں دوسرے اد گورنر جنرل ہونے والے دہلی میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا تھا۔ سر اطمین دہلوی نے حسب اہم گورنر جنرل، دربار مذکور کے متصل حالات، دربار انگریزی زبان میں مرطب کی اور حکومت ہند کے ایما پر اسے نذیر احمد دہلوی نے اپنے دو شاگردوں کی مدد سے ترجمہ کیا۔ یہ کتاب پہلی بار 898 صفحات کی ضخامت میں ڈولکسور پریس کھنہ سے 1903ء میں شائع ہوئی۔

جہاں تک نذیر احمد دہلوی کے ناموں کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد صادق کا ایک مضمون: "نذیر احمد۔ ایک جانور" ایک زمانے میں چونکا دینے والے افشائے کا باعث بنا تھا۔

مضمون سے اقتباس ملاحظہ ہو

"نذیر احمد نے اس ناول (جائے اصل) میں نامی اس کی کتاب 'ہسٹری آف ہندو نوراد اور مرزا' کا چرچا کیا ہے۔ نامی اسے اٹھارویں صدی کا ایک انگریز مصنف تھا اور اس کی یہ تصنیف اس ادب میں بدنامیوں کے لئے لکھا جاتا ہے۔ انتہائی مثبت دیکھی ہے۔ گورنر جنرل کے لکچرر عظیم جہاں کے ایما پر بارشور شاہ نے 1885ء میں اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ ہایت سبب اور لکھا ہوا ہے، اور یہ کتاب مدت تک نصاب تعلیم میں داخل رہی۔ جس طرح بارشور، بھری نامی کو تھے کہاؤں کی مدد سے اختراعات، سائنس، جغرافیہ، تواریخ، حساب و دیگر کی تعلیم دیتے ہیں، بالکل اسی طرح نذیر احمد کی کہانی میں استانی، ہسٹری اور مجموعہ، حسن آرا کو بیٹا پرورد، لکھنا پکا، تاریخی، جغرافیہ اور سائنس وغیرہ کی تعلیم دیتی ہیں اور عام معلومات اور دوسرے ناول کے حالات سے آگاہ کرتی ہیں۔ معلومات میں اضافہ اور اخلاقی تعلیم کے لئے اسے، قصے کہاؤں، استعمال کرتا ہے۔ یہی حال نذیر احمد کا ہے۔ "تقدیر بصورت" تمام انگریزی ناول سے داخل ہے۔ دونوں دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ نذیر احمد کے افسانے میں تصویر کو چاندی کے دیوان میں اصلاح قاضی کا خیال آتا ہے، انگریزی افسانے میں چھو کی ہے دینی کا سبب ایک لادرب استاد ہے۔ جنس کی بدنامی دہلی دیکھ کر ہاپ کو ان کی اصلاح کا خیال آتا ہے۔ اپنی دونوں سالانہ بالکل ایک ہیں۔"

("نام لا" کہانی، مئی 1981ء)

نذیر احمد کی کتاب "مصائب ہند" ویلم اورادریس کے 1857ء کے روزنامے کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ڈولکسور پریس کھنہ سے 1888ء کی ضخامت میں 1898ء میں شائع ہوئی۔

عبدالحکیم شرر کی تاریخی ناولوں کی تمام تر خدمات سر والٹر اسکاٹ، الگوینڈر ڈوونا، وکٹر ہیوگو اور رچرڈسن کی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ ہمارے بیشتر ناقدین انھیں نے شرر کے ناولوں کو اسکاٹ اور رچرڈسن کے اقوال کا نو بہو چہرہ ثابت کیا ہے۔ جبکہ باقاعدہ ترجمہ کے باب میں ولیم۔ ایم ریچارڈسن کے ایک ناول کا ترجمہ شرر نے "نورینی قسمت" کے نام سے کیا۔ البتہ ترجمہ اولوی کی تفسیروں اور عبدالحکیم شرر کی ناولوں کا تقابلی مطالعہ ذریعہ کی تحریروں کو تفسیل اور شرر کی تحریروں کو باقاعدہ ناول ثابت کرتا ہے۔ یوں شرر ہمارے اولین ناول نگار سمجھتے ہیں۔

مرزا رسوا نے 1884ء میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دکن کے لئے انگریزی سے "رسالہ اصول علم کیا" ترجمہ کیا اور یہیں سے مرزا رسوا کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ وہ اس کتاب کے طبع ہونے سے قبل اعلیٰ طبقہ کے اور اس میں قراچم کے پادشہ بھی نمایاں تھے اور دیکھا جائے تو ان کی زندگی کا آخری دور بھی دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لئے فلسفے سے متعلق کتب کا ترجمہ کرتے گزر رہا۔ گوکہ مرزا رسوا کی علمی/تصنیفی زندگی تو اسے آغاز ہوئی اور ترے پر ہی ختم ہوئی۔ مرزا رسوا کے مصدق ذیل انگریزی تراجم یادگار ہیں۔

1۔ "رسالہ اصول علم کیا" بمطابق دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، دکن۔ 1884ء

2۔ "تعلیمت الاشراف" (مطالعہ) ایضاً 1825ء۔

3۔ "مہادی علم انفس" (تکی۔ ایل۔ اسکوٹ) ایضاً سن

4۔ "نئی آدم" (اسٹریٹ جیجس) ایضاً سن

5۔ "مطالعہ اسطق" (انج۔ لایو۔ بی جازف) ایضاً سن

6۔ "مطالعہ نقو ماہر" (اسٹامپس) ایضاً 1831ء

7۔ "نورینی مستور" (ناول) میری کورلی کے انگریزی ناول کا ترجمہ 1919ء

8۔ "نورینی عاشق" (ناول) ایضاً 1920ء

9۔ "نورینی سید" (ناول) میری کورلی کے انگریزی ناول کا ترجمہ 1924ء

10۔ "نورینی جورو" (ناول) ایضاً 1928ء

11۔ "مہرام کی رہائی" (ناول) سن

آ طرفہ ذکر ناول کے بارے میں ڈاکٹر نصیر فتح پوری "رسوا کی ناول نگاری" مطبوعہ: راولپنڈی طبع ازل۔ اپریل 1970ء میں لکھتے ہیں:

"پانچ ناول کسی انگریزی ناول سے اخذ ہے لیکن کرداروں اور مقامات کے جام بعد چلتی ہیں۔ رسوا کی پر سرفہ

مرزا رسوا "قرہ ہے۔" (ص 398)

یہ لفظ "مہرام کی رہائی" اخذ و ترجمہ ہے، لیکن کسی انگریزی ناول کا نہیں بلکہ ماریشس کب کے فرانسیسی ناول کا۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ہے۔

ڈاکٹر میمون انصاری نے مرزا رسوا پر اپنے پی ایچ۔ ڈی کے تحقیقی مقالے میں "طلمسات" نامی ایک جہل کو جہلوں کے حلقہ کرہ والا قزاق میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"یہ ان قزاق میں سے ہے جو بہت مشہور ہیں" (ص 44)

جبکہ ڈاکٹر ظہیر فتح چہری کے نزدیک ان کا یہ خیال درست نہیں۔ نہ اس نام کا کوئی ناول مرزا رسوا نے تحریر کیا اور نہ اس کی شہرت ہوئی۔ بقول ظہیر فتح چہری: جناب عبداللہ بید دریا ہادی، علی عباس حسینی اور پرویز مسعود حسن رضوی ادیب (جو مرزا رسوا کی شخصیت و تصانیف پر سنا کا وہیہ دیکھتے ہیں) نے بھی اس کتاب سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے جبکہ سردار خفوت، نگہ اور ایم۔ اے حسینی نے "امراؤ جان اور" کے انگریزی ایڈیشن میں مرزا رسوا کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے، اس میں بھی اس ناول کا کوئی حوالہ موجود نہیں۔ ڈاکٹر ظہیر فتح چہری نے صحیح کہا، خود مجھے یہ کام کرتے ہوئے "طلمسات" کا کوئی سراغ نہیں ملا۔

19 ویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر 20 ویں صدی عیسوی کے نصف اوائل تک ہندوستانی ادیب جس جہلی نگارش کا شکار دکھائی دیتا ہے اس کی اولین مثال سید احمد خان کی شخصیت تھی۔ اس کے باوجود کہ نذیر احمد دہلوی کی نثر پر ہی محض انجی نگارش کا نثر کی نگارش کا سب سے بڑا سبب تھیں لیکن نذیر احمد دہلوی نے اپنے عشقی نقوش میں جابجا اس واقعیت پر طرے تیز چائے ہیں، جس کی تردید کا سبب سید احمد خان کی ذات تھی۔ "ان الوقت" میں مکمل کر سید احمد خان کے نظریہ تعلیم کی مخالفت کی اور مغرب پر مبنی کا مذاق اڑایا۔ مثال کے طور پر ان الوقت کے گھرانے کا قلعہ سے قلعہ، دکانف میں دلچسپی، ایام خد میں انگریزوں کو پتا دینا، اس غیر خراسی کا بدلہ پانا، فرصت کی گولوں میں دلی کے کھڑروں میں گھومتے پھرنا، انگریزوں کے انعام پر مسلمانوں کی اصلاح کا جڑا اٹھانا، خد کا روزنامہ مشرب کرنا، خد کو شورش جاہلانہ ثابت کرنا اور غرضی صاحب کے ساتھ کھانا اور انگریزوں کے طور طریقے اپنانا اور کرمان مشہور ہو جانا۔ سید احمد خان کی ہی شخصیت کی عکاسی ہے۔

ان الوقت کے شاخ ہونے کے ٹیک دو برس بعد دوسرے طبقہ کے ساتھ نہ چلنے میں نذیر احمد دہلوی نے ایک نظم پڑھی تھی، جس میں اس قوی الجہ پر بڑی دلوزی کے ساتھ ماقم کیا گیا تھا:

اپنی ہر اک چیز سے ہے لاریاں
ہائے وہ کیا ہو گئی خود لاریاں

لیکن یہ دو طرفہ آگ تھی۔ ہمارا ادیب مغرب کی طرف تجسس کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور مغرب نے مشرقی لہار اور ہٹے کی کوشش کی تھی۔ یہ ایک قضیہ ہے کہ ہم نے اس کھیل میں پانچواں آدم اور کھو لیا۔ بقول محمود ہاشمی: اپنے راپاؤں میں کار کا کے ساتھ ساتھ مشرقی فلسفے اور مشرقی شاعری کے قزاق اور حوالوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اس لئے اہلیت اپنے خرابے اور کار کھج کے طواریوں کے بعد "اوم شاقی شاقی" کی منزل تک آتا ہے۔ اسی لئے سارتر، بدھ سے قریب دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے چتر لے مٹری ادیب پرمیت بن گئے تھے۔ اسی لئے الین گنسبرگ (Allen Ginsberg) امریکہ سے ہندوستان کا سفر کرتا ہے اور امریکہ میں رہتے ہوئے اپنی نظم میں اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ:

'(America) When will send your eggs to India'

مغرب میں اس مسلمان کے ابتدائی نعوش مارلو اور ٹیکسیٹر کے ڈراموں میں دکھائی دیتے ہیں جبکہ 1880ء کے قریب ڈاؤڈا کھنگ اپنے مشرقی حوالوں کے ساتھ ابرار کھڑے آئے لیکن یہ کھنگ ہی ہے جس نے انگریزی راج کے حدود کو تقویت پہنچائی اور ہندوستان سے اپنی قوم اور برطانوی حکومت کے حوالوں کے ساتھ محبت کی۔ اس نے جنگ اپنے ناولوں میں ہندوستان کو خوبصورت اور پراسرار مہمان کا سرچشمہ بنا کر پیش کیا لیکن درحقیقت اس نے اس بے فکر فلسفہ کے ذریعے برطانوی راج کو سہارا دینے اور برطانوی سول سردس کا جہل بچانے میں مدد دی۔ ڈاؤڈا کھنگ نے 1888ء سے 1891ء تک کہانیوں کے چار مجموعے دیئے۔

1. Plain tales from the hills.

2. Soldiers and other stories.

3. Wee Willie Winkie and other stories

4. Life's Handicap

ان مجموعوں میں شامل 96 کہانیوں میں سے 28 ہندوستان کے منظر نامے کو پیش کرتے ہیں، لیکن ان کہانیوں میں سے کوئی ایک کہانی بھی ایسی نہیں جس میں آزادی ہند کے بارے میں اشارہ بھی نہ کیا گیا ہو۔ حتیٰ کہ اس کے دو مشہور ناولوں "Naulokhar" اور "Kum" میں بھی ہندوستانی سوجن کی کج ترغیبی سے انتساب دیا گیا ہے۔ ڈاؤڈا کھنگ سے پہلے میٹھوی نے 1785ء میں سر مشروم کی ذات کے حوالے سے ہندوستان کے لوہیوں کی نقوش نگاری کرتے ہوئے خوب خوبصورت اڑیا، لیکن یہ اس کا مشرقی حوالہ ہی تھا کہ سرشار نے میٹھوی کی اصل حقیقت سے بڑھتی کی بنا پر اس کی ایک کتاب کا ترجمہ "اعمال ہندو" کے نام سے کیا۔ اسی طرح سر دائر اسکاٹ نے اپنے ناول ڈی سرچر ڈائز کے لئے ہندوستانی مہر نامہ کو اپنا لیکن وہ بھی ہندوستان کے خلاف لڑنے والے برطانوی کمانڈروں کو "Dem-Dog" کہتا تھا اور اس کے نزدیک مسلمان مہر تھا۔ سو کہا جاسکتا ہے کہ کھنگ کی ادبیت کو بچا کر نے کو 1785ء سے زمین ہمارا کی جاری تھی۔

تہذیبی کشمکش

(نظم، مشرق اور مغرب کی آویزش۔ راجندر ناتھ ٹیگور کے ہم گیر اثرات)

ڈاؤڈا کھنگ نے کہا تھا کہ "مشرق اور مغرب بھی آپس میں نہیں مل سکتے" لیکن ہندوستان پر مغربی ادبیات کے علاوہ فلموں کے ذریعے ایک بھرپور ثقافتی حملہ بھی اس خصوص میں قوت طلب ہے۔ اس ثقافتی حملے پر بات کرتا اس لئے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں فلم اور ادب کا ساتھ بہت پرانا ہے۔

دیکھئے: کتاب "نظم و ڈراما" راجندر ناتھ ٹیگور کا چودھویں روز جنوری 1938ء

مضمون: "ہندوستانی فلمیں" مطبوعہ: شیرنگ ٹیال: اپریل 1939ء ص 82

مضمون: "مٹی کی فلمیں" ایڈٹا ص 58

مضمون: "مینیجنگ اوپن ایڈٹا ص 59

ہائیکو: ہندوستانی سینما کی خام قلموں کی وراثت: مطلوبہ: ۱۰۰ صفحات: پابنت: مارچ ۱۹۹۰ء ص: ۱۸۲

ہندوستان میں انگریزی فلموں کی نمائش ۱۹۱۴ء جولائی ۱۸۸۶ء سے شروع ہوئی۔ یہاں وراثت کی جانے والی تین ابتدائی فلمیں یہ تھیں:

1- London Girl Dancers

2- The Arrival of the Train

3- Parade of the Guard

محالہ ہلا تھیں فلموں کے ذریعے پہلی بار ہندوستانی اسکریں پر مکمل کھینچنے کا سامان فراہم ہوا۔

نور ایک ہندوستانی عسکر موسیٰ بھوٹانی (پیدائش: ۱۹۰۳ء) نے مانچسٹر کالج آف فلم ٹیکنالوجی، انگلینڈ سے پوزیشن اور سکریں ٹھیک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد U.F.A. سٹوڈیوز برٹش اور Eclair سٹوڈیوز فرانس کے تجربے کے ساتھ ۱۹۲۵ء میں ہندوستان آ کر انجیئرل فلم کھینچنے بھی گئے تھے۔ اس کی فلم "Vasantasena" کو اس زمانے میں "Metro" Goldwyn Mayer برطانیہ جیسے نمایاں ادارے نے ساری دنیا میں ریلیز کرنے کے انتظامات کئے اور اس فلم کی ریلیز کا ہندوستان میں خاص اہتمام کیا گیا۔ واضح رہے کہ موسیٰ بھوٹانی ہی کی ایک فلم ہندوستان میں حردیوں کی صورت حال کے موضوع پر پریم چند نے لکھی تھی۔ یہاں موسیٰ بھوٹانی پہلا ہندوستانی فلم ساز تھا جس نے ہندوستان کے عوام اور حکومت برطانیہ کے درمیان ایک عکاس کی کھانچ پیدا کی۔

ڈان شاموہ (پیدائش: ۱۹۰۴ء) کی دو فلمیں "Drums of Love" اور "Temple Bells" اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ شاموہ نے بوسہ بازی کو سکریں پر عام کیا۔ ایچ رامہ نے ۱۹۲۳ء میں ہندوستان کی فرانسیسی برطانیہ میں کی اور کچھ عرصہ امریکہ کی مشہور فلم کھینچ Valentino فلمز اور Universal فلمز میں بھی رہا۔ امریکہ میں وہ "Dolores Del Rio United Artists Unit" کے سکریں چلے نکلش کے ٹیپ کے بعد سے تک پہنچا۔ ۱۹۲۸ء میں اس نے امریکہ میں اپنی اولین فلم "Synbolica Que" نکل کی جو فلم آرٹ فیئر دائن سٹریٹ نے ریلیز کی اور اسے عالمی سطح پر "ہندوستانی حسن کا نمونہ" قرار دیا گیا۔

۱۹۳۳ء میں ہندوستان واپس آ کر اس نے "Phantom of the Hills" اور ۱۹۳۵ء میں "Devil's Dice" نکل کیں۔ اس نے ۱۹۵۰ فلمیں آٹھ مختلف زبانوں میں نکل کیں۔

خان بہادر آرویندر۔ ایم۔ اے ۱۹۲۰ء میں یونیورسل فلم کھینچ امریکہ کی طرف سے بھارت، برما اور سیلون کے لئے ایکٹ کا کام کرتا رہا۔ اسی پوزیشن پر بعد میں مارچ ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کی اولین بولی فلم "عالم آراہ جاتی تھی"۔ آرویندر امرانی کے تعلقات حکومت وقت کے ساتھ اچانک اچھے تھے اور یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے بعدے ترین فلمی آلات سے حریں فلم سٹوڈیو کا وہ واحد مالک تھا۔

کے۔ ایل کہان نے Son of Zombo بنائی جو برطانوی جارجن سلیٹ کی فلم تھی۔

واضح رہے کہ اس سلیٹ کی فلموں میں لٹاش اپنے مروج پر دکھائی دیتی ہے۔ دل پاوا کھانک کی ناول "Tooma And Elephants" پر مبنی فلم ۱۹۳۷ء میں "Elepha Boy" کے نام سے بنی جس میں نئے ہندوستانی اداکار سامو نے مرکزی کردار ادا کیا۔

The Jungle Book پر مبنی فلم بنی اور ہندوستان میں باکس آفس پر خاصی کامیاب رہی۔ کہنگ کی ایک فلم 'Gunga Din' کے مرکزی خیال پر مبنی فلم نے ہندوستان میں کامیابی کی نئے ریکارڈ قائم کئے۔ لیکن جی کہ وہ زمانہ ہے جب کہنگ نے فلم 'سفید آدمی' کا پروجیکشن بھی جس میں اہل مشرق کو انیمیشن اور نیم فٹن ملل کہا گیا تھا، دکھا دیا۔

TAKE UP THE WHITE MAN, BURDEN
SEND FORTH THE BEST YOU BREED
GO BIND YOUR SONS TO EXILE
TO SERVE YOUR CAPTIVES' NEEDS,
TO WAIT IN HEAVY HARNESS
ON FLUTTERED FOLD AND WILD
YOUR NEW-CAUGHT SULLEN PEOPLES
HALF-DEVIL AND HALF-CHILD

کہنگ کی اس سوانحی ہمدردانہ محبت کے خلاف لڑائیاں دھمیل ائی۔ ای۔ ایم۔ فورسٹر (ایچ۔ ڈی۔ ہارڈن فورسٹر) کے ہاں دکھائی دیتا ہے۔ فورسٹر پہلا برطانوی ادیب ہے جو انسانیت کا تصور اور انسانی تعلقات کا ذریعہ دوست جانی اور سیلا تھا۔ فورسٹر (پیدائش: 1879ء، وفات: 1912ء) تین بار ہندوستان آیا یعنی 1912ء، 1921ء اور 1945ء میں۔

ای۔ ایم۔ فورسٹر نے انگریزوں کی سیاسی اور انتظامی شکست جلی پر مکمل کر لکھی تھی، 1945ء میں ہے پیر P.E.N. کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر ہندوستان آیا، اپنی مشہور زمانہ ناول کا اقتباس نواب مسعود جنگ المعروف سرسید داس مسعود کے نام کیا ('مسعود' 1924ء) اپنے خطوط کے مجموعے 'The hill of deval' میں ہندوستانی دوستوں کو نہیں بھولا، حیدر آباد دکن کے اردو ہال کے لئے ایک ہزار پتہ کا گراں قدر عطیہ دیا۔ اصولی کے ناول 'Twilight in Delhi' (تکمیل 1938ء) کو اپنے مشہور زمانہ ناول 'A Passage to India' کا نام بدل کر قرار دیا، جتنی کہ جب ہوگا جھ پریس لندن نے 'دلی کی شام' کو چھاپتے وقت انگریزوں کے خلاف جڑوں اور اس کے نتائج کے خوف سے ناول شائع کرنے میں ہنگامہ نہ کیا تو فورسٹر ہی آڑے آیا۔ فورسٹر نے واسو دھ مکھارجی اور دیرینا دھانک کی مصروف سرکاری سفر کے ڈائریکٹر ایمر لڈ نکسن سے مسودہ پاس کر دیا۔ اور آخر کار 1940ء میں ہوگا جھ پریس کے ڈائریکٹر جیون لینن کی زیر نگرانی اس ناول کو چھپا کر دم لیا۔

لیکن ہے پیر P.E.N. کانفرنس (1945ء) کے موقع پر ہندوستان کو آزادی دینے کے سوال پر اس نے بھی کہا تھا:

"The Tragical Problem of India's Political Future,
I can contribute no solution."

یہی معاملہ جان ہائمرز کا ہے۔ پیدائش: 1914ء، وفات: اس کا باپ دوسری دہائی کے لائسنس کا کہتا تھا۔ ہندوستان سے گریجیشن کرنے کے بعد اس نے امریکہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کے دو ناولوں 'Bugles and Tigers' اور

'Nighanur of Bengal' میں اس نے انگریز حکمت عملی کی مخالفت کی اور نہایت دیانتداری کے ساتھ ہندوستان کی تاریخ کو سمیٹے گا جن کا جس اچھی پانچ پختوں کی ہندوستان سے محبت کے باوجود اپنے محرک آرٹیکل 'بھولتی جنگل' میں برطانوی راج کے قائم رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

شرقی کے بہت سے نام لیا اور مشرقی ادبیات کے ضمن میں راجا راجا کو ہی لکھے۔ اس نے ابتداء میں ای۔ ایم۔ فوڈر اور ڈبلیو۔ بی۔ جلیس کی طرح مغرب میں رابندر ناتھ ٹیگور کی بحریہ وکالت کی لیکن جب 1913ء میں ٹیگور کو ادب کا نوبل انعام ملا اور مغرب میں ایک مشرقی شاعر کا کمالی مقام ہوا تو راجا اس راہ پر حریف آگے نہیں گیا اور ٹیگور کے حامیوں اور حلقوں سے کھار کھلی اختیار کر لی۔ اس کا سبب قاتلے ہوئے اس نے وضاحت کی تھی کہ: "میں نے رابندر ناتھ ٹیگور کو بطور شاعر قبول کیا تھا، مگر اس کے طور پر نہیں۔" لیکن اب مغرب میں ٹیگور کا جادو بیل چکا تھا اور اس کا اثر بہت مشکل تھا۔

رابندر ناتھ ٹیگور کی عالمگیر شہرت کے ساتھ ہی راجا راجا کھلکھل اور اس کی قبیل کے دیگر اہماء اور صحابیوں کی مخصوص ملاحظہ ذہنیت (جس کا مظاہرہ راجا راجا کھلکھل کا والد کھلکھل اپنے انگریزی اخبار 'سول اینڈ ٹری گزٹ' کے مدیر کی حیثیت سے کرتا چلا آیا تھا۔ اس سے پہلے 1888ء کے تک ہنگ اس کا دادا انیس دلیہ یہ فریئر انعام دے چکا تھا) کی موت واقع ہوئی اور مشرق و مغرب میں ادبی سطح پر ایک دوسرے کو گھٹنے کی خاطر حرام کام کا آغاز ہوا۔

ہمارے ہاں ٹیگور پہلا ادیب اور شاعر تھا جس کی ذات بنگالی ادب کے دائرے سے نکل کر اردو میں بھی قریب کی بنیادیں فراہم کر گئی۔ بالخصوص ہمارے ہاں اردو ادب میں افسانے کی صنف کو تحریک دی ٹیگور کی معرفت ہوئی۔ پریم چند اپنا اولین افسانہ "مشتاق دینا اور حب وطن" مطبوعہ: "زمانہ" اپریل 1928ء لکھنے سے پہلے ٹیگور کے افسانوں کے تراجم کی معرفت ہی ادبی دنیا سے متعارف ہوئے تھے اور بیدار، نیاز فتح پوری، صاحب اسٹائل (صاحب امتیاز دلی)، اور ل۔ امرا اکبر آبادی کے ہاں ٹیگور کے واضح اثرات اپنی جگہاں کھاتے ہیں۔

ٹیگور کی اس مقبولیت اور اثر کی ایک وجہ نوبل انعام بھی ہو سکتا ہے جو ٹیگور کو 1913ء میں ملا۔ بنگلہ بھارت کے لئے یہ پہلا نوبل انعام تھا۔ اس دور میں رابندر ناتھ ٹیگور کی مقبولیت جانچنے کے لئے دیکھیے:

- 1۔ ٹیگور اور اس کی شاعری، از محمد دم گی الدین۔ ادارۃ انبیاء اردو حیدر آباد، دکن۔ 1935ء
- 2۔ "ٹیگور کی شہرت از محمد دم گی الدین مطبوعہ محلہ صاحب، حیدر آباد دکن۔ 1938ء
- 3۔ "مفروضہ" (ترجمہ گیتا گلی) از نیاز فتح پوری۔ س۔ ن
- 4۔ "کام ٹیگور مترجم: ام فیاض الدین۔ دھوا بھارتی بک شاپ 210 کارٹاس اعرجیٹ، کلکتہ
- 5۔ "ایک سو ایک نظمیں" مترجم: فرائیگر کچھری۔ ساہتیہ اکیڈمی نئی دہلی۔ 1962ء

لیکن ٹیگور کچھ اس سے سوا تھا۔ ٹیگور کی حیثیت مشرقی اور مغرب میں انسانی کی طرح تھی جسے اولین نوبل انعام سے محروم رکھا گیا لیکن دیا بھرا ادب انسانی کے ہر گیر اثرات کی زمیں رہا۔ خود ہمارے ہاں انسانی کے اثرات کو صحیح طور پر سمجھنے کرنے کے لئے محض "زمانہ" کا چند اور انعامی لاہوری کا لکھیں دیکھ لینا کافی ہو گا۔

ہنگو کی شہریت کا اعزاز دینے کے لئے مضمون: "ہنگو مصر میں" انڈیا میلو، معارف، انٹیم گزٹ (بابت: فروری 1927ء ص 140) ہی بہت کافی ہے جس میں ہنگو کے سویٹن سے بھارت کی طرف سفر کی روداد رقم کی گئی ہے۔
اس عظیم کامیابی کی سب سے بڑی وجہ خود ہنگو نے ان اشخاص میں جان کی:

"میر افیہ شرق کا ہے، میں شرقی زندہ ہوں۔ شرق میں کس بات کی کمی ہے؟ اس کا اپنا فلسفہ زندگی، اس کے اپنے اثرات ہیں، اس کے اپنے احساسات ہیں، اس کی اپنی فکر ہے، اس کا اپنا اعزاز ہے۔"

(نور نوشتہ: اساتذہ مبین۔ سلووا لفظ کرانی جون 1976ء)

اس زمانے میں خود ہنگو کو پتا نہیں تھا کہ اس کی کون سی کہانیاں کہاں کہاں ترجمہ ہوئیں جبکہ اس کے ناشرین 'Longman' Green & Co' برطانیہ میں تھے۔

صرف 1916ء تک رابندر ناتھ ہنگو (پیدائش: 1881ء) کی بنگالی میں 57 اور انگریزی میں 75 چھوٹی بڑی کتب شائع ہو چکی تھیں اور ان کی شخصیت اور فن پر مختلف زبانوں میں 38 کتابیں شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ بک چکی تھیں۔

اس زمانے میں ہنگو کی مشرقی آواز مالی سطح پر سن چاری تھی اور بھی سب تھا کہ ہنگو، بنگلہ اور انگریزی زبانوں سے اردو میں بکثرت ترجمہ ہو کر اردو میں انگریزی سے ترجمے کی تحریک کا سب سے بڑا سبب بن گئے۔

سودھی فرانسیسیوں، سوسائٹی، گورنمنٹ کالج، لاہور: 1917ء

گورنمنٹ کالج، لاہور حکومت برطانیہ نے بڑا اقتدار ذات پات، پنجاب کے مراعات یافتہ طبقے کو اپ 'لفٹ' کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ بعد ازاں اسی کی بنیاد میں ویکی لوگوں کے لئے قائم کروا اور محفل کالج کو بھی جگہ فراہم کر دی۔ گورنمنٹ کالج کی ڈائریکٹ سوسائٹی نے 1917ء میں چیپ پیپر کے ایک ڈرامہ ڈی کاسیڈی آف امیرڈ کا ترجمہ "گورنمنٹ" کے نام سے اسٹیج کرنا چاہا لیکن یہ ارادہ اقتدار علی تاج اور بلونت کی چھاری کے سب اسٹیج نہ ہو سکا۔ اسے سودھی فرانسیسیوں سوسائٹی کی طرف سے چار کیا گیا تھا۔ اسے ترجمے کا ترجمہ یا ترجمے کی اسٹیج ضرورت کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ اصل ترجمہ پنڈت نرائن پرشاد پنجاب نے کیا تھا۔

1918ء میں چیپ پیپر کا ایک اور ڈرامہ سہلف "سودھی فرانسیسیوں سوسائٹی کی طرف سے ترجمہ کر کے اسٹیج کیا گیا۔ اس ڈرامے میں سودھی فرانسیسیوں سوسائٹی، گورنمنٹ کالج، لاہور کے بانی پروفیسر سودھی نے سہلف اور وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور پروفیسر ای سی ویلر نے 'گورنمنٹ' کا کردار ادا کیا۔ یوں گورنمنٹ کالج کے اسٹیج نے لاہور کے ہاسپوں میں ترجمے کا ذوق پیدا کیا اور گورنمنٹ کالج کے اسٹیج کی سارے ملک میں دھوم مچ گئی۔

اسی زمانے کے گورنمنٹ کالج میں لوہے سے متعدد ڈراموں کے ڈرامہ اسٹیج ہوئے تھے:

ڈرامہ 'مہارانی آف اراکھا' یہ ڈرامہ بنگالی سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہوا۔ اس ڈرامے میں مسٹر لہری نے مرکزی کردار ادا کیا تھا۔ اسی زمانے کی یادگار ڈرامہ ڈی مین ہولینٹ پوچھ چک بھی ہے۔

سودھی سوسائٹی کے لئے اقتدار علی تاج نے برادر لاش کے ڈرامے 'آدر ایڈ وی مین' کا ترجمہ پطرس بکھاری کی زیر نگرانی کیا۔ یہ

ہمدردوں کے نام ایک انجیل شائع کروائی جس میں "جامع العلوم" کے قیام پر زور دیا گیا۔ گو اس زمانے میں اس انجیل پر کسی نے کان نہیں دھرا لیکن بعد میں انجیل جامعہ عثمانیہ کی بنیاد بن گئی۔

1883ء میں نواب سلاار جنگ دوم کی وزارت عثمانیہ کی زمانے میں دوبارہ جامعہ کے قیام کی تحریک چلی۔ اب اس تحریک کا محرک ایک انگریز اور انگلستان کی پارلیمنٹ کا نمایاں رکن ہلٹ تھا۔ ہلٹ کی کتابوں کے اردو تراجم ہمارے ہاں بہت مقبول ہوئے۔ ان کے لاطینی مترجم مولانا ظفر علی خان تھے۔ ہلٹ نے جامعہ مشرقی کا ایک خاکہ مرتب کر کے 23 اپریل 1880ء میں ہانغ حادر کے ایک پلے میں نواب میر محبوب علی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ہلٹ نے جامعہ کا نام نظام پورہ عثمانی تجویز کیا تھا لیکن اس تجویز کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوا۔

جبریل ہلٹ، جامعہ کی تجویز کو جمال الدین افغانی نے سراہا تھا اور اس موضوع سے متعلق دو ایک مضامین بھی سپرد قلم کئے تھے جس میں اس زمانے کے اہم جرائد میں شائع ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کی جڑوں میں ہلٹ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے زور دے کر لارڈ رین کی توجہ بھی اس مسئلے کی جانب مبذول کر دی۔ نظام دکن کی ہلٹ سے پہلی ملاقات داسرائے ہند کے ہاں ٹکٹہ میں ہوئی۔ جہاں نظام دکن نے اصولی طور پر ہلٹ کی تجویز سے اتفاق کیا اور مرضب شدہ خاکہ طلب کیا۔ چنانچہ 28 جنوری 1883ء کو ہلٹ نے مرضب شدہ خاکہ اور ایک سفارشی خط نواب سلاار جنگ کی معرفت نظام دکن کے حضور روانہ کیا۔ جس کے جواب میں 13 فروری 1883ء کو نواب سلاار جنگ نے ایک خط ہلٹ کے نام لکھا جس میں نظام دکن کی طرف سے خواہش کی گئی تھی کہ ہلٹ ٹکٹہ سے محل چندلوں کے لئے حیدر آباد تحریک لائیں اور اس خاکے کو محلی چاند پورہ میں لیکن ہلٹ یکوہی رور بعد رور طابہ میں اپنی شیعہ مصروفیات کے سبب دایم ہو گئے اور جامعہ کے قیام کی تحریک آگے نہ چلی۔ 1894ء میں سردار الاسراء نے اپنی وزارت عثمانیہ کے عہد میں نظام کالج کے چارہ تقسیم انعامات کے موقع پر ایک بار پھر اس تجویز کو نظام دکن نواب میر محبوب علی خان کے گوش گزار کیا۔ لیکن اس موقع پر بھی یہ تحریک کانڈی کارروائیوں سے آگے نہ بڑھ سکی۔

حیدر آباد ریجنل کونسل کا کنفرنس 1914ء میں دارالعلوم کے قاری تحصیل طلبہ نے یہ تحریک ایک بار پھر چلائی۔ تاہم ہاں حیدر آباد دکن میں متفقہ اجلاس (1915ء) کی صدارت نواب حیدر یار جنگ (العارف سرائیکر حیدری) محقق تعلیمات نے کی اور اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مطربیہ تعلیم کے تاریک پیلوڈوں کی نکال دینی کی۔ پارہ ہے کہ اس اجلاس میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے علوم و فنون کے تراجم کی ضرورت پر تقریر کی تھی۔ اس بار بھی جنگ عظیم اول کی پیملائی ہوئی ہے اطمینانی کی لٹا نے عملی اقدامات سے روک رکھا۔ اس خصوص میں کانفرنس کا دوسرا اجلاس 1918ء میں اورنگ آباد کے مقام پر منعقد ہوا۔ اس موقع پر نواب حیدر یار جنگ نے صدارتی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا تھا:

”میں ایک حیدر پورہ عثمانی کی ضرورت ہے۔ جس کی بنیاد صحیح اصولی تعلیم، عملی ضروریات اور قومی خصائص پر قائم ہو، جس میں قدیم اور جدید دونوں طرح کی خوبیوں سے فائدہ اٹھایا جائے جو تعلیم محلی ہو اور اجتماعی بھی اور ساتھ ہی ساتھ تالیف و ترجمہ کا کام بھی کرے۔“

جامعہ کی ابتدا ’کلیہ جامعہ عثمانیہ‘ کے قیام سے ہوئی۔ اس پونفدرشی کالج کا افتتاح یکم ذی الحجہ 1337ھ مطابق 28 اگست 1919ء کی صبح دس بجے آغا محمد حسن کی رہائش گاہ (واقعہ سانچہ قوہ) میں ہوا۔ نظام دکن کے حکم کے مطابق اس تقریب کی صدارت مولوی حبیب الرحمن خان شیروانی نے کی۔ کلیہ جامعہ کے اولین عارضی صدر کے طور پر نواب مسعود جنگ (سر سید داس مسعود) 28 اگست 1919ء تا 1920ء کا کام کرتے رہے۔ واضح رہے کہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کی صدارت کے لئے ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری کا نام تجویز ہوا تھا لیکن وہ سمبھرت سے وطن واپس پر اس عہدے کا چارج لینے بغیر انتقال فرما گئے۔ بعد میں اس عہدے پر 1920ء تا 1924ء عبدالستار صدیقی اور 1924ء تا 1936ء عبدالرحمن خان قاضی رہے۔ پونفدرشی کالج کے جامعہ کی شکل اختیار کرنے کے بعد انجلیکھنوی کو پروفیسر چانسلر مقرر کیا گیا۔ 1934ء تک جامعہ کی کلائیں سانچہ قوہ کی عمارت میں جاری رہیں، جبکہ اسی سال جامعہ کو شہر سے باہر ’ڈاک میٹ‘ منتقل کر دیا گیا۔

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

نظام دکن نواب میر عثمان علی خان کے فرمان (22 ستمبر 1918ء) میں واضح طور پر کیا گیا تھا کہ:

”ایک شعبہ تالیف و تراجم قائم کیا جائے، جو مغربی زبانوں سے اعلیٰ درجے کی تصانیف کا ترجمہ کرے اور ضروری مباحث پر محدث تالیفات کا انتظام کرے۔“

سواں مقصد کے حصول کے لئے دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا۔ ڈاکٹر مولوی عبدالغنی کو دارالترجمہ کا سربراہ مقرر کیا گیا، جو ان دنوں اورنگ آباد میں قیام پذیر تھے۔ آپ کام کی گمرانی کی خاطر ہر ماہ چند ایم کے لئے حیدر آباد ٹریفک لائن تھے۔ ڈاکٹر عبدالغنی کے بعد اس عہدے پر مولوی مصلحت اللہ دہلوی مامور رہے، ان کی نجات کی خدمت میں نیک کالج حیدر آباد کے صدر ڈاکٹر فرحت علی کے سپرد تھی۔

آزاد ازل صرف مغربی تصانیف کے تراجم پر توجہ دی گئی۔ بعد ازاں رضی الدین صدیقی سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، اس کام کی تکمیل کے لئے جن علماء کا نظر عمل میں آیا ان کے ناموں اور مختلف مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

- 1۔ قاضی محمد حسین ایم۔ اے (کیٹب)، ریاضی
- 2۔ چوہدری برکت علی ایم۔ اے (طیک)، کیمیا
- 3۔ سید امی فرید آبادی، تاریخ
- 4۔ جناب الیاس برلی ایم۔ اے (طیک)، معاشیات
- 5۔ قاضی کفہ حسین، تاریخ۔ سیاسیات۔ قانون
- 6۔ مولانا ظفر علی خان، تاریخ
- 7۔ مولانا عبداللہ احمد دہلوی، انجلیکھنوی، تاریخ
- 8۔ مولانا عبدالعلیم شرر، تاریخ
- 9۔ علامہ عبداللہ انصاری، فلسفہ

(مکملہ "دادالترجمہ حیدر آباد کی" مطبوعہ اخبار اردو، حیدرآباد، آئی ایم اے اسلام آباد، مارچ 1985ء)

مجید حیدر لکھتے ہیں۔

"یہ حزمین کی پہلی جماعت تھی، جس کا قیام عمل میں آیا۔ بعد میں جوں جوں مزید طبقاتی کی کتابوں کے ترسے کی ضرورت پڑی، آتی گئی دیگر حزمین کا قیام بھی ہوتا گیا۔ اس طرح 1950ء تک شعبہ تالیف و ترجمہ نے 130 حرم بھرتی کیے اور اس مدت میں کل وقتی اور جزوقتی حزمین نے چار سو کتابوں کے ترسے مکمل کیے۔"

(مجلہ "سمود" کراچی، 1979ء، ص 221 تا 228)

یاد رہے کہ دادالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے جملہ قراہم لسانی کتب کے تھے جو بالترتیب انگریزی سے (اجراء: 1919ء) پٹی۔ اے (اجراء: 1921ء) انکم۔ اے و ایم۔ ایس سی (اجراء: 1923ء) کی کلاسوں کے لئے تیار کی گئیں۔

جول ڈاکٹر رضی الدین صدیقی،

"کتاب میں اور میرے بعض ساتھی تعلیم مکمل کر کے جامعہ میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے تو میں نے محسوس کیا کہ صرف ترسے ہی پر اتکا کرنے سے شعبہ تصنیف و تالیف کے ہاتھوں کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا، اس لئے ضرورت ہے کہ شعبہ کی سرکردگی میں جگہ دہی کتابیں تالیف بھی کی جائیں۔ میں نے جامعہ کے ارباب اختیار کو بھی کر لیا کہ مجھے اور میرے معزز اساتذہ پر پروفیسر قاضی محمد مصطفیٰ اور پروفیسر گلشن چندر کو باہمی اشتراک سے دو کتابیں لکھنے کی اجازت دی جائے۔ ان میں ایک محمول کا جلد اور دوسری اجزاء Calculus پر تھی۔ یہ کتابیں 1933-34ء میں لکھی گئیں اور 1934ء میں شعبہ تالیف و ترجمہ نے انہیں شائع کیا۔ سال یا دو سال بعد میں نے تقریباً یہ مباحثات پر ایک کتاب لکھی جو جامعہ کی طرف سے 1937ء میں شائع ہوئی۔

ارباب اختیار نے شعبہ تالیف کے قیام کے وقت ہی شعبہ میں ایک ناظر ذہنی کی ضرورت کو محسوس کر لیا تھا جو ترجمہ شدہ کتابوں کی مطابقت سے پہلے ہی کی اس نظر سے نتیجے کر لیں کہ کتاب میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جائے جو لوگوں کے ذہنی جذبات کو گھسیٹنے والی ہو۔ مولوی منلی الدین صاحب (جو حیدر آباد انجیریشنل کالج کے مسٹر مولوی سید مرتضیٰ صاحب کے خسر تھے) پہلے ناظر ذہنی مقرر ہوئے، مگر مولوی صاحب نے بہت جلد عرصے تک کام کیا اور ان کی سبکدوشی کے بعد علامہ عبداللہ عبداللہ ناظر ذہنی مقرر ہوئے اور طویل عرصے تک کارگزار رہے۔ شعبہ تالیف و ترجمہ کے ساتھ ایک ناظر ادبی بھی ہوتا تھا، جس کا کام ترسے یا وضع کردہ اصطلاح کے ادبی اور لسانی لحاظ کی جانچ چاٹل ہوتا تھا۔ مولانا علی حیدر نظم مہارانی (حیدر یار جنگ) پہلے ناظر ادبی تھے۔ ان کے بعد جوش شیخ آبادی اس خدمت پر مامور ہوئے مگر شعبہ میں مولوی عبداللہ اور پروفیسر عبداللہ بنی سلیم کی موجودگی اثر ہے کی ادبی خوبیوں کی بذات خود ایک ضمانت تھی اور ناظر ادبی کی ذمہ داریاں بہت کم رہ گئی تھیں۔

("مکملہ اردو"، اسلام آباد، مارچ 1985ء)

تحریر ہاں ماسوں کے علاوہ جزوقتی طور پر سیدہ ابوالفضل مودودی، خلیفہ عبدالکبیر، عبداللہ ہادی ندوی، ڈاکٹر دلی اللہ، مناظر احسن گیلانی، ڈاکٹر وحید الدین، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، پروفیسر محمد حبیب، پروفیسر کمال چنگ، پروفیسر ہادی خان شیرانی، علی حیدر ظہم علیا، ہادی اویس، کمال، ابوالخیر مودودی، رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر اہی حسن، محمد عزیز الدین، ڈاکٹر یوسف حسن خان، ڈاکٹر سید حامد حسین اور ڈاکٹر سید شاہد نے "دارالترجمہ کے تحت تراجم کے۔ سری غریب کردہ" کتابیات تراجم" (طبی کتب) مطبوعہ "مفتقدہ قوی زبان" اسلام آباد 1986ء۔ دارالترجمہ کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے۔ درحقیقت 130 اصحاب نے دارالترجمہ کے لئے تراجم کئے۔ دارالترجمہ کی شائع کردہ کتب کی مکمل فہرست بھی نایاب ہے۔ مختلف روایات کے مطابق دارالترجمہ نے پچیس سو سے زائد ترجمے کردائے اور شائع کئے۔

یاد رہے کہ سیدہ امجد آبادکن کے بعد ایک خلیفہ سازش کے تحت دارالترجمہ کی شائع کردہ بیشتر کتب کو ذرا نقل کر دیا گیا اور جو جملے سے بچ رہی تھیں وہ ریاضی میں فروخت ہو گئیں۔ ریاضی میں فروخت ہونے والی ترجمہ شدہ کتب کی آج بھی ایک بڑی تعداد بھارت کی مختلف لائبریریوں کی زینت ہے۔ دارالترجمہ کی شائع کردہ کتب بچ رہی ہیں، ان کی تعداد اور موضوعات درج ذیل ہیں۔

تاریخ پنجاب (13)، منطق (4)، تاریخ انگلستان (7)، مابعد الطبیعیات (3)، تاریخ ایران (8)، نفسیات (12)، تاریخ روما (8)، اخلاقیات (11)، تاریخ اسلام (18)، جغرافیہ (8)، قانون (11)، ریاضیات (27)، سیاست (13)، طبیعیات (21)، دستور انگلستان (4)، علم کیا (17)، معاشیات (13)، علم حیاتیات (6)، عمرانیات (2)، طب (28)، فلسفہ (16)، الجبر ترکیب (38) اور تاریخ ہند (محمد بنون، محمد اسلام اور برطانوی راج)۔

دارالترجمہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جامعہ ثنائیہ کی کینیڈاں اپنی اپنی ضروریات کی کتابوں کا انگریزی کتب سے انتخاب کرتی اور مجلس اعلیٰ کی منظوری کے بعد اپنی تحریک دارالترجمہ کو بھجوا دیتی، دارالترجمہ سے ان کتب کا ترجمہ ہو جاتا تو اس شعبہ سے متعلق باہرین فن نظر دینی کا طریقہ کار کرتے اور مجلس اعلیٰ میں دعویٰ بحث کے بعد ترجمہ عامت کے مراحل سے گزرتا تھا۔

ترجمہ کے دوران میں حراجمین ایسے الفاظ اور اصطلاحات کی فہرستیں متعلقہ مجالس وضع اصطلاحات میں بھجواتے رہتے، جن کے مرادفات اردو میں نہیں ملتے۔ متعلقہ مجالس وضع اصطلاحات کا کام علمی اور فنی اصطلاحات وضع کرتا تھا۔ وضع اصطلاحات سے متعلق مجالس کے اراکین دو طرح کے تھے۔

(1) عربی، فارسی اور اردو زبان میں کمال عبور رکھنے والے

(2) متعلقہ مضمون پر کمال دستگاہ کے حامل افراد

مختلف مضامین پر دستگاہ کے حامل افراد کو باہر سے بلائے جاتے تھے جبکہ مجالس وضع اصطلاحات میں زبان کے باہرین کے طور پر نواب حیدر یار جنگ، ظہم علیا، علامہ عبداللہ اعجازی، ڈاکٹر فی الدین قادری زور، ڈاکٹر عبداللہ، مرزا محمد ہادی، رسوا، مولوی عبداللہ ہادی ندوی، پروفیسر وحید الدین سلیم، کتاب وضع اصطلاحات انہی زبانوں کی یادگار ہے۔ اور حکیم شمس اللہ قادری باقاعدہ دارالترجمہ سے منسلک تھے۔

دارالترجمہ کے قیام سے پہلے فورٹ ولیم کالج، دہلی کالج، شمس الامراء (شمس المطالع)، روائل کولہ لٹریچر سوسائٹی، سائنٹفک

سوسائٹی قاری پور، سلسلہ آصلیہ حیدر آباد دکن، اور دارالمصطفیٰ اعظمی کڑھ و تجربہ اوروں نے جو کوششیں کیں وہ سب تاریخی نوعیت کی تھیں۔ ان میں سے اکثر اوروں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اردو وہاں طبعے کو کبھی نہ کسی طرح علوم جدیدہ سے واقف کرایا جائے۔ مثال کے طور پر محسب الامراء، دہلی کالج اور دارالمصطفیٰ اعظمی کڑھ کے ارباب علم نے ترے عموماً جانوی دے کے کی نصیاتی افراطی کے تحت کرائے اور روٹیل کھٹ لٹریچر سوسائٹی اور سائنٹفک سوسائٹی قاری پور نے اصلاحی غرض سے، لیکن ان تمام اوروں کو ایسے مواقع اور ذرائع حاصل نہ تھے، جو دارالترجمہ جاسم جٹانیہ کو حاصل رہے۔ لیکن وہ ہے کہ دارالترجمہ کے تراجم کا اثر تاریخی قائم رہا۔

دارالترجمہ کے شائع کردہ تراجم کا قدیم دور کے تراجم سے تقابلی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جاسم جٹانیہ (دارالترجمہ) کے ماہرین مطالعین، اور ماہرین لسانیات، کی سائنٹفک بنیادوں پر مشتمل محنت نے اردو الفاظ کے مفہام کے تعین اور وضع اصطلاحات کو پہلی بار باضابطہ اور مستقل جانے کا حق کیا۔

ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے دارالترجمہ کی اولین مطبوعات کی فہرست کے مقدمہ میں لکھا تھا کہ نئے وضع کردہ الفاظ اور نئی اصطلاحات حقیقہً ایسی اور نامانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان اس پر ناک بھوں چڑھائیں گے لیکن چونکہ بالکل نئے علوم اردو میں منتقل کئے جا رہے ہیں اس لئے ایسا ہونا قدرتی امر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق نئی اصطلاحات کو وضع کرتے وقت انتہائی احتیاط برتنی چاہیے اور ترکیب و اصطلاح کے سرچھڑا اصولوں کی پابندی کی گئی تھی، اس کے باوجود اگر غریب محسوس کی جاتی ہے تو یہ داغی بھی ہے، اس لئے کہ:

ایسا ملک جس سے ایجاد و اختراع کا مادہ طلب ہو گیا ہو، جہاں کے لوگ نئی چیزوں کے جانے یا دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں ایسا ہونا عجیب کی بات نہیں۔ (مقدمہ مطبوعات دارالترجمہ)

وضع اصطلاحات کی محنت اور سقم کا مطالعہ ہمیشہ سے آنے والے عہد سے مصطفیٰ رہا ہے۔ دارالترجمہ کی مطبوعات میں اسلوب بیان کی انجینیرنگ ایک حد تک ضرور دیکھنے میں آئی لیکن یہ مانے بغیر چاہئے کہ دارالترجمہ کا قیام اردو کو نئے علوم و فنون سے روشناس کرانے کی اولین باقاعدہ اور مستقل کوشش تھی۔ دارالترجمہ نے علوم جدیدہ کا مفہم یہ ذخیرہ اردو میں منتقل کر دیا اور علمی طبقات کے اظہار کے لئے گنجائش پیدا کر دی۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ دارالترجمہ کی اصطلاحات سازی کے باب میں لکھتے ہیں:

”مطالعہ برصغیر کی تاریخ میں علوم کی کئی کتابوں کے اردو میں ترجمہ ہونے، چونکہ اس وقت یہ تصور عام تھا کہ اردو، فارسی اور عربی سے اشتقاق کو سمجھنے میں ہے، اس لئے اصطلاحیں زیادہ تر انھیں ماننے سے لی گئیں۔ اس سے حریت کی نئے نام، نیز چونکہ اردو کی ہندو آریائی میراث کو اور قحط مروجات کو نظر انداز کیا گیا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ ترجموں کی زبان فصیح، پرہیز اور ادبی ہو گئی۔ آج جاسم جٹانیہ کی یہ کتابیں اہماتی پارید کا دور رکھتی ہیں اور ان پر اردو اصطلاحوں کو آج کوئی پچہا نہیں نہیں جو اس زمانے میں وضع ہوئی تھیں۔“

(”اصطلاحات سازی“ مطبوعہ ”جانب“ گوالیار، جمہوری گروہی مارچ 1978ء)

آخری بات کے حوالے سے مرزا ظفر الحسن نے حاشیہ میں لکھا تھا کہ:

”پروگریو جٹشرز ہاسکو کے شعبہ عہد کے سربراہ مسٹر دی۔ ای۔ گوری لن کہتے ہیں ان کے ادارے نے ہاسو جٹہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔“

حق امت قریبی ہے کہ اگر پروگریو جٹشرز ہاسکو والے بھی دارالترجمہ کی وضع کردہ اصطلاحات سے استفادہ کرتے رہے تو ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی طرح دارالترجمہ کی تمام اصطلاحات کو جوش بیان میں یک قلم مسٹر نہیں کیا جاسکتا۔

دارالترجمہ کی وضع کردہ اصطلاحات کے باب میں ”دارالترجمہ حیدر آباد دکن“ کے عنوان سے ڈاکٹر رضی الدین صدیقی لکھتے ہیں:

”وضع کردہ اصطلاحات پر نظر ثانی اور غور کا سلسلہ جاری رہا تھا اور تجربے کی روشنی میں انہیں مکمل بنانے کا کام بھی ہوتا رہتا۔ ابتداء میں کیا ہادی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا بھی ترجمہ کرنے کا ارمان پایا جاتا تھا۔“

چنانچہ ابتداء میں چودھری برکت علی صاحب نے اس قسم کی اصطلاحیں بھی استعمال کیں تھیں۔

ڈاکٹر دوجن کے لئے مانچہ، آکسیجن کے لئے مصعین، فائوڈجن کے لئے نشین اور ہاسو کے پہلے انٹرمیڈیٹ امتحان میں شریک طلبہ کو ایسی اصطلاحیں حفظ کرنی پڑیں۔ مگر ایسی اصطلاحیں رائج اور مقبول نہ ہو سکیں 11 فروری اور 9 مارچ 1919ء کو وضع اصطلاحات کی مجلس کے دو اجلاس ہوئے۔

نواب محمد الملک (سید مصین بکراوی) ان کے صدر تھے ان اجلاسوں میں اس قسم کی اصطلاحوں کے مسئلے پر تفصیلی مباحث ہوئے اور طے پایا کہ صرف اجمعی الفاظ کا ترجمہ کیا جائے جو تعاملات Processes اور عام استعمال میں آنے والے مادوں، جیسے لوہا، چاندی وغیرہ کے نام ہوں اور کیا ہادی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا ترجمہ نہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں قطعی فیصلہ ٹھنکی اصطلاحات کی مجلس کے اجلاس مشفقہ 12 مئی 1920ء کو ہوا۔ امیر ہاسو (چائٹر) سر علی امام اس اجلاس کے صدر تھے اور سر اکبر حیدری، سر آرتھری، پروفیسر عبدالرحمن خاں اور دیگر حضرات اس میں شریک تھے۔ اس طریقہ کار سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ساتیس اصطلاحات کے ترجمے کے سلسلے میں ہاسو جٹہ کا رویہ شہت پختہ نہ تھی درہا اور ہمیشہ زبان کو مکمل بنانے اور اسے ترقی دینے کی طرف توجہ رہی۔

وضع اصطلاحات کا کام بڑی تفصیلی اور طویل ہوتا تھا۔ ہر اصطلاح پر مفصل بحث ہوتی۔ جس میں نہ صرف وضع کردہ اصطلاح کی ٹھنکی خوبیوں اور خصوصیات پر غور کیا جاتا بلکہ مختلف انگریزی اصطلاح کی پڑائی یا لاٹینی اصل اور اس کے ہم معنی عربی، فارسی یا سنسکرت اصل پر بھی بحث ہوتی۔ یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ آیا یہ اصطلاح عربی، فارسی یا دیگر زبانوں کے علماء اپنی تحریروں میں اسی طرح اور انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی کہ کیا اردو میں بھی اس کو اسی صورت میں اختیار کر لیا جائے یا اس میں مناسب تبدیلی ضروری ہے اور پھر یہ بھی کہ یہ اصطلاح اردو زبان کے حواض سے مطابقت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ ایک اور اہم بات تجزیہ بحث آتی وہ یہ ہوتی کہ منتخب اصطلاح مختلف ترکیبوں، مشتقات اور جمع یا واحد کی شکل میں بھی ہا آسانی و آسانی جاسکتی ہے یا نہیں۔

ان فیصلہات کے پیش نظر یہ بات چنداں خوب غور نہیں کہ ایک ایک اصطلاح کے بنانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ وضع اصطلاحات کا یہ کام 1917ء سے 1930ء یعنی قریباً ایک چھائی صدی تک جاری رہا۔ ”(ماخذ اردو“ اسلام آباد، مارچ 1975ء) جاگی پر شاد لکھتے ہیں کہ دارالترجمہ کی مجلس وضع اصطلاحات نے 1939ء تک تقریباً پچیس ہزار اصطلاحات وضع کر لی تھیں۔

(”مصر ہدیہ“ مطبوعہ اعظم گڑھ 1934ء)

دارالترجمہ کی شائع کردہ پہلی کتاب "مطلق حقراہی و استقرانی" کے نام سے مولانا عبدالماجد دریاپادی نے ترجمہ کی تھی جو 1919ء میں شائع ہوئی۔ دارالترجمہ کی مطبوعہ فہرست کتب باجہ 1932ء میں کل 358 کتابوں کا اندراج ملتا ہے۔ زمانہ ماضی کی بابت جاگی پر شاد (مددگار دارالترجمہ) اپنی کتاب "مصر جدیدہ" (مطبوعہ: انجمن الطبع، 1934ء) میں لکھتے ہیں:

"یہ سر رشید اب تک ان تمام مضامین پر جو جامدہ کی تدوین میں شامل ہیں 388 کتابوں سے اردو زبان کو بلا مال کر دینے کا باعث ہوا۔" (ص 33 سے اقتباس)

سید محمد صاحب (ریڈر جامدہ صاحب) اور محمد احمد ہزارداری صاحب نے دارالترجمہ کی شائع کردہ کتب کی تعداد 500 بتائی ہے، لیکن یہ سب قیاسی گچھنے ہیں۔

- 1۔ دارالترجمہ کی پہلی فہرست کتب، مطبوعہ: 1932ء میں 358 کتابوں کا اندراج ہے۔
 - 2۔ دارالترجمہ کی تیسری فہرست کتب، مطبوعہ: 1938ء میں 530 کتابوں کا اندراج ہے۔
 - 3۔ دارالترجمہ کی پانچویں فہرست کتب، مطبوعہ: 1948ء میں 497 کتابوں کا اندراج ہے۔
- نوٹ: اس فہرست میں 111 نچرہ کتب کو شمار نہیں کیا گیا۔ یعنی کتب پر پیس میں بھی ہوں گی۔ نیز اس میں انجمن کی رچرچس شامل نہیں۔

دارالترجمہ 1948ء تک فعال رہا لیکن دارالترجمہ کی آخری فہرست کتب شائع نہیں ہوئی۔ جس دستاویز پر پڑوں اور لکھارس مطبوعات کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ دارالترجمہ کی شائع کردہ کتب، پمفلٹوں، رپورٹوں اور رسائل کی اصل تعداد 680 کے لگ بھگ دی ہوگی۔ "ملکت حیدر آباد: ایک علمی، ادبی اور ثقافتی تذکرہ" مطبوعہ بہادر یار پبلیک اکیڈمی، کراچی، نومبر 1987ء میں 620 کتب کا اندراج ملتا ہے۔

جہاں تک مغربی زبانوں سے اردو میں منتقل ہونے والی کتب کا تعلق ہے تو وہ زیادہ تر تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، قانون، مطلق، تعلیمات، عمرانیات، ریاضیات، معاشیات، طب اور انجینئرنگ سے متعلق ہیں۔ ادب کی کسی صنف سے متعلق دارالترجمہ کی شائع کردہ کسی کتاب کا ترجمہ یا حالی میری نظر سے نہیں گزرا۔

دارالترجمہ جامدہ صاحب کے خاتمے کو آخر عمر پر مدینہ کے وزیر مالیات بی۔ مہمند خانہ نے ایک لسانی البیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

"دارالترجمہ کی برعنائی کا فیصلہ سابق وزیر اعلیٰ ہے رام کرشن رائے کے دور میں کیا گیا، جو خود اردو کے ساتھ فارسی و عربی زبان کے ماہر بھی تھے۔"

(پہرہ، اجلاس "سوزگار" مجلہ ۱۰، جلد ۱، جون 1985ء)

جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی 1920ء

جامعہ مدیہ کے چالیس کے باب میں مہملی رخ پر کچھ باتیں ایسی درج پڑے ہیں کہ دلت دلت یہ خیال راج ہوتا تھا کہ جامعہ ملیہ اعلیٰ گزہ تحریک کے خلاف داخل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جامعہ مدیہ کے قیام کے موقع پر برٹا کہا جاتا تھا کہ ملی گزہ

کالج سے سید احمد خاں کی توقعات پوری نہیں ہوئیں۔ سید صاحب علی گڑھ کالج کو قوم کے عالمی علمی اہمیت کا ایک مرکز بنانا چاہتے تھے، لیکن علی گڑھ کالج نے کوئی قابل ذکر علمی روایت قائم نہیں کی۔ یعنی سید صاحب کے ارادے بکھو گئے اور مٹا ہوا بکھو۔ اس بحث مباحثے میں جامعہ عثمانیہ کا ذکر بھی بار بار ہوا اور کھل کر بحثیں ہوئیں۔ علی گڑھ تحریک کو روایت پختہ کا عنصر دیا گیا اور تحریک کی پیدا کردہ ذہنیت کو رد کیا گیا۔ نیز اس خیال کا اعتقاد کھل کر کیا گیا کہ سطح نظر کو محدود اور سرکاری ملازمت کو علی گڑھ تحریک کا اہم ترین علمی مقصد جانے سے رد عالمی اقتدار پر ضرب کاری لگی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود علی گڑھ میں ایک ایسے ادارے کی ضرورت کو حقدار سے محسوس کیا جانے لگا جس کا بنیادی مقصد دور دستور اہل علی گڑھ تحریک سے مختلف ہو۔ چنانچہ سید احمد خاں کے پاسورینی کارنوب و قدار الملک نے 1912ء میں ایک ہداناہ جامعہ اسلامیہ قائم کرنے کی انجیمیشن کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اسے گورنمنٹ کے اثر سے آزاد رکھا جائے۔ اس انجیم کو اس زمانے میں اعلیٰ جامعہ نہ پتایا جاسکا لیکن 1920ء میں جب تحریک ترک مسلمات کا زور بندھا اور مسلم طلبہ نے سرکاری تعلیمی اداروں کو خیر باد کہا تو جامعہ اسلامیہ کا قیام ناگزیر ہو گیا لہذا علی گڑھ میں بنفسِ مسلم یہ تحریکی کالج کا قیام عمل میں آیا۔ یہی کالج بعد میں دہلی منتقل ہو کر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے نام سے مشہور ہوا۔

بنیٹس مسلم یہ تحریکی کالج کے قیام کا اعلان 29 اکتوبر 1920ء کو شیخ الحدید مولانا محمود الحسن دہلی ہند نے کیا۔ انہوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:

اداری مقیم الامن قومیت کا آپ یہ فیصلہ نہ ہوا چاہے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے دامنوں کے قیام پر اکتے رہیں۔ ضرورت ہے کہ اداری تعلیم اقبال کے اثر سے نکلا آزاد ہو۔

عظیم اہل خانہ بنیٹس کالج کے اولین امیر اور مولانا محمد علی جوہر شیخ الیاس مقرر ہوئے۔ مولانا جوہر کی گزشتہ زندگی کے بعد ان کی جگہ خواجہ عبدالعزیز نے لی۔ جامعہ کی اولین نصاب ساز کھلی کے 18 اداکن میں چنڈت جواہر لال نہرو اور علامہ اقبال کے اسمائے گرامی بھی تھے۔ جامعہ بنیٹس کالج علی گڑھ تحریک خلافت کی حمایت کر رہی تھی لیکن دلتو دلتو وہب سیاسی اثر کم ہونا شروع ہوا اور تحریک خلافت کا زور فوراً آدھنی کے سوتے ٹٹک ہوتے چلے گئے۔ ایسے میں عظیم اہل خانہ کی کوششوں سے یہ بے پایا کہ جامعہ بنیٹس کالج کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کر دیا جائے۔ چنانچہ 1925ء کی تعلیمات موسم گرامس جامعہ دہلی آگئی اور قردل بارغ میں چند کرایے کے مکانات میں تحریک ترک مسلمات کی یادگار اس درنگار 7 جولائی 1925ء سے دوبارہ اپنا سطر آغاز کیا۔ دہلی منتقلی سے متعلق فیصلے کے لئے منصفہ پہلے 18 مارچ 1925ء علی گڑھ میں مہاتما گاندھی بھی شریک تھے۔

فروری 1926ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین جرمی سے دہلی لوئے تو انہیں شیخ الیاس اور ڈاکٹر مہد حسین کو رجسٹرار مقرر کیا گیا۔ اس زمانے میں پروفیسر محمد حبیب تعلیمی رضائی کے فرائض اہام اسے تھے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کا احتجاجی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جامعہ کے اساتذہ اور کارکنان پر مشتمل انجمن جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم کی اور مہد کیا کہ انہیں برس تک جامعہ کی خدمت کریں گے اور 1930ء دے سے زیادہ ماہانہ تنخواہ نہیں لیں گے۔ جامعہ کا یہ دور ایثار و قربانی کا دور ہے۔

1931ء میں تعلیمی ادارے کی اولین علامت قردل بارغ میں بنائی گئی لیکن 1935ء میں جامعہ کو انہی کے کھلے ملنے میں منتقل

کرنے کی حوج بن گئی اور 1938ء میں یہ طس درسگاہ اپنی مستقل آبادی چاندوگر منتقل ہو گئی۔ اس طرح نئی عمارت میں نئی پریس کا قیام عمل میں آنے سے رسالہ "چاندو" دلی کا شعوری 1937ء میں اجراء ہوا۔ کچھ ہی عرصے میں "چاندو" کے سب سے عمدہ پرچے ڈاکٹر فہیم حنفی نے معرض کیے۔

بھارتیوں کی تقسیم کبیر کے بعد چاند علیہ اسلام نے میں نقد نظر کی حد تک خاص تہذیبیں آئیں، یہاں تک کہ ی۔ جی۔ سی ایکٹ کے دفعہ 3 کے تحت جون 1943ء میں اس ادارے کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔

کتبہ ہائے سنیہ ایک حدود اہم تراجم شائع کئے ہیں:

آپس کے گیتے (ہولٹ) ترنہ قرۃ العین میں لونگی کی لہر (ہول) اور سادہ رنگ ترنہ غلطی، 'ماریج' عجیات ناچنا ترنہ کھر اور ہائیں، بیٹھا، 'ماریج' لہر شاعری ترنہ - مزاج ہے، پہنچی اور ٹکڑا ترنہ - خیب الرحمن، میں دانیس آؤں کا (ہول) اور پورا فاسٹ) ترنہ: لہر اس، آئینہ لایم (اورادہ اور ہے، پر غلطی) ترنہ غلطی ہے، شکست باقائم (ہول) اور جان میں یک (ترنہ غلطی اور شکست باقائم (ہول) اور جان میں یک) ترنہ: زہرہ سید ہے۔ کتبہ جامعہ کے شائع کردہ قراچہ کے لئے دیکھیے 'فونٹسی' کتابخانہ۔

رسالہ 'ہامسہ' دہلی میں شائع کرو، مضامین کی فہرست پایہ: 2 جنوری 1937ء تا 1947ء دیکھئے سے پتا چلتا ہے کہ رسالہ 'ہامسہ' اپنی ابتدا سے ہی مغرب کی طرف بھرپور توجہ رکھتا چلا گیا تھا۔ مغربی ادبیات اور ادیبوں سے متعلق مضامین 1937ء سے ہی چھپنا شروع ہو گئے تھے مثلاً:

روس (مضمون) از پروفسور محمد عیوب، شماره: اپریل 1937ء

دائری (مضمون) از پروفیسر محمد عیوب، شمارہ: جنوری ۱۹۳۷ء

روای قرافت (مضمونی) از پروفسور محمد مجیب، شمارہ: نومبر 1940ء

والفكر (مفتون) از فیض الاسلام، شماره: ۱۹۴۱ء

رسالہ 'ہماض' میں تراجم کا سلسلہ بھی جاری تھا چند مثالیں ملاحظہ ہوں: 'نورس کی موجودہ حالت' گریٹسٹ / پروڈیوسر گم جیپ:
 شمارہ جولائی 1937ء۔ ترجمہ سے نمونہ عبارت:

"وہی میں اگرچہ مذہب کا نشان نہیں ہے، لیکن لیکن کے نظریات اور اس کی تعقیقاتِ عمر کا کام کر گئیں۔ ایک نئی روحانی ذات کے حضور میں جھکنے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں، اور نئے اقتدار سے بھی رسی ہرپ کے مقابلے میں مختلف ہے۔"

‘پادشاہی سلاطنت’ (جہلی، شیر محمد اختر، روم: مئی 1938ء)

چند روز بعد ان کے ایک معلم سوشلسٹ، شامزادہ جلالی، 1938ء

فرغ از: خارج برادر خان / احمد باقی، شہزاد فروری ۱۹۳۹ء

^۱ «امامان کهنه»، ذی‌القعدة ۱۳۸۲ / شهریور ۱۳۹۰، «فرز کجای کبریا؟» / سید ناصر الهادی، تهران.

1940.102

(نوٹ) جاسوسی کے قراہ کے لئے دیکھیے: "آئینی کتابیات" باب "مقدمہ" صفحہ 283۔

اردو اور ہندی ادب کی ترویج و ترقی کی غرض سے صوبہ جات، احمد کی حکومت نے 1927ء میں ہندوستانی اکیڈمی کے نام سے ایک ادارہ الہ آباد میں قائم کیا۔

سر جے پھلور سپرہ اکیڈمی کے اولین صدر اور ڈاکٹر جارا چند اولین سیکرٹری منتخب ہوئے۔ واضح رہے کہ اکیڈمی کا قیام حکومت صوبہ جات، احمد کے گورنر سرولم میر کی زیر سرپرستی، مفتی دیانرائن گم (’مدبر زبان‘ کا پتہ) کی سعی و کوشش کے سبب وجود میں آیا۔

اکیڈمی کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ اردو اور ہندی کی ترقی کی غرض سے عمدہ تصانیف اور تراجم کے واسطے ہندوستانی پارسوں اور ادبی انجمنوں یا دوسرے قابل انتہا پرائزوں کو مالی امداد دی جائے۔

اکیڈمی کے انتظامات ایک کونسل اور ایک مجلس عاملہ کے سپرد تھے، جبکہ اصل اختیارات رشتہ اساسی کے ہاتھ میں رہے، جن کا انتخاب کونسل کے اراکین کیا کرتے تھے۔

اکیڈمی نے اپنا ادبی رسالہ ’ہندوستانی‘ 1931ء میں جاری کیا۔ جس میں انگریزی زبان سے تراجم تراجم کے ساتھ شائع ہوتے رہے۔ رسالہ ’ہندوستانی‘ کی مجلس ادارت میں 1931ء سے 1936ء تک ڈاکٹر جارا چند، سید مسعود حسن رضوی، مفتی دیانرائن گم، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (سابق صدر کالج جامعہ شاہی) اور مولوی اسلم حسین امیر جیسے نامور ادباء رہے۔

رسالہ ’ہندوستانی‘ کے متعدد جات پر ایک نظر ڈالیں تو ترانے کے باب میں اکیڈمی کی مساعی کا احوال نکلتا ہے۔ مثال کے طور پر شمارہ بہت: اپریل تا اکتوبر 1948ء کی مجلس ایک اشاعت میں راجندر ناتھ ٹیکور کے انگریزی سے نئے تراجم شائع کیے گئے:

1۔ راجہ ورنالی (ڈرامہ) ٹیکور۔ امیر علی سید سکندر آبادی

2۔ کرن اور کتنی (ڈرامہ) ٹیکور، ایچنا

3۔ ڈاکٹ (ڈرامہ) ٹیکور، ایچنا

اسی طرح اکیڈمی کے لئے مفتی فاضل محمد فیم الزمیں نے جوین ڈرامہ نگار لیٹک کی تصنیف ’ناجی‘ کا ترجمہ اصل جوین زبان سے کیا اور مفتی جگت موہن لال دواں نے انگلستان کے ڈراما نگار جان کلمروڈی کے ایک ڈرامے کو ’مطرب‘ کے نام سے اردو میں منتقل کیا۔

ادارہ ادبیات اردو۔ حیدر آباد دکن۔ 1931ء

اس ادارے کی تشکیل کا خیال ڈاکٹر سیدگی الدین قادری نور کے ذہن میں پیدا ہوا اور انہوں نے پورے سے دہائی کے فوراً بعد پروفیسر عبدالقادر سردی، نصیر الدین ڈی، پروفیسر عبدالجبار صدیقی اور پروفیسر عبدالقادر صدیقی کے ساتھ مل کر 1931ء میں ’ادارہ ادبیات اردو‘ کی حیدر آباد دفتر میں بنیاد رکھی۔ ادارہ کا نقشہ بھی اصحاب مذکور کے مطبعوں سے شروع کیا گیا۔

جنوری 1938ء میں ادارے کا ترجمان ’ماہ نامہ‘ سب ’رس‘ کے نام سے جاری ہوا۔ اس پر سچے کے متعدد جات کو دیکھ کر چاہتا

ہے کہ ادارے نے انگریزی سے اردو ترجمے کے کام کو تنہا کی سے آگے بڑھایا۔ اگست 1938ء میں ادارے کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ان شعبہ جات میں ادارے موضوع سے حلقہ (1) شعبہ زبان (2) شعبہ تالیف و ترجمہ اور (3) شعبہ سائنس ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شعبے کا ایک دائمی یا نیکزائی منتخب ہوا اور ہر شعبے کے ارکان کی تعداد کم از کم چار تھی۔

مجموعی طور پر ادارہ لوہا جات اردو کے سرپرست اعلیٰ شعراء اعظم جہا ولی عہد سلطنت آصفیہ تھے۔ ڈاکٹر سید علی الدین قادری (دور 1962ء تک صدر انجمن ترقی ادب)۔ ان کی وفات کے بعد ڈاکٹر منیر محمد رانا سکینہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ ادارے کے ارکان مجلس انتظامی کے نام درج ذیل ہیں۔ یہ اسباب 1958ء تک کار گزار رہے۔

(1) نواب اعظم بیگ (2) نواب حسین نواز بیگ (3) پروفسر عبدالقادر سردی (4) نصیر الدین ہاشمی (5) پروفسر عبدالحمید صدیقی (6) فخر محمد الدین شاہ اور (7) رائے جاگی پرنس۔

بچہ ادارے کے معاونین میں ڈاکٹر مولوی عبدالغنی اور پروفسر شاکر اعجاز بیگ کے نام بہت نمایاں ہیں۔ 1960ء میں ادارہ لوہا جات اردو کی شان وادارہ، ایمان اردو کا افتتاح پیش نظام محمد وزیر اعظم کشمیر نے کیا تھا۔ ادارے کے صاحب گھر میں مشابہت کے اردو خطوط، تراجم اور تصاویر کے علاوہ ریاست حیدرآباد کے ثقافتی شاہکار مثلاً کتابت، فرامین اور ان کے جیسے محفوظ ہیں۔

1960ء تک ادارے نے مختلف موضوعات پر 270 کتابیں شائع کیں، جن میں تراجم کی بھی مقبول تعداد ہے۔ ادارے کی شائع کردہ کتب میں ادارے موضوع سے حلقہ مولوی میر حسین کی دو کتابیں، "مطربی تصانیف کے اردو تراجم" اور نور زورجہ کی شاعری خصوصاً اہمیت کی حامل ہیں۔

مجلس ترقی ادب، لاہور۔ 1950ء

یہ ادارہ مئی 1950ء میں حکومت پنجاب کے حلقہ تعلیم نے زبان اردو کی بھ ادارہ کے ارتقا کے لئے ایک لاکھ روپے کی ابتدائی ادائیگی سے "مجلس ترجمہ" کے نام سے قائم کیا۔ اس زمانے میں اس ادارے کا کام صرف اٹا تھا کہ مشرق و مغرب کی بلند پایہ علمی کتب منتخب کر کے ان کے اردو ترجمے کرانے اور انہیں شائع کرنے کا انجام کرے۔

1958ء میں حکومت مغربی پاکستان کے حلقہ تعلیم نے اس ادارے کو ایک نئی شکل بخشی اور اس کا نام "مجلس ترقی ادب" رکھا۔ مجلس کے اعضاء و حتامہ کی تفصیلات حسب ذیل ہے:

- 1۔ اردو کے کلاسیکی ادب کی اشاعت۔
- 2۔ مشرقی و مغربی زبانوں کی علمی کتب کے تراجم اور (حسب ضرورت) تحویلی کی اشاعت۔
- 3۔ بلند پایہ تحقیقی اور تنقیدی ادب کی اشاعت۔

مجلس کے تحت تراجم کا کام اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب اس ادارے کا نام "مجلس ترجمہ" تھا، لیکن بعد میں یہ سنے پلایا کہ علمی کتابوں کے تراجم کم اور عام فہم علمی کتابوں کے تراجم زیادہ شائع کئے جائیں۔

احمد مرتب کرتے رہے ہیں۔

ریسرچ اکیڈمی۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ کراچی 1951ء

سید احمد خان اور ان کے ہائینوں کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک سے متعلق اس ادارے آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ کراچی کی بنیاد 1956ء میں سید احمد خان نے رکھی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد 1951ء میں اسی نام کے ادارے کا انعقاد کراچی میں ہوا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس کے ذیلی ادارے، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، نے سرکاری نذرِ اعظم بھی جاری کیا۔ ہر سہ کے متعدد جات دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ ریسرچ اکیڈمی زبان و ادب کی ترویج و ترقی کے ساتھ ساتھ قراچم کے کام کو بھی آگے بڑھا رہی ہے۔ کانفرنس کے پہلے دور میں بیکرفری و دیگر نذرِ اعظم، ڈائریکٹر اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، پروفیسر محمد عبداللہ یحیٰ خان تھے۔ جبکہ دوسرے دور میں سید الطاف علی بریلوی اس منصب پر فائز رہے۔

(نوٹ) آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی شائع کردہ کتب کے لئے دیکھئے: کتابیات تراجم (طبعی کتب) جلد اول مرتب: مرزا حامد بیگ، مطبوعہ: مکتبہ وقوفی زبان اسلام آباد، 1988ء

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی۔ 1953ء

قیام پاکستان کے فوراً بعد ڈاکٹر سید حسین الحق کی تحریک پر اس سوسائٹی کی ضرورت محسوس کی گئی اور فضل الرحمن (دورِ قصیم سال 1950ء) کے ہاں اس سلسل میں اولین جلسہ منعقد ہوا۔ 1953ء میں سوسائٹی کے قیام کے ساتھ اولین انتخاب ہوئے جن میں فضل الرحمن سوسائٹی کے صدر اور ڈاکٹر سید حسین الحق جنرل بیکرفری منتخب ہوئے۔ یاد رہے کہ 1987ء میں ڈاکٹر اشفاق حسین قریشی اس کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اس سوسائٹی کے قیام کے دو مقاصد تھے:

(1) عیاری تصانیف و تالیف کا کام

(2) تراجم

سوسائٹی کی ترسے کے باب میں سماجی قائل جانگی ہے۔ سوسائٹی نے اپنے شائع کردہ تراجم کے ذریعے یہاں کے علمی کام کو یورپ میں حروف کرانے کا فریضہ اہام دیا۔ 1953ء میں سوسائٹی کا جریہ، نوزل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی زیر ادرات ڈاکٹر سید حسین الحق جاری ہوا۔ یہ پرنٹنگ سٹو ایک، جاپان، دہلی، مصر، ترکی، برطانیہ اور امریکہ میں یکساں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوسائٹی کی شائع کردہ کتب میں ڈاکٹر اشفاق حسین قریشی کی نوی ایضرفض آف دی سلطنت آف دہلی ایضہ یادگار رہے گی۔

موسسے مطبوعات فرینکلن، نیویارک۔ لاہور 1954ء

افسانہ کے سب سے بڑے مسئلہ قربت اور جہالت کو سلجھانے کے لئے 1952ء میں امریکہ کے چند ماہرینِ قصیم، باشرین، لاہورین اور جہالت پیش حضرات نے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ شروع میں اس ادارے کا نام فرینکلن پبلیکیشنز کا رہا مگر بعد ازاں

تھے بلکہ عربی سے اردو فرہنگیں بک پر دیگر کارپرائٹس نہ کروایا گیا۔

اس ادارے کا بنیادی مقصد انسانیت کی ضروریات مطالعہ کے مطابق کتابیں فراہم کرنا تھا۔ یہ ادارہ (1954ء تا 31 اگست 1972ء) ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کی نو آواز اقوام میں ادبی تعلیم کو ابھارنے کی خاطر متعدد اہل دانشوروں میں متحرک رہا۔

- 1- ضروریات کتب کا فروغ اور استحکام
- 2- تعلیم کتب کے طریقوں کی اصلاح اور ترقی
- 3- کتب خانوں کا قیام

ادارے کے اس ادارے کا نام جنس فرہنگیں کے نام پر رکھا گیا تھا جو امریکا کا پہلا کامیاب ناشر و خالق اور ریاست متحدہ امریکہ کی اولین پبلک لائبریری کا بانی تھا۔ فرہنگیں کا قول ہے کہ: بہترین معارف اس سرمائے سے حاصل ہوتا ہے جو حصول علم پر لگایا جائے۔ فرہنگیں بک پر دیگر کارپرائٹس کا مرکزی دفتر نیویارک (امریکہ) میں تھا، جس کے سہولتی دفا تر تھے:

- (1) قاہرہ (جمہوریہ متحدہ عرب)، (2) کوئٹہ (پاکستان)، (3) بیروت (لبنان)، (4) بنگالہ (انڈونیشیا)، (5) بغداد (عراق)، (6) لاہور (پاکستان)، (7) تہران (ایران)، (8) صنعہ (ایران)، (9) اتوگو (انجیریا)، (10) کارونا، (انجیریا)، (11) کابل (افغانستان)، (12) نیروبی (کینیا)، (13) لاہور (پاکستان)، (14) کوساگر (پاکستان)، (15) بیس آکس (ارجنٹائن)، (16) ساچوئی (پیرو (برازیل))۔

ہر دفتر کا ملحقہ مقامی لوگوں پر مشتمل تھا اور ہر دفتر اپنے انتظامی امور میں خود مختار تھا۔ اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرمایہ امریکہ اور دوسرے ممالک کی حکومتوں، مقامی اداروں، فاؤنڈیشنوں، کارپوریشنوں اور غیر محضرات سے فراہم ہوتا تھا۔ امریکہ کے علاوہ جن دوسرے ممالک نے سال 1966ء تک اس ادارے کی مالی اعانت کی، ان کے نام یہ ہیں:

افغانستان، برازیل، برجنٹائن، فرانس، جرمنی، ایران، عراق، کویت، بنگالی، سعودی عرب، متحدہ عرب اور برطانیہ۔
 جولائی 1965ء تا جون 1966ء کے دوران فرہنگیں کو کل 4,282,600 ڈالر یعنی تقریباً سوا دو کروڑ روپے لاکھ روپے والا ذرائع سے موصول ہوئے۔

موسسے فرہنگن کی مطبوعہ شے کی رپورٹ

(1953ء۔ جولائی 1966ء)

مجموعی تعداد	کاپیاں	ایڈیشن	کتابیں	مجموعی کتابیں
				(مربطی)
3-738-300	371-100	170	92	کتاب
492-800	43-000	77	15	مخطوطات
174-500	20-500		10	تعداد
				(کتابیں)
1-963-400	167-300	531	63	تعداد
73-200	11-800	65	11	مخطوطات
1-000	1-000	1	1	کتاب
				(مخطوطات)
945-500	37-300	450	17	تعداد
				(کتابیں)
1-018-100	115-700	325	41	تعداد
				(مخطوطات)
406-000	78-000	73	15	کتاب
				(مخطوطات)
1-381-000	185-500	229	27	تعداد
				(کتابیں)
28-500	24-000	9		تعداد
9-000	9-000	3	3	کتاب
				(مخطوطات)
5000	5000	1	1	تعداد
10,247,600	1,030,200	3,724	303	کل تعداد

دری کتابیں

45-690-500	8-427-000	158	24	امریکی کتابیں
3-525-900	995-500	183	65	انٹرنیشنل کتابیں اور شے
1-132-100	635-500	121	29	مجموعی تعداد (مربطی)
51-348-500	10-058-000	462	113	مجموعی درجہ کتاب
61-596-100	11-058-200	3-186	421	کل تعداد

فرخنگن کے مرکزی آفس کے لئے ہر چار سال بعد انتخابات ہوتے تھے، جن کے ذریعے چیئرمین، صدر اور نائب صدر چنے جاتے تھے۔ مولانا جلد علی خان ڈائریکٹر موسسہ مطبوعات فرخنگن، لاہور شاخ کے زمانے میں اس ادارے کے مرکزی صدر مقرر ہوئے تھے۔

موسسہ فرخنگن کا دفتر لاہور اپنی عمر اور کارگزاری کے اعتبار سے فرخنگن کا تیسرا بیرونی دفتر تھا۔ یہ 1964ء میں قائم ہو گیا تھا۔ اس دفتر سے نجل قاہرہ آفس 1963ء اور حیران آفس 1964ء قائم ہو چکے تھے۔

لاہور دفتر کے قیام کے وقت ادارے کا مرکزی نام یعنی فرخنگن پبلیکیشنز ان کارپوریشن، لی کہا گیا۔ لیکن لاہور دفتر کے پہلے منیجر حقد کلیم الرحمن نے اس کا نام بدل کر ”کتبہ فرخنگن“ کر دیا۔ ستمبر 1965ء میں مولانا جلد علی خان (سابقہ نائب) ”جہاں لاہور“ (لاہور) میں بطور ایڈیٹر آئے۔ حقد کلیم الرحمن کی وفات (1968ء) کے بعد مولانا جلد علی خان نے بطور ڈائریکٹر مارچ سنہ 1970ء، ”کتبہ فرخنگن“ کا نام بدل کر ”فرخنگن پبلیکیشنز“ کر دیا۔ لیکن اس نام سے یہ باثر قائم رہا کہ یہ ادارہ کتابیں خود شائع کرتا ہے۔ اس لحاظ سے باثر کو رفع کرنے کے لئے مولانا جلد علی خان نے اس کا نام ایک بار تبدیل کر کے ”موسسہ مطبوعات فرخنگن“ رکھا۔ مرکزی آفس نے قائم اسی سے ترقی پانچ کر مرکزی دفتر کا نام بھی ”فرخنگن بک پراڈگریز کارپوریشن“ کر دیا۔

ایک زمانے میں اس ادارے کو پاکستان میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس زمانے میں عام تاثر یہ تھا کہ ”موسسہ مطبوعات فرخنگن“ در پردہ امریکی مفادات کی حمایت کرتا ہے۔ پاکستان میں اس ادارے کی جن لوگوں نے شدید کے ساتھ مخالفت کی ان میں حلیف رائے اور منظر ملی سید بہت نمایاں تھے۔ اب وقت گزرنے کے بعد یہ تاثر رفع ہوا، جب یہ ادارہ نہ رہا۔ 1966ء میں مولانا جلد علی خان نے ماہنامہ ”کتاب“ لاہور کے نامزد ”مخصوص کو اعتراض دیتے ہوئے کہا تھا:

آج تک ہم در حکم اردو زبان میں ایک کتاب بھی لکھی نہیں چھپوائی تھی، جس کا مقصد سیاسی پروپیگنڈا ہو۔ جب کتابوں کے انتخاب کی مکمل اور آخری حدودی حفاظت نثرین کی ہے تو پروپیگنڈے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر ترجمہ کرانے وقت ہمیں ایڈیٹرنگ کی پوری آزادی ہے۔ ہم سروسے میں ایسے نکل حالات کے مطابق حک و انشاؤ کر سکتے ہیں۔ حوالیہ گم کر سکتے ہیں۔ ہماری اکثر کتابیں ایسی ہیں جن میں اسلامی اور پاکستانی مواد کا اضافہ کیا گیا ہے۔

زیر ترمیم کتاب کو پہلے پائیس نکالیں، پھر اردو اشاعت کا اضافہ کیا گیا اور غیر ضروری اشاعت کو حذف کر دیا گیا ہے۔
(”کتاب“ لاہور، فروری 1967ء)

اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ ایسا ہی خواہ فرخنگن کے تراجم اس بات کا ثبوت ہیں۔ گو شروع میں ترجمے کے لئے منتخب کیا جانے والی کتاب کا انتخاب صرف امریکے سے شائع ہونے والی کتب سے ہی کیا گیا لیکن بعد میں دیگر ممالک کی کتب کا انتخاب بھی کیا گیا، اور وہ ترجمہ ہو کر شائع بھی ہوئیں۔ پاکستان میں موسسہ مطبوعات فرخنگن صرف اردو میں ترجمہ شدہ کتب کو شائع کرنے کے سلسلے میں پاکستانی نثرین کو مالی امداد فراہم کرتا تھا۔ اس ادارے نے جگہ جگہ نثرین کی کما حقہ کی خاطر کتب کی ترسیل کا فریضہ بھی انجام دیا جبکہ فروخت شدہ کتب کی تمام آمدنی آخر کار مصلحت کتاب کے باثر کو ہی جاتی تھی۔

یہ امریکی ادارہ پاکستان میں ایک مذمت نگہ متحرک رہا اور یہاں کے ہر اہم نثرین اس ادارے کی تجویز کردہ کتابیں شائع

کئیں۔ موسسہ مطبوعات فرنگیوں کے زیر اہتمام کتب کا انتخاب مولانا حامد علی خان کیا کرتے تھے، نیز مترجم کے سلسلے میں بھی اس ادارے کا فیصلہ حتمی ہوا کرتا تھا۔

مولانا حامد علی خان نے مجھے ایک اعتراض بابت 29 جولائی 1983ء (لاہور) میں بتایا کہ 31 اگست 1972ء میں جب یہ ادارہ نوآبادی میں انسٹالو پیٹیا شائع کرنے کا ایک عظیم منصوبہ امداد رکھ گیا۔ بعد ازاں اردو انسٹالو پیٹیا شیخ غلام علی، لاہور نے شائع کیا۔ اس ادارے نے اپنی منتخب کردہ کتب کی کوئی فہرست آخری وقت تک شائع نہیں کی، لیکن ایک خط ادارے کے مطابق موسسہ فرنگیوں کے زیر اہتمام تقریباً چار سو چھوٹی بڑی اہم کتابوں کو انگریزی سے اردو میں منتقل کر کے شائع کیا گیا۔ یہ کام کتب مولانا حامد علی خان کی زندگی میں، ان کے گھر واقع باؤل ٹاؤن، لاہور میں موقوفہ تھیں۔ مطبوعہ ہوا کہ ان کے بیٹوں نے وہ نایاب ذخیرہ کتب ضائع کر دیا۔

(نوٹ) موسسہ فرنگیوں کی کتابوں کے لئے دیکھیے: ”توحشی کتابیات“ باب: ہشتم نیز کتابیات تراجم جلد اول دوم، مرتب: مرزا حامد بیگ، مطبوعہ: مقتدرہ قوی زبان اسلام آباد۔

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ۔ کراچی یونیورسٹی 1957ء

کراچی یونیورسٹی کے اس ڈیپارٹمنٹ کے بنیادی مقاصد میں کتب ادبیہ کی تصنیف و تالیف کے ساتھ تراجم اور فرہنگ و وضع اصطلاحات کو یکساں اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کے فضیلتی کھلے ”میریڈ“ نے اصطلاحات سازی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کی شائع کردہ کتب میں ”معاہدہ عرفانی“ از ڈاکٹر دوہو (ترجمہ ڈاکٹر محمود مصبین) شیخ ازال 1935ء، دہلی کی اشاعت چلنی کے علاوہ ”تاریخ غلطہ از ویب، مسفری تعلیم کی تاریخ“ از آرتھر فری مین غلٹس، مقدمہ اور سرمدیہ، انکس اور ”طبیعی کیمیا“ از گلشن کے ترجمے بیٹ پاور ہیں گے۔ دیگر تراجم کے لئے دیکھیے: کتابیات تراجم، جلد اول (از مرزا حامد بیگ) مطبوعہ مقتدرہ قوی زبان اسلام آباد، 1988ء

ترقی اردو بورڈ۔ کراچی 1958ء

یہ ادارہ وزارت تعلیمات پاکستان نے قائم کیا۔ ابتداء میں بورڈ کے قیام کا صرف ایک مقصد تھا کہ ایک جامع اردو لغت تیار کی جائے، مگر ملک کی سرکاری نیز پاکستان کی قومی زبان کی بحران کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد میں بورڈ نے ترجمے کے فن سے متعلق امور کو بھی اپنے مقاصد میں شامل کر لیا۔ واضح رہے کہ بورڈ کی کئی جلدوں میں ضخیم لغت ”میریڈ اردو تمام علوم و فنون کی اصطلاحات، الفاظ، محاورات، کہاوتیں اور ضرب الامثال“ پر مبنی ہے۔

بورڈ کے مستقل اور چھوٹی وقتاً میں ڈاکٹر حکیم شائستہ اکرام اللہ، ممتاز مصبین، جلال شیخ آبادی، شاہن الحسن حقی، پروفیسر محمد امجد

خان، رازق الجیری، سید حسام الدین راشدی، سید ذکارِ عظیم، ہادی مسکن، ڈاکٹر شکت سبزواری، ڈاکٹر اختر حسین داسے چوہی اور نسیم احمد چوہی جیسے اہم نام دکھائی دیتے ہیں۔

پورہ کا مجلہ 'اردو نامہ' علمی اور ادبی مضامین کے علاوہ مترادفات، اصطلاحات اور تراجم پر تحقیقی و تنقیدی مضامین شائع کرتا ہے۔

اردو سائنس بورڈ، لاہور۔ 1962ء

مشرقی اور مغربی پاکستان کی دونوں زبانوں (اردو اور بنگلہ) کی ترقی کے لئے قومی تعلیمی کمیشن کی سفارش پر یہ ادارہ اردو مرکزی بورڈ کے نام سے 24 مئی 1962ء کو وجود میں آیا اور اس کا اولین دفتر 38 جی گلیبرگ میں قائم ہوا۔ اب اس کا مال بورڈ پر اپنی بلڈنگ میں ہے۔ بورڈ کا اہم دقت ایک مجلس انتظامیہ کے سپرد ہے جسے حکومت پاکستان تین سال کے لئے نامزد کرتی ہے۔ اولین مجلس انتظامیہ کے سرپرست صدر پاکستان محمد ایوب خان اور پورہ کے چیئرمین جنس ایس۔ اے۔ رحیم تھے۔ بنگلہ اراکین کی کمرست میں پروفسر حمید احمد خان، ممتاز مسکن، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر ابوالفتح صدیقی اور ڈاکٹر سلیم الزمان صدر تھے جیسے اہم نام دکھائی دیتے ہیں۔ المجلس احمد سب سے طویل مدت اس ادارے کے ڈائریکٹر جنرل رہے لیکن ڈاکٹر خالد اقبال یاسر کی سربراہی میں ادارہ صحیح سمتوں میں گامزن دکھائی دیا۔

بورڈ کے قیام کا ایک اہم مقصد سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اردو کی ترقی بھی تھا تاکہ اردو زبان اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بن سکے۔ یہی سبب ہے کہ بورڈ نے سائنس کے متعدد مضامین کی کتابیں اردو میں تیار کروائیں۔ ادارے نے اصطلاحات سلائی کے اصولوں کا جائزہ لیا اور مختلف سائنس علوم کی جو کتابیں اردو میں شائع کیں ان میں اپنی وضع کردہ اصطلاحات کو بہت کر اردو اصطلاحات سلائی کا جواز فراہم کیا۔

مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد 1979ء

کابینہ کے اعلان قرارداد نمبر 275 / سی۔ ایف۔ / 1979ء کے تحت مقتدرہ قومی زبان کا قیام 4 اکتوبر 1979ء کو عمل میں آیا۔ مقتدرہ قومی زبان کا اولین صدر دفتر بہ نظام کراچی شہر ملے پایا تھا، اس لئے مقتدرہ کا پہلا اجلاس 20 اکتوبر 1979ء کو مقتدرہ قومی زبان کے اولین صدر ضحیٰ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی رہائش گاہ 'زیبا سحر' طرف آیا، کراچی میں انھیں کی ذمہ داریات منتقل ہوئی۔

1983ء میں مقتدرہ کے دفتر کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کرنے کا فیصلہ ہوا اب سے مقتدرہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں قائم ہے ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر جمیل پاشا جیسے محققین اس ادارے کے صدر تھے رہے۔

ترکیب کے اعتبار سے مقتدرہ دو حصوں میں تقسیم ہے، مگر یہ دونوں حصے باہم مربوط ہیں:

1- وجہ انتظامیہ

2- وجہ علمیہ

مقتدرہ زبان کے صدر نشین، انتظامیہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ چیف ملے کے بھی سربراہ ہیں۔ انتظامی امور میں ان کے قریبی معاون مقتدرہ کے صدر اور شعبہ تہنیک و تالیف و شعبہ ترجمہ کے دوسرے سربراہ ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان کی چھٹا حاکمہ میں جامعاتی کرائس کمیشن، کمیشن برائے دفاعی خلاصت، بڑے سرکاری، وزارت تعلیم، کابینہ ڈویژن اور وزارت بہات کے لٹاکھ سے اور ناظم عمومی، قومی مجلس کتب پاکستان، بینٹ انتظامیہ میں صدر نشین اور ان کے رفقاء کے انتظامیہ کے علاوہ ناظرہ اراکین بھی شریک ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان کے فرائض کار حسب ذیل ہیں:

- 1- پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت سے فروغ اور کے لئے اقدامات۔
- 2- قومی زبان کو شعبہ ہائے زندگی میں رائج کرنے کے لئے صدر مملکت کے لئے سفارشات تیار کرنا۔
- 3- سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے ملے کے لئے قرآنی مواد کی فراہمی۔
- 4- جملہ اردو قرآنی اداروں کے کام میں باہم رابطہ قائم کرنا۔
- 5- اردو کو کتابچے کے استقامت کی زبان کے طور پر رائج کرنے کے لئے سہولتیں پیدا کرنا۔
- 6- ایسی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا، جو قومی زبان کے فروغ کے لئے صدر مملکت قومی زبان کے سپرد کریں۔

ڈاکٹر اشفاق حسین قریشی اس ادارے کے اولین صدر نشین تھے۔ آپ مقتدرہ کے قیام ۱۹79ء تا وفات 21 جنوری 1981ء اس عہدے پر رہے۔ ڈاکٹر اشفاق حسین قریشی کے بعد 7- اپریل 1983ء کو پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی نے اس عہدے کا چارج سنبھالا۔ اس اثنا میں مقتدرہ کے اولین مستند بھر (ریٹائرڈ) آفتاب حسن قائم مقام صدر نشین کے فرائض اہتمام دیتے رہے۔ بھر (ریٹائرڈ) آفتاب حسن عہدہ کے منصب پر 3 اپریل 1983ء تک فائز رہے۔ آفتاب حسن صاحب کے بعد بکرمیت محمد انوار احمد ملتی قائم مقام مستند رہے۔ بعد ازاں اس عہدے پر ارشد قریشی کام کرتے رہے۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے اس ادارے سے منسلک ہونے کے بعد مقتدرہ کے مقاصد کے حصول کی خاطر پاکستان بھر میں مقتدرہ کی ذیلی مجلس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔

- 1- مجلس اسطلاحات (دہلی: ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، اسلام آباد)
- 2- مجلس رابطہ صوبہ ہائی مسائل (دہلی: اسد اللہ بھٹو۔ سکھر)
- 3- مجلس زبان و خط، صحافت، کاروباری و دیگر امور (دہلی: ڈاکٹر سید عبداللہ، لاہور)
- 4- مجلس ارجح ادارہ جات قومی زبان (دہلی: پریشان گلک۔ پٹنور)
- 5- مجلس ذریعہ تعلیم (دہلی: ڈاکٹر عین۔ بے ملوچ۔ اسلام آباد) اور
- 6- مجلس ترجیحات و منصوبہ جات (دہلی: صدر نشین، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد) کام کرتی رہی ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کا بہانہ جریدہ اخبار اردو، اسلام آباد، مقتدرہ کی طرف سے اطلاعات اور خبریں سبھا کرنے کے

ساتھ ساتھ تحقیقی مقالات بھی شائع کرتا ہے۔ یہ پروجیکٹ 1981ء سے کراچی سے شائع کیا جاتا رہا ہے اب قتل کے بعد انجوری 1984ء سے پاکستانی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

مقتدرہ کا شعبہ "ادارہ تصنیف" لغت اردو کے ضمن میں معاون مواد فراہم کرنے کی خاطر کثافت اصطلاحات، تصانیف کتب کی تدوین، کتابیات سازی اور لسانی امور سے متعلق کتابیں شائع کرتا ہے۔

مقتدرہ قومی زبان کے شائع کردہ قراچم اور ترقی سے متعلق حوالہ جاتی کتب کی تکمیل درج ذیل ہے:

مطبوعات: ادارہ ترجمہ مقتدرہ قومی زبان

- 1۔ اصطلاحات آراء، ڈاکٹر محمد اسلم قریشی / سیدہ اعجاز کاظمی
- 2۔ اصطلاحات موسیات، سر فخر اوشاد
- 3۔ اصطلاحات ریاضی، ذیلی مجلس اصطلاحات ریاضی کراچی
- 4۔ دفتری مراسلت، ڈاکٹر محمد صدیق خان شیلی / حبیب الرحمن مفتی
- 5۔ سائنس و ٹیکنیکی اصطلاحات و لسانی، وزارت تعلیم
- 6۔ اصطلاحات حساب داری و محاسبی، مسعود احمد چیمہ
- 7۔ وفاق و مصوباتی مہدوں کے نام، مجلس استخبار
- 8۔ بحارت میں قومی زبان کا لفظ، محاررین، پروفیسر انور بیگ امروہی
- 9۔ اصطلاحات مساحت، سید علی عارف رضوی
- 10۔ تعلیمی اصطلاحات، ذیلی مجلس اصطلاحات تعلیمات
- 11۔ مجلسوں اور انواروں کے نام، مجلس استخبار
- 12۔ اصطلاحات لسانیات، ذیلی مجلس اصطلاحات لسانیات
- 13۔ دفتری ترکیبات، محاورات اور فقرات کی لغت، حبیب الرحمن مفتی

مطبوعات: ادارہ تصنیف، مقتدرہ قومی زبان

- 14۔ اردو اصطلاحات سازی (کتابیات)، ڈاکٹر ابوالسلطان شاہجہان پوری / سیدہ جمیل احمد رضوی
- 15۔ کتابیات قانون، علقش درانی / محمود الحسن
- 16۔ The Language Policy of India، محاررین
- 17۔ کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، (حصہ اول) محاررین سیدہ وارث مریدی
- 18۔ فارسی اصطلاحات سازی، (حصہ اول دوم) سیدہ عارف نوشاہی / ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر محمد قور محمد خان

- 19- کثافات اصطلاحات کتب خات، محمود الحسن۔ اردو گھوڑا سید جمیل احمد رضوی
- 20- مختصر قانونی اصطلاحات، مولوی فیروز الدین اوسکی
- 21- اصطلاحات عدلیہ و بانگلواری، ایچ۔ ایچ۔ دھن
- 22- کثافات اصطلاحات سیاسیات، (حصہ اول) محمد صدیق قریشی / محمد سعید
- 23- عربی اصطلاحات سادہ، محمد طاہر منصوری
- 24- ترجمہ روایت اور فن، مترجم: ڈاکٹر نثار احمد قریشی / شریف کھان
- 25- کثافات تجلیدی اصطلاحات، ایڈیٹور محمد علی / ڈاکٹر آفتاب احمد خان
- 26- "کتابیات تراجم" (ملکی کتب) جلد اول: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ / ڈاکٹر سید عبداللہ (1986ء)
- 27- "کتابیات تراجم" (ادب) جلد دوم: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (1987ء)
- 28- "ترجمے کا فن: نظری مباحث" ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (1987ء)
- 29- "مغرب سے نئی تراجم" ڈاکٹر مرزا حامد بیگ (1988ء)
- 30- "قوی انگریزی اردو لغت" مؤلف: ڈاکٹر جمیل جالبی

معتقدہ قوی زبان کے قیام کا ایک مختصر قیہ تھا کہ ادارہ ترجمہ جاسوسیہ کی طرف یہ جملہ سائنسی کتب کو اردو میں منتقل کر دیا جائے تاکہ 20 ویں صدی کے آٹھویں دہے میں قوی زبان اردو، بطور کارمرواری زبان کے لاگو کی جاسکے۔ نیز جملہ سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں اصطلاحات ساری کے کام کی گمرانی کی جائے۔ 1988ء تک یہ کام مکمل ہو گیا تو جنرل مر فیاض الحق، صدر پاکستان نے مکمل اختیار رکھنے کے باوجود اردو کو بطور سرکاری زبان لاگو کرنے سے پہلوئی کی۔ اس دہی ایک موقع تھا جب پاکستان کے آئین کے مطابق ایسا ممکن ہو سکتا تھا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے بعد معتقدہ ایک گرا ہوا تیل ہے۔ چھری پھیر دی جائے یا چھوڑ دیا جائے، حکمرانوں کو اختیار حاصل ہے۔ مختلف حلقہ آزاد اس کے صدر نشین مقرر ہوتے رہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ ادارہ غیر فعال ہو گیا۔ جنم پانے جنم، جو ادارہ پہلے کیجٹ ڈارچن کے ماتحت کام کر رہا تھا اور معتقدہ کہلاتا تھا اب اسے ادارہ فروغ اردو زبان کا نام دے کر وزارت قوی ورشہ ایک جیتی کے حوالے کر دیا گیا۔

دیکر ادارے: مکتبہ اردو لاہور۔ پبلیشنگ ہاؤس لاہور۔ مقبول اکیڈمی لاہور

پاکستان میں تراجم کے سرکاری اداروں کے علاوہ کتبہ اردو، سرگرمیہ اردو، لاہور اور پبلیشنگ ہاؤس پلسر بلڈنگ 28۔ شاہراہ قائد اعظم لاہور دو ایسے تجارتی ادارے رہے ہیں جنہوں نے سوشلسٹ فکر کی کتابیں نہ صرف دہ آدیں بلکہ اردو میں ترجمہ کر دیا کے ان کی ترسیل کا باعث بھی بنے۔ کتبہ اردو نے 1939ء سے 1947ء تک ہادی علیک، سجاد ظہیر اور ساحر لدھیانوی جیسے معتبر قوی پسند ادیبوں سے سوشلسٹ افکار کی کتابیں ترجمہ کر دیا کے شائع کیں۔ ان ترجمہ شدہ کتب میں سوشلزم۔ فریڈرک انگلر / ہادی علیک، ملبوس: س۔ن۔ جان۔ بارشل وارلوف / ان۔ن۔ ملبوس: س۔ن۔

لکھن۔ مرتضیٰ انوار کٹر شرف، مطبوعہ: سن۔

انقلاب فرانس۔ سن۔ ان ہادی ملک، مطبوعہ: 1941ء۔

راجہ اور کسان۔ لیونارڈ ایم۔ سکوا۔ سن۔ دیاجہ: بھارہ لال نہرو

ہیٹ پارک اور رچی گی۔ تھریامہ چھری اور چھری برکت علی کا یہ مشترکہ ادارہ ٹوٹ کر کئی اداروں میں بٹ گیا جیسے نیا ادارہ،
’میری لائبریری‘ اور ’فرسٹین‘، لیبر۔ دس برس قبل ’میری لائبریری‘ نکل طور پر شمع ہو گیا اور سارا ذخیرہ کتب لاہور کے فٹ پائمنٹ پر بگا۔

(نوٹ) کتبہ ادارہ کے تراجم کے لئے دیکھئے: ’’فرسٹین کتابت‘‘ باب پنجم، صفحہ 283

روزانہ ملک کا ہیڈ پرنٹنگ ہاؤس پاکستان کا پہلا تجارتی ادارہ ہے جس نے پاکستان اور اشتراکی ممالک کے مابین تجارتی، علمی
اور ثقافتی تعلقات بڑھانے کا آغاز کیا اور جس سوشلسٹ نگار کی کتب کے تراجم کو فروغ حاصل ہوا۔

اس ادارے کو مشہور ترقی پسند دانشور مہاراجہ ملک (جو روزانہ ملک کے بڑے بھائی تھے) کی راہنمائی حاصل تھی۔ روزانہ ملک
نے بہت سختیاں جھیلیں، قتل بھی کئے لیکن ثابت قدم رہے۔ ان دنوں کارشماں، لاہور کے مصطفیٰ، تجلیات، لاہور کے لطافت اور گلشن
ہاؤس ملاہور کے رانا قہر خاں، روزانہ ملک کے دو گارڈن جو ان تھے۔ نکل غنیمت اور پانچہاں کے نتیجہ میں ہیڈ پرنٹنگ ہاؤس کا زوال
شروع ہوا۔ روزانہ ملک کو یکہ انداز نے بھی لوٹا۔ ادارہ، مال روز سے 19۔ حرکت روز، لاہور آ کر گر گیا۔ یہ وہی جگہ ہے، جہاں پہلے
یہل گلشن ہاؤس قائم ہوا تھا۔ اس مال کے ٹکڑے بڑا ہوئے، رانا قہر خاں ’’گلشن ہاؤس‘‘، لطافت ’’تجلیات‘‘ اور مصطفیٰ ’’کارشماں‘‘ کے
مالک ہوئے اور انہی تین اشتراکی اداروں کے سبب ہیڈ پرنٹنگ ہاؤس کے مالک روزانہ ملک کو غم تھکی کے اشتراکی ادارے دیں گارڈ،
مال روز، لاہور پر بطور ملازم کام کرتے دیکھا گیا۔

ہیڈ پرنٹنگ ہاؤس کی شایع کردہ کتب میں حسب ذیل تراجم ہیٹ پارک اور رچی گی کے:

داستان غلیظ۔ گولا ڈانوفسکی / استاد باقر رضوی

حلقہ کو چلا۔ گورجن دان تروئی / بدلا سلام بٹ

مارکسی فلسفہ۔ اسٹالن / سجاد ظہیر

کیمونسٹ منشیست۔ مارکس، انگلز / سن۔

عالمی مزدور تحریک۔ ولیم زیڈ فاسٹر / مہاراجہ (1848ء تا 1919ء، عالمی مزدور تحریکوں کی تاریخ) سوشلزم۔ فریڈرک انگلز / سید
حسن۔ قاضی ذہیرنگ، کارتربرج، سکاٹلینڈ / سائنس۔ ڈانی سن کارڈن / سن۔ صحت فریڈرک اور جنسی امراض سے حلقہ (نوٹ) ادارے
کی دیگر کتب کے لئے دیکھئے: ’’فرسٹین کتابت‘‘ باب پنجم اور کتابت تراجم، (جلد اول) انوار کٹر مرزا حامد بیگ

مقبول اپنی ہی، لاہور خصوصیت کے ساتھ بچوں کی کتب کے تراجم میں سرپرست ہے۔ اس ادارے کے ہائی ملک مقبول احمد
ہیں۔ انہوں نے ملک سلطان محمود کے اشتراک کے ساتھ 1955ء میں یہ ادارہ خالصتاً تجارتی بنیادوں پر شاہ، عالم گیت، لاہور میں قائم
کیا تھا۔ 1963ء میں یہ ادارہ سرنگر روز اولی مارکیٹ میں منتقل ہو گیا۔ اس ادارے نے موسسہ مطبوعات فریڈرک کے اشتراک کے
ساتھ جس تو محدود اہم علمی کتب کے تراجم بھی شایع کئے لیکن بچوں کے ادب میں دیکھیں کاتک ادب شایع کرنے میں دیگر تمام

اداروں پر سمجھتے گئے گئے۔ اس مخصوص میں اس ادارے کی متعدد ذیلی کتب خانہ کار رہیں گی:

بھارتی لوک کہانیاں - مترجم: ارشد ملک

کھڑا ہوا گر۔ جو گو سلاہ ہے اور چنگو سلاہ کی لوک کہانیاں

ماں کی تلاش۔ جو اگوستے اور آسٹریلیا کی لوک کہانیاں

جیوگراف بھارت۔ کینیڈا اور نیکیو کی لوک کہانیاں

لاہلی نکڑی۔ ال سلوے ڈور، جنوبی افریقہ، لائبریا کی لوک کہانیاں

پوڑا کتب خانہ۔ بھارتی اور سوویت روس کی لوک کہانیاں

آگ کی دیوی۔ انڈونیشیا اور تھائی لینڈ کی لوک کہانیاں

سولے کا منبر۔ پانام اور کیوبا کی لوک کہانیاں

چھوڑوں کا مقابلہ۔ برما اور پاکستان کی لوک کہانیاں

مطربہ حوریت۔ سوڈان اور نیدر لینڈ کی لوک کہانیاں

جاو کے جوتے۔ برائیل، جیرو اور چلی کی لوک کہانیاں

بیوی کی خدمت۔ باروے، گھم اور فلپائن کی لوک کہانیاں

جاو کا درخت۔ امریکہ اور کوبا کی لوک کہانیاں

جاچا بیک کا گھوڑا۔ ہانگ، انڈونیشیا اور ویتنام کی لوک کہانیاں

کبری اور بھارت۔ بھارت، بھارت، بھارت اور انڈونیشیا کی لوک کہانیاں

کھار کی بھارتی۔ انڈونیشیا، ترکی اور بھارت کی لوک کہانیاں

ایک قحطی۔ تھائی لینڈ، گوئے، بھارت اور انڈونیشیا کی لوک کہانیاں

دیس دیس کی کہانیاں۔ متحدہ بھارتی ممالک کی کہانیاں

2012ء سے متعلق اکیڈمی کے 84 سال ملک متعلق امور بطور معتمد بھی از حد فعال دکھائی دیتے گئے ہیں۔

بھارت میں تراجم کے چند نئے ادارے

آج بھارت میں انجمن ترقی اردو (بھارتی)، دہلی، ممبئی، چامپو۔ دہلی اور اودھ (بھارت)، حیدرآباد (دکن) کے دوش بدوش متعدد ذیلی تنظیمیں اور ادارے متحرک دکھائی دیتے ہیں:

1۔ ترقی اردو بورڈ (بھارت) قومی کونسل برائے فروغ اردو (بھارت) قومی دہلی

2۔ سہاہہ اکیڈمی (بھارت) ہر صوبے میں مختلف شاخص کام کر رہی ہیں۔

3۔ اکادمی آف آرٹس گجرات لکھنؤ۔ سرنگر

نظت بردار کے چیف ایڈیٹر پروفیسر مسعود حسین خان بھی اسے۔

بھارت کے آئین کا ترجمہ (بھارت کا آئین) جو 404 صفحات پر 28x20 سائز پر شائع کیا ہے اس ضخیم کارنامے کو

یقیناً ایک مذمت یاد رکھا جائے گا۔

قوی کونسل جو 404 صفحات پر 28x20 سائز پر شائع کیا ہے اس کے ترجمہ (بھارت کا آئین) جو 404 صفحات پر 28x20 سائز پر شائع کیا ہے اس ضخیم کارنامے کو

دیتے ہیں۔ جس امرضیٰ قادری بھی اس کے ممبر رہے۔ قوی کونسل (ترقی اردو بورڈ) کی فرہنگ سادہ کھیتی کے سابق نگران حکیم الدین

احمد فرہنگ اولیٰ اصطلاحات کے فائن لفظ میں لکھتے ہیں:

”ترقی اردو بورڈ کے لازمی کرئی سرگم شکل Literary Criticism Panel نے یہ کام میرے اسے سپرد کیا کہ میں اولیٰ اصطلاحات کی فرہنگ تیار کروں۔ ابتدا میں خیال تھا کہ ایسے اولیٰ اصطلاحات اور قصودات کی فہرست بنائی جائے جو انگریزی سے اردو تنقید میں آگے ہیں اور جن کے لئے کوئی ممکن اصطلاح ابھی تک وضع نہیں ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر ضوابط اپنے طور پر ان اصطلاحات کا ترجمہ کر لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں پراگندگی، ابہام اور غلط فہمی کا امکان ہے۔ میں فہرست جیسے لگا تو میں نے مضمود کو یکہ وسعت دی اور اس فرہنگ میں ان سادے اصطلاحات، ان باتوں اور قصودات کو سینے کی کوشش کی جو مغربی ادب میں پائے جاتے ہیں۔ اس طرح اس فرہنگ کا دائرہ وسیع ہو گیا اور نتیجہ شاید زیادہ مفید اور دلچسپ ہے۔ عام قارئین کو یہی ایسی اصطلاحیں ملیں گی جن سے وہ واقف ہیں اور انہیں بھل سی اصطلاحوں کی ہانڈاری بھی ہوگی۔ رہے ادب، وہ تحقیق میں دلچسپی رکھتے ہوں یا تنقید میں تو انہیں خود فکر کے لئے کافی مواد ملے گا اور شاید وہ لے لے کر بے فکر کی طرف تہہ کریں گے۔

مخالفین تو انگریزی میں دی گئی ہیں چنانچہ یہ ناگزیر تھا اور نہ قصودات ہو جاتا، لیکن بہت سے باتوں کی راہیں کا ترجمہ یا علامت بھی دے دیا گیا ہے۔

”ان میں ایسی باتیں ہیں جو اصطلاحات سے بھرپور ہیں اور غراہیز بھی ہیں سمجھتا ہوں کہ یہ کار بھی کی دلچسپی کا باعث ہو گا۔“

قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے موجودہ ڈائریکٹر، خواجہ اکرام الدین ہیں۔ از حد متحرک شخصیت کے مالک۔

قوی کونسل کی شائع کردہ فرہنگ اولیٰ اصطلاحات سے نمونہ ملاحظہ ہو:

صحفہ ترجمہ، پائل 1811ء میں کیا گیا۔

Authorised version

Autobiography

آپ جی، خود نوشت سرائی عمری۔ آپ جی کا مصنف اہم واقعات (اور کبھی جزئیات) کا مسلسل بیان کرتا ہے۔ آپ جی

اور روزنامے Diary Journal میں یہ فرق ہے کہ روزنامے میں تسلسل نہیں ہوتا ہے اور اسے مصنف فی قصود کے لئے لکھتا ہے۔

دیکھو Confessional Literature

Autochthonous

آزاد، غیر مطلق خیالات جو خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں اور جو سلسلہ خیالات سے تسلسل نہیں رکھتے ہیں بلکہ فوری طرز خیال

کے لئے واضحی سے ہوں۔ ایسے خیالات پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

Autocleisis

دور غراسے سے پہلے ہی انکار کر کے کسی خیال کو سننے والوں کے ذہن میں ڈال دینا تاکہ ان کی مانگ جاگ اٹھے دیکھو۔

Automatism, Apophasis Automatic writing

یہ مقصد اور غیر ارادی تحریر، خاکہ یا لفظ، آگے بند کر کے خاکہ، tto، غیر ارادی طور پر لکھنا کیوں کہ لاشعور قسم یا موقع کو ہاتھ میں لے کر قصور یا تعریف کو مکمل کر دے گا۔ Surrealist لٹکا روں کی یہ مشمول تکنیک ہے۔ Autosacramental ایک ایکٹ کا حشرک (معتائے لہائی سے متعلق) ڈرامہ جو عید حمد کے روز کھیلا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر حقیق اللہ نے "معمولی اصطلاحات کی ایک وضاحتی فرہنگ" (جلد اول) 1999ء میں دہلی سے طور ہی شائع کی ہے۔

چند لازوال تراجم

سائنٹیفک سوسائٹیوں کے قیام کے ساتھ ساتھ 'علوم جدیدہ' کی مقبولیت بڑھی۔ 'علوم جدیدہ' سے مراد ہے:

- 1۔ ایسے علوم جو اہل ایمان اور مسلم دانشوروں میں عام رہے، لیکن نئے زمانے نے ان کی ساری اصولی ساری کو تصویر اور پیکچرل کی سطح پر غلط ثابت کر دیا مثلاً تقویم شرقی، علم نبات اور کیمیا میں زمین و آسمان کا فرق چڑ گیا۔
- 2۔ ایسے علوم جو ہمارے لئے نئے قوانین سے تو نہیں تھے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انہیں وسعت ملی، مثلاً علم برقیات (علم آلات) نئے دور میں میکینکس کی وسعتوں سے آشنا ہوا یا علم حساب میں بے پناہ شعبوں کا اضافہ ہو گیا وغیرہ۔
- 3۔ ایسے علوم جن کا نام و نشان تک ہمارے ہاں نہیں ملا، مثلاً جدید دور کے نو ایجاد شدہ مضامین خصوصاً ایکٹریٹائی اور جیولوجی وغیرہ۔

ترجمہ کے باب میں انجمنی علوم جدیدہ کے حصول کی خاطر محسوس الامرا حیدر آباد دکن (1834ء) اور شاہان اودھ کھنڈ (1814-18ء) کی کوششوں کو اولیت حاصل ہے۔ انگریزوں نے جب علوم جدیدہ کو صرف انگریزی زبان سے محسوس کرنا چاہا تو ہمارے ہاں کی مقامات پر محسوس الامرا اور شاہان اودھ کے نتیجے میں علوم جدیدہ کو اردو میں منتقل کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، جن میں انیسویں دور کی سائنٹیفک سوسائٹیوں کے ساتھ ساتھ دیگر سوسائٹی دہلی کالج (قیام 1840ء)، نور انجمن ترقی اردو (بند)، اورنگ آباد (1803ء) کی کوششوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ انفرادی کوششوں کے علاوہ تاریخی اعتبار سے بالترتیب ہمارے ہاں متعدد ذیل اداروں نے ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا:

میرام پور پبلش منٹن (1783ء) فورٹ ولیم کالج کلکتہ (1800ء) شاہان اودھ کے تراجم برائے اسکول بک سوسائٹی کھنڈ (1814-18ء) محسوس الامرا حیدر آباد دکن کے تراجم برائے مدرسہ فزیو (1834ء) اسکول بک سوسائٹی دہلی کالج (1840ء) دفتر حرم السنہ شرقی، برائے گورنر، بنگلہ (1845ء)، مدرسہ علمیت، آگرہ (1845ء)، ملاس انجینئرنگ کالج ٹرٹی، دکن (1858ء)، سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور (1864ء)، ریڈیکل کھنڈ لٹریچر سوسائٹی بریلی (1865ء)، انجمن پنجاب لاہور (1885ء) ریڈیکل کھنڈ لٹریچر

سوسائٹی، بریلی (1865ء)، انجمن علمی، بدایوں (1865ء)، سائنسک سوسائٹی، مظفر پور، ضلع بہار (1868ء)، شاہجہانپور لٹری انسٹیٹیوٹ (1868ء)، انجمن نرو آباد (1868ء)، انجمن آفولہ (1881ء)، سرمدیہ علوم و فنون (سلسلہ آملیہ) حیدر آباد دکن (1887ء)، انجمن ترقی اوروہ (بندر) اورنگ آباد (1903ء)، دارالطبیعیات اعظم گڑھ (1913ء)، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن (1919ء)، بندہ ستانی اکیڈمی الہ آباد (1927ء)، جامعہ ملت، دہلی (1920ء)، ادارۃ النبیات اوروہ حیدر آباد دکن (1931ء)، مجلس ترقی ادب لاہور (1950ء)، سرسریج اکیڈمی آل پاکستان انجینئری کونسل کراچی (1951ء)، پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی (1953ء)، موسسہ مطبوعات فریڈنکس نیویارک۔ لاہور (1954ء)، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی (1957ء)، ترقی اوروہ پورہ کراچی (1958ء)، مرکزی اوروہ پورہ، اوروہ سائنس پورہ، لاہور (1962ء)، ترقی اوروہ بندہ (حال: قومی کونسل برائے فروغ اوروہ زبان) نئی دہلی (1969ء)

ایک مقام اعلان سے کے مطابق مغربی زبانوں خصوصاً انگریزی یا انگریزی کی صرفت اوروہ میں منتقل ہونے والی غائص علمی کتب کا ذخیرہ دو ہزار کتب و رسائل سے زائد ہے، جب کہ اس حقیقت میں ایسی اضافی کتب کو شمار نہیں کیا گیا جنہیں ترجمہ ظاہری نہیں کیا گیا یا متن کو بہ ترسیم و اضافہ قبول کیا گیا ہے۔

ان دو ہزار کتب و رسائل میں سے یہاں محض چند اہم کتابوں کا تعارف مقصود ہے۔ ان کتابوں کی اہمیت ان کی قدامت اور زبانی اعتبار سے خوبصورت ترجمہ ہونے کے سبب ہے۔ نیز انتخاب کردہ کتب میں سے چند ایسی ہیں جو اپنے مغز جمیع کی ادبی اور علمی دنیا میں شہرت کے سبب اہمیت اختیار کرتی ہیں۔

(1) "نثر حکمت"، تخلیق و ترجمہ پادری پرنس مطبوعہ مسیحائی ٹیکنوٹینکس، اول: 1798ء، یہ علمی کتب کے اوروہ تراجم میں اولین طبع شدہ کتاب قرار کی جاتی ہے۔ بحر حکمت $10^5 \times 6\%$ کی تقطیع میں 58 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا اولین ایڈیشن مطبع مسیحائی ٹیکنیری ٹیکنوٹینکس سے 1214ء مطابق 1798ء میں طبع ہوا اس کتاب کے ناشر نکالیاں دہ مولوی نور محمد تھے۔ فرست اوروہ دیا چہ شامل نہیں کیا گیا مگر نمبر 2 سے "مقدمہ" کے عنوان کے تحت اصل کتاب شروع ہو گئی ہے۔ ہادہ اس کے کہ کتاب 1798ء میں طبع ہوئی، اوروہ کو کہیں بھی ہندی یا بندہ ستانی نہیں لکھا گیا۔

مردان کی مہارت درج ذیل عنوان سے ہے:

ایں رسالہ عجیب و غریب دو زبان حقیقی سائنس سب رو آگے دریا منت تو اہد حرکت دہانی کل مکی بہ

بحر حکمت

کرمی، ترجمہ صاحب دہا، مترقب پادری پرنس صاحب ترجمہ اش زبان اوروہ عام فہم شدہ بتاریخ دہم شعبان 1214ء، یہیت السلطنت ٹیکنوٹینکس، دو مطبع مسیحائی باہتمام اضعف امہاد نکالیاں دہ مولوی نور محمد مرحوم طبع کر دیے۔

کتاب کے آخری صفحہ کی مہارت درج ذیل ہے:

"حق سبحانہ تعالیٰ جل جلالہ کی برکت سے یہ کتاب مکی بہ بحر حکمت چچ دریا منت کرے احوال حکمت رو آگے اور ترکیب عیار

آنے والے دنوں میں استعمال ان کا اکثر ہے۔"

’نہاں اترائے دفائی کل‘ کی سرخی کے تحت یواسکر کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ وہ تانے بانے سے بٹایا جاتا ہے یہ ایک قسم کا برتن ہے، جس میں پانی گرم ہو کر بھاپ بن جاتا ہے یواسکر کے ایک دوسرے جزو ’حافظ‘ کی تعریف مراثت اور اس کے احوال کی تشریح کی گئی ہے پھر آرا ’خان‘ کا ذکر ہے جس کا کام یہ ہے کہ حسب ضرورت آگ زیادہ یا کم روشنی کرے۔ اس کا نقشہ بھی وضاحت کے لئے دیا گیا ہے۔ بھاپ کے پٹنے سے پانی کی مقدار میں کمی ہوتی ہے اور آگ کے اچھاپ سے بھاپ کی طاقت رفتہ رفتہ زیادہ ہوتی جائے گی اور اندیشہ لگ رہا ہے کہ پانی کی کمی کے سبب یواسکر پھٹ نہ جائے۔ اس اندیشے کو دور کرنے کے لئے ایک آرا استعمال کیا جاتا ہے جس کا نام ’مزدقی‘ ہے۔ اس کے ذریعہ سے یواسکر میں اسی قدر پانی داخل کیا جاتا ہے۔ جتنا بھاپ کے پٹنے میں صرف ہوتا ہے۔ اس آرا کو نقشے کے ذریعے سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ:

پانی یواسکر میں حسب ضرورت پہنچ رہا ہے یا نہیں۔ وہاں لگائے گئے ہیں تاکہ پانی کی کمی و زیادتی معلوم ہوتی رہے۔ کھڑت استعمال سے یواسکر میں ریت اور سیل وغیرہ بہت جمع ہو جاتا ہے اس لئے یواسکر کے اوپر کی طرف ایک بڑا سوراخ نکالا گیا ہے۔ جب صفائی کرنی ہوتی ہے تو اس سوراخ کو ایک ڈانچے سے بند کر دیا جاتا ہے تاکہ بھاپ کا راستہ بند ہو جائے اور آبی آسانی سے یواسکر کو صاف کر سکے۔ غرض یواسکر کے تمام مصلحتات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور وضاحت کے لئے کلی نقشے کتاب میں درج ہیں جو پختہ میں لہجہ طو مراثت چھپے ہیں۔

کتاب میں برستے گئے متروک الفاظ کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

کتاب میں دیا گیا لفظ	لفظ کی موجودہ صورت
چارے	چائے
سچے	سچھے
اچی	لیچی
لو پانی	لو پانی
بھر	بھر
اے	اے
چے	چے
دیا کھا	دیا ہی
چاا چاٹے	چاا چاٹے
کھان	کھان
جس	جس سے
اش	اس سے

کتاب میں ہر ایک لٹ کوٹ لکھا گیا ہے مثلاً 'فٹ' کو 'فٹ'، 'الوئی' کو 'لوئی' اور خطا کو غلطہ، اذ وغیرہ اس طرح 'لا' کو 'اکل' مقامات پر 'ا' لکھا گیا ہے مثلاً سیلاؤ کو سیلہؤ۔

علم طبیعیات کی جو اصطلاحیں وضع کی گئیں ان میں چند یہ ہیں:
دورہ نما، دغائی کل، نقطہ جوش، فعل عقیق، صود علی الافاق، نقطہ الجماد وغیرہ، اکثر جیکوں پر انگریزی اصطلاحیں برتی گئی ہیں جیسے

کیوبک فٹ، قمر منیر، قمر منظر، قمر منظر، یمن، اسکر، اریپہ، اسکیل، سلور وغیرہ۔ یہ کتاب جامعہ ضیاء حیدر آباد دکن کے کتب خانے میں ب/81، ب/538 نمبر پر دستیاب ہے۔

(2)۔ سید شمس، از روپری دت چارلس

ترجمہ: میرامن علی دہلوی، (میرمن) لالام گی الدین حیدر آبادی، جنرل اور سولی تھوری، مطبوعہ نئی چھاپ خانہ، حیدر آباد (دکن)، طبع اول: 1840ء

ڈاکٹر جان فکرسٹ کا سب سے اہم کارنامہ گوشہ گمائی میں کیے ہوئے معصوم و محترم میرامن کو منظر عام پر لانا ہے۔ انہیں کا شکر یہ لیا جاتا ہے کہ انہوں نے دہلی کے ساتھ باغ و بہار کے دیباچے میں ادا کر دیا گیا ہے۔

میرامن دہلوی کا اصل نام میرامن علی دہلوی تھا، باغ و بہار اور اخلاق محسنی کے بعد کے کامات آپ کو میرامن علی دہلوی ہی ثابت کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، سید شمس، رسالہ علم جرنیکل، مطبوعہ 1258ھ مطابق 1840ء کے دیباچہ از نواب محمد قمر الدین خان الخاطب پٹنم الامراء حیدر آباد دکن، نمبر: 1253ھ مطابق 1837ء سے اقتباس:

"بندہ غلامہ درگاہ اجودی کا، محمد قمر الدین خان الخاطب پٹنم الامراء اس طور گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں چھوٹی بڑی علوم لاسانہ کی جو زبان فرنگ میں مرقوم ہیں اور بہب سیلان طبیعت کے کہ بہت اس طرف شوق رکھتا تھا، میری سماعت میں آئیں۔ اس وجہ سے چند مسائل دیکھے اور اگرچہ بعض علوم لاسانہ زبان عرب و عجم میں بھی مشہور ہیں۔ چنانچہ علم جرنیکل اور علم الکلام وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرنگ نے ان کو دلائل اور براہین سے چند کمال اثبات کیا ہے بلکہ بعض علوم اہل فرنگ میں ایسے روایات پائے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا۔ چنانچہ علم آب اور ہوا اور برکات اور مٹاؤں اور کیمسٹری وغیرہ۔ اس واسطے مذمت سے مرادہ تھا کہ مبتدیانوں کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبان فرنگ سے لکھی ترجمہ کی جلد سے فرصت قلیل میں اس کی معلومات سے خالیوں کو یکہ فائدہ میسر ہوئے۔ چنانچہ ان باتوں میں بحسب دعا چند رسالے مختصر علوم لاسانہ کے بطریق سوال و جواب کے لکھے ہوئے روپری دت چارلس صاحب کے انگریزی زبان میں جو 1818ء میں بیچ شری لٹن کے چھاپے گئے تھے، یکم پچھلے۔ ان میں سے رسالہ علم جرنیکل۔ علم نبات اور علم آب اور علم ہوا اور علم الکلام کہ اس کے آخر میں مٹاؤں کا رسالہ بھی شریک تھا اور علم برکات کا کہ ہر ایک ان میں سے چندہ اوسط نہ بہت کم نہ بہت زیادہ لکھا ہوا تھا اور ہر چند ترجمہ ان علوم کا ہر ایک زبان میں مگر اہل فرنگ میں روایات پایا ہے مگر مختصر کرتے فائدے سامعین بلندہ فرشتہ بنیاد حیدر آباد کے۔ میرامن علی دہلوی اور

علامہ غلام غنی الدین حیدر آبادی اور مسٹر جونس اور موسیٰ بخاری کو جو طرز زبان سرکار ہیں، نظم کرنے میں آیا کہ ان علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو میں ہمارے دائرہ ترجمہ کریں۔ چنانچہ بفضل حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ چھ (6) رسالے ترجمہ ہوئے، مگر پچھلے اسماء انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی میں نہ ضمیر ہوئے، ان کو اس زبان اصلی پر بحال رکھنے میں آیا اور یہ چھ رسالے جو ترجمہ کئے گئے چھ علم پر مشتمل ہیں۔ اس واسطے نام ان کا "نسخہ و ضمیمہ" دکھایا گیا۔ مناسب چنان کہ علم معانی میں کو علم نظام الفکاری جلد سے مجھد کر کے آخر میں جلد برنگ کے شریک کیا گیا اور مادہ تاریخ اس رسالے کا گزرا ہوا، مادہ مولوی غلام الدین فیض کا یہ ہے۔

تالیف نواب خٹم الامراء

1253ھ (مطابق: 1837ء)

1- محلہ بلا دیساچ سے ثابت ہے کہ میراٹھان علی دہلوی 1837ء سے قبل حیدر آباد دکن میں خٹم الامراء کے سرکاری ملازم ہوئے، یعنی میرٹھان منی 1808ء میں نیلی بری (برطانیہ) کے مقام پر فورٹ ولیم کالج طرز کے ادارے کے قیام کے فیصلے کے ساتھ 8 جن 1808ء میں مستحق ہو کر حیدر آباد دکن پہلے گئے اور نواب محمد رفیع الدین خان خٹم الامراء دہلی کی قائم کردہ رصد گاہ "جیسی" لیا میں 1818ء کے بعد کسی وقت بطور حرم ملازمت اختیار کی۔

2- میراٹھان علی دہلوی انگریزی زبان سے کچھ کچھ واقف تھے۔

3- میراٹھان علی دہلوی سائنسی علوم سے شہدادت رکھنے کے باوجود انگریز مترجمین کے ساتھ کام کرنے کے اہل تھے۔

4- میراٹھان علی دہلوی کی مطبوعہ کتب میں نسخہ و ضمیمہ تسلط کے مترجہ ذیل سات رسائل شامل ہیں:

(1) رسالہ علم برہمنی (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1256ھ مطابق 1840ء

(2) رسالہ علم ہند (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1258ھ مطابق 1840ء

(3) رسالہ علم آب (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1254ھ مطابق 1838ء

(4) رسالہ علم صوا (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1255ھ مطابق 1839ء

(5) رسالہ علم مناظر (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1255ھ مطابق 1839ء

(6) رسالہ علم برنگ (ترجمہ) مطبوعہ: ننگی چھاپ خانہ خٹم الامراء حیدر آباد دکن 1255ھ مطابق 1839ء

(7) دہری دلت چارلس کا سوالات و جوابات سے متعلق مکمل رسالے کا ترجمہ اس کے علاوہ ہے، جس کے دیکھے حصے الگ کر کے علم برہمنی، علم ہند، علم آب، علم ہوا، علم مناظر اور علم برنگ نامی رسائل کے آخر میں شامل کر دیا گیا۔ یہی ان سات رسائل کے 1781 صفحات کا انگریزی سے اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

میراٹھان علی دہلوی، علامہ غلام غنی الدین حیدر آبادی، مسٹر جونس اور موسیٰ بخاری کی مشترکہ کوشش و ضمیمہ "از ریہط چارلس کے سائنسی رسائل کی تفصیل درج ذیل ہے:

رسالہ علم جرنیکل:

یہ رسالہ ’مسئلے کی پہلی جلد ہے جو 8x5 کی قطع پر 307 صفحات کی کتاب ہے۔

مسئلہ ایک اور دو سے اقسام میں ملاحظہ ہو:

”اس میں بیوا اور اس کے انقسامات بے نہایت اور مستش اعداد اور مستش قسٹ اور مرکز قسٹ اور کمیات حرکت اور جرنیکل کی تمام قوتوں اور شاخوں کا بیان ہے۔“

”علماء کے واسطے سرکار حسن الامراء بہادر امیر کبیر کے مکتی چھاپ خانے میں شہر فرشتہ بنیاد حیدر آباد کے درمیان 1356ھ میں مطبوع ہوئی۔“

ابتدا میں 3 صفحات کی فہرست، کتاب کے آخر میں تین صفحات کا نفاذ نامہ اور 4 صفحات میں علم جرنیکل کے آلوں کی 130 نکات کو لیکھ میں چھاپ کر شامل کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں پوشیدہ ذرے کے عنوان کے تحت درج ذیل مہارت شامل کتاب ہے:

”حکیم ریچرڈی دت چانس صاحب نے 1818ء میں سات کتابیں علوم ریاضی کی تیار کر کے جو چھپائی تھیں ان میں سے چھ کتابیں ترجمہ کر کے سید مصیہ نام دکھا گیا اور باقی ساتویں کتاب تعریفات اور سوالات علوم مذکور میں اس واسطے لکھی تھی کہ علوم مذکور کی تحصیل کے بعد شاگردوں سے ہر علم کے امتحان کے لئے سوال کر کے جواب اس کا ان سے سن کر یاد ہے یا نہیں اور ہم نے اس حکیم کے آئین کو بہتر جان کے ساتویں کتاب کا بھی ترجمہ کیا مگر اس میں سے ہر علم کی تعریفات اور کیفیات اور سوالات علیحدہ کر کے ہر علم کے رسالے میں اسطورہ شریک کئے کہ آثار رسالے میں ادیاچے کے بعد تعریفات اور کیفیات اور آخر رسالے میں سوالات اس کے داخل کرنے میں آئے تا استاد ہر علم کی تعلیم کے بعد اسی کتاب سے شاگردوں سے سوالات کر کے جوابات پوچھے تا دوسری کتاب سے سوالات کی احتیاج نہ ہو۔ قصہ بالآخر۔“

آپ نے یہ بات پرسوں کے دن فرمائی تھی۔

’مستحبہ طرف تمہاری تعلیم کے ہوتا ہوں۔‘

’ساتھ ایسے ہی اعلیٰ مراتب کے مشفق ہے۔‘

کتاب میں شامل اکثر الفاظ اور املا کا استعمال اب متروک ہے، مثلاً

دو کی بجائے دے

کو کی بجائے تئیں

مٹی کی بجائے مٹی

کنوئیں کی بجائے کوے

بحث کی بجائے محرمہ

کسی کو کی بجائے کسی کو

بند ہونا کی بجائے بند ہونا

ان سے کی جانے ان سے
اسی طرح عبارت میں شامل اکثر حرف اور الفاظ کا رسم الخط بھی مختلف ہے

خلف

مٹ۔ مٹ

لور

ٹوٹ۔ ٹوٹ

سننے۔ سنے

ٹٹ۔ ٹٹ

چند انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

پڈینگ۔ Pudding

چوب شولہ۔ Cork

اسفنج۔ Sponge

خط راہ۔ Line of direction

ایئر پمپ۔ Air pump

رسالہ علمی ہیئت

یہ رسالہ ”مسبہ“ سلسلے کی دوسری جلد ہے جو ۵/۵ کی تصحیح پر 344 صفحات کی کتاب ہے۔ مسطور 2 سے اکتیس ملاحظہ ہو:

”دوسری جلد ”مسبہ“ کی جو طبعیت میں ہے۔ طلبہ کی تعلیم کے واسطے سرکارش الامراء بہادر امیر کبیر کی جلی جہا ہے
خاندان میں شرف و شہرہ بنیاد مجدد آباد کے درمیان 1299ء میں مطبوع ہوئی۔“

ابتداء میں دینا چاہی اور فورسٹ کے 31 صفحات، آخر میں دو صفحات کا خط نامہ اور 4 صفحات پر کتاب کے متن سے حاشیہ 20
افکال کو شامل کتاب کیا گیا ہے۔ جلد کتاب 28 منگھوں پر مشتمل ہے۔

موسم عبارت ملاحظہ ہو:

”میں از طلوع آفتاب جب مشرق طرف نظر آتا ہے ستارہ باج گاسی اور جب بعد از غروب آفتاب مغرب طرف دیکھائی دیتا
ہے ستارہ شام گاسی کہلاتا ہے۔ پس جب زہرہ آتے مقام میں ہوتا ہے پھر ملکہ نقطہ قاطع پر نہوے ہاظر زمین کی نظر سے بالکل مجرب۔“
پکی منگھو سے بھی ایک اکتیس دیکھتے ہیں۔

”تلمیذ کان۔ قبلہ و کعبہ آج کی شب آسمان اس قدر صاف اور نہار سے پاک ہے کہ کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آتا۔“

”تلمیذ لرو۔ جناب واقعی بھائی نے بج کر شربت سب کھڑت صفائی کے بعد ابھی جس قدر چار سو نظر کرتا ہے چارے بعد نظر

آتے ہیں ان کو کسی طور پر رکھا۔ کیونکہ خاتون استادوں نے ان کو ڈار کیا ہے۔ اس مقدمہ مشکل کی ماہ دریافت مجھ پر روشن فرمائیے۔“

”استاد۔ ابھی نہیں چند روز وقت کرو

باقفل اور ایک امر کی تعلیم تم کو میری مد نظر ہے۔ سو جب ہم شب کو اوپر کی طرف یعنی صحرائے م نظری سر پر کا۔ جس کو آسان کر تعمیر کرتے ہیں۔ فلک آگے سے دیکھتے ہیں، دے نجوم جہد جو ہم کو نظر آتے ہیں صرف ہاسرے کا دم کا ہے۔ بدون استقامت درویش کے، ہزار سے زیادہ ہاسرے نہیں نظر آتے۔ پس یہاں ثابت ہوا تھا ہر ہم کو چنے ہاسرے نظر آتے ہیں دراصل دے سب ہاسرے نہیں ہیں بلکہ تجلید ہاسرے کا ہے۔“

کتاب میں شامل: فطرت۔ کسو تیش۔ سنگ۔ دنگے جیسے متروک الفاظ ہیں۔

رسالہ علم آب

یہ رسالہ ’مصلیٰ کی تیسری جلد ہے جو 8/5 کی تصحیح پر 312 صفحات کی کتاب ہے۔ آخر میں چار صفحات کا لفظ نامہ اور تین صفحات پر علم آب سے متعلق 38 اشعار کو شامل کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کے کچھ صفحات کے حاشیہ پر ’سلیبہ صبیہ‘ مصلیٰ کی دیگر کتب کے حوالے بھی شامل کتاب ہیں۔

صوت عبادت ملاحظہ ہو:

”کسب کیا ہی آسان ہو نہیں سکتا اس کے قل میں کچھ نظر نہیں۔ چنانچہ لکھا ہوا دیکھنے میں آیا ہے۔ حکیم اسپاٹریں اور اس کا مدگار دے دونوں اپنے جانے ہوئے آلے میں بند کر جہاز فکھ اور ڈوبے ہوئے بال کے نکالنے کے واسطے دوبارہ ہاسرے کے اندر جا کر لکھ اور دھرم سوم جڑا ہے ایک ساعت تک رہے۔ وقت بہت گزرا اور اوپر کے مدگاروں نے کچھ اشارہ مراعت کا نہیں پایا آخر طو زنی کو اوپر کھینچا دیکھے دونوں کی روح پرواز ہو گئی تھی۔“

کتاب میں درج کئے متروک الفاظ درج ذیل ہیں:

مائی۔ مٹی

قیمت دار۔ جیتی

وسکا۔ اس کا

دوڑنے لاکا۔ دوڑنے لگا

چاگ۔ جگہ

عبادت میں بعض جگہوں پر ’نے‘ کا استعمال ہی نہیں کیا گیا حلقہ اوپر آپ فرماتے تھے

اسی طرح فلک ’گز‘ کا استعمال ملاحظہ ہو۔

امکان کر دکھائیے، (امکان کر کے دکھائیے)

کتاب میں برقی مٹی، چند انگریزی اصطلاحوں کا اردو ترجمہ دیکھتے ہیں۔

زیرانی کا پمپ - Force pump

ویٹر رائٹر - Hydrametre

ہم آب - Hydrostatics

ہم آب کی توازن - Hydrostatic Balance

خارے کا پمپ - Sucking pump

رسالہ علمی ہوا

یہ نسخہ ’سلیطہ‘ کی چوتھی جلد ہے جو 8/5 کی تصحیح پر 338 صفحات کی کتاب ہے، دیباچہ کے علاوہ آخر میں 4 صفحات کا لفظ نامہ اور 8 صفحات پر علم ہوا سے حقائق 34 آئینوں کے نقشے شامل کتاب کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب بھی استاد اور شاگرد کی گفتگو کے اعزاز میں لکھی گئی ہے۔

23 ویں گفتگو سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”تمیز فرم حضرت، ہر ایسے کی سنی بیان کیجئے۔“

استاد۔ یہ لفظ پرانی ہے اور اس کی معنی آفتاب ہے اور یہ ایک آندہ ہے، نجد چرواہے علی انھوں مخصوص معدنیات کے برحقہ کی پائش کے واسطے جو سب گرمی کے ان کو حاصل ہوتا ہے اور چرواہے کو بھی ٹھوڑی پھیلیں اس آلے کی استعمالات سے جسمانی عقل کی مانند فہم آگے سے بھر آئیں گی۔“

کتاب میں بعض مقامات پر حاصل مصدر کی بجائے مصدر کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً ’تعب‘ ہے کہ کوٹنا اکڑنے میں کیوں نہیں آتا، بعض الفاظ کی جمع دکنی قاعدہ کے مطابق بنائی گئی ہے مثلاً رخ سے سجاس اور شارغ سے شاناس۔

رسالہ علمی مناظر

یہ نسخہ ’سلیطہ‘ کی پانچویں جلد ہے جو 8/5 کی تصحیح پر 277 صفحات کی کتاب ہے۔ شروع میں دیباچہ اور تعریضات علم مناظر کے علاوہ آخر میں 8 صفحات کا لفظ نامہ اور متن کے حقائق 42 اشکال شامل ہیں۔ ریورڈ چارلس کی اصل کتاب میں ہم جتنی سے حقائق مختصر رسالہ بھی شامل تھا جسے اس سے الگ کر کے ’سلیطہ‘ کی چھٹی جلد میں داخل کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب بھی سوال جواب کے اعزاز میں لکھی گئی ہے۔ 15 ویں گفتگو سے اقتباس ملاحظہ ہو۔

”تمیز فرم حضرت، ہندو ایسا ہی عمل کرے گا لیکن کچھ آپ نے ابرہہ اور مڑگاں کا ذکر نہ کیا، یہ کس کام پر آتی ہیں۔“

استاد۔ ابرہہ بہت آگے کو بنا دیتی ہے جس وقت کہ بہت روغن آگے پر آتی ہے اور کوئی جسم اگر بڑھتی ہے سے پھل کر آگے پر کرے آگے کہ حضرت مجھ سے پہلے دیتی ہے اور مڑگاں کام کرتی ہیں آگے کے پردے کی مانند کس واسطے کہ جب کوئی شخص سوتا ہے وہ

بہا لے جیں مادہ روشنی کو یعنی زیادہ روشنی آنکھ میں جانے نہیں دیتی ہیں۔ اور یہ سڑکاں جڑاڑوں صدقات سے آنکھوں کو بچاتے ہیں اور جو گرد کہ ہوا میں بھری ہوئی ہے ان کو آنکھوں میں آنے نہیں دیتے ہیں۔“

چند انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ دیکھتے ہیں:

مردہ دیکھنے کا آئینہ Looking Glass

کڑاں لکھی Microscope

منکس دور بین Reflecting Telescope

موازی شعاعیں Convergent Rays

انہماطی شعاعیں Reflected Light

قدیل عری Magdi Lantern

لعر یا لاعر Lantern

علم برنگ

یہ نسخہ ’مسبہ‘ طبیب کی پختی جلد ہے 5/8 ج کی تصحیح پر 208 صفحات کی کتاب ہے۔ جس میں علم برنگ (یعنی جھنگے کا علم) اور خطاطی سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ دیباچے کے علاوہ آخر میں 3 صفحات پر 31 اشکال اور کتاب کے خاتمے پر متن سے متعلق آلوں کے 8 نقشے شامل کتاب کیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں علم برنگ سے متعلق 16 مکالمے کہاں دی تھیں اور علم خطاطی سے متعلق چار چار مکالمے شامل کیے گئے ہیں۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو۔

تلمیذ کلاس

”حضرت آپ نے ابھی ذکر کیا تھا کہ سوئی کو خطاطی دینے کے بعد وہ چھتی ہے۔ کہا جھکاؤ اس کا یکساں رہتا ہے یا کچھ کچھ فرق کرتا ہے“

استاد۔ یہ قریب القلم ہے کہ اسی حالت میں ہوگی اسی جائے میں اور رہا بت صاحب نے کہ قلم لٹا دینے والا تھا۔ تارو سے کے ٹکے میں 1576ء میں دریافت کیا کہ جھکاؤ سوئی کا قریب 72 درجے کے تھا اور اس کی تحقیق بادشاہی مدرسے میں بھی ہوئی اور یہ بات راست ثابت“

کتاب کی عبارت میں ’اکثر کوڑا نکلو‘ اور ’کوڑا کوڑا‘ لکھا گیا ہے۔ باقی وہ تمام خصوصیات اس کتاب میں بھی موجود ہیں جن کا ذکر دیگر رسائل کے ضمن میں ہوا ہے۔

اصول علم حساب ہندی زبان میں

اور رسالہ مسودات اعشاریہ ترجمہ: میرزا علی دہلوی (میرمن)

راجہ رتن چائیس کے سات رسالوں کے علاوہ محس الامراء کے سبھی چھاپے خانہ واقع حیدرآباد (دکن) سے طبع ہونے والی دیگر کتب میں درج ذیل دو کتابیں ایسی ہیں جن پر ترجمہ کے نام درج نہیں۔

1۔ ’اصول علم حساب ہندی زبان میں‘ مطبوعہ: 1252ھ مطابق 37-1838ء

2۔ ’رسالہ مسودات اعشاریہ‘ مطبوعہ: 1253ھ مطابق 1837ء

اول الذکر کتاب کے دیباچے میں اسے اہل رنگ کے دستور پر لکھی گئی کتاب بتایا گیا ہے، لیکن اس کتاب کا ترجمہ ہونا یوں ثابت ہے کہ کتاب میں سکوں اور اوزان کی شرح برطانوی سک اور اوزان کے مطابق دی گئی ہے ورنہ حیدرآبادی سک اور حیدر آبادی اوزان استعمال کیے جاتے۔ جبکہ ’رسالہ مسودات اعشاریہ‘ کو ترجمہ بتایا گیا ہے نیز اس میں ’مقیہ ہمس‘ والا سوالات و جوابات کا اعداد اختیار کیا گیا۔

محس الامراء کی مطبوعہ کتب سے یہ ثابت ہے کہ 1840ء تک محس الامراء کی رصدگاہ ’جہاں لہا‘ کے شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ میں شاہ علی رتن لعل، میرزا علی دہلوی، غلام محمد علی حیدر آبادی، موکی سندھی، حافظ مولوی محس الدین فیض، مسٹر جونس اور مسٹر جرنل سمیت کل 18 فنی (مترجم) ملازم تھے۔

جہاں فرس 47-1848ء کے تک جبکہ مترجم مقرر ہوئے جبکہ ابھی، رائے منوالی، شیر علی بن محمد قاسم، مرزا جان کھداری، میر ظیل علی، مولوی احمد اور سید عبدالرحمن بہت بعد میں مترجم مقرر ہوئے۔

نحوہ پلا دیوں قراجم کے ترجمہ کی تلاش کے سلسلے میں ذرا سی کوشش باآء و ثابت ہوتی ہے۔ خلا یہ کہ شاہ علی (موظف ادھنی) اور رتن لعل (دولہ چٹا لعل) نے ’رسالہ علم و احوال کرے کا‘ (سنہ تالیف 1253ھ مطابق 1838ء سنہ طبع 1257ھ مطابق 1841ء) ترجمہ کیا ہے۔ ان دیوں ترجمہ کی زبان بھی سلیس ہے لیکن ’مقیہ ہمس‘ کی زبان اور ان کی زبان میں واضح فرق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ سب سے پہلے ’رسالہ علم و احوال کرے کا‘ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب دین، چاند اور سورج کے درمیان میں جانی ہوتی ہے تو زمین کا سایہ چاند پر گر کر اس کا رخ نور ہوتا ہے اس کو غول قرعینے ہیں اور اس سب سے غول قرع حالت بد میں ہونا ضروری ہے۔“

(ترجمہ شاہ علی رتن لعل)

اب صرف شاہ علی کی زبان ملاحظہ ہو:

”اس ذرا ہے مقدار شاہ علی وظیف ادھنی نے مقید شرح چھٹی کو کہ جس کی عبارت کی وقت اور سوائی کی نکات ہر ایک وہاں نازک خیال پر ظاہر و باہر ہے۔ زبان ہندی میں یہ عبارت سلیس و صاف ترجمہ کر کے اس صورت پر (محس الامراء) کی رائے دین سے مسائل اصل میں حکیم و تافریک اور مسئلہ تعریف کی قوی سے تبدیل۔“

(ترجمہ میرزا علی دہلوی کے دیباچے سے اقتباس)

اس سے قبل شاہ علی نے ہندی زبان کے ادھونی ایک میں تعلیم دے رکھیں کے فوائد بیان کئے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ لکھتا ہے:

"ادبیاں روزگار اور عاقلانہ تجربہ کار پر پیشہ نہیں کہ جس قوم میں زبان مردانہ سے بھری تجربہ و ترقی پاتا ہے، صاحب زبان نہایت آسانی کے ساتھ اس آئین کا فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ بہت دوسری زبان کے مذہ قبل میں حاصل اور کامل ہوتا ہے۔ کیونکہ جو مذہ وہاں صرف الفاظ میں جاتی ہے، وہاں وہ تفصیل معانی میں کام آتی ہے۔"
(تہذیب معرغ بھٹی کے دیباچہ سے اقتباس)

'مشرق بھٹی' کا ترجمہ 1250ء مطابق 1834ء میں کیا گیا اس کا نقلی نسخہ اور اردو ادبیات اردو، تخریج آباد، حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ اب صرف دہلی نعل کی زبان ملاحظہ ہو:

"یہ رسالہ ہے موسوم بہ منتخب البھر راج علم دور تھا کے کہ اسے علم افکار بھی کہتے ہیں اور اس علم کی معلومات سے نئے اجسام و سطوح کے کھینچے جاتے ہیں۔ اس علم میں اگرچہ ایک کتاب ہوسو قدری زبان میں موسوم بہ رفیع البھر لکھی ہوئی مابجزا وہ بلکہ اقبال عالی قدر محمد رفیع الدین خان الخاں طلبہ پر حمودہ الدارہ بہار کی ہے۔" اب رسالہ منتخب البھر کے متن سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"حضرت اگر ہم کو کل اہل نظر آتی ہے تو ہم کو سیدی کیوں نظر آتی ہے؟

جواب۔ ہم لوگوں کو ایک مذہ سے عادت ہو گئی ہے کہ سب کثرت احسان کے ذہن تیز کرتا ہے کہ یہ سیدی ہے بلکہ اس کے اوپر ایک زبان ملاحظہ یہ ہے، جو بے غیر غور ہیں ان کے سامنے جو شے آتی ہے اس کو بلاشبہ بکھڑے لیتے ہیں اور جس کامر کے سب سے اور لوگوں کے کہنے سے ان کو چند مذہ میں تیز سیدھے لئے کی ہوتی ہے اور اس کی عقل تکرار اور براہی علم مناظر میں لکھی ہوئی ہے اور یہ علم اسی میں سے وضع ہوا ہے۔ اس کو علم افکار کہتے ہیں۔ (رسالہ منتخب البھر، مذہ تالیف 1253ء مطابق 1837ء مذہ طبع 1257ء مطابق 1841ء سے اقتباس)

اب شاہ علی اور دہلی نعل کے ترجموں کی زبان کے مقابلے میں اصول علم حساب ہندی زبان میں اور رسالہ کسورات «مستاریہ» سے ایک ایک نکلا دیکھیے:

- 1۔ 'مراقوم ہے دو مثال کہ گزری اس میں معنی بخشی ہے۔'
 - 2۔ 'اس کسورات طر کے اعمال، ہند کسور مشہور کے ہوتے ہیں۔'
- مصدقہ ہا پہلا نکلا تو ایسا ہے کہ جیسے ہارن و بہار میں سے آچک لیا گیا ہو۔
- دوسرا نکلا جینٹیل ہونے کے باوجود اس بات کی عقل کھاتا ہے کہ میرا ان علی دہلی کا ہی ہے۔ اس لیے کہ اس میں حق الفاظ کے ساتھ اشارہ قریب 'ان' کی بجائے 'اس' لکھا گیا ہے، جو ہارن و بہار والے منفرد اسلوب کی ایک بچھن ہے۔ اس کے علاوہ اصول علم حساب کے ترجمے میں میرا ان علی دہلی کی عقلیات اپنی صاف بچھان کرداتی ہے مثلاً

بلیہ کے بجائے بدوں

بادجو دی کے بجائے بادص

اس کے بعد کی بجائے جس پیچھے

ضرورت کی بجائے حاجت

للمد کی بجائے خلا

طریق کی بجائے اول

تیسرا حرج غلام علی الدین حیدر آبادی ہے جس کی زبان کا دکی انگ (جس کی مثال رسالہ علم ہوا کے باب میں دی گئی ہے) ان دونوں کتابوں میں پایہ ہے۔ جبکہ حافظ مولوی شمس الدین فیض کی زبان صریح ہے اور مولوی محمد کی زبان مغری۔ یہ دونوں خصوصیات ان کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔ باقی رہا مسٹر جونس اور مسٹر جوز کا معاملہ تو یہ طے ہے کہ یہ دونوں انگریز فنی مقامی حرج میں کی سہولت کے لئے تھے۔ ان کا کام صرف جنگل انگریزی عبارت کو صاف کرنا تھا تا کہ اردو میں ترجمہ کرنا ممکن ہو۔ اب اگر ان دو محضات میں سے کسی ایک نے میرامن علی دہلوی کی مدد کی تو کچھ بعید نہیں لیکن ان دو کتابوں کا اسلوبی تجزیہ ثابت کرتا ہے کہ ان کا ترجمہ میرامن علی دہلوی (میرمن) نے ہی کیا۔

یوں میرامن علی دہلوی نے (میرمن) کی مطلوبہ کتب میں نو انگریزی سے ترجمہ کردہ کتب کا اضافہ اس قدر روزگار ہستی سے متعلق حقیقی کے دائرے کو وسیع کرتا ہے۔

میرامن علی دہلوی (میرمن) سے متعلق ساتھ حقیقی (فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی انعام بیجام ری کتب) سے بچا چلا ہے کہ آپ 1162ء مطابق 1748ء یا 1167ء مطابق 1754ء کے محمد شاہی عہد میں پیدا ہوئے۔ آپ آزاد اہلاد ہندو ہند کے رہنے والے تھے۔ جو خاندان مظفر کے دوسرے فرماں روا نصیر الدین شاہیوں کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے اور عظیم آباد (پنڈت) میں قیام کیا۔ میرامن علی کی پیدائش دہلی کی ہے۔ ان کا بچپن اور جوانی عہد مظفر کے پر آشوب دور میں گزرا۔ اور شاہ اہلاد کے حملوں نے ہب لوگوں کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو آپ عظیم آباد (پنڈت) واپس ہو گئے جہاں 38 برس تک قیام رہا اس کے بعد آپ نے کلکتہ کا رخ کیا، جہاں لوہاب وادور ہنگ نے آپ کو اپنے چھوٹے بھائی میر کاظم خان کا اہلیق مقرر کیا۔ دو برس تک یہ فرائض نبھاتے رہے۔ اسی زمانے میں سید بہادر علی حسینی (پنڈت) اور علی (پنڈت) نے فورٹ ولیم کالج کے قیام سے فورٹ ولیم کالج کے ریکارڈ کے مطابق ڈاکٹر جان گلکوسٹ نے انہیں 19 اپریل 1801ء میں بطور فنی (مترجم) فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں جگہ دی۔ کئی باتوں کی تصدیق 'بارغ و بہار' کے دیباچہ از میرمن سے بھی ہو جاتی ہے۔

فورٹ ولیم کالج میں ملازمت کے دوران میں آپ کی دو تصانیف 'چار درویش' المعروف 'بارغ و بہار' اور 'مختصر غولیا' (ملاحضیں وادعہ کاشفی کی فارسی تصنیف کا علاقائی معنی) کا چالیس ابواب میں ترجمہ) نے شہرت پائی۔

میرمن دہلوی نے خود 'بارغ و بہار' کے دیباچے میں اسے فارسی قصہ چہار درویش کا ترجمہ بتایا ہے۔ یہ کام 1801ء میں شروع کر کے 1802ء میں مکمل کیا۔ 'بارغ و بہار' کا اولین ایڈیشن 1802ء میں طبع ہوا۔

ساتھ حقیقی میں میرمن دہلوی 1808ء کے بعد شریاف نہیں رہا کہ زمین کماگئی یا آسمان بنگل کیا ہے۔ آ کے بھل کر انعام بیجام ری نے میرامن علی دہلوی کو 1233ء مطابق 1817-18ء تک حیات دیا۔

لیکن اب یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپ 1837ء (زمانہ تقریباً) دیباچہ سنیہ و صبیہ) تک تو بچھٹا حیات تھے، اس لئے کہ

نواب محمد قمر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے باغی کا صیغہ استعمال نہیں کیا، اور اگر دوسرا کسورات اشارہ ہے (مطلوبہ: تنگی چھاپہ خانہ غرض الامرا عیدآباد، دکن) 1837ء کے حزمین میں بھی صبر امن ملی دہلوی مثال تھے (جیسا کہ ظاہر ہے) تو ان کی حیات اور قسطنطنیہ زندگی کا دائرہ 1837ء تک تو بیکمل ہی جاتا ہے۔ کیا یہ موت کافی تھیں کہ وہ باغی نظریہ و فہم میں انھیں دامنِ اتر سے مستحکم بنا دیا گیا ہے۔ اب آئیے سترہ لاکھ کے طرفہ سے ملے پاؤں کو 1837ء تک آپ حیات تھے، اس طرح اگر 1748ء میں پیدا ہوئے تو میر تقی نے 89 برس کی عمر پائی اور اگر 1754ء میں پیدا ہوئے تو 83 برس کی عمر پائی۔

(3) رسالہ علم و اعمال کرے گا

از سبب، مترجمین: رقی لعل و حمزه مطبوعه میبد آ بادکن 1287 هـ مطابق 1841ء

یہ کتاب 5% x 8% کی تصنیف میں 408 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو نواب خٹم الامراء کے سرکاری مترجمین رفیق رحیل اور مسٹر جملہ نے انگریزی سے 1255ء مطابق 1839ء میں ترجمہ کیا اور 1841ء میں خٹم الامراء کے سنگی چھاپ خانے سے طبع ہوئی۔ دیباچہ کے علاوہ کتاب کی فہرست 29 صفحات پر مشتمل ہے جس میں چار الگ الگ مقالات کی ذیلی سرطیاں درج کی گئی ہیں۔ پہلا مقالہ کرہ مصلوہ اور دواخترہ دوسرا کرہ ارضی کے افعال ’تیسرا کرہ ساوی کے افعال اور چھٹا ’سیدہ دین اور اجرام فلكی سے متعلق ہے۔ کتاب کے آخر میں ’فائدہ کے عنوان سے ایک صفحہ کے نوٹ کے ساتھ 3 صفحات پر ’مذہب قرز کی جدول شامل کتاب کی گئی ہے۔ اس جدول کے بعد 4 صفحات کا خلاصہ اور سب سے آخر میں 8 صفحات پر کرہ ارضی، کرہ ساوی، قطب نما، محور، نصف النہار اور رفیق سے متعلق آٹھ نقشہ جات بھی شامل کتاب ہیں۔

پہنچواں ذریعہ کے عنوان سے کتاب کے مترجم رتن لعل دیواسی میں لکھتے ہیں:

”پانچویں ذریعہ ہے کہ یہ رسالہ بچہ گروے کے علم اور احوال میں کہ جس کو علم و مطرباب گروہی بھی کہتے ہیں۔ 1255ء لکھنؤ میں حضرت ختمی الامراء بہادر کے حسب اہکم مسخر جواز اور بندہ دانی لعل کے کہ وہوں خادم سرکار فیض آثار کو اب موراج کے ہیں۔ انگریزی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور یہ چند مسائل و اکتساب کئے گئے ہیں۔ اس کتاب سے کہ جس کو حکیم کہتے صاحب نے جلیب کیا ہے اور اگرچہ وہ کتاب مادی اکثر مسائل علم گروے کہ ہے مگر اس میں سے چند مسائل ضرور یہ اکتساب کر کے لکھے گئے اور سوائے اس کتاب کے چند فقہی گروے دایرہ کے بھی جانوں کے بھانے کے واسطے شریک کے لکھے، کسی کے کہ کراہی لعل مسعود ذوق حق لکھنؤ سے اس کی صورت ذاکن عالمین میں حضور ہو۔“

کتاب میں شامل چاروں مقالات سے انتہا سہولت ملانے ہوں:

المؤلفون

جب زمین جانے اور سورج کے درمیان میں جاکل ہوتی ہے تو زمین کا سایہ جانے پر گر کے اس کا مانع نور ہوتا ہے، اسی کو

’معلوم قرآن کہتے ہیں اور اس سب سے خسوف قمر حالت بد میں ہونا ضروری ہے۔“

دوسرا مقالہ

”آئندہ سوال کسی دو مقام مفروض کے طول بلد معلوم کا نکات کیہ کر معلوم کرنا۔ قاعدہ دونوں کا طول بلد تیسرے سوال کے موافق معلوم کر کے دیکھنا کہ دن دونوں کا طول شرقی ہے یا مغربی فرض۔ پھر عقد اس وقت عدد ناقص کو عدد زائد سے وضع کرنا۔ پس وضع کے بعد حاصل کر حاصل ہو گا وہی دن دونوں کے طول کا تفاوت ہو گا۔ اگر ایک شرقی ہو اور ایک مغربی تو دن دونوں کے طول کو جمع کرنا پس جمع کے بعد جو مجموعہ کر حاصل ہو گا وہی تفاوت ہو گا۔“

تیسرا مقالہ

”گیارہواں سوال تاریخ ماہ اور عرض بلد معلوم کر کے بعد آفتاب کے غروب کے بعد کون کون سا مہینہ ہلائے اقلی رہے ہیں کیہ کر معلوم کرنا۔“

قاعدہ قلب کو اپنے عرض بلد کے موافق بلد کرنا اور بعد آفتاب کا مقام طریقہ انفس پر معلوم کر کے اس کو دس بارہ درجے اقلی کے پچھلے پچا اور پھر تنظیم میں دیکھنا کہ کون کون سا مہینہ اوپر کے درجوں میں ہیں پس دسے سب غلط آویں گے۔“

چوتھا مقالہ

”مشرقی کا بیان“

’یہ ستارہ تمام ستاروں سے بڑا ہے اور زمین و آفتاب کے درمیان میں جس قدر بعد ہے اس کی یہ نسبت یہ ستارہ بہت دور ہے اور جب اس کو بے استقامت آلہ دوربین کے دیکھے ہیں تو زہرہ کی مانند نظر آتا ہے لیکن زہرہ کی طرح روشن نہیں معلوم ہوتا۔ جب اس کا طول آفتاب کے طول سے کم ہوتا ہے تو طوع آفتاب کے قبل نظر آتا ہے۔ اس وقت اس کو کوکب مسائی یعنی مچ کا چرا کہتے ہیں اور جب زیادہ ہوتا ہے تو غروب آفتاب کے بعد دکھائی دیتا ہے اس وقت اس کو کوکب مسائی یعنی شام کا چرا کہتے ہیں اور یہ اپنا دورہ گھڑی 9 ساعت 58 دقیقے میں تمام کرتا ہے۔ اس کا حجم زمین کے حجم سے 1400 مرتبہ زیادہ ہے۔“

کتاب کے آخر میں ’منازل قرآن کی جدول سے حقیقی وضاحت کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

”یہ جدول منازل قرآن کے طالبوں کے فائدے کے واسطے ہے کیونکہ یہ مسائل احوال کر کے کا ہے اور اس میں یہ قاعدہ درحق اور کتابوں سے اخذ کر کے لکھنے میں آیا اور جملہ منازل قرآن لکھی ہیں اور اس جدول میں اس کے منازل بڑا بیان مرقی اور بدی اور تعداد و اوقات ہر منزل اور اس کا برج اور مقامات چترکوں سے دریافت کر کے لکھے میں آیا ہے۔“

کتاب کی عبارت معرب و مغربی ہے۔ بعض الفاظ کا اطلاق بھی خاصا مختلف ہے مثلاً ’یعنی نور زہرہ‘ کو ہاتریم، یعنی اور ’زہرہ‘ لکھا گیا ہے۔ یہی صورت مختلف ناموں کے سلسلے میں بھی دکھائی دیتی ہے مثلاً

الطریقہ کو 'اثر یکہ' کہیں کہ 'پادری' لکھنا کو 'آزادی' اور 'پنکچر' کو 'پنکچس' لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مہارت میں 'تسمیر' اور 'نہدہا' جیسے حرکات بھی خطر سے گزرتے ہیں۔ یہ ترجمہ جامدو مٹانی اور لادارہ ادبیات اردو (دکن) کے کتب خانوں میں محفوظ ہے۔

(4) 'تاریخ ممالک چین'

تخلیق و ترجمہ: جنرل فرانسس گاڈ کرن (دو جلدیں)

جلد اول: مطبع پادری ٹامس، انگلستان، اول: 1841ء

ایضاً مطبع دوم: 1848ء

جلد دوم: ایضاً مطبع اول: 1852ء

یہ کتاب دو جلدوں میں ترجمہ کی گئی۔ جلد اول کے یہ دونوں ایڈیشن چھپ چکے کے بعد دوسری جلد مطبع ہوئی۔ کارکن نے اپنی ہی کتاب کو بڑی غلطی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ جنرل فرانسس گاڈ کرن مترجم عدالت دیوانی صدر انگلستان تھے۔ اردو زبان کے ترجمین میں ان کا نام تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ ان کی یہ کتاب آج کل نایاب ہے۔

جلد اول کے سرورق سے مہارت میں و من لعل کی چابی ہے:

"تاریخ ممالک چین اور دوسرے ممالک اور قوموں کی جو فرماں بردار زبان گزرا مشہور مٹانی کے ہیں۔

لیتے آئے نو آبادی دیا بعد طولانی نوح سے

لطائف

زمانہ ہندوستان و مصلحت میان سلطنتی شاہ انگلستان 1843ء مسیحی میں

تالیف: مختلف

خوش قسمتی سے اس کتاب کا ترجمہ 'جمہور اخلاقی' مترجم عدالت دیوانی صدر انگلستان دو جلدوں میں تمام ہے۔ پہلی جلد مطبع عسکری کے اختتام سے پہلے مطبع پادری ٹامس صاحب واقع شہر انگلستان بمبارہ نومبر 1848ء طبع ہوئی۔

اب اس نایاب کتاب کے دیباچہ سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"صاحبان امور عالم، علم تاریخ کو اکثر علوم پر اس واسطے شرف دیتے اور سمجھتے ہیں کہ تجربہ کاری اور مردم شناسی کے ملک میں کچھ کی دانہ ہے اور وہاں کا سفر جس نے تھوڑا سا بھی کیا وہ جگہ جگہ کیوں کہ دنیا کے کارخانوں کی بے پناہی اور انوار آدم کی بدولت اور ایک مثال سے آگاہ ہوتا اور انکسار روزگار سے بہت حاصل کرتا ہے اور اکثر امور دنیاوی میں ایسی آگاہ ہو جاتی ہے کہ کس کو قوت بخشی گئی کی اور زبان کو توانائی غالب پائی کی حاصل ہوتی ہے اور قیاس کو حیرت کے باعث یہ ملک جہاں ہے کہ سب دریافت سے انجام کا حال آقاؤں میں کہہ دیتا ہے۔"

آ کے خلی کر گئے ہیں:

"اے دنیا کی عداوت اور حرکات اور تیرگی زمانے کی جڑیں دیکھنے اور غصے میں آتی اور نادانوں کے دل میں حیرت اور

خسوس کو پیدا کرتی ہے، اس شخص کوئی اور بخشی نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ دنیائے اہل جہاں میں بکثرت اور آج کل کی باتوں کی نظر ہی سلف کے انداز میں مٹاواں اور تسکین دیتی ہیں، چنانچہ جس کی باقدردانی کا شکر، حافظ شیراز پانچ سو برس خوشتر کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ یہ

اہلباس ما بعد شربت زکاب و قد است
توت دانا ہر از خون نگر کی قلم

(5) 'رسالہ علم فلاحیت'

از مہارت اسکات برن / مترجمین سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور، طبع اڈل: 1885ء

یہ سائنٹیفک سوسائٹی کے تحت ترجمہ ہونے والی ساتویں کتاب ہے۔ سوسائٹی کے مترجمین، جن میں سرسید احمد خان بھی شامل تھے، نے اردو میں اصطلاحات سازی نہ ہونے کے برابر کی ہے۔ اس لئے 'کامپ ریٹ آف سوڈا'، 'سلفٹ آف امونیا'، 'ہیڈروکسی'، 'فریڈوکسی' اور 'سلفٹ آف سوڈا' جیسی انگریزی اصطلاحات سن و سن و سنی کی دینی اردو میں درج کر دی گئی ہیں۔ کتاب میں اکاؤنٹ اردو اصطلاحات بھی دکھائی دے جاتی ہیں جیسے 'Nitric Acid' کی جگہ 'شورہ کا خیزاب' لکھا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں انگریزی الفاظ کی فہرست شامل کی گئی ہے جس میں 'فریڈوکسی' اور 'ہیڈروکسی' (علم طبقات الارض) کی حسب ذیل شرح کی گئی ہے۔

1۔ 'فریڈوکسی' کے معنی اصل یونانی میں قدرتی چیزوں پر بحث کرنے کے ہیں، یعنی اس علوم کو کہتے ہیں جس میں حیوانوں اور درختوں کے تمام عضوں اور اعضا کے کاموں کا حال معلوم ہوتا ہے۔

2۔ 'ہیڈروکسی'، ایک نیا علم ترکستان میں نکلا ہے، جس میں مرکبات، جہاز اور اجزائے زمین اور ان کے تعلقات، اہل اور ترکیب و صورت کے حالات و عوارض جان کئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم کی سائنس اور الما میں قدامت صاف جھلکتی ہے۔ ترجمہ سے ایک نوٹ ملاحظہ ہو:

"ٹائیٹریٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف امونیا کا بیان"

وہ معنوی اور خاص کلماتیں کہ اشتعال ان کا کافی زمانہ مانگے ہے۔ مجملہ ان کے یہ کلمات بہت مستعمل ہیں اور ان کلمات میں سے 'ٹائیٹریٹ آف سوڈا' خصوصاً ملک ہند سے اچھا آتی ہے اور یہ قسم صرف شورہ کا خیزاب جانے کے کام آتی ہے مگر بادست کے جانے میں اس سب سے صرف نہیں ہوتی کہ وہ آگ کو بہت باقی ہے اور چراگاہوں میں چھڑکے کے دانے اور جلی کے لئے نہایت مفید ہے۔"

(6) تاریخ ہندوستان

از مہارت استوارٹ ایلکسن / مترجمین سائنٹیفک سوسائٹی

مطبوعہ: سائنٹیفک سوسائٹی، غازی پور، طبع اڈل: 1886ء

کتاب کے مترجمین میں سرسید احمد خان بھی شامل تھے لہذا کتاب پر کسی حرج کا نام درج نہیں۔ یہ "History of India" کا ترجمہ ہے۔ کتاب میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے قبل کی تاریخ سے لے کر 1857ء تک کے تاریخ کے اہم واقعات کا بیان ہے۔ ترجمے سے صورت عبارت کا حفظ ہو:

"ہندو اپنی اولاد کے ساتھ ان کے بچپن میں بہت محبت کرتے ہیں، لیکن جوانی بچپن کے ساتھ ان کا لڑائی بھڑا رہتا ہے جس کا سبب غالباً باپ کے اختیاروں کا اپنے مال و حق کی نسبت اردوئے قانون کے محدود ہونا معلوم ہوتا ہے۔ عوام الناس کے ہاں بچے گلی کوچوں میں خاک اڑاتے آئیں میں دغا فساد مچاتے بھرتے ہیں، اور انگلستان کے عام لوگوں کے فرقے ہاتھ سے بڑھ کر بے قہر ہوتے ہیں۔ اس عمر میں وہ سب غلطی اہم بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔" واضح رہے کہ آنرابل سٹورٹ اسٹورٹ الفسٹن سائبرگورز بھی تھے۔ انھیں ہندوستان کی معاشرتی زندگی کو جاننے پر کچھ کا خوب موقع ملا، جس کی ایک مثال عادی چروں کے باب سے ملاحظہ ہو:

"ہندوؤں میں جو تمام چیزوں کے واسطے قومیں لیکن ہیں تو چروں کی بھی ذاتیں خاص ہیں، اور وہ اپنی اولاد کی پرورش اسی نظر سے کرتے ہیں کہ اپنا سودھی پیشہ چروں کا اختیار کریں گے۔ بہت سی پھاڑی قومیں جو اکثر ذاتی یافتہ ملکوں کی حدوں پر پستی ہیں اس قسم کی ہوتی ہیں، اور میدانوں میں بھی ایسی قومیں آباد ہیں جو ریمپ کے خانہ بدوش چروں سے زیادہ تر چروں اور قرواں میں مشہور ہیں۔ پیشہ کے سودھی ہونے سے اگر ہندو ذاتی ہوتی ہے تو وہ چروں کے ہی پیشہ میں ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کسی اور مقام میں ایسے چالاک اور طرار چروں ہیں جیسے کہ ہندوستان میں۔"

(7) حمدانی عرب

'ازمکتاؤی ہان، ترجمہ: سید علی بکراوی، ناشر: محمد قادر علی خان صوفی،

مطبوعہ مطبعہ مام پریس آگرہ، طبع اول، 1898ء، طبع دوم: مطبوعہ اکیڈمی لاہور، مطبوعہ اول، 559، صفحات طبع دوم: 951

"حمدانی عرب" کے ترجمے پر ماسے دیتے ہوئے ممتاز مصنفین لکھتے ہیں:

"میں تو تاریخ اور حمدانی کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ اردو زبان میں ہوا ہے لیکن جو صحت خیال، تحقیقی جان اور سلاست و روانی سید علی بکراوی کی کتاب 'عرب عرب' میں ہے، وہ مشکل ہی سے اس قبیل کی دوسری کتابوں میں ہو گی۔" ("ادوار"، کراچی،

پابست: تاریخ 1952ء، ص: 42)

کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے جیسے یہ صرف عرب حمدانی کی تاریخ ہوگی لیکن صرف ایسا کچھ نہیں ہے، اس کتاب کو حمدانی اسلام کی حقیقت پسندانہ تخریج و تعبیر بھی کہا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر لی بان نے کوشش کی ہے کہ قدیم ادوار کے حمدانی کو جدید (اسلامی) حمدانی سے مربوط دکھائیں۔ انھوں نے موجودہ حمدانی کو قدیم ادوار کے حمدانی ڈھانچے کی ایک کراٹ ثابت کیا ہے۔ چونکہ مصنف (اردو) کے نظریے ارتقاء کو ساتھ لے کر چلا ہے، اس لئے وہ اس نشوونما ارتقاء کو ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

"حمدانی عرب" میں بھی 'حمدانی' کی طرح قدیم لوگ داخلی، اقلیت، کہانوں اور اصطلاحات کی اصل صورتوں کو بنیاد بنایا ہے۔

واقعات کی تاریخی ضرورت اور ان کا دینا قدیم دستاویزات سے ثابت ہے۔

مترجم چونکہ لندن یونیورسٹی سے تعلیمات میں ڈیپارٹمنٹ تھے اور متعدد زبانوں پر مادی تھی، اس لئے وہ مزاحم ڈاکٹر لی ہان سے قریب تھے اور یکجا سب سے کہ وہ ڈاکٹر لی ہان کی اس فرانسیسی زبان میں اہم تصنیف 'Civilization des Arabes' کا ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

’عربی عرب‘ دراصل ہندی کی ہندی تاریخ اسلام ہے۔ مختصر اسیرت ٹیوی پر لگی لکھا گیا ہے، مشہور رمارکات کی تصاویر، مکانات اور آبادیوں کی نقشہ کشی اور قانونی لپیٹ اس کتاب کے دیگر خاص موضوعات ہیں:

عرب میں انصاف سے حلق ڈاکٹر لی ہان کہتے ہیں:

”عراقی انتقام اور کارروائی کا ضابطہ مسلمانوں میں بہت سادہ ہے۔ عقوبات کا فیصلہ کاغذی کرتا ہے۔ طریقین امتداد عدالت میں حاضر ہوتے ہیں اور واقعات کو زبانی بیان کر کے ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جس میں اقرا و ملی اور گواہوں کا ثبوت ہے۔ فیصلہ سراجاں ملایا جاتا ہے۔“

تدبیحات سے حلق نکلتے ہیں:

”مجھے ایک مرتبہ اردن کے نکل پر اپنے گروہ عرب کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے جس میں ہر قسم کے کرم تھے اور انہیں تھوڑے کے باوجود ڈھلے جاتے تھے۔ مجھے نہایت قہر ہوا تھا کہ یہ لوگ جو سوائے خلیفہ سے خوارے اور انہوں نے ہر قسم کے تہمتی قانون کو توڑا تھا مذہبی قانون کو توڑنے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔ جب راز کا وقت آتا تھا تو اپنی دلچسپی کو اٹھا کر دکان، دھند اور ان کی عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے۔“

عربی خطاطی سے حلق لکھا ہے:

”ظہر عربی حریف اس قدر خوبصورت ہیں کہ عرب کے صنعت کاروں نے ان نمونوں کو عراق کے ہاتھ لگے محل آرائش مجھ کو نقل کر دیا ہے۔ مثلاً اعلیٰ ہی میں میان کے بڑے محلے میں عرب دار و دوازے پر ایک عربی لفظ صمد ہا لکھا ہوا ہے اور بیسٹ پیئر اور بیسٹ پل کے پیکر میں پر لگی ایک ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے، کیا جب ہے کہ صنعتی مین کے سر کے گرد دار و اندھروں لکھا ہے۔“

ڈاکٹر لی ہان نے کتاب کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:

”سنگی لٹا سے انہوں نے سب کو حمد ملے۔ بہت کم اقوام اس قدر باندی پر پہنچی ہیں اور بہت کم اقوام ہیں جو اس قدر پست ہو گئی ہیں اور کوئی قوم ان سے بھر چل ان خلف اسباب کے اثر کی نہیں ہو سکتی جو حکومتوں کے قیام اور ان کی خرابی اور ان کے حوالہ کا باعث ہوتے ہیں۔“

نوٹی کی بات یہ ہے کہ جمہل انڈی نے اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن 2012ء میں شائع کر دیا ہے۔ قیمت 1500 روپے۔

(8) ’مصر کہ مذہب و سائنس‘

از ڈاکٹر ارمجہ راجہ، سولہ نظریاتی خان، مطبوعہ: 1990ء

کا ترجمہ ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

A battle took place at Yermuck; the right wing of the field by the fanatic expostulations of their women. The conflict ended in the complete overthrow of the Roman army.

(16th edition. London, 1882 page.69)

ترجمہ یہ ہو کہ کے میدان میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ پہلے حملہ میں عربی فوج کے سینہ کے پاؤں اکٹڑ گئے لیکن عرب موروثی نے ہزیمت کھائے ہواؤں کے لئے دلوں میں فیرت آخر میں المفاو سے لیا جھٹی پیدا کر دیا۔ وہ بچے اور اس بے ہنگری سے لڑے کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ وہی فوج ان کے مسلہ کی جپ نہ لگائی اور اسے گھستے فاش ملی۔

(سمرکز مذہب و سائنس۔ ص 131)

اصل اور ترجمہ کا تقابلی جائزہ ثابت کرتا ہے کہ مولانا ظفر علی خان نے اپنے تئیں علمی ترجمہ کے معیار کو مد نظر رکھا لیکن بعض مقامات پر یہ ترجمہ مترجم کی انتہائی صلاحیتوں کا آئینہ دار بن گیا ہے۔ البتہ وضع اصطلاحات میں مہارت اور عبارت کی روانی و برکتگی مولانا کو غیر معمولی مترجم ثابت کرتی ہے۔ گو بعض مقامات پر فارسیجات زوکی کا احساس ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی 'سمرکز مذہب و سائنس' بے تکلف اور رواں ترشہ کا عمدہ نمونہ ہے۔

(9) 'تقدیم ہند'

ڈاکٹر سٹانی ہان، ترجمہ: سید علی بک ناری

مطبوعہ: انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد، دکن طبع اذیل: سفید عام آگرہ: 1912ء طبع دوم: مطبعہ ہاشمی آگرہ: 1913ء
حصولِ ایکڑی سرنگر روڈ لاہور طبع سوم: 1962ء صفحات طبع اول: 531

اس کتاب کے مترجم خرم احمد، مولوی سید علی بک ناری 19 ذیابوں کے مستند عالم تھے۔ سید آباد دکن سے تعلق پا کر انگلستان چلے گئے، جہاں فرنی کارلج کیمبرج میں مرثی زبان پڑھاتے تھے۔ اسی زمانے میں ہیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ ولایت سے واپس برسی 1911ء میں وفات پائی اور اپنے وطن بگرام میں مدفون ہوئے۔ سید بک ناری نے یہ ترجمہ براہ راست فرانسیسی زبان سے کیا ہے۔ یاد رہے کہ کتابی صورت میں یہ ترجمہ مترجم کی وفات کے ایک ایک برس بعد شائع ہوا۔ سفید عام پر پلس آگرہ میں علامت کی نگرانی حرم کے جے سید جہتی بک ناری سول الجیٹر نے کی۔

18 ویں اور 19 ویں صدی کے مغربی مفکرین نے نئی تاریخ نویسی کا ایک معیار کا قیام کیا تھا اور نئی تاریخ دانوں میں فرانس کے ڈاکٹر سٹانی ہان کا نام سرفہرست ہے۔ لیکن اس طرح دانشور اور سائنسک (18 ویں صدی عیسوی) کے نام اس روایت کی بنیادیں رکھنے والوں میں نمایاں ہیں۔ 18 ویں صدی عیسوی میں جہاں ڈاکٹر نی ہان نے تاریخ نویسی کو سائنس بنانے کا جنم کیا لیکن اس طرح دیگر اور کث نے اپنے انداز کی تحریکی ضرورت بات کے تحت، تاریخی واقعات کے ارتقاء میں انسانی زندگی کے عروانی پہلوؤں کو غفلت سے

مطالعے کے ذریعے جان کرنے کے طریقے کار کو عام کیا۔ پس تاریخ نویسی میں پہلی بار افراد و اقوام کے رسوم و رواج، مذاہب، ثقافت اور طرز معاشرت کے اچھے چھپے گوشوں کی نگاہ کھلائی کو علم تاریخ کے نئے موضوعات تسلیم کر دیا گیا۔ ڈاکٹر لی پائی کی خصوص، دلچسپی انسان کی نسل، تمدنی کیفیات و عادات سے تھی سو وہ ڈاکٹر کے نظریے ارتقاء میں تاریخ کے نفسانہ مطالعوں کے طریق کار کی آمیزش سے تمدن انسانی کی داستان رقم کرتے رہے۔

”تمدن ہنر میں ہندی تہذیب و تمدن کے قدیم اور سے لے کر جدید دور تک کے عام عادات کی تفصیل دی گئی ہے۔ اپنے اس موضوع کی ضرورت کے تحت ڈاکٹر لی پائی نے ہندوستان کے طول و عرض کی طویل اور مختار دیکھنے والی مسافتیں طے کیں اور ہندوستان سے حقیقت نگہی گئی ہدی صورتیں کی قوامی کا گہرا مطالعہ کیا نیز مشرقی زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کی ایک ایک نظر کو نظر سے گزارا۔ جب اس شاکار نے ختم کیا۔

سید علی نقوی نے یہ ترجمہ جدید آباد کن کے نوآبادیہ میں ملنے والی زبان کی قربانی دے کر پختہ کے تحت کیا۔

”تمدن ہنر کل میں ادب اور ایک سو انیس فصول پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر لی پائی رقم طراز ہیں:

”ہندی تمدن کی تاریخ بنی نوع انسان کی تاریخ ہے۔ اس میں انسان کی ترقی کے کل عادات شامل ہیں۔ تمدن کی تمام صورتیں یہاں نظر آتی ہیں۔ یہ صورتیں زندہ اور عظیم الشان آثار قدیمہ میں خوابیدہ ہیں۔ انہیں ہمیں ہمارے عقائد، دستور اور اعتقادات کے بہت سے قدیم اور ابتدائی عادات اور جدید ذرا نظر آتے ہیں۔ آگے چل کر سمجھتے ہیں کہ اس حیرت انگیز دنیا میں اہل بصیرت کے لئے تاریخ انسانی کے عام پہلوؤں کا خلاصہ یہاں زندہ حالت میں موجود ہے۔“

ترجمہ سے نمونہ مہارت ملاحظہ ہو:

”بدھ مذہب کی ابتداء کا زمانہ قصص و حکایات کا زمانہ ہے، اور اس مذہب کی ابتداء کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں، ان کا خارجی کہانوں میں ہے۔ اسکندر کی فوج کشی کے بعد تقریباً 250 قبل مسیح میں جب بدھ مذہب تمام ہندوستان کا شاہی مذہب ہو گیا، اس وقت سے ہمیں اصلی حالات معلوم ہونے لگے اور کہانوں کے کرم میں سے تاریخ کا صاف میدان نظر آنے لگا، لیکن یہ حالات زیادہ دیر نہ رہی، اسکندر کی فوج کشی کا زمانہ 327 قبل مسیح ہے۔ ایران کے ملک کو فتح کرنے کے بعد اسکندر نے ہندوستان کا ارادہ کیا اور اس کی طرف پہنچی کہ تمام ایشیا کو فتح کر لے۔ اس وقت باباب جہونی چھوٹی خود مختار حکومتوں میں منقسم تھا، جن میں باہمی صلہ و رفاقت تھی اور اس وجہ سے اسکندر نے با آسانی انہیں زیر کر لیا۔“

(10) ’تاریخ یونان‘

از پیدائش ہے۔ لی ہودی، ترجمہ: سید ہاشمی فرید آبادی، مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ، دارالمنبع سرکار عالی حیدر آباد دکن طبع الاول 1918ء صفحات جہازی ساک 718 جن میں چار صفحات ’فرہنگ اطعام‘ اور چار صفحات ’تلفظ نامہ‘ سے مشتمل ہیں۔ ذیل میں کتاب کے اولین صفحے کی عبارت انویسٹو نقل کی جاتی ہے:

پروفیسر بیوری کی کتاب 'ہسٹری آف گرینس' (خود) کا اردو ترجمہ اعز میڈیٹ کے لئے

ترجمہ مولوی منیر ہاشمی صاحب قرین آبادی، رکن سرریشہ ٹریف و ترجمہ جامعہ مدنیہ

اس کتاب کے مصنف ہے۔ بی بیوری ایک زمانے تک برطان اور روم کی تاریخ پر سند لکھے جاتے رہے ہیں، اور یہ اعزاز

یورپ کی جدید تحقیق ان سے ایک صدی بعد چھین پائی ہے۔ کتاب کا ترجمہ 'نیکمیلین کھن' کی باقاعدہ اجازت کے ساتھ کیا گیا ہے۔

"یہ کتاب نیکمیلین کھن کی اجازت سے جن کو حقوق کا پی رایت حاصل ہیں، طبع کی گئی ہے۔" (اندر کے مطبع سے اقتباس)

کتاب کا مقدمہ سرریشہ ٹریف و ترجمہ کے ناظم مولوی عبدالجلی نے لکھا ہے۔

مقدمہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جبکہ اس کے قوانے لای میں اخطاؤں کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں۔

ایہاں وہ خراب اور خود فکر کا مادہ پھرتا نظر آتا ہے۔ عقل کی پرواز اور فکری جلائی تک اور محدود ہو جاتی ہے۔ علم کا

دایرہ محدود ہوتا ہے۔ عقل اور فکریہ پر وہ چلتا ہے۔ اس وقت قوم یا تو بے کار اور مردود ہو جاتی ہے یا کھٹکنے کے لئے یہ لازم

ہوتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے۔ تاریخ عالم کے پرورد میں اس کی شہادتیں موجود ہیں۔"

(۱۱) 'بادشاہ'

از گولڈنیکو، ڈاکٹر محمد حسین، مطبوعہ: مکتبہ جامعہ علیہ دہلی، طبع اول: ۱۹۴۷ء، اعداد اکثیری سندھ کراچی طبع دوم: ۱۹۵۷ء

شہرہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی پبلشرز علیہ دہلی طبع سوم: جون ۱۹۷۰ء

نگلو نیکو، ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۵۰ء (۱۹۵۱ء) کی ہے۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور سپین کی خاندان کی

بجائے جمہوریت قائم ہوئی تو نیکو، ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۵۰ء (۱۹۵۱ء) کی ہے۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور سپین کی خاندان کی

نے بڑی عرق ریزی سے دوسری حکومتوں کی حکمت عملی کا تحقیق مشاہدہ کیا۔ ۱۵۱۳ء میں جب جمہوریت کا خاتمہ ہوا اور بادشاہت ایک

بار پھر قائم ہوئی تو اسے کچھ عرصہ تک قید و بند کے دن بھی دیکھنے پڑے۔ ماضیت سے آگے ہوتا اس کے لئے مبارک ثابت ہوا اور

وہ اپنی بادشاہتیں 'Princes' کے نام سے لکھنے میں کامیاب ہوا۔ یہ کتاب اس کی موت سے ٹھیک پانچ سال بعد یعنی ۱۵۳۳ء میں شائع

ہوئی اور عالمگیر شہرت حاصل کر گئی۔ اس کتاب کی شہرت کا باعث نیکو، ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۵۰ء (۱۹۵۱ء) کی ہے۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور سپین کی خاندان کی

لن جنگ پر ایک رسالہ 'تاریخ فلورنس' ناول، مزاحیہ ڈراما اور شاعری کا ایک دیوان اس نے یادگار چھوڑے۔

۱۹۶۰ء صدی میں نیکو، ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۵۰ء (۱۹۵۱ء) کی ہے۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور سپین کی خاندان کی

کے نعرے گونجنے لگے۔ اس تحریک کے ابتدائی مظاہرینوں میں نیکو، ڈاکٹر محمد حسین، ۱۹۵۰ء (۱۹۵۱ء) کی ہے۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور سپین کی خاندان کی

Pérol کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انگلستان میں انقلاب کا بانی کرسٹوفر اس کتاب کو بر

وقت ساتھ رکھتا تھا اور قدم قدم پر اس سے راجستانی حاصل کرتا تھا۔ دوسری طرف یہ پہلی کتاب (سیاسی اہمیت کی) ہے جسے پاپائے روم نے خود اپنے حکم کے ساتھ صوغا قرار دیا۔

اس کتاب میں سیاسیات کے اصول اور حکومت کرنے کے گزرتائے مجھے ہیں۔ میں یہ کتاب سیاسی فکر اور سیاسی نظریے سازی میں ایک اہم اور بے باب کا ادوار کرتی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے لیکن نے کہا تھا کہ:

”نیکاولی ہمارے نظریے کا اس دور سے مستحق ہے کہ اس نے وہ مکہ تیار ہو عمران کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں، نہ کہ وہ جو انہیں کرتا ہے۔“

اس کتاب کی دوسری اہمیت اس بات میں منظر ہے کہ نیکاولی نے سیاسیات پر بات کرتے ہوئے اخلاقیات کے بارے میں بھی نظریے سازی کی ہے کتاب کے تیسرے باب میں دیکھتا ہے:

”یہ لکھ لیا ہے جو معشیتات سے بے خبر ہے لیکن یہ کہ دوسرے کی حالت بدحالی واصل اپنی جڑ کاٹنے کے حریف ہے۔“

(غیر خاص بخشیں باب سوم سے اکتھاس)

”قوم کی خواہش ہوتی ہے کہ شرقاء اس پر حکومت اور زیادتی نہ کریں اور شرقاء یہ چاہتے ہیں کہ قوم پر حکومت کریں اور اسے ستاتے رہیں۔ یہ دونوں خواہشیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس لئے تنبیہ کے طور پر ان تین صورتوں میں سے ایک ظہور میں آتی ہے۔ بادشاہت، جمہوریت یا مزاج۔“

یہاں نیکاولی شرقاء سے شریف المیخ لوگ مرد نہیں لیتے بلکہ شرقاء یا اشراف اس کے نزدیک ایک سیاسی اصطلاح ہے، جسے افلاطون نے رائج کیا اور جس کے معنی ’معاشرے کے سربراہ‘ و ’دور لوگ‘ ہیں۔

چالیسوں سے نیچے کے لئے نیکاولی نے جو مشورہ آج 2012ء سے چار سو اسی سال پہلے پیش کیا تھا اس کی صداقت کو تا حال پہنچ نہیں کیا جا سکا وہ دیکھتا ہے۔

”بادشاہ جو کچھ مشاہدہ کرے وہ قابل احترام نہیں۔ اس لئے کہ ہر شخص اس کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے۔ لوگ لمبے ہڈ سے دھسے کر لیتے ہیں۔ جب جان دینے کا موقع نہیں ہوتا تو ہر شخص یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بادشاہ کی خاطر جان ہٹاتی ہے لئے ہجرت ہے مگر جب اس کا موقع آتا ہے اور شکست شریوں کی پہنچ ہوتی ہے تب کوئی سامنے نہیں آتا۔ یہ تجربہ خاص طور پر اس لئے بھی خطرناک ہے کہ یہ ایک ہی بادشاہ کا جاسکتا ہے۔“

جس بات پر نیکاولی کی مخالفت شروع ہوئی وہ انسان کی فطرت کا تاریک رخ اچھالنے سے متعلق ہے۔ ملاحظہ ہو: اس نے کہا:

”محبت کا بدھمن ہے انسان شای اور انسان جو عام طور پر بدی کی طرف مائل ہے، جہاں ذرا بھی اس کے ملکہ کا سوال پیدا ہوتا ہے وہ اسے پانی پانی کر دیتا ہے، مگر خوف کا تھقل سزا سے ہے اور یہ آسانی سے نہیں ہٹائی جاسکتی۔ بادشاہ سے محبت کا دلدردار ہے دلدار پر اور دہشت کا دلدردار ہے خود اس پر، تو قطعاً بادشاہ کو ان فیصلوں پر غور و فکر کرنی چاہیے جو اس کے اختیار میں ہوں، نہ ان پر جس پر دوسروں کا اختیار ہو، البتہ فطرت سے نیچے کی اسے ہر شخص کو تھقل کرنی چاہیے۔“

”یہ ابھی بات ہے کہ بادشاہ رحمت، دیانت دار، شہم، دیندار اور راست ہمارے معظوم ہوا اور واقعی ہو بھی سکتا اس کا مزاج کچھ ایسا ہونا چاہیے کہ اگر کسی موقع پر ان اوصاف سے جتنی نظر دے آئے تو ان خصائص سے کام لے جو ان کی ضد ہیں۔“

(18 ویں باب سے اختتام)

یہ تھوٹر انوں کا ”تھریہ ضرورت“ جو انسانیت کے لئے اہم خطرناک ہے۔ تمام ڈکٹیٹروں نے اسی تھریہ ضرورت کا سہارا لیا۔ میکاولی نے کتاب کے اختتام (28 ویں باب) میں یہ استدعا کی ہے کہ اعلیٰ درجے کے سپاہیوں اور غارتگری سے آزاد کر لیا جائے۔ اور ایسا ہوا بھی۔ گیری باڈی اور میری جیسے رہنماؤں نے اس کی اس آواز پر ایک کہا اور آخر کار اعلیٰ ایک طویل غارتگری اور دسی سے بچ گیا۔

لیکن بہت کم لوگوں کے علم میں ہو گا کہ میکاولی کے تھوٹر انوں کی اخلاقیات اور سیاسی فکر سے حقیقتی حیالات کی بنیاد ایک فنس کو اہمائی شاعر عیسیٰ زاکانی (وفات: تک 1370 م) کا تھوٹر ہے: ”رسالہ اخلاق الاشرف“ (زاد تخریر: تک 1380 م) ہے۔ اور یہ کتاب میکاولی کی کتاب Prince سے ڈیڑھ سو برس قبل کی تصنیف ہے۔

(12) تجزیہ نفس

از برادرسل و ترجمہ: شہامت حسین بخاری، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، طبع اول: 1963، صفحات: 360

یہ The analysis of mind کا ترجمہ ہے۔ برادرسل ایک مذمت تک ماہ اور ادراک ماہ پر غور فکر کرتے ہوئے تھے لیکن دراصل انہیں منزل ماہ اور نفس، ہر دو کو ہر غیر غلطی میں سمو کر جان کر لیا تھا اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ وہ نفس کا تجزیہ نہ کر لیتے۔ یہ معرکہ انہوں نے اسی کتاب میں سر کیا۔

اصل میں یہ کتاب دراصل کے فلسفیانہ نقطہ نظر کو بلیو میں فراہم کرتی ہے۔ یوں تو دراصل نے اس کتاب میں نفسیاتی مسائل کا تجزیہ کیا ہے، لیکن مضبوط نفسیات کی تشریح نہیں بلکہ فلسفہ ہے۔

نفس کے تمام مظاہر خصوصاً تمیزات، حافظہ، تگ استدلال اور تخیلات کو محسوسات کے کسی وجود میں منتقل کرنا آسان کام نہیں۔ دراصل نے اس معاملے کو نفسیات کے علم (یا ادبی محنت فکر) کے ادبیت سے مل کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کتاب کو ترجمہ کرتے وقت شہامت حسین بخاری نے اصطلاحات سازی کا کام بھی کیا ہے اور دراصل کی تخریحات اور بھی ہر پروردہ پر کر لیا ہے۔ ترجمہ کی مشکلات کے باب میں شہامت حسین بخاری خود لکھتے ہیں:

”تاہم میں یہ دعویٰ نہیں کرنا کہ ترجمے میں یہی اصول ہونا چاہیے یا یہ کہ میں نے اسے ہر جگہ کامیابی کے ساتھ دیا ہے۔ بلکہ جس مقامات پر خیالات بہت اچھے ہوئے تھے یا ایسے زیادہ تجزیہ کی رنگ میں پیش کئے گئے تھے کہ اوردان کی تحمل نہ ہو سکتی تھی، وہاں کم و بیش یہی طریقہ اپنایا گیا ہے۔“

ترجمہ کے اس طریق کی وضاحت بھی لازمی ہے۔ اس باب میں کتاب کے مقدمہ نگار پرودہ محمد اظہار لکھتے ہیں:

”مفسرین کے بعد ادب مشکل ہونے کے باوجود اتنا دراصل ترجمہ پیش کر دیا اور پھر ساتھ یہ فلسفیانہ مباحث اور فنی

جیسے گیلوں کی راجیہ ٹھکانا اور وہاں کو قلعہ سمجھانے کے حرافہ نہیں تو اور کیا ہے۔"

یہ کتاب رسل کے چند وہ ظلمات پر مشتمل ہے اور ہر خطبہ ایک خاص قسم کی شعور کی راہ کے تابع ہے۔ اس باب میں حرم لکھتے ہیں:

"نظر بہ لفظ ہی کی کیفیتیں مشابہے میں آتی ہیں اور آگہ جہانکہ دیکھتی ہے وہی باب پر آتا جاتا ہے۔ اسے خود معلوم نہیں کہ آگہ کیا جگہ دکھائی دے گا یا وہیں اسے کوہر کھینچ لے جائے گی۔ انکی صورت میں جو چیز اس کے خیالات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے وہ ان کی رفتار، ترغیب اور قسطن ہے۔"

اس صورت حال میں حرم کو جہادہ داری کرنا چاہی ہوگی وہ واقعی مجاہد بات نہیں رہ جاتی۔ کتاب میں شعور کی حالیہ تحقیقات، 'جہاد اور عبادت'، 'غزائے اہل اور احساس'، 'معاہدہ باطن'، 'اوراک کی قرینہ'، 'اعتقاد'، 'نفسانی طبیعت'، 'تعلیمی قوانین'، 'صدق' اور 'کذب'، 'وقت اور ادائی' اور 'اخلاقی مظاہر کی خصوصیات' جیسے مضامین پر مشتمل کی گئی ہے۔ ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

"فرض کیجئے کہ آپ رات کے وقت کسی بانوں کمرے میں ہیں اور کھانک رو جاتی ہیں۔ آپ کمرے کی اس تصویر کے سبب جو آپ کے ذہن میں ہے، وہ اسے کامرے ہر آسانی اور پختہ کر لیں گے۔ انکی صورت میں ہماری توجہ لے وہ مقصد پورا کرتے ہیں جو دوسری صورت میں ہماری صوفیوں نے پورا کرنا تھا۔"

(13) محمد بن ہند پر اسلامی اثرات

ڈاکٹر جہانچند، ترجمہ، محمد مسعود احمد، مطبوعہ، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع اول: 1968ء

ڈاکٹر تارا چند کی کتاب 'Influence of Islam on Indian culture' انگریزی پر پلین الہ آباد نے شائع کی تھی۔ اس کتاب کا 1948ء کا ایڈیشن حرم کے سامنے رہا۔ کتاب کے بارے میں حرم کا بیان ہے:

"ایک غیر مسلم ماحفل کا اس موضوع پر قلم اٹھانا اور پھر دامن انصاف ہاتھ سے نہ چھوڑتے ہوئے روایت داری کے ساتھ حقائق کو واضح کرنا ایک صدیوں کا کام ہے۔"

کتاب کے تیرہ ابواب ہیں، جن میں پاک و ہند کے ہندو مذہب، ادب، فلکیات، طب، فنِ مصوری اور فنِ تعمیر وغیرہ موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ ڈاکٹر تارا چند نے پہلے باب میں ہندو مذہب و تمدن کا تفصیلی مقرر نامہ پیش کر دیا ہے، جبکہ دوسرے باب میں مذہب، ایمان و اور عربوں کے قلم کی مسیح اور قبل از اسلام کے تعلقات پر تفصیلی بحث کی ہے۔

اس کتاب کے سامنے آنے سے پہلے ڈاکٹر گستاخی بان نے محمد بن عرب کے عنوان سے اسلامی تمدن کا عظیم المان تک کر دیا تھا۔ تاہم انہوں نے اپنی کتاب محمد بن عرب میں اسلامی تمدن کی حقیقت جان نہیں کیں، جبکہ آٹھویں تا تیرہویں صدی عیسوی کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ساری دنیا میں تہذیب و تمدن کے مظہر دار بنائے جاتے تھے۔

ڈاکٹر تارا چند نے اس کی کوہر کیا۔ مصنف نے کمال تحقیق سے کام لے کر تاریخی حقائق کو سن و سن پیش کر دیا ہے۔ یہ یقیناً عیشی نظریہ، وسعت فہم اور اخلاقی کشادگی کا بیجا جاکن ثمرت ہے۔

(14) 'تہذیب اور اُس کے بیانات'

از سمندر فرانک، ترجمہ: احمد سعید مطبوعہ: اردو انٹرنیٹ سنٹر کراچی، اردو مرکز لاہور طبع دوم: 1959ء صفحات طبع دوم: 129
یہ سمندر فرانک ایم ڈی۔ ایل ایل ڈی کی تصنیف Civilization and its discontents کا ترجمہ ہے۔ فرانک نے اس کتاب میں
لاشعور کی وجہ کیوں دی ہوئی جنسی خواہشوں اور انطاوی کلام کی علاوہ اقدار کو تہذیب کے بیانات کے اسباب قرار دیا ہے۔ فاضل
مترجم احمد سعید چونکہ خود نفسیات کے استاد رہے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے قاری کو مشکل الفاظ اور اصطلاحوں کے الجھاؤوں سے
بچائے رکھا ہے۔

احمد سعید نے پیش لفظ میں سوال اٹھایا ہے:

"کیا جو ہے کہ وہ (انسان) انکی اور جلی میں قیور کرنے اور زندگی کو بچر جانے کے درختوں اصول وضع کرنے اور جندہ
نصب اہمیں رکھنے کے باوجود ہمیشہ جلی کی طرف راغب رہا ہے۔" اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں
کہ انسان کی خود پسندانہ سادہ لوحی کو کائنات میں انسان کی حیثیت کے تعین نے زبردست جھٹکا دیا۔
دوم: انسان کی یہ جلی کشت کہ وہ محض عقل ارتقاء کی ایک شکل ہے اور بخیر کی اولاد۔

سوم: اس کی خود پسندی اور عقلی کو تجزیہ نفس سے اور اس دریافت سے کہ لاشعوری اعمال کے مقابلے میں عقل و عرو اور شعور کا
حصہ بہت کم ہوتا ہے، مگر اس کے مقابلے اور عقل میں ناقابل عبور بعد نہ پایا جاتا۔

(15) 'داستان فلسفہ' (دو جلدیں)

از: دل ڈی ریاں، ترجمہ: عابد علی عابد، مطبوعہ: مکتبہ اردو پبلیشرز، نئی دہلی، طبع 1311ھ، صفحات: 420
اس کتاب میں دل ڈی ریاں نے افلاطون سے جان ڈی تک تمام فلاسفہ عالم کے حالات زندگی اور ان کی فکر کا تجزیہ پیش کیا
ہے۔ البتہ اس کتاب میں پہلی سینا، عمر خیام اور فارابی جیسے مشرقی نام دکھائی نہیں دیتے۔ اسی لئے عابد علی عابد صاحب نے ترجمہ
کرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی جیسری جلد طور مشرق کرنے کا فیصلہ بھی کیا تھا جو پروجیکٹ نہ ہو سکا۔

'داستان فلسفہ' کی اصطلاحات اکثر مقامات پر مترجم کی ذہانت کو دعوت مبارزت دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عابد صاحب
انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت اردو، فارسی اور عربی زبان سے ایک وقت مدد لیتے ہیں اس کے باوجود اگر ہم اہل بیسرن
ہو تو فی اصطلاحات سازی بھی کرتے ہیں۔ اس ضمن کے باوجود اگر اصل کتاب سے تقابلی جائزہ لیا جائے تو عابد صاحب نے بعض
اہم جگہوں پر ترجمہ کرتے وقت غور کر بھی دکھائی ہے مثلاً The will to live کے لئے 'تہذیب کا ارادہ' the unknowable کے لئے
'اورائے ظلم' اور Pure reason کے لئے 'عقل محض' کی اصطلاحیں برعکس جو اصل مفہوم سے بالکل مختلف معانی کی حامل ہیں۔

ترجمے سے دو ایک نمونے ملاحظہ ہوں:

پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ اس عنوان کے معنی کیا ہے۔ الفاظ سے عقل انتقادی مراد نہیں۔ بلکہ انتقادی تحلیل عرو
فاطر ہے۔ کائنات حقیقت میں عقل خالص کو بدلے الفاظ نہیں، مادہ (اہلہ خاطر) پر وہ عقل کی حدود و قیود کی تخریب ضرور

کہتا ہے) اس کا مقصد تو یہ ہے کہ عقلِ محض کے امکانات کا اظہار کرے اور ثابت کرے کہ عقلِ محض اس علمِ ناقص سے برتر ہے، جو اس کے ایڑے سے وڑے راستوں سے ہم تک پہنچتا ہے۔ عقلِ محض کا مطلب وہ علم ہے جس کا آغاز عواسِ فحش، جو تمام تجرباتِ حسی سے باہر اور مصطفیٰ ہے۔ یہ وہ علم ہے جو ذہن کی ساخت اور اس کی شغرتِ داخلی کی بنا پر ایسی حاصل ہوتا ہے۔

What is meant by this title critique is not precisely a criticism, but a critical analysis; Kant is not attacking pure reason except, at the end, to show its possibility, and to exalt it above the impure knowledge which comes to us through the distorting channels of sense. For pure reason is to be meant knowledge that does not come through our senses, but is independent of all sense experience, knowledge belonging to us by the inherent nature and structure of the mind

(The story of Philosophy-p201)

’دوستانِ فلسفہ‘ جلد دوم: ص 32

ایک مقام سے دیکھیے کیا عمدہ ترجمہ ہے

ذہن کی داخلی ساخت یا انحصار دیگر فکر کے کوئی بھی طبق کے مطالعے کو کانت باورانی فلسفہ کہتا ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ تجرباتِ حسی سے باہر ہے، جس علم کا حلقہ بیشتر مصروفیات کے مصلحتات کوئی سے ہوتا ہے۔ اسے میں باورانی علم کہتا ہوں۔ یہی کہی جا سکتا ہے کہ یہاں ان طریقوں سے بحث کی جاتی ہے، جو تجربات کو مغربِ علم کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ احساسات کے موادِ خام سے فکر کی شکل کامل تک عملِ عقل دو مرحلوں سے گزرتا ہے، پہلے مرحلے پر احساسات پر اور اکت کی صورتوں کا اطلاقی کردیا جاتا ہے، تاکہ احساسات مغرب ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ اور اکت کی یہ صورتیں زمان و مکان میں دوسرے مرحلے پر ارتقاء پانے اور اکتات پر مصلحتات کی صورتوں کا اطلاقی کیا جاتا ہے۔

(دوستانِ فلسفہ (جلد دوم) ص 35 سے اقتباس)

(16) ’میراثِ ایران‘

از اے۔ اے۔ آری، ترجمہ: عابد علی عابد مطبوعہ مجلسِ ترقی ادب لاہور، 1992ء

یہ The Legacy of Persia کا ترجمہ ہے۔

کتاب میں ایرانی شکست اور علوم و فنون سے حلقہٴ حیر و مضامین شامل ہیں۔ عابد علی عابد نے اس کتاب کی طرف اس لئے بھی زیادہ توجہ دی کہ ایران کی میراث انہیں خون اور حراج کے ساتھ اورانی ہوئی تھی۔ کتاب کو ترجمہ کرتے ہوئے عابد نے حواشی کا اضافہ کیا ہے، یہ مصلحتات پر مشتمل ایک نیا باب ہے جو کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا۔ انہوں نے آری، سے اختلاف کو بنیادیں فراہم کرنے کے لئے تاریخی شواہد سے مدد لی ہے مثلاً آری نے اپنے مضمون ’فارسی ادب‘ میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایران کا

پیدا شاعر جس نے قہر فزائیں کہیں، سنائی تھا، جس نے خصوصاً نہ مطالب کا اظہار کیا اور جس کی دیگر شعراء نے تقلید کی۔ عابد صاحب نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سنائی کو پیدا شاعر کہنا درست نہیں، آپ نے اس سلسلے میں ”تاریخ ادبیات ایران“ (از مایہ ذوق اللہ صفا) کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ زرد کی کو اس ٹھمن میں اہلیت حاصل ہے۔ اس کی تاریخ و قیامت 329ء ہے جبکہ سنائی کا پچھلی صدی ہجری میں فوت ہوا۔ (”تہریات ایران“، ص: 669)

عابد علی عابد نے حواشی لکھ کر بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کر دیا ہے مثلاً حافظ کے بارے میں آریزی نے لکھا ہے کہ وہ شیراز کے قریب ایک باغ میں اُن ہیں۔ عابد صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حافظ، خاک مٹی میں دفن ہیں اور ان کے حزار سے کچھ ہی فاصلے پر آپ رکنا آباد ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ زرتشت، حضرت عیسیٰ، سانپ، ساسانی، اللہ کا تصور اور فردوسی، قطبیر ایران، کلک دہقان، السیردنی اور ساسانی عہد کے بارے میں عابد علی عابد کی تصریحات قویہ طلب ہیں۔

فہم زہر نگاری کے بارے میں عابد علی عابد کا ایک اٹوکھا تصور تھا۔ جس کے باعث عابد علی عابد صاحب نے قہر کرتے وقت غیر ضروری باتوں کو حذف کر دیا۔ مثال کے طور پر آریزی لکھتے ہیں:

Considering the tremendous role which Aryan man has played in world history, how unfamiliar to us (his descendants) are origins and the Greek and Roman civilization is absorbed, more or less, by Western man by his mother's milk, the vast Iranian panorama is which our ancestors arose and flourished seems as remote to the majority as the moon. For us its early history is restricted to those occasions when it formed part of that of Israel of Greece."

(The Legacy of Persia - P 1)

چونکہ اس پیرا گراف کا آخری حصہ اس کتاب میں دوہرایا گیا ہے اس لئے عابد علی عابد نے اُسے حذف کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: یہ بات غلط دیکھ جانے کہ قہر ہوتا ہے کہ خود ہم لوگ جو بدی تردید اس قوم کی اولاد ہیں، ان امور سے بھی بہت کم آگاہی رکھتے ہیں کہ آریاؤں کی اصل کیا تھی، اور اس قوم کا اصل وطن کہاں تھا۔ جہاں تک ہجراتی، یونانی اور رومیان قہر کا تعلق ہے، مغرب کے باشندے اس کا جو ہر گویاں کے دور کے ساتھ پیچے ہیں۔ لیکن ایران کے شاعر کارناموں سے جو، ہمارے آباد اجداد سے مراد ہیں، ہم بالکل نا آشنا ہیں۔ (”تہریات ایران“، ص: 1)

اب ہمارے قہر کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

To keep the discourse within reasonable bounds for literature of Persia and Persians is vast in extent and reaches back for into the mists of early time. It has been proposed in the essay to discuss only the products of Islamic era (except that it is interesting to view

these against the back-ground of the preceding ages), to consider the broad general characteristics of these product so as to see what is peculiarly Persian about them.

(The Legacy of Persia - P 192)

ترجمہ: "فارسی کا ادب کیت کے اعتبار سے وسیع ہے اور اس کے سرشتے ماضی کے ان حصوں تک پہنچے ہوئے ہیں، جہاں نظر کام نہیں کرتی۔ اس لئے اس مقالے کا محدود حد تک رکنا مقصود ہوتا ہے پھیل کر جانے گا کہ صرف اس ادب سے بحث کی جائے گی جو اسلامی عہد سے حلقہ ہے۔ البتہ ایران کا ماضی ایران کے حال کا پس منظر بن جائے گا اور جس شاید فارسیوں کی کرام کی دلچسپی میں اضافہ ہو۔ تو اس مقالے کا مقصد یہ ہے کہ عہد اسلامی کی فارسی کی حقیقات ادبی کے خاصاں عمومی کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ متعین ہو سکے کہ اس ادب میں خاصاں عنصر کون سا ہے۔" (تھراث ایران، سے اقتباس)

(17) 'غیب و شہود'

از آدھر ایشیے اڈنگٹن، ترجمہ: سید ذریہ نیازی، مطبوعہ: مجلس ترقی ادب لاہور، طبع دوم: 1962ء
یہ راءدھر ایشیے اڈنگٹن کے خطبہ سوارتھ مور 1929ء کا اور ترجمہ ہے سوارتھ مور بنگلور کی جلد 7 دسمبر 1907ء میں دیکھی گئی۔ یہ انعام Woodbrooke Extension Committee نے کیا تھا۔ سوارتھ مور کا نام مارگریٹ فاکس کے گھر کی یاد میں لکھ دیا گیا، جو 'جہاں سے حق' کے لئے رات دن کھلا رہتا تھا اور جس سے دکھائے گا کہ ہمدردی اور محبت کے ساتھ دہائی اور مالی امداد بھی ملتی رہتی تھی۔ ذریعہ بحث خطبہ دارالکتاب Friends House لندن میں 1929ء کے سالانہ جلسہ سے قبل شام کے وقت دیا گیا۔

(18) 'تاریخ لبنان'

از قسب۔ کے۔ جی، ترجمہ: مولانا غلام رسول صبر، مطبوعہ: شیخ غلام علی ایڈیٹرز سنز بہشتراک، موسسہ فرشتگان ندر پارک، طبع اول: 1962ء صفحات: 504 قسب، کے جی، 'تاریخ شام اور 'تاریخ ملت عربی' کی طاعت کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر علمی سطوں میں شہرت حاصل کر سکا۔ 'تاریخ لبنان' نے اس کی بڑائی کو مستحکم کر دیا۔ یہ کتاب پانچ ایجاب پر مشتمل ہے۔ (1) تاریخ سے جڑی ترکا دور (2) قدیم سامی دور (3) عثمائی دور (4) عربوں کا عہد (5) عثمانی ترکوں کا عہد۔ انجمن کتب ملی فائنل رام پوری: شہزاد کے جین باب جو قسب تاریخ اور سامی اور عثمائی دور سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں مصنف کا جان حقیقت پرشاد رہا ہے۔ لیکن چوتھے اور پانچویں دور میں جملوں اور ترکوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں، مصنف کا مدد یہ کہیں کہیں معاون ہو گیا ہے۔ فاضل حرم (مولانا غلام رسول صبر) نے مصنف کی بہرہ دہی کی اصلاح مفید حوائی سے کر دی ہے۔ لبنان، عثمائی اور ہمدردی دور میں جو ارتقائی منازل نے کر چکا تھا اس کا قصور بھی لیکن نہیں۔ مسلمانوں کے دور حکومت میں عظمی آزادی کو جو آزادی حاصل رہی اس کا اعزاز منجلی آزادی کی انگریز سے کیا جا سکتا ہے۔ اقتصادی، تعلیمی اور سماجی حوانات کے تحت لبنان کی ترقی کا جائزہ منظر پر لیا گیا ہے۔

(تھراث، مطبوعہ سمیت، لاہور 1963ء، ص 98)

یہ کتاب لبنان سے تعلق ہے۔ جسے مغربی ادیبوں اور شاعروں نے 'شاعر کا خواب' اور قدیم پاراگاہوں کی اس سرزمین کو عظیم
جہان نے نظموں کی روحوں کی گزرگاہ کہا تھا۔

عظیم جہان نے شکوہ کیا تھا کہ ساتھ اندرونی نے باہل کو چاہ کیا، یہ وعظ کی بنیادوں کو ہٹا دیا اور دم کو کھٹرات میں بدل دیا۔
قلب کے حتی نے عظیم جہان کے وطن لبنان کے حالات کو قرن بہ قرن وقفہ میں اتا قرائی حالات کے پس منظر میں بیان
کرنے کی سعی کی ہے۔ حتی کہ کتاب کا نام ہے 'Lebanon in History'۔ جیسا کہ بتایا گیا۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں اور
پچیس ابواب۔ کتاب میں چار اہم تصاویر بھی شامل ہیں۔

مولانا غلام رسول سرور پانچویں قطر اذ ہیں

بحری آرزو سے ہے حتی کہ عرب کے قلب حقلوں کی سرگوشیوں اور میں عقل ہو جائیں اور ان میں عہد قدیم کے
حقلوں وہ تمام سطوات شامل ہوں جو اندر خارجی دستاروں نیز آج قدر سے حاصل ہوئی ہوں۔ اس لئے کہ ابھی
قرآن مجید اور اسلامی تاریخ کے معاملے کے لئے نہایت ضروری اس محرک حقیقت حاصل ہے۔

اس ترجمہ کے ساتھ مولانا کی آرزو پوری ہوئی۔ واضح رہے کہ قلب کے حتی سے قلم کی محور نے لبنان کی سرزمین سے
تعلق اس قدر گہرے شعور اور تحقیق کا ثبوت نہیں دیا۔

(19) 'سیاسیات ارسطو'

از ارسطو ترجمہ: سید ظہیر نیازی، مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ: 'سیاسی نظریات کی تاریخ' اس سفر و سیر کی روشنی میں لکھی جاتی ہے کہ 'علم سیاسیات کے نظریات
بھی سیاسیات ہی کا جزو لازم ہوتے ہیں۔' ارسطو کی یہ کتاب اس لحاظ کی تعمیر اور ترقی ہے۔
ارسطو کا شمار مغربی عالم کی صف اول میں ہوتا ہے اور اہل فکر و نظر انسانی زندگی کے عمرانی اور مدنی موضوعات پر لکھی گئی
تحریروں میں صداقت اور زور پیدا کرنے کے لئے ارسطو کے اقوال کا حوالہ دیتے ہیں۔

ارسطو جہان کی شہری ریاست کے خطاطی اور کا منظر ہے لیکن آج بھی ارسطو سے کاٹا اختلاف کے باوجود اس کے رسالہ
سیاسیات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ 'سیاسیات ارسطو' انگریزی زبان سے اردو میں عقل کی گئی ہے اور مترجم کے تفصیلی حواشی اور
تشریحی اشاروں کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

سید ظہیر نیازی نے 'Immanuel Bekker' کی مرشد، اور William Elies کی مترجم کتاب کو ترجمے کی بنیاد رکھی ہے۔ نیز
امر لطفی السید کے عربی Earnest Baker کے انگریزی نصوص کو تفصیلی حواشی اور تشریحی اشاروں کے لئے استعمال کر کے 'سیاسیات
ارسطو' کو ایک اہم دستاویز میں تبدیل کر دیا ہے۔

(20) 'جنگ' (میکاولی سے بطریق)

از ایڈورڈ میڈرل، ترجمہ: گلزار احمد (ریچرچ ہیر) مطبوعہ: مکتبہ جدید پوسٹ بکس 498 لاہور
مروانی فلسفی، والمالپ مان نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا کہ:

"جو لوگ دیکھیں اس کی قبر کے کام پر لگی کی سے غور کرتے ہیں ان کے لئے یہ سب کتاب بہت مؤثر ثابت ہوگی۔"

مطرب میں بھی یہ تاثر عام ہے کہ جنگی مسائل سے متعلق ایسا دور رس کتاب ناممکن نہیں لکھی گئی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میڈرل نے دنیا کے میں عظیم جنگی مورخین کی زندگیوں کا تجزیہ اس کتاب میں پیش کر دیا ہے۔

(21) 'فلسفہ مذہب'

از ایڈوان۔ اسے۔ برٹ، ترجمہ: فیروز احمد، مطبوعہ: مجلس ترقی ادب لاہور۔ صفحات: 500

مذہب کے تقابلی جائزوں کا ذکر پہلے تو ایس جیمز اور فریڈرک نیچے کے نام غور اذہن میں در آتے ہیں لیکن اب وہ زمانہ آ گیا ہے جب عرب اور اسلام کے محققین کے ساتھ ساتھ مغربی مؤرخین اور محققین نے بھی سند کا دھجہ حاصل کر لیا ہے۔ مطرب میں یہ تدریج تاریخ، آثار، جغرافیہ، نفسیات، معاشیات، عمرانیات اور منطق کے باب میں جو تحقیق گزشتہ چند برسوں میں ہوئی ہے یہ اس کا لازمی نتیجہ تھا۔

فلسفہ مذہب کے باب میں ایڈوان اسے برٹ نے 'مسئلے کا تاریخی پس منظر' سے لے کر 'ماتیس کا مذہب سے تقابلی اور مذہبی نقطے کے اساسی مسائل' تک تمام موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ گو اس کا مدار فکر حیثیت ہی کے مطالعہ پر رہا ہے لیکن اس کے باوجود مذہب کی عالمگیریت پر یہ مطالعہ اپنی نوع میں خاصے کی چیز ہے۔ خصوصاً گادریٹ اور 'جدید باغی' انٹرنیشنل کے اہم باب میں مصنف نے تحقیق اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

آج کے ایسے ہوئے گمراہ اذہان کے لئے یہ کتاب روحانی غذا فراہم کر کے پیشتر الجھانوں کے رفع کرنے کا باعث بنتی ہے۔ فیروز احمد ڈار کو فکر چھل کی زبان لکھنے پر کمال مورد حاصل ہے اور یہی سبب ہے کہ یہ کتاب ترجمہ نگاری کا بھی معیار قائم کرتی ہے۔ فاضل مزجم نے ترجمہ کرتے وقت شعبہ تعلیف و تالیف و ترجمہ نگاری پر بخود زنی کی تالیف اصطلاحات فلسفہ سے مدد لی ہے اور جہاں ضرورت پڑتی آتی ہے اصطلاحات کے اردو متبادل درج کر دیے ہیں۔

(22) 'نا قابلِ تسخیر ذہن انسانی'

از گلبرٹ ہائینڈ: ترجمہ: محمد صفور، مطبوعہ: شیخ نظام علی ایڈمنسٹریٹو اشتراک، موسسہ فرینکس نئی دہلی، طبع دوم: 1967ء

سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ گلبرٹ ہائینڈ دو نظریات مان ہیں جنہوں نے تعلیف و تالیف کے لئے ایک ہی نام اپنایا۔ ان معطلین کی دیگر دو کتابیں 'من تدبیریں کو بیچنے کے طریقے' کو بالترتیب مشرف انصاری اور یس احمد جعفری نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

قلبیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ کائنات، ذہن انسانی کی تخلیق اور اس کا پتہ ہے۔ ذہن سے باہر اس کا وجود نہیں۔ خود اپنے وجود کی دلیل بھی یہی دلی چلتی ہے:

”میں ہوں کیونکہ میں سوچتا ہوں۔“

دوسرا گروہ، ذہن انسانی کی عقلوں کو سمجھتا ہے مگر کائنات کو ذہن انسانی کی تخلیق یا اس کا پتہ تسلیم نہیں کرتا۔ اس نے بھی کہ سنش نے ثابت کر دیا ہے کہ کائنات خود انسان اور اس کے ذہن سے کروڑوں سال پیشتر وجود میں آ گئی تھی۔ یہ گروہ ذہن کو مادے کی سب سے ترقی یافتہ شکل ضرور مانتا ہے۔

تیسرا گروہ ایسا ہے جو سرے سے ذہن کے وجود کا قائل ہی نہیں۔ اس کی رائے میں جو کچھ ہے اعصاب، رگ اور پٹھے ہیں۔ گھبرہ، ہڈی، ان فلسفیانہ سوچاگوں میں نہیں پڑے۔ ان کا موضوع صرف مغربی تہذیب و ثقافت کی ترقی میں ذہن کی خدمات ہے۔

کتاب میں عجب اختلاف بات سے لے کر کیا بات کے زیر اثر پڑنے والے خطرناک میلانات پر بات کی گئی ہے لیکن اس بات پر حیرت ضرور ہوتی ہے کہ اہم، اہم اور اہمیزد جن ہم کے جاننے اور اسے استعمال کرنے پر کوئی بات نہیں کی گئی۔ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے کہ علم کے سامنے تین راستے ہیں:

(۱) پہلا ذکا۔ مصطفیٰ کو یقین ہے کہ علم پہلے کا (2) طوطی کا۔ اس کی مثالیں بکلی اور دوسری جنگ عظیم سے دی گئی ہیں اور انجمن، چرس، گانج، شراب، قتل، کتب، قتل، قتل کے ذریعے تھکن میں موت کے حدود حوالے دیئے گئے ہیں۔ (3) مگر انسانی کی عظیم اور تھک کے ذریعے آزادی فکر کو تابع بنانا۔ ان تین صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے مصطفیٰ مگر انسانی کے مستقبل سے باخبر نہیں ہیں۔ اچھا مفرد (حجیم) کو قہقہے سے خصوصاً دلچسپی اس کتاب کے ترجمے کی طرف لائی۔ یہی سبب ہے کہ محترم کو اپنے موضوع پر کامل عبور حاصل ہے اور وہ ان فلسفیانہ بحث کو دلکش پیرائے میں سمیٹنے پر قادر ہوئے۔

(23) ”آئنا نگاہ خاک“

از فرانز لینن، ترجمہ: سجاد باقر رضوی و محمد پرویز، مطبوعہ: نگارشات، 178-181، رگلا لاہور، طبع اولیٰ: 1988ء، صفحات: 296
یہ کتاب ”Les Dames De la Terre“ کا ترجمہ ہے جو فرانس سے 1981ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کے فنی لفظ میں اس کی پالی سادہ کرنے لکھا ہے۔

تھکرایہ کہ جیسی دنیا نے طوطی کو پالیا ہے اور وہ ان کی آواز میں اپنے لوگوں سے مخاطب ہے۔ یہ عظیم مصنف بکلی بار اور میں ٹھنک ہوئی۔ کتاب میں (۱) بکو تھک کے بارے میں (2) تھک و تھک آواز میں (3) بکریاں تھکی۔ اس کی قوت اور کڑوادی (4) آواز تھک کے طرقات (5) بکو قوی تھک کے بارے میں (6) قوی تھک اور ہود تھک آزادی کی باہمی فہماری (7) آواز بادی تھکیں اور وہی امراض جیسے، فنی موضوعات پر ملاحظہ شامل ہیں۔ کتاب کا سرخ و سیاہ، ۱۰۰ رنگوں میں شاندار رنگ پاکستان کے معروف معمار احمد حسن نے چار کیا تھا۔

(24) 'نفسیات کی بنیادیں'

از ایڈوان گرینکس یورنگ، ترجمہ: جلال احمد زہری، ملبورن: شبیر تصنیف و تالیف، ترجمہ کراچی یونیورسٹی پبلشنگ اؤٹ 1988ء یہ ایڈوان گرینکس یورنگ کی کتاب 'Foundation of Psychology' کا ترجمہ ہے۔ یورنگ ہارٹ یونیورسٹی کے استاد ہیں اور انہوں نے یہ کتاب پروفیسر ہرمن سڈلی ٹاگ فیلڈ (پرنسٹن یونیورسٹی) اور پروفیسر جیری پورٹر ہارڈ (کارتھل یونیورسٹی) کے تعاون سے 1948ء میں مکمل کی تھی۔ کتاب کے مصنفین نے انگریزی زبان میں مختلف موضوعات (نفسیات سے متعلق) پر علمی مباحث کی علامت جس انداز سے کڑی کی ہے اور جو طرز بیان اپنایا ہے اسے ترجمہ میں بہر طور قائم رکھنے کا جتن کیا گیا ہے۔ اصطلاحات فلسفہ (کراچی یونیورسٹی) سے اس ترجمہ میں بدلے کر اصطلاحات کا اعلیٰ عام کرنے کی کوشش مستحسن عمل ہے۔

ادبی تراجم کا جائزہ

اس باب میں میرا یہ مقصد تھا کہ ادب کو ادبی اور دیگر مغربی زبانوں کے اثرات کو سمجھنے کے قاعدے کی طرح مل کرنے کے لئے جہاں اور جہاں سے لے کر ایک زبان (اس کی ساخت اور اس کے قواعد و ضوابط) دیگر زبانوں سے اس طرح اثر قبول نہیں کرتی کہ وہ + دو صدی چارم کے ساتھ برآمد کر لے جائیں۔ البتہ جہاں تک مغربی زبانوں سے نثری تراجم کی روایت اور اس کی اثر پذیری کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ ادب اور مغربی زبانوں (خصوصاً انگریزی، اردو) کے لسانی رابطوں اور دیگر سطحوں پر رد و قبول کے دو بے نوٹ کرنے کی محض ایک کوشش کی جا سکتی ہے، اور اس میں کامیابی معلوم۔

اردو میں نثری تراجم کا جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ادب زبان و ادب کی وسعت اور گہرائی و گہرائی میں اخذ و ترسے کا خاصا اہم کردار رہا ہے مثلاً ادبی تراجم نے نئے اسالیب بیان کو جنم دیا، نئے طرز احساس کو ابھارا، نئی فہمی کج عطا کی، ہر ایک بیان میں صلابت، صحت اور استدلال پیدا کیا اور ہر ایک اعجاز کے لئے نئے سانچے فراہم کیے۔ نیز یہ کہ ادب کو نئی نئی اصناف سے آشنا ہی نہیں کیا بلکہ ان اصناف کو نئی دھار بھی بخشا۔ ترسے کی تہذیب کا سب سے بڑا اثر یہ ہوا کہ ہمارے ادب سے ادبی مراکز یعنی مکتبہ اور ادبی کے ادب سے ادبی کے بدل چھٹ گئے اور ترقی، تازہ سرشار اور فنی تازہ و حسین نے "قلم نگار" کے انداز میں "نصرت آزاد" اور "جلی غفران" مکمل کیے۔

نثر کے میدان میں ترقی کے کی جگہ تہذیب، دہس اور فنی کی جگہ ڈراما، داستان اور فنی کی جگہ ادب اور کہانی کی جگہ افسانے جیسی جدید اصناف نے لے لی اور ادبیات عالم کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کا خواب ہم نے چھوٹی یاد دیکھا۔ یہ صرف جنت کی سڑک ہی تہذیبیں نہ تھیں بلکہ مضمون کے ساتھ ادبی روئے کی تہذیبیں بھی تھیں اور قدامت پسندی کی زنجیروں سے آزاد ہو کر نئے زمانے میں سانس لینے کا حق بھی۔

ابتداء میں ادبی سڑک پر جنت، تھکے اور مضمونی کرداروں سے یہ آشنائی ہی تھی اور مغربی ادبیات کی روایت کا شعور تقریباً

ناپید تھا۔ جس کے خیمہ میں قراچم ہوئے تو، لیکن انتہائی بے سلیطنتی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ قاری کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن کے نام پر کافہ کھاڑ کے ڈھیر لگا دیے گئے۔ ایسے قراچم کا بڑا نقش یہ ہے کہ علماء و علما اور غیر مستتر ہونے کے وہ مسند اور اہم کتب کے قرآن نہیں تھے۔ بالخصوص ولیم، ایم ریٹائرڈ کے بیسیوں قاروں کے قرآن ہونے اور علق مسترجعین نے کیے اور اس پر غضب یہ کہ قرآن در قرآن ہونے اور مسترجعین نے اصل متن دیکھنے کی وجہ تک گوارا نہ کی۔ یہی صورت آزاد قراچم میں سامنے آئی اور مدارے مسترجعین نے لندن کے بازاروں میں جن طوائف اور کھٹوں کے ہاتھوں کو ہڈی بیٹھی وہاں کا ثابت کر دیا۔ کہاراں کے نام اور بکچوں کے آثار کو تبدیل ہونے ہی۔ ان کے عادات و عساکل تک بدل گئے۔

ناول مسترجعین کی حق آسانی نے قراچم میں ایک نیا طرز فکر بھی ایجاد کیا، جس کے لئے انگریزی میں 'Journalese' کی اصطلاح موجود ہے۔ یعنی ایک ایسی فاقص زبان لکھی، جو ذاتی خیالات کے اظہار پر قادر ہے اور نہ ہی معنی کی ترسیل پر۔ یہ اس لئے ہوا کہ مشرقی دنیا میں لفظ خاصیت یا داخلی خصوصیت کا نام نہ تھا ہے۔ محضین آزاد نے آپ حیات میں لکھا تھا:

ادارے بزرگ الفاظ و معانی اور استعاروں اور تشبیہوں کے ذخیرے چار کر کے ہیں اور وہ اس قدر زبان پر رواں ہو گئے ہیں کہ ہر شخص تھوڑے فکر سے کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے۔ اگر اور خیال علم کرنا چاہے تو دینا سادہ نہیں پاتا۔ اگر کچھ کرنا چاہیں تو ازل اسے بھلائیں، بھر اس کے حساب نظام دینے ہی نرالے استعارے، نئی تشبیہیں، انوکھی ترکیبیں اور لکھوں کی صمد تراشیں پیدا کیں اور یہ بڑی عرق ریزی اور جان کانی کا کام ہے۔ ہاں یہ کام نو جوانوں کا ہے، جو کشور علم میں مشرقی اور مغربی دونوں دنیاؤں کے کتابوں پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہمت آجادی کرے گی۔ دونوں کتابوں سے پانی لانے گی۔

اس راتے پر تجربہ کرتے ہوئے مہدی جعفر لکھتے ہیں:

ظور خاطر رہے کہ بات پانی لانے کی ہے، کتابوں پر چرتے ہوئے الفاظ اکٹھا کرنے کی نہیں۔ تحقیق اور قرآن میں بہر حال فرق ہے۔ خیر مغرب والوں نے تو اپنے پانی سے اپنے ہم حراج الفاظ لانے ہیں۔ ہم نے قرآن کے در سے انہیں الفاظ سے شہدہ بازی یا پچھانے کا کام لینے ہوئے ہے اجڑی کا ثبوت دیا ہے۔

(”اردو ادب کے نئے افق“ مطبوعہ ”سورانی“ لاہور، مئی ۱۹۹۲ء)

جہاں تک اردو ادب میں انگریزی ادب کی منتقلی کا معاملہ ہے تو شاید یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اردو سے انگریزی یا انگریزی سے اردو میں ترجمہ حراج کی سطح پر دو مضامین کا مقام اقتسام ہے۔ مہدی جعفر نے محمولہ بالا مضمون میں مشرقی اور مغرب کے حراجوں کی سطح پر اس فرق کو کیا مگری اور ”کیا مگرانی“ کا فرق قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

ہم مشرقیت اور مغربیت کی کیا مگری اور کیا مگرانی والے فرق سے شگفتہ کر سکتے ہیں جو داخلیت اور خارجیت کا فرق پیدا کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ادب سائنس کے برعکس ہے اور اسے کیا مگرانی سے نزدیک ہونا چاہیے نہ کہ کیا مگرانی سے۔ کم از کم مشرقی ادب کا یہی طرز اقتدار رہا ہے۔

اردو ادب کو قراچم کی معرفت کیا مگرانی سے کیا مگرانی کی طرف لانے کا کام ہیں تو فوراً ولیم کالج اور دہلی کالج میں ہونا قرار پانا تھا لیکن اس باب میں بھی سید احمد بازی لے گئے۔ سائنٹفک سوسائٹی عازی پور کے قیام کے ساتھ فکر و ادب میں روایت کی

تخلیہ شخص سے ہٹ کر آزادئی دانے اور آزادی خیال کی دم جاری ہوئی۔ اقبال ڈاکٹر سید عبداللہ:

سر سید نے اردو ادب کو جو ذہن دیا اس کے حاضر و ماضی کی اگر گہرست جاری جائے تو اس کے بڑے بڑے مضمون ہوں گے۔ باوجود حقیقت، ۱۹۱۱ء میں اور حقائق جاری۔ سر سید کے مجموعی فکر و ادب کی عمارت انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

(”سر سید کا اثر اور اس کے اردو“، شملہ، ”ہجری ادب“، سر سید پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱)

مشرق کے لئے مغرب کی اس عطا کی کھوج میں ہمیں تو پتا چلتا ہے کہ لفظ کی سطح پر ہم ’واقعیت‘ سے اسی زمانے میں دست کش ہونا شروع ہو گئے تھے جب سے یورپی اقوام نے ہمارے ماضیوں پر ازل ازل قدم رکھا تھا۔

پرنگالی، فرنگ اور فرانسیسی زبانوں کا اردو کے ساتھ مکمل تجارتی مصلحتوں (یا بالخصوص منکد کے کروڑوں) میں ہوا اور یہ ربط دہلی و بین کی زبان سے آگے نہ بڑھا، لیکن اس کے باوجود یہ تینوں زبانیں انگریزی زبان سے پہلے اردو لغت کا حصہ بنی شروع ہو گئی تھیں۔ آج اردو زبان کی لغت میں اس زمانے کی پانچاں فرانسیسی، پرنگالی الفاظ اقسام: اچار، ہیکٹ، کاہو، انکاس، چچا، چاہ، ساگو، کوگی، کمرہ، سٹری، تہا کو، طاری، بکرا، پائی، بوتل، سیب، مایوں، کوچ، چاندی، بیلام، کادوس، تولیہ، میز، گارو، پاری، گرہ، گھٹیں، کاج وغیرہ آج بھی ہمارے روزمرہ و کتابوں میں شامل ہیں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کی یاد تازہ کر رہے ہیں، انگریزوں نے ہندوستان اور مغرب کے درمیان جو اشتقاق ظہور میں آیا وہ فرنگ اور پرتگیزی اثر کی نسبت کہیں زیادہ گہرا اور وسیع ثابت ہوا۔ عبداللہ بن سلیم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ اگر طریقہ ’آرمیٹ‘ میں کم و بیش انگریزی کے ۵۰۰ الفاظ موجود ہیں۔ ہمارے کہ لڑکچہ ’آرمیٹ‘ عبداللہ بن سلیم کے تذکرہ ہلا مضمون سے ٹھیک تین سال قبل مغرب سے جو تکی تھی، سو اسی سے اعجاز و لکھنے کہ اب تک مزید کئے وکیل الفاظ ہوں گے جنہوں نے اردو میں جڑیں بکڑی ہوئی گی۔

عبداللہ بن سلیم کے قرائم و تالیقات سے ذیل الفاظ کا یہ سلسلہ جاری ہوا۔ لیکن سب سے کہ قدیم قرائم کے علاوہ طبع زار تصانیف میں بھی انگریزی اصطلاحات و تراکیب جا بجا دکھائی دیتی ہیں۔ بالخصوص مغربی فلسفہ میں ایسے بے شمار الفاظ و اصطلاحات ملتی ہیں جن سے اس امر کا بخوبی اعجاز ہوتا ہے کہ ہمارے ادب میں علم و فن انگریزی کو فخر منوہ خیال نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے سوزوں اردو محاورات و مقادرات و مقادرات و مقادرات نہ ہونے کی صورت میں ناگزیر طور پر انگریزی الفاظ استعمال کیے یا انگریزی اردو الفاظ کے احراج سے نئی تراکیب وضع کیں۔

سب سے پہلے مفرد الفاظ اور تراکیب ملاحظہ ہوں جو ایضاً استعمال کئے گئے۔ ریلوے، لوکل فنڈ، فرسٹ، نوٹ، میٹا ہائی، نوٹس، چالان، ٹیلیفون، رجسٹر، رجسٹر، وارڈ، مارکیٹ، وردہ، نکلیش، رپورٹ، برٹش انڈیا، لائنس، کانفرنس، موٹر، اسکیل اور لکٹر شپ وغیرہ۔ ان الفاظ و اصطلاحات میں سے اکثر ہم آج بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ تراکیب یا مرکب اصطلاحات ہیں جو انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کی آمیزش سے وضع کی گئیں۔

(۱) سرکاری عہدہ داران: انہارچ عہدہ دار، عہدہ داران، وچمن، میڈیکل افسر، سسٹم ڈپری فارم، مان کیٹنڈ افسران، گنڈ عہدہ دار، انسپکٹر، شہری، چیک اور اپکار گورٹ وغیرہ۔ (۲) قوانین و قانونی امور: دستور، اصول، لوکلڈ، عدالتی ڈگری اور ضابطہ فیاض وغیرہ (۳) سرکاری دفاتر و محکمات: تعلقہ ہرنی، دفتر پانچھلک ٹیکرڈی، سر دشت پانچھلک، محکمہ فیاض، عدالت سیشن اور سر دشت ریلوے

قریبوں کو حشیشیں جا کر رکھ دیا۔ ذریعہ دہلوی کی اس ناکامی کا ایک سبب تو "خلافتِ سحدی" کی حدودیت ہے اور دوسرا یہ کہ اس زمانے میں خود مغرب میں ناول اور فکشن کا فرق ملتا ہوا تھا۔ ہمر کی اوڈیسی (رومیو) کو ناول شمار کیا گیا، وہ ان نکتے کو یکا دلے نے دیا کا اولین ناول شمار کیا اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا، پھر فکشن کو پہلا ناول شمار کیا جاتا رہا۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ذریعہ دہلوی کے اسم پر سبھی کردار انگریزی کی صرفت ہمارے ہاں رہ آئے۔

انگریزی سے تراجم کے طویل ناول کی تحلیک اردو میں حصار ہوئی۔ اس نئی تحلیک کو برصغیر کی اولین کوششیں خام ضرور ہیں تاہم ان کی اہمیت ان کی اولیت سے وابستہ ہے۔ مغربی ناول نگاروں خصوصاً وکٹر ہجو، الگوٹز ژوڈا، ڈائسنائی، توڑکوف، ڈولا، ہائزاک، ایچاٹول فرانس، اسکات وغیرہ کے تتبع میں شاعر عظیم آبادی، سجاد عظیم آبادی، عبدالعلیم شرر، قصوی، راشد الخیری، دہلوی، اور مرزا ہادی رسوا قصوی نے اردو میں ناول نگاری کے پلّوں کو عام کیا۔

رجن ناتھ سرشار قصوی کا "نفسانہ آزاد" نہ صرف یہ کہ "وہاں نکلتے" کے واضح اثر کے تحت لکھا گیا، بلکہ اسی تسلسل میں سرشار نے اپنے دیگر ناولوں کو بھی آگے بڑھایا۔ "نفسانہ آزاد" کو داستان اور ناول کی درمیانی کڑی کہنا چاہیے۔ کچھ بھی معاملہ سجاد حسین کے "عالمی بھول" کا ہے۔ ذریعہ دہلوی کے ناول انشائیں اعلیٰ دن سن کے ناول "فرخندہ آبیخند" کی طرح ہر قسم کے خوب اخلاقی مضمرات کی معاملات عشق سے بھی خالی ہیں۔ ذریعہ دہلوی کی تحریریں انشائیں پر دوسرا اثر جادو الیٹ کے ناولوں کا تھا۔ ذریعہ دہلوی نے کردار نگاری میں جو طریقہ کار برتا وہ نفسیاتی تجزیہ نگاری میں جادو الیٹ سے مخصوص ہے۔

ہمارے اولین نگار عبدالعلیم شرر کا انداز سراسر بالغ اسکات کی جادو الیٹ سے مشابہ ہے حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے کردار اسکات ہی کے کردار نظر آتے ہیں۔ جبکہ شرر نے خود اسکات کو ترجمہ کیا اور نہ ہی ان کے ناول اسکات سے ماخوذ ہیں۔ اسکات کے انداز میں شرر نے قصائدوں کی بجائے مسلمانوں سے لٹی لٹی تحریریں کر رکھی ہیں اور یہ انداز اس حد تک ملتا جلتا ہے کہ شرر نے بھی اسکات کی طرح نظم کا سہارا لیا۔ شرر نے بے قافیہ شاعری کرتے ہوئے مسلمانوں کو ایک آزاد تسلسل میں مربوط رکھنے کا چن کر لیا ہے جو سراسر اسکات سے مخصوص ہے۔ اسکات کا اثر، شرر سے ہوتا ہوا تحکیم محمد علی خان تک چلا آیا، جنہوں نے ناول کو ادب لطیف بنانے کی کوشش کی۔

انگریزی سے اور انگریزی کی صرفت روسی اور فرانسیسی ناول نگاروں کے بیشتر شاہکار اردو میں ترجمہ ہوئے، پھر بھی کچھ ناولوں کے تراجم نہ ہونے کا فکس ہے۔ جیسے "سینٹل ڈیفنڈر" کا "Moll Flanders"، "سکات فزٹر لارڈ" کا "The Great Gatsby"، "سین آکشن کا Sense and Sensibility"، "سین ٹین ٹیک" کا "East of Eden"، "ہری لیلڈنگ" کا "Tom Jones"، "ڈالیوے" کا "ایم ٹھکرے" کا "Barry London"، "نزل پارا" کا "The Man Who Would Be King"، "انگلےسی ویلز کی سائنس کشن" کا "The war of the worlds"، اسی نام خود شرر کا "Howard Ends"، "A Room with A View" اور "A Room with A View" کا "The Third Man"، "ایڈ گرائٹن پو کا" "The Fall of The House of Usher" لکھی ویلز کا "Cat on A Hot Tin Roof" اور "A Streetcar Named Desire"۔ ان ناولوں اور ڈراما پر بننے والی انگریزی فلمز نہیں الود مقبول ہوئیں۔ بہت ممکن ہے یہ ناولیں بھی جیسے کچھ دسے جائیں۔ انڈا دستکار کے سلسلہ چلا رہتا ہے۔ ہمارے ہاں ڈراما میں اس سے تھوڑی بھی دیکھنے کو ملے جیسے امتیاز علی تاج نے "چچا چھکن" میں جیروم کے جیروم (Jerome K. Jerome)

کے "Three Men in A Boat" کے چارے دو ایوب آپک لئے، اور اسی مبارک سانسے رکھتے ہوئے چچا چھٹی کو بہت سے طے پہنچے واقعات سے گزارا۔ اس سے زیادہ واضح اثر پہنچنے پر ہی کی مثال شاید ہی کہیں دیکھنے کو ملے۔

بہل کے ہاں، قاصد، قراچم کی طرف آئیں تو یہ کہنے میں ہاک نہیں کہ اردو میں تاجاں مغرب (اور خصوصاً انگریزی ادب) کے عظیم ناولوں کا پچاس لکھ حصہ بھی عقل نہیں ہو پایا۔ ان اطول فرانس کے 'نابیکو' (حزب: عیادت اللہ دہلوی) لکھنے کے 'نام' ہادی، 'ناٹان' وال کے 'مرغ و سیاہ' اور برسن میلبل کے 'سوی ڈاک' (حزب: لہو حسن عسکری)، 'ہری جیو' کے 'میں چروا میں ہر دے' (حزب: قرۃ العین حیدر) چارچ اردوئل کے، 1984ء (حزب: کوپاں حل) وغیرہ قراچم سے جاریے ہیں صرف یہ کہ ناول کا چلن عام ہوا بلکہ ناول کے عناصر ترکیبی کو بھی سمجھنے میں مدد ملی۔

پاری اسٹیج کے فروغ کے ساتھ ہی انگریزی سے اسٹیج ڈراموں کو اردو میں منتقل کرنے کا کام شروع ہوا جس کے ساتھ مغربی اسٹیج کی بھڑکی اور بھڑکی نکالی ہمارے اسٹیج پر آئی۔ اس کی ایک بڑی وجہ ہمارے لئے اسٹیج کا بھڑکی (خصوصاً مسکرت) اسٹیج کی چالائی لائن سے کٹ کر رہ جاتا ہے۔

پاری قیصر کی معرفت ہم نے سب سے اپنا دستہ جڑنے کی کوشش کی اور اس چاند کاری میں فونگی اور داس کے معمولی قصوں کو ناکافی خیال کیا گیا۔ ہیں ولیم شکسپیر کی شہرت سے ہاکس آفس پر کامیابی کا تصور بندھا۔ لیکن افسوس کہ انیس قریبوں کی وجہ سے شکسپیر بھی ہمارے ہاں مکمل طور پر منتقل نہیں ہو سکا۔ شکسپیر کے چار قراچم میں چالائی کی تبدیلیاں کی گئیں، ستائی رنگ میں رنگا گیا یا پھر اپنی تہذیبی ضروریات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر کثرت چھانٹ کی گئی۔ یہاں تک کہ شکسپیر ہمارے آغا مشر کا قیصر کی معرفت بھی اردو میں اپنی تمام جہات کے ساتھ منتقل نہیں ہوا۔ اس بات کی تصدیق آغا مشر کے شہرت یافتہ قریبوں کو دیکھ کر ممکن ہے۔ خصوصاً 'King Lear' کا ترجمہ 'سفید خون' 'Measure For Measure' کا ترجمہ 'سفید بازو' کو سب سے قریب بھی نہیں کیا جاسکا، جبکہ ہمارے ہاں آغا مشر کا قیصر کی اردو ہمارے کا شکسپیر کہا جانے لگا۔ اس قراچم قیصر کی فراہمی اس جہت تک محسوس نہیں ہوتی جب تک شکسپیر کو انگریزی ڈرامے کا آغا مشر تصور کر کے نہ دیکھا جائے۔ سو ڈرامے کے باب میں ہمارا پہلا قدم ہی غلط چار کہا جاسکتا ہے کہ ہاکس آفس پر کامیابی کی خواہش نے ہمیں انگریزی ڈرامے کی فنی غریبوں سے دور دکھایا، بات میں ڈھونڈنے سے اس لئے بھی کر سکتا ہوں کہ میں نے ولیم شکسپیر کے ڈراموں کے اردو میں ترجمہ کر دینا سے ڈاکٹر قراچم نظر سے گزرا ہے جس اور 141 قراچم کا مجموعہ لکھا ہے۔

میرے خیال میں ہمارے ڈراما ترجمین کو K.W.H. Scholz کا مضمون 'The art of translation' (1918ء) جو ڈراما ترجمے کے حوالے سے ہے، ضرور پڑھ کر ترجمے کی طرف آنا چاہیے۔

'قاسم' کا ترجمہ از اڈاکٹر عابد حسین، انٹونی ٹولویٹر و کا ترجمہ از عزیز احمد، بگڑے دل، ازمولیکز کا ترجمہ محمد رفیع الرحمن، کاہرہ باطن از شیرین کا ترجمہ از فضل الرحمن اور 'مصلیٰ از آسکر وائلڈ کا ترجمہ از انصار بھاری جیسے قراچم انھیں پر مبنی جاسکتے ہیں لیکن اس نوع کے واقع قراچم کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا اور آگے چل کر اردو ڈرامے کو، فنی جہت، غلبہ دینا، ہاں تو قریب اشتقاقی احمد اور کمال احمد رضوی جیسے ڈراما نگار مل گئے۔

انسان کی صنف مغرب میں ناول کے ارتقاء کے بعد وجود میں آئی اور قراچم کی معرفت یہی صورت اردو ادب میں بھی

دکھائی دیتی ہے یعنی ناول پہلے آیا اور افسانہ اس کے بعد۔ البتہ ہمارے ہاں ناول کی نسبت افسانے کا ارتقاء کبھی زیادہ تیز رفتار رہا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ رہی ہو کہ ادب کی یہ صنف جس قدر تخلیقی شکلوں میں مقبول رہی اس قدر بڑے دائروں میں بھی مقبولیت کی انتہائی حدود کو چھوٹی رہی ہے۔ افسانے کی پیدائش اور اس کا ارتقاء 2012ء تک زیادہ سے زیادہ 110 برس کی مختصر کہانی ہے لیکن ہمارے ہاں اسے گھل چھل چند سالوں ہی میں مقبول بنانے میں ادب کے کلاسیکی افسانہ نگاروں کے ساتھ ساتھ مدنی ادب کے نوجوان ناسوں کا بڑا حصہ ہے۔

ہمارے ہاں ابتداء میں جن نام بہت قریب ہوئے اور ان کا اثر بھی قبول کیا گیا یعنی چیخوف، موپاساں اور دایدر نامہ نیگور۔ نیگور کو انگریزی کی معرفت اردو میں حصارف کردانے میں پریم چند پیش پیش تھے جبکہ سعادت حسن منٹو نے اپنی افسانہ نگاری کے ابتدائی دور میں ہی چیخوف اور موپاساں کو اردو میں حصارف کر دیا۔ کچھ بھی معاملہ کلاسیکی افسانہ نگاروں خصوصاً ٹالسٹائی اور گورکی کا ہے۔ منٹو نے ان کی طرف بھی خصوصی توجہ دی اس دور کی یادگار منٹو کی کتاب گورکی کے افسانے ہے۔

چیخوف، موپاساں اور ہارسی معز تک کے اسلوبیاتی طریقہ کار کی عطا ہمارے ہاں بالترتیب دایدر، گھر، بیدی، منٹو اور غلام عباس ہیں۔ جبکہ ان کے بعد مزیدار کھنگ کی محبوبیت کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ بھی سبب ہے کہ ڈاڈا یا ڈاکھنگ کے ناول، ’جنگل‘ کو مولانا ظفر علی خاں جیسا عظیم مترجم نصیب ہوا۔ ہمارے ہاں کھنگ کی مقبولیت کا واحد سبب اس کا مشرقی مظہر نامہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کھنگ کے اینگلو انگریزی ادب کے ذریعہ Brian Storer کے لٹے ہوئے ہیں ابھی دہائیوں طرز پر جھوٹا کیا، حتیٰ کہ اینگلو انگریزی کردادوں کی جھلکیاں محمد حسن مسکری، عزیز احمد، اختر حسین رائے پوری اور غلام عباس کے بعد اہل الفضل صدیقی اور خان فضل الرحمن کے افسانوں میں بھی دیکھنے کو ملیں۔

19ویں صدی کے دو امریکی افسانہ نگاروں ایپگر رائٹن پر اور اوپنری کے ٹی اور موضوعی طریقہ کار کو بھی ہمارے ہاں خصوصی اہمیت نصیب ہوئی۔ ایپگر رائٹن پر کے ابتدائی تراجم کے فوراً بعد اسی طریقہ کار کی ہلکے مزاجیہ نگار اور حجاب امتیاز علی (اسامیل) کے ہاں دیکھنے کو ملی۔

سرست مہام جیسا دوسرے ادیب کا افسانہ نگار ہمارے ہاں اس لئے مقبولیت کی حدود کو چھو آتا کہ اس کی زبان سادہ اور سہل تھی اور اس کے ہاں جھنجھکی چھیدگی اور اظہار و بیان میں ابہام خال خال ہی دکھائی دیتا ہے۔ مہام سے اثر پذیر ہونے کی سب سے بڑی مثال ہمارے ہاں کرشن چندر کے افسانے ہیں۔

دکار عظیم کے خیال میں:

مغرب اور اس کے فن کا اثر ہمارے ادب پر تین مشہور لوگوں سے زیادہ تر ہے۔ وہ ادب میں چیخوف، ٹالسٹائی میں فرانتز اور سوائی ٹیٹس سے مارکس۔ یہ تین نام ایسے ہیں جن کا اثر موجودہ دور کی ہر ادبی تحریک میں لگایا ہے۔

(”مغرب اور اس کا فن“ مشمول ”نیا افسانہ“ ص 52)

دکار عظیم صاحب کی یہ رائے ایک آدھ جزوی اختلاف کے باوجود اہم ہے۔

اسی کٹھنفر کی روشنی میں آگے بڑھیں تو سب سے پہلے ہماری نظر پریم چند کے افسانے ’گنن‘ پر پڑتی ہے۔ جس میں غربت کو

اس حد تک کامل فطرت بنا دیا گیا ہے کہ اس پر حس آتا ہے۔ اس کے بعد پروفیسر محمد حبیب کے دو افسانوی مجموعے (1) صورت (2) کیمیاگر (1932ء) کے افسانے ہیں جن پر وہی افسانے کا غالب اثر ہے۔ خصوصاً "کیمیاگر" اور دوسرے افسانے نازی کتاب کے نو افسانے جنچوف کے اثر کے تحت لکھے گئے ہیں خصوصاً افسانہ "درد" ہادیہ تو جیلاؤں کا ہی گمراہ افسانہ معلوم ہوتا ہے جبکہ افسانہ "ہانی" پر بھی کسی قدر ایسی بات صادق آتی ہے۔

بھوں گورکھپوری کے افسانوں پر ونگل کی فسطاون چھاپ اور خاص بانڈی کا اسلوب نگارش غالب ہے۔ ل۔ احمد اکبر آبادی (لطیف الدین احمد) اور جلیل قدوائی بعض اوقات ترجمہ اور طبع زاد افسانے کی قلمی بھی صورتیں سامنے لاتے رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر دو افسانہ نگاروں پر وہی افسانے کی چھاپ لگایاں ہے مثلاً ل۔ احمد اکبر آبادی کا کھوکھلی افسانہ "بھئی" (مطبوعہ نقوش لاہور) وہی افسانہ نگار P Romanay سے مختلف اضافہ مستند ہے۔ شیر محمد اختر اور ممتاز مفتی نے فرانچیز کی کہیں جسریر کو خصوصی طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ اختر حسین رائے پوری کا افسانوی مجموعہ "محبت اور فطرت" واضح طور پر وہی اثر کے تحت لکھا گیا۔

اردو افسانے کا نیا سوز اور روایت میں توسیع، انکارے، مرغہ احمد علی (مطبوعہ 1932ء) کی اشاعت اور قبیل ہے۔ یہ اس افسانوں کا مجموعہ تھا۔ پانچ سہا نظیر کے، دو رشید جہاں، دو احمد علی اور ایک محمود اظہر کا۔ یہ تمام افسانے فرانچیز کے ساتھ فرانسیسی فطرت نگاروں اور دیگر ازم کے اثرات کے تحت لکھے گئے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انکارے کے افسانے قدیر کاری کے اعتبار سے شمر جائیں، ای۔ ایچ۔ لارنس اور فلائیٹر، موضوعاتی سطح پر فرانچیز اور نظریاتی اعتبار سے ادکس سے متاثرہ تھے اور مذہب پر ملے شیعہ پابندیوں کا شدید رد عمل تھا۔

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ بیک وقت افسانہ نگار (از پریم چند) اور "جنت کی حقیقت" کا بنیاد رکھنے والے پوری، پر وہی افسانے "سنگھڑا پرائیڈ" اور "کابل" ادکس کا اثر واضح تھا۔

جہاں تک اردو افسانے میں انگریزی کے زیر اثر تخلیق پیداوار کا تعلق ہے تو کئی زمانے میں ابھرنے والے بڑے ناموں میں سے کوئی بھی نام آج تک تخلیق اور اسلوبیاتی حوالے سے درخور احتیاج نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ جہاں تک ہوا ہے کہ اردو افسانے پر بات کرتے ہوئے آج باقی کے ان بڑے ناموں کو گواہی پر بہت زور دے کر یاد کرنا چاہتا ہے۔ یہاں میرا اشارہ ل۔ احمد اکبر آبادی، جلیل قدوائی، مسز عبداللہ، پروفیسر محمد حبیب، اختر حسین رائے پوری، بھوں گورکھپوری، احمد علی اور شیر محمد اختر کی طرف ہے۔ چنانچہ ادب سے تخلیق کتابوں کو ایک طرف رکھ کر اور خالی الفاظ میں ہو کر اردو افسانہ نگاری پر بات کریں تو سچی جہان کی صورت حال سامنے آتی ہے۔

جہاں تک انجمن زولا کے اثر کے تحت لکھے گئے مظہر افسانوں کا معاملہ ہے تو اس حقیقت سے گون انکار کرے گا کہ زولا کی تحریروں کو خود اس زمانے کے عہد میں "زولا نیت" قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ اسی اثر کے تحت لکھے گئے افسانے ہمارے ہاں بڑے نام فخر ثابت ہوئے۔ مگر اے کہ اردو کے افسانوی ادب میں اس نوع کے افسانے نقش نگاری کی مثال بن کر زندہ ہیں اور نہیں۔

سوچا چلا کہ گئے وقتوں میں انگریزی سے یا انگریزی کی معرفت ہمارے ہاں جو کچھ منتقل ہوا وہ اپنی کوئی روایت نہیں بناسکا اور ہم نے مغرب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کا عمل خواب دیکھا۔

ہم نے مختلف عقلی طریقے ہائے فکر تو درآمد کر لیے لیکن اسلوبیاتی میدان میں ہم کوئی بڑا کام نہ سر انجام نہیں دے پائے۔

یہاں اس بات کی وضاحت کرتا ہوں کہ شیخ زاد انسانوں کی سطح پر باطنی میں جہاں فریاد کی کیس پر شرح کا اندازہ غالب رہا، وہاں آج کے نئے نام دار، ایڈیٹور، چمک سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ یقیناً اس سے انکا قدم ہے لیکن اس کو کہ وہ عدل سے حاصل کیا ہوا؟ محض فلسفیانہ اور نفسیاتی سوچاؤ تھا، جھنجکی سطح پر اصولی اور محض منہ مری (یا انکا ذکاوت انسانوں کی سطح پر چاؤ وغیرہ، رشید جہاں اور محمود اظہار) سے لے کر مجتہد شیریں تک، شعور کی دوا کا طریقہ کار رہتا گیا۔ یہ بات تسلیم کہ ہمیں اس جھنجکی طریقہ کار نے ہماری گئی (اور اصولی) اور قیامت ہر کاب آئے نہ آئے (اور محض منہ مری) جیسے وہ اچھے انسانے دیئے، لیکن آج یہ طریقہ کار ڈائجسٹوں میں کھینے والی خواتین تک محدود ہو کر (یا ارداس ہو کر) رہ گیا ہے۔ آج کی نئی نسل کے سامنے اس جھنجکی طریقہ کار کا معیار نامال مجر جو اس علی ہے، اصولی اور منہ مری کے وہ اہم انسانے نہیں۔

آج کا انسان لادو سرکولم تک ہو آیا ہے۔ جگہ جھنجکی سطح پر اس طریقہ کار کی اولین نشاندہی کرشن چندر (انسان: ایک سرنگی تصویر) کے ہیں ہوتی ہے۔ لیکن اب باطنی کی نسبت کہیں زیادہ توجہ کے ساتھ مذہب و قول کا سلسلہ سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں: اردو انسانے میں سرکولم کے واضح اثرات جیسوی صدی کے گزشتہ عطرے میں نمایاں ہوئے۔ نئے انسان نگاروں نے جب اعتماد و بیان کے پرانے سانچوں کو اپنے گروہ کے تحقیقی نتائج کے مطابق نہ پایا تو انہوں نے بعض ایسے زادے بھی اختیار کیے جن میں سرنگی شعاعیں موجود تھیں۔ اس ضمن میں انور چادر اور سدید پر کمال کا ذکر بالخصوص ضروری ہے کہ ان کے ہاں تکلیف (Negation) کی توجہ سے حقیقت کا انکشاف کرنے کا رجحان موجود ہے۔ چنانچہ مستعار نے (انور چادر) اور گھرے آدمی کا ورانج رہم کے انسانوں میں سرنگی کیفیت چاہا جاگتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اظہار حسین، مسعود، اشرف، شفیق، رشید احمد، شمس نعمان، مرزا حامد بیگ اور غم انجم رضوی کے انسانوں میں حقیقت سے بھرا ایک اور حقیقت کی محافل کا زور نمایاں ہے۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کہ یہ انسان نگار اسے حقیقت کے طور پر ہی قبول کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تجربہ تو جاگتی ہے لیکن ان کے سامنے حقیقت سرنگی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔

(سرنگی تحریک اور ادب، "مطلوع" سہ ماہی، دہلی، 1980ء، باب 1، 2، 3، 4، 5، 6، 7، 8، 9، 10، 11، 12، 13، 14، 15، 16، 17، 18، 19، 20، 21، 22، 23، 24، 25، 26، 27، 28، 29، 30، 31، 32، 33، 34، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000، 1001، 1002، 1003، 1004، 1005، 1006، 1007، 1008، 1009، 1010، 1011، 1012، 1013، 1014، 1015، 1016، 1017، 1018، 1019، 1020، 1021، 1022، 1023، 1024، 1025، 1026، 1027، 1028، 1029، 1030، 1031، 1032، 1033، 1034، 1035، 1036، 1037، 1038، 1039، 1040، 1041، 1042، 1043، 1044، 1045، 1046، 1047، 1048، 1049، 1050، 1051، 1052، 1053، 1054، 1055، 1056، 1057، 1058، 1059، 1060، 1061، 1062، 1063، 1064، 1065، 1066، 1067، 1068، 1069، 1070، 1071، 1072، 1073، 1074، 1075، 1076، 1077، 1078، 1079، 1080، 1081، 1082، 1083، 1084، 1085، 1086، 1087، 1088، 1089، 1090، 1091، 1092، 1093، 1094، 1095، 1096، 1097، 1098، 1099، 1100، 1101، 1102، 1103، 1104، 1105، 1106، 1107، 1108، 1109، 1110، 1111، 1112، 1113، 1114، 1115، 1116، 1117، 1118، 1119، 1120، 1121، 1122، 1123، 1124، 1125، 1126، 1127، 1128، 1129، 1130، 1131، 1132، 1133، 1134، 1135، 1136، 1137، 1138، 1139، 1140، 1141، 1142، 1143، 1144، 1145، 1146، 1147، 1148، 1149، 1150، 1151، 1152، 1153، 1154، 1155، 1156، 1157، 1158، 1159، 1160، 1161، 1162، 1163، 1164، 1165، 1166، 1167، 1168، 1169، 1170، 1171، 1172، 1173، 1174، 1175، 1176، 1177، 1178، 1179، 1180، 1181، 1182، 1183، 1184، 1185، 1186، 1187، 1188، 1189، 1190، 1191، 1192، 1193، 1194، 1195، 1196، 1197، 1198، 1199، 1200، 1201، 1202، 1203، 1204، 1205، 1206، 1207، 1208، 1209، 1210، 1211، 1212، 1213، 1214، 1215، 1216، 1217، 1218، 1219، 1220، 1221، 1222، 1223، 1224، 1225، 1226، 1227، 1228، 1229، 1230، 1231، 1232، 1233، 1234، 1235، 1236، 1237، 1238، 1239، 1240، 1241، 1242، 1243، 1244، 1245، 1246، 1247، 1248، 1249، 1250، 1251، 1252، 1253، 1254، 1255، 1256، 1257، 1258، 1259، 1260، 1261، 1262، 1263، 1264، 1265، 1266، 1267، 1268، 1269، 1270، 1271، 1272، 1273، 1274، 1275، 1276، 1277، 1278، 1279، 1280، 1281، 1282، 1283، 1284، 1285، 1286، 1287، 1288، 1289، 1290، 1291، 1292، 1293، 1294، 1295، 1296، 1297، 1298، 1299، 1300، 1301، 1302، 1303، 1304، 1305، 1306، 1307، 1308، 1309، 1310، 1311، 1312، 1313، 1314، 1315، 1316، 1317، 1318، 1319، 1320، 1321، 1322، 1323، 1324، 1325، 1326، 1327، 1328، 1329، 1330، 1331، 1332، 1333، 1334، 1335، 1336، 1337، 1338، 1339، 1340، 1341، 1342، 1343، 1344، 1345، 1346، 1347، 1348، 1349، 1350، 1351، 1352، 1353، 1354، 1355، 1356، 1357، 1358، 1359، 1360، 1361، 1362، 1363، 1364، 1365، 1366، 1367، 1368، 1369، 1370، 1371، 1372، 1373، 1374، 1375، 1376، 1377، 1378، 1379، 1380، 1381، 1382، 1383، 1384، 1385، 1386، 1387، 1388، 1389، 1390، 1391، 1392، 1393، 1394، 1395، 1396، 1397، 1398، 1399، 1400، 1401، 1402، 1403، 1404، 1405، 1406، 1407، 1408، 1409، 1410، 1411، 1412، 1413، 1414، 1415، 1416، 1417، 1418، 1419، 1420، 1421، 1422، 1423، 1424، 1425، 1426، 1427، 1428، 1429، 1430، 1431، 1432، 1433، 1434، 1435، 1436، 1437، 1438، 1439، 1440، 1441، 1442، 1443، 1444، 1445، 1446، 1447، 1448، 1449، 1450، 1451، 1452، 1453، 1454، 1455، 1456، 1457، 1458، 1459، 1460، 1461، 1462، 1463، 1464، 1465، 1466، 1467، 1468، 1469، 1470، 1471، 1472، 1473، 1474، 1475، 1476، 1477، 1478، 1479، 1480، 1481، 1482، 1483، 1484، 1485، 1486، 1487، 1488، 1489، 1490، 1491، 1492، 1493، 1494، 1495، 1496، 1497، 1498، 1499، 1500، 1501، 1502، 1503، 1504، 1505، 1506، 1507، 1508، 1509، 1510، 1511، 1512، 1513، 1514، 1515، 1516، 1517، 1518، 1519، 1520، 1521، 1522، 1523، 1524، 1525، 1526، 1527، 1528، 1529، 1530، 1531، 1532، 1533، 1534، 1535، 1536، 1537، 1538، 1539، 1540، 1541، 1542، 1543، 1544، 1545، 1546، 1547، 1548، 1549، 1550، 1551، 1552، 1553، 1554، 1555، 1556، 1557، 1558، 1559، 1560، 1561، 1562، 1563، 1564، 1565، 1566، 1567، 1568، 1569، 1570، 1571، 1572، 1573، 1574، 1575، 1576، 1577، 1578، 1579، 1580، 1581، 1582، 1583، 1584، 1585، 1586، 1587، 1588، 1589، 1590، 1591، 1592، 1593، 1594، 1595، 1596، 1597، 1598، 1599، 1600، 1601، 1602، 1603، 1604، 1605، 1606، 1607، 1608، 1609، 1610، 1611، 1612، 1613، 1614، 1615، 1616، 1617، 1618، 1619، 1620، 1621، 1622، 1623، 1624، 1625، 1626، 1627، 1628، 1629، 1630، 1631، 1632، 1633، 1634، 1635، 1636، 1637، 1638، 1639، 1640، 1641، 1642، 1643، 1644، 1645، 1646، 1647، 1648، 1649، 1650، 1651، 1652، 1653، 1654، 1655، 1656، 1657، 1658، 1659، 1660، 1661، 1662، 1663، 1664، 1665، 1666، 1667، 1668، 1669، 1670، 1671، 1672، 1673، 1674، 1675، 1676، 1677، 1678، 1679، 1680، 1681، 1682، 1683، 1684، 1685، 1686، 1687، 1688، 1689، 1690، 1691، 1692، 1693، 1694، 1695، 1696، 1697، 1698، 1699، 1700، 1701، 1702، 1703، 1704، 1705، 1706، 1707، 1708، 1709، 1710، 1711، 1712، 1713، 1714، 1715، 1716، 1717، 1718، 1719، 1720، 1721، 1722، 1723، 1724، 1725، 1726، 1727، 1728، 1729، 1730، 1731، 1732، 1733، 1734، 1735، 1736، 1737، 1738، 1739، 1740، 1741، 1742، 1743، 1744، 1745، 1746، 1747، 1748، 1749، 1750، 1751، 1752، 1753، 1754، 1755، 1756، 1757، 1758، 1759، 1760، 1761، 1762، 1763، 1764، 1765، 1766، 1767، 1768، 1769، 1770، 1771، 1772، 1773، 1774، 1775، 1776، 1777، 1778، 1779، 1780، 1781، 1782، 1783، 1784، 1785، 1786، 1787، 1788، 1789، 1790، 1791، 1792، 1793، 1794، 1795، 1796، 1797، 1798، 1799، 1800، 1801، 1802، 1803، 1804، 1805، 1806، 1807، 1808، 1809، 1810، 1811، 1812، 1813، 1814، 1815، 1816، 1817، 1818، 1819، 1820، 1821، 1822، 1823، 1824، 1825، 1826، 1827، 1828، 1829، 1830، 1831، 1832، 1833، 1834، 1835، 1836، 1837، 1838، 1839، 1840، 1841، 1842، 1843، 1844، 1845، 1846، 1847، 1848، 1849، 1850، 1851، 1852، 1853، 1854، 1855، 1856، 1857، 1858، 1859، 1860، 1861، 1862، 1863، 1864، 1865، 1866، 1867، 1868، 1869، 1870، 1871، 1872، 1873، 1874، 1875، 1876، 1877، 1878، 1879، 1880، 1881، 1882، 1883، 1884، 1885، 1886، 1887، 1888، 1889، 1890، 1891، 1892، 1893، 1894، 1895، 1896، 1897، 1898، 1899، 1900، 1901، 1902، 1903، 1904، 1905، 1906، 1907، 1908، 1909، 1910، 1911، 1912، 1913، 1914، 1915، 1916، 1917، 1918، 1919، 1920، 1921، 1922، 1923، 1924، 1925، 1926، 1927، 1928، 1929، 1930، 1931، 1932، 1933، 1934، 1935، 1936، 1937، 1938، 1939، 1940، 1941، 1942، 1943، 1944، 1945، 1946، 1947، 1948، 1949، 1950، 1951، 1952، 1953، 1954، 1955، 1956، 1957، 1958، 1959، 1960، 1961، 1962، 1963، 1964، 1965، 1966، 1967، 1968، 1969، 1970، 1971، 1972، 1973، 1974، 1975، 1976، 1977، 1978، 1979، 1980، 1981، 1982، 1983، 1984، 1985، 1986، 1987، 1988، 1989، 1990، 1991، 1992، 1993، 1994، 1995، 1996، 1997، 1998، 1999، 2000، 2001، 2002، 2003، 2004، 2005، 2006، 2007، 2008، 2009، 2010، 2011، 2012، 2013، 2014، 2015، 2016، 2017، 2018، 2019، 2020، 2021، 2022، 2023، 2024، 2025، 2026، 2027، 2028، 2029، 2030، 2031، 2032، 2033، 2034، 2035، 2036، 2037، 2038، 2039، 2040، 2041، 2042، 2043، 2044، 2045، 2046، 2047، 2048، 2049، 2050، 2051، 2052، 2053، 2054، 2055، 2056، 2057، 2058، 2059، 2060، 2061، 2062، 2063، 2064، 2065، 2066، 2067، 2068، 2069، 2070، 2071، 2072، 2073، 2074، 2075، 2076، 2077، 2078، 2079، 2080، 2081، 2082، 2083، 2084، 2085، 2086، 2087، 2088، 2089، 2090، 2091، 2092، 2093، 2094، 2095، 2096، 2097، 2098، 2099، 2100، 2101، 2102، 2103، 2104، 2105،

ہے ہماری تنقید انگریزی ہی سے حاصل کئے ہوئے اصولوں اور نظریوں کے سامنے میں پر دلیں چڑھی ہے۔ جبکہ اسطو اور الجیٹ کے درمیان مغرب میں تنقید کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں ان میں سے بیشتر کے قراہم اردو کے ادبی رسائل میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

نکار ہلا اصناف ادب کے علاوہ فلسفہ تعلیم اور صحافت کے شعبوں میں انگریزی سے تراجم کا اثر بہت نمایاں ہے۔ ہمارے ہاں پہلے پہل تعلیمی موضوعات اور شعبہ ہائے تعلیم پر لکھا جاتا تھا جبکہ آج وہ وقت آگیا ہے کہ تعلیم (یا ترسیل علم) خود ایک بڑا موضوع ہے۔ سائنسی اور فنی علوم کے دائرہ کار کے پھیلاؤ کے ساتھ تعلیم کا دائرہ کار بھی بڑھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ نفسیات دانوں نے ترسیل علم کو بطور ایک اہم موضوع کے چھٹا پھلکا ہے۔ یوں ماضی اور حال کا فرق واضح ہو گیا ہے۔ ماضی میں انسانی زندگی کے لئے معلومات کی اہمیت تھی جبکہ آج محض معلومات کے مقابلے میں انسانی آگہی کی عقلی نفسیات بھی ذمہ بھٹ آئی ہے۔ شرق میں صوفیاء، بھکت اور بدھ مت کے پیروکار عقلی فلسفہ کے پانی شہر ہوں کے لیکن نئے زمانے میں اس موضوع پر مغرب میں قابل تنقید کام ہوا۔ ہمارے ہاں انگریزی سے یا انگریزی کی معرفت اس موضوع پر بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اب عقلی موضوعات سے حلقہ ہماری طبع زاد تصانیف کا معیار بھی بلند ہوا ہے۔

صحافت کی سطح پر چند مشقیات سے قطع نظر، زبان اور طرزِ جان کے لحاظ سے قدیم ہندوستانی اخبارات میں ایک بڑا صیب یہ رہا ہے کہ کالم نگار بغیر سوچے سمجھے اور بلا ضرورت اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ اور محاورات ٹھونچے آئے ہیں، جو اردو کے فقیر اور نظرت سے ذرا بھی قطع نہیں رکھتے۔ لیکن آج ایسا کچھ نہیں ہے، صحافت بھی بجائے خود ایک علم کے طور پر ہمارے ہاں اپنی اہمیت ختم ہو چکی ہے۔

جہاں تک جاسوسی ادب کا تعلق ہے تو اس کی جڑیں عموماً کرتے ہوئے ہم مہدِ قدیم کی مشرقی داستانوں خصوصاً "الف لیلہ" (مخصوصیت کے ساتھ ہلداد اور مصر سے حلقہ جتنے) "عظیم موثر" اور "یوسف و زلیخا" تک جاتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہارنر و لیم بائیم ریٹالڈز کی باولیس خصوصاً "الدین و لیلیہ" (ترجمہ: مفتی امیر حسن) یاد آتا ہے۔ یہیں مغرب اور مشرق ہر دو اطراف میں داستانوی حیرت و استہجاب کو جگانے والے خیر المصطل تھے، یہ ثابت کرتے ہیں کہ افسانہ ابتداء سے اس رنگ پر رواں ہیں۔

ہارنر و لیم بائیم ریٹالڈز کی "Gothic Thrillers" نے مغرب اور مشرق میں تقریباً ایک صدی تک دھومیں مچائی ہیں اور یہ سلسلہ آج کے سائنسی اور عقلی دور میں جاسوسی ادب کے ایک انگ شیعے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

اردو میں جاسوسی ناول کے ترسے کی روایت تاریخی تسلسل کے مطابق آگے نہیں بڑھی اور نہ ہی ترجمہ یا اقتدار کرتے وقت ہمارے ہاں کے مترجمین نے اچھے اور خراب ناول کی تیز کو رد رکھا۔ اردو میں جاسوسی ناول کو حصارِ گردانے کا سہرا ظفر مر کے سر ہے، جنہوں نے فرانس کے مادرِ لٹریچر کے عالمی شہرت یافتہ جاسوسی ناول کا "نعلی چھتری" (1916ء) کے نام سے ترجمہ کیا اور اس کے بعد مرزا ہادی رسوا، تیرتھ رام فیروز پوری، عظیم صہبائی اور چڑت تلک راج شرما آئندہ اس راہ پر چل نکلے۔

ظفر مر (پ 1884ء) خود تلک پولیس سے تعلق تھے، 1937ء میں ریٹائر ہوئے۔ انہوں نے مادرِ لٹریچر کے فرانسیسی زبان کے ناول کو "نعلی چھتری" کے عنوان سے ترجمہ (1916ء) کرنے کے بعد خود جاسوسی ناول لکھے اور اپنے دیکھے بھائے جہانم چوہا افراد کی نفسیات اور فن کی عمارتوں کو بڑی مہارت سے پیش کیا البتہ مرزا ہادی رسوا نے خود کوئی جاسوسی ناول لکھنے کا تجربہ نہیں کیا۔

ہاں حیرتہ رام فیروز پوری، جنہوں نے جاسوسی ناولوں کے تراجم میں بلا نام پیدا کیا، خود بھی طبع زاد جاسوسی ناول بھی لکھے۔

یوں اردو میں جاسوسی ناول کے ترجمے کا چلن اس قدر عام ہوا کہ اردو کے پہلے بارے کل وقتی جاسوسی ناول نگاران مٹنی کے اولین طبع زاد جاسوسی ناول "نویلر ہوم" (مطبوعہ: 1952ء) کی اشاعت تک جاسوسی ادب کا دائرہ کار خاص حد تک کھل گیا۔ جاسوسی ناولوں کے علاوہ جاسوسی ادب سے متعلق رسالے بھی چھپنے لگے۔ مثال کے طور پر قیام پاکستان کے بعد جنوری 1952ء میں ادارہ "نکبتہ" اور "آہ" (بھارت) سے "جاسوسی دنیا" لکنا شروع ہوا۔ بعد ازاں کراچی، پاکستان سے ماہنامہ "سی۔ آئی۔ سائنس" اور "آتش" جاری ہوئے۔ لیکن اہل اہل مغربی جاسوسی ادب کے تراجم کے زیر اثر جن دیگر لکھنے والوں نے جاسوسی ادب تخلیق کیا ان میں چڑت کشور چند معصوم "رجن" بے بہا "پانچ جلدیں"، "نیواری" (دو جلدیں)، "ہام درہا"، "بدلتا سنگھ"، "پلیئر کی کرکٹ"، "پہاوتی" وغیرہ (طابع: دارل دیوبند) واس جاگی واس، "تاجران کتب بازار" مائی سیداں۔ (بھارت) طالب بخاری، معصوم، ایران کا چاند (طابع: سینما آدم جی عبداللہ اینڈ کمپنی، ممبئی) والے "دونکسا بازار" اور طبع اول: اپریل 1949ء) نے بہت شہرت پائی۔

مرزا ہادی رسوا نے میری گورلی کے ایک جاسوسی ناول کا ترجمہ "غوثی مسود" کے عنوان سے 1919ء میں کیا تو اس ترجمے کی مقبولیت کے سبب تقریباً ہر جاسوسی ناول کے ترجمے کا عنوان "غوثی" کے اضافی لفظ کے ساتھ قائم کیا جانے لگا۔ خود مرزا ہادی رسوا تک نے اپنے ترجموں میں یہی صورت برقرار رکھی۔ جیسے "غوثی عشق"، "غوثی بیوہ"، "غوثی جورو" اور "غوثی شہزادہ"۔

حیرتہ رام فیروز پوری کے بھی تراجم "غوثی پکار"، "غوثی تھوڑا" (دو جلدیں)، اور "غوثی بیوہ" (دو جلدیں) میں "غوثی" کا لفظ مشترک ہے۔ اسی طرح طبع زاد لکھنے والوں نے بھی مقبولیت کے پیش نظر اس لفظ کو خوب برتا۔ ایک حلقہ فرست ملاحظہ ہو:

"غوثی بھائی" (ناول) از لدا علی اختر، مطبوعہ: بھوم برقی پریس، کھنٹو، 1922ء

"غوثی بھین" (ناول) از سید شہنشاہ حسین، مطبوعہ: 1922ء

"غوثی ٹولہ" (ناول) از بی۔ ایس۔ شیم، مطبوعہ: غوثی محمد شفیع لاہور، س۔ ن

"غوثی طالع" (ناول) مطبوعہ: انارکلی پریس، کھنٹو، س۔ ن

"غوثی بہرام" (ناول) از نور محمد حضرت، مطبوعہ: فضل بک لاہور، س۔ ن

"غوثی جھنگڑی" (ناول) از احمد ایلے جاس، مطبوعہ: شمس الطابع آگرہ، س۔ ن

"غوثی کی بچکانہ" (ناول) از طالب الد، ہادی مطبوعہ: 1929ء

"غوثی کی بیاس" (ناول) مطبوعہ: دارالاشاعت، پنجاب، لاہور، 1936ء

سو کہا جا سکتا ہے کہ ادارے ہاں جاسوسی ادب قادی کی پسند یا ناپسند کے زیر اثر ترجمہ ہوا۔ البتہ دلچسپ بات یہ ہے کہ "جاسوسی ادب" سے دلچسپی کا اظہار 1902ء میں ملتی اور سائنسی تراجم کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا جب پانی پت سے 1902ء میں تراجم پہلی "جاسوسی گتے" نام کی ایک اخباری شائع ہوئی۔ جس ادارے یا قادی نے طبع زاد جاسوسی ادب کو بحال مان کر نہیں دیا۔ جس کی وجہ بات یقیناً وہی ہیں، جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔

اردو رسالے میں شائع شدہ تراجم کے ذریعے اردو کی نثری روایت کو کسی حد تک تنوع حاصل ہوئی ہے۔ اس ضمن میں خصوصاً

دنگھان، معارف، محزون، ہمدردستانی، زبانش، ادیب، نگار، ادبی دنیا، تاجیوں، شریک خیال، شاہکار، چاند سائی، نیا دور، سونہ افق، سیپ، نند، جواز، اظہار، آج اور اجرا جیسے سہ ماہی ادبی جرائل کی سنی قابل ستائش ہے۔

ہمدردستان میں بچوں کے رسائل کا رواج بھی انگریزی رسائل کے نتیجے میں ہوا۔ چنانچہ اردو کے یہ بچے جب نئے قواعد طور پر ان کا ادبک یورپ کے رسائلوں کا ساتھ۔ اس باب میں بچوں کا اخبار "اوردائی نویت" کا پہلا بچہ تھا جبکہ "رسالہ بھول" لاہور نے بہت نام کمایا۔

انگریزی کا اثر صرف اخیرۃ الفاظ اور اصناف ادب میں فنی تبدیلیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اظہار خیال کے اسالیب اور جڑیوے پائے جان میں بھی خاص طور پر نمایاں ہے۔ یہ انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کے اثر ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم اردو میں اب یہ نظریہ نقد، تنقید، طریق بحث اور استدلال طرزی و بصر ترکیبیں دیکھتے ہیں۔ اس نوع کی تراکیب بیشتر انگریزی کے ترسے ہیں۔ اس باب میں فورٹ ولیم کالج کے دور نثر کو اردو کا مبدی دور کہا جاسکے۔ اس مہد میں انگریزی سے تراجم کا سلسلہ صرف مذہبیات اور مذہبی صحائف اور ہائیکل کے تراجم تک محدود تھا۔

میرزا غالب کا ایجاد کردہ نیا نثری جڑیوے اظہار مغربی ادب کا شرمندہ احسان نہیں، لیکن ان کے بعد آنے والے نثر نگاروں پر یہ بات صادق نہیں آتی۔ سید احمد خان کے جاری کردہ "رسالہ تہذیب الاخلاق" نے اول اول اس طرح جیٹھ قدی کی۔ خود سید احمد خان، شعلی، حالی اور ذوق حسن الملک کی تحریروں میں انگریزی کے الفاظ (لاطم، سطر علی، آبیلی، انی، نیچرل، مول، ام مول، کریم، سولہ لائن، ایشیا تک، پنکزی وغیرہ) اور تراکیب اس بات کی گواہ ہیں۔ "مقدمہ شعر و شاعری" میں بعض انگریزی زدہ فقرے یہ کہ اس مہد کی مجاہدوں کا احساس دلچسپ ہو جاتا ہے مثلاً

1۔ "اگر ایسا ہوتا تو شکیبیز کے در کس پر شرمیں کھینے کی ضرورت کیوں ہوتی۔"

2۔ "مگر ایک سورت شاعر ان سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔"

3۔ "جس کے لٹریچر کی عمر پچاس برس سے زیادہ نہیں۔"

4۔ "سادگی ایک انسانی امر ہے، وہی شعر جو ایک حکیم کی نظر میں محض سادہ اور سہل معلوم ہوتا ہے۔" وغیرہ۔

اردو میں دائرۃ اتحیہ کے بانی اعداد اہام اثر (1848ء، 1834ء) کہتے ہیں: "مجھ پر جس قدر شکیبیز کا اثر چا اٹھا ہی میر حسن کا اور اسی طرح جس قدر ہومر اور ہائیکیل کا اسی قدر ملٹن اور میر انیس کا۔" (تقدیر کاہن، آپ بیتی نمبر ص 572)

افسانوی ادب میں رجن، تاجہ سرشار، فتنی سجاد حسین اور عبدالمجید شرر نے انگریزی کے اثر کے تحت نئے اسالیب بیان کی طرف قدم بڑھایا۔ حتیٰ کہ مغربی اثرات کا یہ عالم یہ ہے کہ "نئے اور جدید ادب تک آتے آتے نہ ہماری زمینی بویاں اپنا پتا دیتی ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں کے معاشرتی، سیاسی اور معاشی عوامل کا نشان ملتا ہے۔ اردو میں انگریزی سے تراجم کے ذریعہ ہمارے افسانوی ادب کو مخصوص نوع کی مغربی روش کا سامنا رہا۔ جس کے باعث ہمارے افسانوی ادب کا بیشتر حصہ ایسا ہے کہ اسے تو سمجھاؤ ہی ادب کے کھاتے میں بڑی آسانی سے ڈالا جاسکتا ہے۔

ایسے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے ادیبوں کو داخل 20 ویں صدی کی قومی تحریکوں کا ہوا ہو کر ہی تراجم کی طرف آنا

جاسے تھا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ہمیں ذوقِ برقی طعنی تہذیب اور انگریزی ادبیات کا مطالعہ مخصوص معاشرتی اور سیاسی حوالوں، ذہنی رویوں، ضرورتوں اور انگریزی زبان کے خصوصیات میں نظر میں رکھ کر کرنا چاہیے تھا۔ نیز یہ کہ اردو زبان کے لئے عہد سے مطابقت رکھنے والی لسانی تشکیل اور اسلوبیاتی دائرہ عمل کے بارے میں منصوبہ بندی کی ضرورت تھی۔

محمد حسن عسکری صاحب نے اپنے بعض مضامین میں مذکورہ بالا حوالہ کا تجزیہ کرتے ہوئے اردو میں ترجمے کی روایت کو مکمل ڈالا، اور اس کا رد عمل خود ان کے قراجم ہیں۔ ترجمے سے متعلق عسکری صاحب کی نظر یہ ساری اس لئے بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف ترجمے کے فن پر تفصیل سے بات کی بلکہ خود ترجمے کے باب میں ان کی خدمات کا نقش فراموش نہیں۔ اس باب میں ان کی تحریروں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ طوطہ تربر برائے تربر کے قائل نہیں اور انہوں نے اپنے قراجم سے پہلے اردو متر کے تخلیق اور اسلوبیاتی مسائل کو خوب سمجھا ہے۔ ان کا پانچواں کی طرح محمد حسن عسکری کے نزدیک ترجمے کا عمل ادب کے لئے ”تخلیق“ کی انتہائی ضرورت ٹھہرتا ہے۔

اردو میں تربر نگاری کے مرید جنوں پر عسکری صاحب نے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا ہے کہ جمہوری طور پر ترجموں کے ذریعے ہمارے تخلیقی ادب کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی کہ ہمارے مترجمین، ترجمے کی اہمیت سے جاواہریت کی بنا پر اسے تخلیقی مسئلہ نہیں سمجھتے۔ عسکری صاحب لکھتے ہیں:

ابھی تک تو ہمارے یہاں ترجمے اس قدر نظر سے گئے اور پڑے جاتے ہیں کہ اردو چارھے والوں کو بھی اصل کتاب کی کہانی معلوم ہو جاتی۔ ترجموں سے زیادہ سے زیادہ اہم رنگ یہ لیتے ہیں کہ ہمارے ادیب بھی دیکھ ہی مسموحات پر لکھتے لکھتے ہیں، لیکن ترجمے کی بدولت ہمیں اپنا تخلیقی جذبہ نہیں مٹا جیسا سرشار کو مل گیا تھا۔ ان کے ذریعے ہماری عز کے اسالیب میں کوئی اضافہ یا تخیر ہوتا ہے۔ (”مترجم ترجمے سے فائدہ اٹھانے والی ہے“، ”مترجم و ادیبان“ ص 171)

ظاہر ہے کہ ترجمے کا جواز محض موضوع کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا نہیں۔ اصل بات تو تربر کے ذریعے ترقی یافتہ زبانوں کے اسالیب کو اپنی زبان میں ڈھالنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یوں اسلوبیاتی سطح پر چراغ سے چراغ جلتا ہے اور رہائش اپنی بات میں پہچانی جاتی ہیں۔

اسی مضمون میں عسکری صاحب نے اردو تربر نگاری کے مختلف رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے رقی تاج محمد سرشار کے ’خدائی فوجدار‘ تک پہنچے مگر دیکھا ہے۔ ’خدائی فوجدار‘ سرشار انیس کے ڈان لکھتے ’کا آزاد تربر ہے۔ محمد حسن عسکری اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے اور ’خدائی فوجدار‘ کے جملہ ناقدین ان سے ڈکھے پیچھے نہیں تھے، اس کے باوجود وہ لکھتے ہیں

اس میں شک بھی نہ کی جاتا تو ہے کہ اس کا تمیں چاہیں بعد صفہ رنگی سے چھا جاسکتا ہے۔ اردو میں طعنی ادب کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان کی کیفیت نظر میں رکھ کر اتنی بات بھی قبیحہ معلوم ہوتی ہے۔ (ص 188)

میرے خیال میں یہ شک بھی تخلیق ترجمے کی سادیت میں سمجھنے کا باعث بنا ہے۔ اگر محض دلچسپی کی بات تھی تو محسن کے سرشار ہمارے پاس کئی جلدیں ہیں پیچھے ہیں اور وہ بہت دلچسپ بھی تھے۔ قبیحہ نام پر ہی نے یہی شک تو کیا۔ بھر قبیحہ نام پر ہی کیوں مسموون ہیں؟

دراصل اس آزاد ترجمے کی روایت نے بڑے بڑے گل کھلائے ہیں اور ترجمے کے مذاق کو خراب کرنے میں انہی آزاد

ترجموں کا ہاتھ رہا ہے۔ مگر اردو نثر اور بالخصوص انسانی ہے آسکر وائلڈ اور دیگر مغربی بحال پرست ادیبوں کے طالب اثر کی خدمت کی جاتی ہے اور اسے اردو نثر کی اسلوبیاتی روایت کے لئے نقصان دہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ بات مکمل طور پر قبول نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک تراجم کے ذریعہ اثر زبان کو بڑھلا دینے کا معاملہ ہے، اس میں مجاہد علیہ یدوم کے کام کو ہی دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انہوں نے روایتی عقلی اور تصورات کو زبان دی۔ بقول مولانا صلاح الدین احمد:

یدوم کا انتخاب الفاظ اور اس کا احتراز تراکیب ادارے اسلوب میں ایک پگھلاؤ اور خلل و خلیت دکھاتا ہے اور اس نے نہ صرف اپنے مہد میں بلکہ ادارے اسالیب ادب میں ایک چوڑا دینے والا اضافہ کیا ہے۔

(”پگھلاؤ“، یدوم نمبر ۱۱۳)

یہ اضافہ جس کی طرف مولانا نے اشارہ کیا، ترکی اور عربی کی مخصوص انشائیات، تراکیب اور مرکبات کا ایک ایسا نظام تھا جو ردبان پرستی کے حوالے سے اردو کے اسالیب بیان میں کوئی بہت بڑا سرگرم نہ سکی، ایک اضافہ ضرور تھا۔

انہوں نے یدوم کے ائمہ اذکار کا ذہن اور ان کے ترکی سے براہ راست تراجم پر تفصیلی تنقید ادارے موقوف سے باہر ہے مگر یہی یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ زبان اور اسلوب کی سطح پر ان کی یہ عطایا دیکھنے کے قابل ہے۔ جہاں تک نیاز فتح پوری کا معاملہ ہے تو کیا عقلی اور موضوعی میدان میں بھی نیاز نے اپنے تراجم کے ذریعے اردو ادب کو کچھ نہیں دیا؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ مگر یہی بھی کہ بحال پرست نسل سے تعلق رکھنے والے حریفین میں مولانا جاد علی خاں، لی۔ سحر اکبر آبادی، عقلی قدوائی اور غلام منظور حسین کے نام آتے ہیں۔ اگر معاملہ نثر کی اسلوبیاتی روایت تک ہی محدود کر کے دیکھا جائے تب بھی ان مترجمین کی عطا سے کسی صورت انکار ممکن نہیں۔

غلام حسن منگری صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ اردو کو اسلوبیاتی سطح پر روسی نثر کے ترجموں سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا۔ لیکن معاملہ یہاں بھی برعکس دکھائی دیتا ہے۔ ادارے بیانے انسانی نے ناچال اگر کوئی سرگرم ہمارا ہے تو اس کا براہِ راجدہ سنگھ بیدی کا چہند کام ہے اور راجدہ سنگھ بیدی، سراسر مختلف کی عطا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بیدی جیسے ”لڑا“ تک پہنچنے میں تہذیبی اور لاشعوری حوالے بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں، جیسا کہ بیدی کے معاملے میں ہوا، لیکن بیدی کی خصوصیت میں روسی طریقہ کار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

بیم یہ معاملہ غلام حسن منگری کے چند الفاظوں کا ہے۔ خصوصاً ”حما ہما“ اور ”جائے کی چٹائی پر مختلف کا بہت گہرا اثر ہے۔ حتیٰ کہ لائل الزکریا نے سراسر مختلف کے ”School Mistress“ کے ذریعہ اثر لکھا گیا معلوم ہوتا ہے۔

اردو نثر کی اسلوبیاتی روایت پر بات کرتے ہوئے منگری صاحب نے اپنے دو اور مضامین (۱) ”قبول افعال“ اور (۲) ”ادب میں مناسبت کا مسئلہ“ میں بھی اسی کو نظر کے تحت بات آگے بڑھائی ہے۔ لیکن شاید یہ اعتراضات اردو نثر کے روایت کے ضمن میں اتنی اہمیت کے حامل نہیں، جس قدر کہ اردو نثر کی بحال اسلوبیاتی روایت کے باب میں اہم ظہرتے ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھیں تو پریم چند کے فوراً بعد مسز عبد القادر اور حجاب اشتیاق علی (حجاب اسماعیل) کے افکاروں میں ایذا گراییں پر کے ذریعہ اثر خیر اور سمرادی جیوانی لکھا بیدی دیکھنے میں آتی ہے وہ عقلی اور موضوعی حوالوں کے ساتھ اسلوبیاتی سطح پر بھی خاصے کی چیز ہے جبکہ بھوں گورکھ بیدی کے انسانی جہاں اسلوبیاتی سطح پر ”مترجمین“ کی زبان کو اردو میں پہلی بار متعارف کرانے کے سلسلے میں

یادگار ہیں، ادیب ہیں ان کی 'معمری' تخلیق کی اور 'مخصوصیات' کے بیان پر قدرت، انگریزی ادبیات سے گہرے شغف پر مائل ہے۔

اسی طرح انھار مہین کے داستانوی پس منظر کے ساتھ لکھا ہوا افسانہ 'کاپا کلب' اپنے اختتام میں فراز کا کٹا کے افسانے 'Metamorphosis' کے برسن زبان سے انگریزی ترانے 'Metamorphosis' کے ذریعہ لکھا گیا ہے، جسے ڈیوئیڈ برٹان نے شائع کیا۔

انھار مہین ہی کے مشہور افسانے 'آٹری آوی' پر آئیسکو (Ionesco) کے شہرہ آفاق ڈرامے 'میکڈز' (Rhinceros) کی پرچھائی مائل دکھائی دیتی ہے۔

اس دلیل میں انھس ناکی کا ناول 'نوبل' کے پیچھے خصوصی طور پر قابل ذکر ہے۔ انھس ناکی کا ناول لکھنے سے پہلے 'Le Mythe de scyphod' یعنی 'سپیسٹس' کی کہانی 'ازالیر کامیو' کا ترجمہ کر چکے تھے، اور یہی وجہ ہے کہ ناول پر 'الیر کامیو' کے لکھنے کا صلیب کی چھاپ اس قدر گہری ہے کہ 'نوبل' کے پیچھے کے مرکزی کردار کا ختم کامیو کی لائسنسی موت سے ہوا ہے۔ کامیو کی تقریروں سے ایک دو اقتباسات دیکھتے ہیں۔

ناول 'نوبل' کے پیچھے اسی نوع کی داخلی خود کامیوں سے تشکیل پاتی ہے اور یوں اثر پذیر کی تمام تر صورت احوال نکل کر سامنے آ جاتی ہے۔

1. What is happiness other than the simple harmony between the being and the existence he leads?
2. For myself I do not want to tell a lie before this world, or that some one should tell a lie to me

4 جنوری 1980ء کو یورپ ریڈیو کی معمول کی نشریات کو روک کر یہ اعلان کیا گیا تھا:

"الیر کامیو مر گیا۔ جرنال صلیب کے بارے میں گفتگو کرتا تھا۔ اب لائسنسی موت سے ہٹا ہوا گیا۔" واضح رہے کہ وہ یورپ جانے کے لئے اپنے پبلشر Michael Galland کی کار میں سوار جا رہا تھا کہ Villabrin کے قریب حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس کی جیب سے اسی سفر کے لئے یورپ تک کا خرچہ اگیا ریل کا ٹکٹ برآمد ہوا۔ کافکا، آئیسکو اور کامیو کی طرح سادہ ترانے بھی بے لسانہ لگا دوں کو حنا کر گیا۔

جی پچھنے تو بعض واقعات سرق کا گناہ ہوتا ہے۔ ہم اسے تواد کہہ لیں، لیکن نھن دو ایک مثالیں دیکھتے ہیں۔

1۔ ہمیں نے دانتوں کو باہم بچھنے کی کوشش کی اور میری منہیاں اس کوشش میں دکنے لگیں، مگر اوپر تلے کے دانت ایک دوسرے سے جدا ہی رہے۔ آخر میں نے جیب سے وہ شیشی نکالی اور ایک گولی منہ میں رکھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے اندر ایک بڑا پایہ لپٹا رہا ہے۔ لے لے لے بچاں والا کیڑا، جو رفتہ رفتہ اپنی بے شمار شاخیں پھیلا رہا ہے، میری دگوں میں گاڑ رہا ہے۔"

(افسانہ "بڑا پایہ" از خانہ، افسر (خانہ مہین) مطبوعہ سورہ۔ لاہور)

اب مندرجہ اعلیٰ نکھرا لکھو:

And somebody else will feel something scratching inside his mouth. And he will go to a mirror, open his mouth, and his tongue will have become a huge living centipede, rubbing its legs together

and scraping his palate. He will try to spit it out, but the centipede will be part of himself and he will have to tear it out with his hands

(Nausea' by Jean-Paul Sartre)

2- "دیکھا، میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ دورہ مجھ میں نہیں سمجھ رہا ہے۔ میرے ارد گرد ہے۔ میں اس کے اندر ہوں۔" (اشیاء 'سنگری' اور 'خود' کا مشعلہ "میرا پا" ص 72)

اب مزاج کو مل گیا ملاحظہ ہو:

The Nausea is not inside me, I can feel it over there on the walls, on the braces everywhere around me – it is I who are inside it

(Nausea' by Jean-Paul Sartre)

یہ تو ہمیں اثر و قبول کی چند ایسی مثالیں جن پر چہ کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک اسلوبِ خیالی سخن پر رد قبول کا معاملہ ہے تو ہمارے ہاں کے حریفین نے قہر کرتے ہوئے ہمیشہ 'روانی' اور 'سلاست' کی ہی تمنا کی ہے۔ اور ہمارے اکثر ناقدین نے اسی 'روانی' اور 'سلاست' کو ترے کی خوبی ٹھہرایا ہے۔

محمد حسن مسکری اس باب میں کہتے ہیں:

صرف روانی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا چیز رواں ہے اور اس کی رفتار اپنی نوعیت کے اعتبار سے کس قسم کی ہے اور پھر رواں ہے تو کس جگہ۔ سیدھے سادے لفظی جذبات کی رفتار اور ہوگی 'جیدہ' تجربات کی اور پھر وہی جذبات اور جذبات ہاں تو اور۔ ان سب سے ایک ہی قسم کی روانی طلب کرنا تخلیق کا گما گھونٹے کے برابر ہے۔

("یکو اور مٹر کے بارے میں" مشعلہ "میرا پا" ص 187)

بڑا حریف تو بڑی ترقی یافتہ زبانوں سے قہر کرتے وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی طرف زبان کے رہے ہوئے کھانچے پھر جائیں۔ بالکل ایسے ہی، جیسے محمد سلیم الرحمن نے (انگریزی کی معرفت ہی سمی) 'موزی' اور محمد حسن مسکری نے 'نادام' یا 'اری' کو قہر کرتے وقت جھلک اور طویل جملوں کو اور دھکیا ہے باری زبان میں قفل کرنے کا جن کیا ہے، یا محمد حسن مسکری نے فرانسیسی سے مستانِ دال کے 'سرخ' و 'سیاہ' کی طوائف اور خشونت کو قہر کرنے کے ساتھ اردو میں سولے کا کام کیا۔

اچھے ترے کی بڑی فرمایا تو بھی ہیں کہ اصل متن کے جملوں کی سادگی اور لفظوں کی نفست تک اپنے مکمل مزاج کے ساتھ عقل ہو۔ جبکہ ہمارے ہاں عام طور پر 'جھونے' اور 'نواں' جملوں کی 'تھیں' جگہ کے سب حریفین نے دوسری زبانوں کے جیدہ اور طویل جملوں کو بھی دو دو تین تین 'جھونے' اور 'نواں' جملوں میں، بات کو قہر کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اس سے ہوا ہے کہ اس جیدہ و اعتبار کا لطف جاتا رہا جو مصنف کی مشاء اور مزین ترین متاع تھی۔

محمد ان کن بات یہ ہے کہ ہمارے بیشتر حریفین نے اس نورا کے تجربات سے گزرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ اردو مٹر کا بڑا مسئلہ تو طویل اور جیدہ، جملہ لکھنے کا ہے۔ اور اگر کسی ترقی یافتہ زبان کے فن پارے میں تخلیق کار نے جیدہ و احساسات و جذبات کو

انھوں میں نکل کر تے وقت یہ کارنامہ انجام دیا ہے، تو کوشش کر کے اسے اچھی قواعد و ضوابط کے ساتھ اردو میں کیوں نہ نکل کر لیا۔ کہ اس سے ہماری زبان میں بھی اصطلاحاتی سطح پر کوئی نئی راہ سوچنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہوا کہ اردو نثر میں ایک تجربات اور جدید جذبات کو سہارنے کی قوت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور، اگر، لیکن، وغیرہ، فکر محلوں کو جوڑتے چلے جانے سے بڑا جملہ نہیں بننا ہے۔ بقول عسکری صاحب:

بڑا جملہ تو وہ ہے، جس کی ضرورت اپنے اندر سے ہو۔ (کچھ اردو نثر کے بارے میں)

حقیقی نثر اور حقیقی ترجمہ ایک سطح پر آ کر ایک بھی خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ جبکہ جملہ طرز پر کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے بیشتر مترجمین نے ’سلاست‘ اور ’روائی‘ کے جوش میں اس طرف مناسب توجہ نہیں کی۔ جس کی وجہ سے ہماری نثر نے ترسے کے اس عظیم جوہر سے محروم آزار ہونے کے باوجود خاطر خواہ حد تک فائدہ نہیں اٹھایا۔

اردو کا پہلا مترجم کون؟ (سید محمد میر لکھنوی)

مغرب کی کسی بھی زبان سے اردو میں ترجمہ ہونے والی پہلی معلوم مطبوعہ کتاب کون سی ہے اور اس کا مترجم کون تھا؟ یہ سوال اکثر اٹھایا جاتا ہے اور اس حوالے سے کوئی ثانی جواب دیتا نہیں۔ میری تحقیق کے مطابق طبعی سبب میں انگریزی سے ترجمہ کردہ ’ٹرکٹس‘، ڈخان (Diction) سے حلق ہے۔ جس کے مصنف پادری پرکس تھے اور انھوں نے طوری اسے اردو میں ترجمہ کیا۔ اس کتاب کی کل صفحات 68 صفحات ہے۔ مسیح الزماں دہلوی نور محمد نے یہ کتاب ’طبع مسیحائی‘، بمبئی، محلہ، مخصوصہ سے 1214ء مطابق 1798ء میں شائع کروائی۔ تحصیل کے لئے دیکھئے، باب ششم: ’چند لازوال تراجم‘ نمبر شمارہ 1

ہمارے ہاں اولیٰ تراجم کی تاریخ میں ’رائس‘ اور ڈاکٹر سیموئل ہائمنس کے ترجمہ از سید محمد میر لکھنوی، مطبوعہ 1839ء کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ بلا کسی شک و شبہ یہ مغرب کی کسی بھی زبان سے اردو میں ہونے والا (کتابی صورت میں) یہ پہلا اولیٰ ترجمہ ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر جان ٹکرسٹ نے اپنی کتاب ’ہندوستانی زبان کے قواعد‘، مطبوعہ: کلکتہ: طبع اول، 1795ء میں ولیم ٹیچیسٹر کے دو ڈراموں ’ہمسلس‘ اور ’ہنری ہٹھم‘ کے اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش کیا تھا۔

’رائس‘ کے ترجمہ سے قبل سید محمد میر لکھنوی نے دہری رنٹ چارلس کی یکمشری سے حلق کتاب (معتد 1818ء) کا ترجمہ چھ جلدوں میں کیا تھا جو 1828ء میں طبع ہوئی۔

ڈاکٹر محمد اسلم فرنی نے مشفق غوثی کی نقاش دی ہے ”قصر انوار“ (مؤلفہ سید محمد میر لکھنوی) کے تقریباً تھارہ ماہرہ وگ پہلے سنگ کے قمار فیہ سے سید محمد میر لکھنوی کے حلق ایک اقتباس فراہم کیا ہے جو درج ذیل ہے:

سید کمال الدین حیدر علی البکری طوی ہوا، لکھنوی، بڑا، حوکل، برہمیت، دہ قہر، عرف سید محمد میر لکھنوی کہائے خدا
 علی دانی کہ مولد و مسکن آدانی کن کا خط بے خطائے لکھنوی ہے اور در بار شاہی سے تھیں مہد ہائے جلیہ خرابہ آہود و حکام
 حال میں بھی لحاظ عزت و توقیر بلا شک و شبہ ہے اور یہ ذور لیاقت و قابلیت زامن رہا کو بھٹے سن قہر سے جنونے کالک
 روزگار میں صرف کیا۔

سلطنتِ اودھ کے سورج منشی راجپوت مہاراجہ دگ بیٹے تنگہ سیدھو میر کھنوی کے معاصر تھے۔ لیکن انہوں نے انعام چوہاڑی کے جوہر دکھاتے ہوئے صرف یہ بتایا کہ سیدھو میر کا اصل نام سید کمال الدین حیدر الحسنی (علوی) ہے۔ کھنوی کے قدیمی ہاتھ سے اور کربلائے خدا بخش کھنوی سے حلقے ہیں اور دربار میں عہدہ و عزت پائی ہے۔

ایک معاصر کے قلم سے یہ تعارف ناکافی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ سیدھو میر کھنوی کی ذات اور بطور حترام مؤلف ان کی ساقی کا اعتراف لگانے کے ساتھ ساتھ آگرہ اسکول بک سوسائٹی کے کام اور زمانے کا تعین کیا جائے۔

کھنوی کے جواب سعادت علی خاں برہان الملک (1732ء تا 1739ء) علم دوست شخصیت تھے۔ ان کے قائم کردہ شاہی کتب خانے میں دیگر سلاطینِ اودھ خصوصاً غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کی ذاتی دیکھیں سے تقریباً تین لاکھ کتب جمع ہو گئی تھیں۔ 1848ء میں ڈاکٹر اشپرگر، کتب خانوں کی فہرست ساز کی کے لئے کھنوی پہنچا۔

ڈاکٹر اشپرگر نے شاہی کتب خانے کے نوادر سے حلقے جو فہرست مرطب کی تھی وہ کئی جلدوں میں تھی۔ جن میں سے صرف پہلی جلد (645 صفحات) 1854ء میں نکلنے سے شائع ہو پائی اور باقی کام شائع ہو گیا۔

شاہانِ اودھ کی علم دوستی کے اس پس منظر میں فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کے زوال کے ساتھ کھنوی، اودھ تراجیم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھرا۔ شاہِ اودھ غازی الدین حیدر (1814ء تا 1827ء) نے اپنے علاقے میں سائنٹیفک سوچ کو عام کرنے کی خاطر اسکول بک سوسائٹی قائم کی۔ جس کا مقصد کھنوی کے مدارس کے لئے ایسا نصاب چار کرنا تھا جو یورپی دانش گاہوں کے ہم پلہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر ایک ایسی نصابی کتبلی ترحیب دی گئی جو نصاب کے لئے انگریزی اور فرانسیسی نصابی کتب کا انتخاب کرتی اور اودھ میں اسے ترمیم کرنے کا فیصلہ صادر کرتی۔ اودھ میں ترمیم شدہ نصابی کتب کی عمارت کے لئے مطبعی سلاطین، کھنوی قائم کیا تھا۔

یوہپ اور ال یوہپ سے دلچسپی کی وجہ ہے کہ جی جی ہو۔ کہا جاسکتا ہے کہ مغربی زبانوں سے اودھ میں علمی کتب کے تراجم کی اولین عظیم انفرادی کوشش کا راز غازی الدین حیدر ہی کا ہے۔

”رسالہ مقاصد العلوم“ ان لارڈ برہام مترجم: سیدھو میر کھنوی، مطبوعہ: کلکتہ: طبع: اول 1841ء کے دیباچہ (یعنی ابتدائی یا صفحہ اولیٰ کی تحریر) کہنا زیادہ مناسب ہوگا) کے مطابق سیدھو میر کا اصل نام سید کمال الدین حیدر اور عربیت سیدھو میر الحسنی کہتی ہے۔

”قیصر التواریخ“ مؤلف سیدھو میر کے دیباچہ نگار مہاراجہ دگ بیٹے تنگہ کے مطابق انہیں کھنوی دربار میں عہدہ اور عزت نصیب ہوئی لیکن ”رأسس“ اور ”قیصر التواریخ“ کے دیباچہ جات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیدھو میر دراصل کون تھے اور کس بادشاہ کے دربار سے حلقے رہے۔ نیز انہیں دربار میں کس نوعیت کی عزت نصیب ہوئی۔ اس نوع کی تفصیلات کے لئے جی ”رسالہ مقاصد العلوم“ کا ابتدائی از سیدھو میر ہر بادشاہی کرتا ہے۔ سیدھو میر ”رسالہ مقاصد العلوم“ کے ابتدائی سے لکھتے ہیں:

”جب انجم اہلِ تاریخ معین الدین سلطان انارکلیہ دہلی عادل محمد علی شاہ بادشاہ غازی، مسب لربانی محمد ابراہیم جرنل کتبلی اسکول بک سوسائٹی کے، عاصی سربراہ ساسی سید کمال الدین حیدر عرفہ میر الحسنی نے زبانِ اودھ میں ترجمہ کیا۔

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ سیدھو میر نے لارڈ برہام (Lord Brougham) کی کتاب: ”A Treatise On The Objects,

'Advantages And Pleasures of Science' کا ترجمہ یہ عنوان: "رسالہ مفاد العلوم" (المنافع: مضمون الدین، سلطان الزماں، نوشیرواں عادل محمد علی شاہ، بادشاہ غازی کے عہم پر نگر اجاں جزل کتب اسکول بک سوسائٹی کے لئے کیا تھا۔

شاہ اودہ محمد علی شاہ کا پرانا نام مع القابات، نصیر الدولہ، فارس الملک، الامام الخلیف، مبین الدین، سلطان الزماں، نوشیرواں عادل مرزا محمد علی خان بادشاہ غازی، سید در جنگ تھا۔ محمد علی شاہ ابن سعادت علی خان، شاہ اودہ نصیر الدین مجدد کی وفات کے بعد ۱۱ جولائی ۱۸۳۷ء کو تیسرے برس کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ شاہ اودہ محمد علی شاہ غازی کو طم دوستی اپنے والد نواب سعادت علی خان برہان الملک سے ورثے میں ملی تھی اور "رسالہ مفاد العلوم" کا ترجمہ از سید محمد میر اس علم دوستی کی یادگار ہے۔ محمد علی شاہ غازی کا زمانہ ۱۸ جولائی ۱۸۳۷ء تا مئی ۱۸۴۲ء تک کا ہے۔

اب ملاحظہ ہو "رائٹس" (ترجمہ از سید محمد میر) کے دیباچے سے اقتباس:

"فاسی کمال الدین مجدد عرف محمد میر مصلی المصلی نے واسطے صاحبان عالی شان آگرہ اسکول بک سوسائٹی کے تاریخ رائٹس شہزادے کی کہ جسے ڈاکٹر جاسن صاحب نے یہ کمال اعزاز اور جاہلیت تحریر کیا ہے اور صاحبان عالی شان بھی اس رسالے کو بہت عزیز رکھتے ہیں، زبان اردو میں ترجمہ کیا کہ صاحبان فہم و فراست کو فہم پہ اطلاق ملے اور فائدہ ہو۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ "آگرہ اسکول بک سوسائٹی" کیا تھی اور اس کے "صاحبان عالی شان" کون لوگ تھے۔ جن کے لئے شاہ اودہ کے عہم خاص کے تحت ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اس کوچ میں نہیں تو ارا پیچھے ہٹ کر دیکھنا ہو گا۔ غازی الدین مجدد اور نصیر الدین مجدد کے بعد خان سلطانی کا ختم کر لی دلاک تھا، جس کی ذمہ داری اسکول بک سوسائٹی (اودہ) گھنٹو اور اس کی ذیلی شاخ کے طور پر آگرہ اسکول بک سوسائٹی کام کر رہی تھی۔ کرلی دلاک کے ساتھ نصیر الدین مجدد کے ایک چرہ بلی مصاحب ملین نے اسکول بک سوسائٹی کے ترجمین کے کام کی نگرانی کا فریضہ اہم دیا۔

محمد علی شاہ غازی کے دور میں مجدد رینڈینی پر کرلی جان مقرر ہوا۔ کچھ مدت جزل کالہیلڈ اور اس کے بعد مئی ۱۸۴۲ء یعنی محمد علی شاہ غازی کی وفات تک کرلی جان اس عہدے پر مامور رہا۔ یوں محمد علی شاہ غازی کے عہد میں رصد خان سلطانی کے ساتھ اسکول بک سوسائٹی، گھنٹو اور آگرہ کا انتظام و انصرام کرلی جان اور جزل کالہیلڈ کے ذمہ نگرانی رہا۔ ۱۸۳۹ء میں "صاحبان عالی شان" سے مراد بھی دو حضرات ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی مجلس نظام (Court of Directors) کی ذمہ نگرانی اودہ میں قائم سینٹ چارچ مدراس کے حسب خفا اسکول بک سوسائٹی کی نگرانی کا فریضہ اہم دے رہے تھے۔

سید محمد میر گھنٹی کو گھنٹی دربار میں عہدہ اور عزت لئے دلی بات کی تصدیق شاہ نصیر الدین مجدد (۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۷ء) کے مقرب خاص اور سید محمد میر گھنٹی کے سر غفر الدولہ پستان فتح علی خان سے حلقہ محمد اہم اعلیٰ خان راجپوری کے اس جان سے ہوتی ہے:

غفر الدولہ پستان فتح علی خان کے بارے میں محمد علی خان کا انتقال الدولہ خطاب تھا اور عہدہ جزل کی زیادت ان سے حلقہ تھی جو کبھی جاہ کے پایہ نام تھا اور فتح علی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب حکم الدولہ اور تیسرے کا خطاب احمد

الہدایۃ قاد ان دونوں کے حقیقی پائینیں تھیں اور شیخ علی خان کے یہ تین داد تھے، ایک مرزا مسو، جن کے پردہ بختی کوپ
 نادر تھا، دوسرے میر علی اکبر مرہو شریہ بائیں بختی کے ہمارے اور تھوڑے سے سوار بھی ان کے ہاقت تھے، تیسرے
 میرا بہ سادات باہرہ کے گھرانے سے تھے اور عدالت ان کے پردہ بختی۔

اس چاں سے یہ بٹے پایا کہ سید محمد میر کا حقیقی سادات باہرہ سے تھا، جو "سیدان بادشاہ گز" کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے
 سسرالی رشتہ دار اپنی مہدوں پر فائز تھے۔ خود سید محمد میر، اودھ کی عدلیہ کے سربراہ تھے۔

یہاں صدارت دنگ پہلے تلک کا انھیں قدرتی کھنوی کہا بھی ثابت ہوا اور کر بلائے خدا خلق سے حقیقی ہوتا بھی۔ واضح رہے کہ
 کھنوی کر بلائے خدا خلق، اھیں کر بلا تھی، جسے سید محمد میر کے پنے کے میر خدا خلق نے قیصر کر دیا تھا۔

محمد غلام الخانی خان رامپوری کے مطابق سید محمد میر کے بیٹے سلام اللہ خاں کی شادی قنفل حسین خاں کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ واضح
 رہے کہ قنفل حسین خاں نے شاہ اودھ آصف الداؤل (1775ء۔ 1797ء) کے عہد حکومت میں ان کی ثابت کا فریضہ انجام دیا تھا۔

سید محمد میر کھنوی کے بیٹے کی قنفل حسین خاں کے ہاں شادی تک کے زمانی قنفل کو سامنے رکھیں تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ
 سید محمد میر کو عدلیہ کی سربراہی نصیر الدین مجدد (1827ء تا 1837ء) کے زمانے میں تفویض ہوئی ہوگی جبکہ محمد علی شاہ غازی کے عہد
 تک وہ پار کے ساتھ یہ قنفل قائم رہا ہوگا۔

ترجمہ "سلسلہ" کے دیباچہ نگار پادری جان شجرہ مور کے مطابق:

۱۔ "پنے مٹی کے بار بار اسرار پر عرب نے جس کے جوئے میں چند ایک ضرب اللہ خاں کے امداد کی اہانت دے دی
 ہے۔" (ترجمہ محمد سلیم دارملی)

جس "مسودے پر نظر پڑی اور چھاپے خانے کے لئے پڑوں کی گج کے دوران میں مٹی مہارت کو باصوم بلدا آواز سے پڑتا تھا اور
 بھی اہانت ہوا کہ تھے کا ہاٹ مسعود اور شرقی کجیہات میں کے سر ہٹنے کے دیکھنا ہتھوں اور دوسے کے نوچاڑوں کو اس
 جگہ کھینچنے والے میں ناکام رہی ہوگی۔" (ترجمہ محمد سلیم دارملی)

محولہ بالا نمبر ۱، اقتباس سے معلوم ہوا کہ سید محمد میر (جنھیں حترج کی بجائے شرب کھسا گیا ہے) کو ترجمہ کرنے کے دوران
 مٹی کی کھولت حاصل تھی۔ یہ وہ کھولت ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور حکومت میں بہت بڑے عہدہ داروں کو حاصل تھی۔ فورٹ ولیم
 کالج میں پروفیسر اور اسٹنٹ پروفیسر ہی اس کھولت کا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ یوں محولہ بالا بیان کی تکرر تصدیق ہوتی ہے کہ سید محمد میر
 محض ایک حترج یا مٹی نہ تھے بلکہ ایک اعلیٰ عہدہ دار تھے۔

محولہ بالا نمبر 2، اقتباس کے مطابق اسکول بک سوسائٹی آگرہ کا دفتر (جسے مشن کا سر دفتر لکھا گیا) آگرہ، اسکول بک سوسائٹی
 کے تحت کام کرنے والا مدرسہ اور سوسائٹی کی پریس (گریپ وے پریس آگرہ) ایک ہی عمارت میں تھے۔ آخر الذکر اقتباس سے یہ
 بھی معلوم ہوا کہ آگرہ اسکول بک سوسائٹی، حکومت اودھ کے زیر انتظام تھی اور "مشن" کا لفظ اسکول بک سوسائٹی پر کھینچا ہوا کے اثر
 کا طراز ہے نیز پادری جان شجرہ مور کی وہاں موجودگی اس بیان کی تکرر تصدیق کرتی ہے۔

پادری جان شجرہ مور کے آخر الذکر بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چھاپے خانے کے لئے پڑوں کی صحیح کرانے والے مٹی محمد شیخ

اٹھ خان اکبر آبادی مٹن پر جس (گریجیوے) آگرہ میں پادری جنو مور کے فٹن تھے جو بہت فکین ہے انا ٹنل اور پائل کے قراجم کے سلسلے میں دھارگار ہوں۔ واضح رہے کہ چلٹ پادری مٹن کے لئے پنڈت مرقو لے دویا افکار اور رام رام ہاسو نے پادری ولیم کیری اور مرزا فطرت دہلوی اور مہدائے نے پادری ہنری مارٹن کی مدد کی تھی۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ آگرہ اسکول ایک سوسائٹی نے آگرہ کے دیگر مدارس کی طرح مدرسہ علمیت آگرہ (تقاً 1845ء) کے لئے چلٹ کی کتابیں ترجمہ کروائی تھیں اور ترجمے کا دائرہ کار بہت پھیلا ہوا تھا۔

علامہ مہدائے یسٹ علی کے مطابق ایسٹ انڈیا کمپنی نے لارڈ لبرسٹ (Lord Amherst) کے دور میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ ”یورپ میں تصنیف شدہ سائنس کی کتابوں کا عربی اور مشرقی زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لئے قاضی مستشرقین کو مقرر کیا جائے۔ اس میں سخت نقصان کے ساتھ ناکامیابی ہوئی۔ ترجمے پر 18 روپے فی مطر طرح ہوتے تھے۔ بھرا سے ذوق غالب علم کچھ کہتے تھے نہ مسلم۔ چنانچہ جو ترجمہ کیا کہ حیران کی اوپے ترجمے کا مطلب سمجھانے کے لئے علامہ رکھا جائے اور اس پر لایہ تین سو روپیہ باہر خرچ ہو جاتا تھا۔“ (انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ص: 158)

یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدرسہ عالیہ، کلکتہ (تقاً: 1780ء) اور فورٹ ولیم کالج کلکتہ (تقاً: 10 جولائی 1800ء) کے بعد سائنٹفک سوسائٹی لکھنؤ (تقاً: 1831ء) کی ذیلی شارع کے طور پر آگرہ اسکول ایک سوسائٹی مغرب سے علمی و ادبی قراجم کے باب میں قدیم ترین ادارہ ہے جو فائنڈیشن چارج، مدارس اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی مجلس نھما (Court of Directors) کے احکامات کا پابند تھا۔ سید محمد میر نے ”قیصر العلوم تاریخ“ کی تالیف کے علاوہ اسکول ایک سوسائٹی لکھنؤ / آگرہ کے لئے انجمن کتب کے انگریزی سے قراجم کیے۔ جن میں سے 12 کتابی صورت میں مطبوعہ ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ”تقاریخ ریاضی شہزادہ جلیں کی“ معتمد ذاکر بیگم جلیں:

ترجمہ: سید محمد میر برائے آگرہ اسکول ایک سوسائٹی آگرہ، گریجیوے (مٹن) پر جس، طبع 1301ھ، 1839ء

کوائف: ذاکر بیگم جلیں کی کتاب ”ریاضی“ برطانیہ سے پہلی بار 1759ء میں شائع ہوئی تھی۔ سید محمد میر نے اپنے ایک فٹن کی مدد سے (جو بہت فکین ہے محمد علی خان اکبر آبادی ہو) ترجمہ مکمل کیا۔ ترجمے کی گنجی پادری جان جنو مور نے محمد علی خان اکبر آبادی کے ساتھ مل کر کی اور یہ کتاب پادری جان جنو مور کے ہی احجام سے شائع ہوئی۔

کتاب کے دوسرے ایڈیشن مطبوعہ طبع سلطانی لکھنؤ 1839ء کا حوالہ لائف، قاری کتب میں ملتا ہے جس میں اس کتاب کا نام ”تفسیر ریاضی دلائل جلیں کے شہزادے کا“ درج ہے۔ ذاکر محمد اسلم فرطی نے مولانا حامد حسن قادری مؤلف ”قوامین تاریخ اردو“ کے حوالے سے اس کتاب کے ایک اور ترجمے از حمایت اللہ دہلوی، کی خبر دی ہے۔ دہلوی سے کہا جا سکتا ہے کہ مولوی حمایت اللہ دہلوی کا ترجمہ کتابی صورت میں کبھی شائع نہیں ہوا، البتہ ایک ادبی تجربے میں یہ ترجمہ ضرور نظر سے گزرا۔

”ریاضی“ صودہ ہارست: (ترجمہ از سید محمد میر لکھنوی)

فلوہوے نے اختیار کیا کہ اہل یورپ کس جہ سے اس قدر صاحب قوت اور ذی حرکت ہیں، اور کیوں ایسا آسانی سے اشیاء اور دلائل طریقہ میں تھمت و تنج پائی کے واسطے آتے جاتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کیا اہل ایشیا اور

اثر یہ ہیں انھوں کے کلاموں پر نہیں جاسکتے۔ کسی لئے کہ وہ ہوا جو انھیں بھرنے جاتی ہے وہی ہمیں بھی وہاں لے جائے گی۔ انھوں نے گزارش کی کہ وہ ہم سے بڑھ کے صاحبِ قوت و استعداد ہیں۔ کسی واسطے کہ زیادہ تر عامل و ہوشیار ہیں اور ذاتی حیثیت ذاتی پر غالب ہوتی ہے۔ جس طرح سے انسان معائنات کا حاکم ہے۔ لیکن یہ کہے کہ اس کی عقل ہماری طرف سے ہے کیوں حدِ قوت، دھنسی ہے، مجھے اس کا سب معلوم نہیں سوائے اس کے کہ شانہ خدا کی مرضی ہو جو تمہاری ہماری فہم و فراست سے دور ہے۔

کتاب کے اصل متن کا ترجمہ سے موازنہ کرنے کے بعد محمد سلیم الرحمن کہتے ہیں:

پادری جون عیسٰی سور نے اپنے پیشِ نظر میں تسلیم کیا ہے کہ ترجمہ الفاظ سے خالی نہیں۔ غلطیاں ٹھوس ہیں تو مضائقہ نہیں، لیکن مترجم نے چاہنا ٹھوس کیا ہے۔ بعض جگہ ہدے کا پورا جملہ مترجم یا مصلح کے پے نہیں پڑا، بعض جملے اور اس کے صفت ترجمہ ہونے سے دور گئے ہیں۔ یہ بھول چمک کا نتیجہ ہے یا دیکھو دانت ترجمہ نہیں کیا گیا۔ کم از کم ایک جگہ اپنی طرف سے عبارت بڑھا دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سید محمد میر کو انگریزی پر کوئی خاص عبور نہ تھا اور پادری سور کو اردو لکھک طرح نہ آتی ہوگی۔ ترجمے کی گنج پر بھی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔

تاہم ان مقامات کو چھوڑ کر، جہاں مترجم کی کم قوی یا کج فہمی کی وجہ سے مطلب متروک ہو گیا ہے۔ ترجمہ آسانی سے چڑھا جاتا ہے۔ اس کی جگہاں اس وقت لڑایاں ہوتی ہیں جب اصل سے موازنہ کیا جائے۔ کتاب کی تاریخی حیثیت سے انکار ممکن نہیں۔ اردو میں شاید پہلی بار انگریزی ادب کی کی معروف کتاب کا ترجمہ کیا گیا۔" (قرنی زبان، گراہی، مئی 1988ء)

واقعہ رہے کہ "راہس" ڈاکٹر یسوی جاسن کی ایک ایسی تحریر ہے جسے اس نے انتہائی سنجیدگی کے عالم میں اپنی والدہ کی تجویز و تھنیں کی خاطر جس چند تھنوں میں قلم بند کیا اور اسے اردو میں پہلی بار ترجمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس کے چالیس برس بعد محمد حسین آزاد نے اپنی کتاب نیرنگ خیال (دو جلدیں) میں ڈاکٹر جاسن کے سات مضامین کا آزاد ترجمہ کیا تھا۔

1۔ "نیرنگ خیال" جلد اول، مطبوعہ: لاہور، مفید عام پریس، طبع ازل: 1880ء میں ڈاکٹر جاسن کے چھ مضامین کا ترجمہ شامل ہے۔

بہنواری: "آوازِ آفریقہ میں بارغِ عالم کا کیا رنگ تھا اور رنگِ رشک کیا ہو گیا۔" 1. An Allegorical History of real and Labour.

بہنواری: "حج اور جھوٹ کا دھم نامہ۔" 2. "Truth, Falsehood and Fiction, an Allegory."

بہنواری: "گنجشِ امید کی بہار" 3. "The Garden of Hope"

بہنواری: "مسیرِ زندگی" 4. "The Voyage of life."

بہنواری: "مطموع کی پیدائش" 5. "The Conduct of patronage."

بہنواری: "مطموع اور ذکاوت کے مقابلے" 6. "An allegory of wit and learning."

"نیرنگ خیال" جلد دوم مطبوعہ: لاہور: ڈاکٹر میر پریس طبع ازل: 1922ء میں ڈاکٹر جاسن کا اکوتا مضمون: "An allegory of"

"chicisms" بمعنوں: "نکتہ چینی" شامل ہے۔

2۔ "رسالہ علم طبع" نام مصنف عاردا ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، سنہ 1828ء۔

3۔ "رسالہ فیتہ" از ادا کلر دھن، ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، نگ ہنگ 29۔ 1828ء۔

4۔ "رسالہ دیگر فیتہ" از ادا کلر دھن، ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، نگ ہنگ 29۔ 1828ء۔

5۔ "رسالہ علم الکیمیا" از راجہ دی دنت چارلس، ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، 1828ء۔

کیمسٹری سے حلقہ راجہ دی دنت چارلس کا یہ رسالہ اس کی ایک ضخیم کتاب کا پہلا حصہ ہے۔ یہ کتاب برطانیہ اندون سے پہلی بار 1818ء میں طبع ہوئی۔ رسالہ "علم الکیمیا" کا ایک اور ترجمہ "رسالہ علم جوہر" صدر سرفریز حیدر آباد کی کے لئے نواب محمد فخر الدین خان خٹم الامراء نے کروایا تھا جس کے مترجمین میں میر حسن دہلوی، غلام نگی الدین حیدر آبادی، مسٹر جنس اور مسٹر ٹنڈوی شامل تھے۔ "سنہ صبیہ" سلسلے کی یہ پہلی جلد ہے جو حیدر آباد کی کے نگلی پچاپ خانے سے 1840ء میں شائع ہوئی۔

6۔ "رسالہ علم مناظر" از راجہ دی دنت چارلس، ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، 1820ء۔

اس رسالے کا دوسرا ترجمہ میر حسن دہلوی، غلام نگی الدین حیدر آبادی، مسٹر جنس اور مسٹر ٹنڈوی نے "سنہ صبیہ" سلسلے کی کتاب مطلوبہ: 1839ء کے لئے "رسالہ مناظر" کے نام سے کیا تھا۔

7۔ "رسالہ آلات عینا طیس" از راجہ دی دنت چارلس، ترجمہ: سید محمد میر: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، 1828ء۔

اس رسالے کا دوسرا ایڈیشن "طبع علوم دہلی سے 1850ء میں شائع ہوا۔ دہلی کالج دہلیوں نے اس ترجمے کا نام تبدیل کر کے "رسالہ عینا طیس" کر دیا اور سر دہلی پر سید محمد میر کی بجائے ان کا اصل نام سید کمال الدین حیدر شائع کیا۔ عبارت صحت ذیل ہے۔

"ترجمہ کیا ہوا سید کمال الدین حیدر گھنوی کا نسخہ علوم منیدہ سے۔"

سید محمد میر کے اس ترجمے کی ابتداء میں علم عینا طیس سے حلقہ اصطلاحات کے مترادفات درج ہیں، جیسے:

Artificial Magnet ... عینا طیس مصنوعی

Weak magnet ... ضعیف عینا طیس

Soft Iron ... کوہتہ پذیر لوہا

Fibre ... دیشہ

ترجمہ، اس کتاب میں علمی مضمون کو آج بھی سزا کرتا ہے۔ اصطلاحات پذیر سوزن، نرم سقرشی فولاد اور عینا طیس فلوئڈ انفراف جیسے مترادفات آج بھی عینا طیس سے حلقہ ترجموں میں دکھائی دیتی ہیں۔ پہلی کتاب میں متعدد سے چند انگریزی الفاظ لکھے گئے ہیں۔

راجہ دی دنت چارلس کی اس کتاب کا دوسرا ترجمہ "رسالہ فیتہ" کے نام سے میر حسن دہلوی، غلام نگی الدین حیدر آبادی، مسٹر جنس اور مسٹر ٹنڈوی نے "سنہ صبیہ" سلسلے کی کتاب مطلوبہ 1840ء کے لئے کیا تھا۔

8۔ "رسالہ علم المناظر" از راجہ دی دنت چارلس، ترجمہ: سید محمد میر گھنوی، طبع سلطان: طبع اول: گرین وے پریس آگرہ، 1828ء۔

اس کتاب کا دوسرا ترجمہ "تہہ" سلیط کی کتاب کے لئے "رسالہ علم آب" کے نام سے میر تقی میر دہلوی، قلام نجی الدین حیدر آبادی، مسٹر جٹس اور مسویدہ خدی نے کیا تھا جو حیدر آباد دکن کے نکل چھاپ خانے سے 1838ء میں طبع ہوا۔

9۔ "اصول خلق" نام مصنف غلام آزاد، ترجمہ: سید محمد میر، طبع اول: دہلی، مطبع العلوم، 1844ء، دہلی کالج سے شائع ہونے والی اس کتاب کے 53 صفحات ہیں۔

10۔ "رسالہ علم الہیاء"، از میر تقی میر، ترجمہ: سید محمد میر، مکتبہ مطبع سلیط سلیطانی طبع اول: گرجن دے پریس آگرہ، 1828ء۔ اس کتاب کا دوسرا ترجمہ "رسالہ علم ہوا" کے نام سے میر تقی میر دہلوی، قلام نجی الدین حیدر آبادی، مسٹر جٹس اور مسویدہ خدی نے "تہہ" سلیط میں کیا تھا جو حیدر آباد دکن کے نکل چھاپ خانے سے 1839ء میں طبع ہوا۔

11۔ "رسالہ علم الحرفاء"، از میر تقی میر، ترجمہ: سید محمد میر، مکتبہ مطبع سلیط سلیطانی طبع اول: گرجن دے پریس آگرہ، 1828ء۔ اس کتاب کا دوسرا ترجمہ "رسالہ علم برقی" کے نام سے میر تقی میر دہلوی، قلام نجی الدین حیدر آبادی، مسٹر جٹس اور مسویدہ خدی نے "تہہ" سلیط میں کیا تھا جو حیدر آباد دکن کے نکل چھاپ خانے سے 1839ء میں طبع ہوا۔

12۔ "رسالہ تصد العلوم"، از لارڈ براہم، ترجمہ: سید محمد میر، 1841ء (تحوال: انور ست، مرتبہ: سجاد مرزا جیک) یہ رسالہ Lord Brogham کی کتاب:

"A Treatise on the objects, advantages and pleasures of science" کا ترجمہ ہے۔ طبع دوم کے لئے اس کا نام "مائنس کے فوائد و احوال" کر دیا گیا تھا، یہ ایڈیشن 1863ء کا ہے۔

13۔ "قیصر الخواص" (دو جلدیں)، مؤلف: سید محمد میر، طبع اول: مطبوعہ نول کشور پریس مکتبہ دکانپور۔ کتاب کا دیکھنا بہادر دگ پہچانے کا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسلم قرنی کے مطابق کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی میں پہلی جلد کے قیصرے ایڈیشن کے دو نسخے محفوظ ہیں جو نومبر 1907ء میں کانپور سے طبع ہوئے تھے۔ جلد دوم (طبع دوم) 1898ء کی ہے۔

سید محمد میر مکتبہ کے اس مطبوعہ کام کے علاوہ سات غیر مطبوعہ مسودات بھی تھے جن کی اطلاع قدیم قیصری کتب سے ملتی ہے۔ قیاس غالب ہے کہ سید محمد میر کے علمی کام کو جب دہلی کالج سے دوبارہ شائع کیا جا رہا تھا تو بقیہ غیر مطبوعہ مسودات بھی ان کی تحریروں میں ہوں گے۔ صدائیسویں کی سلطنت اردو کے ناخدا ہجرام اور دہلی کالج کے کتب خانے میں آتش زدگی (1858ء) نے وہ تمام آثار مٹا کر رکھ دیئے جن سے غیر مطبوعہ کام کی نشان دہی ممکن تھی۔

توضیحی کتابیات

1700 سے زائد ترجمہ شدہ کتب کا اندراج

مع 140 اہم ادبی تراجم کا تفصیلی تعارف



کتاب کی موجودگی سے متعلق اشارہ:

مثال کے طور پر "کتابیات" میں نمبر 1469 کے تحت "فہم دہلی کے ناول" "مگر ہا" "مترجم حقیر الحق کے تعارف کے آخر میں (حوالہ 9) درج ہے۔ (حوالہ 8) سے مراد ہے: یہ کتاب (الکلام آزاد) انگریزی، چاندنی گڑھ (مبادت) میں موجود ہے۔ اسی طرح حوالہ نمبر کے تحت "آخذہ جانے کے لئے کتاب کے آخر میں دیکھیے: "فہرست آخذہ بابت توضیحی کتابیات" صفحہ: 749

توضیحی کتابیات / الفہرست

مع 140 اہم ادبی تراجم کا تفصیلی تعارف
 آئندہ دعوالہ جات کے لئے کتاب کے آخر میں دیکھیے: "لہرسوہ آئندہ" صفحہ 749

آپ بیتی

- 1- اچا کیسا لونا: نئی صبح
 ترجمہ: ل۔ احمد (لطیف الدین امروہو)
 پہلی: قوی ودرالاشاعت
 ص: 174
- خودنوشت۔ دہلی خاتون کی خودنوشت کا براہ راست دہلی زبان سے ترجمہ
 (حوالہ: 18-12)
- 2- ایوب خان، فیلیڈ مارشل جنرل محمد: جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کتابی
 ترجمہ: غلام عباس
 لاہور: اوکسٹرا ایجوکیشنل پریس، محمود پرنٹنگ پریس 1967ء
 ص: 430
- خودنوشت۔ سابق صدر پاکستان کی آپ بیتی "Friends, Not Masters" کا ترجمہ۔ اصل کتاب لکھنے میں ایوب خان کو
 مصروف بود رکھتے الحاق گوہر کی معاونت حاصل تھی۔
 (حوالہ: 18-2)
- یہ "Friends, Not Masters" کا ترجمہ ہے۔ نیم سیاسی و نیم ادبی سوانح عمری ہے، جس میں ہندو پاک سیاست کا پس منظر
 دلچسپ ہے اور زبان کی دروست خصوصیتیں قہر چاہتی ہے۔ زبان و بیان کی انہی خوبیوں کے باعث شکوک و شبہات نے سر اٹھایا اور

اصل مصنف کی تلاش شروع ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ جان ہنزل محمد اویس جان کا ہے اور اسے اہل خانہ قحری میں الطاف گوہر لائے۔
کتاب کا ترجمہ مشہور افسانہ نگار غلام عباس نے کیا ہے۔
ترجمے سے دو ایک مثالیں دیکھتے چلیے:

1. 'Friend to bring about a clash'

(ص 161 - باب 10 آخری حصہ)

'سرمیل کرانے کی کوشش بھی کی

2. 'Maj Dane was very upset.'

(ص 8 - باب اول)

مکبر این خجائے

3. 'I was taken aback'

(ص 8 - باب اول)

'میں بھونچا رہ گیا۔'

4. 'Locked in confrontation.'

(ص 13 - باب اول)

'لوٹ وگرمیاں کر رکھا تھا'

3۔ مکبری، دانشگن: جھٹی غلام کی سرگزشت

ترجمہ: نام داس

* لاہور: کپور آرٹ پریس، 1920ء

غور نوشت۔

انگریزی سے ترجمہ: ایک ترجمہ آزادی کی جنگ کے عنوان سے 1938ء میں شائع ہوا۔ (حوالہ: 2، 5)

4۔ مکبری، دانشگن: آزادی کی جنگ:

ترجمہ: غلام حیدر خان

لاہور: محمد پریس، طبع اول: 1938ء

ص: 238

غور نوشت۔ ایک امریکی جھٹی دانش مکبری کی آپ جی۔

ایک ترجمہ جھٹی غلام کی سرگزشت کے نام سے 1920ء میں شائع ہوا۔ (حوالہ: 14، 18)

5۔ تاجک، لیوٹا: سرخ چمن سے فراز:

ترجمہ: ان۔ن

دہلی: جدید پریس، س۔ن

صفحہ: 258

آپ جی۔ چنگی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
ایک ترجمہ "دہلی" کے نام سے شیر مبین نیپالی کا مکتا ہے۔
(حوالہ: 11-10-2)

6۔ تاجک، لیوٹا: دہلی

ترجمہ: شیر مبین نیپالی

لاہور: اردو مرکز، س۔ن

آپ جی: چنگی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
ایک ترجمہ "سرخ چمن سے فراز" کے نام سے دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔
(حوالہ: 10-2)

7۔ تالستانی، کاؤنٹ لیو: تالستانی کی کہانی

ترجمہ: شہید چمن لال، باہ

خودنوشت۔ دہلی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

8۔ تالستانی، کاؤنٹ لیو: تالستانی کی کہانی

ترجمہ: جہانلی ہالندہری

لاہور: نرائن دت سہگل، 1941ء

خودنوشت۔ یہ کتاب حال ہی میں گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کی ہے لیکن نام بدل کر، خدا جانے کیوں؟ اب نام "تالستانی کی کہانی" کر دیا گیا ہے۔
(حوالہ: 7)

9۔ تالستانی، کاؤنٹ لیو: سرگزشت تالستانی

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: مرکز گلشن پریس، س۔ن

صفحہ: 158

آپ جی۔ دہلی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ:
(حوالہ: 11-10-2)

10۔ نیگیور، وابندر ناتھ: میرا لڑکپن

ترجمہ: شیر محمد اختر

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ نوبل انعام یافتہ مصنف کی آپ جی۔
(حوالہ: 2، 10، 11، 12، 13، 18)

11۔

جے پکاش نارائن: جدوجہد

ترجمہ: یوسف مرعی

لاہور: مرکٹنگ پریس، 1948ء

خودنوشت۔ ہمدانی سیاستدان جے پکاش نارائن کی آپ جی
(حوالہ: 14، 18)

12۔

جسٹس، کیمرل: جرم سے بچائی تک:

ترجمہ: عابد شہد

لاہور: نیشنل پبلشرز

خودنوشت۔ انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ: 13، 18)

13۔

جینوف: آپ جی

ترجمہ: مشتاق بھٹی

لاہور: عظیم پبلشرز، 1948ء

آپ جی۔ ردی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ جس کا ایک ایڈیشن کوآپریٹو کچھول پرنٹنگ پریس لاہور نے بھی

شائع کیا۔ ایک غیر مطلوبہ ترجمہ ساحر لدھیانوی کا آیا اور لاہور کی ملکیت ہے۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

14۔

جینوف: بھری زندگی

ترجمہ: ساحر لدھیانوی

لاہور: قلمی، ملوک، نیا اور لاہور مرکز روڈ،

آپ جی۔ ردی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ایک ترجمہ مطلوبہ صورت میں بھی ملتا ہے جو مشتاق بھٹی نے کیا۔
(حوالہ: 2)

15۔

ڈکلی، آریا ڈورا: آریا ڈورا

ترجمہ: فارغ بخاری و محمود رضوی

لاہور: آئینہ ادب، 1981ء

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ: 2، 10، 11)

16- راجندر پرشاد، ڈاکٹر: اپنی کہانی

ترجمہ: گوپی ناتھ من

دہلی: ساجیہ اکیڈمی، 1961ء

ص: 1102

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ اس خودنوشت میں تحریک آزادی سے متعلق جاکسا مواد موجود ہے۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

17- روز ویلٹ: روز ویلٹ

ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈمنسٹریٹو، 1940ء

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ اس کی صورت کی خودنوشت۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

18- سکالر، جوزف: دور کٹا

ترجمہ: سلیم، ایس۔ ایم

دہلی: تاج آرٹ پریس، س۔ س

ص: 154

آپ جی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی جرمنی میں مصنف کی گرفتاری اور قید خانہ کے حالات۔ انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

19- سولے جیس، ایگزیکٹو: گنگا گنج الجواڑ (حصہ سوم و چہارم)

ترجمہ: منظر حق

جی دہلی: مجلس اکاڈمی۔ انصاری مارکیٹ، دیراج، طبع اول: 1979ء

ص: 624

نوبل انعام یافتہ مصنف کی یادداشتوں پر مشتمل داستان جو روس کی جبری مشقت سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے۔

حصہ سوم 22 ابواب اور حصہ چہارم 4 ابواب پر مشتمل ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے سبکی کردار اور واقعات

حقیقی ہیں۔ سولے جیس نے اس کتاب میں روس کے جبری مشقت کے نظام کے علاوہ دوسری جنگ عظیم کے

(حوالہ: 2)

اتحادیوں کے باہمی تضادات پر روشنی ڈالی ہے۔

20- لٹبرک، ہربرڈائے: میری مختلف زندگی

ترجمہ: ان۔ س

دہلی: جیو برقی پریس، س۔ س

آپ جی۔ 'Lead Three Lives' کا ترجمہ۔

21۔ نوروز، بھری: میری زندگی کی کہانی

ترجمہ: انوار علی۔ پتہ:

دہلی: کاروبار پیش پرچک ورکس

خودنوشت۔ 'My Life & Work' کا ترجمہ۔

22۔ گراہنگو، وکٹر: آزادی یا موت

ترجمہ: ن۔ن

کراچی: مطبوعات کمال، محمدی پریس، 1951ء

آپ جی۔ ایک روسی طرز کی خودنوشت۔ عائشا انگریزی کی معرفت ترجمہ

23۔ کروپے: کروپے کی سرگزشت

ترجمہ: محمد علی صدیقی

کراچی: ادارہ معرّفہ، 42، 43، 44، 45، 46، 47، 48، 49، 50، 51، 52، 53، 54، 55، 56، 57، 58، 59، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79، 80، 81، 82، 83، 84، 85، 86، 87، 88، 89، 90، 91، 92، 93، 94، 95، 96، 97، 98، 99، 100، 101، 102، 103، 104، 105، 106، 107، 108، 109، 110، 111، 112، 113، 114، 115، 116، 117، 118، 119، 120، 121، 122، 123، 124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131، 132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139، 140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147، 148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155، 156، 157، 158، 159، 160، 161، 162، 163، 164، 165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172، 173، 174، 175، 176، 177، 178، 179، 180، 181، 182، 183، 184، 185، 186، 187، 188، 189، 190، 191، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 198، 199، 200، 201، 202، 203، 204، 205، 206، 207، 208، 209، 210، 211، 212، 213، 214، 215، 216، 217، 218، 219، 220، 221، 222، 223، 224، 225، 226، 227، 228، 229، 230، 231، 232، 233، 234، 235، 236، 237، 238، 239، 240، 241، 242، 243، 244، 245، 246، 247، 248، 249، 250، 251، 252، 253، 254، 255، 256، 257، 258، 259، 260، 261، 262، 263، 264، 265، 266، 267، 268، 269، 270، 271، 272، 273، 274، 275، 276، 277، 278، 279، 280، 281، 282، 283، 284، 285، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 292، 293، 294، 295، 296، 297، 298، 299، 300، 301، 302، 303، 304، 305، 306، 307، 308، 309، 310، 311، 312، 313، 314، 315، 316، 317، 318، 319، 320، 321، 322، 323، 324، 325، 326، 327، 328، 329، 330، 331، 332، 333، 334، 335، 336، 337، 338، 339، 340، 341، 342، 343، 344، 345، 346، 347، 348، 349، 350، 351، 352، 353، 354، 355، 356، 357، 358، 359، 360، 361، 362، 363، 364، 365، 366، 367، 368، 369، 370، 371، 372، 373، 374، 375، 376، 377، 378، 379، 380، 381، 382، 383، 384، 385، 386، 387، 388، 389، 390، 391، 392، 393، 394، 395، 396، 397، 398، 399، 400، 401، 402، 403، 404، 405، 406، 407، 408، 409، 410، 411، 412، 413، 414، 415، 416، 417، 418، 419، 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500، 501، 502، 503، 504، 505، 506، 507، 508، 509، 510، 511، 512، 513، 514، 515، 516، 517، 518، 519، 520، 521، 522، 523، 524، 525، 526، 527، 528، 529، 530، 531، 532، 533، 534، 535، 536، 537، 538، 539، 540، 541، 542، 543، 544، 545، 546، 547، 548، 549، 550، 551، 552، 553، 554، 555، 556، 557، 558، 559، 560، 561، 562، 563، 564، 565، 566، 567، 568، 569، 570، 571، 572، 573، 574، 575، 576، 577، 578، 579، 580، 581، 582، 583، 584، 585، 586، 587، 588، 589، 590، 591، 592، 593، 594، 595، 596، 597، 598، 599، 600، 601، 602، 603، 604، 605، 606، 607، 608، 609، 610، 611، 612، 613، 614، 615، 616، 617، 618، 619، 620، 621، 622، 623، 624، 625، 626، 627، 628، 629، 630، 631، 632، 633، 634، 635، 636، 637، 638، 639، 640، 641، 642، 643، 644، 645، 646، 647، 648، 649، 650، 651، 652، 653، 654، 655، 656، 657، 658، 659، 660، 661، 662، 663، 664، 665، 666، 667، 668، 669، 670، 671، 672، 673، 674، 675، 676، 677، 678، 679، 680، 681، 682، 683، 684، 685، 686، 687، 688، 689، 690، 691، 692، 693، 694، 695، 696، 697، 698، 699، 700، 701، 702، 703، 704، 705، 706، 707، 708، 709، 710، 711، 712، 713، 714، 715، 716، 717، 718، 719، 720، 721، 722، 723، 724، 725، 726، 727، 728، 729، 730، 731، 732، 733، 734، 735، 736، 737، 738، 739، 740، 741، 742، 743، 744، 745، 746، 747، 748، 749، 750، 751، 752، 753، 754، 755، 756، 757، 758، 759، 760، 761، 762، 763، 764، 765، 766، 767، 768، 769، 770، 771، 772، 773، 774، 775، 776، 777، 778، 779، 780، 781، 782، 783، 784، 785، 786، 787، 788، 789، 790، 791، 792، 793، 794، 795، 796، 797، 798، 799، 800، 801، 802، 803، 804، 805، 806، 807، 808، 809، 810، 811، 812، 813، 814، 815، 816، 817، 818، 819، 820، 821، 822، 823، 824، 825، 826، 827، 828، 829، 830، 831، 832، 833، 834، 835، 836، 837، 838، 839، 840، 841، 842، 843، 844، 845، 846، 847، 848، 849، 850، 851، 852، 853، 854، 855، 856، 857، 858، 859، 860، 861، 862، 863، 864، 865، 866، 867، 868، 869، 870، 871، 872، 873، 874، 875، 876، 877، 878، 879، 880، 881، 882، 883، 884، 885، 886، 887، 888، 889، 890، 891، 892، 893، 894، 895، 896، 897، 898، 899، 900، 901، 902، 903، 904، 905، 906، 907، 908، 909، 910، 911، 912، 913، 914، 915، 916، 917، 918، 919، 920، 921، 922، 923، 924، 925، 926، 927، 928، 929، 930، 931، 932، 933، 934، 935، 936، 937، 938، 939، 940، 941، 942، 943، 944، 945، 946، 947، 948، 949، 950، 951، 952، 953، 954، 955، 956، 957، 958، 959، 960، 961، 962، 963، 964، 965، 966، 967، 968، 969، 970، 971، 972، 973، 974، 975، 976، 977، 978، 979، 980، 981، 982، 983، 984، 985، 986، 987، 988، 989، 990، 991، 992، 993، 994، 995، 996، 997، 998، 999، 1000

آپ جی۔ اطالوی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

اس کتاب کو آرم۔ پی۔ کالک وڈ نے پہلی بار انگریزی میں منتقل کیا۔ یہ ترجمہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے 1927ء میں پہلی

بار شائع ہوا۔ محمد علی صدیقی نے اسی انگریزی ترجمہ سے استفادہ کیا ہے۔

20 ویں صدی میں یورپی ادب نے جس اطالوی ملازم اور ادیب سے گہرا اثر قبول کیا وہ کروپے ہی ہے۔ خود اردو ادب

میں بھی دوامیت اور بحالیت کے ساتھ ساتھ تجربہ، سادہ سادہ، سادہ اور وقت پختی کے پس منظر میں مغربی

ادب کے توسط سے کروپے کے اثرات کا مطالعہ نہائے غور دلچسپ ہے۔

کروپے نے یہ خودنوشت 1915ء میں گھنٹی شروع کی تھی جو 1927ء میں انگریزی میں منتقل ہوئی جبکہ ہم چونسٹ برس بعد

محمد علی صدیقی کی معرفت براہ راست کروپے شناسی کی طرف آئے ہیں۔ محمد علی صدیقی صاحب نے اس فلسفیانہ نوع کی

خودنوشت کو لکھنے کی زبان میں ترجمہ کرنے کا جتن کیا ہے، اور اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتابی صورت میں آنے سے

پہلے صدیقی صاحب کا یہ ترجمہ انکار کراچی پبلشرز، ممبئی 1971ء تا جنوری 1972ء قسط وار شائع ہوا رہا ہے۔

24۔ گاندھی، مہاتما: حواشی حق (2 جلدیں)

ترجمہ: ڈاکٹر سید عابد حسین

نئی دہلی: مکتبہ جامعہ طبع، اول: 1938ء، ص: 698

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب میں ہندوستان کی سیاسی تاریخ کو بھی مرعوب کر دیا گیا ہے۔ یہی کتاب اب نکلشن ہاؤس لاہور نے شائع کی ہے۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

25۔ گاندھی، مہاتما: آپ جی جی

ترجمہ: حامد قریشی

لاہور: اطہرین پرنٹنگ پریس، س۔ س۔ س۔

ص: 272

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار پاکستان اردو لاہور نے شائع کیا۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

26۔ گاندھی، مہاتما: طوطی رنگھر

ترجمہ: ان۔ س۔

لاہور: گیلانی انجینئرنگ پریس، 1944ء

خوشنوش۔ انگریزی سے ترجمہ۔ پنجاب پبلشرز لاہور نے بھی ایک ایڈیشن شائع کیا۔ (حوالہ: 7)

27۔ گاندھی، مہاتما: جیل کی کہانی

ترجمہ: ان۔ س۔

لاہور: پنگ پبلیکیشنز، س۔ س۔

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ: 2، 10، 11)

28۔ گورکھ، میکسم: گورکھ کی آپ جی (3 جلدیں)

ترجمہ: اختر حسین رائے پوری، ڈاکٹر، ل۔ س۔ احمد اکبر آبادی

میدر آباد کوکنا، انجمن ترقی اردو (ہند)، 1940ء

روای زبان میں آپ جی کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ تیسری جلد 1945ء میں نکلی۔ یہ کتاب حال ہی میں نکلشن ہاؤس لاہور نے شائع کی ہے۔
(حوالہ: 2، 7، 8)

29۔ گورکھ، میکسم: میں ادیب کیسے بنوں؟

ترجمہ: محمد حسن عسکری

لاہور: ایچ جے، س۔ س۔

سوانح یادداشت۔ انگریزی سے ترجمہ اصل کتاب روسی زبان میں ہے۔ ترجمہ نگ جگ 1942ء میں طبع ہوا۔ (صفحہ 2)
 یہ ایک سوانحی یادداشت کا ترجمہ ہے۔ اس کی اہمیت موضوعی اعتبار سے ہے اور جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے یہ تحریر
 خود نوشت سوانح عمری کی ہی ہے۔ شاید یہاں وجہ ہے کہ گورکی کی اصل تحریر میں بھی تیزی اسالیب کے مسائل کا وہ
 ادراک دکھائی نہیں دیتا جو یہ نکالنا کہتا کہ یہ تحریر لازماً محسن عسکری جیسا اہم مترجم ہی اردو میں منتقل کرے۔ چنانچہ
 ترجمے کی نوعیت بھی عسکری صاحب کے دیگر اہم ترجموں کی نسبت مختلف نظر آتی ہے۔ گورکی جیسے اہم نام کی خود نوشت
 ادیبوں اور عام کارکن کے لئے موضوعی اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے۔ سو ہے۔

30۔ گورکی، میکسم: کڑوی کہانی:

ترجمہ: امیر اختر

دہلی: مکتبہ فیض ادب کوچہ، باہر خان، 1954ء

میں: 183

آپ جی۔ گورکی کی "GBOSS" کا ترجمہ۔ ایک طرح سے یہ آپ جی اس دور کی جگ جی بھی ہے۔ (صفحہ 2-15)

31۔ گورکی، میکسم: زندگی کی شاہراہ پر

ترجمہ: رفیعہ ہادیہ

لاہور: پبلیکیشننگ ہاؤس، م۔ سی

آپ جی۔ 1868ء تا 1938ء تک کے زمانے میں گورکی کے لوگہیں اور جوانی کے ساتھ ادیب عمری کے ایام کی تفصیل۔ یہ

کتاب 'بچپن اور منزل کی تلاش' کے سلسلے کی درمیانی کڑی ہے۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (صفحہ 2-110)

32۔ موسولینی: موسولینی کی آپ جی

ترجمہ: بادشاہ حسین، سندھ

حیدر آباد کن: اعظم العظم پریس، 1939ء

خود نوشت۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کی آپ جی۔ ایک ترجمہ اکرام قرکاک بھی ملتا ہے۔ (صفحہ 3)

33۔ موسولینی: موسولینی کی آپ جی

ترجمہ: شیخ اکرام قرہوشید پوری

لاہور: پنجاب لٹریچر کونسل

خود نوشت۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کی آپ جی۔ ایک ترجمہ بادشاہ حسین کا بھی ملتا ہے جسے اس کتاب کا اولیٰ ترجمہ کہنا

(صفحہ 2-7-110)

چاہیے۔

34۔ پیدلین: پیدلین ہونا پارٹ شہنشاہ فرانس

ترجمہ: محمد حقائق مصیبن، انگریزی لال ونگا پر شاہ

مکتبہ: نام مطبع عمارت، 1871ء

صفحہ: 296

آپ جی۔ پیدلین ہونا پارٹ شہنشاہ فرانس کی خود نوشت

(حوالہ: 14-5-20-1)

35۔ گولس، بیورلی: اٹھارہ مہینے ہندوستان میں

ترجمہ: شیر احمد انصاری

لاہور: نام مطبع عمارت

آپ جی۔ انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 11-10-2-10)

36۔ نیرود، پنڈت جواہر لال: میری کہانی (دو جلدیں)

ترجمہ: عابد مصیبن، (ڈاکٹر) سندھ

دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ، 1936ء

آپ جی۔ 1936ء تک کے سیاسی حالات کے ساتھ نیرود کی آپ جی۔ اردو ترجمے میں لالہ لاجپت رائے، حکیم رحمت

خان اور ڈاکٹر انصاری جیسے مشاہیر کی تصاویر شامل کی گئی ہیں۔ یہی ترجمہ زمانہ تک ڈاکٹر کا چند نے 1937ء میں شائع کیا۔

چند برقی پریس دہلی سے 1938ء میں طبع ہوا جس کی جلد اولیٰ 467 اور جلد دوم 548 صفحات پر مشتمل تھی۔ (حوالہ: 14-7-4-2)

37۔ وہے گلشی پنڈت: میری ڈائری

ترجمہ: راجندر

لاہور: سے ہندو پبلشرز

صفحہ: 14

خود نوشت۔ وہے گلشی پنڈت کی نظر بندی 1942ء تا 1943ء کا روزنامہ ہے۔ انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 14-13-14)

38۔ بٹلر، ڈووالف: میری جدوجہد

ترجمہ: شائق نرائن

لاہور: ایلیٹرک پریس، طبع اولیٰ: 1938ء

صفحہ: 386

خود نوشت۔ یہ کتاب 1938ء تک انگریزی میں شائع ہو کر 26 لاکھ کی تعداد میں فروخت ہو چکی تھی۔ انگریزی میں پہلے کے

بعد ایک ماہ میں چھ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ تک گئے۔ یہ ترجمہ نرائن دت سنگھ لاہور نے بھی شائع کیا اس کتاب کا ایک ترجمہ

”تذکرہ ظہری“ کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا ایک ایڈیشن بک ہم، لاہور نے بھی 2007ء میں اور ایک ایڈیشن گلشن ہاؤس، لاہور بھی لے آیا ہے۔
(حوالہ: 2، 4، 7، 10، 11)

39۔ ظہرہ اڈالاف: تذکرہ ظہری

ترجمہ: ابراہیم علی چشتی، لاہور

لاہور: پاکستان پبلیشرز پریس، 1950ء

صفحہ: 696

آپ جی۔ جمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ ”میری جدوجہد“ کے نام سے بھی ہوا ہے۔
یہی کتاب اب گلشن ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کر دی ہے۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

40۔ ہوتست خانم، مسز: امام ندر یعنی مسز ہوتست خانم انگلیسی کی دردناک سرگزشت

ترجمہ: سید ظفر حسن

لاہور: پنجابی پریس، 1923ء

صفحہ: 172

1857ء کی ایک سرگزشت (آپ جی)

(حوالہ: 11)

41۔ نیلیں کیل: میری داستانِ حیات

ترجمہ: خادم گی اللہی

لاہور: حضور عام پریس

صفحہ: 224

خودنوشت۔ نیلیں کیل کی آپ جی۔ اس ترجمے کو اردو آئیڈی لاہور اور قوی کتب خانہ لاہور دونوں نے بھی شائع کیا ہے۔
معتقد ہوتا تھا جس نے ساری دنیا میں شہرت پائی۔
(حوالہ: 2، 10، 11، 13، 16)

○ ○ ○

افسانہ

42۔ آپ بیتیاں

ترجمہ: میر تقی میر، رام فیروز پوری

لاہور: کتابستانِ اردو، سی۔ بی

افسانہ: انگریزی سے افسانوں کا ترجمہ۔

(حوالہ: 7)

ترجمہ: اختر شیرانی

لاہور: نام مطبع: بخارا

افسانے۔ فرانسیسی، جرمنی، روسی اور انگریزی افسانہ نگاروں جیسے آسکر وائلڈ، موپاساں، آئینوں بیان، کارلووی اور لامرٹین کی تحریروں سے انتخاب و ترجمہ۔
(حصہ 2)

اس مجموعے میں ہنگر اور فارسی افسانوں کے قراچم بھی شامل ہیں۔

ہمارے موضوع سے متعلق آسکر وائلڈ (جیوہ کاراز) موپاساں (مردہ عورت) آئینوں بیان (بیجاڑی کیت میں) باطلوم (ہاں کا دل) موپاساں (آرزو) کارلووی (سیب کا درخت) باطلوم (پاسپورٹ۔ پنڈلیں کی محبوب۔ شہنائی۔ سولسری کے پھول) لامرٹین (جدائی۔ سرادھشت) کے افسانے ہیں۔

آسکر وائلڈ انگریزی، رومانی، قریب کے دور آفریں کا ترجمہ اور روٹنی ہے راہ روسی (شخصی) کی ترجمہ مثال ہے۔ آسکر وائلڈ کے افسانے "جیوہ کاراز" کا جائے وقوعہ دہلی اور کھنڈ ہے اور مرکزی کردار انہی شہروں سے متعلق۔ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے کہ مرکزی کردار Gerald اور لیڈی Alroy ہیں اور جائے وقوعہ لندن اور جی۔ افسانے میں پیدا کردہ شریعت اختر شیرانی کا شعور ہے۔ اصل اور ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

"When Monday came round. I went to lunch with my uncle, and about four O'clock found myself in the Marylebone road. My uncle, you know, lives in Regent's Park. I wanted to get to Piccadilly, and took a short cut through a lot of shabby little streets. Suddenly I saw in front of me lady Alroy, deeply veiled and walking very fast." ("Moon Light")

"Madame Julie Roubere was expecting her elder sister, Madame Hannelore Lore, who had just returned from a trip to Switzerland. The Lore household had left nearly five weeks before. Madame Hannelore had allowed her husband to return along to their estate in Cahradas, where some business required his attention, and had come to spend a few days in Paris with her sister".

"تیر کے دن مجھے صبح کا کھانا چاہا ہاں کے ہاں کھانا تھا۔ کیا نہ ہیکے کے قریب میں نے اپنے آپ کو انگریزی دروازے کے قریب پایا۔ تم جانتے ہو میرے چچائی داداں میں رہتے ہیں۔ مجھے چاؤڑی پہنچنا اور مسافت سے تھکے کے لئے ایک دو قطرہ اور غلیظہ لیں سے گزرتا تھا۔ ابھی میں چلی گئی میں داخل نہ ہوا تھا کہ میں نے لیڈی لہور کو رونق پہنے اسی دور رنگ کی عین سے اتر کر گئی میں داخل ہوتے دیکھا۔"

فرانسیسی افسانہ نگار موپاساں کے افسانے کا ترجمہ اختر شیرانی نے آرزو کے عنوان سے کیا ہے۔ یہاں بھی شریعت بجانے کی شعوری کوشش دکھائی دیتی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”طریقہ رسم جاپانی بڑی کچھ فیروزہ کی شہر قریبی جہ کھنجر کی سیاست سے وابستہ آنے والی تھی۔ دونوں بہنوں کو ایک دوسرے سے ملنے پہنچنے کے لئے اور آج فیروزہ اپنے شوہر کو روپوشی چھوڑ کر جہلم آ رہی تھی، تاکہ چند روز اپنی بھینس میں کے ساتھ گزارے۔“

اس مرتبہ کا تعلق فرانس کی رومانی تحریک سے تھا۔ مادام شارل کی موت سے متعلق اس کی مرتبہ ناطقہ ’Meditations‘ اس کی شہرت کا اصل باعث ہے جبکہ ’Les Confidences‘ (راز کی باتیں)، ’Le-Voyage en Orient‘ (مشرق کا سفر)، ’L’Histoire des Genadins‘ (ذہریوں دیں کی تاریخ) اور ’Les Discours Politiques‘ (سیاسی خطبات) اس کی یادگار نثری، تقریریں ہیں۔ اختر شیرانی نے ’جودائی‘ اور ’مرد و عشق‘ کے نام سے اس کے انشائیوں کا ترجمہ کیا ہے۔ انشائیہ ’جودائی‘ سے ایک اقتباس کا حوالہ ہے:

”ان مقامات میں، ان سرچشموں سے جن کا میں اس قدر شہینہ اور عشق ہوں، شراب عمل تمام بیوں کا اور سرست و سرشار ہو گا۔ ان مقامات میں مجھے اسیداد عشق کی دولت حاصل ہو گی۔ اور ساتھ ہی وہ ایک دامن اور صوفیہ حیرت مزین، جس کی تمام دہشیں آرزو مند رہتی ہیں اور جس کا ابدی قانی سرزمین ہے کوئی نام نہیں۔“

یاد رہے کہ اس کتاب سے قبل سعادت حسن منٹو پہ اختراک: حسن عباس اور ابوسعید قریشی، اسکرولہ الاک کے ذریعہ ’دوہا‘ کا ترجمہ دارالاحرار، شامی پریس، امرتسر سے 1934ء میں شائع کر چکے تھے۔ جس پر نظر ثانی کا کام اختر شیرانی نے کیا تھا۔

44۔ آلام حیات:

ترجمہ: ان۔ن۔ن
کا پورا: زمانہ بک انجمنی، 1931ء
افسانے: انگریزی کے معجز افسانہ نگاروں سے انتخاب
(حوالہ: 10، 11)

45۔ آؤستان کے بہترین افسانے

ترجمہ: رحیم
لاہور: مکتبہ کائنات، اس۔ن
افسانے: انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ: 2، 10)

46۔ اردو، دانشمندان: نگارستان

ترجمہ: نیاز فتح پوری
کلمنڈ: نگار بک انجمنی
افسانے: انگریزی سے آزاد ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا
(حوالہ: 2، 5)

47۔ اردو، دانشمندان: انکسار کے افسانے

ترجمہ: تمام عباس

افسانے: Tales From Alhamra سے، اخلاص ترجمہ۔

کتاب میں عرب لہجی، تنگ سرسری پرپاں، اظہار کا گلاب، اختصار، اسرار و معجزہ، پانچویں افسانے شامل کتاب ہیں۔

(عوار: 2-3)

48۔ اس پار

ترجمہ: حیرتہ رام فیروز پوری

لاہور: دارالادب، س۔ن

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

(عوار: 7)

49۔ انگریزی افسانے

ترجمہ: عبداللہ سرمدی

میدانِ یاد دکن: کتبہ ابراہیمہ انٹرنیشنل روڈ، 1931ء

افسانے: انگریزی افسانوں کی انتھالوجی، یہ ایک عظیم منصوبے کی تیسری جلد ہے۔ (عوار: 4، 2)

یہ انتخاب مولوی عبداللہ سرمدی نے کیا۔ عالی ادبیات سے تراجم کا یہ سلسلہ چودہ جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ 1931ء

میں یکہ جلدیں زیرِ طبع تھیں اور یکہ زیرِ قریب۔ اس عظیم منصوبے میں اپنے عہد تک کے شایکار تراجم کو یکجا کرنے کا

جتن کا کیا گیا۔ مثلاً تیسری جلد (انگریزی افسانوں سے حلقہ) کا پہلا افسانہ مصحوم شہزادی، چیمفری آف مان منہ

(1154-1900ء) کا ہے اور آخری افسانہ سیب کا درخت، کیمریج پبلیشنگ (1890ء-1922ء) کا۔

پہلی جلد ’قدیم افسانے‘ 1931ء سے لے کر شائع ہوئی۔ دوسری جلد ’نئی اور جاپانی افسانے‘ تیسری جلد ’انگریزی افسانے‘

اس کتاب میں افسانوں کے ساتھ عبداللہ سرمدی صاحب نے مصنفین کے مختصر تعارف بھی شامل کئے ہیں۔

50۔ انگریزی افسانے

ترجمہ: غلام عباس

(عوار: 2)

افسانے: انگریزی افسانوں کے تراجم کی انتھالوجی

51۔ بچے، ایچ۔ آرم۔ کے، نیو برگ

ترجمہ: ن۔ن

نئی دہلی: کتبہ جاسولیا، 1932ء

افسانے: بچے دور کی خواہشیں سے حلقہ افسانوں کا مجموعہ۔ انگریزی سے ترجمہ (عوار: 2)

یہ کتاب آئندہ خانہ ہے جس میں زمانہ حاضر کی انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانین کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔

-52

بغیر اجازت

ترجمہ: منظور، معاونت حسن

لاہور: قلم بردار

(عوار: 2، 10، 11)

افسانے: ردی اور انگریزی افسانوں کا انتخاب و ترجمہ۔

-53

بک، پرل۔ ایس: عجیب لڑکی

ترجمہ: قرنتی

لاہور: مقبول اکیڈمی، 1963ء

ص: 239

(عوار: 2، 10، 11، 13)

افسانے: 'Fourteen Stones' کا ترجمہ۔

-54

بک، پرل۔ ایس: زندگی بھر مسکرائی اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: یوسف ظفر

لاہور: مقبول اکیڈمی، طبع اول 1965ء، پاکستان موسسہ ترجمانی، لاہور

(عوار: 13، 19)

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

-55

بلخارین افسانے

ترجمہ: انظر باد

لاہور: مطبوعات تحف، 1971ء

افسانے: انگریزی کی معرفت ترجمہ: ایک ایڈیشن سب میل، لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔

(عوار: 2، 10، 11)

-56 پوشر، ولف گینگ لیٹن: جرمن ادب پارے

ترجمہ: محمد اسلم قریشی، ڈاکٹر

لاہور: فیروز سنز لٹریچر پاکستان، 1971ء

ص: 388

(عوار: 2، 10، 11)

افسانے: جرمن ادب سے مکمل انتظامی کا ترجمہ

-57

بھارتی ہسپانوی افسانے

ترجمہ: رحیم

لاہور: مکتبہ جدید، 1964ء

افسانے: 20 ویں صدی کے شاہکار افسانے۔ دوسری بار الجہان لاہور نے شائع کیا۔ (حوالہ: 2)

اس کتاب میں مثال افسانے انگریزی کی معرفت ترجمہ کئے گئے ہیں۔ ہسپانوی کہانوں نے جو اسلوب چاتی اور موضوعاتی کردہ بنی لی ہیں، ان کے نمونے ہسپانوی اور امریکی کی سرزمینوں سے فراہم کئے گئے ہیں۔

اصل ہسپانوی ڈراماٹکسٹ میگوئل دے سروانتیس کے دو ڈراموں کا عربوں مفت ہے اور اس کی ابتداء اس کی کتاب 'مثالی' 1913ء سے ہوئی ہے جو اولیٰ اولیٰ 1913ء میں شائع ہوئی تھی۔

بقول رحیم:

اس مجموعے کا زیادہ حصہ اپنی 20 ویں صدی کے ادباء کے شاہکاروں پر مشتمل ہے۔ انتقادات کے باوجود ان میں ایک مشترک شے موجود ہے۔ آپ کو ان کی تحریروں میں درج ہسپانوی فن کی مثالیات، تجلیل اور لطف و انتقاد کم ہی ملے گا کہ ان کا بیچا زیادہ بھرپور، زیادہ انسانی نوع اور ہر گز ہو گیا ہے۔ جس میں عالی ظرف دل کی حدود کی فہم و تفہیم اور زبان و رنگین مثال ہے۔

(س 13 سے اختتام)

کتاب میں ہسپانوی افسانے کے ابتدائی خالقوں کارلوس ماللا، لوک جیسا، رامون دلہی والے، الکلان اور میگیل دے سروانتیس کے افسانوں پر ترتیب 'گھر کی عزت'، 'بھری بھون' اور 'طوفان کی کشش' کے علاوہ بین خائن سویڈ کا سو، امریکا دے میلاد، رکارڈو گیرالڈس، اٹلیا پارو، دیا جان، جی بارونا، پیڈرو انخو، دے لارکون، آرتور روڈا کا بار، دے دو مولو گائے گوس اور رکارڈو پالما کے افسانے شامل ہیں۔

ترجمہ شدہ افسانوں سے دو ایک نمونے ملاحظہ ہوں:

1۔ "اس نے سر کو باز والے ہنگے کی پٹری سے اٹھایا اٹھایا اور ہاتھوں کو فیدہ کر کے ابڑی پر ہیں رکھا کہ مغربی ٹوٹ بن جائے اور پھر کمرے کے اندر جھانکنے لگا۔ آدمی نیم اٹھا تھا اور بیٹلی سے زیادہ عمواس سے کام لے کر چلے کی آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا، جن کی لو کے آگے سے ہم سامنے بار بار آتے جاتے تھے۔"

(کارلوس ماللا، لوک جیسا کے افسانے 'گھر کی عزت' س 13 سے اختتام)

2۔ "موسم گرمی کی ایک تھکن رات کا ذکر ہے، ایک صحرانورد ایتھس ہسپانوی اپنی بیوی، چھوٹے لڑکے، سولہ سالہ لڑکی اور خادہ کے ساتھ قندوز میں رہا کی سر سے ٹوٹ رہا تھا۔ رات دو بجیں تھی اور گیارہ کا مکمل تھا۔ سوکھ سٹاپ چلی تھی۔ چونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس آسودگی کو کھاس اٹارنے کی خاطر یہ بار کر دلائیں جو انھیں قندوز کے درہم حضری کے مرکزوں میں آرام کرتے وقت نصیب ہوئی تھی۔"

(سروانتیس کے افسانے 'فون کی کشش' س 17 سے اختتام)

اب جدید ہسپانوی افسانے سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

"اگرچہ کچھ بار لکھیں رہا کہ وہ کلن سالانہ قلم کار تھا وہ 1916ء کے اگست کا ہی کوئی دن، وہ فرانکو کے کپتان جنرل کے دواغے پر ہوا یا بی ستر سالہ لکھی آیا۔ اس کا بیٹا بھیل میوٹا تھا۔ پہلے ہانے کیڑے پہنے ہوئے کالے سر پہ گوسے

پہ سدا تھا، جس کا سنا لے دے کر ایک ہی تھی۔ جہاں کی گولن میں پڑی ہوئی تھی۔ گھسے سے اترتے ہی کہنے لگا: مجھے پکشان جرنیل سے ملنا ہے۔

(پندرہ سالہ دس سالوں کے انسانے "جلی مٹی" میں 149 سے اکتیس)

3- بین خاتون سویر کاٹھو کے انسانے کی ابتداء ملاحظہ ہو:

"پکشان جہاز کے دیدیاں سے اچھڑا رہا تھا کہ چلا اٹھا۔ یہ کس تم بھتہ کے غم سے راستے کا ٹھٹھ اور ٹھٹھ رہا ہے؟ جہاز کی دستاویزات کے اظہار ہم کیسے سطر پر جاسکتے ہیں؟ کچھ میں ایک فحشوت، ایک حکم تھا۔ مگر افسر اڈل کے حین اور سمر چارے پر نظر پڑتے ہی سب کچھ مانت پڑ گیا۔

افسر بولا: "پکشان صاحب! دیکھا سے دن بھر کا کام تو لیا جا چکا ہے۔ ساری سہ پہر بھی مصروفیت ہی میں کی ہے۔ اب اگر کام کر کے اگلے یہ لوگ جہاز کے طائر نہیں ہیں تو سات تیس کے بعد آپ انہیں مزید طیر نہیں سکتے۔

دیکھ کے اوب کے بھنے کا عظیم جلم طوفاک نظر آتا تھا۔ اس لئے اس کے سرے پر کی تیز روشنی کے اہالے میں راستے کا ٹھٹھ جہاز اور بندرگاہ کے درمیان لگا ہوا ہے جو فخر ناک مسلم ہوتا تھا۔

"ہم رسید کر انہیں حضرت جہاز سربایہ دھول کی سیاحت کا کوئی سہنے پیش نہیں ہے۔" پکشان نے لال چلا ہو کر لب کائناتے ہوئے کہا: "اگر یہ لوگ اسلے ہی ناکارہ ہیں کہ ادا دہل لکاتے پر نہیں لگا سکتے تو انہیں ماطر کر میرے دہر میں۔ مجھے بھی تو کچھ مسلم ہو۔"

افسر اڈل ساریں میں قایم ہو گیا اور ساری گولی پر خاموشی بھاگی۔ مکمل آلودہ جہاز پر حور دھول کی ہائے ہو حکم تھی۔ اس کی غیر حکم جھل میں دھن، آبی جانی بچانی نیز تھی کہ اور دھیان نہیں جاتا تھا۔ وہ دیکھ کے راستے کے تلخ کو اپنی جگہ پر دیکھتے ہوئے جہاز اور بندرگاہ کو ٹھٹھ کر دیا تو اس کی زوردار تھن کرچ اور پکشان کی کرشت آواز سے بھانے ہوئے سکت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔"

(الہ: "کری ٹھٹھ" سے اکتیس)

58- پراسرار انجلی

ترجمہ: گوپال چل

لاہور: نیشنل اکاڈمی، 1940ء

انسانے: (۱۴:۷۰)

59- پراسرار انسانے

ترجمہ: سردار حسین

لکھنؤ: کتاب گھر، دین دپال روڈ، طبع اول: 1978ء

میں: 136

نوافسانوں کا مجموعہ۔ اس میں رابرٹ آئیک مین، وکی کانس، ولیم ہائی مین، ایم۔ آر جیس، موباساں، کارلو اسکس، رچرڈ

کالی، ڈیسی کرے، لٹا ڈاڑھ جس کے پر اسرار انسانے شامل ہیں۔

60۔ پی، ایچ گرائین: سانس کی پھانسی

ترجمہ: ابن اکتام

لاہور: فیشل گل کتاب گریڈ اشراک موسسہ فرنٹلین

(عالم: 2، 10، 11، 17)

انسانے: انگریزی سے ترجمہ

61۔ پی، ایچ گرائین: وہ بیضوی تصویر

ترجمہ: ابن اکتام

لاہور: فیشل گل کتاب گریڈ اشراک موسسہ فرنٹلین

(عالم: 2، 10، 11، 17)

انسانے: ترجمہ دوسری بار نکاسیک دی مال لا اور لے شائع کیا۔

62۔ پی، ایچ گرائین: حطر فروش دو شیرہ کے قتل کا معر

ترجمہ: ابن اکتام

لاہور: فیشل گل کتاب گریڈ اشراک موسسہ فرنٹلین

(عالم: 2، 10، 11، 17)

انسانے:

63۔ پی، ایچ گرائین: چہ دلا دراست دروے

ترجمہ: ابن اکتام

لاہور: فیشل گل کتاب گریڈ اشراک موسسہ فرنٹلین

(عالم: 1، 10، 11، 17)

انسانے:

64۔ پی، ایچ گرائین: دیگر: پر اسرار وادی

ترجمہ: میرزا ادیب

لاہور: تخلیق مرکز 33 شاہ عالم مارکیٹ، سی۔ این

انسانے: پی، ایچ گرائین، ہارک فوج، دانشمندی اردن، ولیم جھو، جرجن میلول اور باقادران جیسے اہم ناموں کے 14 منتخب

(عالم: 2، 10، 11)

انسانوں کا انتخاب۔

65۔ پی، ایچ گرائین: اندھا کتوں بلور دیکھ کہانیاں

ترجمہ: ابن اکتام

لاہور: فیشل گل کتاب گریڈ

انسانے: یہ ترجمہ دوسری بار موسسہ فرنٹلین کے خدایہ کے ساتھ لارک پبلشرز کراچی نے شائع کیا۔

(عالم: 2، 10، 11، 13، 18)

وہ 'پیشوی تصویر' اور 'اندر حاکمواں' (ترجمہ: ابن افشا) پر اظہار خیال کرتے ہوئے جیلانی کا مرقع لکھتے ہیں:

"ایک گرائین پر کی کہانیاں جس لہذا، نفسیاتی تجربے اور طرزِ تحریر کی فراہمی کرتی ہیں، انہیں دنیا کے ادبی سرمائے میں رومانی تحریک سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ کہانیاں ایک ایسے غریب اور طلسمی حکایت نامے سے پیدا ہوتی ہیں، جنہیں انسانہ نگار کا ذہن اپنے داخلی تجربے کی روشنی میں دیکھتا اور صوبی کرتا ہے۔ انگریزی زبان میں ان کہانیوں کی تاریخچہ ادوار کا اثر رکھتی ہے۔

جہاں تک ابن افشا کے تجربے کا تعلق ہے، ابن افشا کی طرزِ تحریر صرف چند ایک واقعات کی طرزِ تحریر ہے، اور شاید اسی لئے بعض مقامات پر اس طرزِ تحریر سے ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ بعض اوقات تو ترجمہ اردو کے بھانے انگریزی کی دکھائی دیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ ترجمہ کو انگریزی زبان پر کوئی خاص عبور حاصل نہیں ہے۔

زیرِ نظر تراجم کی بارچہ سے کے باوجود وہ طلسم قائم نہیں ہوتا جو انگریزی میں لکھی ہوئی ان گرائین پر کی کہانیوں سے مخصوص ہے۔ لیکن یہ ہے تاثر صرف اس لئے پیدا ہوا ہو کہ بعض لوگ انگریزی کی کہانیوں کے مطالعے میں اردو کے تراجم سے ذرا کم متاثر ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تراجم ایک عام اردو ادبی قاری کے لئے بھی کوئی چاڑیٹ نہیں رکھتے، کیونکہ اول تو ان کی زبان ناقابلِ فہم ہے اور دوسرے وہ فضا بھی پوری طرح ترچے میں جذب نہیں ہوتی جس کے لئے ان گرائین پر کا نام انسانے کی دنیا میں مشہور ہے۔ ان دو باتوں کے باعث یہ تراجم قاری کو پوری طرح مطمئن کرنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں۔"

(”میں نے لاہور اپریل 1963ء سے اقتباس۔ ص 85-86)

اب انسانہ نگارہ پیشوی تصویر (مثنوی: ”وہ پیشوی تصویر“ ص: 137) سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

افسانے کا ابتدا یہی ہے:

میرے ادلی نے مجھے شدید ذہنی حالت میں رات بھر باہر کھلے میں چھوڑا ہند نہ کیا اور دیرپا ایک حویلی میں جا گھسا۔ یہ حویلیاں جن میں دھندلے اور جیت کی کیفیتیں ملی جلی ہوتی ہیں، اپنی ناعوں کے لواحات میں پرانے دھوس سے گزری ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس حویلی کو لوگ ابھی حال میں چھوڑ کے گئے ہیں اور عارضی طور پر ہم نے ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈیرہ بنالیا، جس میں فرنیچر کی قسم کی چیزیں بہت کم تھیں۔ یہ کمرہ عمارت کے ایک دور افتادہ برج میں واقع تھا۔ اس کے اندر جو آرائشی نقوش تھے وہ بہت سبک اور عجیب تھے۔ لیکن بہت پرانے زمانے کے اور خستہ حالت میں۔ دیواروں پر پورے لک دسے تھے اور جہاں تھاں طرح طرح کے نقاشیاتی نقاشات آج اس تھے۔ اس کے علاوہ بہت عجیب قسم کی حدیدے روشنی تصویریں بہت بڑی تعداد میں طلائی لکھاری کے کام کے فریموں میں جڑی ہوئی تھیں۔

انسانہ نگارہ درگزر (مثنوی: ”وہ پیشوی تصویر“) کے اختتام سے ایک اقتباس بھی دیکھتے چلیے۔

ایسے لحاظ قاری زندگی میں آتے ہیں جب محسوس و ہوش کی نگاہ سے ہی نہ آلام دنیا و دوزخ کا موند نظر آتی ہے لیکن انسان کا عقل کوئی کراہیں نہیں ہے کہ اس لئے ہر جگہ میں انسان کو جگہ لگانے کے لئے بے خوف اتر جائے۔ قبر کے

خوف کے بھڑوں کو اٹھل دیا ہے کی بے لوث قربانیوں کا ہاں سنا۔ لیکن ان عورتوں کی طرح جن کی مراہی میں افراسیاب نے لوٹ کا پڑا شوبہ سرے کیا تھا۔ ان کا سر سے رہتا بھی اچھا ہے۔ ورنہ یہ ہمیں چار ڈالیں گے۔ چالیس گے۔ ان کے چہرے میں مسرت رہنے کی جگہ خیر ہے۔

(س 134 سے اقتباس)

86۔ پہلی کتاب: یورپ میں، خوردے لوٹس

مرتبہ: اجمل کمال

خیرآباد سندھ: 205۔ اسی جلد 3: لطیف آباد، اگست 1981ء

الہانے:

شاعری: خوردے لوٹس یورپ میں کے تراجم شامل کتاب ہیں۔ (مجلد 2)

اس تقریروں کے انتخاب میں خوردے لوٹس یورپ میں کی نظم، مضمون اور الہانے (ترجمہ) شائع کئے گئے ہیں۔

ہم نئی دنیا کا عظیم ادیب، شاعر اور فلاسفر یورپس 24 اگست 1890ء میں یوٹس آئرس، ایرلینڈ میں پیدا ہوا۔ اس نے 1921ء میں اکیٹن کی Ultrasm قریب کو تھارل کر دیا۔ اس کی شہرت کا باعث کہانوں کے مجموعے: "A Universal History of Intamy" (1935ء) اور "Floodones" (1937ء) ہیں۔ انگریزی زبان میں وہ اول اول 1930ء میں ترجمہ ہوا اور عالمگیر شہرت حاصل کر گیا۔ دنیا کی دلو دلو لاکھ ہو جانے کے سبب یوٹس آئرس (آہائی وطن) میں مقیم ہوا اور کھینے کا مکمل چارہ رہا۔ اس کی تقریروں میں افسانے آدمی کی نفسیات اور جذبات نگاری خصوصاً قہر کی حامل ہیں۔

اس انتخاب مجموعہ میں اس کی نظم Elegy کا نثری ترجمہ شہر خان نے کیا ہے۔ اس سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

میں جیسے ہی جا رہی تھی جہاز میں کا تھرا بھول چکا ہوں۔ ہر چند کہ میں بھی جہاز کا اور اس الہ خانے میں جا رہی تھی

قہار میں کچھ نہیں کرتا، بس اپنی موت کی مار میں اظہار کرتا ہوں، اس خانے کا جو انہوں نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے۔ میں نے اپنے وقت میں جہاز کی لائے کھر سے قربان کے جانے والوں کے چیلے چاک کئے ہیں، مگر اب کسی انہوں کے بغیر میں خود کو خاک سے اٹھا بھی نہیں سکتا۔

(موت خدا کی گرز، ص 188 سے اقتباس)

کرشمہ چلی (الہانے) گول ٹھنڈ (الہانے)، "ہال کی لاری" (الہانے) اور پتھر پائل کی لائبریری (الہانے) کے تراجم اجمل کمال نے کئے ہیں۔

مکالمات کے تراجم میں "انٹرو-1-32" (ترجمہ صلاح الدین محمود)، یورپس اور میں (ترجمہ: اجمل کمال) اور سب کچھ اور کچھ نہیں (ترجمہ: اجمل کمال) شامل کتاب ہیں۔ یورپس کے کئے مضمون کا کافہ اور اس کے چوترا کا ترجمہ اجمل کمال نے کیا ہے۔

اجمل کمال کے کئے ترجمہ سے وہ اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"یہ دوسرا جو یورپس کہلاتا ہے وہ ہے جسے کے ساتھ واقعات پیش آتے ہیں۔ میں یوٹس آئرس کی نگین سے گزرتے

ہوئے کسی ہل کے دوڑنے کی غراب اور چھاگ کی چالیوں پر ایک لاکھ کرنے کی غرض سے، اب شاید یہاں تک طور پر، ایک لمحے کے لئے رک جاتا ہوں۔ میں، جو مجھ کو اس کی اراک سے جانتا ہوں اور اس کا نام پر دو فیروں کی گرسٹ یا کسی سوانی لخت میں دیکھتا ہوں۔ مجھے ریخت گمراہاں، نشتے، افلا دیں صدی کے چھاپے کے حرف، کافی کا لاکھ اور سٹیوٹن کی ستر پند ہے۔“

(جوڑیں اور میں اس 2003 سے انہیں)

”ابتدا میں اس کے خواب مختصر تھے، بلکہ عرصے بعد اس کی نوعیت منتقل ہو گئی۔ انہیں نے خواب دیکھا کہ وہ ایک گول ٹاٹا گاہ کے درمیان میں ہے جو کسی نہ کسی طرح جا ہوا مسود ہے۔ نشوون کی تھاریں خاموشی حاطبوں کے بادلوں سے پڑ ہیں۔ آخر میں بیٹے ہوؤں کے چہرے صدیوں دور ایک کائناتی بلندی پر آج اس مسلم ہوتے تھے، لیکن بالکل واضح اور مکمل تھے۔ آدھی انہیں علم الاہان، ترکیب کا نکات اور طمس کا سق وے رہا تھا۔ وہ چہرے اسے احتیاط سے سنے اور گھنے کی کوشش کرتے تھے، جیسے وہ اس امتحان کی اکیبت سے باخبر ہوں جو ان میں سے کسی ایک کو اس سے حقیقت وجود کی حالت سے نکال کر اسے حقیقت کی دنیا میں داخل کر دے گا۔ آدھی نے خواب میں، اور خواب سے جاگ کر، اپنے خیالی ٹیکروں کے جواہرات پر غور کیا۔ وہ عیاروں کے قریب کا شمار نہیں ہوا، اس نے بعض چیزیں کیوں میں ایک جڑتی ہوئی زبان کو محسوس کیا۔ وہ ایک ایسی روح کی حوال میں تھا جو کائنات میں حرکت کی منتقلی ہو۔

لوہاں راتوں کے بعد وہ کچھ گئی سے اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ ان طالب علموں سے کوئی توقع نہیں کر سکتا جو اس کے نظریات کو قبول انداز میں تو لے، لیکن اسے ان سے کچھ امید ہو سکتی ہے جو کبھی کبھار کسی حصول اختلاف کا آغاز کرتے ہیں۔ اہل الذکر ظاہر اگرچہ محبت اور شفقت کے منتقل ہیں لیکن افراد کے رہنے پر نہیں منتقلی سکتے۔ آٹھ لاکھ ظاہر پہلے ہی سے ان سے کچھ زیادہ دور رکھتے تھے۔ ایک سر پیر (اب اس کی سر پیریں بھی نیک کی غار ہوتی تھیں، اب وہ صرف صبح کے وقت چند گھنٹوں کے لئے جاگتا تھا) اس نے اس خیالی دن گاہ کو پیش کیلئے نامور کر دیا اور صرف ایک طالب علم کو باقی رکھا۔ وہ ایک خاموش لڑکا تھا، ذہن درگت دیا، کچھ کچھ صبری، اس کے جیسے خوش طرب دیکھنے والے کے خوشی کو دور ہراتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے یکا یک مصدم ہو جانے سے بہت دیر تک پریشان نہیں رہا۔ چند خصوصیات اسباق کے بعد اس کی قوتی نے اس کے استاد کو حیر کر دیا۔ اس کے باوجود مصیبت حاقب میں رہی۔“

(گول ٹکڑا اور میں سے انہیں)

67۔ ڈالٹائی، کاؤنٹ لیو: ڈالٹائی کے افسانے

ترجمہ: اکرام قر

لاہور: لاجت رائے 1940ء

ڈالٹائی:

(7:2:7)

68۔ ڈالٹائی، کاؤنٹ لیو: گناہ و غربت

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: نرائن دت سنگھ، 1941ء

(صفحہ 7)

افسانے:

69۔ نائٹنگل، کاؤنٹ لیو: مورکھ راج

ترجمہ: ان۔بی

لاہور: کتابستان اردو، س۔بی

(صفحہ 3)

افسانے: روی انسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ

70۔ نائٹنگل، واکم۔ لیول وغیرہ: نقوشِ ادب

ترجمہ: اکرام قرہ، ہر میدی

لاہور: فیروز سنٹرلسٹ پاکستان، 1954ء

افسانے: نائٹنگل کا الیاس (ترجمہ: اکرام قرہ) ایم۔ لیول کا 'بیکاری' (ترجمہ: ہر میدی) ایک نامعلوم

مصنف کا افسانہ 'ایک پاؤں کا نوٹ' (ترجمہ: ہر میدی) شامل کتاب ہیں۔ (صفحہ 10، 11، 10، 2)

71۔ نیگور، رابندر ناتھ: ڈاؤنٹ مضطرب

ترجمہ: صادق علی خاں، مولانا

لاہور: مرکز کلاسیک پریس، جیمز لینن روڈ، س۔بی

(صفحہ 17، 2)

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

72۔ نیگور، اردو نگل، بیتا جھڑی وغیرہ: افسانہاے عشق

ترجمہ: صادق علی خاں، مولانا

لاہور: مرکز کلاسیک پریس، جیمز لینن روڈ، س۔بی

(صفحہ 17، 2)

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

کتاب میں کل سات افسانے شامل ہیں۔ ویاچہ حضور احمد نے لکھا ہے۔ "شاعری، فلسفہ، مہمت، ماضی اور 'ہجرت' رابندر ناتھ نیگور کے نچن افسانے ہیں جبکہ 'مہم نصیب'، 'بیتا جھڑی' اور 'کا کام' بیتا جھڑی کے دو افسانوں کے ساتھ 'نوربان' اردو نگل کے افسانے 'نخل نیپ' کا تعارف کے ساتھ ترجمہ ہے۔ 'پلاک آرڈر' کے مصنف کا نام نہیں دیا گیا۔

رابندر ناتھ نیگور، 'بیتا جھڑی' اور 'بیتا جھڑی' (پنگالی اخبار نویس) اور 'ماہر جھڑی کی ریشیاں' کے پنگالی افسانے، انگریزی کی معرفت ترجمہ کے مجھے نیگور کے افسانے 'ہجرت' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"اب میں اس کے کمانے کی چڑی چار کرتی تھی تو میرے ہاتھوں کی انگلیاں بھی گویا لڑا مسرت سے گانے گاتی تھیں۔"

کتاب میں شامل ساتوں افسانے محبت کی ناکامی کے موضوع پر نظم و درمیں کی تصویریں ہیں۔

- 73- ٹیگور، رابندر ناتھ، خاموش صحن
ترجمہ: ان۔ن
افسانے: بنگلہ افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ 1938ء سے قبل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)
- 74- ٹیگور، رابندر ناتھ: اتیاچار
ترجمہ: ان۔ن
روایتیں: کشمی راج ناگی، 1943ء
افسانے: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 7)
- 75- ٹیگور، رابندر ناتھ: خاموش صحن
ترجمہ: ان۔ن
لاہور: نیشنل لٹریچر کمیٹی، 1943ء
افسانے: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 7)
- 76- ٹیگور، رابندر ناتھ: پیو
ترجمہ: ان۔ن
لاہور: فرنگی بک ایچ، 1943ء
افسانے: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 7)
- 77- ٹیگور، رابندر ناتھ: پردیسی
ترجمہ: ان۔ن
لاہور: رام داس، 1944ء
افسانے: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 7)
- 78- ٹیگور، رابندر ناتھ: ہنگی پوجا
ترجمہ: ان۔ن
لاہور: نیشنل پریس، 1944ء
افسانے: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 7)
- 79- ٹیگور، رابندر ناتھ: ٹائور
ترجمہ: ان۔ن

لاہور: محبوب المصالح، س۔ ن

(حوالہ 7)

انسانے: بنگلہ دہان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

ٹیکور، رائدر ناتھ: ٹیکور کے انسانے

-80

ترجمہ: ن۔ ن

لاہور: آزاد پب ڈپ، س۔ ن

(حوالہ 2-10-11)

انسانے: بنگلہ انسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ

جاسوسی قصے

-81

ترجمہ: ن۔ ن

پانی پتہ: عام مطبعہ اتحاد، مطبعہ اولیٰ، 1902ء

(حوالہ 2)

جاسوسی انسانے: انگریزی اور فرانسیسی سے ترجمہ

جلا وطن

-82

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: جرنل بک ڈپ، س۔ ن

(حوالہ 7)

انسانے:

جنت و جہنم

-83

ترجمہ: سید امجد علی چڑکی

لاہور: نیشنل دسٹ سٹورج، 1943ء

(حوالہ 7)

انسانے:

چار سوئس عورتیں

-84

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: دائرہ ادبیہ، س۔ ن

(حوالہ 7)

انسانے:

چٹوٹ، تور مکینف و غیرہ: آسیہ اور دوسری کہانیاں

-85

ترجمہ: منظور حسین۔ غویہ

لاہور: دین گارڈ، دی مال، 1984ء

انسانے: سر مونٹگ، ترکینف، چٹوٹ، مولوب، کچا ریف اور احوالوف کے روسی انسانوں کے تراجم انگریزی کی

- 86۔ چینی جاپانی افسانے
ترجمہ: عبدالقادر سرحدی
افسانے چینی اور جاپانی زبان سے افسانوں کا انتخاب، انگریزی کی معرفت ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (صفحہ 4)
- 87۔ حامد ظلیل، پروفیسر: ایک ترک کا روزنامہ
ترجمہ: انوار اللہ
روزنامہ "ترک پروفیسر جو" "ایک دکن پارٹی" کا ممبر کی قیادت کے انگریزی روزنامے کا ترجمہ مع اس کے ضمیمہ جانات کی تردید کے۔ یہ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ "ایک دکن" وہی تحریک ہے، جس کے بارے میں قرۃ العین حیدر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ سہارنپور یلدرم کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ جب کہ اس میں حقیقت کچھ نہیں۔ (صفحہ 4)
- 88۔ خواب پریشاں
ترجمہ: حمایت اللہ دہلوی
دہلی: شاہ جہان پبلیکیشنز، س۔ ن۔
افسانے: (صفحہ 7)
- 89۔ خودکشی کی اٹمن
ترجمہ: سائلک، عبدالحمید
لاہور: دارالاشاعت پنجاب، 1938ء
افسانے: (صفحہ 7)
- 90۔ داستان
ترجمہ: عابد علی عابد، سندھ
لاہور: ہاشمی پبلیکیشنز، س۔ ن۔
افسانے: (صفحہ 7)
- 91۔ دنیا کی رنگین حراج عورتیں
ترجمہ: مہدی علی خان، دہلی
لاہور: نوائے دست سہگل، س۔ ن۔
افسانے: (صفحہ 7)

92۔ دنیا کے بہترین افسانے

انتخاب و ترجمہ: منصور احمد

لاہور: نام طبعی نمبر 1925ء

افسانے: انگریزی سے ترجمہ۔ بہت اچھے اور اصلاحیت موزم تھے جہاں میں مر گئے۔ (حوالہ: 5-2)

93۔ دنیا کے بہترین افسانے

ترجمہ: ہائیکشن سوج

لاہور: راجپال ایڈ سنٹر، 1943ء

افسانے: مختلف مغربی افسانہ نگاروں کے افسانوں کا انتخاب انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 7)

94۔ دنیا کے شاہکار افسانے (تین جلدیں)

انتخاب و ترجمہ: عبدالقادر سروری، پروفیسر

حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیم، 1927ء

افسانے: جلد اول (قدیم افسانے) جلد دوم (انگریزی افسانے) جلد سوم (چینی اور جاپانی افسانے) تیسری جلد میں

سروری کے ساتھ عدم مئی الدین اور دوسری جلد میں افتخار الدین، یحییٰ الدین اور خواجہ میر بھی شریک کار رہے۔ تیسری

جلد 1930ء اور دوسری 1931ء میں طبع ہوئی۔ (حوالہ: 8-2)

95۔ دنیا کے عظیم ترین نئے افسانے

ترجمہ: کوپال محل

لاہور: پنجاب لٹریچر کونسل، سن۔

افسانے: (حوالہ: 7)

96۔ دنیا کے قدیم افسانے

انتخاب و ترجمہ: عبدالقادر سروری

حیدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیم پبلش، 1927ء

افسانے: مصر، یونان، روم، ایران، عرب اور ہندوستان کے قدیم منتخب افسانے۔ 25 افسانوں میں سے بیشتر انگریزی

کی معرفت ترجمہ ہوئے۔ (حوالہ: 8-4، 2)

97۔ افسانے، افسانے، افسانے: بدلا ہوا زمانہ و دیگر افسانے

ترجمہ: صلاح الدین احمد، مولانا

لاہور: پبلشرز پبلیڈ لٹریچر انڈیا، 1950ء

اس مجموعے میں نووی بنامراد، بچاوا، شب گزرت، مسافر، ہڈا ہوا زمانہ، دوسرے دنوں اور رنگ و غیرہ کل سات افسانے شامل ہیں۔

آفراتہ کر افسانے کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

اس خاموشی میں دروازے پر کسی نے دنگ دی اور گلی نے اپنا سر اندر داخل کرتے ہوئے کہا: "میں صرف یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ کج بھار پر کتنے حد درجے ہانگی گے؟"
ابن اٹھا تو کسی کر اسے احساس ہوا جیسے اس پر ایک پردے کے پر لٹے لڑکے ہیں اور وہ ایک وفد پر حقیقی ماحول میں حرکت کر رہی ہے۔

"ملاوا، مجھے کبھی پادی نہیں رہتا۔ ایک منٹ ٹھہرو، میں اپنی شہر سے پوچھ کر بتاتی ہوں۔"
اس نے خواب گاہ کا دروازہ کھولا اور آواز دی: -- "آہٹ؟"

98- ڈالیز، چارلس: ازغزلان زار

ترجمہ: احمد حسین خاں، شاہ

لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)

(حوالہ: 13، 14)

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

99- ڈیٹرٹن، وولف (مترجم): پھوٹ

ترجمہ: ممتاز شیریں

لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)، اس۔ بی

افسانے: جرمن افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ مختلف افسانہ نگاروں سے متعلق انتخابی۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

100- رابنسن، فرینک و دیگر: خلا نو روں کے افسانے

ترجمہ: محمد سلیم الرحمن

لاہور: نیا بازار سرنگر روڈ

افسانے: فرینک رابنسن، والٹ شیلٹن، آر تھرو، سی کلا راک، ایل براؤن، رے بریڈ بری، آئزک ایزاکوف اور دیگر

(حوالہ: 2، 10، 12)

مورڈیجز و غیرہ کی ساتس کشن سے انتخاب و ترجمہ

101- روکی افسانے

ترجمہ: منگو، سعادت حسن

لاہور: دارالادب پنجاب، 1934ء

افسانے: روی افسانوی کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ منظر نے اس سلسلے کا پیشتر کام رسالہ ”کھانچاں“ لاہور کے روی ادب نمبر کے لئے کیا تھا۔
(صفحہ 7)

- 102- روی افسانے (دو جلدیں)
انتخاب و ترجمہ: محمد حبیب، پروفیسر
دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1940ء
افسانے: روی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
(صفحہ 8)

- 103- روی افسانے
ترجمہ: راحت
لاہور: کتابستان اردو، 1943ء
افسانے: دس کے نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا انتخاب۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ
(صفحہ 7)

- 104- سہیل جان
ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری
لاہور: گیلانی ایڈیٹرک پریس، 1928ء
افسانے: انگریزی سے ترجمہ اصل افسانے بلکہ زبان میں ہیں۔
(صفحہ 2، 7، 11)

- 105- سیر گل
ترجمہ: مجلی احمد قدوائی
کراچہ: زمان پبلیکیشنز، 1938ء
افسانے: روی افسانوں کا انتخاب و ترجمہ
(صفحہ 7، 10، 11)

- 106- عشق اور موت
ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری
راولپنڈی: کشی دج ناگ، 1943ء
افسانے:
(صفحہ 7)

- 107- فرانسیسی افسانے
مترجمہ: عبدالقادر سوری
ترجمہ: عزیز احمد
افسانے: فرانسیسی سے انگریزی کی معرفت انتخاب و ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔
(صفحہ 4)

108۔ قریب نظر

ترجمہ: طاہر جمیل

لاہور: شیخ الاسلام علی ایڈ سنز

افسانے: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 13، 16)

109۔ کاروانِ خیال

ترجمہ و ترتیب: شعیب عصفیہ و تالیف: فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، پاکستان، س۔د۔

ص: 244

(حوالہ: 2، 10، 11)

افسانے: انگریزی، ہنگری، روسی اور فرانسیسی افسانوں کا انتخاب

110۔ کاروانِ زار

ترجمہ و ترتیب: شعیب عصفیہ و تالیف: فیروز سنز لمیٹڈ

لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)، س۔د۔

ص: 248

(حوالہ: 2، 10، 11)

افسانے: انگریزی، فرانسیسی، ہنگری اور روسی افسانوں کا انتخاب۔

111۔ کافٹر، باری (مغرب): مولیٰ بی

ترجمہ: ممتاز شیریں

لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، پاکستان

افسانے: (انتخابی) جرمن افسانوں کا انتخاب، انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ: 2، 10، 11، 18)

112۔ کاکلا، فراخ: کاکلا کے افسانے

ترجمہ: نیر مسعود

کشمیر: اوربستان، دہلی، دہال روڈ، طبع 1378ھ

ص: 98

افسانے: معروف افسانہ نگار نیر مسعود کی اس ترجمہ کردہ کتاب میں جرمن کہانی کار کی چھوٹی بڑی 30 تحریریں ترجمہ کی گئی ہیں۔ بعد میں پاکستان سے محمد عامر بٹ "کاکلا کہانیاں" کے عنوان سے ضخیم کتاب لائے۔

113۔ کانن ڈائل، سر آرتھر: بحرِ جاسوسی

ترجمہ: نواز علی خان لاہوری

114۔ کرین، اسٹیفن دو دیگر: نانا اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: انتھام حسین

لاہور: آئیڈیو اپ، 1958ء

افسانے: اسٹیفن ڈسٹ جینٹ، اسٹیفن کرین اور ٹروٹن کپوٹ کے چار افسانے شامل کتاب ہیں۔ (صفحہ 2، 10، 18)

انتھام حسین کے ترجمہ کردہ اس مجموعے میں اسٹیفن ڈسٹ جینٹ، اسٹیفن کرین اور ٹروٹن کپوٹ کی چار کہانیاں شامل کی گئی ہیں۔ جینٹ (دلائل: 1943ء) کی دو کہانیاں اس مجموعے کی زینت ہیں۔ (1) شیطان اور (2) دانیال و جسر۔ یہ دونوں کہانیاں امریکہ میں شہرت ملی چکی ہیں اور انٹرنیٹ پر خاص مقبول رہی ہیں۔

اسٹیفن کرین کی کہانی 'نانا' اور ٹروٹن کپوٹ کی کہانی 'سائنگر' اس مجموعے کی دیگر دو کہانیاں ہیں جو بنیادی صداقتوں اور انسانی نفسیات پر گرفت کے باعث دونوں افسانہ نگاروں کو اہمیت دلاتی ہیں۔ انتھام حسین نے اس کتاب میں ترجمے کو تخلیق کا درجہ دلانے کا جتن کیا ہے۔

115۔ کرین، اسٹیفن: دلہن

ترجمہ: جاوید صدیقی

لاہور: پبلیکس بک ڈپو، 1960ء

(صفحہ 2، 10، 11)

افسانے و کہانیاں: انگریزی سے ترجمہ

اسٹیفن کرین نے امریکی خانہ جنگی کی داستان ایک نئی شاہ کی طرح لکھی ہے۔ اس موضوع سے متعلق اس کے دو افسانے The Open Boat اور Bride Comes To Yellow Sky خاصے مقبول ہوئے۔ یہ دونوں افسانے اس کتاب میں 'بکشی' اور 'دلہن' کے ناموں سے شامل ہیں۔ ان دو افسانوں کے علاوہ سات دیگر افسانے اور کہانیاں انسان کی پھولی موٹی کڑوروں اور فطری ایک دلی وسادگی جیسے عام موضوعات سے متعلق ہیں۔ لیکن کرین نے ان کہانوں کو لکھتے وقت اپنے اخبار نویس کے تجربے کو یکسر اس طرح شامل کیا ہے کہ وہ شہکار بن گئی ہیں۔

ان شہکار کہانوں کے ترجمہ کو گاما کہا جاسکتا ہے۔ فخرتانی سے ترجمے کی پھولی موٹی کتابیں دور کی جاسکتی ہیں۔ ترجمہ کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

سیاہ چہرے والے کھانٹے اینچ کے سین سامنے وہ ایک مریض کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ ایک زخمی آدمی ہلکتے جسم کو اٹھاتے ہوئے فخر آ رہا تھا۔ اس کو لول کو اپنی طرف بڑھتے دیکھنے لگا۔ اسے یہ محسوس ہوا کہ اس کا دندا چاٹا جیتی ہے۔ اس نے پہچنے کی ایک باج سنا اور ترکش آدمی کو پیش کی

116۔ کوٹلے، بیکرڈ (ترتیب و انتخاب): مجموعہ جرمن افسانے

ترجمہ: ممتاز شیریں، ابو سلیم الدین

لاہور: فیروز سنو لیٹرل (پاکستان)، س۔ن

افسانے: جرمن زبان سے انگریزی کی صرف ترجمہ (11، 2)

117۔ کیرو: حکم اور سامنے

ترجمہ: عبدالقدیر رفیق

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

افسانے: انگریزی سے ترجمہ (عمر 1613)

118۔ کاش، حمید لیل وغیرہ: دنیا کے شاہکار افسانے (تین جلدیں)

مترجمہ: عبدالقادر سوری

میدر آباد کی: مکتبہ ابراہیم، طبع 1341ھ مطابق 23-1922ء

افسانے: اختتامی 3 جلدوں پر مشتمل تھی۔ جرمن افسانے۔ فرانسیسی افسانے۔ انگریزی افسانے۔ نیر جیلی، جاپانی، روسی

اور دھندری افسانے نامی جلدوں میں نظام عباس، عزیز احمد، ڈاکٹر تاثیر، محمود علی الدین، خواجہ میر، صوفی قاسم، سمر اج

الدین شامی، افتخار الدین، یحییٰ الدین اور بدیع الدین ہند کے تراجم شامل تھے۔ تیسری جلد 1930ء اور دوسری جلد 1931ء

میں شائع ہوئی۔ (صفحہ 82)

119۔ گنا و بے لذت

ترجمہ: ترجمہ نام فیروز پوری

لاہور: پبلیشنگ لٹریچر کتب، 1943ء

افسانے: انگریزی سے ترجمہ (عمر 7)

120۔ گورکی، میکسم: گورکی کے افسانے

ترجمہ: سعادت حسن منٹو

لاہور: مکتبہ شعر و ادب کی آباد، طبع دوم: س۔ن

افسانے: منٹو نے دہاپے کے طور پر گورکی کی شخصیت اور فن پر 31 صفحات کا مقالہ رقم کیا ہے۔ کتاب میں، میڈانوں

میں، جھینس حردو اور دوشیرہ، خان اور اس کا بچا، اور نواں کی ایک مات نامی افسانے شامل ہیں۔ (عمر 11، 10، 2)

121۔ گیمبر، گرڈ (مغرب): سبز چٹکت

ترجمہ: ممتاز شیریں

لاہور: فیروز سنٹرل پبلیشرز (پاکستان)

افسانے: برسن افسانوں کی انتخابی کا ترجمہ (جولائی 2، 11، 18)

122۔ لفظن، چٹیک، برف، آگ اور انسان

ترجمہ: انور عطا اللہ

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ

ص: 202

افسانے: 18 افسانوں کا انگریزی سے ترجمہ (جولائی 2، 10، 11)

123۔ لیبل، مورس، بیت ناک افسانے

ترجمہ: اعتبار علی خان، سندھ

لاہور: دارالکتابت پنجاب، طبع دوم 1931ء

افسانے: مغربی ادبیات سے انگریزی کی سرفرت ترجمہ، کتاب پہلی بار 1927ء میں شائع ہوئی۔ (جولائی 2، 7)

124۔ بابام، سرسٹ، بارش

ترجمہ: شاہد احمد دہوی

لاہور: شاہکار پریس

طویل مختصر افسانہ۔ انگریزی سے ترجمہ (جولائی 2)

بابام کا پورا نام ولیم سرسٹ بابام ہے اور 1874ء میں کی پیدا ہوئی۔ وہ برطانوی سلطنت خانے میں مشیر قانونی کے عہدے پر فائز رہا۔ اگر بابام کی تحریروں میں غری کی کہانی کو (اس کے معاصر نقادین کی طرح) نہ بھی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کی فنی چابکدستی کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اس کے ہاں موضوعی سطح پر انوکھا بین بھی مخصوصی قیود چاہتا ہے۔ 'بارش' بھی موضوعی سطح پر انوکھے بین کی نمایاں مثال ہے۔ اس پر مستزاد بابام کے اشارے اور کھائے ہیں اور بعض مقامات پر زور کی مداحیت میں عریاں نگاری بھی۔

گو یہ طویل مختصر افسانہ قاری کو حقیقت کا ثابت کے مطالعے کے لئے ایک غیر جانبدار آنکھ مہیا کرتا ہے لیکن یہ اخلاقی شعور میں وسعت کا باعث بھی بنتا ہے۔ اس تحریر کی یہ دو بری اثر پہنچ کر ہی قابل قبول ہے۔

ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

دن سست دکانی سے سے گزرتے رہے۔ سب گھر والے اس چپکے سستے والی بادھنپ، جھانکے لایع صورت کے گھڑارے غیر فطری برائیتوں میں جھکا رہے۔ وہ اس قربانی کی طرح تھی جسے غولن آشام بہت پرستی کی دھنڈاں دھم ادا کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہو۔ خوف نے اسے بے حس و حرکت کر دیا تھا۔ وہ اسے گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایسا اس کی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھ دے جب وہ اس کے ساتھ ہوتے تب ہی اس میں حسرت دانی اور وہ لانا لٹا دیتی سے اس سے بھلی رہتی۔

سرست امام، اپنی تمام فوجیں اور عائلی مقبولیت کے باوجود بیسویں صدی کے عظیم ٹکینے والوں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اسی لئے کہ عہد حاضر میں کی طرف سے انھوں نے افسانے کے میدان میں سرست امام سے زیادہ قد آور افسانہ نگار پیدا کئے ہیں۔ مثلاً خود انگریزی کے افسانہ نگاروں میں جیمز جوائس، ڈی ایچ لارنس، وی ایس ایچ کراہم گرین، بدر جہا زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح لارنس کے افسانہ نگاروں میں آندرے ژید، ڈی پال سادتر اور الیگزینڈر جرجی کے افسانہ نگاروں میں ٹامس ہارن، برکمن ہے۔ آخر کار کے افسانہ نگاروں میں فرانز کاٹکا، امریکہ کے افسانہ نگاروں میں ہنری جیمز، ہمنگوے، ولیم فاکنر، کیٹرون ایچ پورٹ، یوڈرو وٹنی، فرڈیننڈ کپے، سال، ہیل، برنارڈ لاسووا، ایس ڈی سٹیکر، کارمن میک کلرڈ اور لائیو امریکہ کے افسانہ نگاروں میں خود نے کوئی بدھیں جیسے افسانہ نگار سرست امام سے کی گنا زیادہ اہمیت اور عظمت دیتے ہیں۔ امام کے افسانے کا یہ ترجمہ پہلی بار ”نیا دور“ کراچی کے افسانہ نمبر میں شائع ہوا تھا۔

125۔ ماڈرنے ٹھگ: منتخبات

ترجمہ: انیس

لاہور: شیڈل پبلشنگ ہاؤس

حقوق امتثال (پیشتر شامی)

(۱۱-۱۰-۲۰۰۲ء)

126۔ محبت کی سیما کی

ترجمہ: عابد حسین، ڈاکٹر

لاہور: مکتبہ ادب جدید، 1944ء

افسانے، انگریزی سے ترجمہ

(۷-۱۱-۲۰۰۲ء)

127۔ مشرق و مغرب کے افسانے

ترجمہ: عاشق حسین جالوی

لاہور: تاج کتب، 1943ء

افسانے: اختلاوی، انگریزی کی معرفت ترجمہ

(۷-۱۱-۲۰۰۲ء)

128۔ معیاری افسانے

ترجمہ و انتخاب: حفیظ جالندھری، ایڈیٹر

لاہور: مجلس اردو، کتاب حیات حفیظ اردو پبلیکیشنز

افسانے: (اختلاوی)، کتاب پر نظر ثانی ڈاکٹر محمد رفیع تاثیر نے کی تھی۔

(۲-۱۱-۲۰۰۲ء)

اس کتاب پر حفیظ جالندھری کا دیباچہ جنوری 1933ء کا لکھا ہوا ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ کتاب 1933ء میں شائع ہوئی ہو گی۔ خود بقول حفیظ جالندھری اس کتاب میں شامل افسانوں کے تراجم رسالہ ”ہزار داستان“ 1924ء اور ”مختار“ 1927ء تا 1929ء کی

ادارت کے دوران انہیں موصول ہوئے۔ ان تمام پر ڈاکٹر محمد رفیع صاحب نے نظر ثانی کی۔

اگر کتاب میں مزید مضمین کے نام بھی شامل کر دیے جاتے تو اس کتاب کی اہمیت اور بڑھ جاتی۔ اس مجموعے میں داستان چنگیز خان اور اس کے پوتے کی، 'خضر آبادی کا سفر'، 'حجر کا دل'، 'زندگی کا سامنا'، 'ہاں اور دوست'، 'مکتوبہ'، 'شک کی فتح'، 'مغرب' (یہ کہانی بیرون کی ہے) اور 'دل کا دل'، 'لغت جگر'، 'انوکھا انتقام'، 'بریلی مٹی' اور 'سفر کہانی' کے نام سے ترجمہ شدہ افسانے شامل کئے گئے ہیں۔

129۔ مغرب کی حسین اور گنگوکار موریش

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز چوری

راولپنڈی: کلشنی دیو پبلیکیشنز، 1943ء

افسانے:

(صفحہ 7)

130۔ سوپا ساں، گائے ڈی: موپاساں کے افسانے

ترجمہ: نصیر حیدر، سید

لاہور: ہاشمی بک ڈپو، انارکلی، 1940ء

افسانے: فرانسیسی افسانوں کا ترجمہ۔ اس کا ایک ایڈیشن دارالادب پنجاب نے بھی شائع کیا ہے۔ (صفحہ 11-10-7-2)

ہنری رینی اگربت المعروف گائے ڈی سوپا ساں کا اگست کو میریٹھ مل Mermetill - 87ء میں پیدا ہوا۔ بچپن اپنی ریڈارٹ میں گزرا۔ اسے ادبی دنیا سے گستاخاؤں نے متعارف کرایا۔

سوپا ساں 19 ویں صدی عیسوی کا ایک ایسا فرانسیسی ادیب ہے جس کے ناولوں اور افسانوں کی کثرت نے اردو کے افسانوی ادب کو ایک نیا نیا دنیا خصوصاً افسانے میں تو سعادت حسن منٹو، سوپا ساں کی ہی کی مثال قرار دیتا ہے۔

سوپا ساں، فرانس کے فطرت نگار ادیبوں میں ایک ایسا نام ہے جو اپنے کلم کی شکریت کے باعث الگ بچھا جاتا ہے۔ اس کے قریبی معاصرین میں فلاؤٹر کے علاوہ زولا اور ژولین تھے۔ اس کی اولین اہمیت کی حامل کہانی Boule De Suif تھی، جسے 1880ء میں زولا کے قریبی حلقے نے فرانس اور جرمنی کی جنگ کے بارے میں لکھی جانے والی کہانوں کے انتخاب میں شامل کیا۔

فلاؤٹر نے اسے ایسا شاعری کرنے کی تحقیر کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سوپا ساں کی اولین کتاب اس کی شاعری کا مجموعہ تھا جو 1880ء میں شائع ہوا۔ اس کی پہلی کہانی Proust کے قریبی نام سے شائع ہوئی تھی۔ لیکن اس کی کمری حقیقت نگاری نے اسے بہت جلد عالمی سطح پر منوالیا۔ اپنے بارے میں اس نے کہا تھا کہ ادبی دنیا میں اس کی آمد ایک شہابِ ثاقب کی مانند ہے۔ اس کا کہنا صحیح ثابت ہوا۔ وہ 7 جولائی 1883ء کو صرف پچاس برس کی عمر میں شہابِ ثاقب کی طرح جل بجھا۔ وہ بہت عرصہ بیمار تھا انھوں نے دود اور پریسیپن گن دوسریں جلا رہا۔ اس کا صرف ایک سبب تھا کہ وہ ایسا آسپ زدہ شخص کی طرح اپنے کام میں مبتلا رہا۔ ان اطول فرانس نے کہا اس کی ہر کہانی اس قدر عظیم ہوتی ہے، جیسے وہ افسانہ نہیں بلکہ تاریخ کھ رہا ہو۔ ہمارے ہاں منٹو جس نوع کے امتزاجات کا سامنا کرتا رہا تھا، ان کو سمجھنے میں اولیت کا سہرا سوپا ساں کے سر بندھتا ہے۔ سوپا ساں نے خواہ مخواہ نیکو کاروں کو بد معاش بنا کر پیش

نہیں کیا۔ اس نے تو معاشرے کے تاریک پہلوؤں کو ان کی اصل حالت میں پیش کر دیا ہے اور جس۔

نصیر حیدر نے سوپا ساں کے ایسے ہی افسانے منتخب کر کے ترجمہ کر دیئے ہیں۔ ان افسانوں میں سوپا ساں کی فنی زندگی کے الٹا کسانحات اپنی چہرہ دکائی کر دیتے ہیں۔ اس نوع کی الٹا ک کہانوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرانسیسی نقاد طین (Taine) نے اسے قدیم یونانی ڈرامہ نگار سکاکی لس کے مماثل قرار دیا تھا۔

سوپا ساں کے ان افسانوں پر اور اس کے سیکھے ہوئے کرداروں کی زندگی پر تقدیر کا الٹا ک سایہ بہت گہرا ہے۔

131۔ سوپا ساں، لگائے ڈی: سحر فرانس

ترجمہ: طاہر قریشی

لاہور: کتب خانہ ادبی دنیا، 1940ء

افسانے: فرانسیسی افسانوں کے مجموعے کا ترجمہ۔ دیباچہ شاہد احمد دہلوی اور تھارنیہ ہاشمی حسین ظالوی نے لکھا ہے۔

(عوا: 11، 10، 2)

132۔ سوپا ساں، لگائے ڈی: سوپا ساں کے افسانے

ترجمہ: نصیر حیدر، سندھ

لاہور: دارالادب، پنجاب، س۔ا۔ا

افسانے: فرانسیسی افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ حال ہی میں سوپا ساں کے افسانوں کا ایک مجموعہ ”ٹیکسٹس“ کے عنوان سے دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

(عوا: 11، 10، 7، 2)

133۔ نظارۃ لندن

ترجمہ: حیرت رام فیروز چمڑی

لاہور: کتب خانہ اردو، 1943ء

افسانے: انگریزی سے ترجمہ۔ حیرت رام نے ”نظارۃ بنگال“ کے عنوان سے بھی افسانوں کی ایک انتھالوجی مرتب کی تھی، جو کیمیا کی ایجنٹرک پریس بک ڈپ، ہسپتال روڈ، لاہور سے شائع ہوئی تھی۔

(عوا: 7)

134۔ نئے بنگالی افسانے

انتخاب و ترجمہ: الطاف گوہر

کراچی: علیہ مات پاکستان، 1955ء

افسانے: (انتھالوجی) دیگر افسانے انگریزی کی معرفت ترجمہ ہوئے۔

(عوا: 11، 2)

135۔ ہارڈی، ٹامس ویفری: تپا اور دوسرے افسانے

ترجمہ: بھون گوپکھوری

گورکھچھ: اچان پرلی، س۔س۔

افسانے: ٹاکس ہاروی، ہاتھارن، بالٹائی، سوپاساں اور تجوف کے افسانوں سے ماخوذ و ترجمہ۔ افسانہ، بیچ، ہاروی کے ڈول ٹیسٹ، "صنیں کا اضمہ" ہاتھارن کے ایک افسانے، "مراؤ بالٹائی، "بوجا" و تجوف اور "کلٹوم سوپاساں کے افسانوں سے ماخوذ و ترجمہ ہیں۔ (صفحہ 2-8)

136۔ ہسپانوی افسانے

ترجمہ: رحیم

لاہور: بیچرز پبلشنگ ہاؤس

افسانے: انگریزی کی معروف ہسپانوی افسانوں کا ترجمہ (صفحہ 2-11)

137۔ ہنری، او: لاکھوں کا شہر

ترجمہ: امین انکلاہ

کراچی: لارک پبلشرز

افسانے: "The Four Million" کا ترجمہ (صفحہ 13-16)

138۔ ہیکٹوے، ارنسٹ: ہیکٹوے کے افسانے

ترجمہ: مظہر احمد

لاہور: لاہور پبلشرز پرائیویٹ، 1960ء

افسانے: لوکل ادبی انعام یافتہ مصنف کے افسانوں کا انتخاب و ترجمہ (صفحہ 2-10-11)



تاریخ ادب

139۔ براؤن، ایڈورڈ۔ جی: تاریخ ادبیات ایران

ترجمہ: سجاد حسین، سندھ

اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1932ء

تفصیلی تاریخ ادب۔ انگریزی کی معروف ترجمہ۔ دوسرے حصے کا ترجمہ سید باج الدین نے کیا تھا جسے انجمن نے 1939ء

میں دہلی سے شائع کیا "Literary History of Persia" کا ترجمہ (صفحہ 2-7)

140۔ براؤن، الیڈورڈ۔ جی: تاریخ ادبیات ایران (مجدد جدید)

ترجمہ: سید دہان الدین

دہلی: انجمن ترقی اردو (بند)، 1939ء

تاریخ ادب۔ انگریزی سے ترجمہ پہلے حصے کا ترجمہ ہادوسین نے کیا تھا، جو انجمن نے 1932ء میں اورنگ آباد

دکن سے شائع کیا۔ (صفحہ 7)

141۔ براؤن، الیڈورڈ۔ جی: آثارِ محم

ترجمہ: رشید احمد

دہلی: انجمن ترقی اردو (بند)

تاریخ ادبیات کا خلاصہ۔ ایران کی ادبی تاریخ (صفحہ 14)

142۔ براؤن، الیڈورڈ۔ جی: تاریخ ادبیات ایران بعد مطلوبان

ترجمہ: محمد رفیع دہر

حیدرآباد دکن۔ انجمن ترقی اردو (بند)، 1948ء

ایران کی ادبی تاریخ (صفحہ 7)

143۔ بکلی، مگر اسم: سٹری آف اردو لٹریچر

ترجمہ: حمید ملک

لاہور: علمی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، اردو بکسٹن

تختیاری تاریخ۔ انگریزی سے ترجمہ برائے ایم۔ (اے اردو) (صفحہ 10، 2)

144۔ جے، رچرڈ: امریکی ناول اور اس کی روایت

ترجمہ: ڈاکٹر عظیم، (پروفیسر) سید

لاہور: آئینہ ادب پبلیشرز، فرینکلن، 1981ء

تختیاری تاریخ۔ امریکی ناول کی تاریخ (صفحہ 2، 17)

145۔ داسی، گارساں: ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصنیفات

ترجمہ: ڈاکٹر اظہار الدین، مولوی

طبع اول: 1856ء

محقق و مختصر۔ اصل کتاب فرانس سے 1855ء میں شائع ہوئی۔ داسی کو ہندوستانی کتب سے محقق مواد مولوی کریم الدین

146۔ دہاسی، گارساں: خطبات اشعراء

ترجمہ: فلیمن، ڈاکٹر و مولوی کریم الدین

نام مطبع دست محمد

تختیاری تاریخ 'History of Urdu Literature' کا ترجمہ مع اضافہ جات۔

اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے۔ یہ ترجمہ 1876ء سے نقل شائع ہوا۔ خود دہاسی نے بھی اپنے ایک لہجہ میں بتایا کہ کریم

(عوار: 2-3)

الدین نے اس میں اضافے کیے۔

147۔ دہاسی، گارساں: خطبات گارساں دہاسی

ترجمہ: یوسف حسین خاں، ڈاکٹر اختر حسین داسے چوہدری و عزیز احمد

اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو (پندرہ) جلد اولیٰ طبع اولیٰ: 1935ء، پندرہم طبع اولیٰ: 1943ء

تقدیم: فرانسیسی زبان سے 1871-1877ء 'La Langue Et La Littérature Hindoustanie En' کا ترجمہ۔ نظریاتی: ڈاکٹر

محمد حیدر نے کی۔ پہلی جلد: ہندوستانی زبان پر ہجرت 1850ء تا 1848ء کا ترجمہ۔ یوسف حسین خاں نے کیا جبکہ دوسری جلد:

ہندوستانی زبان پر ہجرت 1874ء تا 1877ء کا ترجمہ اختر حسین داسے چوہدری و عزیز احمد نے کیا۔ بعض مقالات پر مولوی

مہدیان نے بھی نظر ثانی کی۔ یکہ حواشی بھی لکھے۔ یہ کتاب دوسری بار انجمن نے کراچی سے 1977ء میں شائع کی۔ دہاسی

ایک بار بھی ہندوستان نہیں آئے۔ ان کے ہجرت کے لئے یہ مولودنگر احباب کے علاوہ مولوی کریم الدین فراہم کرتے تھے۔

(عوار: 2، 7، 8-14)

148۔ گلکرسٹ، ڈاکٹر جان بارٹوک: اوردین آف ماڈرن ہندوستانی لٹریچر

ترجمہ: محمد شفیق صدیقی

کراچی: نام مطبع عمار

تختیاری تاریخ: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ کتاب بھی محمد شفیق صدیقی نے دریافت کی تھی۔ (عوار: 2)

149۔ ڈیرہ لانگ دوتھ: قدیم بلوچی شاعری

ترجمہ: خدا بخش بھارتی

کوئٹہ: بزم ثقافت، 1963ء

حقیقی و حتمیہ۔ انگریزی سے ترجمہ

(عوار: 2، 10، 11)

150۔ سکین، رام بابو: تاریخ ادب اردو

ترجمہ: مرزا محمد منکری

کھنڈ: ٹارکک انجینی، 1929ء

تعلیمی تاریخ۔ انگریزی سے ترجمہ۔ متحدہ ایٹیشن شائع ہوئے۔ ایک ترجمہ جگہ ہوم، لاہور نے شائع کیا ہے۔ آزادی سے قبل یہ زبان انگریزی کھس جانے والی اردو ادب کی پہلی تاریخ۔ کلیم ادریں احمد کے مطابق: ”یہ ادب نام ہاؤسکینڈ نے اپنی تاریخ میں انگریزی کا ابداع کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی کتاب کی ترتیب میں اسی روش کا خیال رکھا ہے، جو ادب انگریزی کے مشہور مورخین سٹین جری اور گاس وغیرہ نے اپنی تصانیف میں اختیار کیا ہے۔“

(اردو تہذیب پاکہ نظر)

مرقا، بہادر چہرہ، کھنڈ کے ہارے میں لکھے ہیں: ”مصطفیٰ اپنی رائے قائم کرنے میں آزاد اور اپنے اظہار خیال میں بہ پاک ہے۔“

(نور، 4-2، 10)

000

تقدیر

151۔ ارسطو: فن شاعری (بوطیقا)

ترجمہ: عزیز احمد

دہلی: انجمن ترقی اردو (بند)، دہلی، 1977ء

س 128

بوطیقا کا ترجمہ۔ آخر میں بطور حیدر مترجم کی طرف سے اشارات و تنبیہات کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ ایٹیشن نمبر اور تعداد اشاعت درج نہیں۔ اسی کتاب کا ”مشرقات“ کے نام سے طبع المظن لاہوری نے بھی ترجمہ کیا ہے۔ عزیز احمد کا یہ ترجمہ انجمن ترقی اردو (بند) دہلی نے 1981ء میں نکلی بار شائع کیا۔

(نور، 4-2، 14)

بوطیقا: ارسطو کا ایک مختصر رسالہ ہے جس کی آج بھی وہی اہمیت ہے جو تین سو سال قبل سکا میں تھی۔ ارسطو نے اس کتاب میں شاعری کے فن کے اصول مرتب کئے اور فصاحت و بلاغت کی حدود مقرر کیں۔ اس کتاب کا اصل نام Poetics ہے جو عربی میں ”بوطیقا“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ ارسطو اس کتاب کے لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ”تہذیب میں رقم طراز ہے: اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد شاعری اور اس کی مختلف قسموں کے حلقوں پر تحقیق کرنا ہے کہ تمام شاعری کُل کتنے حصوں میں تقسیم ہے اور ہر حصے کا نام حاصل کیا ہے، ہر ایک ہجری نظم کے لئے لطافت و واقعات یا اردو کی ترکیب و ترتیب کس طرح ضروری ہے۔“

یہ واقعہ ہے کہ مغرب کی تنقید یا تو ارسطو سے اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہوئی یا اختلاف میں۔ نقد و نظر خواہ کوئی راست اختیار کر لے، ارسطو کے حلقہ اثر سے باہر نہیں۔

بوطیقا کا کہہ سکتے ہیں کہ حلقہ حلقہ حامل دریافت نہیں ہو سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سرکاری زبان سے عربی میں

تخل کر کے دلت حزمین نے "الب" کو تو خاص اہمیت دی لیکن "کاسیڈی" کو ترجمہ تک نہ کیا۔

بوطینہ میں ارسطو نے شاعری کی تحریف کرتے ہوئے اس کے عناصر ترکیبی پر تبصرہ کیا ہے، جبکہ "الب" کے باب میں طب کی ایک اصطلاح "تختار سس" (جس کے معنی ہیں، صحت، اصطلاح) کو شاعری میں ترکیب بنا دیا۔ تب سے یہ اصطلاح اپنے حقیقی معنوں سے کہیں زیادہ "تختار سس" یعنی ترکیب کے حوالے سے مشہور ہے۔

کتاب میں اپنے عہد کے جن نگاروں پر ارسطو نے گرفت کی ہے انہوں نے ارسطو کو بھی نہیں بچا۔ اس نے "الب" یا "ڈراماٹے" میں واضح الفاظ میں وحدت عمل کا ذکر کیا تھا، معاصر باقرین نے اس کے الفاظ کو نئے معانی پہنا کر وحدت نماں کہا۔ لیکن ارسطو کی "بوطینہ" خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ارسطو نے کہیں ایک جگہ بھی وحدت مکان کا ذکر نہیں کیا۔ یہ نظریہ ارسطو سے چپک کر رہ گیا ہے اور اس کی واحد وجہ قدیم زمان کی معاصرانہ چٹنگ ہے۔

الب کے باب میں ترجمہ سے ایک ٹکڑا خط ہو:

زبان کی خوبی یہ ہے کہ اس میں معانی ہو مگر سوچنا ہی نہ ہو، سب سے زیادہ صاف زبان تو وہ ہو گی جس میں صرف روزمرہ کی بول چال کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ لیکن ایسی زبان میں سوچنا ہی ضرور ہوتا ہے اس کے برعکس شاعری کی زبان فصیح اور اعلیٰ ہوتی ہے اور مایہ ناز اورات سے اجزا کرتی ہے۔

کتاب میں صرف، صرف صلف، رکن، تجنی، اسم، فعل، گردان، فریضہ، پہلی قواعد کا تذکرہ موجود ہے اور تمام شعراء اصطلاحات کی تحریف بھی۔ اب اگر اس کتاب کو مغرب والے شاعری کی بالکل قرار دیتے ہیں تو کچھ قضا نہیں کہتے۔

دانش دے کہ ارسطو (پ 383 ق م) فلاطون کا شاگرد اور سکندر اعظم کا استاد تھا۔ ڈاکٹر محمود الرحمن نے ارسطو کی ایک اور تصنیف "بوطینہ" کی تائید کی ہے۔ جسے دوست علی کیشور، اسلام آباد نے "بوطینہ" کے عنوان سے ایک ضخیم کتاب کی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ ارسطو کے دونوں رسائل "بوطینہ" اور "بوطینہ" سکندر اعظم کے نام مسمون کئے گئے تھے۔ ان رسائل کے عربی تراجم ہشام بن عبدالملک (سال خلافت: 723ء) نے اپنے میر غنی سالم سے کرائے تھے۔

152- ارسطو: شعریات

ترجمہ: عیسیٰ الرحمن فاروقی

نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، 1978ء

صفحہ: 100

ارسطو کی کتاب "بوطینہ" کا ترجمہ فاروقی کے مقدمہ اور ایک مبسوط تعارف کے ساتھ۔ تعداد اشاعت ایک ہزار، طباعت آفست، اس کتاب کا پہلا ترجمہ سراج احمد نے "لمن شاعری یا بوطینہ" کے عنوان سے 1941ء میں کیا تھا۔

(عرف 15-2)

ترجمہ: ہارمنیور ڈار

لاہور: لاہور اکیڈمی

تقدیر: اس کتاب کا پہلا ترجمہ عزیز احمد نے کیا تھا۔ ایک اور ترجمہ ”شعریات“ کے عنوان سے حسن ارسطو قادری نے کیا۔
(عنوان: 11، 10، 2)

154۔ ارسطو دیگر ناقدین: ارسطو سے ایلیٹ تک

ترجمہ: جمیل چاکری، ڈاکٹر

لاہور: جمیل بک فاؤنڈیشن، طبع اول 1976ء

تقدیر: مضامین کی اختلاقی، ارسطو سے ایلیٹ تک اہم ناقدین کے مضامین کا ترجمہ۔ کتاب میں ہر ناقد پر مختصر نوٹ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ جمیل بک فاؤنڈیشن نے دسمبر ایلیٹن 1977ء میں شائع کیا۔ تیسری بار یہ ترجمہ ایچ کیو پبلیشنگ ہاؤس، نئی دہلی نے 1981ء میں شائع کیا۔

مغرب میں تنقید کی تاریخ ارسطو سے نہیں افلاطون سے شروع ہوتی ہے جو ارسطو کا استاد تھا۔ ارسطو کی کتاب ”یوٹیکا“ افلاطون کے نظریے شعر کے رد میں آئی، جو بعد کی تمام تر مغربی تنقید کی بنیاد بنی۔ افلاطون اور ارسطو کے بعد مغرب کی ادبی تنقید میں جو عظیم نقاد پیدا ہوئے وہ ہیں ہورٹس، لوہناٹس، دانٹے، سر قیپ سنڈی، ہول، لینگ، گریس، ہنر، ہیرڈ، ہلیگل، ویکل، بن جونس، مارٹائن، ڈاکٹر ہانس، دوزا، دوجہ، کولر، ملن، فیل، سمیچ آرٹڈ، دایٹر ہیلر، لیوناسٹی، ہیری ٹیو، گریس، آئی اے رچرڈز، ایروڈکس، ڈیوڈ ڈاکٹر، کرسٹوفر گوارڈیل، ٹی ایس ایلیٹ، ڈی ایچ لارنس، ایف آر لیس، جارج ٹیوٹک، ہالڈاکن، ڈاس ہال سارتر، الیور کاہن، ولیم ایسکس، اسٹن لیٹ اور ایلیٹن۔

ان میں سے ٹی ایس ایلیٹ اور ڈی ایچ لارنس وہ ایسے نقاد ہیں جن کے اہم ترین مضامین کے تراجم ہارنریب ڈاکٹر جمیل چاکری اور مظفر علی سند نے کر دیے۔ گریس کو عبدالحمید شیخ، ڈیوڈ ڈاکٹر کو سہارک انجم چب کر آئی اے رچرڈز، ایف آر لیس، ہالڈاکن، ولیم ایسکس، ایلیٹن لیٹ اور ایلیٹن سند کے اہم تنقیدی مضامین کے تراجم ڈاکٹر صدیق حکیم کی مرثب کر وہ تراجم کی اختلاقی، یعنی ”تقدیر“ مطبوعہ 1968ء میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

1968ء میں ہادی حسین نے ”مغربی شعریات“ کے عنوان سے جو کتاب شائع کروائی تھی، وہ مغرب کے متعدد عظیم ناقدین کے ایک ایک مضمون یا مضمون کے اہم اقتباس کے ترجمے پر مشتمل ہے۔

”ارسطو سے ایلیٹ تک“ میں ڈاکٹر جمیل چاکری نے مغرب کے بیشتر بڑے ناقدین کے نمائندہ مضامین کے ترجمے ہی نہیں کے بلکہ ان نحدوں کا حوالہ بھی کر لیا اور تاریخی ترتیب کا لحاظ بھی رکھا۔ اس کتاب میں ارسطو کی کتاب ”یوٹیکا“، ہورٹس کی ”فن شاعری“، لوہناٹس کی ”طوبیت کے بارے میں“، سر قیپ سنڈی کی ”شاعری کا جواز“، ہول کی ”فن شاعری“ اور لینگ کی ”گواہوں“ کا مکمل ترجمہ

موجود ہے۔ گوئیے کے تین مضامین ’کولرج کے چار آرٹلز کے دو اور ایلیٹ کے دو مضامین کے ترے شامل کتاب ہیں۔ دیگر نقادوں کا ایک ایک لائحہ مضمن لے لیا گیا ہے۔ مثلاً فرانتسز نقاد سائنس کے مشہور مضمن ہے ’کلاسیک کیا ہے یا امریکی نقاد ہنری ٹیڈ کا ’’کفشی کا فن‘‘ یا آئی اے رچ ڈاز کا ’’سائنس اور شاعری‘‘۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے کتاب کے مقدمے میں مغربی تنقید کے ارتقاء کا ایک جائزہ بھی پیش کر دیا ہے۔ اس جائزے میں مغربی تنقید کی تاریخ بھی آگئی ہے اور ان ناقدین کا تعارف بھی، جن کے تنقیدی مضامین کے ترے پیش کئے گئے ہیں، یز ان لوگوں کا ذکر بھی جن کے مختلف طرز افکر یے مغربی تنقید پر اثر انداز ہوئے اور تنقید کے ان مختلف مکاتب کا بیان بھی جو 1975ء تک وجود میں آچکے تھے۔

کتاب کے مقدمے میں بعض ایسی شخصیتوں کا ذکر بھی ہے جو بنیادی طور پر اولی نقاد نہ ہونے کے باوجود مغربی تنقید پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ جیسے کارل مارکس اور سکنڈ فرانز جو بیویں صدی کی تشکیل میں بڑے اثرات کے حامل رہے ہیں۔

یہ الگ بات کہ اردو میں مغربی تنقید کے بہت سے شاہکاروں کے ترے کی ضرورت پاتی ہے۔ پھر بھی ہم ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب ’’اسطو سے ایلیٹ تک‘‘ کی بدولت بڑی حد تک مغربی تنقید کے شناسا ہو گئے۔

اسطو کی ’’یوٹیکا‘‘ سے جالبی کا ایک ترجمہ شدہ اقتباس ملاحظہ ہو:

شاعر اور مورخ میں یہ فرق نہیں ہے کہ ایک قلم میں لکھتا ہے اور دوسرا سنا میں۔ یہ دونوں کی کیفیت کو ظلم کیا جا سکتا ہے اور یہاں کہنے پر بھی وہ جرحیں حق رہے گی۔ فرق یہ ہے کہ تاریخ اس چیز کو جان کرتی ہے جو ہو چکی ہے جبکہ شاعری اس قسم کی چیزوں کو سامنے لاتی ہے جو ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے شاعری بھلائے تاریخ کے زیادہ غلطیاں اور زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ شاعری آفاقی صداقتوں سے سروکار رکھتی ہے۔ (یوٹیکا)

آئی اے رچ ڈاز کے مضمن ’’سائنس اور شاعری‘‘ کے چوتھے باب کے پہلے پیرا گراف کا ترجمہ دیکھیے:

شاعری کی اہم ترین منصفہ الفاظ پر ان کی قدرت حیرت انگیز ہے۔ یہ کلمے ذخیرہ الفاظ راحت کا حاملہ نہیں ہے بلکہ یہ بات متنی خبر ہے کہ ٹیپوٹیر کا ذخیرہ الفاظ ہر گرج سے زیادہ وسیع اور متنوع ہے۔ یہ الفاظ کی تعداد کا مسئلہ نہیں ہے جو کسی مصنف کے پاس ہیں بلکہ اصل میں وہ طریقہ ہے جس سے وہ انہیں استعمال کرتا ہے اور جو اسے شاعری کی حیثیت سے ایک مقام عطا کرتا ہے۔

’’روایت اور انفرادی صلاحیت‘‘ فی ایس ایلیٹ کا مقدمہ آخری مضمن ہے۔ اس کے ایک حصے کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

شاعری کی تحقیق میں بہت بڑا ہتھ شوروی قمر اور خود غرض کا بھی ہوتا ہے۔ اصل میں خراب شاعر وہاں ہے مگر ہوتا ہے جہاں اسے باطن ہونا چاہیے اور وہاں باطن رہتا ہے جہاں اسے بے طرب ہونا چاہیے۔ یہ دونوں غلطیاں اسے بالکل الٹی بنا دیتی ہیں۔ شاعری جذبات کے آزادانہ اظہار کا نام نہیں بلکہ شخصیت سے طرار کا نام ہے لیکن وہ حقیقت قرار کی اس نوعیت کو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے پاس شخصیت بھی ہے اور جذبات بھی۔ (صفحہ 10، 11، 12)

155۔ ارنسٹ ہم، قحاس: کلاسیکیت اور روایت

ترجمہ: انجم حفیظ

1975ء: غیر مطلوب قرار برائے انجم۔ اسے اردو 1975ء

تلفیق: مقالہ برائے جناب یحییٰ خورشیدی اور نقل کاغذ لاہور۔ (حوالہ: 11)

156۔ الملاحون، ارسطو و غیرہ مغربی شعریات

الحمد لله

لاهور: مجلس قومی ادب، طبع الاول، مارچ 1968ء۔

تجید۔ اداکاروں سے فی۔الحس الجیت تک نامور مغربی اداکارین کی تجیدیں (حوالہ: 11:3:2)

یہ کتاب دلائل و دعوہ اور فقہی کی تنقیدی آراء (شاعری کے پارے میں) سے آغاز ہوتی ہے اور 20 ویں صدی عیسوی کے نمایاں ناقدین کی تنقید تک آتی ہے۔ ناقدین کے چہرے میں انگریزی اور فرانسیسی ناقدین کی کوئی شخصیت نہیں کی گئی۔ کتاب انگریزی اور فرانسیسی کی کتابوں اور مقالوں کے اہم اہم مسائل کے ترجموں پر مشتمل ہے۔ تنقیدی کتب کے تراجم کو شخص کہنا چاہیے۔ اس کام میں جو محقق ریڈی ہادی حسین صاحب کو گراں پڑی ہوگی وہ اس موضوع کے کام کرنے والے ہی جانتے ہیں۔

مطربی شعریات الاطون اور اوسط سے دور ماضی کے مطربی تنقید شعر کی تلف الفروع کوفوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کتاب کے اولین مضمون کا عنوان ہے 'مطربی شعریات کے اہم سنگ ہائے میل' یہ مضمون ڈیوڈ ویٹزر کا ہے جس میں الاطون، ارسطو، لاکھا تیس، قپ سونی، ڈاروین، پوپ، جانسن، ولز، روتھ، کولج، شیلے، میٹھو آرنلڈ، آئی۔ اے۔ رچرڈز، بی۔ ایلیٹ وغیرہ تدریس کے اہم تنقیدی کارناموں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ گودھال ویٹزر نے اپنے مضمون میں دیگر مطربی ناقدین (خصوصاً جرمی، آئی اور فرانس) کی تنقیدی آراء کو شامل نہیں کیا لیکن جہاں تک ممکن ہو احتیاط کر کے الاہم ناقدین کے تنقیدی شعر سے متعلق نظریات و تصورات کو سمیٹنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے جو اچھی جگہ اہم ہے۔

یوں ہے کہ آپ حقیقہ شعر سے حلقہٴ ام سرائوں کی تخریب کرنے میں مددگار بن رہے ہیں۔ خصوصاً شاعری کیا ہے؟ آخر شاعری کی کیا ہے؟ اور شاعری کیوں کر؟

جی بھٹ جیسے جیسے ہندو جتنیوں کو اب تک آتی ہے اپنی قمری مگرانی میں ملتی ہے ملتی تر ہوتی چلتی ہے۔

کتاب میں فرانسیسی نقاد اور فلسفی جیکس ماری مٹین (Jacques Maritain) کی مضمونہ کتاب "The Creative Intuition in Art and Poetry" کے تعریف کے باب کا نقش ترجمہ عامی کی چڑ ہے۔ 'شاعرانہ دہان' کے ذیلی عنوان کے تحت مٹین کہتا ہے کہ:

شاعری میں علم کی دو اقسام سے کام لیا جاتا ہے۔

(۱) کہانی۔ یعنی خارجی و سماجی کے (درجے) حاصل کردہ معلومات، روایتی پس منظر اور سماجی معلومات وغیرہ۔

(2) وہی۔ یعنی روح انسانی میں دویت کردہ علم کے ادرے، جو تمام انسانی معلومات کا اصل جوہر ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کا مضمون 'شاعری کا جوالا اور سی۔ اے۔ یوں کی کتاب: 'A Hope For Poetry' کا اخص ترجمہ دیگر

158۔ ڈاکٹر، ولیم وان: ولیم فاکر

ترجمہ: محمد سلیم الرحمن

لاہور: میری لائبریری پبلیشرز سوسائٹی فرینکلن، 1985ء

(حوالہ: 17.2)

خصوصیت اور فن۔ تھامس کرائیج کا ترجمہ

159۔ ایروڈ کروسی، لیسل: اصول تنقید

ترجمہ: عبدالسلام وچیل احمد

کراچی: اردو آکسفورڈ سنٹر، بندر روڈ، 1964ء

تحدید: انگریزی سے "Principles of Criticism" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 13.10.2)

160۔ ایروڈ کروسی، لیسل: ادبی تنقید کے اصول

ترجمہ: عبدالحمید شیخ

لاہور: قلمی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، اردو سیکشن

(حوالہ: 11.2)

تنقید: مقالہ برائے ایم۔ اے اردو

161۔ ایڈمن، اردن: فنون لطیفہ اور انسان

ترجمہ: عابد علی عابد، سندھ

لاہور: سوسائٹی فرینکلن، طبع الاول: 1964ء

تنقید اس کتاب میں مشہور شعراء فلسفیوں اور معاصرین کی فنون لطیفہ سے متعلق آزاد کو کجا کر دیا گیا ہے۔

(حوالہ: 12.10.2)

"Art and the Man" کا ترجمہ۔

162۔ ایلیٹ، آئی۔ ایس: ایلیٹ کے مضامین

ترجمہ: جمیل جالبی، ڈاکٹر

دہلی: انجی کیشنل پبلیشنگ ہاؤس دہلی، 1978ء

مک: 320

یہ کتاب جمیل جالبی پبلیشرز پاکستان سے 1980ء میں، دوسری بار کھنڈ سے 1986ء میں تیسری بار پاکستان سے 1979ء میں طبع ہوئی۔

یہ چھ اڈیشن نظر ثانی و اضافے کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ مختلف مضامین کا مجموعہ ہے۔

(حوالہ: 13.10.2)

کتاب "ایلیٹ کے جدید تنقیدی مضامین کے ترجموں پر مشتمل ہے۔

کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انیس فریڈ رقم طراز ہیں:

مجھ جیسا ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ ایلیٹ کون ہے؟ کیا کہتا ہے؟ کیا کہتا ہے؟ یہ ترجمہ ایسی ہی قاریوں کے لئے ہے۔

جالبی کے ایڈمن میں بھی شاید ان قاریوں کا لانا تھا چنانچہ یہ کتاب صرف ایلیٹ کے مضامین کا ہی ترجمہ نہیں ہے بلکہ

ایلیٹ پر محمد تھامس کرائیج کا کتاب بھی ہے۔ اردو زبانوں کے لئے یہ کتاب کا پہلا حصہ ایلیٹ کا ہر پہلو مطالعہ ہے۔ ہونے کو ہے

چاہیے تھا کہ جاہلی نے جب تنقیدی مضامین کا ترجمہ کیا ہے تو وہ ایلیٹ کو صرف بحیثیت جانتے حضرات کراتے تھے اس طرح ایلیٹ کا مطالعہ نامکمل رہتا۔ اس لئے انہوں نے اسے بریچاؤ سے حضرات کرایا ہے جس سے وہ انگریزی ادب میں اپنا مقام رکھتا ہے۔ لیکن بحیثیت شاعر، ڈرامہ نگار اور ادیب بھی۔ ان مطالعوں میں جاہلی نے اس کا اہتمام بھی کیا ہے کہ ایلیٹ کی انگریزی کا مفکر اور جامع حضرات بھی ہو جائے۔ دوسرے حصہ میں جاہلی نے ایلیٹ کے اہم مضامین کے ترجمے پیش کئے ہیں۔ ان مضامین کو انہوں نے شعوری طور پر تین مخفی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلا حصہ شاعری سے، دوسرا حصہ نظریہ و فکر سے اور تیسرا حصہ تنقید سے مشغول ہے۔

(انقلابی فکر کا جامع مطالعہ، مہاری، فروری 1978ء ص 121)

ڈاکٹر جمیل جاہلی نے ان ترجموں میں فکر محض کی زبان برتنے پر جس دھڑلے کا مظاہرہ کیا وہ بہت کم دیکھنے میں آیا۔ ترجمہ کرتے وقت انہوں نے مضمون کے براہم اور قابل مطالعہ (اردو دان طبقے کے لئے) حصوں کا ترجمہ کیا ہے کہ ترجمہ پن کا احساس نہیں ہوتا۔

لی ایس ایلیٹ کے تنقیدی افکار اور اس کی شاعری اور ڈراما اردو دنیا میں توجہ کی نظر سے دیکھے گئے۔ ایلیٹ کا حضور و حیات اور اسے ہاں کی مکالموں اور مباحثوں کا موضوع رہا۔ مہاری پونہدر شیپوں میں ایلیٹ بطور نقاد، 1988ء سے شامل نصاب ہے۔ ایلیٹ کی تنقید، شاعری اور ڈراما سے کماحقہ واقفیت کیلئے "ایلیٹ کے مضامین" کے ساتھ "لی ایس ایلیٹ: اردو دنیا میں فکر مقدم" از مرزا حامد بیگ کا مطالعہ بھی سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ ضخیم کتاب دوست دہلی کیشنر، اسلام آباد نے 1999ء میں شائع کی ہے۔

163۔ قصور، مہاری ڈیڑھ، انگریزی ادب

ترجمہ: علی مہاسین

نئی دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، 1960ء

(صفحہ 15)

تنقیدی مقالات۔ انگریزی سے ترجمہ

164۔ نالٹائی، کاؤنٹ لیر: خیالات نالٹائی

ترجمہ: ان بن

لاہور: کام مطبعہ اردو، ص 11

(صفحہ 10-2)

تنقیدی نظریات۔ نالٹائی فکر و فلسفہ

165۔ چھوڑو چھوڑو: والٹ وٹسین

ترجمہ: سجاد حیات

لاہور: مکتبہ مہری لاہوری، اشراک موسسہ فرائیگر،

فن و شخصیت۔ تنقیدی کتاب انگریزی سے ترجمہ۔ حرم سجاد حیات ایف۔ سی کالج، لاہور میں اردو کے اساتذہ۔

(صفحہ 17-2)

166۔ ڈاکٹر، ڈیلا: ادب: اور تنقیدی نظریے

ترجمہ: مبارک انجم

لاہور: قلمی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری اردو سیکشن

(صفحہ 11، 2)

تنقید: مقالہ برائے انجم۔ اے اردو

167۔ ڈاکٹر، الطین: موجودہ ڈراما

ترجمہ: عابد علی عابد، سندھ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز پبلیشرز اسلام آباد، فرسٹنگٹن،

تنقید: امریکن ڈرامے سے حلقہ تحقیق و تنقید۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ (صفحہ 17، 2)

168۔ راس، ڈی۔ نظریہ: مختصر افسانہ

ترجمہ: عابد علی عابد، سندھ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز پبلیشرز اسلام آباد، فرسٹنگٹن،

تنقید: اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ انگریزی سے ترجمہ (صفحہ 17، 2)

169۔ رچرڈز، آئی۔ اے وغیرہ: نئی تنقید

مترجمہ: صدیقی کلیم، عبور الحق شیخ

لاہور: سونم میڈیا سوسائٹی، گورنمنٹ کالج، 1988ء

تنقید: آئی۔ اے رچرڈز، ایف۔ آر لیوس، کرسٹوفر کراول، ڈاؤکن، ولیم ایبکسن، الین لیٹ، ایڈمز، لیس وغیرہ

متحدہ ناقدین کے مضامین کا ترجمہ۔ آخر میں اصطلاحات دی گئی ہیں۔ (صفحہ 11، 2)

مرتبہ: صدیقی کلیم۔ مباحث: عبور الحق شیخ

کتاب میں شامل ترجمہ شدہ مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ ادبی قدروں کا نفسیاتی تجزیہ۔ آئی اے رچرڈز / مسیح الدین احمد۔ رچرڈز، انگریزی تنقید کا مستقر نام ہے۔ جس نے نفسیاتی

تنقید کو ایک قدر کا درجہ بخلا اور عملی تنقید کا سائنسی طریق اپنایا۔

2۔ روایت اور نئی تحقیق: ایس ایلیٹ / صدیقی کلیم۔ ایلیٹ، امریکی ادب خصوصاً شاعری اور تنقید کا نمایاں نام ہے۔ جس کے

سنی اوراک کے اصطلاح اور معرضی اور جلا کے نظریات نے ہدیہ دور کی ادبیات پر نہ صرف گہرے اثرات مرتب کئے بلکہ

روایت کا وہ شعور بھی بخشا جو زمانی بند کی دوروں کو سینٹا ہے۔

3۔ شاعری اور جدید دنیا۔ ایف۔ آر لیوس / عبور الحق شیخ۔ تنقید میں ایلیٹ کے کام کو آگے بڑھانے والا نام۔ جس نے نئے

ناقد کو شاعر کی افسانہ نگاری کی روشنی میں سمجھا۔

- ۴۔ شاعری کی ابتداء۔ گروہ فر کارو علی / محمد شاعر علی۔ بارگشی تنقید کا ایک نام۔ جس نے ترقی پسند تنقید کو بنیادی فراہم کیا۔
- ۵۔ الیہ شاعری میں انسانی کردار کے بنیادی ٹکڑے۔ ماراؤگیا / صادق ندیم۔ شاعری میں بنیادی کرداری ٹکڑے کی نظریہ ساز خاتون تاتہ۔ اس کی تنقید میں انسانی لاشعور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔
- ۶۔ انہام کی ایک صورت۔ ولیم بکسن / خالد، تاتہ۔ جس نے آئی۔ اے۔ رچرڈ کی اصول تنقید کو مکمل تنقید میں ڈھالا۔ بالخصوص اسماعیل ربان پر خصوصی مطالعے پیش کئے۔
- 7۔ شاعری کی تین قسمیں۔ وطن لیت / عبدالرزاق انجم۔ امریکی شاعر اور تاتہ نے ادب کے معیاروں میں سے ایک۔
- 8۔ علاقہ نگار۔ ایچ منڈل / منور الحق شیخ / سبیل منور۔
- 9۔ ادب اور مارکیٹ۔ ایضا / ضیاء الرحمن خان / ایڈمنڈ ولیم۔ جدید امریکی تاتہ، جس نے شعری اسماعیل کا بھرپور جائزہ لیا۔
- 10۔ ادب اور فرانز / لائل بلنگ / عبدالحمید بٹ۔ فرانز میں کب لکھا کہ جدید امریکی تاتہ
- 11۔ جی اوراک کا اظہار۔ فریک کروڈ / سبیل منور۔ روایتی ادب کوئی کڑوت دینے والا جدید برطانوی تاتہ
- 12۔ ادب کیا ہے؟ ڈاں پال سارڈ / ڈاکٹر شعیب ہادی۔ فرانز کا فلسفی اور تاتہ، جس نے مارکیٹ اور وجودیت میں رابطے تلاش کئے۔ موجودی اسکول کا بانی۔
- 13۔ ادب اور فن۔ ڈاؤنرے ٹک / رفیع محمود۔ منور الحق شیخ۔ نئے یمن کا معیار اعظم، شاعر فلسفی اور جرنل
- 14۔ ادب کیا ہے؟ محمد حسین / منور۔ جدید مصر کا منظر اور تاتہ
- اس کتاب میں ادبی تنقید کے علاوہ فلسفیانہ مسائل پر بھی تراجم شامل کئے گئے ہیں۔ جن کی تحصیل درج ذیل ہے:
- 15۔ قدیم وسطی کے انسان کا معنی ہے مقصود۔ جان برمن ریڈل / صدیق حکیم
- 16۔ وجودیت اور انسانی دوستی۔ ڈاں پال سارڈ / منور الحق شیخ
- 17۔ وجودیت اور سادہ۔ میری ورناک / مختیار حسین صدیقی۔ وجودی خاتون تاتہ۔ اپنی ذات میں اخلاقیات کا کتب خانہ
- 18۔ ارسطو سسٹم۔ المیر کامیہ / شیر احمد چشتی۔ فرانز میں ڈاں پال تاتہ۔ جس کے لئے وجودی فلسفہ ایمان کا درجہ رکھتا تھا۔
- وہ جب تک جی "لاہیت" کا پرچار کرتا رہا۔
- کتاب "جی تنقید" کے آخر میں اصطلاحات کی ایک فہرست شامل کی گئی ہے جس کی وجہ سے مضامین کی فلسفیانہ اور تاتہ اند
- اصول کے قاری تک پہنچانے میں آسانی ہوتی ہے۔

170۔ ڈیڈ، آندرسن وغیرہ: باقی ماندہ خواب

ترجمہ: کشور امجد

لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، سرگودھا، 1982ء

تنقید: 21 مضامین کا مجموعہ جس میں سے کاسیک کوٹا کدی دی گئی ہے۔ (صفحہ 10-2)

کتاب میں ادب، فنون، لطیفہ اور نظریے فن سے متعلق مضامین اور مکالمے شامل ہیں۔ حروفِ گچی کے اعتبار سے مندرجہ ذیل اہم شخصیات کی تحریروں کے تراجم شامل کتاب ہیں۔

1۔ آندے ڈیڈ: مضمون: 'ادب میں حادثہ ہونے سے کیا مراد ہے'۔

2۔ آندے مارو: 'فن اور تہذیبی ارتقاء'

3۔ آرکیلا کی کلیش: 'شاعر اور زبان'

4۔ ایچ را پاؤٹ: 'شعر میں نثر کی روایت'

5۔ ایچ سکلن: 'واقعی واردات۔ حلیہ مافی شامی'

6۔ آکا دیو چان: 'شاعری اور تاریخ'

7۔ الیجر کاسین: 'تین آدمائیں'

8۔ انکس فن: 'غواب اور تخلیق کا رشتہ'

9۔ ایچ دن ریچ: 'بب ہم مردے زندہ ہوتے ہیں'

10۔ ایریکا یوگ: 'تخلیقی فعالیت'

11۔ ایچا اغا نودا: 'ادب میں ہول'

12۔ برنارڈ ٹامس: 'افسانے کا فن'

13۔ ہاسٹرناک: 'شاعری میرا پیشہ ہے'

14۔ ہیلو ٹرووا: 'شاعری میرا پیشہ ہے'

15۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ: 'نویات اور نظریاتی ذہانت'

16۔ لارنس ڈارل: 'ادبی شخصیات اور معاشر فطرت'

17۔ ہارچ خورے ٹوکس پورٹس: 'میں اور میرا فن'

18۔ جین کوکٹو: 'ککشن کا فن'

19۔ دلیم فاکر: 'ادب کی ذمہ داری'

20۔ جے ٹی ٹی: 'عیانہ انصاف'

21۔ یو جین آکھو: 'ڈائری کے چند اور اوراق' کے علاوہ سال بیلو، کارل یوگ، ڈی۔ ایچ۔ لارنس، ہرمن جے، ہنری ملو، جیمز

کے مضامین شامل کتاب ہیں۔ ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

مستطیل حصہ میرا گناہ کر رہا ہے۔ میں ہلاک بھی موت سے کہے دے سکتا ہوں۔ بلکہ میں موت کی خواہش کیوں نہیں کر رہا؟ میں نے ایسا خدا میں یقین رکھنے کی کوشش کی ہے، مگر وہ سچ ہو میرے اور اس کے درمیان ہے وہ نہ نہیں ہوتی۔

171۔ نورسرخ، ای۔الحج: جدول کا فن

المعنى: لا يملك

علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، پبلک ایڈیشن 1978ء

140

تغص، کدواں، پلاٹ، لٹکسی، پٹنی کوئی، ہیزین اور آجک، دلیر، مضمومات پر۔ پٹنی لفظ میں مترجم نے کتاب کی اہمیت واضح

کی ہے۔ طاعت تقویٰ، قہار و اثبات ایک ہزار۔ (جلد 2، ص 15)

172- لایعہ البحر، سسٹمز کی کہانی

تیم: انجمن علمی

لاہور: می۔ ان۔ ٹیلیگرافر پوسٹ آفیس 1429ء۔ 1980ء

تختہ: لاجپت سنگھ، انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اعلیٰ فرامین کی زبان سے براہ راست ترجمہ کا کیا گیا ہے۔

(112) (iv)

نظام افسانہ نگار، ناول نگار، ڈراما نگار اور لاطن امریکی ادبی سیمینار (1913ء-1960ء) کے تین بڑے موضوعات (1) ایک لاطینی

اختلاف (2) یعنی لڑ اور (3) یعنی تخلیق پر توفیق کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں ملا علی قاری اور خود کلمی، ملا یحییٰ دہلوی، علی قاری خود

کشتی، لایحی آزادی (ایک لایحی استقلال)، لایحی جان و مال اور قصہ (لایحی آزادی) قلم اور لسان، کمری لوف، فانی تحقیق،

ہیسٹس کی کہانی“ (یعنی تحقیق) شامل ہیں۔

کتاب کے طبع کے طور پر "کائنات کی تخلیقات میں امید اور لاعلمیت" نامی مضمون شامل ہے۔ کتاب کا ویاچہ کامیو نے 1955ء

میں کھڑا انیس دہائی کا چھ منظر ہے۔ مشکل دوسرا رواج کا سماج کی زندگی اور اس کے فکر و فن کا تعارف ہے۔

2004/05/27

ممبر کیلیم دیکھتے ہیں کہ 6% کی حلیقات تصور کی کسی روایت میں ایسا مقام ملتی ہے۔ مقررہ سے "تخلی" کوہ گزہر میں

قدی سے تعبیر کرنا اہانت پر دلالت کرتا ہے۔ جھڑپ کا اور زمین چٹا دو قصب (جیسا کہ قطبین بتاتا ہوا ہے)۔

خصلے کی وجہ بھی صبح کے سینے کی سٹاکس تھی، جس پر کاکھ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ میں اس کے لیے میں ہاتھ کرتا ہوا

یہ کہوں گا کہ اس کی تخلیق عالمِ لامحدود کی حامل نہیں ہے۔ لیکن یہ ہمیں اس کی شان و شوکت اور اس کی آفاقیت کے

مشاہدے سے محروم نہیں کرتی۔ (بچلے کے آخر میں 'ہے' کا لفظ زائد ہے۔ اس بچلے سے پہلے کا اضافہ بھی 'ہے' سے

ہاں۔ اے ایسے سے تم اور ہے جگر؟ " ہے جگر! " ہے غریبی کے سوتوں میں آ جا ہے، " ہے جگر کی ترکیب کم از کم اور

میں نے دیکھی تھی۔) سے لڑائی ہوتے ہیں (یہاں آج کل پناہ گاہ ۲۴ گاہے ہیں) کے روزمرہ حالات کو ہمہ طریقے سے

43/22/20

671-1992

ترے کی یہ خامیاں المیر کا سبکی تحریک رسائی کو ناممکن بنا دیتی ہیں۔ کاش یہ کتاب واقعہ فرائضی زبان سے بجاہ دست اردو میں منتقل ہوتی (جس کا محض دہائی انیس نامی نے کیا ہے) اور فرائضی زبان سے کئی واقفیت رکھنے والا مترجم اس کتاب کا حق ادا کرتا۔ انیس نامی، پُر ذمہ خود عظیم افسانہ نگار، شاعر، ناول نگار، خطا اور مترجم تھے۔ ان کی نثری قلم بعض اوقات دھڑلے میں چلتی، آزاد قلم نثری قلم میں دخل چاتی اور غزل میں عذائی زبان در آتی۔ مرزا غالب کو شاعر نہیں، اداکار مانتے تھے۔ قلم مرہب مشکل میں رہے۔

173۔ کراٹکی، سنگھنڈ: ہلاک فریب

ترجمہ: جعفر علی خاں اثر

دہلی: سنائی دیا لیتھ،

تھنڈ: آن ڈیوان کامیڈی، کا ترجمہ بھی ترجمہ لاہور سے آن ڈیوان کامیڈی کے نام سے شائع ہوا۔ (حوالہ: 10، 14)

174۔ کراٹکی، سنگھنڈ: آن ڈیوان کامیڈی

ترجمہ: جعفر علی خاں اثر

لاہور: نام مطبعہ ندارد

تھنڈ: آن ڈیوان کامیڈی کا ترجمہ بھی ترجمہ دہلی سے 'ہلاک فریب' کے نام سے شائع ہوا۔ (حوالہ: 10، 14)

175۔ ککسٹن، گھاکو: عالیہ شاعری امریکہ میں

ترجمہ: قیوم نظر

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشنگ سوسائٹی، فرینکلن، س۔ سی

تھنڈ: امریکی شاعری سے منتخب کتاب کا انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2، 17)

176۔ گریرا نیوز: قمار گین داٹلر

ترجمہ: کمال احمد دھوی

لاہور: کتبہ پیری لائبریری پبلیشنگ سوسائٹی، فرینکلن

تھنڈ: دہلی۔ کتابچہ۔ امریکی ادیب سے منتخب (حوالہ: 2، 17)

177۔ کلیمین (جوئیئر)، ایچ۔ ایس۔: توضیحی لسانیات۔ ایک تعارف:

ترجمہ: ضیاء احمد صدیقی

دہلی: ترقی اردو بورڈ: ہے۔ کے آفٹ پر پٹرز۔ دہلی، 1979ء

صفحات: 589

لسانیات: تھنڈ: اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن 1982ء میں شائع ہوا جب کہ اشاعتی ادارے کا نام تبدیل ہو کر اب

"قوی کونسل برائے فروغ اردو زبان" ہو گیا ہے۔ (حوالہ: 2، 18، 9)

178- لاکچائرس: ارفع ادب

ترجمہ: عبدالحمید چوہدری

لاہور: قلمی، بنگالہ پبلیکیشنز، اردو پبلیکیشن

تقدیر: مقالہ برائے اہم۔ اسے اردو نمبر 1988، 175۔

(حوالہ: 11)

179- لڈوگ، جیک: جدید ناول نگار

ترجمہ: سجاد باقر دہلوی

لاہور: شیخ نظام علی ایڈمنسٹریٹو پبلیکیشنز، موسسہ فرینکلن

تقدیر: امریکہ کے جدید ناول نگاروں سے متعلق کتابچہ

(حوالہ: 2، 14)

180- لوئس، میری: ڈائمنڈس اینڈ گیمس

ترجمہ: میرزا ادیب

لاہور: شیخ نظام علی ایڈمنسٹریٹو پبلیکیشنز، موسسہ فرینکلن

تقدیر: اورفن۔ انگریزی سے ترجمہ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔

(حوالہ: 2، 17)

181- لوئس، میری: مارک ٹوین

ترجمہ: سجاد حیات

لاہور: میری لائبریری پبلیکیشنز، موسسہ فرینکلن

تقدیر: اورفن۔ مشہور حراج نگار سے متعلق انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 17)

182- ماؤزے گل: فن اور ادب کے مساکی

ترجمہ: عبدالرؤف خاں

لاہور: مکتبہ میری لائبریری، س۔ن

تقدیر: اولیٰ مساکی پر عظیم چینی راہنما کے افکار

(حوالہ: 10، 11)

183- مجتبیٰ مینوی: اقبال

ترجمہ: نظام مصطفیٰ عظیم، صوفی

لاہور: یازم اقبال، 1955ء

(حوالہ: 2، 10، 11، 16)

تقدیر: اورفن۔

184۔ مسودہ، آئندے: آرٹ آف یوٹک

ترجمہ: محمد اسلم

مجدد آباد سندھ: انجی کینٹل بک (پ)، 1956ء

تقدیر: نقیہات دالن کارل یوٹک کے فن سے حلق کتاب کا ترجمہ۔ کارل یوٹک نے انجی حلقے کا تصور پیش کیا تھا۔

(حوالہ 2، 19، 11)

185۔ ولنگر، لیونارڈ: ٹی۔ ایس الیٹ

ترجمہ: قیوم نظر

لاہور: شیخ غلام علی ایڈسز پبلیشرز، موسسہ فرنگین

خصوصیت اور فن۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوا۔

(حوالہ 2، 17)

186۔ ورڈز ورڈھ، ولیم: ورڈز ورڈھ اور اس کی شاعری

انتخاب و ترجمہ: میر حسن، مولوی

مجدد آباد دکن: ادارۃ انبیاء اردو، مکتبہ ابراہیمہ مطبعین پریس، م۔

تقدیر: ترجمہ: اس کتاب میں مولوی میر حسن نے ورڈز ورڈھ کی تقریباً تمام اہم نکتوں کا نثری ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ (حوالہ 2)

187۔ وگنر، ہائی ایٹ۔ ایچ: نقد و نیکل ہاتھارن

ترجمہ: مہدی علی مہدی

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز، موسسہ فرنگین

خصوصیت اور فن۔ امریکی مصنف سے حلق معلوماتی کتابچہ

(حوالہ 2، 17)

188۔ ہارڈ، لی آن: ہرمن میلول

ترجمہ: محمد عثمان، پروفیسر

لاہور: شیخ غلام علی ایڈسز پبلیشرز، موسسہ فرنگین

خصوصیت اور فن۔ اگرچہ اس سے ترجمہ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ پروفیسر محمد عثمان، انتظامات پر اقداری کا نتیجہ

رکھتے تھے۔ 47-1946ء میں گورنر کالج کیمبل ہارڈ (حال: انگ) میں رہے۔ دہندہ سران کے شاگرد ہیں۔ (حوالہ 2، 17)

189۔ چٹن، ولیم ہنری: مقدمہ مطالعہ ادب

ترجمہ: محمد رفیع الدین (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی)

لاہور: غیر مطبوعہ

تقدیر: مقالہ برائے ادب۔ اسے (اردو) پنجاب یونیورسٹی اور نیکل کالج لاہور

(حوالہ 2)

190۔ پٹنن، ولیم ہنری: ادبی تنقید

ترجمہ: عصمت جلیو

لاہور: اردو راکٹرز گزٹ، 1977ء

صفحہ: 112

تخلیق اور ادب کی قدروقیمت کا قصہ، تخلیق کے وظائف، مسائل تخلیق، تنقید کے تاریخی پہلو، ادب کی قدروقیمت وغیرہ موضوعات پر۔ تعداد اشاعت 200، طباعت آفٹ۔
(حوالہ: 15-1)

191۔ بیک، ولیم: آئس بکنگ

ترجمہ: محمد سلیم ارشدی

لاہور: میری لائبریری پبشرز اک مونسو فرمکنس، 1965ء

تخصیص اور فن۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوا، انگریزی سے ترجمہ ہوا۔
(حوالہ: 17-2)

000

داستان / حکایت / لوک کہانی

192۔ ٹیلر، آر۔ سی: حکایات پنجاب (تین جلدیں)

ترجمہ: عبدالرشید مہاں

لاہور: مجلس ترقی ادب، 1962ء۔ پنجاب کی لوک کہانیوں کی پہلی مصححہ کتاب۔

صفحہ: 387
(حوالہ: 11-5، 2)

193۔ ڈفرن، لارڈ: حکایت ڈفرن

ترجمہ: رفیق ناصر شاہ، چنڈ

نام مطبع رسد اشاعت: مطبوعہ

حکایت: رام پال سکین نے اس ترجمے کو "Letter From High Latitude" کا ترجمہ بنایا ہے، پبلکسٹ کے مضامین، نوٹس اور
پیس کی فہرستیں اور جوبلی پرنٹنگ ورکس سے حلقہ مطبوعات اس ترجمے کے باب میں خاموش ہیں۔ (حوالہ: 2)

194۔ گاندھی، مہاتما: حکایت گاندھی

ترجمہ: حامد الحق

دہلی: عظیم کتب گھر، 1984ء

حکایات: انگریزی سے ترجمہ

195۔ لقمان، حکیم: حکایات لقمان

ترجمہ: نظام المدیحہ

بمبئی: نام مطبع نمبر، 1884ء

(حوالہ: 2: 1)

حکایات: ہندی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

196۔ لقمان، حکیم: حکایات لقمان

ترجمہ: محبوب عالم

لاہور: پیر و نیلا، 1883ء

(حوالہ: 2: 1)

حکایات: ہندی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

197۔ لقمان، حکیم: جوہر لقمان

ترجمہ: جھو فرانس کارکن

لاہور: مجلس ترقی ادب، 1980ء

حکایات: ہندی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

نظر ہانی: شاہ الفتح حسین موسوی

(حوالہ: 2: 3: 16)

جھو فرانس کارکن اپنی تالیف و ترجمہ تاریخ ممالک چین کے باعث مشہور ہیں۔ وہ عدالت و برائی صورت فلک میں ایک زمانے تک حرم کی حیثیت سے رہے، وقت: فلک 1884ء۔ انہیں اردو، عربی اور فارسی پر کامل عبور حاصل تھا اس کے باوجود انہوں نے اس ترجمہ کو افلاطون سے پاک دیکھنے کے لئے شاہ الفتح حسین موسوی صاحب کی نظر سے گزرا۔

یہ کتاب مشہور صحیفہ آئینہ فیض لکھنؤ لائبریری کی بعض حکایات کا اردو ترجمہ ہے۔ تاحل یہ طے نہیں ہو سکا کہ لائبریری ایک تاریخی شخصیت ہے یا نہیں۔ مشرق میں اس کی حکایات "حکایات لقمان" کے نام سے مشہور ہیں۔ لقمان سے متعلق مسلمات کے لئے انقص القرآن تالیف حفصہ الزہری سے رجوع کرنا چاہیے۔ تاحل یہ طے نہیں ہو پایا کہ مشرق میں جو حکیم لقمان مشہور ہے آیا وہی مغرب میں لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یا نہیں۔

198۔ داستان سرانے

ترجمہ: صادق الخیری

لاہور: شہزاد بک ایڈ کلپ

(حوالہ: 18)

داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، کہانی، غلو، آپ بیتی کا انتخاب، انگریزی سے ترجمہ

199۔ دانستے: داستانِ جہنم

ترجمہ: حمایت اللہ دہلوی

دہلی: ساقی بک ڈپ

داستان (ڈراما): 'Inferno: Divine Commedia' کا ترجمہ۔ ایک ترجمہ عزیز احمد کا 'طریقہ خداوندی' کے نام سے ملتا ہے۔ محمد حسین غازی نے 'دوزخ کی سیر' کے نام سے Divine comedia کے ایک مقرر کا ترجمہ کیا جو رسالہ 'طابعین' اپریل 1938ء کے صفحہ 283 تا 295 پر شائع ہوا تا حوالہ خان کے اقتباس کے ساتھ شائع ہوا۔

(حوالہ: 2-10، 11)

200۔ دانستے: طریقہ خداوندی (دو جلدیں)

ترجمہ: عزیز احمد

دہلی: انجمن ترقی اسلام (بہار) طبع ازل 1943ء

طریقہ داستان: 'Inferno: Divine Commedia' کا ترجمہ زبان سے براہ راست ترجمہ مع مقدمہ و حواشی۔ انجمن نے دوسری بار کراچی سے 1960ء میں شائع کیا۔

(حوالہ: 2-10، 11، 14)

201۔ مجلس، مس: دختر دارم

ترجمہ: ن۔ن

تحریر: "مسنوی"، پڑی بہاؤ الدین، مس۔ن

داستان: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔ بعد ازاں پڑی بہاؤ الدین کا نام مٹا دی بہاؤ الدین کو دیا گیا۔

(حوالہ: 2، 1)

000

ڈراما

202۔ آسکر وائلز: جمیل (ارنسٹ)

ترجمہ: حصین کاظمی

لاہور: طبع ازل 1928ء

ڈراما: 'The Importance of Being Earnest' کا ترجمہ۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ بھٹوں گوپبوری نے بھی کیا تھا۔ ڈاکٹر محمد رفیع تافہر نے 'مغزوں' السان نمبر اگست ستمبر 1929ء میں اس ترجمے پر اظہارِ تحسین کیا تھا۔ آئینہ ادب لاہور نے دوسری بار

ڈاکٹر محمد دین تاثیر اپنے قلمبر مطبوعہ "عزرا" اگست ستمبر 1929ء میں لکھتے ہیں،

ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانا عجیب نہیں۔ لیکن ساقی دہستانی سے ظاہر ہوا کہ ان قراہم سے اصل مطلب بالکل بظاہر ہوتا ہے اور کوئی نئی بات بھی بظاہر نہیں ہوتی۔

لفظ جتنی خوشی سے میں نے اس کتاب کو مطالعہ کے لئے اظہارِ انی ہی باغی سے اسے غم کر کے پیچھا دیا۔ ترجمہ میں دصحت قطعی ہے و معنی۔ اصل کے اسلوب بیان کا ثبوت بھی نہیں ہوتا اور ظاہر ہوا کہ انیسویں زبان استعمال کی ہے۔ قریباً ہر صطح پر کوئی نہ کوئی قطعی ہے۔ میری رائے میں ایسے قراہم کرنے سے ذکر کرتا ہوں کہ۔ کیونکہ اس طرح اردو زبان بیک میں داخلہ کے حلقوں کو "چڑاٹ" پیدا ہونے لازمی ہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ جس شخص نے انگریزی میں ڈرامہ نہ چننا اور وہ اس اردو عبارت سے کہ "میں نے لفظ قراہم کوئی مطلب بھی اخذ کر سکتا ہے" اور سب سے زیادہ حیرت لگے اس ترجمے کے حلقوں کو اور ترجمہ جدیداً بار کے دکن ہوائی بیج آبادی کی اس رائے پر ہے کہ انگریزی طرزِ بیان کی تمام خصوصیتوں کا حامل ہے۔ "مگر شاید اس کی جو جوش صاحب کا اردو شاعر ہوتا ہے۔

شاید چند طور اور ترجمے میں خیرانیوں کے اسلئے صرف کے استعمال کے حلقوں نے عمل نہ ہوں۔ کسی تعریف کے اخذ نہ کرنے اور اردو ترجمہ کرنے میں ایک مصطفیٰ پہ بھی ہے کہ اسلئے صرف جو ضرب اصل ہو چکے ہوتے ہیں، جوں کے توں رہتے ہیں۔ خصوصیت کی حقوق سمجھ، سیکھو، لیتو، دیکھو وغیرہ کے نام بدلائیے یا وہاں سے جیسے کوئی، اکبر، شیر شاہ، صلاح الدین اور اشک کے ناموں کی جگہ اور نام رکھ دینے چاہئیں۔ مگر انگریزی اور فرانسیسی زبان میں تنقید بہت بے اصولی سے کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ "یہ اور چلتے ہیں"۔ اردو نام کی طرح مقررہ قاعدے نہیں۔ گو اردو میں بھی محدودے چند بے قاعدہ کیاں موجود ہیں۔

انگریزی اور فرانسیسی سے ترس کر تے ہوئی اسلئے صرف کے تنقید کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس بارے میں ہمارے ترجمین نے (جہاں وہاں کا نام اس لئے لیتا ہوں کہ دوسرے صاحب بی۔ اے ہیں) زیادہ احتیاط نہیں فرمائی۔ چنانچہ ایک شخص کا نام انگریزوں رکھا ہے۔ (میں نے قطعی ترجمے دیتے ہوئے یکسانیت کے خیال سے اس کو یونانی دینے دیا ہے)۔ حالانکہ اس نام کا کوئی لفظ ڈرامے میں نہیں۔ مقررہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ Algemon کی سادہ صورت ہے جس کا تنقید آئین ہو سکتا ہے۔ بطورِ مثال میں داخل معانی نہ ہوتا کیونکہ ہم جاوے جاوے جاوے کی آواز کو استعمال کرنے کے عادی ہیں۔ R کی آواز اصل Vowel آوازوں کے پہلے چلتی ہے۔ اور کسی جگہ نہیں۔ مثلاً انگریز Robert کو دوسرے کے گ، دوسرے نہیں۔ بہر حال Algemon کو انگریزوں کو بظاہر لگتا ہے۔

("عزرا" "دوسرے"، اگست، ستمبر 1929ء)

"The Importance of Being Earnest" پر دو نیچر فیکس ہالی وڈ، امریکہ سے جاری ہوئیں۔ پہلی فلم مشہور ہدایت کار Anthony Asquith نے 1952ء میں بنائی تھی جبکہ دوسری فلم اسی عنوان سے 2002ء میں اولیور پارکر (Oliver Parker) نے جاری کی۔

203۔ آسکر وائلڈ: ارسٹ

ترجمہ: بھولوں گود کچھوڑی

لاہور: آئینہ ادب سس۔ان

ڈراما: "The Importance of Being Earnest" کا ترجمہ۔ گورکھ پور سے پہلی بار 1939ء سے نکلے شائع ہوا۔

(صفحہ 2، 11)

ایک ترجمہ نگین کا نام لگایا گیا ہے۔

204۔ آسکر وائلڈ: ڈورین گرے کی تصویر

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: ایک لٹریچر

ڈراما: "The Portrait of Donan Gray" کا ترجمہ۔ اس ڈراما کو چارٹر ہاؤس، امریکہ کے پبلیشر کار

Ablett Lwls نے 1943ء میں پبلشر لیم ٹائی تھی۔

204۔ آسکر وائلڈ: سالوی

ترجمہ: بھولوں گود کچھوڑی

انڈیا: کتابستان، طبع اول: 1925ء

ڈراما: انگریزی کی صرف ترجمہ۔ ایک ترجمہ شاہ احمد دہلوی نے بھی کیا تھا۔

(صفحہ 2، 11-10)

205۔ آسکر وائلڈ: سالوی

ترجمہ: شاہ احمد دہلوی

دہلی: ساقی بک ہاؤس

یہ شہر آفاق ڈراما پہلے پہل 1896ء میں جڑی (فرانس) میں اسٹیج کیا گیا۔ یہ اسٹیج لندن 1905ء اور برلن (جرمنی) میں

1951ء میں کھیلا گیا۔ بے پاؤس لاہور (پاکستان) والوں نے مارچ 1951ء میں اسٹیج کیا۔ یہ ترجمہ دوسری بار پبلشر

پینٹنگ ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔

(صفحہ 2، 11-10)

206۔ آسکر وائلڈ: دیبا

ترجمہ: سعادت حسن منٹو حسن مہاس

امریکز: دارالاحد، طبع اول: 1934ء

ڈراما: دوسری بار کتبہ شعر و ادب سن آباد لاہور نے 1978ء میں شائع کیا۔ چار ایکٹ میں الیہ ڈراما۔ انقلاب روس

کی طرح نکلاں داستان۔ مقام: روس، زمانہ: 1795ء۔ افراتفریقین و غیر یورپ: سراسے کا ناگ۔ دیبا کی روایت: اس کی

(صفحہ 2، 18)

پہلی۔ گل: ایک دیہات

207۔ آئندہ طیف: انسان کی زندگی

ترجمہ: ابوسعید قریشی

لاہور: مکتبہ اردو، 1944ء

مس: 135

ڈراما: دوسری بار چوہدری انڈی لاہور نے شائع کیا۔ (حوالہ 2-10-11)

208۔ ایسن، ہنرک: گزیا گھر

ترجمہ: عبدالغفور

می گزیا: نام مطبعہ عماد، 1928ء

ڈراما: ڈاؤس ہاؤس کا ترجمہ۔ ڈراما نگار کا تعلق باروے سے تھا۔ وہ نارویجی زبان میں لکھتے تھے۔ انگریزی کی

معرفت ترجمہ (حوالہ 2-3)

209۔ ایسن، ہنرک: دیہاتی خاتون

ترجمہ: شیدا ام

حیدر آباد دکن: تاج پریس

ڈراما: علیغیس و ترجمہ۔ نارویجی زبان سے، انگریزی کی معرفت (حوالہ 1-8)

210۔ ایسن، ہنرک: گزیا گھر

ترجمہ: قدیمہ انصاری

دہلی: آزاد کتاب گھر، 1957ء

ڈراما: "ڈاؤس ہاؤس" کا نارویجی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ (حوالہ 2)

211۔ ایسن، ہنرک: معمار اعظم

ترجمہ: عزیز احمد

دہلی: انجمن ترقی اردو (بہار) مطبعہ لائل، 1940ء

مس: 320

ڈراما: نارویجی زبان سے 'The Master Builder' کا ترجمہ انگریزی زبان کی معرفت۔ پہلے انجمن کے رسالہ

'اردو دہلی' 1938ء میں شائع ہوا۔ (حوالہ 2-14)

212۔ ایسن، ہنرک: حشرات الارض

ترجمہ: فضل الرحمن

213۔ ایسن، ہنرک: مجھ کو دشمن

ترجمہ: محمد صفور

لاہور: ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی، س۔ب۔

(حوالہ: 2)

ڈراما: 'The Enemy of The People' کا ترجمہ

214۔ اسکاٹ، مرڈالٹز: حبیب وفا

ترجمہ: عبدالطیم شرر، مولانا

(حوالہ: 5-2)

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے گلی شاخ ہوا۔

215۔ انصاری، ط (مؤلف، مرتب و مترجم): جارج برنارڈشا ایک نظر میں

دہلی: سکتی نہ پان، امداد بازار، طبع اول 1951ء

(حوالہ: 12، 13، 18)

ڈراما: برنارڈشا کی سوانح مع چار ڈراموں کا ترجمہ

216۔ انگریزی ڈرامے

ترجمہ: سترجین دہلی کالج

دہلی: دہلی کالج، س۔ب۔

(حوالہ: 1-2)

ڈرامے: انگریزی کے منتخب ڈرامے برائے نصاب دہلی کالج۔ ترجمہ 1957ء سے گلی شاخ ہوا۔

217۔ ہائرن، لارڈ: کائنات

ترجمہ: بھون گوکھری

گوکھری: ایم اے اشاعت، س۔ب۔

م: 198

(حوالہ: 2، 9، 11)

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ، آدم کے خطوں کی ادبی آویزش ڈرامے کا موضوع ہے۔

218۔ براؤن، تھامس: انسی انسی میں

ترجمہ: عشرت رحمانی

لاہور: آئینہ ادب، س۔ب۔

صفحہ 150

(حوالہ: 2، 10، 11)

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

219۔ چوہدر

ترجمہ: پریک، ہری کرشن

لاہور: گیلانی ایڈیٹرنگ پریس، 1943ء

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 7)

220۔ پرستار، جے۔ بی: آئینہ ایام

ترجمہ: موصوفی

نئی دہلی: کتبہ جامعہ، 1957ء

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ۔ تین ڈراموں کا ترجمہ، ایک ہی جلد میں

(حوالہ: 2، 9)

221۔ پرستار، جے۔ بی: مجرم کون؟

ترجمہ: اعتبار کاشی

مرتب: نعیم طاہر

لاہور: مجلس ترقی ادب، 1966ء

میں: 156

ڈراما: 'An Inspector Calls' کا ترجمہ

(حوالہ: 2، 3، 10، 11)

222۔ تاج

ترجمہ: ان۔ ان

کتبہ اردو، 1955ء

میں: 144

ڈراما: فراتھی ڈرامے کا عربی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 9)

223۔ چار گنگھن، پونچھ: ایک حمام میں

ترجمہ: عشرت رحمانی

لاہور: کتبہ جدید پبلیشرز، فرنگھن، 1981ء

میں: 174

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11، 17)

224۔ چالشی، کاؤنٹ ایو: ابوالمکر

ترجمہ: مجنوں گورکھپوری

کھنڈ: پونا پیکٹر اظہار ہے نہیں، س۔ بی

ڈراما: رومی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ 1944ء سے نقل شائع ہوا۔ یہ ترجمہ پہلی بار اگست 1927ء میں شائع ہوا، نگار کے 38 صفحات (حوالہ 2: 7)

225۔ ٹیکو، رائنبرگ ناتھ: چڑا

ترجمہ: عبدالحمید سائیک، مولانا

مجدد آباد کن: مجلس الطالع، 1928ء

ڈراما: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ طبع دوم: دارالاشاعت پنجاب لاہور 1926ء۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ اس ترجمے سے پہلے شائع ہو چکا تھا حرم سے آصف علی۔ (حوالہ 2: 8)

226۔ ٹیکو، رائنبرگ ناتھ: چڑا

ترجمہ: آصف علی

دہلی: مطبوعہ رسالہ، حرم، دہلی، 1926ء

ڈراما: انگریزی سے اس ڈرامے کا اولین ترجمہ۔ دوسرا ترجمہ مولانا عبدالحمید سائیک نے اسی نام سے کیا تھا جو 1926ء میں ہی شائع ہوا۔ بقول سائیک آصف علی کا ترجمہ عربی آئین، طبعی اور بے جاں ہے، بحوالہ 'سرگزشت' مطبوعہ قوی کتب خانہ، دہلی لاہور 1936ء، ص 63 (حوالہ 2)

227۔ ٹیکو، رائنبرگ ناتھ: منزل عشق

ترجمہ: بیروانی پانچوہری

لاہور: کتابستان، س۔ بی

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ (حوالہ 2: 10-11)

228۔ ٹیکو، رائنبرگ ناتھ: گئی پوجا

ترجمہ: بی۔ بی

لاہور: اردو اکیڈمی (مستند)، س۔ بی

ڈراما: بنگلہ ڈرامے کا انگریزی سے ترجمہ (حوالہ 2: 10-11)

229۔ جہنا

ترجمہ: کبیر دود چڑکی

نام مطبعی ندارد، 1933ء

ڈراما: (حوالہ 7)

230۔ چپک، کیرل: جاہ و جلال

ترجمہ: نظام مصطفیٰ تبسم، صوفی

لاہور: گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب، 1940ء

صفحہ: 159

ڈراما: انگریزی سے Power And Glory کا ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

231۔ چپک، کیرل: آرم یو آر

ترجمہ: افتخار علی تاج، پطرس بخاری

لاہور: مجلس ترقی ادب، 1967ء

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ 1933ء میں سوئس میٹریکس سوسائٹی، گورنمنٹ کالج، لاہور کے لئے کیا گیا تھا۔

(حوالہ: 2، 3، 18)

232۔ جوجوف: پھول بن

ترجمہ: محمد امجد الدین

نام مصنف: وسعہ عابد

ڈراما: The Cherry Orchard کا روکی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 2، 5)

233۔ جوجوف: تین کنکشن

ترجمہ: محمد سلیم الرحمن

لاہور: مجلس ترقی ادب، 1978ء

ڈراما: انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 2، 3، 10، 11)

234۔ جوجوف: وارڈ نمبر 6

ترجمہ: شاہینہ ہدایت

لاہور: مکتبہ شاہکار پبلسٹکس نمبر 1754ء

ڈراما: روکی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 2)

235۔ خوش حال نگر

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: قوی کتب خانہ، 1938ء

(حوالہ: 7)

ڈراما:

236۔ ڈور، شیریں: سوہیا

ترجمہ: پی. بی. جی. کرشن

لاہور: ادارہ مصطفیٰ، اردو گل، 1945ء

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ترجمہ کمال احمد رضوی نے کیا، جو بہت عمدہ ہے۔ (7:296)

237۔ ڈور، شیریں: ظہور

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ نظام علی ایڈسز پبلیشرز، موسسہ فرشتگیں

ص: 144

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ۔ تین ایکٹ کا ڈراما (17:2-17)

238۔ ڈور، شیریں: رانگی

ترجمہ: پی. بی. جی. کرشن

لاہور: ادارہ مصطفیٰ، اردو گل، 1943ء

ڈراما: (7:296)

239۔ سرویاں، ولیم: زندگی کی مہلت

ترجمہ: رضی ترجمہ، سنہ

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، موسسہ فرشتگیں

ص: 204

ڈراما: امریکی ڈرامے کا ترجمہ (17:2-17)

240۔ ساج کے ستون

ترجمہ: قیس رامپوری

بھٹی: سنہ 1943ء

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ (7:296)

241۔ سوگند: انڈیا رولیس

ترجمہ: محمد اللہ ملک

لاہور: قومی دارالاشاعت، پنجاب

ڈراما: روسی ڈراما کا انگریزی سے ترجمہ (11:10-2)

ترجمہ: شاہدہ عید خان

نوٹ: شاہکار کتاب نمبر 8 جیجی سلسلہ پوسٹ نمبر 1754۔

زبان: 485 قلم کج کے پہلی ڈراما نگار کی عظیم تخلیق کا انگریزی کی معرفت ترجمہ (صفحہ 2)

ہریان کے عظیم ڈرامہ نگار سوفی کھیڑ کی مشہور تاریخ پر 485 قلم کج ہے جو پیدائش، انجمن سے ایک میل کے فاصلہ پر قصبہ کولہس کی۔ جیج بات ہے کہ سوفی کھیڑ کے اذلیں ڈرامے نے ہی اپنے وقت کے دوسرے عظیم ڈرامہ نگار ایس کائی لس (Aeschylus) کے مقابل اول انعام حاصل کیا۔ اس وقت اس کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔

ایلی کی بیٹی ایلیہ ڈراما ہے۔ اس کا مرکزی کردار ایک ایسی ذاتی الجھن کا شکار رہا ہے جو جدید نفسیات میں 'ایلیہ' کہلکس کے نام سے زندہ ہے۔ وہ عظیم سلطنت انجمن کا شہر ان تھا اور اپنے فیصلوں میں اٹل، لیکن قدرت کے فیصلوں کے سامنے بے بس ہو گیا۔ اس نے غم جاری کیا تھا کہ اس سے پہلے بادشاہ کے قاتلوں کو حاش کیا جائے لیکن حقیقت سے ثابت ہوا کہ سماجی حاکم ایس کو قتل کرنے والا تو وہ خود تھا۔ اور ایس کی بیوی ہے جو واصل اس کی بی بی ہے۔ آخر کار وہ اس سزا پر عمل درآمد کرنے کا حکم دیتا ہے، جو ایک بادشاہ کی حیثیت سے اس نے ایس کے قاتل کے لئے توجہ کی تھی۔

سوفی کھیڑ اپنے کرداروں کی تفصیلی پیچیدگی کرتا ہے، جو ان کی بیوی کی پانچے نہ کہ چھ وہ ہیں۔ لیکن وہ ہے کہ سوفی کھیڑ کے بیٹے زندہ کرداروں میں ایلی کی بیٹی کے کردار سرفہرست ہیں۔

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو:

'چند ماہ: خدا کے نام پر آقا! اور سوالات مست کرد۔'

ایلی کی بیٹی: اگر مجھے وہ بار سوال کرنا پڑا تو تم اس وقت تک مر چکے ہو گے۔

چند ماہ: اس بچے کی پیدائش ایس کے گھر میں ہوئی تھی۔

ایلی کی بیٹی: کیا وہ غلام تھا؟ بادشاہی خاندان کا فرد؟

چند ماہ: اوہ خدایا، یہ بھی ایک سچائی ہے لیکن مجھے بتانا پڑے گا۔

ایلی کی بیٹی: اور مجھے سننا پڑے گا، لیکن میں سنوں گا۔

چند ماہ: جیسا کہ مجھے بتایا گیا تھا وہ ایس کا بیٹا تھا، لیکن جو خاتون، تمہاری بیوی احمد ہے، وہ زیادہ بھرتا کھتی ہے۔

ایلی کی بیٹی: کیا اس نے وہ بچہ چھپیں دیا تھا؟

چند ماہ: ہاں میرے آقا، اس نے ہی دیا تھا۔

ایلی کی بیٹی: کس مقصد کے لئے؟

چند ماہ: ہلاک کرنے کے لئے۔

الچی بی: خود اپنے بچے کو؟
 چداھا: وہ خوشاک پٹیشن کوئیوں سے خوفزدہ تھی۔
 الچی بی: وہ پٹیشن کو تمہاں کیا تھیں؟
 چداھا: بچے اپنے والدین کو ہلاک کر دے گا۔ یہی کہانی تھی۔

(ص 67-68 سے اقتباس)

243۔ سوفز کلیر: انٹی کوئی

ترجمہ: القصر ندی

نئی دہلی: مکتبہ جاسولینڈ، جاسوگر، 1984ء

(صفحہ 8)

ڈراما: قدیم زمانے کے عظیم عجب پارے کا انگریزی کی معرفت ترجمہ

243۔ شاہ جارج برنارڈ: آواز ہستی

ترجمہ: بھوں گورکھپوری

گورکھپور: ایم اے اشاعت و س۔ ن

ص 74

ڈراما: یہ ترجمہ اولیٰ اولیٰ سال 1927ء میں طبع ہوا۔ یہ Back to Mathew کا ترجمہ ہے۔

(صفحہ 2-10-11)

244۔ شاہ جارج برنارڈ: ہوش کے ناخن

ترجمہ: مقدمہ امی الدین و مولوی میر حسن

حیدرآباد دکن: نام طبع و سنہ ناماد

(صفحہ 2-5)

ڈراما: انگریزی سے اٹلج کے لئے دہلی زبان میں ترجمہ

245۔ شاہ جارج برنارڈ: بھیڑ

ترجمہ: نور الحسن ہاشمی

مکتبہ: ضمیمہ بک ڈپ، 1954ء

(صفحہ 2-10-11)

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

246۔ شاہ جارج برنارڈ: ماں

ترجمہ: محمد اکبر و دانی

لاہور: طبع و سنہ ناماد

(صفحہ 2-5)

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ، 1938ء سے نئی شائع ہوا

247۔ شاہ جارج برنارڈ: محبت اور جنگ

ترجمہ: خورشید گہت، لاہور

جلد برادر، طبع دوم: 1966ء

صفحہ: 160

زبان: پہلی پارکینہ کانکٹ لاہور سے شائع ہوا۔ 'Arms and the man' کا ترجمہ۔ (جلد 2: 10، 11)

248۔ شاہ جارج برنارڈ: اسلحہ اور انسان

ترجمہ: ابو یوسف

مکاپ: اثر پہلی کیشن، 1981ء

صفحہ: 144

زبان: 'Arms and the man' کا ترجمہ (جلد 2)

یہ کتاب 'Arms and the man' کا ترجمہ ہے۔ اس ترجمہ کو اعلیٰ درجہ کے تراجم میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا سبب دو اجازتیں تھیں، ماحول کی وہ خدمت اور جذبات کی وہ فراوانی کم دیکھنے میں آتی ہے جو اصل ڈرامے کا لازمہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لغت کے الے الے پر ترجمہ کیا گیا۔ اس ڈرامے کا ایک اچھا ترجمہ اعلیٰ اعلیٰ تاج نے سونو گل رائے لکھن سوسائٹی، گورنمنٹ کالج، لاہور کے لیے بطرس بخاری کی زیر نگرانی کیا تھا، جو لا جواب ترجمہ ہے۔

ابو یوسف نے کتاب کے سطر چھ پر کرداروں کی فہرست دی ہے، جہاں دو نام یوں لکھے گئے ہیں: (1) بلٹھلی اور (2) ماراکا۔ جبکہ دوسرے میں اسی کے نام یوں ملتے ہیں۔ (1) بلٹھلی اور (2) ماراکا۔

ظاہر ہے کہ بلٹھلی میں 'T' آواز نہیں دیتا اور یہ درست ہے۔ لیکن اسی طرح 'رامنا' کی بجائے 'ماراکا' ہونا چاہیے تھا۔ محترم کو ماراکا کے نام کے سلسلے میں تلافی اس وقت پیدا ہوئی جب یہ ماراکا کی ماں اسے 'رامنا' کے نام سے پکارتی ہے۔ ظاہر ہے ماں نے اسے بلاتے وقت بارے پکارا ہے اور نام بگڑ گیا ہے لیکن اس سے کردار کا نام ہی بگاڑ دیتا ترجمہ کے ساتھ انصاف نہیں۔ محترم نے جبکہ غور کریں کہانی میں مثلاً 'Part' کا ترجمہ 'نکلا' کیا گیا ہے جبکہ اس سے 'پانی' مراد ہے، یوسف میں لکھے کا تھوڑا نہیں ملتا۔ 'Shrine' کا ترجمہ عبادت گاہ ہونا چاہیے تھا، نہ کہ 'مسجد' جبکہ ڈراما میں برنارڈ نے اس لفظ کے معنی 'خانہ' یا 'Case' کے لئے دیے ہیں۔ اور اسی لئے 'Shrine' کے ساتھ لوگوں کی وضاحت بھی کی ہے۔

صفحہ 48 پر درج ہے:

'ماراکا۔ اس کی تصویر مجھے لونا دیکھنے'

جبکہ برنارڈ نے یہاں 'Shrine' کا لفظ ہی لکھا تھا۔ یہ جملہ اس طرح ہونا چاہیے تھا:

'ماراکا۔ (خفگی سے) اس کی تصویر مجھے لونا دیکھنے'

ہوں مارا کٹا کے سوڑ کی خبر بھی لاری کو مل جاتی ہے۔ مہ 53 کے آخر میں درج ہے:

آدی: خدا را مجھے برا بھلا نہ کہئے، اس لئے کہ حالات نے مجھے بالکل برا لگندہ خاطر کر دیا ہے۔

جبکہ ترجمہ: مجھ میں ہونا چاہیے تھا:

آدی مجھے صاف کہہ دیجئے۔ میں اتنا شک کیا ہوں کہ مجھ میں سوچنے کی صلاحیت نہیں رہی۔ دراصل مریض کی تبدیلی

میرے لئے بھاری چڑ رہی تھی۔ خدا را مجھے ڈانٹے مت۔

اسطو اور انسان اس نوع کی غلطیوں سے بڑی بڑی ہے۔ تعلیمات کے لئے کی صفات درکار ہیں۔

249۔ خطرہ فریڈرک: قزاق

ترجمہ: نورانی محمد مر

نام مطبعہ دستہ بغداد۔

ڈراما: جرمن ڈرامے کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ڈراما بغدادستان کا خطرہ نہ لئے ہوئے ہے۔ تحصیل کے لئے

دیکھئے: ناک سارگر از نورانی محمد مر۔ ترجمہ 1936ء سے نقل شائع ہوا۔ واضح رہے کہ نورانی اور محمد مر، در الگ الگ

شخصیات ہیں۔ دونوں مل کر ڈرامے ترجمہ کرتے اور حقیقی کام سرانجام دیتے تھے۔ (حوالہ: 2)

250۔ شیر وڈ، ماہرٹ: روح سیاست

ترجمہ: نورانی محمد مر

لاہور: اردو بک سٹال، 1932ء

م: 104

ڈراما: انگریزی سے "ابراہام گلن" کا ترجمہ اردو کا اولین ایسی سوڈ ڈراما۔ ایک ترجمہ غلیل صحافی نے بھی کیا ہے، ابراہام

گلن کے نام سے۔

(حوالہ: 2، 10، 12)

251۔ شیر وڈ، ماہرٹ: ابراہام گلن

ترجمہ: غلیل صحافی

کراچی: اردو انٹیلیجنٹ سوسائٹی، 1957ء

ڈراما: تین ایکٹ کا ڈراما۔ انگریزی سے ترجمہ، اس ڈرامے کا اولین ترجمہ نورانی محمد مر نے مل کر کیا تھا۔ (حوالہ: 2، 11، 16)

252۔ شیرین، رچرڈ: ظاہر و باطن

ترجمہ: فضل الرحمن، مر

نام مطبعہ دستہ بغداد

ڈراما: "اسکول فار ایکٹوئل" سے ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 2، 4، 5)

253۔ شیریلان، ارچرڈ: نئی روشنی

ترجمہ: فضل الرحمن، مو

نام طبعی و سرنگار

(حوالہ: 2: 1)

ڈراما: 'The Rivals' کا ترجمہ

254۔ شیریلان، ارچرڈ: رقیب

ترجمہ: عظیم قریشی، مو

پتھر: عظیم پیشنگاہ، اس۔ س۔

ص: 132

(حوالہ: 2: 10-11)

ڈراما: انگریزی کی سرفہرست 'The Rivals' کا ترجمہ

255۔ فیکسپوز، ولیم: ہیکھ

ترجمہ: سید ظہار احمد وضوی، ضمیر

لاہور: مکتبہ جدید پریس، 1979ء

ڈراما: 'Macbeth' کا مضمون ترجمہ۔ اس ڈراما کا ایک ترجمہ دوست علی کشمر، اسلام آباد نے بھی سال ہی میں شائع

(حوالہ: 18)

کیا ہے۔

256۔ فیکسپوز، ولیم: ہیکھ

ترجمہ: محمد عیسیٰ سیٹھی، لا

پتھر: عالمگیری پبلیکیشنز

(حوالہ: 18)

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ علی سیٹھی اور عظمیٰ کے اداکار سیٹھی نے کیا ہے۔

257۔ فیکسپوز، ولیم: ظالم امیران

ترجمہ: سہراب علی سیٹھی، لا

میدان آباد دکن: انوار الاسلام پریس، طبع اول: 1931ء

ص: 103

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ

(حوالہ: 2: 8)

258۔ فیکسپوز، ولیم: ہیکھ

ترجمہ: قریشی

کراچی: غیر منسلک برائے ریلوے پاکستان، جنوری 1963ء

ڈراما: جٹن کشیل، ریلوے پاکستان کراچی کے لئے 'Macbeth' کا ترجمہ (صفحہ 2)

259۔ ٹیکسپیئر، ولیم: میکیتھ

ترجمہ: محمد شمیم قریشی

پشاور: ندیم پبلیک ہاؤس ٹیکسپیئر ڈراما، س۔ن

صفحہ: 152

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ پشاور ریلوے کے لئے کیا گیا۔ (صفحہ 2)

260۔ ٹیکسپیئر، ولیم: میکیتھ

ترجمہ: قاسم محمود، سندھ

لاہور: کلاسیک دی مال لاہور، س۔ن

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ (صفحہ 2)

261۔ ٹیکسپیئر، ولیم: وہم وگمان

ترجمہ: مرزا تقی حسین نقی

حیدرآباد دکن: اختر دکن پریس 1934ء

صفحہ: 45

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ (صفحہ 2)

262۔ ٹیکسپیئر، ولیم: میکیتھ

ترجمہ: سعادت اللہ دہلوی

دہلی: شعور 'ساقی' دہلی سالانہ، 1938ء

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ (صفحہ 2)

263۔ ٹیکسپیئر، ولیم: فریب ہستی

ترجمہ: آغا حشر کاشمیری

نام طبعی عمارت، طبع الاول 1908ء

ڈراما: 'Macbeth' کا ترجمہ: غوثی کی بات یہ ہے کہ اب تک سب سب، لاہور کے بعد دنگرے آغا حشر کے تراجم شائع

(صفحہ 2)

کر رہا ہے۔

264۔ ٹیکسیٹر، ولیم: شاہ لیر

ترجمہ: بابوشیام سندھ لال برلی وکیل جٹا پوری

نام طبعی: نثار، طبعی: اولیٰ: 1921ء

ڈراما: King Lear کا مقوم ترجمہ (حوالہ: 14)

265۔ ٹیکسیٹر، ولیم: سفید خون

ترجمہ: آغا شہر کا شہری

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، سی۔ این

ڈراما: King Lear کا ترجمہ پہلی بار 1908ء میں طبع ہوا (حوالہ: 2)

266۔ ٹیکسیٹر، ولیم: ہارا بیچا (یا ہار بیت)

ترجمہ: مراد علی گھنوی

نام طبعی: نثار، 1905ء

ڈراما: King Lear کا ترجمہ (حوالہ: 2)

267۔ ٹیکسیٹر، ولیم: سفید خون

ترجمہ: سرمد احمد

بمبئی: غیر مطبوعہ

ڈراما: King Lear کا ترجمہ، ماضی کے مشہور ڈاکٹر سرمد احمد نے اہمیت کتنی کتنی کے لئے کیا تھا۔ (حوالہ: 2)

268۔ ٹیکسیٹر، ولیم: سفید خون

ترجمہ: عبدالغنی حنیف دہلوی

نام طبعی: نثار، 1905ء

ڈراما: King Lear کا ترجمہ (حوالہ: 2)

269۔ ٹیکسیٹر، ولیم: کنگ لیر ترجمہ: عاصیۃ اللہ دہلوی

دہلی: ماہنامہ "ساقی" دہلی کا سالانہ 1939ء

ڈراما: King Lear کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ یک ہوم، لاہور نے 2007ء میں شائع کرتے ہوئے عنوان: "کنگ لیر" کر دیا

(حوالہ: 14-13)



270۔ ٹیکسیٹر، ولیم: کنگ لیر

ترجمہ: لالہ بیچا رام

گھنٹہ: لوگھو پریس، سی۔ سی۔

(صفحہ 2)

ڈراما: King Lear کا ترجمہ

271- شکسپیئر، ولیم: کنگ لیئر

ترجمہ: بھون گورو پوری

دہلی: انظر علی اکیڈمی، سی۔ سی۔

(صفحہ 2)

ڈراما: King Lear کا ترجمہ

272- شکسپیئر، ولیم: دی وینڈر فیل

ترجمہ: محمد شاہ

نام مطبعہ ندارد

ڈراما: The Winter's Tale کا ترجمہ 1901ء سے نقل شائع ہوا۔ اب اس کا ایک ترجمہ اردو رازنی نے کیا ہے جو

(صفحہ 2-1)

بک ہوم، لاہور نے 2007ء میں شائع کیا

273- شکسپیئر، ولیم: مرچنٹ آف

ترجمہ: آغا عسکر کشمیری

دہلی: نام مطبعہ ندارد، طبع ازل: 1900ء

(صفحہ 2)

ڈراما: The Winter's Tale کا ترجمہ

274- شکسپیئر، ولیم: زہری ناکس عرف داغ بگر

ترجمہ: مہدائتی عظیمی جاجانی

نام مطبعہ و مستند ندارد

(صفحہ 12-4)

ڈراما: The Winter's Tale کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا

275- شکسپیئر، ولیم: اوتھیلو

ترجمہ: مطلق امتیاز حسن جلی

پٹنہ: نام مطبعہ ندارد

(صفحہ 2)

ڈراما: Othello کا ترجمہ

276- شکسپیئر، ولیم: اوتھیلو

ترجمہ: قاسم محمود، سندھ

لاہور: کلاسیک دہلی پبلشرز، لاہور، سی۔ سی۔

ڈراما "Othello" کا ترجمہ۔ اس سے قبل اس ڈرامے کا ترجمہ حمایت اللہ دہلوی کر چکے تھے جو یک ہمام، لاہور نے 2007ء میں بار دیگر شائع کیا ہے۔
(حوالہ 2)

277۔ جیکسپیئر، ولیم: اوجیلو

ترجمہ: عزیز حامد مدنی

پشاور: غیر مطبوعہ

ڈراما: "Othello" کا ترجمہ برائے اچھوڑا کالج، پشاور
(حوالہ 2)

نظم آزاد میں یہ ترجمہ اچھوڑا کالج پشاور شہر کے لئے کیا گیا تھا۔ ترجمے سے سمجھنا غلط ہے:
اس منظر میں اوجیلو پر لیا کوئی سازش کا اثر ہو چکا ہے۔ اوجیلو کے جذبات کی مکاری دیکھئے۔
"ابو اسب تازی تری تھہ خیری کے اوقات آخر ہوئے

الوداع طبل دقرا کے اسے رواج پر در سرد

الوداع میرے دہلے جنگ

وخصت اسے پریم کا سرانی

الوداع اسے سہارا طلب زندگی

الوداع باب جاوہر عظم

الوداع اسے تنکو

دھ کے دلچا کی حلالہ

خاک پر سر ہوئے حوصلے

زندگی تیری بازی گری دیکھ لی

الوداع بھری تلخ دودھ

اسے مصائب حیات الوداع۔"

278۔ جیکسپیئر، ولیم: ماریا سٹینی

ترجمہ: راجا ناتھ سنگھ آبادی

نام مطبعہ ندارد، شیع الاول 1903ء

ڈراما: "Othello" کا ترجمہ۔ دوسری بار 1903ء اور تیسری بار 1904ء میں شیع ہوا۔
(حوالہ 2)

راجا ناتھ سنگھ آبادی نے سنگھ منظر میں ترجمہ کیا ہے۔

ڈرامے کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

نہروں میں حب لائیں، اس طرح ہم تن میں
اک لڑکھ سادگی میں، اک سیدہ ہانگیں میں

اختتام اس مصرعہ پر ہوتا ہے:

کیا اعتبار کسی ناچاریار کا

279۔ ٹیکسیٹر، ولیم: اوجھل عرف چغل خورد آئینہ

ترجمہ: چار حسین جوہر بھاری

(صفحہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

280۔ ٹیکسیٹر، ولیم: دہی جنگی

ترجمہ: نازاں دہلوی

(صفحہ 2)

نام مطبع: عمارت اس سٹ

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

281۔ ٹیکسیٹر، ولیم: شیر دل

ترجمہ: فخر دہلوی

نام مطبع: عمارت، مطبع ازل 1918ء

(صفحہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

282۔ ٹیکسیٹر، ولیم: اوجھل

ترجمہ: گوپال گزٹل

نام مطبع: عمارت، مطبع ازل 1911ء

(صفحہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

283۔ ٹیکسیٹر، ولیم: شہید وفا

ترجمہ: مہدی حسن خان حسن گھنوی

نام مطبع: عمارت، مطبع ازل 1898ء

(صفحہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

284۔ ٹیکسیٹر، ولیم: اوجھل

ترجمہ: غشی جلالہ پرشاد براتی پشاپوری

نام مطبع عماد، طبع اول 1898ء

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ۔ ترجمہ نے دکن وطن عہد کی خصوصیات بتاتے ہوئے ڈرامے کا تاریخی پس منظر بھی بیان

(حوالہ 2)

کیا ہے۔

285۔ جیکبیز، ولیم: جعفر

ترجمہ: احمد حسین خان

لاہور: پیر اخبار لاہور، طبع اول 1898ء

(حوالہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا ترجمہ

یہ ترجمہ احمد حسین خان صاحب نے 1894ء میں مکمل کیا تھا۔ اشاعت اول کے دو چارے میں احمد حسین خان لکھتے ہیں:

”اس کتاب میں میں نے اوجیلو کا سن دمن ترجمہ نہیں کیا۔ بلکہ ایک انگریزی قصے کو ایشیائی ڈرامے میں بیان کیا ہے۔ یا اس کو کہ انگریزی متن کو انگریزی میں لکھ کر ہندوستانیوں کے مذاق کا ڈھانچا ہے۔ اس میں کچھ کام نہیں کہ اس میں وہ خوبیاں اور عیبتیں نہیں جو جیکبیز کے اصل کام میں پائی جاتی ہے مگر بھر بھی میں نے حتی الوسع اس کو دلچسپ بنانے میں کوئی دقیقہ ہائی نہیں رکھا۔ میں نے ان دونوں کی سہولت کیلئے جو انگریزی زبان سے بالکل بے واقف ہیں اور انگریزی زبان کے کوشش اور فداانہ فہم ناموں کا تعلق یہ آسانی ان کی زبان پر نہیں چڑھ سکتا، اشخاص نامک کے نام بھی دیے ہی آسان رکھ لیے ہیں۔ فرض انگلستان کا ایک مشہور ایکٹر ہے جس کو ہندوستانی لباس پہنا کر آپ سے ملاقات کرتا ہوں، مصالحت کیجئے۔“

286۔ جیکبیز، ولیم: اوجیلو

ترجمہ: احسان اللہ

نام مطبع عماد، طبع اول 1898ء

(حوالہ 2)

ڈراما: 'Othello' کا اولین اردو ترجمہ

287۔ جیکبیز، ولیم: آتھیلو

ترجمہ: کاوشمیر

دہلی: ساجد آئیڈی، 1968ء

(حوالہ 15:0)

ڈراما: 'Othello' کا نہایت عمدہ ترجمہ

288۔ جیکبیز، ولیم: افسانوی اور کلوچرا

ترجمہ: شبنم الحق حق

دہلی: ”ساتی“ دہلی، بابت 1943ء

ڈراما: 'Antony And Cleopatra' کا ترجمہ، پانچ نظم میں کیا گیا ہے۔ مشمولہ شعری مجموعہ ’نار و آہن‘ ارشدان

(حوالہ 2)

الحق حق۔

یہ ترجمہ مضموم ہے۔ چاند کلم میں اس ڈرامے کے کچھ ایکٹ حتیٰ صاحب نے ترجمہ کئے تھے جن میں ایک ایکٹ سالارہ ساقی' دہلی پابت: 1943ء میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں دیگر حضوں کے ساتھ یہ حصہ بھی حتیٰ صاحب کے مجموعہ کام تاریخی امن' میں شائع کیا گیا ہے۔ کتابی شکل میں یہ ترجمہ انجمن ترقی اردو (پاکستان)۔ کراچی سے 1984ء میں شائع ہوا۔

ترجمے سے دو بندہ ملاحظہ ہوں:

(انگو پڑا کے آخری لحاظ' سے اقتباسات)

لہن جانا مجھ کو سہاؤ، پہناؤ تاج
سکھو! میں اپنے لی کے نگر جا رہی ہوں آج
جی جی جی جی لی جی اس جی جی کی سے
ہوئوں کو آج آپ جی کی انگ ہے

(انٹی سے غائب ہو کر)

آ اے صوب جان، ڈا دغاں تیز سے
یہ زندگی کا عہد، چھپو، کھول دے ا
اے ہے شور رہ گئے، زہرے ہاتھ
ہاں جی و تاب کا کے ڈا جلد وار کر

289۔ شکسپیئر، ولیم: انٹی اور کلوپٹرا

ترجمہ: ضیہ الرحمٰن، (اکٹر

دہلی: مکتبہ ہامد علیہ

(ترجمہ: 'Antony and Cleopatra' کا ترجمہ 1980ء سے نکل شائع ہوا۔ ضیہ الرحمٰن، نظم کے عمدہ شاعر ہیں۔ انہوں

(حوالہ 2)

نے ترجمہ بھی عمدہ کیا۔

290۔ شکسپیئر، ولیم: انطونی و کلوپٹرہ

ترجمہ: حیات اللہ دہلوی

دہلی: ساقی بک ڈپ

(حوالہ 2)

ڈراما: 'Antony and Cleopatra' کا ترجمہ

291۔ شکسپیئر، ولیم: کرھڑے شباب عرف مار آستین

ترجمہ: حیران گلہ، آبادی، ایکم بیج

نام طبع ندارد

(حوالہ 2)

ڈراما: 'Antony and Cleopatra' کا ترجمہ

292۔ شکسپیر، ولیم: کالی تاگس عرف ڈان مرید

ترجمہ: فطی الزور الدین اقصی، فطی محشر

نام مطبع: عماد

ڈراما: 'Antony and Cleopatra' کا ترجمہ پروفیسر جنگ نے اسے دو الگ الگ تراجم بنایا ہے۔ (صفحہ 2)

293۔ شکسپیر، ولیم: قہر عشق

ترجمہ: شمس الحق حق

کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع اول 1984ء

صفحہ: 189

ڈراما: 'Antony and Cleopatra' کا ترجمہ فطی محشر

(صفحہ 6)

294۔ شکسپیر، ولیم: سہلین

ترجمہ: محمد عبدالعزیز

ڈراما: 'Cymbeline' کا ترجمہ

(صفحہ 2)

295۔ شکسپیر، ولیم: چٹھا زہر

ترجمہ: مصطفیٰ سید علی

نام مطبع: عماد، طبع اول 1901ء

ڈراما: 'Cymbeline' کا ترجمہ

(صفحہ 2)

296۔ شکسپیر، ولیم: چٹھا زہر عرف زہر محبت

ترجمہ: چوڑے نرائی پرشاد چٹاب

نام مطبع: عماد

ڈراما: 'Cymbeline' کا ترجمہ

(صفحہ 2)

297۔ شکسپیر، ولیم: عظم ناروا

ترجمہ: ان-ان

نام مطبع: عماد، طبع اول 1959ء

مطبع: ان-ان

ڈراما: 'Cymbeline' کا پہلا اردو ترجمہ

(صفحہ 2:1)

298۔ جیکبیز، ولیم: آئینہ عصمت

ترجمہ: دارودہا نامہ

لاہور: حکیم رام کرشن، 1914ء

ص: 37

(حوالہ: 13، 12)

زبان: 'Cymbeline' کا ترجمہ

299۔ جیکبیز، ولیم: تیرنگہ

ترجمہ: شفیق الدین خاں مراد آبادی

نام مطبع: طبع اترال، 1897ء

(حوالہ: 2)

زبان: 'The Tempest' کا ترجمہ

300۔ جیکبیز، ولیم: خدا دار

ترجمہ: چنٹ زانی پرشاد چٹاپ

نام مطبع: عباد

زبان: 'The Tempest' کا پہلا اردو ترجمہ 1891ء سے نقل کیا گیا۔ اس ترجمے پر بنی ڈراما پارسی کھلی بمبئی نے 1891ء

میں اسٹیج کیا تھا لیکن کہانی میں چٹاپ نے اس قدر تبدیلیاں کر دی ہیں کہ 'The Tempest' کا ترجمہ معلوم نہیں ہو

(حوالہ: 3)

301۔ جیکبیز، ولیم: خدا دار

ترجمہ: کریم الدین کریم بریلوی

نام مطبع: وسعہ عباد

زبان: 'Pensless' کا ترجمہ 1923ء سے نقل کیا گیا تھا۔ پہلا ترجمہ "دارودہا" کے نام سے نوشیرواں فی صوابان کی

(حوالہ: 1، 2)

آرام کا ہے۔

302۔ جیکبیز، ولیم: دارودہا

ترجمہ: نوشیرواں فی صوابان کی آرام

نام مطبع: عباد، 1871ء

زبان: 'Pensless' کا پہلا اردو ترجمہ۔ ایک ترجمہ 'خدا دار' کے نام سے کریم الدین کریم بریلوی کا بھی ملتا ہے۔ آرام

کا یہ ترجمہ کتابی صورت میں شائع ہونے والا جیکبیز کا اولین ترجمہ ہے۔ یہاں بھی اس سے نقل ولیم جیکبیز کو اردو میں

(حوالہ: 1، 2)

صرف ڈاکٹر گلکرسٹ نے ہی ترجمہ کیا تھا۔

303۔ شکسپیئر، ولیم: شہید ناز عرف امجد داس

ترجمہ: آغا شہر کاظمی

نام طبع: نادر، طبع اول: 1902ء

زبان: 'Measure for Measure' کا ترجمہ (حوالہ: 2)

304۔ شکسپیئر، ولیم: جیسے کو جیسا

ترجمہ: احسان اللہ

نام طبع: نادر، طبع اول: 1890ء

زبان: 'Measure for Measure' کا ترجمہ (حوالہ: 2، 1)

305۔ شکسپیئر، ولیم: سردیوں کی ایک رات

ترجمہ: آغا تاج

رد لپڈی: غیر مطلوبہ

زبان: 'A Mid Summer Night's Dream' کا ترجمہ۔ ترجمہ چنگی ڈادا اورین انٹرنیشنل راولپنڈی پبلیشرز میں

سال: 1965ء، میں نکلیا گیا۔ (حوالہ: 2)

306۔ شکسپیئر، ولیم: موسم گرما کا خواب

ترجمہ: احسان اللہ

نام طبع: نادر، طبع اول: 1890ء

زبان: 'A Mid Summer Nith's Dream' کا اولین اردو ترجمہ (حوالہ: 2، 1)

307۔ شکسپیئر، ولیم: خواب پریشان

ترجمہ: امیر احمد طوی

کھنڈ: اودھ ٹیچ انٹار پریس، 1934ء

زبان: 'A Mid Summer Night's Dream' کا ترجمہ مکلی پاور "اودھ ٹیچ" اشہاد کھنڈ میں 16 اگست 1900ء

22 نومبر 1900ء قسط دار شائع ہوا۔ (حوالہ: 2، 5)

308۔ شکسپیئر، ولیم: جام اللہ

ترجمہ: محمد انصاری آزاد کاندھلوی

علی گڑھ: بک ڈپو حدت العلوم، 1903ء

میں: 128

309۔ جیکبسنز، ولیم: سلاون رین کا پہلا

ترجمہ: نظام مصطفیٰ تبسم، مصوفی

لاہور: گورنمنٹ کالج ڈراماٹک کلب، اس۔ان

310۔ جیکبسنز، ولیم: بارہوی رات

ترجمہ: مسعود ہداج

لاہور: غیر مطبوعہ

ڈراما: Twelfth Night کا ترجمہ۔ سزہم الدین کی فرمائش پر قلمساز، اداکار، ہدایت کار مسعود ہداج نے کھڑا کالج

لاہور کے ایجنٹ کے لئے کیا۔

311۔ جیکبسنز، ولیم: بارہوی رات یا جو آپ چاہیں

ترجمہ: شریف الدین شہاب

کراچی: طبع اول 1988ء

یہ ترجمہ انگریزی ادب کے طالب کے لئے تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اضافی سوالات اور فریج بھی دی گئی ہے۔ نیز مترجم نے تاریخی ضرورتوں کے پیش نظر وضاحتی نوٹ/حواشی لکھے کہ اس ترجمے کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے۔

یہ ترجمہ سعید الحق، عاشق دوسری کے ترجمے (جس میں نام و مقام کی تبدیلیاں نہیں کی گئی تھیں) کے بعد اس ڈرامے Twelfth Night کا سب سے اہم ترجمہ ہے۔ جیکبسنز کا یہ ڈراما 1623ء سے پہلے دستیاب نہیں ہوا۔ اس لئے مترجم نے 1623ء کے انگریزی ایڈیشن کو بنیاد بنایا ہے۔

مغربی محققین کے خیال میں Twelfth Night ستمبر 1598ء تک جیکبسنز نے مکمل نہیں کیا تھا۔ 'Palace Tania' کی شائع کردہ فہرست (مطبوعہ: ستمبر 1998ء) میں اس ڈرامے کا حوالہ موجود نہیں ہے۔

برطانیہ کے ایک دیکل John Marnigham کی ڈائری (تاریخ: جنوری 1602ء تا اپریل 1603ء) میں لکھا ہے کہ 2 فروری 1602ء کو یہ ڈرامہ اس نے ایجنٹ پر فروغ دیا تھا۔ اس ڈرامے کی تصنیف کی بابت تحقیق 1602ء سے بچھے نہیں گئی۔

ڈرامے کے عنوان Twelfth Night کا ڈرامے کا بنیادی خیال سے کوئی تعلق نہیں، کہا جاتا ہے کہ جیکبسنز نے یہ ڈراما 'بارہوی شب' کی خصوصیت پر (جو باہمی میل ملاپ اور خوش دلی کی باتوں سے متعلق ہوا کرتی تھی) کے لئے لکھا۔ اصل عنوان 'What you will' یعنی جو آپ چاہیں بھی اس بات کا غلط ہے کہ ڈراما نگار عنوان کے بارے میں سنجیدہ نہیں۔

یہ ڈراما محبت کی داستان ہے ڈرامے کا سب سے اہم کردار ایتھلا کچھ محبت اور محاشرے کے باہمی انجھڑوں کی فکار ہے۔
اس ڈرامے میں رومان اور کامیڈی کا باہمی استخراج حیران کن ہے۔

312- ٹیگسپیئر، ولیم: غرض انعام

ترجمہ: مسید الحق ماسق و سنوی

ڈراما: Twelfth Night کا پہلا اور ترجمہ (حوالہ 2)

313- ٹیگسپیئر، ولیم: ہنری چہارم

ترجمہ: عظیم

ڈراما: پنجاب بک ڈپ، سرمان

ڈراما: (پچھن کے لئے) چھن کا ٹیگسپیئر، سلیط کا ڈراما۔ Henry IV کا ترجمہ (حوالہ 2)

314- ٹیگسپیئر، ولیم: ہنری چہارم

ترجمہ: وقار احمد سید

ڈراما: ڈراما Henry IV کا ترجمہ 1939ء سے نقل شاخ ہوا۔ (حوالہ 2-8)

315- ٹیگسپیئر، ولیم: جولیس سیزر

ترجمہ: شمس الدین صدیقی

ڈراما: مطبعہ وسندھاد

ڈراما: 'Julius Caesar' کا ترجمہ۔ (حوالہ 9-13)

316- ٹیگسپیئر، ولیم: جولیس سیزر

ترجمہ: سید فضل حسین

حیدر آباد دکن: اختر دکن پریس افضل گج 1983ء

ڈراما: یہ ترجمہ لوہ دکن کی فرانکس اور سرپرستی کے تحت شاخ ہوا۔ کتاب میں اعلیٰ حیدر نظم لطیفائی اور مولانا وحید

الدین سلیم کے دیباچے شامل ہیں۔ 'Julius Caesar' کا ترجمہ۔ (حوالہ 2)

دلوں مشاہیر نے ترجمے کی سلاست اور رومانائی کی تعریف کی ہے۔ سید فضل حسین دیباچے میں لکھتے ہیں:

"اس ترجمے سے ہماری فرض اپنی زبان کی خدمت ادا کرنے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ طالب اور ایسے اہل ذوق اور سخن پرداز حضرات کے لئے ملک اشعارائے انگلستان کے کمال سے ہمراہ اندوز ہونے کا ذریعہ مہیا کر دینا جو انگریزی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ اس کے مطالعے اور عام اشاعت سے اردو خواص بیک کوئی ڈراما کی حقیقی عظمت اور اس کے عجیب احوال سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ کیا محب ہے کہ

آئندہ ہمارے فیصلوں میں محبوب اخلاقی کھیلوں اور ناقص قریبوں کے جانے تاریخی اور اخلاقی کھیل دکھائے جانے لگیں جو ملک کی ترقی اور معاشرے کی اصلاح و ترقی کا بہت بڑا ذریعہ بن جائے۔"

317۔ جیکبیز، ولیم: جولیئس سیزر

قرص: علام مصطفیٰ

چاپ: برطانیہ کی پبلشرز

ڈراما: 'Julius Caesar' کا ترجمہ

318۔ جیکبیز، ولیم: جولیئس سیزر ترجمہ

قرص: سند فیضی

لاہور: مکتبہ کاروان

ڈراما: 'Julius Caesar' کا حکوم و منظور ترجمہ

(حوالہ: 11, 10, 12)

جیکبیز کا ڈرامہ 'Julius Caesar' رومن تاریخ سے تراشا گیا ہے۔ جیکبیز کے اس ڈرامے سے پہلے متعدد زبانوں، فرانسیسی اور لاطینی دہرہ میں اس موضوع پر کئی ڈرامے لکھے گئے لیکن اس ڈرامے میں جس نوع کا شان و شکوہ جیکبیز نے پیدا کیا ہے وہ اس سے پہلے کبھی ممکن نہ ہو سکا۔

جیکبیز کا یہ کھیل 1889ء میں مکمل ہوا اور اسی سال اس کا کچھ بھی ہو گیا۔ یہ ڈراما پہلی بار 1901ء میں طبع ہوا۔ اس کا پلاٹ پلارک کی تصنیف 'Parallel Lines' سے ماخوذ ہے، جو مادہ سچ سے کئی سال قبل لکھی گئی اور دنیا کی اولین سوانح مری جارج ہولی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیکبیز پر سرقہ کا الزام آچکا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ڈرامے کی قریب تختہ چھٹی پر غالب آتی گئی۔

'جولیئس سیزر' اس تاریخی لفظ میں ختم ہوتا ہے جب پامنی کو قہر سے دے کر رومن قاری جولیئس سیزر روم پہنچا اور اس کا تاریخی استقبال کیا گیا۔ کیسٹس اور بروٹس کو یہ استقبال ناگوار ہوا۔ ان دونوں کے خیال میں یہ آمریت اور غصہ پرستی کی نشانی تھی۔ اس نظریاتی اختلاف کا ہی نتیجہ ہے کہ جولیئس سیزر کے قریبی دوست بروٹس نے عظیم قاری پر آخری وار خود کیا۔ قتل کے بعد جولیئس سیزر کو انٹونی نے جن الفاظ میں یاد کیا وہ سیزر کو ابدی زندگی سے ہمکنار کر گئے۔

سند فیضی نے اس ڈرامے کا حکوم و منظور ترجمہ کیا ہے۔ جیکبیز کی تقلید میں بعض مقامات کی تحصیل مٹر میں پیش کی گئی ہے۔ سند فیضی کی کوشش دہی ہے کہ وہ جیکبیز کے لکھے کو کون و کن اردو میں منتقل کرنے میں کامیاب ہوں۔ یہی سبب ہے کہ جیکبیز کی ڈرامائی گمن گرج کو کافی حد تک اردو میں منتقل کر پائے ہیں۔

ایک موقع پر بروٹس، سیزر سے ہم خیالی محسوس کر کے کہتا ہے:

کیسٹس اس کی حکومت تو لکھا کیوں ہند آئے گی لیکن یہ ہے کہ اک بات عجیب! جاگزیں پاتا ہوں اس شخص کی اہمیت
دل میرا! ہاں اگر ایسی کوئی بات ہے جس کا معلوم عام لوگوں کی بھلائی ہے بروٹس! یہ تو مجھے دیکھو گے تم اس کے

لئے اُسمت اور دست مری آگھوں میں یکساں ہوئی، موت جس ہے وہاں حیات! میں سمجھتا ہوں کہ اس جیسے سنا
موت جس پہ کٹ مرا نہیں بہتر ہے۔

اس ڈرامے کا نقطہ شروع وہ گھڑی ہے جب بروڈس کی اجازت سے انطونی، سیزر کی میت پر اہودائی کلمات ادا کرتا ہے۔ وہ
دشمنوں میں گھرا ہوا ہے اور اسے دوست کی تحریف بھی کرتا ہے، اور وہ بھی اس خوش اسطولی سے کہ سیزر زندہ ہو جائے اور دشمنوں کی
زندگی کا چراغ بھی ہو جائے۔ اس موقع پر انطونی کی تقریر جوڑی خطابت اور موطن چھی کا شاہکار ہے۔

’میں یہاں ماتم سیزر کے لئے آیا ہوں
اس کی تحریف و ستائش مجھے منظور نہیں
مرنے والوں کی بدنامیاں رو جاتی ہیں
تجلیاں، موت کے سیلاب میں بہ جاتی ہیں
میں سیزر کا مقتدر بھی ہوا
آج بروڈس بروڈس نے قاتل ہے جس میں
ظاہری جس کا سیزر تھا نظام
یہ اگر کچ ہے تو فی الواقعہ ہے جرم عظیم
اور سیزر نے بھی فتح اس کا حرا بچھا ہے
وہ مرا دوست تھا، ساتھی تھا، ادا پرورد تھا

اور کہتا ہے بروڈس کہ وہ قاتل نہ تھا
یاد ہے جنگ سے کتنے وہ اسیر
اپنے مراد یہاں لایا تھا
کہ وہ فوج سے
اس حکومت کے خزانے بھر جائیں
کیا یہ سیزر کی ہوش کاری تھی؟

اس نوع کے درماں اور نہ جوش تریسے کو دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ اس ڈرامے کا سید فیضی سے بہتر ترجمہ تا حال نہیں ہوا۔

319۔ جیکسپیئر، ولیم، جولیئس سیزر

ترجمہ: اسطیلم صدیقی

راولپنڈی: قلمی غیر منسلک برائے ریلوے پاکستان، راولپنڈی

ڈراما: 'Julius Caesar' کا ترجمہ راولپنڈی ریلوے کے لئے کیا گیا ہے۔ یہ سبزی ترجمہ ہے جس میں ڈرامے کی

تخلیص کر دی گئی ہے۔

(صفحہ 2)

320۔ فلکیپیٹر، ولیم: جو لیس ییزو

ترجمہ: حفیظ چاوی

دارالافتاء: قادیان، فیروز سٹیٹ پبلشرز، پاکستان، راولپنڈی

ڈراما: 'Julius Caesar' کا ترجمہ نثری ترجمہ جس میں ڈرامے کی تخلیص کر دی گئی ہے۔ (صفحہ 2)

321۔ فلکیپیٹر، ولیم: جو لیس ییزو

ترجمہ: علامہ ابراہیم دہلوی

ڈراما: 'Julius Caesar' کا نثری ترجمہ۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ دیپان ملک نے بھی کیا ہے جسے بک ہوم، لاہور

نے 2007ء میں شائع کیا۔

(صفحہ 2)

322۔ فلکیپیٹر، ولیم: عالمِ محبت

ترجمہ: راجہ رشید احمد

نام طبع: علامہ، طبع الاول 1928ء

ڈراما: 'As you like it' کا ترجمہ۔

323۔ فلکیپیٹر، ولیم: جو آپ پسند کریں

ترجمہ: نرائن پرشاد، چٹاپ

بھٹی: ماہنامہ "فلکیپیٹر" جولائی تا اکتوبر 1908ء

ڈراما: 'As you like it' کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ چھٹے نرائن پرشاد چٹاپ کے غرض کردہ رسالہ: "فلکیپیٹر" بھٹی میں

شائع ہوا تھا۔ اس ڈرامے کا احسان اللہ، دلاعت حسین، چمن داس، عبدالعزیز خالد اور سعید الحق عاشق دہلوی نے بھی ترجمہ کیا ہے۔

(صفحہ 2)

324۔ فلکیپیٹر، ولیم: دل پذیر

ترجمہ: چمن داس

نام طبع: علامہ، طبع الاول 1901ء

ڈراما: 'As you like it' کا ترجمہ۔ اس ڈرامے کا انجین ترجمہ احسان اللہ نے "نقد و عرفان" کے نام سے 1890ء

میں کیا تھا۔ دیگر تراجم میں دلاعت حسین، چٹاپ، عبدالعزیز خالد اور سعید الحق عاشق دہلوی کے ترجمے ملتے ہیں۔

(صفحہ 2)

325۔ ٹیلی ویژن، ولیم: قصہ مرغوب الطبع

ترجمہ: احسان اللہ مولوی

نام طبع: عمار، طبع اول 1890ء

ڈراما: 'As you like it' کا اردو میں اولین ترجمہ۔ دیگر ترجمے چمن داس، پنجاب، دہلیت حسین، عبدالعزیز خالد اور سعید الحق ماسق دہلوی کے لئے ہیں۔
(صفحہ 2)

326۔ ٹیلی ویژن، ولیم: سن کی چاہ

ترجمہ: سعید الحق ماسق دہلوی

نام طبع: دست غدار

ڈراما: 'As you like it' کا ترجمہ۔ دیگر کئی ترجمے اس ڈرامے کے لئے ہیں۔
(صفحہ 2)

327۔ ٹیلی ویژن، ولیم: پسند خاطر

ترجمہ: دہلیت حسین

کلمہ: اشاعت العلوم، 1947ء

140

ڈراما: 'As you like it' کا ترجمہ۔ اس ڈرامے کے دیگر ترجموں میں احسان اللہ، پنجاب، چمن داس، سعید الحق اور عبدالعزیز خالد کے تراجم لئے ہیں۔
(صفحہ 402)

ٹیلی ویژن کے تراجم کے سلسلے میں یہ اولین مجیدہ کوشش ہے۔ دہلیت حسین صاحب نے خصوصی طور پر ٹیلی ویژن کے اسلوباتی نظام کو دیکھنے کی کوشش کی اور تراجم کی ضرورت پر غور و خوض کیا۔ اپنے ترجمے کے ساتھ دہلیت حسین نے 18 صفحات پر مشتمل ایک خوبصورت مضمون بھی شائع کر دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے اس ترجمے کو 'میں بھائے کا سودا' کہا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہو کہ دہلیت حسین نے کرداروں کے نام بدل دیئے تھے۔

ڈراما: 'As you like it' کا منظوم ترجمہ کرنے کی ایک کوشش معروف شاعر عبدالعزیز خالد نے بھی کی تھی۔ جو صرف 'As you like it' کی ایک مشہور فقرہ 'This world is a stage' کا ترجمہ ہے۔ لیکن اس ترجمے کا مرلی اور قاری آہر نظمیاتی نظام ایک ہماری پردے کی طرح محسوس ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ٹیلی ویژن بے کردہ گیا ہے۔ ایک لائن سے مثال ملاحظہ ہو:

"ہر اک انسان دکھتا ہے لاپ اپنا لاپ لاپ اپنا لاپ لاپ"

328۔ ٹیلی ویژن، ولیم: حسن آرا

ترجمہ: ن۔ن

نام طبع: عمار، طبع اول 1900ء

329۔ شیگیبیر، ولیم: انجام بخیر تو سب کچھ بخیر

ترجمہ: احسان اللہ

نام مطبع: نثار، طبع ازل 1890ء

ڈراما: "All's well that ends well" کا اردو میں ازل میں ترجمہ۔ (حوالہ: 2:1)

330۔ شیگیبیر، ولیم: تسخیر فرانس

ترجمہ: قنصل حسین اڑتہ

تکست: الفاظ پر پس لائن آباد، طبع ازل 1914ء

ص: 96

ڈراما: یہ ڈراما "Henry V" کا ترجمہ ہے، جو رسالہ "الواظ" نکستہ پابت جولائی 1913ء تا دسمبر 1913ء میں بطور ضمیر کے قسط وار شائع ہوتا رہا۔ اس ڈرامے کا یہ ترجمہ دیگر تمام تراجم پر اس اعتبار سے فوقیت رکھتا ہے کہ اس میں کہانی جوں کی توں پیش کی گئی ہے اور غزلیں میں رد و بدل محض اس لئے کیا کہ بیان کی خوبیوں میں اضافہ ہو۔

1889ء میں لکھ دیا گیا (Kenneth Branagh) نے اس ڈراما کو بنیاد بنا کر اسی نام سے فلم بنائی ہے۔ (حوالہ: 4:2)

331۔ شیگیبیر، ولیم: ہنری ہفتم

ترجمہ: سعید الحق عاشق دستوی ایم۔ اے

نام مطبع: دست نثار

ڈراما: "Henry V" کا ترجمہ۔ (حوالہ: 5:2)

332۔ شیگیبیر، ولیم: رچرڈ سوم

ترجمہ: محمد شاہ

نام مطبع: دست نثار

ڈراما: "Richard, III" کا ترجمہ۔ تصانیف کے لئے دیکھئے۔ "اردو نامہ" گراہی شمارہ 17 (حوالہ: 2)

333۔ شیگیبیر، ولیم: رچرڈ سوم

ترجمہ: آغا محمد

نام مطبع: دست نثار

ڈراما: "Richard, III" کا ترجمہ، تصانیف کے لئے دیکھئے۔ شیگیبیر کے اردو تراجم از ناصر غزنوی مطبوعہ "اردو نامہ"

گراہی شمارہ 17۔ (حوالہ: 2)

334۔ شیکسپیر، ولیم: رچرڈ سوم

ترجمہ: نرائن پرنس، پنجاب، پرنٹس ملچ اڈل، 1908ء

بھتی: ماہنامہ "شیکسپیر" اکتوبر 1908ء تا جون 1907ء

ڈراما: "Richard III" کا ترجمہ۔ اس ڈرامے کے دیگر ترجمے آغا محمد شاہ، آغا حشر کاشمیری اور کیتھارینس بی نے

کئے۔ کتابی صورت میں برقی پرنس بھتی سے 1907ء میں طبع ہوا۔ ص 150 تھے۔ پہلے مکمل یہ ترجمہ پرنس نرائن پرنس

چاپ کے مرقبہ کردہ رسالہ "شیکسپیر" بھتی میں شائع ہوا تھا۔

(صفحہ 2)

335۔ شیکسپیر، ولیم: صید ہوس

ترجمہ: آغا حشر کاشمیری

نام طبعی عمارت، طبع اڈل، 1908ء

ڈراما: "Richard III" کا ترجمہ جس میں ڈراما "John King" کے بھی کچھ عناصر شامل کر دیے ہیں۔ اس ڈرامے کے

دیگر مترجمین میں چاپ، آغا محمد شاہ اور کیتھارینس بی ٹشی کے نام ملتے ہیں۔ اتفاق سے یہ تمام تراجم 1908ء کا

اس کے گنگ بنگ ہوئے۔ آغا حشر نے ترجمہ کرتے ہوئے ڈرامے کا الیہ پہلو بالکل دبا دیا ہے۔ ڈاکٹر مہدالطیم نائی

کے مطابق اس ترجمے میں آغا حشر نے تنگ جاں اور نرجس سوم کو ہام ایک کر دیا ہے۔ آغا حشر کے اس ترجمے میں

الہام الیہ نہیں مل رہا ہے۔

(صفحہ 2)

336۔ شیکسپیر، ولیم: کنگ رچرڈ سوم

ترجمہ: کیتھارینس بی ٹشی

نام طبعی عمارت، طبع اڈل، 1908ء

ڈراما: "Richard III" کا ترجمہ۔ اس ترجمے کے دیگر تراجم آغا حشر کاشمیری، چاپ، آغا محمد شاہ کے ملتے ہیں

(صفحہ 2، 4)

طبع دوم 1907ء کی ہے۔

337۔ شیکسپیر، ولیم: خونِ ناحق عرف مار آئشیں

ترجمہ: مہدی حسن خاں حسن گھوڑی

ڈراما: "Hamlet" کا ترجمہ 1834ء سے نقل شائع ہوا۔

(صفحہ 2)

338۔ شیکسپیر، ولیم: ہندوستانی زبان کے قواعد (مکملت اور بھری ہشتم)

ترجمہ: گلکرسٹ، ڈاکٹر جان

گلکرسٹ: نام طبعی عمارت، طبع اڈل، 1796ء

ص 314

ڈرامے: ولیم شیکسپیر کے دو ڈراموں کے ٹکڑوں کا اردو میں اولیں ترجمہ شامل کتاب ہے۔ دوسری بار کرائیک پرنس،

نکلتے سے (338 صفحات) 1809ء میں طبع ہوئی۔ اس کتاب کو تیسری بار مجلس ترقی ادب لاہور نے 'قواعد زبان اردو' کے نام سے شائع کیا ہے۔

(1802ء)

دلم چیشیور کا اولین اردو ترجمہ اس کتاب میں پیش کیا گیا۔ چیشیور کے باب میں یہ اذیت واکٹر جان ٹکرسٹ کی ہے۔ 'ہندوستانی زبان کے قواعد' یا 'A grammar of a Hindustani Language' بنیادی طور پر اردو قواعد کی کتاب ہے لیکن اس میں چیشیور کے دو وقفہ دار مسوں پہری ہضم اور مصلحت سے دو اقتباسات ترجمہ کر کے شامل کئے گئے۔

یہ دو ترجمہ شدہ اقتباسات ادبیات میں انگریزی سے اردو ترجمے کی اولین مثال ہیں۔ اس سے پہلے انجیل اور ہیکل کے اردو تراجم تو یقیناً سامنے آئے تھے لیکن ادبیات کے میدان میں ترجمے کا یہ پہلا قدم ہے۔

ڈاکٹر ٹکرسٹ نے ترجمہ شدہ اقتباسات کے ساتھ ایک تعارفی بھی لکھا تھا۔ اس تحریر کی اہمیت کے پیش نظر 'ہندوستانی زبان کے قواعد' سے دو تعارفی نقل کیا جاتا ہے۔

"یہ امر غالب علم کو غائب گراں مذکورے گا کہ اس کی زبان کے ایک ٹکڑے کا ہندوستانی شعر میں ترجمہ بطور نمونے کے پیش کیا جائے تاکہ اس کا اندازہ ہو سکے کہ دونوں زبانوں کے کلمات ان صمیم مکالمات کی ادائیگی میں کس حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں جو لاطینی چیشیور نے کارڈائی گل وڈرے Cardinal Wilkey اور ہنریڈ ہملٹ Hammer کی زبان سے عالم خیال میں ادا کرائے ہیں۔ ان دونوں مکالمات کا بول چال کی مہذب زبان میں زیادہ سے زیادہ لغوی ترجمہ کرنے کی میں نے کوشش بھی کی ہے تاکہ سلاست کے ساتھ ساتھ ہندوستانیوں کا وہ انداز بیان بھی قائم رہے جو ایسے مساکل میں وہ اختیار کرتے ہیں۔ میں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مشکل الفاظ استعمال نہ کروں جس سے فہم سے زیادہ فحشی گری کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس ترجمے کا گھلپنا پن اور اس کی بے غصی سے غلطی کو اس کا اندازہ بھی ہو سکے گا کہ ترجمے میں اصل کی درجہ اور اس کے صحت کو برقرار رکھنا بڑا نوکارت کس درجے مشکل ہو جاتا ہے اور اس سے یہ راز بھی کھل جائے گا کہ ہندوستانی زبان میں حدود و لطافت و صلاحیت ہونے کے باوجود اس زبان (ہندوستانی زبان) کے ان ترجموں میں جو چاہا اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں کیوں بے غلط محسوس ہوتی ہے۔"

جان ٹکرسٹ کے اس ترجمے کی اصل اہمیت تاریخی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سلاست اور روانی ہے جو آگے چل کر اپنا وہاڑ کے حوالے سے ہیرشن کی پہچان بنی۔

چیشیور کے اولین اردو ترجمے (انچھ ٹکرسٹ) کا نمونہ غلط ہے:

To be, or not to be,- that is the question:

Whether 'tis nobler in the mind to suffer

The slings and arrows of outrageous fortune,

Or to take arms against a sea of troubles,

And by opposing end them.- To die?- to sleep,-

No more, and by a sleep to say we end

The heart-ache and the thousand natural shocks
 That flesh is heir to,-its a consummation
 Devoutly to be wish'd To die,- to sleep,-
 To sleep! perchance to dream ay, there's the rub:-
 For in that sleep of death what dreams may come,
 When we have shuffled off this mortal coil,
 Must give us pause: there's the respect
 That makes calamity of so long life,
 For who would bear the whips and scorns of time,
 The oppressor's wrong, the proud man's contumely,
 The pangs of despis'd Love, the law's delay,
 The insolence of office and the spurns
 That patient merit of the unworthy takes,
 When he himself might his quietus make
 With a bare bodkin? Who would- friendless bear,
 To grunt and sweat under a weary life,
 But that the dread of something after death
 The undiscover'd country, from whose bourne
 No traveller returns,- Puzzles the will,
 And makes us rather bear those ills we have
 Than fly to others that we know not of.
 Thus conscience does make cowards of us all;
 And thus the native hue of resolution
 Is sicklied o'er with the pale cast of thought.

”بھینا، خواہ نہ بھیج، سوال یہی ہے کہ بہتر ہے دل میں برداشت کرنا / قرآن کو قسمت کے ٹکڑے بن دینا اور حقیر ہمارے ہاں اس کو دست
 پہ شمشیر ہوتا اور یہ مصیبتوں کے اور قیام کرتا اور کہ مرنا کیا ہے؟ سوتا ہے، بکھو اور ٹھنک، یہ کہنا کہ ایک تیندے سے ہم مل میت کرتے ہیں،
 اور وہ دل اور بڑے صدقات لگتا، جن کا تحمل ہر ایک شخص ہے یا یہ مراد ایک ہے جس کو یہ آرزو چاہا چاہیے، مرنا۔ درست، سوتا ہے یا
 ہاں سوتا ہے، شاید پتہ نہ دیکھتا، فی الواقع سوراہا بھی ہے کہ اب ہم نے اس شکل کش فکری سے نجات پائی اب اس صورت کی نیکوئی!

کیسے طراب نظر آویں گے! یہی تشویش ہم کو خوف ورجاس رکھتی ہے، اعتماد یکنی ہے! جو اذیت کو لبھان تک ضرور اڑ کرتی ہے! اور نہ کون بہتا زمانے کی کو تک واپاست! ظالم کے ظلم، مفرد کی حماست! بھر سوزی عشق خام کی، قید و حالت کی! افراد صہدے پادشاہی کا، اور لات ہزار! جتنوں کی، جو صابر قدر انگیز کرتا ہے، ہر کا وہ آپ اپنی جھکی کر سکتا ہے! خالی ایک جھروٹی سے۔ کون تو بھو اظہاتا دکھ بھرنے اور بھو پانی کرنے کے لئے بچ کھو، دعا کی کیا، جو بعد مرگ کسی چیز کی! وشت نہ ہوتی۔ وہ تک آن ویکھا، جس کی منزل سے! کوئی مسافر بھرتا نہیں، ہے اختیار انسان گھبراتا ہے وہم کو سہاتا ہے دسے خرابیاں جو موجود ہیں۔! پہلے اس کے کہ بھائیں اور وہں کی طرف کہ دسے! معلوم ہیں! ہیں ہی عبرت ہم سب کو! خدا کا قی ہے۔! اور اسی طرح اصل رنگ! استحکام کا بچا ہو جاتا ہے! نگر کے درو گھس سے۔“

(”مختصر حالی زبان کے قواعد سے اقتباس“)

Farewell, a long farewell, to all my greatness
This is the state of man: today he puts forth
The tender leaves of hope, tomorrow blossoms,
And bears his blushing honours thick upon him:
The third day comes a frost, a killing frost,
And, when he thinks, good easy man, full surely
His greatness is awaking, -rips his roof,
And, then he falls, as I do. I have ventur'd,
Like little wanton boys that swim on bladders,
This many summers in a sea of glory,
But far beyond my depth: my high-blown pride
At length broke under me; and now has left me
Weary and old with service, to the mercy
Of a rude stream, that must for ever hide me,
Vain pomp and glory of this world, I hate ye!
I feel my heart new opened: O, how wretched
Is that poor man that hangs on princes' favours!
There is, beneath that smile we would aspire to,
That sweet aspect of princes, and their ruin,
More pangs and fears than wars or women have:

And when he falls, he falls like Lucifer,
Never to hope again.

”خوشا اے عمر کی! اے اب تو ایک مذمت خوش رہو!

یہی انسان کی حالت ہے، جوں درصفت آج عالم ہاتوں
کے سے سر ہنر ہوا، دہلی مراد کے سرخ چٹوں سے گھٹتے زور ہوا
اور رنگ برنگ ترقی کی، بھولوں پر آیا!

تیسرے دن ایسا ایک جاڑا آتا ہے، ہائے کیا سخت جاڑا!
کہ جس وقت اُنہیں نادان بے جاہ انسان نے یقین جانا کیا
اب میری زندگی کا چل چکا ہے، بت اُنہیں کو سکھاتا ہے بڑھکے
جب کرتا ہے میری طرح۔ میں نے دریائے شان میں، کئی ایک
موسم گرما کے جیسے خوش فو کے، جو گھوڑوں پر تیرتے ہیں!

پتی تھا کہ حد سے بہت پرے آکر آیا ہے!

آخر میرے چپے پھرا ہوا بلورہ زور کا گھڑا لکھ دار میں پھرا
دھبیف پور مرد خدمت رسیدہ کو خون غرار دھارے کی موج،
پر کبہ دنت دھکے ڈوبے رکھے گی، پھرا ہے۔

کیونکہ میں نے اپنا دلی حال منور پایا بھی ہے! وہ کیا کھتے آدمی ہے جو کہ آسرا رکھتا ہے بادشاہوں کی توجہات کا!
جس شہر پر عجم اور خوش فکر کو اطلوں کی ہم بکھڑا ہوا تکتے ہیں۔

ان دنوں کو اپنے زلت کے سرمہ میں زیادہ ہانکھن و تشویش ہے! صورتوں کے دلی دواغیوں کے میدان سے، فرضیہ ہے
کس اپنے درجے سے گرتا ہے۔

ابلیس کی طرح گرتا ہے ”بھراٹھنے کا نہیں۔“

(”بندہ جانی زبان کے قضاے انتہاس“)

1881ء کے پہلی میں 19 تا تک میٹزلیاں سوچو و جی۔ خاطر قزوی لکھتے ہیں:

گھڑت کے ترے کے کوئی میٹزلیاں برس بعد پہلی میں بے غار تا تک میٹزلیوں میں سے کسی ایک نے خصوص طور پر
جیپیٹر کے داراوں کے ترے کے آئیں کھیل۔ میٹزلیوں میں چٹلیں انچھو کب۔ اور بچل زور و آسری کب،
دکھو یا تا تک میٹزلی اور سب سے زیادہ جیپیٹر تا تک میٹزلی قابل ذکر ہے۔ ان میں سے اکثر میٹزلیوں نے جیپیٹر کے
کمراتی ترے کھ۔ اور بعد میں بعض داراوں کی رچوں کا سیانی کے پیش نظر مرد ترے بھی کھے گئے۔

(”جیپیٹر کے اور تمام میٹزلی ۳۳۳۳ تا ۳۳۳۳“)

خاطر فزونی صاحب کی تحقیق کے مطابق ٹیلیویز کے مکمل ڈرامے کا آئینہ ترجمہ 'داد دریا' (Pardes) 1871ء میں دانا بھائی ٹیلے نے خالص نوٹیریاں ہی مہیاں ہی آرام سے کر دیا۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر ٹائی نے 'لہرو تھیلز' میں اس ترجمے کا کام 'دادی دریا' لکھا تھا جو درست نہیں۔ بھول خاطر فزونی 'موجودہ معلوم ڈراموں کی فہرست' کے مد نظر آرام کو 'داد دریا' کے ترجمے کا حق دے بھی دیا جانتے تب بھی آرام ہی کو 'جاس بخت' 'Merchant of Venice' کے ترجمے ہی کے سبب ٹیلیویز کے پہلے مترجم کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

(ممداد ٹیلیویز کے اعلامیہ ص 23)

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ڈاکٹر ٹائی نے جو ٹیکس (Pardes) کے 1870ء کے ایک ترجمے 'دادی دریا' کو دوسرا بھائی فرام ہی رابطہ علیا کے نام سے منسوب کیا تھا اور پروفیسر جیکب نے اپنی تصنیف 'دی انڈی ٹیلیویز' میں لکھا تھا کہ 1891ء سے پہلے ٹیلیویز کو کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا۔ جبکہ عہدِ غرور الہی صاحبان کی تصنیف 'کائنات ساگر' میں یہ کہا گیا تھا کہ ٹیلیویز کو بعد وستانی انڈیا سے آشنا کرنے کا فرمہدی صن خان احسن گھنوی کو حاصل ہے۔

جس طرح یہ قلم آرا آج کی بدیع تحقیق کے لحاظ ثابت کر دی ہیں بیچم ٹیلیویز کے تراجم کی تعداد کا مطالعہ بھی ہے۔ پروفیسر جیکب نے تراجم کی کل تعداد اکتالیس بتائی تھی اور ڈاکٹر ٹائی کی 'لہرو تھیلز' کے بعد کی تحقیق کے مطابق تراجم کی تعداد ایک سو اکتیس بتائی گئی۔ ڈاکٹر ٹائی نے ٹیلیویز کے 37 ڈراموں میں سے 22 ڈراموں کے اضافی اردو تراجم کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ سال 2012ء تک کتابی شکل میں مطبوعہ، انڈیا، کالج کے انڈیا اور دیپ پائی ڈراموں کی صورت میں کئے گئے تراجم کے تعداد دو سو کے لگ بھگ بنتی ہے، اور اس کی تفصیل کے لئے ایک الگ دفتر درکار ہے۔ صرف احسان اللہ نے ہی 1890ء تک ٹیلیویز کے 19 ڈرامے ترجمہ کر لئے تھے۔ ٹیلیویز کی ہمارے انڈیا پر مقبولیت کا اعتراف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ "ٹیلیویز" کے نام سے ٹھیلے سے جتنی ایک ماہنامہ (مغرب: جذبات نرائی پشاور پنجاب) بہت پہلے جاری کیا گیا اور اس پر ہے میں پنجاب کے تراجم ('ایٹھ لاکھ اٹھ' اور 'لکھ رچا' سوئم) صفحات میں شائع ہوئے۔ ٹیلیویز کے 141 تراجم کے تو خود میں نے اس کتاب میں کاتک فراہم کر دیئے ہیں۔ جو کتابی صورت میں شائع ہوئے، جو شائع نہ ہو سکے وہ الگ ہیں۔

بھول خاطر فزونی:

"ٹھیلز کا زبانت کیا تو اردو قلم میں بھی ٹیلیویز نے بار پڑا، جن قلم سے زیادہ موجودہ دور میں بظاہر پر ریلیج نے ٹیلیویز کی قدر فزونی کی اور بظاہر اردو ترجمے ریلیج پاکستان، لی لی سی اور آل انڈیا ریلیج سے بھر جوتے رہے اور ہر ہے ہیں۔

("ٹیلیویز کے اردو تراجم" ص 23-24)

یہ حقیقت ہے کہ دیم ٹیلیویز ہمارے انڈیا اور ریلیج پر 1871ء سے تاحال رائج کر رہا ہے اور اس کا کوئی مد مقابل نہیں۔

1991ء میں فلمی جہایت کار Franco Zeffirelli نے مہمیت کو بنیاد ڈاکٹر قلم بھائی تھی۔ جب کہ "Prospero's Books"

کے عنوان سے 1991ء میں جہایت کار Peter Greenaway نے بھی ٹیلیویز کے ڈراما کو بنیاد ڈاکٹر قلم چپری۔

339۔

ٹیکسپیئر، ولیم: ہملت

ترجمہ: مصطفیٰ ندوی

لاہور: مشعل: "مروج مری صدف صدف"، لاہور، اکہڈی: 1990ء

ڈراما: "Hamlet" کے ایک نئے کا منظوم ترجمہ۔ یاد رہے کہ "Hamlet" کا ایک منظوم ترجمہ عزیز احمد نے بھی کیا تھا۔

عزیز احمد کے شاعر ہونے کا ثبوت انہوں نے عمر کے آخری حصے میں غزلیں کہہ کر فراہم کیا تھا۔ (حوالہ: 10، 11، 18)

340۔

ٹیکسپیئر، ولیم: ہملت

ترجمہ: سید عبدالہادی، پروفیسر

عظمیٰ: غیر مطبوعہ

ڈراما: "Hamlet" منظوم ترجمہ۔ سید عبدالہادی، گورنمنٹ کالج کراچی، کراچی سے بطور پرنسپل ریٹائر ہوئے تھے۔ انہوں نے

ٹیکسپیئر کے دیگر ترجمے بھی کئے تھے جو بقول ان کے، انہوں نے اشفاق احمد کو اشاعت کی غرض سے دیے۔ ادراپ ان

تراجم کا نام دیکھنا نہیں سکتا۔ چونکہ یہ (ڈراما: 1979ء) میں میں نے خود پروفیسر صاحب کے پاس غیر مطبوعہ صورت میں

دیکھا، اس لئے صرف اسی ایک ترجمے کا حوالہ دے رہا ہوں۔ (مرزا حامد بیگ)

341۔

ٹیکسپیئر، ولیم: ہملت

ترجمہ: امتیاز علی، مولوی

نام مطبعی ناماد، مطبع الاول 1888ء

(حوالہ: 2، 4)

ڈراما: "Hamlet" ترجمہ۔

342۔

ٹیکسپیئر، ولیم: شہزادہ ہملت

ترجمہ: احسان اللہ، مولوی

نام مطبعی ناماد، مطبع الاول 1890ء

(حوالہ: 1، 8، 9)

ڈراما: "Hamlet" کا ترجمہ

343۔

ٹیکسپیئر، ولیم: خون ناحق عرف ہملت

ترجمہ: عظمیٰ داس دت شیدا

لاہور: دیانگہ پبلشرز، مطبع الاول 1912ء

ص: 22

(حوالہ: 10، 12)

ڈراما: "Hamlet" کا ترجمہ

- 344۔ ٹیلی ویژن، ولیم: مہملت
ترجمہ: فرائ گوردھری
نئی دہلی: ساجہ اکیڈمی، طبع الاول 1978ء۔
ڈراما: "Hamlet" کا ترجمہ اس ترجمے کا تازہ ایڈیشن یک اوم، لاہور نے 2007ء میں شائع کیا ہے۔ (حصہ 2: 90)
- 345۔ ٹیلی ویژن، ولیم: مہملت
ترجمہ: عابد نواز بگ
دہلی: سرہانی اردو پابلیکیشنز، جنوری 1939ء۔
ڈراما: سرہانی اردو دہلی میں "ٹیلی ویژن" کے چھ بڑے کا ترجمہ کے عنوان سے "Hamlet" کے چند اقتباسات کا ترجمہ فلم
سمرتی میں۔ مزاح احمد نے اسی ترجمے سے حاشیہ پر "مہملت" کا مضمون ترجمہ کیا۔ (حصہ 14)
- 346۔ ٹیلی ویژن، ولیم: یوں رام کریں
ترجمہ: اکرام بریلوی
راولپنڈی: غیر مطبوعہ برائے ریڈیو پاکستان راولپنڈی
ڈراما: "The taming of the shrew" کی تالیف کا ترجمہ۔ (حصہ 2)
- 347۔ ٹیلی ویژن، ولیم: ڈبلیو لکن
ترجمہ: ان۔ ان۔
نام مطبعہ دست نامہ
ڈراما: "The taming of the shrew" کا ترجمہ 1920ء کے گگ بھگ ہوا۔ (حصہ 2)
- یہ ترجمہ (بقول سید بادشاہ حسین) مختلف نامک مڈلیوں نے ایڈج کیا۔ اپنے وقت کا مقبول ترین تکمیل تصور کیا گیا۔ بعد میں
مدن حمیز کلکتہ نے اسی ترجمے کو بنیاد بنا کر فلم بھی جاری کی۔ سید بادشاہ حسین کا خیال ہے کہ مدن حمیز دہلیوں نے مشہور فلم ساز اور اداکار
Douglas Fairbanks کی جانی فلم "The Taming of the Shrew" کی پاکس آفس پر کامیابی کو مد نظر رکھ کر سید بادشاہ حسین صاحب
کا یہ قیاس کرنا اس لئے درست ثابت نہیں ہوا کہ مدن حمیز دہلیوں نے سال 1920ء اور 1929ء کے درمیانی عرصے میں فلم مکمل کی
جبکہ اس وقت تک دہلی نے نہ تو بطور عہدہ اس ڈرامے پر فلم جانی تھی اور نہ ہی 1929ء تک وہ بطور اداکار اس ڈرامے پر اپنی کسی فلم
میں اس نے کام کیا تھا۔ دہلی کی پیدائش 1883ء کی ہے جبکہ وہ 1939ء میں وفات پا گیا۔ اس کی آخری فلم "The Iron Mask"
(1929ء) تھی۔ اس کی ذاتی فلم کمپنی کا نام: "Douglas Fairbanks pictures corporation" تھا اور اس نے "D Anagram" کا مرکزی
کردار ادا کیا تھا۔ اس طرح حقیقت کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مدن حمیز کلکتہ دہلیوں نے ڈبلیو لکن ہی ترجمے کی مقبولیت کے پیش نظر فلم
بنانے کا فیصلہ کیا۔

348۔ ٹیکسیٹر، ولیم: بد مزاج کا سرگرم

ترجمہ: احسان اللہ مولوی

نام طبع ندارد، 1890ء

زبان: 'The Taming of the shrew' کا اولین اردو ترجمہ۔ ٹیکسیٹر کے اس ڈراما پر مبنی ہالی وڈ کی ایک ڈانگر کا سٹیج فلم بنی تھی۔ جس میں ایلیزبتہ ٹیلر اور رچرڈ برنن نے مرکزی کردار ادا کیے تھے۔ 1970ء کے دہائی میں یہ فلم پاکستانی سینماؤں میں بھی ریلیز ہوئی۔
(حوالہ 2)

349۔ ٹیکسیٹر، ولیم: تاجر ویش

ترجمہ: نذر محمد امین فتح علی

بھٹی: نام طبع ندارد، 1884ء

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ جسے بھٹی کے گورنر جنرل فرگن کے نام معنون کیا گیا ہے۔ نذر محمد صاحب دیا ہے جسے کہتے ہیں:

ایک روز اس فقیر نے دلچسپ فرصت اپنے اہل خانہ کو ٹیکسیٹر کے اس کھیل کا انگریزی سے ترجمہ کر کے حلیہ، ایک دلچسپ و خیالات دار دیہی، ان کو اس سے زیادہ پسند آیا، مجھ سے کہا کہ اگر اس شاہد انگلیسی کو یہ اپنے ہندی میں سنو اور جانے تو شک نہیں کہ مرثوب اہل بد مذہب سے۔
(حوالہ 2)

350۔ ٹیکسیٹر، ولیم: ویش کا سوداگر

ترجمہ: بابہ بابیشو پر شاہ دلی سائے

کھنڈ: ہے۔ بی۔ ویا ایڈ برادرز، طبع اول، 1887ء

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ دوسری بار 1888ء میں طبع ہوا۔ ترجمے پر نظر ڈالنا حافظ محمد حنیف ایف۔ سائے کی ہے۔
(حوالہ 2)

اس کتاب کے سرمدی پر مقدمہ ذیل عبارت درج ہے:

جو دلاہیسی و گوشل جناب بابہ بابیشو پر شاہ صاحب بی۔ سائے مال لڑائی کھنڈ حادس و سائیں اہل باختر دلاہی سکول حادس، ٹیکسیٹر کے مشہور ناک سرچنٹ آف ویش سے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی۔

اب اس سرمدیہ اور نظر ڈالنا و ترجمہ ضروری حافظ محمد حنیف ایف۔ سائے مال لڑائی سکول حادس و مال لڑائی و خنڈ جناب لیٹننٹ جنرل صاحب مالک مٹری و شیلی و اور طبع آئی ہے بی۔ ویا ایڈ برادرز کھنڈ سے زچہ طبع سے آراستہ ہوئی۔

اس ڈراما کا ایک ترجمہ مال ہی میں دوست جلی کھنڈ، اسلام آباد نے بھی شائع کیا ہے۔

351- شکسپیر، ولیم: چاند شاہ نود خور

ترجمہ: ان۔ ان

نام طبع مجدد، طبع اول 1895ء

(صفحہ 201)

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ

352- شکسپیر، ولیم: دلفروش

ترجمہ: مہدی حسن خاں احسن کھٹونی

نام طبع مجدد، طبع اول 1900ء

زبان: 'Merchant of Venice' کا ترجمہ جس میں مغربی فنڈ کو مشرقی اور کردادوں کو سلطان ظاہر کیا گیا ہے۔

(صفحہ 2)

353- شکسپیر، ولیم: دغس کا سوداگر

ترجمہ: عاشق حسین، سید

دہلی: مشہور بک ڈپ، طبع اول 1895ء

ص: 148

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ۔ دوسری بار کھنڈ سے 1898ء میں شائع ہوا۔ (صفحہ 10، 11)

354- شکسپیر، ولیم: دلفروش عرف یہودی سوداگر

ترجمہ: انیسوں شاہجہانپوری، اکبر محل خاں

نام طبع مجدد، طبع اول 1898ء

(صفحہ 13، 12، 9، 2)

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ

355- شکسپیر، ولیم: آئینہ دلفروش

ترجمہ: مرزا گلبرگ گلبرگ اکبر آبادی

نام طبع مجدد، طبع اول 1898ء

(صفحہ 2)

زبان: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ

356- شکسپیر، ولیم: مرجٹ آف دغس یعنی دلفروش

ترجمہ: سہراب بی، بیمن بی کاٹکا

نام طبع مجدد

ڈراما: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ 1930ء کے گلوبل شاخ ہوا۔ (حوالہ: 5-2)

357۔ شکسپیر، ولیم: جواں بخت

ترجمہ: نوشیرواں کی مہربان کی آرام

ڈراما: 'The Merchant of Venice' کا پہلا اردو ترجمہ خان صاحب نوشیرواں کی مہربان کی آرام کو خاطر فزونی نے ولیم شکسپیر کا پہلا غریب ترجمہ دیا ہے۔ (حوالہ: 2)

358۔ شکسپیر، ولیم: عشق قاسم و شیریں عرف اصلی و فروش

ترجمہ: گوہر ماہجری

ڈراما: 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2)

359۔ شکسپیر، ولیم: تحول ٹھلیاں

ترجمہ: غنی دایونی

ڈراما: 'The Comedy of errors' کا ترجمہ (حوالہ: 2)

360۔ شکسپیر، ولیم: تحول ٹھلیاں

ترجمہ: محمد افضل خان ہدم

لاہور: نیشنل داس، 1910ء

ص: 28

ڈراما: 'The Comedy of errors' کا ترجمہ۔ دوسری بار 1921ء میں طبع ہوا۔ (حوالہ: 12، 15)

361۔ شکسپیر، ولیم: تحول ٹھلیاں

ترجمہ: عبدالکریم

نام مطبع نادر، 1913ء

ڈراما: 'The Comedy of errors' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 9، 12)

362۔ شکسپیر، ولیم: ربط و ضبط عرف تحول ٹھلیاں

ترجمہ: انیسویں شاہجہانپوری، علی اکبر خان

نام مطبع نادر

ڈراما: 'The comedy of errors' کا ترجمہ (حوالہ: 9، 12)

363۔ جیکبسن، ولیم: تحولِ نعلیاں

ترجمہ: احسان اللہ مولوی

نام مطبع: عمارت، طبع اول 1990ء

آراء: 'The comedy of errors' کا اٹلن اردو ترجمہ (حوالہ: 5-2-1)

364۔ جیکبسن، ولیم: تحولِ نعلیاں

ترجمہ: مرزا فتح محمد نظیر اکبر آبادی

نام مطبع: عمارت، 1896ء

آراء: 'The comedy of errors' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 5-2-1)

365۔ جیکبسن، ولیم: تحولِ نعلیاں

ترجمہ: فیروز شاہ خاص

گورکھ پور: نام مطبع: عمارت، 1896ء

آراء: 'The comedy of errors' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 5-2-1)

366۔ جیکبسن، ولیم: گورکھ دھندا

ترجمہ: نرائن پرشاد چاب

نام مطبع: عمارت، 1901ء

آراء: 'The comedy of errors' اور 'Twelfth Night' کو باہم ایک کر دیا گیا ہے۔ اس ترجمے پر جلی آراء المراء

نامک مٹولی نے جلی بار لاہور کے ریڈیو کے ہال میں پیش کیا تھا۔ (حوالہ: 2)

367۔ جیکبسن، ولیم: گورکھ دھندا

ترجمہ: گیتھر داس گوہر

نام مطبع: عمارت، 1921ء

آراء: 'The comedy of errors' کا ترجمہ (حوالہ: 12-2)

368۔ جیکبسن، ولیم: تحولِ نعلیاں

ترجمہ: لالہ بیٹا رام اللہ آبادی

مراد آباد: نام مطبع: عمارت، طبع اول 1908ء

آراء: 'The comedy of errors' کا ترجمہ لالہ بیٹا رام، اسٹیفٹ انسٹیٹیوٹ عمارت اللہ آباد نے کیا۔ یہ ترجمہ زبان و

جوان پر قدرت نہ ہونے کے سبب جیکبسن کا اچھا اثر پیش نہیں کرتا۔ دوسری بار اللہ آباد سے طبع ہوا۔ (حوالہ: 5-2)

احسان اللہ کے اس ترجمے کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر پروفسر نظیر صدیقی کے خیالات غور و فکر میں کر رہا ہوں۔
 ڈراما کی شاید ہی کوئی ترقی یافتہ زبان ایسی ہو گی جس میں ٹیلیپیٹر کے ڈراموں یا نظموں کے ترجمے نہ ہوئے ہوں۔
 ٹیلیپیٹر نہ صرف دنیا کے عظیم ترین ڈراما نگاروں اور شاعروں میں سے ہے بلکہ دنیا کے عظیم ترین ڈراما نگاروں اور
 شاعروں میں غالب سب سے زیادہ مقبول اور دلچسپ ڈراما نگار اور شاعر ہے۔ اسے پڑھنا اور سمجھنا بھی نسبتاً آسان
 ہے۔ اس بات کو مثالوں کے اور پے یوں لکھنے کے اگرچہ ہوسر اور دانتے بھی دنیا کے عظیم ترین شاعروں میں سے ہیں
 لیکن ان دونوں کو پڑھنا اور سمجھنا آسان سمجھنا آسان نہیں جتنا کہ ٹیلیپیٹر کو پڑھنا آسان ہے۔ لیکن یہ آسانی کسی سطح کی جامع
 نہیں، ٹیلیپیٹر کی شاعری اور اس کے ڈرامے انسانی زندگی اور انسانی فطرت کے سرسبز رازوں کے کھولنے ہیں، یہی تو
 علامہ اقبال نے ٹیلیپیٹر کو تاریخِ قصیں پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ

حلقہ اسرار کا فطرت کو ہے سوا ایسا

دروں میں نہ کرے گی کبھی پیدا ایسا

اردو میں ٹیلیپیٹر کے اہم ترین ڈراموں کے علاوہ نسبتاً کم اہم ڈراموں کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ مثلاً صلیب، کنگ
 لیزر، منکھ اور اوجیلہ، ٹیلیپیٹر کے اہم ترین ڈرامے مانے جاتے ہیں۔ صلیب اللہ دہلوی ابن ڈراموں کو اردو میں منتقل کر
 چکے ہیں۔ اسی طرح Twelfth Night اور رومیو جولیٹ کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، جو ٹیلیپیٹر کے "سہجری" میں شہر
 نہیں لکھ چکے تھے۔ اردو میں ٹیلیپیٹر کے بعض ڈراموں کے ایک سے زیادہ ترجمے بھی موجود ہیں مثلاً رومیو جولیٹ کا
 ایک ترجمہ صلیب اللہ دہلوی نے کیا تھا۔ دوسرا اردو کے مشہور ڈراما نگار افسانہ نگار اور تنقید نگار عزیز احمد نے کیا ہے۔
 اس وقت میں عزیز احمد ہی کے ترجمے کو سامنے رکھ کر منکھ کر رہا ہوں۔

"رومیو جولیٹ" ٹیلیپیٹر کے کہانی کا ماہر اور مقبول ڈراموں میں سے ہے کہ اس کے اردو ڈراما نگاروں نے جتنی پائی
 جاتی جو صلیب، کنگ لیزر، منکھ اور اوجیلہ جیسے ڈراموں میں ملتی ہے۔ اس ڈرامے کی کامیابی اور مقبولیت کا راز اس
 بات میں پوشیدہ ہے کہ یہ ڈراما دو عاشقوں کی داستان ہے اور ساری دنیا عاشقوں کی عاشق ہے۔

سب معمول ٹیلیپیٹر نے اس ڈرامے کا پلاٹ بھی پرانی کہانیوں سے لیا ہے خصوصاً آخر بروک کی ایک انگریزی فلم
 سے جو اس نے 1562ء میں شائع کی تھی۔ لیکن ٹیلیپیٹر نے اس کہانی میں تبدیلیاں کر کے اسے ہمہ گیر بنا دیا۔ اس
 نے ڈرامے کے پہلے عمل کو کھنڈن سے ہڈوں میں تبدیل کر دیا۔ اب یہ ڈراما اپنی موجودہ شکل میں چاروں کے اندر
 فطرت ہو چکا ہے۔ ٹیلیپیٹر نے اپنے نگین کی مدد سے ڈرامے کے کرداروں کو زندہ کر دیا ہے اور ڈرامے میں غصب کی
 ڈراما اہمیت پیدا کر دی ہے۔

یہ اراکہ انکی کے شہر دیوتا میں گلی چار ہوتا ہے۔ زمانہ قلم چھویں صدی کا ہے۔ دیوتا کے دو گھرانے کیچلت اور
 ایک گھرانہ عالی طور پر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں، انکے درمیان، انکے کا جوتا ہے اور جولیت، کیچلت کی بیٹی۔

(اردو میں عالی ادب کے تراجم، 1988ء)

(صفحہ: 1، 2)

370- شکسپیئر، ولیم: معشوق، فرنگ، عرف گنار فیروز

ترجمہ: علامہ برٹھو برتی بیجا پوری

کھنڈ: نو انگور، طبع اڈل، 1896ء

آرا: Romeo and Juliet کا ترجمہ۔ (صفحہ: 2)

371- شکسپیئر، ولیم: گنار فیروز

ترجمہ: شیر خان

نام طبع علامہ، طبع اڈل، 1896ء

آرا: 'Romeo and Juliet'

(صفحہ: 1، 2)

372- شکسپیئر، ولیم: یازم قانی عرف گنار فیروز

ترجمہ: مہدی حسن خاں حسن کھنڈی

آرا: نام طبع علامہ، طبع اڈل، 1896ء

آرا: Romeo and Juliet کا ترجمہ دوسری بار لاہور علی سے 1902ء میں طبع ہوا۔ 'نماچان'، لاہور، جولائی 1934ء

کس 525 پر شہر موجود ہے۔ (صفحہ: 2)

373- شکسپیئر، ولیم: یازم قانی عرف دھوکا دھڑی

ترجمہ: عبدالغنی طیل دھانی

نام طبع دستخدا

آرا: 'نورجیہ جولیت' کا ترجمہ۔ 1938ء سے نقل شائع ہوا۔ (صفحہ: 1، 2، 4)

374- شکسپیئر، ولیم: یازم قانی

ترجمہ: آغا حشر کاشمیری

دلی: نام طبع علامہ، 1900ء

آرا: 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ۔ (صفحہ: 2)

375۔ شیگیو، ولیم: رومیو جولیٹ معروف بہ عشق فیروز کا گنار سیر

ترجمہ: مرزا گلبرگ گلبر آجادی

نام طبعی عمارت، طبعی اڈال: 13 فروری 1904ء

(حوالہ 2)

ڈراما: Romeo and Juliet کا ترجمہ۔

مرزا گلبرگ اس ڈرامے کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

اس ڈرامے کا قصہ میں نے خاص ایک تصنیف شدہ کتاب جناب مسٹر شیگیو صاحب مرحوم کے ہائی گرامی ڈرامے رومیو اینڈ جولیٹ سے لے کر ترتیب دیا ہے۔ اور اس کا نام رومیو جولیٹ آف شیگیو معروف بہ عشق فیروز کا گنار سیر موسوم کیا۔ اگرچہ یہ ڈرامہ بظاہر کھیل کھانے کی کتاب ہے مگر حقیقتاً چھ نمبر لا جواب ہے، اور اس میں حسن و عشق کی سیر ہے۔ اس حد سے عاشق و معشوق کا حال خیر ہے۔

376۔ شیگیو، ولیم: رومیو جولیٹ و میکیتھ

ترجمہ: مختار طاہر

لاہور: مکتبہ شاہکار، 1975ء

(حوالہ 11:5)

ڈراما: دو ڈرامے ایک جلد میں۔

377۔ شیگیو، ولیم: بزم فانی عرف گنار فیروز

ترجمہ: محمد افضل ہدم

نام طبعی عمارت، 1907ء

(حوالہ 2:1)

ڈراما: Romeo and Juliet کا ترجمہ۔

378۔ شیگیو، ولیم: گنار فیروز

ترجمہ: سیمٹی، بی۔ ای

نام طبعی عمارت، 1909ء

(حوالہ 2:1)

ڈراما: Romeo and Juliet کا ترجمہ۔

379۔ شیگیو، ولیم: تاجدار جوگن

ترجمہ: عبداللطیف شاد

نام طبعی عمارت، 1922ء

(حوالہ 2:1)

ڈراما: Romeo and Juliet کا ترجمہ

ترجمہ: رومیو جولیٹ

لاہور: عتیق اللہ دہلوی۔ مطبوعہ: 1941ء سے نکل۔

زبان: Romeo and Juliet کا ترجمہ

اس ترجمے سے متعلق مزید اہم کتبے ہیں:

”محب جھٹی میرا مستعد نہیں تھی شکسپیئر کا ترجمہ جی افسردہ داری کا کام ہے۔ سب سے دینی مسئلہ تو زبان کا ہے۔ شکسپیئر کے زمانے میں ایک لفظ کے ایک معنی تھے تو اب اسی لفظ کے معنی بدل کر کچھ اور ہو گئے ہیں، عبادات کے معنی بدل گئے ہیں۔ ذمہ دہانوں میں قہر و دھم کا یہ قدرتی مسئلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ اس باعث مترجم کو اگر کچھ ترجمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے اسے چاہیے کہ اس زمانے کی زبان کو ابھی طرح سمجھے۔ اس کے بعد ڈرامے کے ہر سہن پس سطر سے شکسپیئر کے سہن کی تاریخ اور ادب سے واقفیت ہونا بھی ضروری ہے۔ بہت سے نکتے پر میں کچھ مشق نہیں آتے اگر ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو واضح ہو جاتے ہیں۔“

یعنی مزید اہم کے نزدیک مولوی عتیق اللہ دہلوی صاحب نے ان تمام باتوں کا خیال نہیں رکھا۔ (صفحہ 2)

381۔ شکسپیئر، ولیم: رومیو جولیٹ

ترجمہ: ان۔ان

دہلی: مشورہ بک ڈپو، نئی دہلی

زبان: Romeo and Juliet کا ترجمہ۔ (صفحہ 1، 2)

382۔ شکسپیئر، ولیم: رومیو جولیٹ

ترجمہ: امراؤ سنگھ

آگرہ: مطبع اعلیٰ، 1912ء

ص: 32

زبان: Romeo and Juliet کا ترجمہ (صفحہ 12، 8)

383۔ شکسپیئر، ولیم: رومیو جولیٹ

ترجمہ: عزیز احمد

دہلی: انجمن ترقی اردو، (بند) مطبع ازل، 1941ء

ص: 255

زبان: Romeo and Juliet کا ترجمہ مع مقدمہ و حواشی اس ترجمے کو انجمن نے کراچی سے 1961ء میں دوبارہ

(صفحہ 2، 14)

شائع کیا۔

اس منظور و منظوم ترے سے متعلق مزید احمد صاحب لکھتے ہیں:

اس ترے کے چہ سے میں کہیں کہیں اور بھی باتیں ہوں گی۔ کہیں کہیں یہاں بھی خواہے کہ ایک کردار علم میں بات کرتا ہے اور دوسرا علم میں جواب دیتا ہے، لیکن میں نے ٹیلیویژن کی جڑوں کی ہے، اور ترے میں بھی اس گفتگو کو اسی طرح رہنے دیا۔ اس طرح کوئی شخص نظم میں باتیں کرتے کرتے ترے کو لے گیا ہے لیکن یہ سب محلی باتیں ہیں اور میں یقیناً ہے کہ اکثر یہ اس کے مادی ہو جائیں گے۔ (دوبارہ سے اکتھاس)

مزید احمد صاحب کا ترجمہ انجمن ترقی اردو (دہلی) نے اقول اقول 1941ء میں شائع کیا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مزید احمد نے جو اعتراضات مولوی کاہلیت اللہ دہلوی کے ترے پر کئے تھے بعد میں خود انہیں اسی نوع کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ترے پر شہرہ کرتے ہوئے جہانپانی کا مرن لکھتے ہیں:

مزید احمد نے 'نومیو جریٹ' سے حوصلہ کرانے کی جڑ کوٹش کی ہے، وہ قابل قدر و ضرور ہے مگر غیر معمولی نہیں ہے۔ کہیں کہیں آدھ، کسٹرن کے 'نومیو جریٹ' کے بعد اور زبان میں اس ارادے کی پیشکش کسی سے باب کا خلاف نہیں کرتی اور کمال امر دہلی کے مکالموں کے بعد مزید احمد کے مکالمے اس حلقہ ارادے کی عظمت میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں کرتے۔ اگر مزید احمد کا ترجمہ لندن اسکول آف افریکن اینڈ اویشنل سٹڈیز کے کسی پراگرام کا حصہ ہے تو نہایت فحش کی بات ہے کہ مزید احمد کی غرض سے وہ فی تحقیر کی کتابیں نہیں گزریں جو ٹیلیویژن کے فن پر طبعاً راجح و راجحی ذاتی ہیں۔ سوائف کی حیثیت سے مزید احمد کا کام 'نومیو جریٹ' کی ایسی تحقیر کا بھی تھا جو بھائی کہ یہ 'ڈرامہ' کس طرح بھائی انسانی صورت حال کی عیسائی مذہبی طرز فکر کے مطابق شرح اور تفسیر کرتا ہے۔ کیا محض کی قوت ایک ایسے معاشرے میں اس لئے کامیاب نہیں ہوتی کہیں کہ معاشرہ، انسان کو انسانی کے قریب لانے کے بجائے انسانی اور انسانی کے درمیان محافرت کے چاندت کو ہوا دیتا ہے، اور اس لحاظ میں اپنے معنوی استحکام کو دھمکتا ہے؟ یہ اسی طاق واصل 'نومیو جریٹ' کے لپے کو پیدا کرتی ہے، اور یہاں تک وہ انسانی حاشی تھی جس نے 'نومیو' کے زمانے میں انہی آدم کو مستحسب کیا تھا۔

مزید احمد نے 'نومیو جریٹ' کے حق سے میں کوئی فی بات نہیں کی۔ ساری باتیں پرانی ہیں۔ مثلاً مزید احمد نے 'نومیو جریٹ' کو 'ڈراما' کی لادور کی روایت کے پس منظر میں نہیں پرکھا، علاوہ انہی 'فحش' اور بلائیے طرز کو شرمی اصل کی داستان کہا ہے، حالانکہ اس داستان کا تمام سلسلہ ثانی افریقہ اور اسٹڈی ہسپتال سے تعلق رکھتا ہے۔

مزید احمد اگر اس ارادے کا ترجمہ کرتے تو شاید یہ 'ڈرامہ' چھوٹا سا ہو سکتا اور اسے پہنچا کر پکھا بھی جاسکتا، مگر جس نوع کا ہلک و دس اشتہال کیا گیا ہے، وہ نہایت بے جا ہے۔

(”سمیٹ“، دہلی، 1983ء، ص 80)

دراخ رہے کہ ٹیلیویژن نے 'نومیو جریٹ' کا پلاٹ بھی پرانی حکایات اور داستانوں سے اقتد کیا ہے خصوصاً آدھر بروک کی 1962ء میں شائع ہونے والی ایک نظم کو بنایا، جاکر اس کی کہانی میں چند تبدیلیاں کر لی ہیں۔ مثلاً یہ کہ محض کی کسی میٹوں پر پھیلی ہوئی داستان کو صرف چار دہوں تک سمیٹ لیا ہے۔ اگر اس ڈرامے میں ٹیلیویژن و ٹیلیسٹ، ٹیکھور اور 'اوجیلو' میں دکھائی دیتا ہے لیکن ٹیلیویژن کا محض یہاں بھی اپنے عروج پر ہے اور ڈراما ہیٹ میں ڈراما براہ کی نہیں۔

اس ڈرامے کا ایک کردار مرکاشو ہے، جسے اس ڈرامے میں ٹیلیویژن کا شاہکار دکھا گیا ہے۔ اس کے بارے میں مزید احمد لکھتے ہیں:

"ٹیکسیز نے یہ عجیب و غریب کردار بڑے کمال سے تخلیق کیا ہے مرکوشو، ہدا یٹو جو کہ جری اور پادراج شریف نو جوانوں کا مجموعہ ہے۔ زندگی تک کو وہ تکمیل سمجھتا ہے۔ مرتے مرتے بھی مذاق کرتا ہے۔ اس کا غلصہ چاہے۔ اس کے مذاق میں ہنسنے کا عنصر غالب بھی لیکن اس کا مقصد کسی کو دیکھ بھانپنا نہیں۔ مرکوشو سے کچھ ہی کم اتنا کردار بھی اس ادارے میں ٹیکسیز کا شاہکار ہے۔ اس کا کردار براہ راست زندگی سے مستعار لیا گیا ہے۔

مزج احمد نے اس ادارے کے تمام کرداروں پر لڑا لڑا اعتماد خیال کیا ہے اور ہر ایک کی خصوصیات جان کر دی ہیں، لیکن کی بنا پر اس ادارے سے قاضی کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ انہوں نے "دوبیہ اور جولیٹ" کے کرداروں کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ ان میں بننا ۶ چاہے کی پوری زندگی اور شخصیت کا بہت کچھ رنگ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک امریکی ناول نے اس ادارے کے کرداروں کو لکھنا ۶ چاہے کے قصور خانے کی قصیدوں سے عجیب دلی ہے۔ مزج احمد کہتے ہیں کہ "چنانچہ کرداروں کی تخلیق ٹیکسیز نے کی ہے دنیا کے کسی اور مصنف نے نہیں کی۔ کائنات، روشنائی اور قہم سے اس نے نکالت انسان بنائے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں گے اور دوبیہ اور جولیٹ" کے کردار میں زندگی شروع سے آخر تک چمکتی ہے۔"

(دیباچہ از مزج احمد)

پروفیسر نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

"جہاں تک اس ادارے کے نفس موضوع کا تعلق ہے ٹیکسیز کے ایک شمارے نے کہا ہے کہ محبت اور طرقت، سوانح اور احوال کا باہمی میل اس ادارے کا موضوع ہے۔ ایک اور موضوع جوانی اور بڑاپے کا باہمی میل ہے۔ ہر حال میں مزج ٹیکسیز کے اس ادارے کو کمالیت دلچسپ بناتی ہے وہ یہ ہے کہ اس ادارے کے موضوعات اس کی سائنس میں شامل ہیں اور وہ خاص کرداروں سے برآمد ہوتے ہیں۔

اس ادارے کے حزم مزج احمد کی جیشیتوں سے اردو ادب میں بڑے اونچے مقام کے بانگ ہیں۔ وہ انگریزی ادب کے عالم اور استاد تھے اور اردو کے ادیب۔ اردو میں "دوبیہ اور جولیٹ" کے ترجمے کی موجودگی کے باوجود انہوں نے اس کا ترجمہ کیا، جس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ موجودہ ترجمے سے مطمئن نہ تھے حالانکہ موجودہ ترجمہ حمایت اللہ دہلوی جیسے حزم کا ترجمہ تھا۔ اس طرح کی بے اطمینانی بہتر ترجمے کی ضمانت ہوتی ہے۔ مزج احمد نے ٹیکسیز کے اس شعری ادارے کا منظوم ترجمہ کیا ہے۔ جہاں خود ٹیکسیز نے نثر سے کام لیا ہے، وہاں مزج احمد نے بھی نثر میں ترجمہ کیا ہے۔

(نثر میں مالی ادب کے تراجم" ۱۹۸۵ء)

یہ ڈانڈا انکی کے شعر ویرانہ میں میل چڑھ رہا تھا۔ زبان چودھویں صدی مسیحی کا ہے۔ "دوبیہ (پیرد) ہانگیا گھرانے کا لڑکا ہے اور جولیٹ، کچھلٹ گھرانے کی لڑکی۔ یہ دونوں خاندان ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں۔ "دوبیہ جولیٹ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں لیکن ان کے ستارے آج بھی میں نہیں ملے۔ آخر کار دونوں چاہنے والے ایک دوسرے کی خاطر جان اے دیتے ہیں۔

جولیٹ، نوجوان نسوانیت کی دھڑکی ہوئی تصویر ہے اور دوبیہ کا حراج اچھا کا جاشکان۔ بقول مزج احمد، "دوبیہ کے کردار میں نری

اور کشمکش ماحولانہ حواس پر انسانی چشہ کی ہیں۔ اکثر رومی اور سمیٹ میں نسبت احمقہ کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رومی کا کردار ”سمیٹ“ کا ارتقائی خاکہ ہے۔

عزیز احمد صاحب کے مطابق: ”اس ڈرامے میں موت اور محبت میں بڑا تضاد ہے۔ موت اور عشق کا باہمی تضاد۔“ عزیز احمد نے دیباچہ میں برطانوی شاعر بارول کی ایک نظم ”فریجلی مستشرق“ کا حوالہ دیتے ہوئے نظم کی ایک لائن نقل کی ہے:

”دنیا وہاں کی ہے۔ ہر صبح آ جاتے گی، ہر شجر کے پتے تھکے سے عزت سے ٹھوڑا ٹھوڑا پن کو بچھن لیں گے۔“

در اصل رومی جو لیت کا مضمون اس زمانے کے مافوق الفطرت پسند شاعروں کے گروہ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے۔ ترجمے سے ایک نمونہ دیکھتے ہوئے:

”محبت وہ دھواں ہے جو ذرا آد سے پیدا
 دھواں کم ہو تو بن کر آگ یہ آنکھوں میں ہے جاتا
 انہیں حقیقت ہو تو آنسوؤں کا بحر بن جاتے
 محبت اور کیا ہے؟ وہ بتوں ہے، جس میں ہتھیلی
 وہ نہر تیار، جس سے دم گھٹے اور پھر ہے شیر خا

یہ اور آپ خدا حافظ۔

384۔ ٹیگنیر، ولیم: راؤ بیچ

ترجمہ: ان۔ ان

نام طبع غدار، طبع اڈل 1902ء

(صفحہ 201)

ڈراما: ”King John“ کا ترجمہ

385۔ ٹیگنیر، ولیم: ڈرامے کام کا اکتا طور

ترجمہ: احسان اللہ، مولوی

نام طبع غدار، طبع اڈل 1990ء

ڈراما: ”Much ado about nothing“ کا انجمن اردو ترجمہ۔ اس ڈراما کو بنیاد بنا کر 1993ء میں چاہتہ کار

(صفحہ 2)

Kenneth Branaghy نے لکھ کر چمکی۔

386۔ ٹیگنیر، ولیم: جام الفت

ترجمہ: لالہ بیگم نام

نام طبع غدار، طبع اڈل 1906ء

387- جیکسپیئر، ولیم: جام الفت

ترجمہ: قاتی جاوہری

نام طبع: نثار، طبع اول: 1931ء

388- جیکسپیئر، ولیم: جنوں وگا

ترجمہ: عبداللطیف شاد، بی۔اے

نام طبع: نثار، 1900ء

ڈرامہ: 'Romeo and Juliet' اور 'Titus and Ronscus' دونوں کو ملا دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ٹائی نے اسے اول

الٹ کر اڑامے کا ترجمہ تیار ہے، جو درست نہیں۔

389- جیکسپیئر، ولیم: یادوں کی محنت برباد

ترجمہ: محمد سلیمان

گورکھ پور: نام طبع: نثار، طبع اول: 1899ء

390- جیکسپیئر، ولیم: آبدار

ترجمہ: خان احمد صمیم خاں

لاہور: فیروز سنز لٹریچر پاکستان، مکہ۔ سن

المانے: جیکسپیئر کے 18 ڈراموں کا انسانی روپ

391- جیکسپیئر، ولیم: جیکسپیئر کی کہانیاں

ترجمہ: علی سردار جعفری

بھٹی: کتب پبلشرز

ڈرامہ: مشہور داستانیں تیار چارلس کمب اور اس کی بہن میری نے یہ کہانیاں جیکسپیئر کے ڈراموں کو بنیاد بنا کر لکھی

تھیں۔ یعنی مکالموں کو انشائوں میں ڈھالا۔

392- جیکسپیئر کی کہانیاں

ترجمہ و تھمیں: ڈی۔ اے۔ ہریسن آرمیان

لکھنؤ: قلم یک ڈپ، لاٹس روڈ، طبع دوم: 1978ء

ڈراما: کتاب میں ہاروی شب، دھن کا سواگر، شاہ لیکر، روپیہ جو لیت، جیٹیکس، منکھ، مسلمین، طوفان اور اقیانوس وغیرہ ڈراموں کی تفصیل شامل کی گئی ہے۔

393۔ ٹیلی ویژن، ولیم: ٹیلی ویژن کے مسائل

ترجمہ: خان احمد حسین خاں

لاہور: فیروز سنز لکھنؤ (پاکستان) س۔ س۔ سن

ص: 446

ڈراما: 14 ڈراموں کی تفصیل (1962ء: 2)

394۔ ٹیلی ویژن، ولیم: بچوں کا ٹیلی ویژن

ترجمہ: سترجمین، پنجاب بک ڈپو

لاہور: پنجاب بک ڈپو، س۔ س۔ سن

ڈرامے: ٹیلی ویژن کے اہم ڈراموں پر کتابچے (بچوں کے لئے)

(1960ء: 11)

395۔ ٹیلی ویژن، ولیم: کتاب ٹیلی ویژن

ترجمہ: تنویر چٹروم

ڈرامے: یہ کتاب ٹیلی ویژن کے ڈراموں کے بعض اہم حصوں کے مجموعہ تراجم پر مشتمل ہے۔ (1962ء)

یہ کتاب ٹیلی ویژن کے ڈراموں کے بعض اہم حصوں کے مجموعہ تراجم پر مشتمل ہے۔ کتاب میں انگریزی، لٹک اٹ کے دوسرے ایکٹ کا چرچا، منکھ، کے دوسرے ایکٹ کے پانچویں منظر اور بھری بھم کے تیسرے ایکٹ کے دوسرے منظر کے علاوہ سہولت کے پہلے ایکٹ کے پانچویں منظر کے مجموعہ تراجم خاصے کی جڑی۔

نوٹ: ملاحظہ ہو:

اللہ رب! اے عظمت و جاہ و جلال
آدمی کا ہے یہی دنیا میں حال
آج اس کے ہوتے اسید میں
پہنچتی ہیں نرم و نازک کنگلیں
کل دکھاتا ہے وہ پہلوں کی بہار
فرشتے اظہار کا رنگیں کھار

بہر طور ٹیلی ویژن کے ڈرامے انسانی فطرت کے سرایت رازوں کے ایسے خزانے ہیں جنہیں اپنے اپنے طور پر ادارے سترجمین

بہت کھینچ رہی تھی۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے ٹیکسیٹر کو فریج میں چھپا کر رکھ دیا تھا۔

حظ سراسر کا طرقت کو ہے سودا ہوا
راز داں بھر نہ کرے گی بھی پیدا ہوا

396۔ ٹیکسیٹر، ولیم: منجلی قسم

ترجمہ: جمشید چٹوڑی، پٹنہ

لاہور: نوائی دت سنگھ، س۔اے

ڈراما:

(حوالہ: 7)

397۔ گائڈ روڈی، جاپان: سیب کا درخت

ترجمہ: قاضی محمد افتخار

لاہور: آئینہ ادب، طبع دوم، س۔اے

ڈراما: The Apple tree کا ترجمہ ایک ترجمہ و شاعر عادل کا بھی مٹا ہے اس ڈرامے کا ایک ترجمہ پطرس

بخاری نے بھی کیا تھا جو رسالہ کارواں لاہور میں شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 10، 1)

398۔ گائڈ روڈی، جاپان: سیب کا درخت

ترجمہ: و شاعر عادل

بکینی: کتب پبشرز

ڈراما: The Apple tree کا ترجمہ ایک ترجمہ قاضی محمد افتخار کا بھی مٹا ہے۔ پطرس بخاری کا ترجمہ رسالہ

”کارواں لاہور میں شائع ہوا تھا۔“

(حوالہ: 10، 18)

399۔ گائڈ روڈی، جاپان: فریب عمل

ترجمہ: نجف محمد علی دانا، قش

الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی طبع اول: 1930ء

ڈراما: انگریزی سے ”Skin - Game“ کا ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 4، 7، 10، 11)

400۔ گائڈ روڈی، جاپان: پیکار

ترجمہ: ہادی علیک

ڈراما: ایسٹرنک کا ترجمہ جس میں سرایہ دلی کے لسانات کو افلاک کیا گیا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

401۔ گائڈ روڈی، جاپان: انصاف

ترجمہ: دیان زائن، قش

ماہر صہبن، شہاب احمد دہلوی، مفتی جلال پشاور، عبدالقیوم ہاشمی، فضل حمید، نورسور کھوسو کے نام ملتے ہیں (صفحہ 201)۔
 جرمن دوائے ٹینک قانون کو گئے 14 اگست 1749ء میں جرمنی میں پیدا ہوئے۔ 47 برس کی عمر میں قانون کی ڈگری لی۔
 لائیکرک پرنسپل کا یہ گریجویٹ، کیمسٹری، تخریج اعضاء اور دل قحیر کا ماہر تھا۔ 1792ء میں فرانس کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ 1828ء
 میں سیاست اور عام معاشرتی زندگی سے کٹ کر صرف تصنیف و تالیف کا بورہا۔ 22 مارچ 1832ء میں انتقال کیا۔
 "فائوسٹ" ایک قدیم داستانوی قصے کی بنیاد پر بار بار لکھا گیا اور فرانسیسی کے پوسپ میں مقبولیت کا سہارا بن گیا۔ اس کی
 جڑوں کی تلاش محققین کو عہد ہمارے جدید کے ایک چادرگرہوں ٹیکس کی سرگزشت تک پہنچنے تک پہنچ گئی ہے۔ جبکہ اس فرضی قصے پر مبنی
 18 ویں صدی عیسوی کے انگریز ڈرامہ نگار کرستوفر مارلو کا ڈرامہ:

'Tragic history of Doctor Foustus' 1588ء میں سامنے آیا اور تقریباً ایک سو برس تک جرمنی اور برطانیہ میں
 یکساں مقبول رہا۔ اس فرضی قصے پر مبنی گوئے کا عظیم کارنامہ "فائوسٹ" Foustus جرمن زبان میں عہدہ پڑے ہوا۔ "فائوسٹ" قدیمت کی دو
 متضاد قوتوں کی کشمکش کا دوسرا نام ہے۔ اس کی ایک حد انسان ہے تو دوسری حد شیطان۔ ان دو انہماکوں کے بیچ عشق ہے۔ انسان اور
 شیطان کے درمیان اس جہل کا فیصلہ مختلف کھیلوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جبکہ نے انسان کو یا ظہور کو خج عہد قرار دیا ہے تو جبکہ
 کے نزدیک شیطان یا بدی کی طاقتیں کامیاب دکھائی دیتی ہیں۔

اس عظیم ڈرامے کے تین نمایاں کردار ہیں، یعنی فائوسٹ، شیطان اور مارگریٹ۔ "فائوسٹ" کھینچے وقت گوئے نے ان تینوں
 کرداروں کو عہد انسانی کے تین مختلف شعبوں کی مدح قرار دیا ہے۔ فائوسٹ جذبہ ناکامی کی بیجا اداس ہے اور شہید و دل، جبکہ شیطان
 ہی درحقیقت جذبہ ناکامی کا دوسرا نام ہے اور قدومت کے بندھے لگے اصولوں کے خلاف باغیانہ لہجے۔ مارگریٹ، عشق اور محبت کی
 طاقت ہے اور دو عظیم قوتوں کے درمیان "خیر" کی واحد آواز۔

اس اعتبار سے گوئے کا "فائوسٹ" کرستوفر مارلو کے "فائوسٹ" سے مختلف ہے کہ وہ اپنی ذات پر ایمان کا حتمی باعاطب ہے جبکہ
 مارلو کا فائوسٹ خدا پر یقین مستحکم کر رہا ہے۔ مارلو کے پس منظر میں (عیسائیت کی) اخلاقیات اور اہمیت کا ایک مربوط نظام ہے جبکہ گوئے
 محض قصصوں کے ذریعے مناجاتی مذہبی عوامل کو سامنے لاتا ہے۔ گوئے اپنے اعتقادات کے اعتبار سے وجودی ہے اور اس کا اخلاقی
 نظام بھی اپنے اندر ایک خاص نوع کی پک رکھتا ہے۔ گوئے نے 143 تصنیفات یا نگار چھوڑی ہیں لیکن اس کی ماحولی شہرت کا باعث
 "فائوسٹ" ہی کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی دیگر دو نمایاں کتب 'The sorrows of young Werther' (دل) اور 'Wilhelm
 master's apprenticeship' کے علاوہ خود نوشت، سترے، سائنسی، علمی و تنقیدی مقالات کے مجموعے، اور شعری مجموعے فریڈرک بہت
 کچھ ہے۔ لیکن ہمارے پس فائوسٹ نے ہی مقبولیت حاصل کی یا دوسرے جذبے پر 'لوہنجان و درحکری داستان' مبنی ہے۔

"فائوسٹ" کے دو حصے ہیں اور بنیادی موضوع انسانی اسکانات پر فطرت کی طرف سے مائل کردہ جکڑ بندوں سے پیدا ہونے
 والی شہید ہے اہمیت مانی ہے۔ "فائوسٹ" کا مرکزی کردار (ایک عظیم دانشور) وجود کے معنی اور انسانی اسکانات کی جستجو میں گم ہے اور
 حقیقت آدمی کی درست پہچان کا آرزو مند۔ اس روحانی سفر میں وہ شیطان سے ایک عجیب و غریب معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اس تجربے کا
 ایک جتنی کم خطر کرے گا اور اس کے بدلے میں فائوسٹ اپنی مدح شیطان کے ہاتھ گردی رکھتا ہے۔ اب ایک نئے سفر کی ابتداء ہوتی

ہے جس کے پہلے مرحلے میں ہی فائسٹ فلٹر کے ہاتھوں بے بس ہو جاتا ہے۔ وہ کرہاں سے محبت کرتا ہے اور کرہاں چار ہائی ہے۔ یہ پارہا اصل فائسٹ کی ہے یا فلٹر کے مقابل انسان کی۔

دوسرے حصے میں فائسٹ اپنے آپ کو دلہنی پاہ و جمال کی طرف لے جاتا ہے اور خارجی قوتوں سے ہتھیار ہوتا ہے۔ وہ وطن آف لڑائے سے معاشقہ لڑاتا ہے اور عظیم فتوحات حاصل کرتا ہے۔ لیکن وہ جلی طور پر مطمئن نہیں۔ سکون تو کسی اور شے کا نام ہے۔ آخر کار وہ تمام انسانی نا آسودگیوں کے ساتھ اس چہرے سے رخصت ہوتا ہے۔ لیکن موت کے بعد اس شیطان خصلت پر جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ اس بات کا انعام ہے کہ اس نے غیر ملکی میں عمر گزار دی اور صداقت کی پہچان کا طالب رہا۔ گوشتے کا ایمان تھا کہ انسان اس عظیم کائناتی کلام میں ایک متحرک قوت ہے اور اسے زندگی کی مثبت اقدار کی جستجو کرتے رہنا چاہیے۔

اس ادا سے کے عزری ترے ڈاکٹر عابد حسین، شاہد احمد دہلوی اور فقی جولا پر شاہد برقی نے کئے۔ عزری ترجموں میں ڈاکٹر عابد حسین کا ترجمہ کھل دلیں ترجمہ ہی جس منثور ترے کا سیار بھی قائم کرتا ہے۔ جبکہ شاہد احمد دہلوی نے بغیر پر سن اور عزری نے کوچ کے انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا۔ یہ انگریزی ترجمہ فائسٹ کے بہرہ حقوں کا انتخاب تھا۔ انگریز مترجمین نے 'فائسٹ' کو اصل حالت میں نہیں رہنے دیا۔ انہوں نے ادا سے کے بعض بہت لمبیاں اور اہم حصوں کو حذف ہی نہیں کیا بلکہ سطر کی ترتیب بھی بدل دی ہے۔ یوں شاہد صاحب کا ترجمہ اپنے بنیاد سے ہی گمراہ رہ جاتا ہے۔ کچھ جکی کیفیت فقی جولا پر شاہد کے ترے کی ہے۔ اسے منثور ترجمہ بھی نہیں کہا جاسکتا، بیشتر حصے محض یا خاص ادا میں ہیں۔

محض تراجم میں منور کھنوی اور عدا القیوم خان ہائی کے نام لیاں ہیں۔ منور کھنوی کے پاس روانی اور بے ساختگی ہے۔ انہوں نے تلف مواقع سے مناسبت رکھتے، ادلی خبروں کا انتخاب خوب کیا ہے مثال دیکھئے۔

عالم	بھی	ہا	فائل	بھی	ہا
ماہر	بھی	ہا	کامل	بھی	ہا
جو	حاصل	د	فرست	تحقی	پہلے
جتنی	بھی		ذکاوت	تحقی	پہلے
کچھ	بھی	نہ	اضافہ	اس	میں
میں	جیسا	تھا	دینا	ی	رہا
میں	کامل	بھی	کہلاتا		ہوں
میں	فائل	بھی	کہلاتا		ہوں
پھر	بھی	حاصل	میں	آتا	ہے
دلی	مجھ	کو	بھی	سمجھاتا	ہے
لاطین	بس	تقدیر	میں		ہے
اک	رنگ	بھی	تصویر	میں	ہے

اب دھول کا ترانہ بھی سنتے چلے۔

تھکر ہو چاڑ تارکی میرے اسے دادو
دادو لو ہاں دادو لو اپنی اسے کالے دادو
دوڑتی تاروں کی رقصاں ہو نظر کے سامنے
یہ لگاؤ کیلک سماں ہو نظر کے سامنے

مولوی عبدالقیوم خاں باقی کا ترجمہ Bayard Taylor کے انگریزی ترجمہ کو بنیاد بناتے ہوئے ہے، اور یہ 'فائوسٹ' کے اولین حصے کا مکمل منظوم ترجمہ ہے۔ بنیاد لیل کا ترجمہ 'فائوسٹ' 1870ء میں شائع ہوا تھا۔ یہی اولین باقی صاحب نے بنیاد بنیاد نیز ڈاکٹر عابد حسین کے اردو ترجمے سے مدد لی گئی ہے۔

407۔ گوئے، جرمین دولف گینگ فان: شیطان کا نظام

ترجمہ: جمال پشاوروی، نقی

(حصہ 2: 8)

ڈراما: Four کا ترجمہ۔

408۔ گوئے، جرمین دولف گینگ فان: فائوسٹ

ترجمہ: سید عابد حسین، ڈاکٹر

لاہور: آباد دکن: انجمن ترقی اردو (بہار)، 1931ء

ڈراما: فائوسٹ کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ یک ہوم، لاہور نے بھی 2007ء میں شائع کر دیا ہے۔ (حصہ 2: 14)

409۔ گوئے، جرمین دولف گینگ فان: فائوسٹ

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

لاہور: ساتی بک ڈپو، س۔ن

(حصہ 2: 10، 11)

ڈراما: فائوسٹ کا ترجمہ

410۔ گوئے، جرمین دولف گینگ فان: فائوسٹ

ترجمہ: عبدالقیوم خاں باقی

کراچی: انجمن ترقی اردو (پاکستان)، طبع اول 1951ء

(حصہ 2: 14)

ڈراما: فائوسٹ کا منظوم ترجمہ

411۔ گوئے، جرمین دولف گینگ فان: فائوسٹ

ترجمہ: منور کھوسو

کراچی: پاکستان جرمین فورم، طبع اول 1985ء

ڈراما: ٹاؤسٹ کا مخموم ترجمہ

(عوار 2، 13، 16)

412۔ گوگلے، جوہن دولف گینگ فان: ٹاؤسٹ

ترجمہ: فضل مہد

یہاد پور: اردو اکیڈمی، 1984ء

ڈراما: ٹاؤسٹ کا ترجمہ

(عوار 13، 15)

413۔ لنگے کی ڈائری

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: میری لائبریری، س۔ن

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

(عوار 13، 18)

414۔ لورا، کلی فورڈ ہارنے: حشر بداماں

ترجمہ: صادق الخیری

کراچی: شینار بک ایم کلب، طبع اول 1988ء

م: 153

ڈراما: قرۃ العین طاہرہ کے مروجہ ڈرامہ کی الیہ فٹیل کا فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (عوار 16)

415۔ لوٹے، ڈور: ایک لڑکی چار تابوت

ترجمہ: طارق علی صاحب

لاہور: الکراب، س۔ن

ڈراما: انگریزی کی معرفت ترجمہ

(عوار 2، 10، 11)

416۔ لیٹنگ: تاتن

ترجمہ: محمد ضمیر الرحمن، نقی فاضل

الآباد: ہندوستانی اکیڈمی، 1930ء

ڈراما: جرمن زبان سے Nathan der weese کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ایک ترجمہ نقی جکت موہن لال رواں

(عوار 2، 4، 7، 16)

نے بھی کیا ہے۔

417۔ لیٹنگ: تاتن

ترجمہ: جکت موہن لال رواں، نقی

الآباد: ہندوستانی اکیڈمی، 1930ء

ڈراما: 'Nathan der weise' کا ترجمہ۔ ایک ترجمہ جو فیم ارضن کا بھی مکتا ہے۔ (جلد 2-9: 16)

418۔ ماہنامہ سرسٹ: ڈھنگی

ترجمہ: محمد اکبر دھانی

نام مطبعہ عماد

(جلد 2-5)

ڈراما: انگریزی سے آزاد ترجمہ

419۔ مولیئر: پتیل

ترجمہ: نورانی محمد

نام مطبعہ عماد، 1909ء

ڈراما: طرح ڈراما ترجمہ ہو کر 1909ء میں آنچل ہوا۔ یہ پہلا ترجمہ ہے جو نورانی اور محمد سر نے مل کر کیا تھا۔ تصدیق

(جلد 2-5)

کے لئے دیکھیے ماہنامہ 'اندھ' انجمن ترقی اردو، کراچی، پابت اکتوبر 1956ء

420۔ مولیئر: جان طرافٹ

ترجمہ: نورانی محمد

نام مطبعہ وسند عماد

(جلد 2-5)

ڈراما: فرانسیسی کے طرح ڈرامے سے ماخوذ ترجمہ، 1934ء سے نقل شائع ہوا۔

421۔ مولیئر: نکاح بالجبر

ترجمہ: دہانہ الدین

نام مطبعہ وسند عماد

(جلد 2-5)

ڈراما: فرانسیسی ڈرامے 'Forced marriage' کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

422۔ مولیئر: بگڑے دل

ترجمہ: نورانی محمد

نام مطبعہ وسند عماد

(جلد 2-5)

ڈراما: فرانسیسی ڈرامے کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ فرانسیسی ڈرامے کا نام ہے: 'Misanthropie' (جلد 2-5)

423۔ مولیئر: کلیات مولیئر (جلد اول)

انتخاب و ترجمہ: محمد

نام مطبعہ وسند عماد

ڈرامے: فرانسیسی سے چار طرح ڈراموں بالترتیب 'شوہر دل کا مکتب'

- 1۔ شوہرہاں کا کتب۔ طریقہ ڈراما
- 2۔ یہ ہیں کاتب۔ طریقہ ڈراما
- 3۔ یہ ہیں کے کتب کا تجزیہ۔ طریقہ ڈراما
- 4۔ نگہبدا۔ طریقہ ڈراما

یہ چاروں تراجم کلیات مولیئر منسلک کی پہلی جلد میں شامل تھے۔ مولیئر کے ان تراجم کے بارے میں فنی محرم لکھتے ہیں:

"میرا اہل قلمی نور الدلی مرحوم کے کوئی اشتراک کار کا آج کل مولیئر کی کمپنی میں نہیں ہے۔ وہ جسے ہم نے 1909ء میں اردو میں نقل اور انچل کیا۔ یہ ایک کمال تھا جس نے ہوتے ہوئے ہمارے مقصد حیات کی شکل اختیار کی اور ہم نے مولیئر کے چند ایک اور ڈرامے خاص سے بعد حاتی ساپے میں داخلے۔"

(ماہنامہ کھوارنگا، اکتوبر 1958ء)

محول بالا ڈرامہ 'شوہرہاں کا کتب' میں یہ دکھایا گیا ہے کہ مورخوں نے ہاردا پانچہریاں جاکر کرنے سے کیا مدخل قلم لیتا ہے۔ اس ڈرامے میں مولیئر کمپنی کو تفریح طبع کے علاوہ اصلاح اخلاق کے لئے کام میں لایا ہے۔ ترجمہ دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ ڈرامے میں طنز، جھ طبع اور خلیج نکت کو مولیئر نے بطور جھپیر برتا ہے۔

ڈرامہ یہ ہیں کاتب 'شوہرہاں کے کتب کی تصویر کا دھڑا سا ہے۔ اس ڈرامے میں بے جوش شادیوں کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اس وقت کے سماجی نظام کے خلاف تھا۔ اس نے مولیئر کو شیعہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مولیئر کے معاصر فرانسیسی آئینج ڈرامے کے ناقد ڈاؤنٹ ٹھوہی نے اپنے تنقیدی مضامین میں اسے گایاں تک دیں۔ یہ دانت جیسا بزرگ ادیب اس کی مخالفت میں ہیں اترا کہ اس نے 'تصویر معزز کے نام سے ایک کامیابی فوری طور پر لکھی اور انچل بھی کر دی۔ معزز معزز میں مولیئر کی ذاتی زندگی کو موضوع بحث بنایا گیا تھا۔ واضح رہے کہ مولیئر نے لڈ جیڑ مری میں ایک خوشخبری کی سے کچھ ہی عرصے پہلے جہاد دیا تھا۔ یہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ ڈاؤنٹ ٹھوہی، شوہرہاں کے دربار میں عرض گزار ہوا کہ مولیئر کھلے بندوں بھرتا ہے اسے بے جوش شادی کرنے کے جرم میں سزا دی جائے۔ لیکن اس کا اثر اٹا ہوا اور شوہرہاں نے مولیئر کے نوزائیدہ بچے کا گاؤں اور جٹا معذور کر لیا۔ اس کے بعد مخالفت ختم کی۔ لیکن یہ مخالفت مولیئر کو عالمگیر شہرت عطا کر گئی۔

ڈرامہ 'یہ ہیں کے کتب کا تجزیہ اپنے نوع کی اولین تحریر ہے۔ اس میں اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا جواب دینے کے لئے مولیئر نے ڈرامہ ہی کو اپنا وسیلہ بنایا۔

ارامہ نگہبدا کی صدا بھی ناقدانہ تجزیہ طرز کا ڈرامہ تھا۔ اس میں مولیئر نے اپنی ڈرامہ کتنی پر اور اس کی اداکاری پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے ان کا جواب دیا ہے۔ واضح رہے کہ اس کی ڈرامہ کتنی پر پیش ہونے کا سب سے بڑا اعتراض مانا گیا تھا۔

424۔ میرنگ، ہارس: شب چار

ترجمہ: پریم چند، فنی

ڈراما: ٹیم کے ڈراما نگار کے ایک ڈرامے کا ترجمہ۔ 1911ء میں شائع ہوا۔ (صفحہ: 201)

جیل ہی میں ہنگری کے آخری گزشتہ (پ: 9 نومبر 1929ء) کو نوٹل ادبی انعام سے نوازے جانے کے موقع پر نوٹل کتب خانہ، سوڈن کے اعلیٰ میں کہا گیا ہے کہ:

For writing that upholds the fragile experience of the individual again.

اس اعلیٰ سے یاد آتا کہ ٹیم کے ماریس مچرلک (Maurice Maeterlinck) کی ڈراما نگاری پر ایک صدی بیت گئی اور یہ اعلیٰ مچرلک کی حاکم اثرات کے حوالے سے ماریس مچرلک کے بارے میں بھی اتنا ہی درست ہے۔

ماریس مچرلک کو 1911ء میں نوٹل ادبی انعام ملا تھا اور اس کے فوراً بعد ہمارے پاس پریم چند نے اس کے ایک ڈرامے کا اردو ترجمہ نصیب ہوا۔ کے عنوان سے کہ کے اسے اردو دنیا سے متعارف کروا دیا تھا۔ نور انجی دھرم نے 1923ء میں اس کے ایک ڈرامے کا ترجمہ نظری کی موت کے عنوان سے کیا جو ایک وقت کریمی پر لیں، لاہور اور رام نگر، جوں سے شائع ہوا۔ شاہد احمد دہلوی نے دو ڈراموں کا ترجمہ "پدین و دینا" (Agledun and Colset) اور "نرگس جہان" (Jasley) کے عنوان سے کیا۔ جو ساتھی ایک ڈیج، دہلی سے 1934ء میں شائع ہوئے۔ ایک حزیں ڈرامے کا ترجمہ "پیلی پاس دہلی ساہ" کے عنوان سے قزاقی نے 1936ء سے نقل کیا، ایک ڈیج، لاہور سے شائع کروا دیا تھا۔ جبکہ "مریم جہان" کے عنوان سے مچرلک کے ایک ہی ڈرامے کے دو تراجم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ترجمہ نگار ایک ہی ہیں، لیکن جوں گو کہ چوری، جنہوں نے اپنے سرب کردہ ادبی جملہ ماہرہ "ایوان" گو کہ پور کے شاہرہ بابت: اکتوبر 1934ء تا دسمبر 1934ء میں بلا قضا یہ ترجمہ شائع کرنے کے بعد مکمل ترجمہ کتابی صورت میں ایوان اشاعت، گو کہ پور سے 1947ء میں شائع کیا تھا۔ اردو انگریزی سندھ، کراچی سے شائع ہونے والا ترجمہ "مریم جہان" اور وحشی محمود آبادی، جیوں کے ترجمے کا چپ ہے۔ یہی صورت ڈراما صومنا دانا کے اردو تراجم کے سلسلے میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ مکمل احمد قدوائی کا کیا ہوا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہو چکا تھا جس کا چپ ہے۔ ایوان پور نے اتر پردیش اردو انگریزی، لکھنؤ سے 1979ء میں شائع کروا دیا۔

داش رہے کہ ماریس مچرلک کے بیشتر ڈرامہ اسٹیج کی چیز نہیں، چنے کی چیز ہیں۔ مچرلک کا ہندو موضوع جملہ قہر آشاہیں کے ساتھ تھا اور انسان ہیں۔

سب سے اہم بات یہ کہ ماریس مچرلک حواہا مشرقی تھا اور اس کے ڈرامے محبت، مدعاہیات اور معاشرتی الجھنوں سے متعلق ہیں۔ موضوعی سطح پر اس کا ڈراما "نرگس جہان" (Jasley) ویم جیسیئر کے ڈراما "Tempest" سے قریب ہے اور اس میں مچرلک نے انسان کی خون آشاہیں اور دہشت گردی کو موضوع بنایا ہے۔ ڈراما صومنا دانا میں جیسا کہ ہماری کے دوران ایک تھا قانون انسانی دہشت گردی کے مقابل ڈاکٹر کرمزئی وکٹائی دیتی ہے۔

ہمارے دو اہم انسانہ نگاروں علامہ اس اور سندھ فاضل محمود کے اسلوب کی نرم و لطیف، موزنی اور باہم الجھتی راہداریوں کی چھائی لائن ماریس مچرلک ہی کے ڈراموں سے جڑی ہوئی ہے۔

425۔ مہترنگ، ماریس: نظریہ کی موت

ترجمہ: نورانی محمد

لاہور: کرمی پریس، 1923ء

صفحہ: 47

ڈراما: ٹیم کے ڈراما نگار کا مکمل ڈرامہ۔ 1923ء میں اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن رام نگر، جموں سے بھی شائع ہوا۔

(حوالہ: 10، 2، 1)

426۔ مہترنگ، ماریس: پردین دوشیا

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

دہلی: ساتی بک ڈپ

ڈراما: Agledun and Celset کا ترجمہ۔ 1934ء کے گنگ جگ شائع ہوا۔ (حوالہ: 5، 2)

یہ Agledun and Celset کا ترجمہ ہے۔ اس ڈرامے میں مہترنگ نے اپنے پسندیدہ موضوع 'خدا کی ذات اور اس کی بہترین مخلوق' میں سے ہی ایک انوکھا پہلو وضوح نکالا ہے۔ مہترنگ حجاب مشرقی تھا اور شاہد احمد دہلوی نے اس ڈرامے کے ترجمہ کے ذریعے مشرقی، اہل کو ان کی پسندیدہ چیز سے نوازا ہے۔

427۔ مہترنگ، ماریس: فرگس جمال

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

دہلی: ساتی بک ڈپ، 1934ء

صفحہ: 169

ڈراما: Jansley کا ترجمہ۔ (حوالہ: 7، 2)

یہ ٹیم کے ڈرامہ نگار مہترنگ کا ایک ایسا ڈرامہ ہے جو دلم ٹیمپور کے Tempest سے متا جتا ہے۔ مہترنگ کے ڈرامے کا نام 'Jansley' ہے۔ یہ روحانی اور معاشرتی مفہد کھائی ہے۔ مہترنگ کا یہ ڈرامہ بھی اس کے دیگر ڈراموں کی طرح اسٹیج کی چیز نہیں ہے۔ اس میں مہترنگ کی روحانیت سے دلچسپی اپنے مزاج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس ڈرامے میں بھی مہترنگ نے انسان کی طوائف آفتابوں اور دہشت گردی کو اپنا موضوع نہیں بنایا، اس کا مرکزی کردہ یہاں بھی محبت کا جذبہ ہی ہے۔

428۔ مہترنگ، ماریس: بلیک وائس ویکلی ساہ

ترجمہ: قناتی

دہلی: حجاب بک ڈپ، س۔ ن

ڈراما: ٹیم کے ڈراما نگار کی غریب فیشنل کا ترجمہ۔ 1939ء سے نئی شائع ہوا۔ (حوالہ: 7، 4)

429۔ مترجم: ماری: مریم مہدلائی

ترجمہ: مجنوں گورکھ پوری

گورکھ پور: ایوان اشاعت، 1947ء

ڈراما: اس ڈرامے میں حقیقت کی ایک نئی مثالیت پیش کی گئی ہے۔ یہ ترجمہ پہلے رسالہ ماہنامہ 'ایمان' گورکھ پور ماہ

اکتوبر 1934ء تا دسمبر 1943ء، قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ دہلی محمود آبادی کا بھی ملتا ہے جسے

مجنوں کے ترجمے کا ترجمہ کہا جاسکتا ہے۔ (حوالہ: 11، 10، 2)

430۔ مترجم: ماری: مریم مہدلائی

ترجمہ: دہلی محمود آبادی

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ

ص: 132

ڈراما: اس ڈرامے کا پہلیں ترجمہ اس نام سے مجنوں گورکھ پوری نے 1934ء میں کیا تھا۔ (حوالہ: 16، 11، 2)

431۔ مترجم: ماری: سونا دانا

ترجمہ: جلیل احمد قدانی

ڈراما: مجنوں کے ڈراما نگار کا شاہکار، انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ڈرامے میں کامرہ، جیسا کے دوران ایک خاتون کی

شہادت اور وطن پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

432۔ مترجم: ماری: سونا دانا

ترجمہ: اے۔ ایچ۔ پیر

کھنڈ: آخر پر دہلی اردو اکیڈمی، طبع 1978ء

ص: 98

ڈراما: مجنوں کے ڈرامہ نگار کا شہرہ آفاق ڈرامہ مصنف کو نرائی اور لی انعام مل چکا ہے۔ (حوالہ: 16، 9)

433۔ میری چیز: جیارا پالو

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ الاسلام علی پبشرزاک موسسہ فرخنگین

ص: 136

ڈراما: امریکہ ڈرامے کا انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 17، 2)

ترجمہ: اتحاد مصنفین

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1967ء

صفحہ: 188

ڈائلڈ: امریکی ڈائلڈ، انگریزی سے 'Our Town' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 11-10-2)

قمارگاہیں ڈائلڈ، امریکہ کے شہر و سکونت میں پیدا ہوا۔ اس کی ابتدائی تعلیم یکن کے جلیبی اسکولوں میں ہوئی کیونکہ اس کا باپ ہونگ کونگ میں امریکہ کا قرضل جزل تھا۔ بی اے کرنے کے بعد اس نے ایک سال روم، اطالیہ میں تعلیم حاصل کی۔ وہ امریکہ واپس آ کر اوب کی تحقیق اور تدبیر میں لگ گیا۔ سات سال تک تدبیر کی فرائض انجام دینے کے بعد وہ اس کاقل ہوسکا کہ اپنی تقریروں کی آمدنی پر زندگی بسر کر سکے۔ 1930ء اور 1951ء کے درمیان اس نے ہارورڈ یونیورسٹی میں 'پہاڑیں ایلینٹ ٹورل' چمکڑا دیے لیکن دراصل اس نے اپنی زیادہ تر زندگی لکھنے اور دنیا کا سفر کرنے میں گزاری۔

ڈائلڈ کا تحقیقی سرمایہ بہت کم ہے۔ اس کی شہرت اور اہمیت کا داندہ صرف دو ناولوں اور تین ڈراموں پر ہے۔ ان تین ڈراموں میں سے دو 'Our Town' اور 'The Match Maker' اردو میں ترجمہ ہو گئے۔ اس کے ڈراموں کی دلکشی انسانی اقدار کی پیش کش کے سبب ہے۔

ڈائلڈ کا ڈائلڈ "ہماری ہستی" 'Our Town' دنیا کے مقبول ترین ڈراموں میں سے ہے۔

یہ ڈراما دنیا کی کئی زبانوں میں منتقل ہو چکا ہے اور اسٹج پر بھی پیش کیا جا چکا ہے۔ اس ڈرامے پر 1938ء میں ڈائلڈ کو امریکہ کا اہم ادبی انعام "پلٹور پرائز" مل چکا ہے۔ ڈائلڈ کے ایک ڈراما 'The Match Maker' کا اردو ترجمہ حضرت رحمانی نے 'مطالعہ' کے نام سے کیا تھا۔ پروفیسر نظیر محمد علی کہتے ہیں:

"ایک ایسے دور میں جبکہ لکھنے والوں کی زیادہ تر توجہ انسانی زندگی کے غیر معمولی واقعات و معاملات کی طرف رہتی ہے، ڈائلڈ نے عام آدمی کی صفات و خصوصیات کی طرف توجہ دی ہے اور اس نے ایک عام آدمی کو ایک آفاقی آدمی بنا دیا ہے۔

"ہماری ہستی" تین ایکٹ کا ڈراما ہے۔ ہر ایک ایکٹ کی بنیاد اس مرکزی خیال پر ہے جسے ہر ایکٹ میں پیش کرنا ہے۔ پہلے ایکٹ کا عنوان ہے "دو ذمہ زندگی" دوسرے ایکٹ کا عنوان ہے "محبت اور شادی" تیسرے ایکٹ کا عنوان ہے "سمت"۔ آخری ایکٹ میں ڈرامے کا منظر بدل جاتا ہے۔ ہم لوگ "ہماری ہستی" کی سڑکوں پر نہیں ہوتے۔ ڈرامے کے اصل کردار جن سے ڈرامے میں ہماری ملاقات ہو چکی ہے وہ ابھی سے باہر پھاڑی پر قبرستان میں ابدی نیند سو رہے ہوتے ہیں۔

ڈائلڈ کوئی منظر استعمال نہیں کرتا۔ اس کی اصل دلچسپی زندگی کی کئی تصویر پیش کرنے سے ہے۔ ڈرامے کا آغاز اسٹج منبر کے اسٹج پر رہتا ہونے سے ہوتا ہے۔ اسٹج منبر سامعین سے براہ راست باتیں کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ڈائلڈ کی اپنی ایجاد ہے۔

"دیکھئے کرب، گلزارِ جہاں ایسا نہیں پایا جاتا یعنی ان مسلوں میں نہیں پایا جاتا جو آپ کی مراد ہے۔ میں سوچنے کو یہاں تک لڑکیاں ہیں جو اسکول میں پڑھنا بھانہ نکھیتی ہیں۔ مگر وہ اس منظر سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہیں۔ نہیں محترم۔ یہاں تک ایسا گلزار نہیں ہے۔ ہاں یہاں میں ایک بات عرض کروں گا کہ اور دلچسپ نگارے یہاں بہت ہیں۔ جس طرح یہاں مچا کے وقت پھاڑوں کے پیچھے سے سورج طلوع ہوتا ہے اس پر ہم بہت فریفتہ ہیں۔ چڑیوں کے بھی ہم سب لوگ بہت گرویدہ ہیں۔ ان میں ہم بہت دلچسپی لیتے ہیں اور موسموں کے آنے جانے میں ہماری بہت دلچسپی ہے۔ ہر شخص موسموں کے حلقے بہت کچھ جانتا ہے۔"

دائلمند کا یہ ڈراما اپنی تمام سادگی کے باوجود اپنے اندر بڑی مستویات لیے ہوئے ہے۔ اس کا مرکزی موضوع وہ دشت ہے جو روزمرہ زندگی کے طیرانم واقعات اور ابدیت کے درمیان پایا جاتا ہے۔ دائلمند یہ بتانا چاہتا ہے کہ آدمی کبھی اس حال میں نہیں ہوتا کہ وہ اپنے گزرتے ہوئے لحاظ کی اہمیت اور عظمت کو محسوس کر سکے۔"

ایک شہریت: ریڈیو پاکستان، اسلام آباد، مشمول: "اردو میں حالی ادب کے تراجم" مطبوعہ: علامہ اقبال لائبریری، لاہور، 2016ء، ص: 16

435۔ دائلمند، قمار گاہ: مشاطہ

ترجمہ: عشرت رحمانی

کراچی: اردو ایکڈمی (سندھ)، س۔ ن

ڈراما: The Match Maker کا ترجمہ دوسری بار کتبہ اشاعت ادب علامت اللہ بلذنگ، لاہور نے شائع کیا۔

(صفحہ 10، 11)

436۔ ہارٹ، ماس وکالمن، جارج۔ ایس: میں تیرا مہمان

ترجمہ: رضی قریشی اسٹیڈ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈمنسٹریشنز پبشرز، مولانا سید

ص: 180

ڈراما: تین ایکٹ کا طریقہ ڈراما۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ (صفحہ 17، 2)

437۔ ہارٹ، ماس وکالمن، جارج۔ ایس: سب گناہ پرارہ جانے گا

ترجمہ: کمال احمد نقوی

لاہور: شیخ غلام علی ایڈمنسٹریشنز پبشرز، مولانا سید

ڈراما: تین ایکٹ کا طریقہ ڈراما۔ ڈراما ڈیڈر ہول کے توسط سے کمرانے کا احوال اور ان کے بچنے کا جتن۔

(صفحہ 2، 17)

438۔ ثمن، رچرڈ: آئی پردہ

ترجمہ: بدر جہاں آرام

نام مطبعہ وسعدیاد

ڈراما: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

439۔ یوری پیٹریو: میڈیا

ترجمہ: ان۔ ان۔

ای دہلی: سائیڈ اکیڈمی، طبع الاول: 1977ء

صفحہ: 92

ڈراما: 430 قلم نگار کے ڈراما نگار، جس کی تصانیف کی تعداد 92 تک بتائی جاتی ہے کا الیہ ڈرامہ۔ مقدمہ نگار احمد فاروقی نے لکھا ہے۔

○ ○ ○

روزنامہ

440۔ گوہر، بیگم: بیگم گوہر کی ڈائری

ترجمہ: حسن عباس

لاہور: مکتبہ اردو سرگرمی، 1941ء

ڈائری: ردی وہاں سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 2، 7)

441۔ گوہر، بیگم: ڈائری ہے گوہر

ترجمہ: رحیم

لاہور: نیشنل پبلشنگ ہاؤس، 7 فروری 1969ء

روزنامہ: اصل کتاب کا دیباچہ فیضانِ کاسرہ نے لکھا ہے۔ اس ترجمے کے ساتھ سمرات خالد کا دیباچہ بھی شامل کتاب

(حوالہ: 2، 10، 11)

ہے۔

دیباچہ گوہر کی حواہی حقائق کو عالمی سمرات کے خلاف جنگ میں اپنی گوہر کا انتہائی کردار مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ فطری طور پر جبر و استحصال کا دشمن اور آزادی اور انصاف کا پرستار تھا۔ وہ فیضانِ کاسرہ کے ساتھ مل کر کیوبا میں سالہا سال تک گوریلا جنگ لڑتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ 1969ء میں کیوبا کو آمریت اور سمرات سے نجات دلانے میں فتحِ یاب ہو گئے۔

ہے گویا کی ڈائری کے ان اوراق پر مبنی ہائی وڈ کی تجلیم 'Chai' یادگار ہے۔ جس میں مرثیہ (مصری اداکار) اور بیک
ٹیلز نے مثالی ادکاری کی تھی۔

442۔ وے کاشمی پنڈت: میری ڈائری

ترجمہ: راجندر

لاہور: بے ہند پبلشرز، سنہ ۱۹۸۰ء

صفحہ: 141

روزنامہ: نظر بندی 1942ء کے زمانے کا روزنامہ۔ انگریزی سے ترجمہ (نومبر 11، 2010ء)

000

رزمیہ

443۔ ملٹن، ہمنون مہارڈ

ترجمہ: بھول گورکھپوری

گورکھپوری: ایوان اشاعت، رزمیہ۔ انگریزی سے ترجمہ (نومبر 11، 2010ء)

444۔ ملٹن: فردوسِ گم گشت

ترجمہ: شوکت واسطی

پشاور: مارچ 1979ء

رزمیہ: 'Paradise Lost' کا انجمن حکوم ترجمہ۔ انگریزی سے ترجمہ (نومبر 13، 2010ء)

یہ 'Paradise Lost' کا حکوم ترجمہ ہے البتہ مترجم نے ہر باب کے آغاز میں اس کی تفسیر (ترجمہ بشر میں ملتی) کر دیا ہے۔
مترجم گم گشت کو انگریزی زبان کا سب سے عظیم رزمیہ شاعر کیا جاتا ہے۔ ملٹن نے اس میں مہذبہ شوق کی کتاب پیدائش
کے قصہ کو بنیاد بنایا ہے لیکن جہاں کا توں نظم نہیں کر دیا۔ ملٹن دراصل زوالِ آدم کی روایت رقم کر کے انسان کے سامنے خدا کی عظمت
پر حق ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پیدائش کے باب میں شیطان کے کردار کو اپنی طرف سے شامل کر کے ملٹن دنیا کی
فکروں میں ایک باقی بن کر ابھرا اور یوں محسوس ہوا جیسے وہ انسان کے گناہ کو فطری مطالبہ تسلیم کرتا تھا اور انسان کو اپنے اعمال میں
برحق جانتا تھا۔

ملٹن کے ناقدین میں سے بیشتر کے خیال میں فردوسِ گم گشت کا شیطان اس قدر قوی و جلیل ہے کہ اسے اس رزمیہ کا ہیرو

تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ دلیم جنگ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ملٹن خود شیطان کی عصمت کا ایک اہم رکن تھا اگرچہ اس کو خود اس بات کا علم نہیں تھا۔ اس کے مخالفین میں ڈاکٹر سمونگ جہنس جی جی رہے اور انہوں نے اسے 'اول جلاول اور زورشت' تک کہہ دیا۔
 فردوسی تم گھنٹے کا موضوع ذہنیات کے باب میں ہمیشہ سے اہم رہا ہے۔ گو اس موضوع پر اپنی ادب تخلیق کرنے کے سلسلے میں اولیت ایک قدیم اٹالوی شاعر لورڈ مارکوار کو حاصل ہے۔ اس اٹالوی مارکوار نے کی اولیت کے سبب ملٹن پر سرود کا اہرام بھی قائم کیا جاتا رہا ہے۔

فردوسی تم گھنٹہ کے بارہ ابواب ہیں جبکہ باب اول میں (رزمیہ میں ذہنی بحث آنے والے) تقریباً سبھی اہم موضوعات کی صراحت کر دی گئی ہے۔

ملٹن کا یہ رزمیہ۔ ذہنیات۔ شاعرانہ عقل اور دماغ کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں ملٹن کے مہد کی سیاست تک در آتی ہے۔
 قرظہ امدادی کے ظرف سے جب سب کو چپ سی لگ جاتی ہے تو شیطان اپنے تمام تر باطنی لہجے کے ساتھ پکارتا ہے:
 "اس نظریہ پہ میں تو ہنستا ہوں:

راج تیری اسنگ لپٹا ہے چاہے دوزخ ہی کے اندر ہے۔ غم دوزخ میں گر پلے میرا دست بہت نہ ہاؤں جنت میں ہے جہنم میں پاس جو اپنے وہ اگر ہم نے ہار بھی ڈالا تو بھی ہم لوگ کیا کھائیں گے۔"

ملٹن کے مہد کا انگلستان اپنی دانش بچکان کے ساتھ اس رزمیہ میں موجود ہے۔ اسی طرح چارلس اول کے خلاف انقلابی تحریک (ملٹن اس تحریک کا حامی تھا) اور چارلس اول کو موت کے گھاٹ اتارنے کی فضا اس رزمیہ کی مصہریت ہے جس میں شاہکار کے ریتہ ریڈ سے بھرتی پڑتی ہے۔

445۔ ہومر: ایڈیٹ

ترجمہ: باسط علی شاہ

آکرہ: سفید خام پریس، طبع اول 1900ء

رزمیہ: یونانی رزمیہ کا اولین اردو تعری ترجمہ ہے۔ یاد رہے کہ ہومر کے رزمیہ کو 'ایلیڈ' کا ایک اہم انگریزی ترجمہ بنجیب مین نے کیا تھا۔ اس نے ہومر کے چہرے کو "The free grace of his natural direct" قرار دیا تھا۔

(201ء)

446۔ ہومر: ایڈیٹ و آڈے

ترجمہ: ان۔ ای

لاہور: پنجاب ریڈیو جینس سوسائٹی، لاہور، 1922ء

رزمیہ: یونانی فن پارہ (تک ہنگ 1000 قبل مسیح) کا اولین اردو تعری ترجمہ مخلص۔ آخری ترجمہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ڈاکٹر الطہر یحییٰ نے کیا، جو تاحال غیر مطبوعہ ہے۔

(201ء)

دانیسی: 'Odyssey' کا نثری ترجمہ ہیں تو اسے 'دانیسی' شمار کیا جاتا ہے، لیکن یہ دراصل داستان اور سفرنامے کا مخلوط۔ پچاس سال بعد اس کا تیسرا ایڈیشن نکلا جلی کیشنز لاہور سے شائع کیا ہے۔ (حوالہ: 11.10.2)

کتاب کے اختتام پر محمد سلیم الرحمٰن لکھتے ہیں:

یہ ترجمہ میں نے اس جہت کیا تھا جب میں اس کا پہلی طرح اہل نہیں تھا، میرے دماغ پر خیال تھا کہ ایسی کو بھپ کا پہلا ناول بھی کیا جاتا ہے۔ لہذا اس کا نثر میں ترجمہ جانتا ہے۔ اگلا سوال یہ تھا کہ کس طرح کی نثر میں ترجمہ کیا جائے؟ میں نے یہی سواری نثر کو ترجیح دی، مگر اس میں محیب یہ ہے کہ ادھر آدمی بڑا کا، ادھر نثر یہی سادگی کے بجائے محض سپاہ ہو کر رہ گئی۔ کچ تو یہ کہ آدمی اور ایلینا ابھی تصانیف کا ترجمہ نظم میں یا نثر میں، انیسویں صدی میں ہو جاتا چاہیے تھا۔ (جہاں گرد کی دانیسی ص 483-484)

محمد سلیم الرحمٰن تو یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے کہ اس کا ترجمہ 19 ویں صدی میں ہو جانا چاہیے تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت اس کام کا کوئی اہل بھی تھا؟ یہ یقیناً مولوی احسان اللہ اور مہدی حسن خاں اسمن لکھنؤ کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ کام محمد سلیم الرحمٰن ہی نے کرنا تھا۔ جس طرح لارڈ کارڈن کی تصنیف 'Persia and the Persian question' ریاضہ ہیکری کی 'سیر عظمت' اور ایڈگار لینن کے 'سمری گھنگنا' نیز 'ستارہ صبح' کے ترجمے دیکھ کر صرف اور صرف مولانا طغرلی خاں کا نام ذہن میں آتا ہے اور بس۔ باسطلی خان ایلینا کے ترجمے (1900ء) میں یہی طرح کا کام رہے۔ یہ سوال اپنی جگہ کہ محمد سلیم الرحمٰن نے شاعری کا ترجمہ شاعری میں کیوں نہ کیا؟ اگر ممکن ہوتا تو کیا بات تھی۔ یہ اس لئے کہ وہ باہوں کہ وہ نظم کے محوہ شاعر بھی ہیں۔

بھونک بھڑنے 1898ء میں ہومر کی 'اولیسیا' انگریزی میں ترجمہ کی اور کتاب کے چلی الفاظ میں لکھا کہ شاعری کا ترجمہ شاعری ہی میں ہی ہونا چاہیے ہے۔ اگر ممکن ہوتا۔

ہومر کی 'اولیسیا' (Odyssey) مسافرت اور جلا وطنی کا ایک جہان ہے جسے گرفت میں لینا ناممکن نہیں تو اچھا ہی پتہ ماری کا کام ضرور ہے۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ یہ تالی ایک مردہ زبان ہے اور اس کے حروف اور بالخصوص حروف علت کی کچھ اصوات کے حلق کوئی حسی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہ کہ اصل قصہ منظم ہے۔

محمد سلیم الرحمٰن کے نثری ترجمے کا آجکے دنک کر آگے بڑھتا ہے اور ہر ہر قدم پر اپنا دائرہ کھل کرتا ہے۔ اس میں وہ اپنے ساتھ لگتی اور روانی دیکھنے کو نہیں ملتی جس کی بڑا راز راز ہے دائرے ہمارے سبز زمیں ہلکان ہو گئے لیکن یہ ترجمہ، ان تمام قارئین سے اچھا ہے۔ محمد سلیم الرحمٰن کے اس نئے ہونے ترجمے کا جواز ہومر کے ہاں اساتے صفت کا اشتہار ہے اور دوسری چیز ہے ان اساتے صفت کی سادگی۔ 'بلند آواز قہیب'، 'کمالی اٹھیں والی صبح' اور 'گھوڑا زخم دہن' وغیرہ قسم کی ترکیبیں اردو زبان میں یقیناً نئی ہیں۔

اس ترجمے پر رائے دیتے ہوئے اٹھارہ سو اسی الفاظ لکھتے ہیں:

اگر آپ نئی جاتی نثر میں اضافے کے ردِ ادا نہیں یا لفظوں کو بے سائیں میں ڈھالنا پسند نہیں کرتے تو ترجمے کا نام نہ لیا جائے۔ اگر بلاغت کے مروجہ اصولوں سے انحراف جائز نہیں تو آدھی ترجمہ کیوں کرے۔

(”سبھا“، ص 35، جلد 35، ص 203)

اٹھارہ سو اسی الفاظ کی عذرت دیا دینے میں گنہگار کہ جب چاہتے تو پاکستان نہیں آتے اور اب مجاہد لعل مراد یونیورسٹی، دہلی میں بطور پروفیسر کام کر رہے ہیں۔ رسالہ ”نثر“ دہلی کے صد سالہ جشن پریم چند (2008ء) میں ان کے ملاقات ہوئی تو ان کا یہی قصہ میں نے انہیں یاد دلایا اور ہم تاج پر تراجم کے حوالے سے بات کرتے رہے۔

بلالہ محمد سلیم الرحمن نے انتہائی نیک دلی کے ساتھ مجھے اس ترجمے کا حق ہی ادا نہیں کیا بلکہ بڑی خوش اسطولی سے ترجمے کا برا رنگی فراہم کیا ہے۔ ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو:

اگر کلیمیا خوش بیلا لے کر دھان پار کر کے باہر نکلا۔ دو چست دھواک کے اس کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ احمد نے اسے ایسا سمجھ کر حسن مٹا دیا کہ جب وہ چوک میں پہنچا تو دھواک آگھیں بھاڑ بھاڑ کر اسے دیکھنے لگے۔ دل کے سرسبز زبان کے ٹپنے، بالی لب خواہش دہانے اسے گھبرا دیا اور باقی بھانے لگے۔

(ص نمبر: 333 سے اقتباس)

یہ ترجمہ چوتھی ایجاب (لاکڑیوں) پر مشتمل ہے جبکہ کتاب کے آخر میں ’انتخاب‘ کے عنوان سے حزم نے اس دریا صفت فضیل کی معنوی تعمیر لکھی ہے۔ جو میرے منسوب ’زمینِ ایلین‘ میں ہونے والی اس سالہ ’فرائے‘ کی بجائے کا ایک زندہ وہ جانے والا جنگجو اور ’سبھا‘ جب گھر کو چلتا ہے تو رستے میں کیا کیا کچھ پیش آتا ہے، ادا لکھی، انہیں واقعات پر مشتمل ہے۔

000

سفر نامہ

448۔ آسٹریا، (سر) اورل: مشرقی پاکستان

ترجمہ: محمود اعظم فی ترقی، سید

تصویر: دائرہ ادیب، اس۔ سن

سفر نامہ: انگریزی سے ترجمہ

(مجلد 2-10-11)

449۔ ابن بطوطہ: سفر نامہ ابن بطوطہ (2 جلدیں)

ترجمہ: حیاتِ اُمن، محمد

لاہور: نامِ مطبعِ عمار، جلد اول: 1871ء، جلد دوم: 1888ء،

سفرنامہ: دوسری بارہمات سرے سے 1901ء میں شائع ہوا۔ (عجلہ 201)

450۔ ابن بطوطہ: سفرنامہ ابن بطوطہ

ترجمہ: دیکھیں احمد جعفری

لاہور:

سفرنامہ: اس کا ایک ترجمہ حیاتِ اُمن (جلد اول) اور محمد حسین (جلد دوم) نے بھی کیا تھا جو بالترتیب لاہور سے

1871ء اور 1898ء میں شائع ہوا۔ (حوالہ 2)

مستشرقینِ فرنگ نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس سفرنامے کو کچا کہا اور مختلف نسخوں کے تقابلی جانچنے کے بعد صحیح کا فریضہ اہام دیا۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ ابن بطوطہ کا اصل سفرنامہ اب نامید ہے۔ یہ صحیح شدہ نسخہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ دیکھیں احمد جعفری کے سامنے انگریزی نسخہ تھا۔ اب اگر محمد حیاتِ اُمن اور محمد حسین کے ترجمہ کردہ نسخوں سے دیکھیں احمد جعفری کے ترجمے کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو پہلے کے ترجموں میں زبان و بیان کی خامیاں، جاہلانہائی دیکھی گئی۔ پہلے کے ترجموں میں تفصیلی حواشی بھی دیکھنے کو نہیں ملے۔ دیکھیں احمد جعفری نے متن کے ہم مقامات کے تفصیلی اور روشنی حواشی لکھے ہیں۔

یہ سفرنامہ ابن بطوطہ کے 25 سالہ سفر مصر، بلقان، شام، عراق، ایران، ترکستان، بلخ، بخارا، بدخشاں، افغانستان، چین، لکا (لاہور) سلون، سرالہیب اور آذربائیجان کے علاوہ متعدد ممالک کی سیاحت سے حاصل ہے۔

ابن بطوطہ کا یہ سفرنامہ صرف اس کی آپ جتنی ہی نہیں بلکہ جتنی بھی ہے اور یوں یہ سفرنامہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جس میں سفرنامہ نگار نے اپنے طویل سفر اور مشاہدے کا سراپا بکھرا کر دیا ہے۔ ملک چین کے شہر زیچ کا نقشہ یوں کھینچا ہے: "یہ چین کا ایک شہر ہے۔ اس کے اور صفا کے امین چالیس فرسخ کی مسافت ہے۔ چین میں صفا کے بعد اس سے بڑا کوئی شہر نہیں۔ یہاں کے اہل ثروت اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں باغات بہت ہیں، پانی کی کھڑت ہے۔ مکمل چھوڑا ہوا بہت کھڑت سے ہوتی ہیں۔ یہ شہر صحرانی ہے، ساحلی نہیں۔ یہ شہر چین کے پایہ تخت سے بچے ہیں، ان میں سے ایک ہے۔"

اس سفرنامے کا کمال یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے ہر ہر مقام کا باریک بینی سے مطالعہ فرمایا ہے کہ منظر میں ماوراءِ رمضان کے حقیقت و مفاد، اشتباہ کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

"جب رمضان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو امیر کے یہاں ٹھہرے بنائے جاتے ہیں اور مسجد حرام میں قرآن پھا کر بکثرت طعیں اور منطقیں روٹی کر کے ذرا چائیں کر دی جاتی ہے۔ جس سے تمام حرم نور اور عجم گاہت کا سفر ہی جاتا ہے۔ تمام مساجد تاریخوں کی آواز سے گونج اٹھتی ہے۔ دل بھر آتے ہیں۔ حضورِ قطب حاصل ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔"

ابن بطوطہ کو اہل اللہ سے خاص اہم تھا۔ اپنے قیام اسکندریہ کا ایک واقعہ لکھتا ہے، وہاں وہ ایک صوفی بزرگ شیخ ابی عبد اللہ مرشدی کا مہمان ہے:

”رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے پرندے پر سوار ہوں۔ وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبیلے کی سمت اڑا لے گیا۔ پھر دائیں طرف یعنی چاہب مشرقی۔ پھر دائیں، چاہب اور اس کے بعد ایک اندھیرے جزیرہ دار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت حیر ہوا اور دلی میں سوچا کہ اگر شیخ نے میرے خواب کا مکلفہ کیا تو بے شک وہ ویسے ہی جیسا کہ ہے مشہور ہیں۔“

451۔ احمد شاہ: سیرت بہت

ترجمہ: انیس شاہ

دہلی: مخزنِ پرکش، 1909ء

(حوالہ: 2، 10)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

452۔ اشٹیف، ہنری۔ ایم: اشٹیف سیاحِ افریقہ

ترجمہ: ان۔ ان

فیروز پور: مطبع فیض بخش اسلم پریس، 1908ء

ص: 83

(حوالہ: 1، 2)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

453۔ الہریٹ، پرنس: ترکِ جزئی

ترجمہ: ہندت شمس خان

لکھنؤ: نوٹشور، 1876ء

ص: 76

(حوالہ: 1، 2)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

454۔ اوڈو، مسز ہنری: آئینہِ عبرت

ترجمہ: محمد اختر خان مودود پور ہجیم

کلکتہ: محلِ امتین پریس، 1910ء

(حوالہ: 1، 2)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

455۔ اوڈن، رسل: قطبی برلستان

ترجمہ: مرتضیٰ احمد خاں میکش

لاہور: مجلسِ ترقی ادب، طبع دوم، 1962ء

(حوالہ: 2، 3، 10)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

یہ کتاب بہت پہلے چھپ کر عبول ہو چکی ہے۔ مجلس کے ایڈیٹن میں متعدد تصادم اور نقشہ جات شامل ہیں۔ اس تالیف میں شمالی اور جنوبی برصغیر کی دریافت اور سیاحت کا احوال درج ہے۔ مشہور امریکی نقاش جری اور برڈ نے جو کارنامے سرانجام دیئے ہیں، وہ چھنے تو دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی سعی و کوشش کی داستان کا یہ حصہ تصویر کشی کی ہم کا ایک ضروری جزو ہے۔

456۔ ایڈمنٹن، اسٹیونس: یہ روس ہے

ترجمہ: ن۔ن

دہلی: پروگریسو پبلشرز، نعمانی پریس، س۔ن

ص: 383

(حوالہ: 10، 11)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

457۔ ایٹکن، لارڈ: تاریخ چین و جاپان

ترجمہ: فریڈرک ہنڈی

لکھنؤ: اورنگ اشعار، فولکلور پریس، 1917ء

ص: 213

(حوالہ: 14)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

458۔ برٹن، کپتان رچرڈ فریڈرک: سفرنامہ مصطفیٰ

ترجمہ: محمد انکاء اللہ، مولوی

لاہور: شہزاد شاہد، وطن حمید پریس، س۔ن

ص: 296

(حوالہ: 4، 2)

سفرنامہ: ہلکے کچھ لو الہیہ ایڈریٹس کا ترجمہ، 1939ء سے قلمی شائع ہوا۔

459۔ برکھارٹ، جان لوئس: سفرنامے تھار

ترجمہ: علی شہید

حمید آباد دکن: تاج پریس، 1324ھ

ص: 180

(حوالہ: 2، 3، 5)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ، شہزادہ مصطفیٰ و تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ نے کروایا۔

460۔ بریگز، ڈاکٹر: تاریخ میر و سیاحت (دو جلدیں)۔

ترجمہ: ظیفہ سید محمد حسین و (کرل) جری مور

آگرو: مفید عام پریس، پاشترینڈ محمد حسن خان، 1321ء

ص: 829

سفرنامہ: جلد اول مراد آباد سے 1888ء میں شائع ہوئی۔ فرانسیسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ عہد شاہجہانی اور عہد عالمگیری کے حالات کا گمان ہے۔
(صفحہ 14-11-10-3-1)

461۔ برصغیر و اکثر: سفرنامہ برصغیر (کامل)

ترجمہ: علی محمد حسین، (کراچی) نئی سورت

سفرنامہ: شاہجہاں تا اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا سفرنامہ۔ فرانسیسی زبان سے براہ راست کیا گیا اردو ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ مکمل سفرنامہ دو جلدوں میں "شاہجہان کے امام اسیری اور عہد اورنگزیب" کے نام سے نہیں اکیڈمی، کراچی نے 1960ء میں شائع کیا۔
(صفحہ 4-2)

462۔ بھٹیاں، جاں: ہنگر مس پروگریس

ترجمہ: ان۔ ان

نام مطبع غدار، 1838ء

روحانی سفرنامہ: مذہبی واردات جیسائیت سے حلقہ۔ ایک ترجمہ ٹی بی ری ویونس ٹکھ کا بھی بتا ہے۔ یہ جہانی سفر سے حلقہ ہرگز نہیں۔ لطافت سے حلقہ روحانی سفر ہے۔
(صفحہ 8-2-1)

463۔ بھٹیاں، جاں: بھنگی کا سفر

ترجمہ: ٹی بی ری ویونس ٹکھ

لاہور: پنجاب پبلیکیشنز بک سوسائٹی، 1920ء

روحانی سفر: جہانی مذہبی واردات ہنگر مس پروگریس کا ترجمہ۔
(صفحہ 2)

464۔ پارک، منگو: سفرنامہ منگو پارک صاحب

ترجمہ: ان۔ ان

کلکتہ: نام مطبع غدار، طبع اول: 1950ء

سفرنامہ: انگریزی سے 'Mungo park travels' کا ترجمہ۔
(صفحہ 2)

465۔ پرنس آف ویلز: سفرنامہ پرنس آف ویلز صاحب بہادر

ترجمہ: صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خاں

کلکتہ: نول مشورہ سن

سفرنامہ: ترجمہ 1923ء سے نکلے شائع ہوا۔

466۔ پیارے نعل: گاندھی جی بادشاہ خاں کے دلیس میں

ترجمہ: عابد حسین، ڈاکٹر

نئی دہلی: کتبچہ جامعلیہ، 1960ء

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

467۔ قہیونو، موسیو: سیاحت موسیو قہیونو (دو جلدیں)

ترجمہ: سید علی بکرائی

آگرہ: سلسلہ آصفیہ، سفید عام پریس، 1998ء

میں جلد اول: 166

میں جلد دوم: 128

سفرنامہ: فرانسیسی سیاح کا سفر دکن (1655ء تا 1688ء) کا بیان۔ اردو ترجمہ میں اسے۔ لہول کے انگریزی ترجمے مطبوعہ

1687ء کو بنیاد بنا دیا گیا ہے۔ ترجمے کی دوسری جلد 1897ء میں شائع ہوئی۔

468۔ ڈانن ہیڈ، بھجر جزل: کمال فرکی

ترجمہ: مصباح الدین، مولوی

سفرنامہ: جنگ عظیم میں ترکی فوج نے بھجر جزل ڈانن ہیڈ کو گرفتار کر لیا اور پھر بلا شرط رہا بھی کر دیا۔ یہ مختصر سفرنامہ

ایک طویل یادداشت کے طور پر لکھا گیا تھا۔ ترجمہ 1938ء سے نکلے شائع ہوا۔

469۔ ٹیونیر، جے۔ بی: سیاحت ٹیونیر

ترجمہ: سر رشو علوم وفتون جامعلیہ

آگرہ: سفید عام پریس، 1896ء

صفحہ: 166

سفرنامہ: فرانسیسی تاجر کی سیاحت 1645ء کی روداد۔ ترجمہ پر نظر ثانی سید علی بکرائی کی ہے۔ (حوالہ: 2)

یہ کتاب دارالترجمہ، سر رشو علوم وفتون جامعلیہ حیدرآباد دکن کے مترجمین نے ترجمہ کی۔ حلاقہ دکن میں ایک فرانسیسی تاجر

کی سیاحت 1654ء سے متعلق کتاب ترجمہ پر نظر ثانی سید علی بکرائی کی ہے۔

فرانسیسی تاجر، ٹیونیر نے 1653ء سے 1654ء تک کا وقت دکن کی سیاحت میں گزارا تھا۔ ذیل میں ترجمہ کے ویسا ہے سے

مہارت نعل کی چاتی ہے: "اس سفرنامے کے ترجمے تمام یورپی زبانوں میں ہوئے یعنی لاطن، جرمنی اور اطالیہ، انگریزی زبان میں اس

کا پیدا ترہم 1677ء میں چھاپا اور 1811ء تک انگریزی میں نو مرتبہ ترئے ہوئے اور چھپے۔ اب حال میں مسٹر ڈی پال ڈائریکٹر سائنس اینڈ آرٹس ایلن مصنف کتاب طبقات الادب نے انگریزی میں صرف اسی سیاحت کا ترجمہ 1888ء میں بہت سے حواشی اور تشریحات کے ساتھ چھاپا جو ہندوستان سے حلقہ ہے۔ اگرچہ اس اردو ترئے کی اصل پال صاحب کی کتاب ہے لیکن اس کا مقابلہ اس انگریزی ترجمہ سے بھی کر لیا گیا ہے جو 1878ء میں طبع ہوا۔ اور اب تہایت ادب کیاب ہے۔¹¹

اب ترجمہ سے صورت عبادت ملاحظہ ہو:

جہاں برس ہوئے کہ جب سے یہاں ایک عظیم الشان معبد بن رہا ہے۔ اگر یہ پورا بن گیا تو تمام ہندوستان کے معبد سے بڑا ہوگا۔ اس میں ایسے بڑے بڑے حجر لائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے ایک حیرت ہوتی ہے۔ خالص کروہ مراب جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں سب سے زیادہ خوب انگیز ہے۔ وہ ایک عظیم الشان جھری بنی ہوئی ہے۔ جس کو پانچ چار سو آدمیوں نے علی الاثر پانچ برس کام کر کے کان سے جا کر 1860ء میں اور اس کو اس معبد تک لانے میں اس سے بھی زیادہ مدت لگی ہے۔ وہ لوگ جہاں کرتے تھے کہ اسے ایک ہزار چار سو سال تک لکھا کر لائے ہیں۔ میں آنسو ہواں کہوں گا کہ یہ عبادت ابھی تک نامکمل پڑی ہوئی ہے۔ اگر یہ بن گئی تو یقیناً تمام ایشیا کی عبادت سے بہتر ہوگی۔

(”سیاحت لونیئر“ ص 24، 25 سے اقتباس)

470۔ جاپان

ترجمہ: جمن لال

دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ، 1935ء

مطرا: (حوالہ: 3)

471۔ میکملکم، (سر) جان: تاریخ ایران (4 جلدیں)

ترجمہ: سائیکلک سوسائٹی غازی پور

غازی پور: سائیکلک سوسائٹی، 1872ء

مطرا: "History of Persia" کا ترجمہ۔ مترجمین میں سر سید احمد خاں بھی تھے۔ پہلی جلد 1872ء، دوسری 1874ء،

تیسری اور چوتھی 1875ء میں طبع ہوئیں۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ محبوب عالم نے "معارف ایمان قدیم" کے نام سے

(حوالہ: 502)

1905ء میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔

یہ "History of Persia" کا ترجمہ ہے۔

میر جزیل سر جان میکملکم (سابق گورنر بمبئی) نے اس تاریخ اور لطافت سے حلقہ کتاب میں قدیم ایران کے مذاہب، رسوم و رواج، عادات و انصاف اور سیاسیات سے حلقہ مطلوبات فراہم کی ہیں۔

اقتباس ملاحظہ ہو:

آخر کار ان میں سے ایک کو پستی کے حاکم کے ہم اس غزوے نے اس مضمونی کا فرمان ارسال کیا کہ اگر دیکھ لیتے۔

اس طرح کے، حکیم ناصر الدین ظہری کو مسجد و اس حاکم نے موافق علم ہائے کے حکیم ظہری کو طلب کیا۔ اتفاقاً اس روز حکیم ناصر الدین جہاں کے ہاتھوں کی سیر کر رہا تھا کہ دفعتاً چند سواروں نے وہاں پہنچ کر اس کو محصور کر لیا اور ایک گھوڑا پیش کیا کہ آپ کو کوہستان کے حاکم نے طلب فرمایا ہے اس پر سوار ہو کر تشریف لے چلے۔ اگر آپ چلنے میں جھٹ نہ کریں گے اور بے تلف چلے جائیں گے تو ہم آپ سے کچھ تعویذ نہ کریں گے اور اچھی طرح سے فوجی آدمی گے۔ اس نے ہر چند اسے نہ جانے کی بہت دلیلیں پیش کیں مگر ان لوگوں نے کچھ التفات نہ کیا اور اس کے بھانے پر آمادہ رہے۔ جس وقت کوہستان کے دواغ ہوئے کہ اس نے قصد کیا اس وقت اس کے دوستوں میں سے کسی کو اس کی کھانے کی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ ملکہ ملکہ وہاں کوہستان آدمی دور رہ گیا۔ اس وقت ان لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جب یہ کوہستان میں پہنچا اور وہاں کے حاکم ناصر الدین محمد الرحیم کو اس کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو وہ بڑی تعظیم و کرم سے پیش آیا اور چھ مسجد اور محکم اس کے لانے میں اس کی جانب سے حضور میں آیا تو اس کی نسبت اس نے جہاد مذہبی پیش کیے اور حضرت محمد چاہا۔ بعد اسکے مرے تک اس نے اس حکیم کو کوہستان میں قید رکھا۔

472- حکیم، سر جان: حالات ایران قدیم (دو جلدیں)

ترجمہ: محبوب عالم

لاہور: کارخانہ چھ اخبارات مطبع خادم التعليم، 1905ء

ص: 367

سفرنامہ: "History of Persia" کا ترجمہ۔ دوسری بار 1908ء میں شائع ہوا۔ یہی ترجمہ ناظرینک (ایچ گکینو) نے 1923ء سے نقل شائع کیا۔ اس سفرنامے کا قدیم ترین ترجمہ مترجمین غازی پیرا الکلک سوساکی نے کیا تھا جو 1872ء میں طبع ہوا۔ یقیناً سرسید شامل ہوں گے۔ (حوالہ 2، 5، 10، 11)

473- خاندان اویس خانم: اندرون حیدر آباد

ترجمہ: ہاشمی فرید آبادی، سندھ

حیدر آباد دکن: انجمن اشاعت اردو: احمدیہ پریس، 1939ء

ص: 24

(حوالہ 2، 5، 14)

سفرنامہ: "Inside India" کا ترجمہ۔

474- ڈفرن، لیڈی: لیڈی ڈفرن کی چند روزہ سیر حیدر آباد

ترجمہ: محمد عظیم

حیدر آباد دکن: انجمن شرع العلوم، تاج پریس، 1888ء

ص: 24

(حوالہ 1، 2، 5)

سفرنامہ: حیدر آباد دکن کا سفرنامہ باہت سال 1888ء کا انگریزی سے ترجمہ

475۔ ڈی ویڈ: محضرستان آئرلینڈ

ترجمہ: احمد سعید خاں شوق

نام مطبع: وسوئٹ ہاؤس

سفر نام:

(صفحہ 11-10:2)

476۔ سائیکلو کارلو: ماؤزے ٹنگ کے دیس میں

ترجمہ: بیپتی

لاہور: مکتبہ چراغ راہ

(صفحہ 10-13)

سفر نام: 'In the land of Mao-ise-tung' کا ترجمہ

477۔ سفر نامہ انگورہ

ترجمہ: آغا رفیق بلوچری

سفر نام: ایک فرانسیسی خاتون کا سفر نامہ جنگ ترکی و یمن کے ختم وید حالات۔ ترک مشاہیر کا ذکر۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ کتاب 1939ء سے نکل شائع ہوئی۔

(صفحہ 4)

478۔ سفر نامہ بلوچیا

ترجمہ: عبداللہ اول، مولوی

لکھنؤ: صدیقی بک ڈپو

سفر نام:

(صفحہ 4)

479۔ سفر نامہ شہنشاہ جرمن

ترجمہ: امیر علی خاں شوق

نام پرنٹ: مطبعہ اموی، 1900ء

صفحہ 338

(صفحہ 2-1)

سفر نام: جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

480۔ سچا حوں کی کہانیاں

ترجمہ: عبدالحمید سائل، مولانا

لاہور: 1828ء

(صفحہ 11-5:2)

مختصر سفر نامہ۔ انگریزی سے ترجمہ

481۔ شاہ بیگ، کرلی، سرتنامہ حجاز

ترجمہ: محمد داخل

لاہور: اسلامیہ پریس، سی۔ این

سرتنامہ: انگریزی سے ترجمہ دیکھیے (خیر، محبوب، عالم، مہتاب، یونیورسٹی (ارورنیکشن) لاہور۔ (عالم، 2، 11)

482۔ شیرنگ: مغربی جہت

ترجمہ: ان۔ این

کشمیر: نول پبلشر، سی۔ این

514

(عالم، 1، 2)

سرتنامہ تحقیق: انگریزی سے ترجمہ

483۔ فتح نواز جنگ، نواب: گلکشت فرنگ یعنی میرے روزنامے پورپ کے چند صفحے

ترجمہ: عزیز مرزا، (مولوی) محمد

آگرہ: سفید عام پریس، طبع ازل 1889ء

(عالم، 2، 14)

سرتنامہ: انگریزی سے ترجمہ، 1888ء تا 1889ء کی زرداد

ترجمہ سے صورت:

”10 فروری، آفرکار پھری رداگی کا دہی آ بیچا، اسباب بیچ ہی سے درست کر لیا تھا، وہ بیچے لوگ کے لوگوں نے جہاز پر رکھ دیا۔ شام کے گھنٹے بیچے دوستوں کے ساتھ ہوئی سے روانہ ہوئے اور سوا گھنٹے بیچے دشمنی کشتی پر سوار ہوئے۔ قنوی دہ کے بعد ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مال جہاز پر کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھ کو حیرت ہوئی ہے کہ مہذب قوموں میں علم کو کس قدر ترقی ہوئی ہے۔ فن جہاز رانی تو خصوصاً ترقی کے درجہ کمال پر پہنچ گیا ہے۔ مسند میں جہاز کا ٹیک مقام اس آسانی اور صحت سے دریافت کر لیتے ہیں جیسے کسی گھوڑا گاڑی کا گرد زین پر۔ پہتان نے مجھ سے جان کیا کہ اگر اس معاملے کے پاس کوئی چیز بیچک دی جائے اور دھن میں جا کر کسی جہاز کے پہتان سے کہیں تو وہ اُسے جہازت آسانی سے نکال لے گا۔ جب کہ برقی جار مسند کی دھن نوٹ جاتا ہے تو تار والے قسطنطنیہ برقی کے اٹھان سے فوراً دریافت کر لیتے ہیں کہ کہاں ٹوٹا ہے، اور جہاز کھینچ کر جواز دیتے ہیں۔

24 اکتوبر، آج ہم میاز کی طوشتا مسافت کو دیکھتے گئے۔ شہر سے وہ میل چل کر ایک لمبے تار میں کے پلے میں داخل ہوئے جس کا نام گرڈ فرای پاس لکھا ہے۔

اس پلے کا نصف میل طویل ہے اور پراکٹ کر دیا ہے۔ قدیم ریلوں کی منافی کا ایک عرصہ ثبوت ہے۔ پلے سے کل کر ہم نے بہت سے روٹی مکانات دیکھے، وہاں سے ٹاکوڑی آگین لوی طرف گئے جو پہلے ایک پرلہا بھیل تھی مگر اب ہنگ چڑی ہے۔ یہاں بھی ایک کھوہ ہے جس کا نام گرڈ اداکان ہے، اس کے اندر زمین سے کوئی روٹ نہ لپکا ایک شخص ہے

جس کی نسبت یہ ظہور ہے کہ اس سے پہلے ہوا میں سمیٹ ہے۔ اسے دھیرے دھیرے ایک مٹھل قحی اس نے اٹھایا اس کو مکان سے لیے کیا، فوراً مٹل ہو گئی۔ گھر سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ایک کتے پر اس کا قریہ کر کے آپ کو دکھاتے ہیں، وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا لیکن میں نے ایسے حال اندازہ ہے، قانکہ قریہ کی اجازت نہ دی۔"

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ٹراپ صاحب کو 10 فروری سے 24 اکتوبر 1888ء تک سفرنامہ کے لئے ڈائری لکھنے کی مہلت نہ ملی تھی۔ ٹراپ صاحب 9 جنوری 1889ء کو یورپ کے سفر سے ہندوستان واپس لوٹے تھے۔

484۔ فورسپا تھو، ٹی۔ ڈی۔ سفر نامہ

ترجمہ: ان۔ ان۔

لاہور: نام مطبع عامہ، 1871ء

(حوالہ: 2، 1)

سفرنامہ: انگریزی میں ترجمہ۔

485۔ قططیہ

ترجمہ: انکضاء اللہ

سفرنامہ: اسلامی دارالکتب کا تاریخی تذکرہ اور نوازشات سلطانی کا تذکرہ انگریزی سے ترجمہ۔ 1939ء سے قلم شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

486۔ کرزن، (لارڈ) چارلس جیمس میلی: خیابان فارس (چار جلدیں)

ترجمہ: غفر علی خاں، مولانا

میدر آباد دکن، مطبع حسن جلد اول: 1902ء

میں جلد اول: 612

سفرنامہ: 'Persia and the Persian question' کا ترجمہ ساجی وانسرائے ہند کے سفرنامے کا ترجمہ ہے۔

(حوالہ: 2، 5، 10)

انگریزی سے ترجمے کا نمونہ خط ہے:

مشرق کے اس قسم کے سفری، جو ہمہ تن غیر معمولی یادگاریں مسافر اپنے ساتھ لے جاتا ہے ان میں شاید سب سے زیادہ دلچسپ خبر اور پراثر یاد آن لوگوں کے کانوں کی ہے جن سے وہ دوسرے میں راست کے وقت ادھار ہوتے ہیں۔ جب تاریک میں وہ سے لڑاؤ جس سنائی دیتی ہے۔

(خیابان فارس ص 580)

Perhaps the weirdest and most impressive of the many unwanted memories that the traveller carries away with him from such-like travel in the east in recollection of the camel caravans which he has encountered at night. Out of the darkness is heard the distant boom of a heavy bell.

P 275 "PERSIA" by G. N. CURZON. 1892

لازار کرڈن، دانشورائے ہند کا یہ سفرنامہ مولانا نے چار جلدوں میں ترجمہ کیا تھا۔ مطبوعہ جلد 812 صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے بارے میں مولانا ظفر علی خان دیباچہ میں لکھتے ہیں:

گھر، ایران کے حالات کے تحقیق جھوٹا نہیں لگتی تھی اور اس موضوع کی مسلسل و دقیق دلچسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصہ دراز سے اس کو ان ڈی رچہ سیاحوں اور عظیم ملک معتنوں کا بھٹ بنا رکھا ہے جنہیں اپنے شوقی طریقہ تعلقات، سہارے کی وجہ سے اس مسئلے پر بارے دینی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے، چنانچہ اس سرزمین کے عقب پہلوؤں کو عالم و فاضل و تجربہ کار لوگوں نے دکھا دکھا اپنے ذوقِ علم کا عفوِ معنی بنایا۔ کسی نے اس کی تاریخ لکھی، اور کسی نے اس کی اقوام اور اس کے آثار قدیمہ پر خاصہ فرما دی کہ بعض معصمیں نے دلچسپ ایران کے ان تعلقات، سیاسی کو جو اسے دلی خاصہ سے ہیں اور نیز اس کے اندر فی طرزِ نظم و نسق اور اس کی تہذیب و فطرت کے بارے، مایہ کی شرمندہ و ربط کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن آج تک کسی ایک کتاب میں اس تمام امور پر اس وضاحت، سادگی اور اس قدر نظر سے بحث نہیں کی گئی جو لازار کرڈن کی جامع تصنیف کی حقیقی خصوصیات ہیں۔"

ترجمے سے صوت عبارت ملاحظہ ہو:

"آک کی سڑک"

"مقیم ڈاک کی سڑک جس پر 'جاہاز' کا شیدائی جانا پہنچ کر رہے گا، گاڑی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور 'جاہازِ خاقانوں' کے نام مہلات آباد سڑک غیب (بڑے سڑک خواجہ لکھی کہتے ہیں) اور گھر آباد اور میاں جب اس راہ پر مقام کرنا میں، جو دو موخر آکر حوض کے بائیں طہران سے 28 میل کے فاصلے پر ہے، ایک کنگ یا کھار، محل، علیا پانی، جوشابی، ایک سے ہے اور بڑے اس کے پرہاد داغ علی شاہ، نے 1812ء میں تعمیر کیا تھا، داغ ہے۔ علیا پانی گھر کراچ کے کنارے پر جو کوہستان سے ملتی ہے اور جس کا مصلیٰ اور پاکیزہ پانی فتح علی شاہ، مکتوں میں بھرا کر ہر روز طہران منگوا کر لیا تھا، داغ ہے اور اس میں دو بڑی تصویریں آغا محمد علی شاہ اور اس کے بچھے فتح علی شاہ کے درباروں کی مہلات خاں کے ہاتھ کی لگی ہوئی ہیں جو ابتدائے شاہان آقاہار کے دربار کا مشہور نقش تھا۔

سفر ایران کے لئے بہترین موسم کے انتخاب کے، احتیاطی پہلو ہو سکتے ہیں، یا تو موسم خزاں کا آخر اور یا فصل بہار۔"

487۔ گارڈن، (جنرل) سر ہانس الیڈورڈ: سفرنامہ ایران

ترجمہ: محمد اقبال اللہ

لاہور: وطن اخبار، حیدرہ مشین پریس، 1908ء

سفرنامہ: مع حالات مظفر الدین شاہ قاجار و کالج ایران۔ منظر قریشی کتب خانہ لاہور نے ستمبر 1923ء سے نقل شائع کیا۔ (موء 4:2:1)

488۔ مکین، ہنری: ہالی کے سائے میں

ترجمہ: عبدالسلام فرشتہ، ڈاکٹر

راولپنڈی: تعمیر پرچک پریس، 1953ء

سفرنامہ: مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک کی سیاحت سے حاصل

(حوالہ: 2، 10، 11)

489۔ سکرڈ، ولیم: حالاتِ نجد و الحساء

ترجمہ: انشاء اللہ

لاہور: وطن المہاجر، حیدر پریس، 1906ء

سفرنامہ: وسط و مشرقِ عرب میں ایک انگریز کی ایک سالہ سیاحت کی روداد۔

(حوالہ: 2، 4)

490۔ لوسکائن، شیخزادی ابن۔ ڈی: عہدِ حکومتِ سلطان عبدالحمید خاں جانی الغازی ترکی

ترجمہ: محمد انشاء اللہ، مولوی

لاہور: اخبارِ وطن، حیدر پریس، طبع ازل 1893ء

صفحہ: 224

سفرنامہ تاریخ: 1910ء تک اس ترجمے کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ 8ویں ایڈیشن کے 256 صفحات ہیں، محرم نے

(حوالہ: 2، 4)

اس ایڈیشن میں حواشی اور حوالہ جات کا اضافہ کیا ہے۔

یہ کتاب شیخزادی ابن۔ ڈی۔ لوسکائن کی 1888ء میں برطانیہ سے شائع ہونے والی کتاب کا ترجمہ ہے۔ شیخزادی نے ترکی میں

کئی برس قیام کر کے یہ تاریخ رقم کی تھی۔ اس کتاب کے محرم، امجد، وطن لاہور کے مالک واپس ملے تھے۔ واضح رہے کہ اس ترجمے کے

1910ء تک پانچ ایڈیشن طبع ہوئے تھے۔ اس ترجمے اور کتاب کی مقبولیت کا اعجازہ لگاتار آ رہا ہو جاتا ہے۔ کتاب کا اڈیشن ایڈیشن

224 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ پانچویں ایڈیشن کے صفحات 256 ہیں۔ پانچویں ایڈیشن تک آنے آتے محرم نے حواشی اور حوالہ جات

میں مسلسل اضافہ کیا۔

یہ کتاب سلطان عبدالحمید خان جانی کے دورِ حکومت کے ابتدائی بارہ برسوں کا احاطہ کرتی ہے۔ ترجمہ شدہ کتاب میں شیخزادی

لوسکائن کا دیباچہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ محفل چند سطریں ملاحظہ ہوں:-

میں نے اپنا یہ فرض جانا ہے کہ نہ صرف اس نسل کو وہ حالات اور سچے واقعات بتاؤں جو میں نے ترکی میں بہت سال رہ کر

حاصل کئے ہیں اور ساتھ ہی ان الفاظ کو بیان اور معانیات خسرانہ اور اس عزت و افتخار کے شکر و امتنان کے خیالات

ظاہر کروں جو مجھے اس ملک میں نصیب ہوئے۔ خاص کر اس نامور شہنشاہ کے ہاتھوں، جو اس وقت احتمالی کے تحت

قصری پر جلوہ افروز تھے۔

کتاب کا آغاز سلطان عبدالحمید خان جانی کے والد سلطان عبدالعزیز خاں کے زمانائی واقعہ سے ہوتا ہے اور تختہ کے لئے

دس لکھ کی قیمت پر کو بیٹھ ہوئے ہے۔ معتمد نے سلطان محمد احرار خاں کے قتل، دس اور ترکی کے درمیان ہونے والی جنگ اور ترک طاقت کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔

481۔ ماری جان، ڈاک: یہ امریکہ ہے

ترجمہ: محمود مسعود

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، س۔ن

188

مترجم: انگریزی سے ترجمہ

(جولائی 1982ء)

482۔ مانوچی، نگولائی: فسانہ سلطنت مظفر

ترجمہ: مظفر علی خاں، سندھ

کھنڈ: آگرہ اخبار اردو کھنڈ، س۔ن

378

مترجم: اعلیٰ، سراج کا تھلکہ فیض مترجم۔ انگریزی کی صرف ترجمہ 1938ء سے نقل شائع ہوا۔ مانوچی 1958ء میں ہندوستان آیا تھا۔ "اسٹور پوری سوگڑ" نامی اس مترجم کے دو دیگر ترجمے ملک راج شرما اور سجاد باقر رضوی نے کئے ہیں۔

(جولائی 1982ء)

483۔ مانوچی، نگولائی: ہندوستان مہم مظفر میں

ترجمہ: ملک راج شرما

لاہور: ٹائپسٹ اینجینیئر، س۔ن

مترجم: اعلیٰ سراج کی سوانحیت بعد 1956ء کی روداد۔ اس کتاب کے دیگر ترجمے سندھ مظفر علی خاں اور سجاد باقر رضوی نے کئے ہیں۔

(جولائی 1982ء)

484۔ مانوچی، نگولائی: داستان مظفر

ترجمہ: سجاد باقر رضوی، پروفیسر

لاہور: نثار شاہ، انارکلی، طبع اول: اپریل 1988ء

مترجم: چاندی خٹوں کا ترجمہ و تخریص۔ اس کتاب کے دیگر دو ترجمے ملک راج شرما اور سندھ مظفر علی خاں نے کئے تھے۔

(جولائی 1982ء)

مذکورہ بالا تینوں تراجم مشہور اعلیٰ مورخ نگولائی مانوچی کے ہندوستان میں قیام کی روداد ہے۔ مانوچی 1958ء میں ہندوستان آیا۔ اس کا انتقال 1977ء میں ہوا۔

انورجی کی یہ کتاب "مستور پادی سوکھ" عہد بالگیری کا سب سے اہم اور سب سے شہرہ روزنامہ سفرنامہ کی جلدوں میں ہے۔ اسے مظہر عہد کی معاشرتی، درباری اور بھارتی ماحول کی مستند دستاویز کہنا چاہیے، جس پر ہندوستان کے ترقی طبقے نے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب کے نامال آخری مترجم چار باقر رضوی صاحب ایک زمانے تک گوانے وقت گروپ کے خلاف بدافہمی چارہ جوتی میں مصروف رہے۔ جس کا سبب یہ تھا کہ "گوانے وقت" گروپ کے اخبارات نے اس ترجمے کو گمراہ کن کہا تھا۔ ترجمے کے باب میں چار باقر رضوی صاحب کا یہ ترجمہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ چندہ ایواب پر مشتمل یہ کتاب دو سو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہندوستانی لباس میں انورجی کی ایک تصویر بھی شامل کتاب کی گئی ہے۔

495۔ مولر، سزمیکس: سہاحت قسطیہ

ترجمہ: رشید الدین، سندھ

آگرہ: نام مطبع غدار، 1903ء

(حوالہ: 4-2)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ

496۔ میکوی، (ڈاکٹر) وائس: اعمال نامہ روس

ترجمہ: راجن ناتھ سرشار: پٹنہ

گھنٹو: نالکھور پریس، طبع 1907ء

ص: 1202

(حوالہ: 2-1)

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے لگی شائع ہوا۔

497۔ میو، مس کیٹھرائٹ: بھارت، ماما معد جواب

ترجمہ: مرزا محمد عبدالحمید

لاہور: انگریز سوشل بک سوسائٹی، 1928ء

ص: 328

سفرنامہ: "Mother India" کا ترجمہ معد جواب۔ اس کتاب میں مرزا صاحب نے مس میو کے خیالات کی تردید کی

ہے۔ اس کتاب کے دیگر ترجمے بھی "معد انڈیا" اور "معد ہند" کے نام سے ہو چکے ہیں۔

(حوالہ: 2-2)

498۔ میو، مس کیٹھرائٹ: معد انڈیا

ترجمہ: ان سٹن

لاہور: سول ایجنٹ "میر تک خیال" کڈ پ، شائع 1933ء

ص: 632

سفرنامہ: 'Mother India' کا ترجمہ۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ 17 ویں اور 18 ویں صدی عیسوی کے زمانے میں مغرب والے ہندوستان کو کن کن کی محبوب کا مرتعہ سمجھتے تھے۔ اس کتاب کے درجے اس کے علاوہ ہیں ایک محبوب عالم کا اور دوسرا خالد۔ کے یک۔ کا۔
(حوالہ 2)

499۔ میو، مس کیسٹرائٹ: مادرِ اظمیا

ترجمہ: محبوب عالم

لاہور: 'Mother India' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ خالد۔ کے یک کے علاوہ ایک تیسرا ترجمہ بھی 1933ء میں شائع ہو چکا ہے۔
(حوالہ 4)

500۔ میو، مس کیسٹرائٹ: مادرِ ہند

ترجمہ: خالد۔ کے یک

سفرنامہ: مس کیسٹرائٹ میو نے ہندوستان کا سفر 1926ء میں کیا تھا۔ انھوں نے ملک کی سماجی حالت کا نقشہ کئی قابلِ ذکر ہے۔ اس کتاب کے دیگر تراجم بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب کا نام 'Mother India' ہے۔ یہ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

501۔ نسیم، خواجہ رلال: سوویت روس

ترجمہ: ان۔ ان

سفرنامہ: روس کی معاشرتی اور ترقی حالت پر وہاں تیسرے۔ نسیم کے سفر ناموں کی یادگار۔ انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔
(حوالہ 4)

502۔ ویسٹ، پروفیسر: پروفیسر ویسٹری کا سفرنامہ

ترجمہ: محبوب عالم، مثنیٰ

لاہور: مثنیٰ مہاراج: خادمِ تعلیم پریس، 1903ء

ص: 295

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار بیہ اشہار، لاہور نے 300 صفحات کی خلاصہ میں شائع کیا۔ (حوالہ 1، 2، 11)

503۔ ورجل: انوکھا حاجی

ترجمہ: مرزا حسین احمد یک

میں: یادگار کن: اعظم انجم پریس، 1923ء

ص: 212

سفرنامہ: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک انگریز نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے ہندو اور اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ (حوالہ 14)

504۔ بمبائل، انگلینڈ: سیاح جرنل

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: عید اشہار خادم التحلیم پریس لاہور، 1985ء

(حوالہ: 7)

سفرنامہ: برکمن لہان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

505۔ جون فی سنگ: ایک بھٹی سیاح کا سفرنامہ

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: پنجاب ریجنل پبلسنگ سوسائٹی، 1908ء

سفرنامہ: 'Travels of Hwentsuang' کا ترجمہ یہ ترجمہ لاہوری سے منظرِ حشر پبک کمپنی نے بھی 1923ء سے قبل

(حوالہ: 2، 1)

شائع کیا۔

000

سوانح

506۔ آرگسٹ: حیاتِ پائل

ترجمہ: ابو سعید پرشاد و پنڈت سورج بھان

نام مطبعہ نمبر: 1861ء

(حوالہ: 13، 2، 1)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

507۔ آرملڈ، (سر) ایڈوان: نور مشرق

ترجمہ: محمد علی عظمیٰ، مرداد

لاہور: گیلانی انجینئرنگ پریس، 1942ء

صفحہ: 264

(حوالہ: 14، 12)

سوانح و تعلیمات: کیم بدھ سے حلقہ۔ انگریزی سے ترجمہ

508۔ آلبرٹ، الفرڈ ادون: ایک انقلابی مفکر

ترجمہ: مرتضیٰ شفیق و سوانح ادیب

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ

صفحہ: 140

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: امریکی مفکر، سماجی نورد ادیب، دس بچوں کی سوانح مری

509۔ آغا لولیا نووالیٹز اردو: لیکن گھر والوں کی نظر میں

ترجمہ: نوح فاروقی

ماکو: بدلی زبانوں کا اشاعت گھر

سوانح: لیکن سے متعلق معلومات۔ زوی زبان سے بہت راست ترجمہ۔ (حوالہ: 13-16)

510۔ ارسکین، ولیم: ظہیر الدین بابر اور ان کا عہد

ترجمہ: حسین انور

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز اک مہرہ فرینکلن، سن۔

ص: 568

سوانح و تاریخ: امریکی کتاب کارگری سے ترجمہ۔ (حوالہ: 2-17)

511۔ ایچ جیٹ، سارجنٹ: عقیم علمائے قلبیات

ترجمہ: ان۔

کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، 1962ء

ص: 560

سوانح و کارنامے۔ انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 13-16)

512۔ الانا، غلام علی: قائد اعظم جناح: ایک قوم کی سرگزشت

ترجمہ: ربیہ احمد عطری

لاہور: فیروز سنز لٹریچر (پاکستان)، 1967ء

ص: 632

سوانح: انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2-10-11)

513۔ الحیر لویت، تیلن: جانا جانا

ترجمہ: سید ابوالخیر کشتی

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ

ص: 168

سوانح: ایلن کیر سے متعلق۔ انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2-10-11-16)

514۔ اونز جی، کیتھرین: میری میکڈونلڈ جھون

ترجمہ: ان۔

لاہور: ہول لائبریری: سومبا آرٹ پریس، 1951ء

ص: 148

سوانح: عظیم دراندہ ڈیچا موسیقار کی مرکزیت کا انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

515- ایسٹ، ای: نیولین یونا پارسٹ (5 جلدیں)

ترجمہ: مصبین الدین شاہجہا پوری

دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)

سوانح: انگریزی ترجمہ۔ کتاب کا ترجمہ 1913ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ: 1، 2، 14)

516- ایچ، بی: جینی کی سیرت

ترجمہ: پادری دیکھلڈ

لوحیات: انگریزی سے ترجمہ

سوانح:

(حوالہ: 2، 1)

517- آنکھن، چارلس اسٹرنسن: کارنامہ لارڈ لارنس

ترجمہ: گنج بھاری قادی

لاہور: اسلام پریس، 1994ء

ص: 275

سوانح و کارنامے۔ انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 13، 14)

518- ایڈورڈ، ہربرٹ: سوانح عمری لارڈ لارنس

ترجمہ: محمد حنیف دہلوی

کھنڈ: فولکلور پریس، س۔ن

سوانح: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ: 1، 2)

519- ایڈورڈ، ہربرٹ: سوانح عمری لارڈ لارنس

ترجمہ: سورتھ صاحب

علی گڑھ: ڈی بی پریس، س۔ن

سوانح: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ: 1، 2)

520- ایسٹ، مین، ایسٹ: رفائے عظیم

ترجمہ: محمد حامی الدین خان

کراچی: آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ریسرچ اکیڈمی

سوانح و معلومات: انگریزی میں 'Great Companions' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 13، 16)

521۔ ایک ادیب کے حالات زندگی

ترجمہ: مرزا حامد بیگ

حیدر آباد دکن: رجم پریس، 1924ء

سوانح: انگریزی سے ترجمہ، مترجم کا تعلق حیدر آباد دکن سے تھا۔ ان کا کوئی اور ترجمہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ اس کتاب "اردو ترجمے کی روایت" کے مصنف کے ساتھ نام کی مطابقت محض اتفاق ہے۔ یہ ترجمہ میراثیوں (حوالہ: 8)

522۔ اگلے روز ویسٹ: بیچے دن

ترجمہ: ظلیل احمد

لاہور: ویسٹ پاک پبلیکیشنز کمپنی لمیٹڈ، س۔ این

سوانح: فرنٹنگن کی سوانح عمری ہے جس میں روس اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت، چرچاں سے ملاقات۔ مصنف کی انگلستان روانگی اور جنگ عظیم دوم کے دوران میں مصروفیات وغیرہ ایجاب دلچسپ ہی نہیں حیرت انگیز بھی ہیں۔ (حوالہ: 2، 17)

523۔ لاسٹ، ہے۔ ای: بہاء اللہ و عصر جدید

ترجمہ: مہاس علی بٹ

دہلی: کمال پبلشنگ ورکس، 1954ء

ص: 383

(حوالہ: 14، 18)

سوانح و تعلیمات۔ انگریزی سے ترجمہ

524۔ ہارٹ، داریٹ میرل: استحقاق کے بکے

ترجمہ: حبیب اشعر دہلوی

لاہور: آئینہ ادب پبلیکیشنز، موسسہ فرنٹنگن۔

(حوالہ: 2، 17)

سوانحی خاکے۔ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ۔

525۔ برگر، تیموڈور ہارن: ٹینس فرنٹنگن

ترجمہ: احسان بی۔ اے

لاہور: شمع نظام علی پبلیکیشنز، موسسہ فرنٹنگن، س۔ این

(حوالہ: 2، 17)

سوانح: مختصر کتاب امریکہ میں شمع ہوئی۔ موسسہ فرنٹنگن کے ہائی سے مصنفی مطبوعات۔

526۔ برنیئر، ڈاکٹر: شاہجہان کے ایام اسیری اور عہد اورنگزیب

ترجمہ: علینہ سندھو مین

کراچی: مجلس اکیڈمی طبع دوم: 1960ء

(حوالہ: 11-10-2)

سوانح اتاریخ: فرانسس زبان سے ترجمہ

527۔ ترجمہ: پرچند راجھ، بحرینی: بیگماتہ اودھ

ترجمہ: ذی المودین، (مولوی) سید

لکھنؤ: نوکلر پریس، 1919ء

صفحہ: 56

(حوالہ: 14-9)

سوانح:

528۔ بنارس واس چتر ویدی و مارہوری سائیکس: سی۔ ایف۔ ایچر پوز

ترجمہ: ضیاء الدین احمد برقی

کراچی: مشہور آفٹ پریس، 1982ء

صفحہ: 284

(حوالہ: 16-13)

سوانح: دہلی کے مشہور پادری، استاد اور معنف کے حالات زندگی۔

529۔ ہلالہ کھنہ، ہیکلر: محمد علی جناح

ترجمہ: زبیر صدیقی

لاہور: مجلس ترقی اردو، کلب روڈ، 1965ء

صفحہ: 353

(حوالہ: 16-11-10-2)

سوانح: حکومت پاکستان کے ایما پر لکھی گئی کتاب 'Durrani' کا ترجمہ۔

530۔ پولٹن، سارہ۔ کے: لڑکیاں جو نامور ہوئیں

ترجمہ: اختر عزیز احمد

لاہور: پبلیشرز اکسپریس، فریڈلین

(حوالہ: 17-2)

سوانح: خاکے۔ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ۔

531۔ چنگلین، گ۔ ہوو دیگر: لینن

ترجمہ: ان۔ سن

باسکو: داراشامی ترقی، 1969ء

صفحہ: 276

(حوالہ: 16-13)

سوانح: لینن کے حالات زندگی۔ روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔

532۔ ہیڈلی بی۔ ایچ: سرگزشت جگہ معظمہ قیصرۂ ہند

ترجمہ: ان۔ ان

کھنڈ: مجموعہ دست پیشک، لاہور، 1898ء

صفحہ: 50

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔

533۔ پاؤور، سال۔ کے: دستور ساز مدد

ترجمہ: ڈاکٹر اجازت، سندھ

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ

صفحہ: 352

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

534۔ پاول، پیٹن: سکاڈلوس کا بادشاہ

ترجمہ: محمد اکرم

لاہور: کتاب گھرانہ سنہ 1936ء

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

535۔ پستانوزی و جوبان ہرج: لیونارڈو گرٹوڈ

ترجمہ: نظام حسین

دہلی: جید پریس، 1938ء

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی کی معرفت ترجمہ

536۔ پلچارک: سوانح سکندر اعظم

ترجمہ: سید ہاشمی فرید آبادی

دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1949ء

(حوالہ: 1، 2، 14)

سوانح: مشاہیر یونان و روما کے ایک باب کا ترجمہ

537۔ پلچارک: مشاہیر یونان و روما (4 جلدیں)

ترجمہ: ہاشمی فرید آبادی، سندھ

لاہور: مفید عام پریس، جلد اول طبع دوم: 1943ء

صفحہ: 448

علی گڑھ۔ انٹرنیٹ ٹیٹ پریس، جلد دوم طبع اول: 1919ء

صفحہ: 378

دہلی: انجمن ترقی اردو (بہار) جلد سوم طبع اول: 1945ء

صفحہ: 434

دہلی: انجمن ترقی اردو (بہار) جلد چہارم طبع اول: 1946ء

صفحہ: 468

سوانحی خاکے۔ 'Lives of Eminent Greeks And Romans' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 14، 2، 1)

538۔ جینی، ڈوناٹلڈ کراس: شہسائے منزل

ترجمہ: محمد حبیب اللہ اویج

لاہور: پبلیکیشنز پک ڈپو پبشرز اک مونسٹر فرینڈس

سوانح: Lives of Destiny کا ترجمہ۔

(حوالہ: 17، 2)

539۔ قصیدہ، میری دہان: جنگو لین کیٹری

ترجمہ: ہانو قدسیہ

لاہور: آئینہ ادب، استحقاق پریس، 1962ء

صفحہ: 158

سوانح: امریکہ کی 31 ویں خاتون اول کے روزناموں، انجی ٹیٹوٹ، تصاویر اور اعلیٰ قرائنوں سے مرکب کردہ کتاب۔

(حوالہ: 17، 2)

540۔ ٹامس، ہنری: دنیا کا سب سے بڑا مسجد

ترجمہ: محمد سعید

لاہور: صحیفہ الادب: ٹیمس پرنٹنگ پریس، 1960ء

صفحہ: 188

سوانح: ٹامس ایڈورڈ لین کے حالات زندگی۔

(حوالہ: 16، 13)

541۔ ٹامس، ہنری: ایڈیٹس

ترجمہ: محمد سعید

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2)

542۔ ٹیلر، میڈوز: سوانح امیر علی شاہ

- ترجمہ: محبت حسن
 حیدر آباد دکن: نام مطبع امداد
- سوانح: ہندوستان کے معروف ملک امیر علی کی سوانح حیات۔ میٹروپولیٹن نے اسی پر ناول بھی لکھا۔ (حصہ 8)
- 543۔ جان وائی: پوروں کا چادرگر
 ترجمہ: آر۔ ایس بھارواج
 دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، س۔ ن
 ص: 160
- سوانح: ماہر تاجات، لوتھر تک کے حالات زندگی اور اس کے تجربات کی داستان۔ (حصہ 9، 13)
- 544۔ جوئے: خانہ یان تھڈیپ
 ترجمہ: ہانی فرید آبادی، ستیہ
 لاہور: اردو پریس، 1969ء
 ص: 650
- سوانح: ہیردز آف سویٹائزیشن، کا ترجمہ۔ (حصہ 13، 16)
- 545۔ جیسر لین
 ترجمہ: جرجہ رام فیروز پوری
 لاہور: فرانی دے سنگھ، س۔ ن
 سوانح: (حصہ 7)
- 546۔ چو پڑا، بی۔ این: شہیدان آزادی (حصہ دوم)
 ترجمہ: غنشل حسین، سید
 نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، طبع اڈال 1978ء
 ص: 480
- سوانح: 'Who's who of Indian Martyrs' کا ترجمہ۔ (حصہ 15)
- 547۔ خادماۃ اللہ
 ترجمہ: ستیہ خاتون دتہ غولچہ لالام انجلیین
 دہلی: جامعہ برقی پریس، 1932ء
 ص: 121

سوانحی مطوعات۔ امرتک کی دس نامور خواتین کے حالات۔

548۔ خود آموز شخصیات

ترجمہ: فیض

لاہور: جیو اشپار: خادمِ اعظمِ اعظم پریس، 1909ء

ص: 144

سوانحی مطوعات: ایمرپ کے 18 سجدوں کا تذکرہ۔

549۔ ڈارائنڈائن، چان: کلچرلیرا

ترجمہ: محسن احسان

پٹنار: یو ٹیڈرٹی بک ایجنسی، س۔ ب

الہانوی سوانح۔ All for Allah کا ترجمہ۔

550۔ ڈیوٹ، ولیم: سوبزے آدمی

ترجمہ: عبدالحمید سائک، مولانا

لاہور: فیروز سنز لٹریچر پاکستان، طبع اٹول 1959ء

ص: 18

سوانحی خاکے۔ ابداء سے دور حاضر تک کی اہم شخصیات کے سوانحی خاکے۔ کتاب کا نصف آخر مولانا نے خود تھیلیف کیا۔

551۔ ڈیوڈ قصور، ہنری: والدین

ترجمہ: علی عباس شہیدی

دہلی: ساہچہ آرکائی، 1960ء

سوانح: انگریز جی سے ترجمہ

552۔ ڈیوڈ لائنگ سٹون

ترجمہ: ن۔ ب

لاہور: خادمِ اعظمِ اعظم پریس، 1925ء

ص: 31

سوانح: مشہور سوانح لائنگ سٹون کے حالات زندگی اور وسط افریقہ میں جیساہیت کی اشاعت کا بیان۔ (حوالہ: 1، 2، 11)

ترجمہ: ہے۔ انجم۔ کھل

لاہور: نرائن دت سنگھ، 1940ء

سوانح:

(حوالہ: 7)

554۔ رابنسن، ایڈورڈ: کرنل لارنس

ترجمہ: مشیر الدین

حیدرآباد دکن: نیس اکیڈمی، 1945ء

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔ حیات اور کارنامے۔ کرنل لارنس کی حیات پر مشہور زمانہ فخریہ نظم لارنس آف عربیہ سین

تھی ہے۔ جس میں لارنس کا کردار پارٹن مسٹن نے ادا کیا۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

555۔ رائٹ، جے: فیڈرس لائیکسیس اور برطانوی

ترجمہ: محمد ہادی حسین، مرزا

حیدرآباد دکن: دارالترجمہ جاسوسی، 1934ء

سوانح و افکار۔ انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 14)

556۔ رش بروک ولیمز، ایل۔ ایف: ظہیر الدین محمد ہار

ترجمہ: رفعت بکرائی

نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، 1980ء

میں: 223

سوانح: مغل بادشاہ کے مختصر حالات

(حوالہ: 2، 15)

557۔ راجنیاپان ہند

ترجمہ: نرائن پرشاد مہر

دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، 1932ء

سوانح: مہاتمس آف انڈیا کا ترجمہ نرائن پرشاد مہر انجمن ترقی تعلیم ریاست گواہار نے کیا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے

(حوالہ: 2، 4، 8)

قلم شائع ہوا۔ یہ زمانہ مغل کے راجنیاپان ہند کا تذکرہ ہے۔

558۔ رنکن کلارا: لیکن بحیثیت انسان

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: مکتبہ اردو سرنگھرو، س۔ن

سوانح: مختصر کتاب، 1947ء سے قلم شائع ہوئی۔

(حوالہ: 2)

559۔ فریب لڑکے جو نامور ہوئے: سالک، عبدالحمید (مرتب)

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

لاہور: اردو پریس، 1948ء

صفحات: 258

(حوالہ: 13، 14، 15)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

560۔ سائمن، (ڈاکٹر) ہے: ملکہ مظفر وکٹوریہ

ترجمہ: بیج نام، لالہ

کھنؤ: سلیو عام پریس، 1907ء

ص: 427

(حوالہ: 14)

سوانح: برطانیہ کی نگاہ کے حالات زندگی

561۔ سٹاکر، جیمز: حیات پولیس

ترجمہ: علی بخش، ہے

لاہور: ام مطبعہ نادر، 1909ء

(حوالہ: 2، 3)

سوانح: حیات پال (پولیس) سے مصنف، انگریزی سے ترجمہ

562۔ سکوا، ایلیوڈ: ایوریجان المیرونی

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: ہیرا افکار پریس، س۔ن

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔ مشہور مسلمان دانشور کی حیات نور کارنامے

563۔ سیاہ کاران، اعظم

ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: کنگھی اعظم پریس

(حوالہ: 7)

سوانح خاکے۔

564۔ شامیرز، ولیم۔ ایل: نظر کا عروج و زوال (3 جلدیں)

ترجمہ: غلام رسول میر، مولانا

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز، موسسہ انجمن، جون 1968ء

ص: 496

من جلد دوم: 604

من جلد سوم: 619

(حوالہ: 2، 17)

سوانحی تاریخ۔ انگریزی سے امریکن کتاب کا ترجمہ

565۔ شریام، سٹیورٹ: ماڈرن ٹیگ

ترجمہ: انتھارمسٹن

لاہور: لٹریچر، طبع اولیٰ 1968ء

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح / انکار: انگریزی سے ترجمہ دوسری بار پبلشر ہینک ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔

566۔ ٹیکسیٹر

ترجمہ: صدیقی کلیم، ڈاکٹر

لاہور: سوڈھی پرائیویٹ سوسائٹی گورنمنٹ کالج 1968ء

(حوالہ: 11، 13، 16)

سوانح: ولیم ٹیکسیٹر کے حالات زندگی مع فہرست اصطلاحات

567۔ عطیہ بیگم: اقبال

ترجمہ: ضیاء الدین احمد برنی

کراچی: اقبال اکیڈمی، 1966ء

عقلمند اور شاعر۔ عطیہ فیضی، ڈاکٹر محمد اقبال کی معاصر اور دوست تھیں نیز ہندوستان کے حالی شہرت یافتہ مفکر فیضی رحمن کی

شریک حیات۔ اقبال کی شخصیت اور فن سے متعلق انگریزی سے ترجمہ اقبال کی نظم "۔ کی گود میں جلی دیکھ کر" عطیہ

(حوالہ: 2، 13)

فیضی سے متعلق ہے۔ شہلی نمائی بھی عطیہ بیگم کو پسند کرتے تھے۔

568۔ فریڈریک، جنرل: نادر شاہ

ترجمہ: حسن عابدی جعفری

کراچی: کراچی کتابخانہ، 1951ء

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

569۔ فورسٹر، جیمز: ابراہام لنگن

ترجمہ: لنگن

لاہور: ویسٹ پاک پبلیشنگ کمپنی، 1960ء

(حوالہ: 2، 10، 11)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

570۔ کارک، جی۔ گلین وڈ: قحطی الوداعی بین

ترجمہ: سکین احسن کلیم

لاہور: ایٹا پبلشرز ڈسٹری بیوٹرز، اسلام آباد: فرینکلن

سوانح: T.A. Edison کا ترجمہ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی تھی۔

571۔ کارنگی، ڈیل: اُنٹا لیس بڑے آدمی

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: مکتبہ صحری لاہوری

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

572۔ کارنگی، ڈیل: امرا ہم نگر

ترجمہ: سی۔ایف رحمان

لاہور: صحری لاہوری، 1984ء

ص: 282

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 8)

573۔ کراکین، رچرڈ: مایاں پھاری

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: ہوم لاہوری، پبلی کیشنز، اردو بازار، سی۔ان

سوانحی خاکے۔ آرثر کوئسل، رچرڈ رابنٹ، آگناستون سیون، آئندے ڈیو اور اٹلیٹن اسٹور کے سوانحی خاکے۔ (حوالہ: 2)

مصنف نے کتاب کے ایچاپ میں لکھا ہے کہ جب وہ شامی دیلا میں آرثر کوئسل کے پاس ٹھہرا ہوا تھا تو ایک شام کوئسل سے

ایک پہلی گفتگو کے بعد اس کتاب کو لکھنے کا خیال پیدا ہوا۔

اس کتاب میں (۱) آرثر کوئسل (مصنف: "Arrival and Departure"، "Scum of the earth"، "Darkness at Noon"،

"Insight and outlook" اور "The Yogi and the Commissar"

(2) آگناستون سیون، مصنف: "Fortunata"، 1930ء

ناول "Bread and Wine"، 1927ء، نکالے:

"The School for Dictators" ناول، 1938ء

"The Seed Beneath the Snow"، 1945ء (ڈرامہ):

"He did hide himself" اور "Native Son"

(3) رچرڈ رابنٹ، مصنف: "Uncle Toms children"، "Black Boys"، "How Bagger was Born"

"Native son"

(4) آئندے ٹرید۔ نوبل انعام یافتہ ادیب، مصنف "Journal Les Nouritures terrestres."

(5) اٹلیٹین اسپنڈر۔ جس کی نظمیں 1933ء میں شائع ہوئیں۔ ادبی تنقید کی اولین کتاب 1935ء میں چھپی جبکہ 'لوہپ کی گواہی' نامی کتاب 1945ء میں شائع ہوئی۔ 'Collected Poetry' نٹھوں کا مجموعہ 1948ء کے بعد شائع ہوا۔ کتاب بخود ہلا اہم ناموں کی سوانح مرعوں پر مشتمل ہے۔

574۔ کرافٹ، پال۔ ڈی: چند نظمیں مطالعے جراثیم

ترجمہ: عبداللطیف قریشی

کراچی: ایجوکیشنل ریسرچ اکیڈمی، 1960ء

میں: 436

(حوالہ: 18، 52)

سوانحی نظمیں۔ انگریزی سے ترجمہ۔

575۔ کسٹ، رابرٹ: وقائع رام چندر

ترجمہ: سورج بھان، اجودھیا پرشاد

لاہور: نام مطبعہ غدار، طبع اول 1880ء

میں: 33

(حوالہ: 14)

سوانحی نظمیں۔ رام چندر کی کے حالات و تعلیمات۔ انگریزی سے ترجمہ

576۔ کسٹ، رابرٹ: وقائع بابا نانک

ترجمہ: سورج بھان، اجودھیا پرشاد

لاہور: نام مطبعہ غدار، طبع اول 1880ء

میں: 24

سوانح و تعلیمات۔ بھنگی تحریک کے اہم رکن بابا گر نانک کے حالات و تعلیمات۔ انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 14)

577۔ کورا، میسن: سقرطاس:

ترجمہ: مصطفیٰ حسن، آنس

لاہور: اردو پبلش، س۔ ن

میں: 28

(حوالہ: 11، 10، 2)

سوانح و فلسفہ۔ انگریزی سے ترجمہ۔

578۔ کیم، ایچ۔ بی: مہاویجی سندھیا

ترجمہ: ایس۔ اے سلام

حیدر آباد دکن: دارالترجمہ جامد عثمانیہ

سوانح: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ 1: 14-2)

579۔ کیٹلی، جان: جرأت کے پیکر

ترجمہ: محمد مسعود

لاہور: آئینہ ادب، چوک انارکلی بہ اشتراک مہسہ فرخنگین

خانکے۔ امریکی سیاست دانوں کے شخص خاکوں کا مجموعہ

(حوالہ 2: 12، 16، 17)

580۔ کیوری، اگنی: مادام کیوری

ترجمہ: ایرلیسن لگی

لاہور: مجلس ترقی ادب: الاٹچ پریس، 1989ء

سوانح: مادام کیوری کی سب سے چھوٹی بیٹی کی تھیلی۔ پولیٹ کی سائنس دان مادام کیوری کے حالات اور سائنسی

(حوالہ 2: 3، 10، 11)

خدمات۔

581۔ گاہا، کے۔ ایل: پروڈنٹ آف دی ڈیزرنٹ

ترجمہ: محمد علی جعفری

لاہور: نواب پبلس، 1934ء

ص: 8

میر: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ اس کتب کا اڑیسویں ترجمہ ہے۔ دوسرا ترجمہ احمد الدین کا کتبہ شاپکار لاہور نے 1978ء

(حوالہ 3: 5)

میں شائع کیا تھا جسے داخ طرہ اس ترجمے کا چہ پہلا ہے۔

582۔ گاہا، کے۔ ایل: خطرہ صرا

ترجمہ: احمد الدین

لاہور: کتبہ شاپکار، 1978ء

ص: 74

میر: انگریزی سے ترجمہ۔ اس کتاب کا اہم ترجمہ محمد علی جعفری کا ہے جو 1934ء میں شائع ہوا۔ اس ترجمے کو اس کا

(حوالہ 2)

چہ پہلا ہا سکتا ہے۔

583۔ گارٹ، نام: آئینی جواں مردی

ترجمہ: آداب احمد

کراچی: ابدونکیتی سندھ

(حوالہ 18)

سوانح: پیٹر دیجر کی داستانِ حیات۔ انگریزی سے ترجمہ

584۔ گراہم، سٹیلن: سلطان

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: زمانہ دت سنگھ

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ 7)

585۔ گراہم، سٹیلن: سلطان

ترجمہ: محمد آصف علی

ڈبلی: مکتبہ چاندویہ

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔ لاہور سے بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا انڈین ترجمہ حیرتھ رام فیروز پوری نے کیا

(حوالہ 7، 2)

تھا۔ دس کے مرزا بھی کی سوانح ہے۔

586۔ گیری بالڈی

ترجمہ: لاجپت رائے

لاہور: لاجپت رائے پب۔ ہا

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ 7)

587۔ گرین، (سر) ایل: سوانح عمری رنجیت سنگھ

ترجمہ: مولوی قادیانی

حیدرآباد دکن: دارالترجمہ چاند چٹائیہ

سوانح: انگریزی سے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ 2، 1)

588۔ گرین، (سر) ایل: رنجیت سنگھ

ترجمہ: لطیف احمد

سوانح: پنجاب کے سکھ حکمران کے حالات۔ انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

589۔ گرین، (سر) ایل: رنجیت سنگھ

ترجمہ: مظفر حسین قادیانی

حیدرآباد دکن: دارالترجمہ چاند چٹائیہ: دارالطبع سرکار عالی،

(حوالہ 9)

سوانح: رنجیت سنگھ کا انگریزی سے ترجمہ، چرچ و سوانح

590۔ لاجپت رائے، لال: آریہ سماج کی تاریخ

ترجمہ: کشور سلطان

نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، طبع اول 1977ء

ص: 252

سوانح و تحلیلات۔ اے ہسٹری آف آرپہ سوانح کا ترجمہ۔ سوانح دیانتہ کی سوانح اور تعلیمات سے متعلق۔ کتاب پر نظر ثانی سری رام شرما نے کی ہے۔ مجھے بھی شامل کئے گئے ہیں۔ سوانح مقاصد اور نصب العین، آرپہ سوانح کی ”شذیہ تحریک“ اور آرپہ سوانح کی تنظیم وغیرہ موضوعات۔
(حوالہ 15)

581۔ لارکن: دو لوگ جنہوں نے دنیا بدل ڈالی

ترجمہ: غلام رسول مر، مولانا

لاہور: شیخ غلام علی ایڈیٹرز پبلیشرز اشتراک سوسائٹی فرنگین

ص: 268

سوانح کام۔ سوہدین اور ان کی ایجادات سے متعلق۔
(حوالہ 17)

582۔ لندن بی پائسن

ترجمہ: نیکین حسن تعلیم

لاہور: آئینہ ادب

سوانح: امریکی صدر کے حالات زندگی۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ 13-16)

583۔ لوڈاگ، ایماکی: ابراہیم لکھن

ترجمہ: بدرالاسلام فاضل، محمد

لاہور: پبلیکیشنز ایکسپریس

سوانح: انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار پبلیشرز لاہور نے شائع کیا۔
(حوالہ 2-17)

584۔ لیڈولف، ہلی: تانیا

ترجمہ: ساحر لدھیانوی

لاہور: مکتبہ اردو سرنگر روڈ۔ 1942ء

(حوالہ 2)

سوانح: تانیا کا تقریر اوراد

یہ ترجمہ مشہور ترقی پسند شاعر اور محقق ”سورج“، لاہور کے ساحر لدھیانوی کا ہے۔ کتاب میں ’ٹینن‘ کے پرچم ’تے‘ کے عنوان سے لپی۔ لیڈولف کے دیباچہ کے ساتھ تانیا (ایک سوانحی خاکہ)، ایک ریڈیائی تقریر اور محاذ جنگ سے ایک خط شامل کتاب ہیں۔

’تانیا‘ اس کتاب کی خاص تحریر ہے۔ افسانوی انداز میں لکھی گئی، ایک افسانہ سال اکھٹائی لڑکی کی کہانی، جسے دسمبر 1941ء کے ایڈیشن ایام میں جرمنوں نے گاؤں پیراٹھول میں پھانسی دے دی۔ ’تانیا‘ سے اقتباس ملاحظہ ہو:

”تانا بھرنی جھک کے بلند اور واضح آواز میں اس کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی۔

”تم کون ہو؟“

”میں نہیں بتاؤں گی۔“

”کلی تم لے جاؤ گے اسٹیبلوں میں آگ لگائی تھی؟“

”ہاں۔“

”تم لے آیا کیوں کیا؟“

”تمہارے ذخائر برباد کرنے کے لئے۔“

”ایک لمحہ کے لئے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔“

(ص: 18، 19 سے اقتباس)

595۔ لیمن پول، اسٹیٹ: اورنگ زیب

ترجمہ: لطیف احمد امروہ

تکسٹ: ڈاکٹر، 1980ء

سوانح: خانگیبر کے دور کے جائزے کے ساتھ۔ اس کتاب کا ایک اور ترجمہ محسن الدین نے کیا تھا۔

(حوالہ: 4-2، 10-11)

596۔ لیمن پول، اسٹیٹ: اورنگ زیب

ترجمہ: محسن الدین، امروہ

تکسٹ: ناشر کتب، 1902ء

سوانح و تاریخ: اس کتاب کا اولیٰں ترجمہ محمد لطیف امروہ نے ڈاکٹر تکسٹ کے لئے 1900ء میں کیا تھا۔ (حوالہ: 2، 1، 10-11)

597۔ لیمن پول، اسٹیٹ: مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے

ترجمہ: محمد عبدالرحمن

میداد آباد کن، رفیق مشین پریس

ص: 354

سوانحی معلومات، دکاناے۔ انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 10-11)

598۔ لیمن کے بارے میں

ترجمہ: حبیب الرحمن

باسکو: دارالاشاعت ترقی،

ص: 229

ترجمہ: حفیظ حسین، مثنوی سٹیج

آگرہ: آگرہ اخبار، س۔ن

ص: 247

سوانح: مشہور عالم خواجہ کی حالات۔ انگریزی سے ترجمہ

محمد رفیق: کمال انٹراکٹ

ترجمہ: کرم الہی خاموش

لاہور: شیخ غلام علی بہ اشراک موسسہ طریقتی

ص: 368

سوانح: اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔

مرنگی: لیٹن

ترجمہ: محمد اشرف، ڈاکٹر

لاہور: مکتبہ اردو سرگرمی، 1946ء

سوانح: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اصل کتاب روسی زبان میں ہے۔

602- مزدوروں کا تنظیم

ترجمہ: ہر دیال

لاہور: لاجپت رائے، 1939ء

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

603- مشاہیر عالم

ترجمہ: کے۔ اے۔ حمید

لاہور: جہلی سب خان، 1939ء

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

804- مشاہیر عالم کی داستان مصیبت

ترجمہ: آتش گوہر الوالیہ

لاہور: پنجاب آرٹ پریس،

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

605۔ مغرب کی پیش پرست عورتیں

ترجمہ: تیرتھ رام نیروز چوری

لاہور: کتاب گل، س۔ن

(عوالہ 7)

سوانح اٹاکے، انگریزی سے ترجمہ

606۔ ککے، ایچ۔ اے۔ پٹے

ترجمہ: مظفر الدین غدی، سندھ

اعظم گڑھ: نام مطبع غدار

سوانح ولف: اس جرمن فلاسفر کا نام ڈاکٹر محمد اقبال نے سب سے پہلے اپنی تحریروں میں لیا اور وہیں سے اردو میں نام کا

(عوالہ 2)

لفظ نکلتا عام ہوا۔ اس نام کا درست تلفظ "کے" ہے۔

607۔ مورلیٹ، ڈیوڈ۔ ایچ: شیر شاہ سوری اور اس کا عہد

ترجمہ: رام آسرے شرما

نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، 1981ء

ص: 704

(عوالہ 2-15)

سوانح تاریخ۔ انگریزی سے ترجمہ

608۔ سمن، اے۔ بی: داران پستنگو اور انگریزی راج

ترجمہ: اروا اعلیٰ گیلانی، سندھو

لاہور: کتاب منزل

ص: 388

(عوالہ 5)

سوانح تعارف اور پالیسی سے متعلق تفصیلات

609۔ میلی سن، (کرنل) جی۔ بی: لی۔ لاؤ کا بیج

ترجمہ: لطیف احمد

سوانح: بعد وجہ میں انگریزی حکومت کے پالی کے حالات۔ انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

(عوالہ 4)

610۔ میلی سن، (کرنل) جی۔ بی: لی: اکبر

ترجمہ: لطیف احمد

(عوالہ 4)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

611۔ مکملہ ناچھو دست: راجنیا پان بند

ترجمہ: نارائن پرشاد

علی گڑھ: علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس، 1918ء

سہلی خاکے۔ انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار انجمن نے 1933ء میں شائع کیا۔ شری کرشن، فنکار اہلاریہ، رامانند اور بھگت کبیر کے حالات و تعلیمات پر۔

(حوالہ 2: 10)

612۔ ہارنہ، سترنگ: ابراہام گلشن

ترجمہ: عابد حسن قادری

لاہور: اردو انٹرنیٹی سنٹر، س۔ ن

صفحہ: 220

(حوالہ 2: 18)

سوانح: انگریزی سے ترجمہ

613۔ طہس: ترجمہ: احمد حسین خان

دہلی: کمال ہندو پریس پریس

(حوالہ 7)

سوانح:

614۔ وارثخوف، مارشل: شاہین

ترجمہ: ن۔ ن

لاہور: مکتبہ اردو سرگرمی، س۔ ن

(حوالہ 2)

سہلی خاکہ: ترجمہ 1947ء سے نئی شائع ہو۔

615۔ وان تروئی، نگوین: منتقل کو چلا

ترجمہ: بدرالسلام بٹ

لاہور: پبلیشر پبلیک ہاؤس، انارکلی، س۔ ن

سوانح: جنوری 1955ء کے ایک جری نوجوان کی کہانی جسے امریکی سامراج نے صوبہ کے گھات اتار دیا۔ جنوری دیت نام

(حوالہ 2: 10-11)

کی نئی اور انسانی زندگی اور تعلیمات پر امریکی اثرات کا مطالعہ۔

616۔ ولی فوجیہاں: داستان فلسفہ

ترجمہ: عابد علی عابد مسیحہ

لاہور: مکتبہ اردو

(حوالہ 13: 10)

سوانح و افکار۔ دیباچہ کے پانچ خطبہ فلسفیوں سے متعلق۔

617۔ دیباچہ: میرا رہبر

ترجمہ: بشیر احمد صدیقی

لاہور: آزاد ہند پریس، س۔ ن

ترجمہ: چندر شیکھر شاستری

دہلی: سیاسی لٹریچر کمیٹی، 1938ء

سوانح و سیاسیات۔ انگریزی سے ترجمہ

جٹن، ڈبلیو۔ ایچ: سوانح عمری دہری

ترجمہ: شوکت، ایم

میدر آباد دکن: دارالترجمہ جاموہ جٹن

سوانح: لارڈ دہری کی سوانح کا انگریزی سے ترجمہ

برٹش، ایڈیورڈ: ہنری ویلز ورتھ لائیک فیلو

ترجمہ: محمد قادری

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، سوسائٹس پرنٹنگس

سوانح: قاضی سجاد علی۔ قصیدہ اور فن سے متعلق۔

انظر، ڈبلیو۔ آر: سوانح عمری ڈیہوڑی

ترجمہ: احمد، ایس۔ ایم

میدر آباد دکن: دارالترجمہ جاموہ جٹن

جنگ، احمد دلال۔ کے: جیو سارمچی

ترجمہ: نظیر احمد انصاری، مولانا

دہلی: دانش نکل، 1943ء

سوانح / تہرہ۔ انگریزی سے ترجمہ

623۔ آدیل، ہارن، گھوڑا، گھوڑا اور لیڈر

ترجمہ: وزیر علی

نام: دین کارڈ دی مال، 1984ء

تمثیلی قصہ: ناول "انٹیکل فارم" سے ماخوذ و ترجمہ اس تمثیلی قصہ/ ناول کا بہت عمدہ ترجمہ ڈاکٹر جمیل چاہی نے کیا ہے۔
"ہالورستان" کے عنوان سے کیا تھا۔

(حوالہ: 5)

624۔ از عالم بالا

ترجمہ: سرشار، شتی ناٹھ

نام: مطبع نادر، 1889ء

قصہ

(حوالہ: 1، 2)

625۔ امتحان وفا

ترجمہ: مسعود حسن رضوی ادیب، پرویز

تمثیلی قصہ: انگریزی سے ترجمہ 1938ء سے نکلے شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

626۔ ڈے، ٹاس: ہسٹری آف پیٹر فورڈ اور مرٹن

ترجمہ: بابو شوپٹا

نام: مطبع نادر، 1855ء

تمثیلی قصہ: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 1، 2)

627۔ ڈیفو، ڈیٹیکل: ہزرگ رائسن کریمو

ترجمہ: ان۔ان

نام: مطبع نادر، 1862ء

قصہ: "Robinson Crusoe" کا پہلا اردو ترجمہ۔

(حوالہ: 1، 2)

628۔ ڈیفو، ڈیٹیکل: واقعات رائسن کریمو

ترجمہ: ان۔ان

نام: مطبع نادر، 1877ء

قصہ: Robinson Crusoe کا ترجمہ۔ اس کتاب کے بزرگ راہزن کروٹو اور راہزن کروٹو کے نام سے دو دیگر
ترجمے بھی ملے ہیں۔ (حوالہ 2:1)

629۔ ڈیفو، وینٹھل: راہزن کروٹو

ترجمہ: ن۔ن

قصہ: انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

630۔ ڈیفو، وینٹھل: راہزن کروٹو

ترجمہ: محکم، م

نگی دہلی: ترقی اردو چھپدہ س۔ن

صفحہ: 80

قصہ: Robinson Crusoe کا ترجمہ۔ اس کتاب کا قدیم ترین اردو ترجمہ 1862ء کا ہے بزرگ راہزن کروٹو کے
عنوان سے غارس سے شائع ہوا۔ (حوالہ 15:2)

631۔ رسل، جان: بحیرہ دنا

ترجمہ: شوکت حسین، سند

نام مطبع: وسند بخارا

قصہ: ردائی قصے کا انگریزی سے ترجمہ (حوالہ 5:2)

632۔ سوکٹ، جونا تھن: ہاشتیوں کی دنیا

ترجمہ: سند فخر الدین

کلکتہ: مطبع ارد 17 ساگوت لین، 1938ء

قصہ: Gulliver's Travels کا اولین اردو ترجمہ۔ مہم کا ایک ترجمہ اس کے علاوہ ہے۔ (حوالہ 5:2)

633۔ سوکٹ، جونا تھن: آبی پت کا سفر

ترجمہ: مہم

نگی دہلی: ترقی اردو چھپدہ، مطبع دوم، 1983ء

قصہ: Gulliver's Travels کا ترجمہ۔ (حوالہ 15)

634۔ لقان، حکیم: قصص مشرقی

ترجمہ: جان ٹکرسٹ، ڈاکٹر

کلکتہ: فورٹ ولیم کالج، 1803ء

تفصیلی تفسیر: یہ دہائی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ: 2:1)

635۔ کے: فیلیس

ترجمہ: راجہ کالی کرشنا بہادر

تفصیل: نام مطبع لاہور، 1836ء

تفصیلی تفسیر: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2:1)

636۔ نور، تھامس: لالہ زرخ

ترجمہ: ل۔ ساجد اکبر آبادی، (لطیف الدین احمد)

تفصیل: ٹارک اپ بکسٹی مطبع اول: 1922ء

معلوم تفسیر: یہ ترجمہ غریب میں ہے اور بلا قسط نگار 1922ء میں شائع ہو چکا۔ مطبع دوم: کتب خانہ نظم و ادب دہلی اور مطبع سوم: آئینہ ادب

لاہور 1967ء۔ "Lala Rookh: An Oriental Romance" کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2:10-11)

آتش شاعر لارڈ ہائرن کا محاصرہ اور قریبی دوست تھامس نور (پ: ڈبلن آئرلینڈ 1778ء، م: لندن 1852ء) مدنی تحریک کے اہم شاعروں میں سے ایک تھا۔ سوائے اس کے کہ 1803ء میں اس نے شمالی امریکہ کا سفر کیا یا 1817ء میں وینزویلا میں چند دن گزارے۔ وہ مستقل طور پر لندن، برطانیہ میں ہی رہا لیکن اس کی جنوبی ایشیا سے محبت کی یادگار مشق "لالہ زرخ" (1817 Lala Rookh) ہے۔

یوں تو تھامس نور نے 1800ء میں یہ دہائی شاعر انگریزوں کی غنائی نگاروں کا انگریزی ترجمہ کیا، 34-1807ء میں "The Minstrel Boy: A Ballad" اور "The Epicurean" لٹائیاں ہیں، 1818ء میں ایک طویل "The Fudge Family in Paris" تحریر کیا، 1827ء میں آئرلینڈ کی تاریخ رقم کی اور 1830ء میں لارڈ ہائرن کی سوانح نگاروں میں اسے سب سے زیادہ شہرت مشق "لالہ زرخ" لکھنے سے ملی۔ جسے پہلی بار تین ہزار گیلی کی رائٹنگی اور کر کے لائک میں گرین ایڈ سمیٹ برطانیہ نے 1817ء میں شائع کیا تھا۔

ل۔ ساجد اکبر آبادی کے اس ترجمہ سے پہلے ہر کاکہ وہی "لالہ زرخ" کی آخری مشق "لائک آف دی حرم" کا ترجمہ نظم میں پیش کر چکے ہیں، جبکہ شاعر کی نگاروں نے مکمل ترجمہ نظم میں کیا تھا۔ "لالہ زرخ" (ترجمہ: ل۔ ساجد اکبر آبادی) کے دواچہ میں بارش پوری سمجھتے ہیں:

"لالہ زرخ چونکہ اس کی انتہائی عروج و افول کی پیداوار تھی اس لئے وہ اس کی قوت شاعری کی ایک مرہون صورت

(Symbol) بن گئی۔ یہاں تک کہ اب وہ "لالہ زرخ" کا نام لیا جاتا ہے تو فوراً نور کا نام بھی زبان پر آ جاتا ہے۔"

نور نے اس مشق میں فراموشی کی زبان سے چار کہانیاں کہلوائی ہیں جنہیں ایک حد تک تاریخی میں منظر کا حال کہا جاسکتا ہے۔ ان میں "مطبخ" اور "ورگن" بہت نمایاں ہیں۔ آتش پرستان کا رقص تھیں ایک مردان ہے جبکہ مشق "پری مردانہ بہشت" بکھر گئی ہے۔

بازار چوری کی دانتے میں:

”حمور کی یہ تعریف اگر نظر میں آتی تو شاید اس کے ترسے میں اتنی دھت اور ہوتی لیکن چونکہ نظم ہے، اس لئے
تعلیق کی نزاکتیں اس میں از حد چھٹی و چھوڑ ہو گئی ہیں۔“

خاص طور کی اس مثنوی کی شہرت کا باعث کہانی کا انتخاب کی سرزمین سے مشتق ہونا ہے۔ مشرق کی داستان ہمدانہ نے اہل
مغرب کے دل صدمہ لئے۔ مثنوی کا آغاز بادشاہی تختیہ کی ایک گہری جھیل کے بارے میں معلومات سپرد کرنے سے ہوتا ہے۔ یقیناً
خاص طور کا نظم بولنے لگتا ہے:

ویران خطہ سے نکل کر ایک صحیفہ و نزار دو پیش یہ لکھا ہے کہ یہ سامنے کا لالہ رخ کا ہار ہے۔

اس وقت ہمدانہ میں فرامرز (مثنوی کا ہیرو) کے نظموں کی گونج ابھرتی ہے۔ ہماری یوں محسوس کرتا ہے جیسے لالہ رخ نہیں کہیں
موجود ہے اور اپنے غم و صورت چہرے پر غلاب ڈالے، ہار کے کسی گوشے میں ان نظموں کو سن کر چاہا ہوئی جا رہی ہے۔

اس کہانی کا آغاز مجد عالمگیری، تیار ہوئی سال جلوس سے ہوتا ہے جب خاندان زنج کا بادشاہ ملک مہدائے ایشیائے کوچک
سے ہوتا ہوا تختیہ کی وادیوں کی سر کر دہلی پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں اس چند روزہ قیام کے نتیجہ میں ملک مہدائے کے بیٹے کی نسبت
اور تختیہ عالمگیری کی صاحبزادی لالہ رخ سے ظہور پاتی ہے۔ نیز یہ بھی ملے پلا کہ مراسم مہدی تختیہ جسے نظیر میں آدا ہوں گی، پھر وہاں
بھاری طرف سڑ کر جائیں گے۔ شاہ بخارا نے جو عہد اور کثیر عہدوں کی معیت کے لئے روانہ کیس ان میں تختیہ مثنوی فرامرز بھی
تھا۔ وہ ہر منزل پر لالہ رخ کو گاہ گاہ کھانپاں لٹاتا ہوتا تھا۔

لالہ رخ اس سے دل ہی دل میں محبت کرنے لگی اور بعد میں یہ یاد نکلا کہ لالہ رخ، جسے تختیہ مثنوی سمجھ رہی تھی وہی دراصل
اس کا شوہر اور بخارا کا دانی ہے۔

مثنوی کی داستان ہمدانہ ہی خاص طور کے داستان جو ہر کو ظاہر کرتی ہے۔ مثنوی کا ایک اہم کردار فضل الدین، ناصر اعظم
ہے جس کے حدود، شک و شبہ، بیانات داستانوں کی فضا بندی کو توازن بخشتے ہیں۔

یہ کردار دانشمند اور ملک کے افسانے Platon of Athens کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس افسانے میں بھی ایہہم بھی صورت
جہاں سامنے آتی ہے جب شہزادہ احمد کا یوزخا حاتین اسے عشق سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن شہزادہ بچ نہیں سکا اور اسی عشق
بازار کے سبب بھگتا کھاتا ہے۔ ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

شہزادی کی نہایت محبوب کثیر ایک ایرانی عارف تھی جو اکثر شہزادی کو معر خوب پر اپنے لطیف کلمات سے سنانے کی
کوشش کیا کرتی تھی۔ یہ کثیر اپنے شوہر اور اس میں کبھی تو واقعی و عطا کا فضا عشق بن گیا کرتی تھی اور کبھی شہر میں و طہار
کی راستیہ محبت۔ مگر اب لالہ رخ کو اس کے افسانوں میں بھی کوئی لطف نہ آتا تھا۔ وہاں سڑ بعض اوقات کرن
کے پھر میں نے خواہوں کی سخیہ خیروں کو بھی شہزادی کا پی بھالنے کے لئے مجھ مگر لالہ رخ کے خلد کو یہ بھی
دور نہ کر تھیں اور قیام کی کمزریاں تو خصوصیت کے ساتھ بے حرا کر دے تھیں۔

خاص طور نے مثنوی کا آغاز طاعتی اعزاز سے کیا ہے۔ وہی تختیہ کی ایک گہری جھیل کے کنارے ویران خطہ سے نکل کر

ایک ضیف و نذر دودیشی یہ بتاتا ہے کہ یہ سائے لالہ رخ کا باغ ہے۔ جب نضا میں مٹنی فرامرز کے فنون کی گونج ابھرتی ہے اور قاری میں محسوس کرتا ہے جیسے یہیں کہیں لالہ رخ پھرے یہ نقاب ڈالے باغ کے کسی گوشے میں بے قراری سے محکوم رہی ہے۔ اس محبت کا یہ الیہ انتہام کیسے اور کیوں کر ہوا؟ اس موضوع پر کبھی کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔ کسی مؤرخ نے کچھ نہیں لکھا۔ دورِ جد میں بھی کسی حقیق یا نقاد نے یہ نہیں بتایا کہ آخر ہوا کیا؟ قاضی نور الدین انگریزی کی مثنوی ”لالہ رخ“ کے اردو مترجمین میں غلام اکبروی، ضامن کستوروی اور لطیف الدین امروہی (ل احمد اکبر آبادی) کے نام ملتے ہیں، وہ بھی اس ضمن میں خاموش ہیں جب کہ نیاز فتح پوری جیسا ہے پاک حقیق اور نقاد بھی ل۔ احمد اکبر آبادی کے اردو ترجمے کو ”نگار“ لکھنو: 1922ء میں بالاقساط شائع کرتے ہوئے اس حوالے سے کچھ نہیں لکھا۔ یہاں تک کہ ”لالہ رخ“ (اردو ترجمہ) مطبوعہ بنگالہ ایکسپریس ٹریبیون، کولکٹا: 1922ء کا دیکھا جائے تو نیاز فتح پوری بھی اس ضمن میں خاموش ہے۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ شہزادی لالہ رخ کہاں مدفون ہے اور مدفن سے حقیقی قدیم علاقائی روایات کیا ہیں۔

مظلیہ مہد سے حقیقی لالہ رخ کا حرا حسن ابدال میں ہے۔ شیر شاہ سوری روڈ (حال ہی میں روڈ) پر واقع ایک قدیمی بہتی حسن ابدال کے صحن وسط میں ایک وسیع چتر، لالہ رخ کا مدفن ہے جس کے گرد بھی ایک وسیع و عریض باغ ہوا کرتا تھا۔ عسکوں کے روحانی پیشوا اور ”گریف صاحب“ کے خالق ہمارے گورنمنٹ کی جنگ اسی باغ میں تھی۔

اب لالہ رخ سے منسوب چترے پر قبر کے کوئی آثار نہیں۔ چترہ قد آدم کے برابر ہے۔ قدیم علاقائی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ رخ ہائی ایک لڑکی مثل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے غلب کا نکاح ہو کر اس چترے میں زندہ و درگور ہوئی۔ یہ انجام اس سے قبل مثل شہنشاہ اکبر اعظم کی ایک کینر لڑکی دیکھ چکی تھی۔ مظلیہ دور کے مورخین تو اس ضمن میں خاموش ہیں لیکن اگر حسن ابدال میں سینہ دوسیدہ پائی ہوئی اس روایت کو قاضی نور الدین انگریزی کی مثنوی ”لالہ رخ“ سے مل کر کوئی توجہ ٹالنا چاہیں تو یہی معلوم ہو گا کہ مظنی فرامرز کو لالہ رخ کی طرح شہنشاہ اورنگزیب بھی مٹنی ایک مظنی ہی سمجھا جب کہ وہ ہمارا کے عکراں ملک عبداللہ کا بیٹا تھا جس سے شہزادی لالہ رخ کا بیٹا شیر میں ہوتا تھا۔ یعنی ایک اوٹی مظنی سے محبت کرنے کی پاداش میں شہزادی لالہ رخ زندہ و درگور ہوئی۔

637۔ دانشگاہ، اورنگزیب، امرتسر

ترجمہ: غلام مہاس

لاہور: دارالاشاعت، جناب، 1839ء

تقریب: اس کتاب کے دیگر دو ترجمے سینہ دوسیدہ اور سردار علی ملوی نے کئے۔ (حوالہ: 7)

638۔ دانشگاہ، اورنگزیب، انیسویں صدی

ترجمہ: دکن، مظلیہ مہد

لاہور: آئینہ ادب

تقریب: ان فنون کے عربی دو ترجمے جناب ہیں جنہیں غلام مہاس اور سردار علی ملوی نے ترجمہ کیا۔

(حوالہ: 10، 2، 11)

638۔ دانشکتن، اورنگ: انہرا کی داستانیں

ترجمہ: مراد علی ملوی

لاہور: ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی، س۔ن

(حوالہ: 11-10-2)

تھے۔ دیگر دو ترجمے قلام مہاس اور سید وقار عظیم نے کئے۔

640۔ ویلنر، ایچ۔ جی: بے بس سائنسدان

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی ٹمبرک، س۔ن

(حوالہ: 11-10-2)

تمثیلی قصہ سائنس کشن: 'Invisible Man' کا ترجمہ۔

〇 〇 〇

کہانی

641۔ اسٹیوٹسن، رابرٹ لوئی: قصر ساحل

ترجمہ: عبدالجید سادک، مولانا

لاہور: شیخ قلام علی ایڈ سنز پبشرز اک موسسہ فزیکشن،

(حوالہ: 17-2)

کہانیاں: (بچوں کے لئے) امریکی کہانیاں، انگریزی سے ترجمہ۔

642۔ اسٹیوٹسن، رابرٹ لوئی: راجا کا ہیرو

ترجمہ: عبدالجید سادک، مولانا

لاہور: شیخ قلام علی ایڈ سنز پبشرز اک موسسہ فزیکشن

(حوالہ: 17-2)

کہانیاں: (بچوں کے لئے) انگریزی سے ترجمہ

643۔ اسٹیوٹسن، رابرٹ لوئی: غزو کشی کی انجمن

ترجمہ: عبدالجید سادک، مولانا

لاہور: قلم مطبع خداد پبشرز اک موسسہ فزیکشن

(حوالہ: 17-2)

کہانیاں: انگریزی سے ترجمہ۔ بچوں کے لئے

644۔ اشرف صدیقی و میر طیب سرحدی: پاکستان کی لوک کہانیاں

ترجمہ: احمد عظیم قاسمی

لاہور: شیخ غلام علی ایڈیٹرز پبلیشرز اشفاق موسسہ فزیشنز

ص: 232

کہانیاں و قصے۔ بیشتر کہانیاں حراجہ ہیں۔ عظیم نے ترجمہ کرتے ہوئے نکلون کا ترجمہ نظم میں کیا ہے۔ مغفور ایڈیشن ہے۔
(جلد 2، 10، 11)

645۔ اکبرس کہانیاں

ترجمہ: عبدالحمید بدایونی

دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، 1982ء

ص: 447

کہانیاں: 21 کہانیوں کی انتخابی

(جلد 2، 9)

646۔ ایلن، جے۔ سی: ہندوستان کی تاریکی کہانیاں

ترجمہ: لالہ موہن لال

ممبئی: لاکھ سین گرین ایڈس، 1918ء

کہانیاں: انگریزی سے ترجمہ

(جلد 1، 2)

647۔ ایڈورن: ایڈورن کی کہانیاں

ترجمہ: ریاض جاوید

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز اشفاق موسسہ فزیشنز

کہانیاں/ حکایت۔ انگریزی سے ترجمہ۔ اصل کتاب سرحدی سے شائع ہوئی۔

(جلد 2، 17)

648۔ بنگالی کہانیاں

ترجمہ: راجیشور چٹوہریا

لاہور

کہانیاں: بلکہ زبان سے ترجمہ بیشتر کہانیاں انگریزی کی سہولت ترجمہ ہوئیں۔

(جلد 2، 10، 11)

649۔ پشکون، الگو چٹڑ: چند ہم عصر

ترجمہ: ابراہیم

باسکو: ادارہ نشریات زبانہائے جاری، 1947ء

(حوالہ: 11.10.2)

کہانیاں / مضامین۔ دو زبانوں سے براہ راست ترجمہ

650۔ پشکون، الگو چٹڑ: تابوت ساز اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: چھپائی عباس

لاہور: ادارہ ادبیات نو، 1958ء

(حوالہ: 11.10.2)

افسانے / کہانیاں۔ دو زبانوں سے انگریزی کی معرفت ترجمہ

651۔ پشکون، الگو چٹڑ: منتخب تصانیف نظم و نثر

ترجمہ: طاہر انصاری

باسکو: دارالاشاعت ترقی، س۔ن

ص 352

(حوالہ: 11.10.2)

کہانیاں / مختصر۔ دو زبانوں سے براہ راست ترجمہ

652۔ پشکون، الگو چٹڑ: نظم کی جگم

ترجمہ: طاہر انصاری

لاہور: ادارہ ادبیات نو، 1963ء

افسانے / کہانیاں۔ یہ ترجمہ دوسری بار منسلح ساگر اکیڈمی لاہور نے شائع کیا۔ دو زبانوں سے براہ راست ترجمہ

طاہر انصاری نے پشکون کی کہانیوں کا ایک مجموعہ "ہم ان ملک کی کہانیاں" کے عنوان سے بھی ترجمہ کیا۔ (حوالہ: 11.10.2)

653۔ پورٹر، ایلیز۔ ایچ: چلیاٹا

ترجمہ: لمبیہ جازاہر

لاہور: شیخ لٹام علی ایڈمنسٹریشنز پبشرز، موسسہ فرہنگی، 1964ء

ص: 328

(حوالہ: 17.2)

کہانی: انگریزی سے ترجمہ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔

654۔ نائٹائی، کاؤنٹ۔ لیو: کہانیاں

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: ایسٹ پاک پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ، س۔ن

(حوالہ: 11.10.2)

کہانیاں: انگریزی کی معرفت ترجمہ

655- ٹیگور، رابندر ناتھ: ٹیگور کی دلچسپ کہانیاں

ترجمہ: عشرت رحمانی

لاہور: فیروز پبلک ورکس، 1940ء

کہانیاں: (بچوں کے لیے) اصل کہانیاں ہندو زبان میں ہیں، انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 7)

656- ٹیگور، رابندر ناتھ: ٹیگور کی کہانیاں

ترجمہ: ان۔ ان

امرتسر: کنول پب ڈپ، 1942ء

کہانیاں: ہندو زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 7)

657- ٹیکن کی بہترین کہانیاں

ترجمہ: انصاری، ط

دہلی: کتبہ شاہراہ، 1954ء

کہانیاں: چینی کہانیوں کا انتخاب و ترجمہ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

658- چینی کہانیاں

ترجمہ: محمد یونس صبرت

لاہور: شاخ غلام علی ایڈ سنز پبلیکیشنز، موسسہ مفرحین

ص: 72

کہانیاں: اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ انگریزی سے ترجمہ ہے۔ (حوالہ: 2، 17)

659- ولس ولس کی کہانیاں

ترجمہ: الطہر پورچ، ڈاکٹر

نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، 1980ء

ص: 35

کہانیاں: بچوں کے لیے، انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2، 15)

660- راسپ، رولف ایرک: کارنامے تمہیں مارخان کے

ترجمہ: ابنیہ اشقاء

کراچی: نام طبعی نثار

کہانیاں: امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ (بچوں کے لیے) (حوالہ: 2، 10، 11)

861۔ ریٹالڈز، ولیم۔ ایم: ریٹالڈس کی کہانیاں

ترجمہ: گردھاری لال، چٹس

لاہور: قدیمی کتب خانہ، س۔ ن

پاسوی کہانیاں: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 7)

862۔ تنجا خواب اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: سیدہ نسیم بھائی

لاہور: پبلیشنگ سوسائٹی، مظفرنگر

م: 84

کہانیاں: (بچوں کے لئے) یہ کتاب بھریں چائلڈ سٹڈی ایسوسی ایشن، امریکہ نے مغرب کی ہے۔ (حوالہ: 2، 17)

863۔ چابی لوک کہانیاں

مترجمہ: فتح علی

کراچی: انجمن ترقی ادب (پاکستان)

کہانیاں: چابی کہانوں سے مترجمہ

(حوالہ: 14)

864۔ فرض شناس بنی اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: سیدہ نسیم بھائی

لاہور: پبلیشنگ سوسائٹی، مظفرنگر

م: 81

کہانیاں: (بچوں کے لئے) کتاب چائلڈ سٹڈی ایسوسی ایشن، امریکہ نے مغرب کی ہے۔ انگریزی سے ترجمہ۔ سیدہ نسیم

بھائی، محسن عسکری کی شاگردہ تھیں۔ ترجمہ انجمن ادب ہے۔ یقیناً ترجمے پر عسکری صاحب کا کلم بھی لگا ہوگا۔ (حوالہ: 2، 17)

865۔ فریڈرک، ایوی ایلین: تھیرے عظیم

ترجمہ: خالد لطیف

لاہور: آنجنو پب، چوک جناح

کہانیاں: امریکی کہانوں کے مجموعے 'The Big Change' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 13، 16)

866۔ فیرس، ہیلین: پھول کی مٹی، بیرے کا بگ

ترجمہ: بلال احمد زوی

لاہور: شیخ غلام علی پراشتراک، موسسہ فرخنگین، 1981ء

ص: 338

کہانیاں: ہاکاز اور بہادر دوشیزاؤں کی ہاتھاری کے قصے

(حوالہ: 17، 18، 2)

667-

قصہ رگس کا ہے؟ اور دوسری کہانیاں

ترجمہ: جلالہ عطای ایسوی انٹرنیٹ، امریکہ

ترجمہ: سندھ نسیم جہاںی

لاہور: پراشتراک، موسسہ فرخنگین

کہانیاں: (بچوں کے لئے) انسانی رسوم و رواج سے متعلق چھ سبق آموز امریکی کہانیوں کا مجموعہ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔

(حوالہ: 17، 18، 2)

668-

کوئٹہ ورتھ، الزبتھ: یوڑھا گولا

ترجمہ: عبدالجید سائیک، مولانا

لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پراشتراک، موسسہ فرخنگین

ص: 40

کہانیاں: (بچوں کے لئے) بارہ سالہ دیوی کراکٹ کی کہانی جو ایک آکڑ اور بے رحم لکڑ پان کے ہاں طرز قیام

(حوالہ: 2)

669-

کورلیٹڈ، ہیرلڈ: سورج کے ساتھ ساتھ

ترجمہ: عشرت رحمانی

لاہور: گوشت ادب، پراشتراک، موسسہ فرخنگین

ص: 310

لوک کہانیاں: اقوام متحدہ کے ساتھ سائیک کی لوک کہانیوں کا انتخاب۔

(حوالہ: 17، 2)

670-

کولوری، کارلو: چنا کو کے کارنامے

ترجمہ: سعید لکھت

لاہور: فیروز سنز اینڈ (پاکستان)، س۔ن

(حوالہ: 11، 10، 2)

کہانیاں: (بچوں کے لئے) انگریزی سے ترجمہ

671- لائن، رابرٹ: ناشرانہ فرگوش

ترجمہ: اشرف مہدی

لاہور: مقبول انگریزی سرکھروڈ: پاشتراک موسسہ فرنٹلنکس، س۔ پ

ص: 88

کہانیاں: (بچوں کے لئے) امریکی کہانوں کا مجموعہ۔ (جلد 2، 17)

672۔ لوہشون: ایہہ کیو کی بچی کہانیاں

ترجمہ: انس راج دھیر

دہلی: کتبہ شاہراہ، 1953ء

کہانیاں: چٹنی افسانہ نگار کی کہانوں کا ترجمہ (جلد 2، 9)

673۔ لوہشون: آج چاند روشن ہے

ترجمہ: نعیمی ناصر

راولپنڈی: آئی شو پبلشرز، طبع اول، 1984ء

ص: 808

کہانیاں: چٹنی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (جلد 8)

674۔ ملک ملک کی لوک کہانیاں

ترجمہ: ریاض ہادی

لاہور: طبع غلام علی پاشتراک موسسہ فرنٹلنکس،

ص: 232

لوک کہانیاں: مختلف ممالک کے لوک ادب سے انتخاب و ترجمہ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ (جلد 2، 17)

675۔ وارڈ، لینڈ: بڑا رچکھ

ترجمہ: اشرف صوبی دہلوی

لاہور: طبع غلام علی ایڈ سنٹر پاشتراک موسسہ فرنٹلنکس

کہانیاں: ہاتھور کہانی (بچوں کے لئے) اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ (جلد 2، 17)

676۔ وائس کا روڈ، لیونارڈ: نٹ کھٹ ہاتھی چھ

ترجمہ: سنیہہ ضم ہوائی

لاہور: طبع غلام علی ایڈ سنٹر پاشتراک موسسہ فرنٹلنکس

ص: 40

کہانیاں: ہاتھور کہانی (بچوں کے لئے) اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔ (جلد 2، 17)

677۔ ہارٹھارن، تصنیف: حیرت انگیز کہانیاں

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

کراچی: ساقی بکڈ پرا، طبع اول: مئی 1955ء

ص: 368

کہانیاں: 'A wonder Book' مطبوعہ 1852ء امریکہ کا ترجمہ۔ کہانیاں نظریات انگیز وچ مالائی عناصر لئے ہوئے ہیں۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

678۔ ہارٹھارن، تصنیف: انوکھی کہانیاں

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

لاہور: آئینہ ادب طبع اول 1957ء

ص: 160

کہانیاں: 'Tangle Wood Tales' مطبوعہ 1853ء امریکہ کا ترجمہ۔ طنز، تالیف وہ اور نظریات انگیز واقعات پر

(حوالہ: 2، 10، 11)

مشتمل وچ مالائی عناصر لئے ہوئے کہانیاں۔

○ ○ ○

مضمون (انشا/ مزاح/ انشائیہ)

- 679۔ اردو نگار، دانشکون: خیالات اردو نگار
ترجمہ: محمد نجفی چھا، مولوی
دہلی: جامعہ ملیہ پریس، 1928ء
مضامین: انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ 2-9-16)
- 680۔ اللغاتون: مقالات اللغاتون
ترجمہ: محمد حسن، سندھ
نام مطبعہ نثار
مضامین: یہ ترجمہ 1939ء سے لکھنا شروع ہوا۔
(حوالہ 2-1)
- 681۔ الکرن: الکرن کے مضامین
ترجمہ: دقاہ عظیم، سندھ
لاہور: آئینہ ادب پبلیشرز، سندھ
تقدیم: لکھنا، ادب، احوال اور مصروف پر مضامین
(حوالہ 2-17)
- 682۔ برگساں: لغات خواب
ترجمہ: دلی الرحمن
تقدیم: تقریر۔ مسئلہ خواب کی نشانی کرتا۔ جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ
مہالنگ آروہی نے بھی کیا ہے۔
(حوالہ 4)
- 683۔ لیکن، فرانس: مضامین لیکن
ترجمہ: سائیکس، داس
راولپنڈی: نام مطبعہ نثار، 1891ء
مضامین: انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ 2-1)
- 684۔ تاجک، لن۔ بن: جینے کی اہمیت
ترجمہ: محمد احمد علی

لاہور۔ شیخ غلام علی ایڈیٹرز سبز پبلشرز اک موسسہ مطبعی، طبع اول 1986ء۔

انتخابِ ہدایتی: چینی فلسفی کی کتاب 1937ء میں طبع ہوئی تھی۔ اگرچہ یہی سے ترجمہ۔ (حوالہ ج: 17)

چینی فلسفی ڈاکٹر لن۔ یو۔ تنگ کی یہ تصنیف زندگی کے الجھاؤوں کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرتی ہے۔ پہلی بار کتاب چینی زبان میں 1937ء میں شائع ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم اس کتاب کے ٹیک دو برس بعد پھڑکی۔ یعنی ڈاکٹر لن جب زندگی کا مفہوم بیان کر رہے تھے تو عالمی سطح پر اسلحہ کے کارخانے دن رات اسلحہ سازی میں مصروف تھے۔ جنگ کے دوران میں بیرونی اور مقامی کی ایسی ایسی مہم اہول میں لکھن سائنس آئیں کہ جینے کا مفہوم ہی بدل گیا۔ لن۔ یو۔ تنگ اس تمام عرصے میں بیکار نہیں رہے بلکہ انہوں نے جنگ کے ہنگامہ طرز چہ برسوں میں جینے کے عملی قیاس کو اپنا موضوع بنایا اور حقیقی زندگی کے معنی تھیں کرنے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں ان کی دیگر تصانیف یادگار ہیں۔

’جینے کی اہمیت‘ میں زندگی سے متعلق جن اہم پہلوؤں کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ان کی تحصیل درج ذیل ہے:

انسان کیا ہے؟ ہمارا حوالیہ دور، انسانیت پرستی، زندگی سے کون زیادہ جگہ اٹھا سکتا ہے؟ زندگی کی نعمتیں، فراغت کے حرس، گھر گھرست کے حرس، خدا سے تعلق، جینے کے حرس، فطرت کے حرس، سز کے حرس، خلقت کے حرس، سوچنے کا فن اور زندگی کا مقصد۔

کتاب میں لن۔ یو۔ تنگ کا اچھوتا طرزِ تحریر ایک خاص طرح کا تقاضا آہنگ لئے ہوئے ہے، جسے ہمارے مدہائی نے بڑی محنت کے ساتھ اردو میں منتقل کرنے کی سعی کی ہے۔

ترجمہ کرتے وقت ہمارے مدہائی نے حوالیہ بھی لکھے ہیں اور دیگر چینی شاعروں اور مفکروں (خصوصاً یو۔آن۔ چنگ لان اور یو۔آن ست سائی وغیرہ) کے حوالوں کے ساتھ دوز دوز، ہریت پھنر، آسکر وائلز اور چارلس لیب جیسے یورپی اور امریکی ادباء اور یو۔آن کے اسٹو اور محفلوں کے نظریات بھی شامل کتاب کر دیئے ہیں۔ مثلاً درخت سے ایک مثال دیکھئے۔

”ایک شخص دوزخ میں تھا۔ اس کے آداگوں کا وقت آ چکا تھا۔ اس نے خدا سے تاریخ سے کہا: ”اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک بار پھر آدمی کی شکل میں دنیا کو ہاؤں تو میری چند شرطیں ہیں۔“

خدا نے تاریخ سے پوچھا، وہ کیا شرطیں ہیں بھائی؟ اس نے جواب دیا، شرط یہ ہے کہ اب کے میں ایک وزیہ کے یہاں جنم لوں اور میرے یہاں جو بیٹا پیدا ہو وہ ایک آدمی دھوکا ہو۔ یعنی وہ ایسا ہو کہ قوی احکامات میں اولیٰ نمبر پر آئے۔ میرے گھر کے ارد گرد وہی ہزار ایکڑ درخت زمین ہو۔ گھر کے پہلو میں کھیلوں کا باغ ہو، پائیں باغ میں حرم کے کھلوں کے درخت ہوں، مجھے ایک نہایت خوبصورت بیوی دی جائے اور میرے لئے ہر بیکر کھیریں ہوں جو سب کی سب مجھ سے دالہا نہ بہت کرتی ہوں۔ یہ شرائط سننے کے بعد خدا نے تاریخ سے جواب دیا: ”بھائی اگر زمین پر ایسی زندگی ممکن ہو تو خود جا کر یہ زندگی اختیار کروں۔ تمہیں بھلا ایسی زندگی میں کیوں دینے کا؟“

کتاب میں شامل تصویروں اور اشعار کا ترجمہ ہمارے مدہائی صاحب نے غم میں ہی کیا ہے جس کی وہ ایک مثالیں دیکھئے:

(۱) عمر آدمی سے زیادہ گزری

’الف‘ کا لفظ بھی کیا تھو ہے
صفتی کے ظلمات نہاں ہیں اس میں

(ص 306 سے اقتباس)

(2) اب سونے وطن جاتا ہوں میں ۔ میری بھتیجی ہے اپنا،
میری بھولاری بھی ہے دران۔ کیوں نہ اپنے وطن جاؤں؟
میں نے خود اپنی روح کو اپنے جسم کا چاکر بنالیا تھا،
اب پڑیانی ہو کیوں؟
اور ماتم ہو تو کیا؟

(ص 218 سے اقتباس)

ہاں۔ جو۔ تاکہ اس تعریف میں جائے اور قربا کو لائق کے باب میں انکشاف کا رنگ نمایاں ہے۔ جانے کی کشید کے بارے میں
مصطفیٰ کی نازک خیاں ملاحظہ ہوں، یہاں مصطفیٰ نے جانے کی خصوصیات کو معجب نازک کی نازک حوا میں سے باہم ایک کر دیا ہے۔
پہلی کشیدگی کو بیروہ (13) سالہ لڑکی سے چھین دی جاتی ہے مگر دوسری کشید کو سولہ (16) برس کی چھٹی عمر کی دلہیزہ کہا
جاتا ہے اور تیسری کشید کو پوری عورت کے مقابلہ قرار دیا جاتا ہے۔ دیکھو اہل لائق اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ
انہیں بچوں سے تیسری بار بھی چالی کشید کی جائے، مگر آخر عورت (تیسری کشید) کے ساتھ بھی تو نوب زدگی بسر
کرتے ہیں۔

ہاں۔ جو۔ تاکہ شراب لائق اور خلیات کے باب میں شان، نظر اور مصلحت کو مثالی انسان کہتے ہیں، جنہیں اس لئے کہ وہ نشہ
آور اشیا کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ لیکن انکشاف کی ترک جب نامہ پاتی ہے تو وہ کہتے ہیں:
’یہ کہ ہر اجزاء اور آزادی کا احساس پیدا ہوتا ہے وہ تحقیق کیلئے بہت معاون اور ضروری ہوتا ہے۔‘

(ص 425 سے اقتباس)

685۔ ٹوئن، مارک: حواء آدم اور شیطان

ترجمہ: منظور ممتاز

لاہور: ممتاز پبلی کیشنز، 1923ء

حراج: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ 10، 11)

686۔ ٹوئن، مارک: نام سار کی مہمات

ترجمہ: انصار نامی

لاہور: مکتبہ میری لاہوری، اس۔ان

حراج: حواہ ناول کا انگریزی سے ترجمہ

مارک ٹوئین امریکہ کے اہم ادیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی دکن تعلیم پانچویں جماعت سے زیادہ نہ تھی لیکن اسے مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اس کے گھر میں کتابیں ہر جگہ بکھری رہتی تھیں۔ کتابوں کے انبار دیکھ کر اس کے ایک دوست نے کہا: ”بہب تم اپنی کتابیں رکھتے ہو تو ایک ہیلت بھی رکھ لو۔ مارک نے اپنے دوست کو جواب دیا:

”کسی سے کتابوں سمیت ہیلت بھی مانگ لینا آسان نہیں۔“

مارک ٹوئین ناول نگار، مضمون نگار اور سفر نگار کی حیثیتوں سے جانا جاتا ہے لیکن وہ سب سے زیادہ ایک حراج نگار کی حیثیت سے اہم ہے۔ اس کے حراج کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کا حراج قلمبہ آفریں نہیں ختم اُگلیر ہوتا ہے۔ اس کا حراج بنانے سے زیادہ چرچا کرتا ہے۔

مارک ٹوئین کے بارے میں نظیر صدیقی نے بہت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مارک ٹوئین کو ساری دیا جاتی ہے اور سینکڑی ایک ہورن کلیمو (Samuel Langhorne Clemens) کو شاید ہی کوئی پانتا جو حالانکہ یہ ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔ کلیمو تنہا حراج، گاندیپ، کھیلوں کا گرویدہ، فضول طوطا، ہنڈائی، توہم پرست، مشفق غیر ہونے کی حد تک جاننا اور بہادر تھا۔ اس کی مشہور و مقبول کتاب ”The Adventures of Tom Sawyer“ میں نام ساڑھ نام کا لڑکا ایسی سینکڑی کلیمو تھا۔ اس کی ذات میں کئی طرح کے تضادات موجود تھے۔ ایک ایسا آزاد خیال جس نے ایک وقت ایک نہایت راحت پسند کردہ زندگی بسر کی تھی اور ایک پادری سے ساری زندگی رہتی بھائی۔

اس سینکڑی کلیمو کے بالفاظ مارک ٹوئین ایک باظہور فنکار تھا۔ اپنی شہرت سے بڑا، باوقوف اور کبھی بالکل کم سن اور حدودہ قولی ہونے کے علاوہ مشہور طنز نگار سائنٹ کی طرح تک چڑھا اور نامید تھا۔

اپنی شخصیت کے اس پہلو کے زیر اثر اس نے جو کہو لکھا وہ اس وقت تک دنیا کے سامنے نہ آیا جب تک کہ وہ اپنی صحت سے قریب نہ آ گیا۔

سینکڑی کلیمو اور مارک ٹوئین کے درمیان ہمیشہ ایک کشش رہی۔ اسی اندرونی الجھاد سے اس نے ”Life on the Mississippi“، ”The Adventure of Tom Sawyer“، ”Huckleberry Finn“، جیسی عظیم کتابیں لکھوائیں۔

توہم پرست ہی نام کتاب لیکن ”Huckleberry Finn“ بھی مارک ٹوئین کی سب سے عظیم ناول مانی جاتی ہے۔

ناول پرانے زمانے والے امریکی ناول نگار سینکڑوں کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ ”خاتم جدید امریکا ادب مارک ٹوئین کی ایک کتاب ”ہنسل بری فن“ سے پیدا ہوا ہے۔“

ٹی۔ ڈائن ایلیٹ نے کہا ہے کہ ہنسل بری فن ”کھینچے وقت مارک ٹوئین کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ کتنی عظیم کتاب لکھ رہا تھا۔

بجاء ایب آر لیس نے کہا ہے کہ ”ہنسل بری فن“ مارک ٹوئین کا عظیم کارنامہ ہے۔ یہ ایک عظیم امریکی کلاسیک ہے۔

ایب۔ آر لیس امریکی فنکار ”برنارڈ ڈی وڈو“ کو، مارک ٹوئین کا سب سے اہم فنکار تسلیم کرتا ہے۔ ”برنارڈ ڈی وڈو“ کا کہنا ہے کہ ”ہنسل بری فن“ میں ایک عظیم فنکار کا اعتبار ملتا ہے۔ اس عظیم فن کار کے لئے زندگی جو سنی رکھی تھی اس کا کامل جان اس کتاب میں موجود ہے۔

ایف آر لیس کے نزدیک "مسکلی بری ٹی" "ٹمب" انسان کا ایک گہرا مطالعہ ہے۔ "امریکی نقاد رچرڈ چز (Richard Chase) کا خیال ہے کہ اس کتاب میں پڑھنے والوں کے لئے جو چیز سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے وہ اس کتاب کی زبان ہے۔ ناقابل بیان تصوروں اور بے دریغ دھوکے بازی اور تصنع، کینٹکی اور شرافت، فرور اور خاکساری، اگلاں اور مضحکہ خیزی، یہ تمام چیزیں دنیا کا سفر کرتے ہوئے ناول کے ہیرو "پک" پر فائدہ والفاظ کے ذریعے عکس کرتی ہیں۔ یہ وہی وہاں دینے کی سی ٹی ہے جس کا مارک ٹوئین کے تخیل پر گہرا اثر رہا ہے۔ یہ دنیا اس کے یہاں فطرت اور فطرت کے اندر خدا کی علامت بن گیا ہے۔ مارک ٹوئین کے اس شہکار یعنی مسکلی بری ٹی میں حقیقت نگاری بھی ہے، فینٹیکس بھی، مگر بھی، دوجہ بھی اور انسان کے بارے میں انسان کا علم بھی۔

مارک ٹوئین کے ناول مسکلی بری ٹی کے بعد اس کی سب سے اہم کتاب "The Adventures of Tom Sawyer" ہے۔ اردو میں اس کتاب کا ترجمہ انصار عباسی نے کیا۔

"ٹام سائو" کے بعد مارک ٹوئین کی سب سے اہم کتاب "دوپائے ہنس" سی ٹی سے متعلق "Life on the Mississippi" مانی جاتی تھی لیکن دنیا میں وہ نقاد ایسے بھی ہیں جو "مسکلی بری ٹی" کے بعد مارک ٹوئین کے ناول "Puddinghead Wilson" کو اہمیت دیتے ہیں ان میں سے ایک تو انگریز نقاد ایف آر لیس ہے اور دوسرا امریکی نقاد لیونل فیلڈر (Lionel Feilds) ہے۔ اس کے علاوہ مارک ٹوئین کی کتاب "A Connecticut Yankee in King Arthur's Court" بھی اس کی اہم کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

مارک ٹوئین 30 نومبر 1835ء کو پیدا ہوا تھا۔ اس نے 21 اپریل 1810ء کو وفات پائی۔ جب وہ بارہ سال کا تھا تو باپ کی وفات کے باعث اس کی دکان تعلیم کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ زندگی کے آخری چندہ سولہ سال کو چھوڑ کر اس کی تمام زندگی سخت جدوجہد میں گزری۔ 1895ء اور 1898ء میں قرض سے لھاتے حاصل کرنے کے لئے وہ عالمی دورے پر نکلا۔ اسے اپنے مفقود میں کامیابی ضرور ہوئی لیکن اس کی غیر حاضری میں اس کی سب سے پیچھے اولاد اس کی بیٹی سوسانی (Susanne) کا انتقال ہو گیا۔ اس زمانے سے لے کر آئرننگ مارک ٹوئین کی زندگی حالی سطح پر شہرت اور ذاتی افسانے کا ایک عجیب و غریب مجموعہ رہی۔ اس دوران میں اس کی بیوی اور ایک اور بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن یہی وہ زمانہ بھی ہے جب اس پر اعزازات کی بارش ہونے لگی۔ تخیل پر غور کرنے سے اسے 1888ء میں حکم اور 1901ء میں ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی۔ 1902ء میں اس کو سٹریٹونڈیٹ لے اسے دوبارہ اس اعزاز سے نوازا جس پر اسے بے حد غرور رہا۔

مارک ٹوئین کی ظاہری شہرت اس کی باطنی کیفیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ دنیا کے اس عظیم حراج کار کو دنیا کی چیزیں بنانے والی تھیں۔ دنانے والی معلوم ہوتی تھیں۔ ایک جگہ مارک ٹوئین نے کہا ہے کہ "ہر انسانی چیز رقت انگیز ہے، مگر حراج کا پوشیدہ سرچشمہ ٹوٹی نہیں ٹم ہے۔ جنت میں کوئی حراج نہیں ہے۔"

اس کی دو مشہور تقریریں "آدی کیا ہے؟" اور "وہ آدمی جس نے بیڈل رنگ کو خراب کیا" اس کی مردم بیزاری اور نسل انسانی پر اس کی برسی کا اعتبار ہیں۔ ٹوئین کا خیال ہے کہ "ذاتی مفاد اور ذاتی پسند کی انسانی کردار کے بنیادی سرچشمے ہیں خواہ وہ سختی یا ہوشیاری کے ساتھ اپنے آپ کو عزت، انسانی ہمدردی، ایمان اور محبت کے پردے میں کیوں نہ چھپائیں۔

مارک ٹوئین کے حراج میں سولہ کی سی نگلی تھی۔ اس کی کہانی "A Connecticut Yankee in King Arthur's Court" جمہوریت

کا مطالعہ اور انسانی مہارت پر شدید حوصلہ ہے۔ اسی کہانی میں مارک ٹوئین نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ تمام فطرتی انسانی اس قابل ہے کہ اسے محنت و ادب پر لگا دیا جائے۔
جول ٹیئر صدیقی:

”اپنے ان شدید خیالات کے باوجود مارک ٹوئین ادب کے کارہائیں میں ہمیشہ متحمل رہے، خصوصاً اپنے ناول ”ہنسل بری ٹیئر“ کی وجہ سے جو پچاس سال بعد کی ”گٹن“ اور سائنس کی ”Guiver's Traveler“ کی طرح بچوں کی کتاب ہے، لیکن فی الحقیقت بڑوں اور بڑی باتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔“

سید انصار ہامری کے ترجمہ کردہ ناول: ”The Adventures of Tom Sawyer“ کے بارے میں مارک ٹوئین نے مختصر سے دیا ہے جس کا خلاصہ ہے کہ

”گو کہ یہ کتاب خاص طور پر بچوں کو خوش کرنے کے لئے لکھی گئی ہے لیکن مجھے امید ہے کہ وہ بھی اور مردانہ صلہ اس کا پورا اس سے پڑھ لیں گے۔“

اس کتاب میں چار خاص کہانیاں ہیں۔ پہلی کہانی نام اور نیکی کی ہے۔ دوسری اہم کہانی انجیسن کے ان کارناموں کی ہے جو وہ ایک جڑ سے جس اہام دیتا ہے۔ تیسری کہانی ”ٹام“ کہ اور لٹ پڑی ہے۔ چوتھی کہانی مدون خوانے اور اجنبی جڑ کی ہے۔ یہ چاروں کہانیاں مارک ٹوئین کے بچپن اور اس کے دوستوں سے متعلق ہیں۔

یہ ناول دراصل بچپن کی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ نام، اس دنیا کی تخلیق کرتے ہوئے یہ دکھاتا ہے کہ لڑکا ہونے کے معنی کیا ہیں، لڑکا کس طرح عمل کرتا ہے، وہ کس کاموں کے خواب دیکھتا ہے اور اس کے اندیشے کیا ہوتے ہیں۔ شرارت بچپن کا لازمی جزو ہے اور اس ناول میں بچپن کی شرارت کے دلچسپ واقعات ہیں۔ اسی طرح بچے کے کمن پسند قصومات اور ڈرائے قوماں بھی بچپن کی دنیا کا خاص حصہ ہیں۔

مارک ٹوئین کا یہ ناول اس کے دیگر ناولوں کی طرح زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

مارک ٹوئین کا مزاح اور طنز تو اس ناول کا ایک نہایت اہم پہلو ہے۔ مارک ٹوئین نے مزاح پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے کام لیا ہے۔ مثلاً کہیں مبالغے سے اور کہیں اچانک انکشاف سے۔ انشائیں اور انشاد پر تنقید کرنے کے لئے ٹوئین نے طنز کا استعمال کیا ہے۔ انصار ہامری کے اس ترجمے کی خوبیوں کا اعتراف ایک مختصر سے اقتباس سے کر لیتے۔

”جج جیمز نے نام کے بارے میں بڑی اچھی رائے قائم کی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ کوئی معمولی لڑکچہ کا لڑکا اس کی جی کو مار سے نہیں لال لگا سکتا تھا۔ جب نیکی نے اپنے والد کو بتایا کہ نام نے اس کے بدلے کیسے مارا تو وہ بہت خوش ہوئے اور پھر وہ اس نے بتایا کہ نام نے صوبت ہل کر لڑاں اپنے اوپر لے لیا تھا تو جج نے کہا کہ یہ صوبت دانتوں کے کھانسی والے جج کے شانہ بٹانہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ سر بلند رہے گا۔ نیکی نے اپنی زندگی میں اپنے والد کو انکا یادگار اور عظیم فیصلہ دیکھا تھا وہ ٹپل فیصلہ کر اپنے پیر بھائی کر یہ باتیں کہتے وقت نظر آتے تھے۔ وہ سیدھی نام کے پاس پہنچی اور ساری باتیں اسے بتا دیں۔“

887۔ جاسن، ڈاکٹر دوہیکر، نیرنگ خیال (حصہ اول و دوم)

ترجمہ: آزاد، محمد حسین

لاہور: مفہوم عام پریس، جلد اول، طبع اول: 1980ء

طبع دوم: 1983ء

انٹائی ادب، انکا ہے۔ جلد دوم و کنویرس پریس لاہور، طبع اول: 1983ء

حصہ دوم آغا محمد باقر کے دیباچے اور اضافے کے ساتھ شائع ہوئی۔ یہ کتاب ٹایپ ہو گئی تھی۔ مجلس ترقی ادب، لاہور نے اب شائع کر دی ہے۔

ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی دونوں جلدوں میں ڈاکٹر جاسن، ایچ بیسن، پادش و طبرہ کے مضامین کا بغیر نام لئے ترجمہ کیا گیا ہے۔

(صفحہ 11، 2)

”نیرنگ خیال“ (حصہ اول اور حصہ دوم) دونوں بڑی تحفیل 22x18 کا ہے، مجموعی 104 صفحات پر محیط ہے۔ طبع دوم، کل 104 صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں ہائے تھوڑے کے علاوہ ہائے غلے کا استعمال کیا گیا ہے۔ ترجمہ شدہ ”نیرنگ خیال“ کے مسودہ کو تہذیب عالم ٹیلیجر آزاد بک ڈپو کی فرمائش پر دہلاہام عظیم پریس لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس پر سو مطالعت 1913ء درج ہے جبکہ اسے کاتھ 1914ء کی سرشیت کی گئی ہے۔ 20 ویں صدی میں چھپنے والے دیگر ایڈیشنوں پر سو مطالعت درج نہیں۔ بعد میں چھپنے والے چھوٹی تحفیل کے ایڈیشن زیادہ تر بحال پریس دہلاہام کر گئی، پریس لاہور اور غریب پاتی پریس دہلاہام سے شائع ہوئے ہیں۔ ان نسخوں کے سرورق پر باشر کے طور پر آزاد بک ڈپو کوچہ چیتاں دہلاہام یا آزاد بک ڈپو آکری میٹھی لاہور درج ہے۔

”جاسن مانی الغیر“ کے عنوان کے تحت محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

”حضرت جاب عالم ہے۔ علوم دہلوی کی فصل بہار ہے۔ لیکن گریہیں صاحب بہادر کشمیر جاب کے سرورق عظیم ہیں۔ کرنل ہارڈن صاحب بہادر تعلیم جاب کے ڈائریکٹر ہیں۔ میں نے ڈائریکٹر صاحب کی قدردانی سے بہت کتابیں لکھیں کہ جہازوں چھپ گئی ہیں اور بعد ازاں کے گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مگر یہی پہلی کتاب ہے کہ اپنے دل کے ذاتی سے لکھتا ہوں اور حق سے بچتا ہوں۔“

نیرنگ خیال میں سوائے مشہور عالم اور ہائے دوم کا دروازے کے تمام مضامین انگریزی مضامین سے ترجمہ ہیں۔ جن کی تفصیل ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق کے مطابق درج اول ہے، جبکہ مشہور عالم اور ہائے دوم کا دروازے ایڈیشن کے مضامین سے انگریز کیا جاسکتا ہے۔

حصہ اول

1- 'آغاز آفرینش میں پانچ عالم کا کیا رنگ تھا اور رشتہ رشتہ کیا ہو گیا؟'

'An Allegorical History of rest and Labour.' Dr. Johnson.

2- 'سچ اور جھوٹ کا رد مٹاؤ'

'Truth, Falsehood and Fiction, and Allegory' Dr. Johnson

The Garden of Hope' Dr. Johnson.

3- 'ملکس امید کی بہار'

4- 'انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا'

'The Endeavour of Mankind to get rid of their burdens.' Addison.

'The Voyage of Life.' Dr. Johnson.

5- 'سیر زندگی'

The Conduct of Patronage' Dr. Johnson

6- 'علوم کی پانچویں'

7- 'طبیعت اور ذکاوت کے مقابلے' Dr. Johnson.

8- 'شہرت عام اور جلائے دہانہ کا دروازہ' Addison.

حصہ دوم

'Paradise of Fools'

9- 'جنت احمق'

'On True and False Humour.' Addison.

10- 'خوش طبعی'

'An Allegory of Criticism.' Dr. Johnson.

11- 'تکلیف گیری'

'Allegory of Several Schemes of Wit' Addison -

12- 'مروج خوش چانی'

13- 'سیر عدم ایک مضمون جو The Spectator میں چھپا۔'

(آزاد: حیات و کامنائے، (گہی)، ص: 69، جناب علی محمد زئی لاہوری، غنیمت، لاہور)

688- گینڈی، جان: ایک صدر کی میراث

ترجمہ: حبیب اشعر دہلوی

لاہور: آئینہ ادب چوک انارکلی پبلیشرز، موسسہ فرهنگستان

(عالم: 2: 17)

حراج: مشہور ادب کی گفتگو نگاری قریہ کا انگریزی سے ترجمہ۔

689۔ مجموعہ مضامین انجمن

ترجمہ: محمد رفیع علی

حیدر آباد دکن: تاج پریس، 1893ء

انگریزی مضامین کی انٹالوجی،

(حوالہ: 8)

690۔ میراجین: کیسا پارک کیسی بہار

ترجمہ: جمیلہ باغی و سعیدہ مراد

لاہور: اردو کینڈی سنٹر، س۔ سی

مس: 628

مضامین (انٹالوجی)۔ لڑکی اور محبت کی کشش کے علاوہ جذبہ حب الوطنی اور رسوم و رواج کے دشمن مضامین کا مجموعہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

خاص ہیں۔

ناول

691۔ آہر، بردوں: پھول اور موسم

ترجمہ: دلیہ شاہ ظہیر

لاہور: آئینہ ادب، 1965ء

مس: 444

(حوالہ: 2، 9)

ناول: بنگ کی نفسیات سے حلق

692۔ آہنیم، ای۔ فلیس: حور قطعات

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نراجن دت سنگھ، طبع دوم، 1943ء

ناول: مائے ڈار آف آسٹریا کا ترجمہ۔ آسٹریا کے ستارہ شگاسوں سے حلق۔ ترجمہ 1938ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 4، 7)

693۔ آہنیم، ای۔ فلیس: کرنی کا پھل

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

دہلی: نراجن دت سنگھ ایڈیٹر سروس۔ سی

مس: 376

(حوالہ: 2، 4، 9)

ناول: 'دی پیٹر ایڈ دی دسٹن' کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

- 694۔ آجیم، ای۔ فلپس: سرائے والی
ترجمہ: حیرانجام فیروز چوہدری
چاندھری: فرائض دست سنگھ ایڈیٹر۔ سن
جاسوسی ناول: امرتاری ناول کا ترجمہ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔
(حوالہ: 2، 10، 11)
- 695۔ آرتھر، ولیم: آدم خود
ترجمہ: مظہر الحق طلوی
ککسٹن: ضمیمہ یک ڈیچ، لائونش روڈ، 1951ء
ص: 381
ناول: آدم خود شیرداں سے متعلق۔
(حوالہ: 8، 10)
- 696۔ آرونز، ایڈورڈ۔ ایس: نثار جاسوسی
ترجمہ: صدیقی احمد
راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول: 'Assignment To Treason' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 697۔ آرونز، ایڈورڈ۔ ایس: گھر کا بھیدی
ترجمہ: صدیقی احمد
راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول: 'Assignment While Rajah' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 698۔ آرونز، ایڈورڈ۔ ایس: ستاروں کی چوہدری
ترجمہ: صدیقی احمد
راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول: 'Stars Stealers' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 699۔ آرونز، ایڈورڈ۔ ایس: زہریلی گیس
ترجمہ: صدیقی احمد
راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول: 'Assignment Angelina' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)

700۔ آرونز، ایڈورڈ۔ انیس: انقرہ کی مہم

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرز: کتاب گھر، اقبال روڈ، جولاہی 1980ء

میں: 160

جاسوی ناول: 'Assignment Ankara' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

701۔ آرونز، ایڈورڈ۔ انیس: بمبائیک انقلاب

ترجمہ: صدیقی احمد

راولپنڈی: کامران میرز: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Assignment Soreto Sren' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

702۔ آرونیل، چارج: انیس سو چودہوی

ترجمہ: ابو الفضل صدیقی

کراچی: اردو اکیڈمی ملتان، س۔ن

میں: 462

ناول (فکشن) 1984 کا ترجمہ۔ ناول کا ایک اور ترجمہ سکیل واسطی نے کیا ہے۔ ایک ترجمہ گوال محل نے بھی کیا ہے۔

سال 1984ء، چن حاتھ پوری دنیا میں چارج آرونیل کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ مضامین لکھے گئے اور سمینارز کا انعقاد کیا گیا۔

نزدیکی دہے چاہت کارائیکل ریڈ فورڈ نے اس ناول پر ایک فلم بھی بنائی: 1984ء میں۔ (حوالہ: 12)

703۔ آرونیل، چارج: انیس سو چودہوی

ترجمہ: سمیل واسطی

دہلی: پبلیش اکاڈمی۔ انصاری مارکیٹ دریا منج، س۔ن

میں: 340

ناول: 1984ء کا ہاتھ پر ترجمہ۔ ناول میں گیتوزم اور اشتراکیت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس ناول کا ایک حصہ

ترجمہ گوال محل نے بھی کیا تھا۔ (حوالہ: 8)

704۔ آرونیل، چارج: چانورستان

ترجمہ: جمیل پاشی

کراچی: سنی بک ڈپ، س۔ن

میں: 144

ناول: لٹکسی The Animal Farm کا ترجمہ۔ دوسری بار مکتبہ نیا دور کراچی نے 360 صفحات میں شائع کیا۔
(حوالہ: 2-10-11)

705۔ آسکر وائلڈ: ڈورین گرے کی تصویر

ترجمہ: ن۔ن
لاہور: بک لینڈ
(حوالہ: 2-10-11)

706۔ آسکر وائلڈ: سلفی

ترجمہ: انصار ہامری
ناول: نونہ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ: 2-10-11)

707۔ آ کی، جھو: ایک مرگہ ناکہائی

ترجمہ: البینیاہ اقبال
لاہور: تخلیق مرکز، 1988ء
صفحہ: 358
(حوالہ: 2-10-11)

708۔ آعروف، دل: پچانسی

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی
دہلی: ساتی بک ڈپوسٹ، ن۔ن

ناول: The Seven, Who Hanged کا ترجمہ ناول میں سات دہشت گردوں کی زندگی کی آخری سات کا احوال اہم ہے۔ ترجمہ کرتے وقت شاہد احمد دہلوی نے آعروف کے لکھے اور لکھنی مہارت کو خوبی کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے۔ ایک ایلیٹن کٹسٹن ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 2-10-11)

ناول کے ترجمے سے صحت ظاہر ہو: ”وہ پردہ جس نے ابدیت میں راز زندگی اور راز موت چھپا رکھا تھا کسی گستاخ دے اوب ہاتھ نے ایک دم سے ہٹا دیا تھا۔ اور راز راز نہیں رہے تھے۔ بھر بھی ناقابل فہم تھے جیسے کسی غیر زبان میں حقیقت لکھی ہو۔“

709۔ آعمری

ترجمہ: میر تقی میر دام فیروز پوری
لاہور: پبلس لٹریچر کونسل، 1943ء

710۔ آئندہ (ڈاکٹر) ملک راج: سات سال

ترجمہ: وحید چاؤلی

نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، طبعی، 1962ء

ص: 366

ناول: ترقی پسند بھارتی ادیب ڈاکٹر ملک راج آئندہ کے مشہور انگریزی ناول 'Seven Summers' کا ترجمہ۔

(حصہ 2، 3)

711۔ آئینہ عبرت

ترجمہ: محمود علی خاں

دہلی: مکتبہ جامعہ، طبعی، 1934ء

(حصہ 7)

ناول: انگریزی سے ترجمہ

712۔ اہالے کے دشمن

ترجمہ: ان۔ بی

کراچی: ماہنامہ 'سی۔ آئی۔ اے' پرچہ، جلی کیشنز، جمہوریہ، کراچی۔ 5

(حصہ 2)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

713۔ احمد علی: دلی کی شام

ترجمہ: بی بی جہاں

کراچی: آکاش پریس، 1964ء

ناول: 'Twilight in Delhi' کا ترجمہ۔ یہ ناول ہمارے ہاں انگریزی کے ضابط میں بھی شامل رہا ہے۔

(حصہ 2)

714۔ اکیلیں، بکی: بکر پھو کی تلاش

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: کامران پریس، کتاب گھر، اقبال روڈ

(حصہ 18)

جاسوسی ناول: 'The Big Kill' کا ترجمہ۔

715۔ اکیلیں، بکی: خوفناک سانپ

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

مادریٹری: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ،

پاسوی ڈول: The Snake کا ترجمہ۔

(صفحہ: 18)

716۔ اسٹوکر، ہیرام: ڈراکیولا

ترجمہ: مظہر الحق ملوی

کسٹو: نسیم بک ڈپچ 1923ء

صفحہ: 551

ڈول: عجیب و غریب واقعات سے معمور ڈول کا انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ: 10، 11)

717۔ اسٹوکر، لی لینڈ: یورپ لال فتنہ میں

ترجمہ: ن۔ن

ٹی وی: آدھنگ سناچہ پکاشن، 1952ء

صفحہ: 139

ڈول: رومی اقدار کے کھجور میں پوری ممالک کی جانب زار کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

(صفحہ: 8، 9)

718۔ اسٹیونس، آر۔ ایمل: خودکشی کی انجمن

ترجمہ: عبدالحمید مالک، مولانا

لاہور: 1926ء

ڈول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ: 2)

719۔ اسٹیونس، آر۔ ایمل: قصر ساحل

ترجمہ: عبدالحمید مالک، مولانا

لاہور: 1926ء

ڈول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ: 2)

720۔ اسٹیونس، آر۔ ایمل: راجا کا ہیرا

ترجمہ: عبدالحمید مالک، مولانا

لاہور: 1926ء

ڈول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ: 2)

721۔ اسد علی: بخشش

ترجمہ: ن۔ن

دہلی: آرا و کتاب گھر، کلاں گل، 1983ء

ص: 638

ناول: ازبک ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ناول میں 1917ء کے انقلاب میں ازبکستان کی عورتوں کی حالت بیان کی گئی ہے۔
(صفحہ 9)

722- اسکاٹ، (سر) والٹر: طلسمات

ترجمہ: عبداللیم فرزد، ص 284

ناول: انگریزی سے 'The Takman' کا ترجمہ۔ 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ (صفحہ 5-2)

723- اسکاٹ، (سر) والٹر: ڈاکٹر کی بیٹی

ترجمہ: بے زانی، دہلی

ناول: 'مرجنس ڈاکٹر' کا ترجمہ۔ ناول میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور ٹیپ سلطان کے زمانے کے تاریخی حالات قریب طلب ہیں۔ ترجمہ 1939ء سے قلم شائع ہوا۔
(صفحہ 4)

724- اسکاٹ، (سر) والٹر: اوجینہ

ترجمہ: شاد، دہلی

لاہور: فیروز سنز لٹریچر پاکستان، ص 11

ص: 214

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔
(صفحہ 18، 11، 10، 2)

725- اسکاٹ، (سر) والٹر: دج گلیسا

ترجمہ: مقصود، دہلی

لاہور: فیروز سنز لٹریچر پاکستان، ص 11

ص: 230

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اسکاٹ کے دہلی میں ہمارے ہیں عبداللیم فرزد نے تاریخی ناول لکھے۔ (صفحہ 11، 10، 2)

726- اسمتھ، بھٹی: صبح نشاط

ترجمہ: بی۔ ایم بھٹہ

نئی دہلی: انڈین اکیڈمی، نریچر پبلس، 1963ء

ص: 398

ناول: جس میں 20 ویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں امریکی زندگی کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

(صفحہ 18، 9)

727۔ اسمتھ، ولیم: سورج کا جلو

ترجمہ: سلیمان طوی

کھنڈ: ضمیمہ یک، ڈیپ، لاٹوش، دہلی، 1978ء

ص: 598

جاسوی ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ۔ (جلد 8-16)

728۔ اسیر نقوی

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: واٹر وائیو، 1943ء

جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (جلد 7)

729۔ اسیر ہونی

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

کراچی: ماہنامہ آفتاب، پبلی کیشنز، 1954ء

ناول: یہ اسرار ناول حیرت رام فیروز پوری کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا تھا بعد میں آفتاب کراچی کے خصوصی

نمارے میں شائع ہوا۔ (جلد 8)

730۔ افسانہ بنگال

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نوائے وقت پبلی کیشنز، 1913ء

افسانے: بنگال کے آٹھ افسانہ نگاروں کے آٹھ منتخب افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (جلد 4، 4)

731۔ افغانیے راز

ترجمہ: غلام حسین خان

دہلی: محبوب الطاف، ص۔ ن

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔ (جلد 7)

732۔ الف لیل

ترجمہ: شعی مہد اکرم

کراچی: اردو اکڈمی سندھ

داستان: انگریزی سے عربی داستان کا ترجمہ۔ (جلد 13-15)

733۔ اکاٹ، لونگنز: منشی جیساں

ترجمہ: مجاہد اہتیار علی

لاہور: دارالاشاعت و نجاب، س۔ن

تاری: Little Women کا ترجمہ۔ سنگ میل لاہور نے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ (جلد 2: 11)

734۔ اکاٹ، لونگنز: ڈھوپ چھاؤں

ترجمہ: اشرف صہبائی و بلوئی

لاہور: دارالاشاعت و نجاب، 1959ء

س: 512

تاری: انگریزی سے ترجمہ۔ (جلد 2: 10، 11)

735۔ الماس یعنی بیروں کا بادشاہ

ترجمہ: قلام حسین پٹاوری

جاسوسی تاری: ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (جلد 2: 8)

736۔ امریکہ کی نازنین

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: کتب خانہ پیر افشار، 1935ء

تاری: (جلد 7)

737۔ انقلاب زندگی

ترجمہ: مجتہد رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ، س۔ن

جاسوسی تاری: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1914ء سے نقل شائع ہوئی۔ (جلد 7: 2)

738۔ انقلاب سرنا

ترجمہ: ایم۔ جہانگیر

لاہور: جہانگیر بک ڈپو، 1940ء

تاری: انگریزی سے ترجمہ۔ (جلد 7: 2)

739۔ انگلستان

ترجمہ: کنوڈا دل

لاہور: سرکھانہ پریس، س۔ن

تاریخ:

(حوالہ: 7)

740۔ انوکھی سازش

ترجمہ: ان۔ن

کراچی: ماہنامہ 'سی۔آئی۔اے' ہرچ ہرچ، جلی کاشٹر، جلیو روڈ۔ کراچی۔ 8

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2)

741۔ انٹونی، لیوئس: آواز دو انصاف کو

ترجمہ: حبیب اللہ

لاہور: پبلشرز اک سوسائٹیز

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 17)

742۔ اندوہ انیس۔ بگائی: بھیلڑا

ترجمہ: مظہر الحق طوی

تھمبٹ: نسیم بک ڈپ، 1963ء

میں: 458

جاسوسی ناول: انگریزی ناول جو ہیٹ ناک درنگی کے واقعات سے معمور ہے، 'The Ware-Wall of Paris' کا

(حوالہ: 2، 10-9)

ترجمہ۔

743۔ اونسنوٹ، کیلے و ہارڈ، لانس: دام ہر موج

ترجمہ: مظہر الحق طوی

تھمبٹ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ، 1977ء

میں: 758

ناول: عرب کے مظہر ناسے سے حلقہ انگریزی ناول کا ترجمہ۔ کتاب میں نورمانس ہاشی، نسیم امینووی، وارنٹ طوی،

(حوالہ: 2، 9)

نور مصوم بدودی کے تاثرات بھی شامل اشاعت کے کئے گئے ہیں۔

744۔ اوون، والٹر: رات گئی، دن نکلا

ترجمہ: ہال کرشن

کی دہلی: انگریز آکلیڈی۔ مزید پڑھیں۔

ص: 532

ناول: امریکی زندگی کے بارے میں ایک معاشرتی ناول

(صفحہ 9)

746۔ ایچ۔و۔، الین: اعلیٰ مقدس

ترجمہ: میراج رام فیروز پوری

لاہور: نیشنل بک سٹور۔

ناول: 'The Accused Prince' کا ترجمہ۔ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔ دوسری بار یہ کتاب خالد بک (پ 1980ء) نے

(صفحہ 4، 2، 10، 11)

شائع کی۔

746۔ الین

ترجمہ: برکات محمد

ناول: انگریزی ناول 'الین' کا ترجمہ۔ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔

(صفحہ 4)

747۔ الین جے، میری: یونٹن کا سفر

ترجمہ: محمود نظامی

دہلی: شہزاد بک ادس۔ ترکمان گیت دہلی 8، 1987ء

ص: 112

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ 8)

748۔ ایلیٹ، جارج: سانگاس مارٹر

ترجمہ: محمد سعید

لاہور: سنگھن ادب، 1961ء

ناول: 'Silas Marner' کا ترجمہ۔ مصنف کا اصل نام میری این ایچ ہے اور تقویٰ نام جارج ایلیٹ۔

(صفحہ 2، 10، 11)

749۔ ایچ کیا نو: نئی صبح

ترجمہ: ل۔ محمد اکبر آبادی

ہاسکون: ترقی دارالاشاعت، 1948ء

ص: 184

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔

(صفحہ 2، 10، 11)

ترجمہ: محمد حسن عسکری

لاہور: نکتہ جدید، سوہا آرٹ پریس، 1948ء

(صفحہ 2-10، 11)

تبادلہ: 'Good Bye To Berlin' کا ترجمہ۔

اس ترجمہ کی بابت خود محمد حسن عسکری لکھتے ہیں:

میرے بعض کرم فرما مجھ سے کہتے ہیں کہ میرا بے اچھا ترجمہ "آخری سلام" ہے۔ اس رائے سے میری امت افزائی تو بہت ہوتی ہے لیکن میں اسے اپنا کوئی کارنامہ نہیں سمجھتا۔ اشروڈ کی یہ کتاب حقیقت نگاری کی روایت سے حقیقی ہے، لیکن اس کی نثر میں کام چاند قسم کی ہے۔ انکی مہارت کو کس طرح اردو میں منتقل کیا جائے، اس کا طریقہ منظر نے 99ء کے قریب اپنے ترجموں میں بتا دیا تھا۔

(پہلی جلد ص 9 سے اقتباس)

اشروڈ ایڈرمن کی نثر سے حقیقی عسکری کی رائے آپ نے سن لی اور منظر کی ترجمہ نگاری پر طریق بھی عائد کر لیا۔ پھر یہ ترجمہ عسکری صاحب نے کیا کیوں؟ یہ سوال اہم ہے اور اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 'Good Bye to Berlin' اشروڈ ایڈرمن کا ایک ایسا ناول ہے، جسے مختلف انسانوں کے تال میل سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس ناول کا ہر باب اپنی جگہ مکمل انسان ہے اور ان انسانوں کو اردو میں کیسی کہانیاں عسکری کے طبع زاد انسانوں کے کرداروں سے سمجھنی ہیں۔ بس یہی سبب ہے اس ناول کو اردو میں منتقل کرنے کا۔ یہ صورت دیگر ایڈرمن کے ناول کا معاشرتی نگہ اور سیاسی آخری کا نقشہ عسکری صاحب کے لئے چہاں اہمیت کا حامل نہ تھا۔ میں گستاخ لاہور، برکین میلل اور حنا وال جیسے صاحبان اسالیب کو ہاتھ ڈالنے سے قبل شیا کزنس، ہاراک اور اشروڈ ایڈرمن کے ضخیم ناولوں کو ترجمہ کرنے کا spadework عسکری صاحب نے ضروری سمجھا۔

اس ناول کا سب سے بڑا وصف بقول محمد حسن عسکری کے "کردار نگاری" ہے۔ اشروڈ نے انسانی طالع کا مختلف حالات میں داخل جتنی کرنے کی سعی کی ہے۔

ایک اعتبار سے یہ ناول اور اس کے انسانوں کا نگارے اپنے عہد کے معاشرتی نگہراؤ اور سیاسی بد حالی کا نقشہ پیش کرتے ہیں، لیکن شاید اشروڈ کا خطا یہ نہیں تھا۔ اس نے تو اس شکست و ریخت میں انسانی زندگی، جذباتی کوائف اور منظر جتنی حالتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اشروڈ کا یہی وہ انوکھا طریقہ واردات ہے جس نے اس ناول کو صحافت کے دور سے ہٹانے سے بچا لیا ہے۔ اور شاید اسی میں اس کتاب کی اہمیت مضمر ہے۔ میں بھی آخری سلام میں اسلوباتی مہارت سے ہاد نہیں چاہی گی۔ اشروڈ اپنے عہد کے کھینے والوں کو یہ یاد کروانا ہے کہ فنکار کے لئے سیاسی اور معاشرتی حالات کی رعایتی میں بھی مطالعہ اور توجہ کا موضوع فرد ہی رہتا ہے (جس کی سب سے ظہور صورت مثال بورڈس وچر تاک کا ناول "انڈر فاؤنڈ" دیکھئے) محمد حسن عسکری کے کہنے کے مطابق:

"منہجو جہانیں اور جینا دلف اور ڈی۔ ایچ لارنس کی نسل کے بعد تو جہان نسل کے جس ناول نگار نے نام پیدا کیا ہے۔ اس میں اشروڈ کی حیثیت سب سے ممتاز ہے۔"

(ص 9 سے اقتباس)

دو ایک اقتباس دیکھتے چلیے۔

"اس کے کردار میں ایک بڑا جماعتیت اور بچاؤ اور ہلک مضمر تھا۔ اس میں یہ سبب ملاجیت تھی کہ اپنی زندگی کی

تعمیدی اور باغی کے خلاف بیٹھے بیٹھے یا ایک بزرگ اٹھا کھڑا برہمن لوگ اسے جوں کہتے ہیں۔ وہ اپنے کونے میں چپ چاپ بیٹھا جلدی جلدی شراب پیچ رہتا، اور انکوں سے میر بھاتا رہتا۔ اس کے انداز میں بڑا فکرم اور ساتھ ہی اضمحلال ہوتا۔ بگردہ یا ایک آٹھیل کے گھڑا ہو جاتا اور کچا آغا قتلوا لیتا۔“

(ص 199 سے اقتباس)

”بھڑوں کا ٹکس اٹار رہا ہوں۔ سوچا نہیں رہا ہوں۔ سامنے دلی کھڑکی میں ایک آدمی جاستہ بنا رہا ہے۔ ایک عورت جاپانی کمرہ چنے ہوئے ہال دھو رہی ہے۔ میں ان دونوں کا ٹکس اٹار رہا ہوں۔ کسی دن ان سب تصویروں کو دھو کر احتیاط سے کاغذ پر چھاپا جائے گا۔“

(ص 14 سے اقتباس)

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ محمد حسن عسکری نے آخری سلام کے متعدد حصوں میں اصل متن کی انگریزی ساخت اور سطروں میں تقصیر کی نشست بدل کر تھے کہ ایک شخص میں مزاج منہ کرنے کی کوشش کی ہے جو ایڈرین سے مخصوص خیال کیا جاتا ہے۔

751۔ ایچ والون، جنگ، موت کی واوی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

ردالہندی کا مہرین میر: کتاب گمر، اقبال رڈ،

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: The British Cook کا ترجمہ۔

752۔ بالراک: بڑے عالم گورج

ترجمہ: نسیم ہدائی، سندھ

لاہور: مکتبہ جدید، جولائی 1983ء

ناول: Old Gondo کا ترجمہ انگریزی کی معرفت۔ محمد حسن عسکری نے ترجمہ کرنے میں مدد کی یا 46-1945ء میں طور ہی کیا ہوا ترجمہ اپنی شاگردہ کے نام سے شائع کر دیا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: اثر و ایڈرین کے ناول ”آخری سلام“ پر تبصرہ۔ اس کتاب کا دیباچہ عسکری صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ دوسرا ایڈیشن البیان، لاہور نے شائع کیا۔

(حوالہ: 10، 2، 11)

753۔ بالراک: سرود ویران انڈیا میرا گھر

ترجمہ: نسیم ہدائی، سندھ

لاہور: مکتبہ جدید، 1986ء

ناول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ترجمہ کے عمل میں محمد حسین عسکری کا خاصا عمل دخل رہا ہو گا۔

(حوالہ: 10، 2، 11)

نسیم آن کی شاگردہ تھیں۔

754۔ بائراک: لائبریریا

ترجمہ: ایسٹ مہاسی

لاہور: آنکھ ادب، 1980ء

ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ نام تبدیل کر کے اس ناول کا ایک ترجمہ نگار کشن پائس، لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

755۔ بائیسویں صدی

ترجمہ: ان۔سن

الہ آباد: کتاب گلی، سن۔سن

مس۔ 197

ناول: سائنس نگار۔ سن۔2124ء سے متعلق تخیلاتی ناول۔
(حوالہ: 9)

756۔ ہائیگوف، واصل: آپس کے گیت

ترجمہ: قرۃ العین جہد

نئی دہلی: مکتبہ جاموٹیہ، سن۔سن

ناول: رومی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ: 2، 9)

757۔ بکری لاش

ترجمہ: مرزا قاضی مخمر

لاہور: بھارگو اسکول، سن۔سن

جاسوسی ناول:
(حوالہ: 7)

758۔ بھیل کی دولت

ترجمہ: ان۔سن

لاہور: ماہوار ناول "ہوس"، سن۔سن

جاسوسی ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
(حوالہ: 7)

759۔ ہدینت لیڈی (تین جلدوں میں)

ترجمہ: نواز علی خاں لاہوری

لاہور: جے۔ ایس۔ سنٹنگ، سن۔سن

جاسوسی ناول: 'East Lady' کا ترجمہ، 1938ء سے قبل شائع ہوا
(حوالہ: 4، 7)

- 780۔ بدلہ
تخلیص و ترجمہ: محمود چاندھری
نئی دہلی: آلودہ لیمے بکس پری، قرونِ باغ، س۔ ن
م: 375
ناول: انگریزی ناول کی تخلیص و ترجمہ۔
(حوالہ: 9)
- 781۔ براؤن، کارٹر: بزدل قاتل
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "Lament For Lousy Lover" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 782۔ براؤن، کارٹر: ریشمی جال
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "The Silken Nightmare" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 783۔ براؤن، کارٹر: دی لاکھ کی حسینہ
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "One Million Babel" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 784۔ براؤن، کارٹر: غوثی وصیت
ترجمہ: ایشورانی
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "Gnoves Idol" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 785۔ براؤن، کارٹر: انخوا کا فریب
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "Long Time, No Leads" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 786۔ براؤن، کارٹر: ہمدرد دشمن
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ناول: "So Move The Body" کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)

- 767۔ براؤن، کارل: ہرچائی جاسوسی
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ٹاؤن: 'Catch me A Phoenix' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 768۔ براؤن، کارل: گھر کا چراغ
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ٹاؤن: 'Terror comes creeping' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 769۔ براؤن، کارل: کھوجی لڑکی
ترجمہ: انیس۔ ایم۔ صدیقی
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
مس: 150
جاسوی ٹاؤن: انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 770۔ براؤن، کارل: قدیم زچورات
ترجمہ: سراج الدین شیدا
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ٹاؤن: 'Only The Very Rich' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 771۔ برک، جان: دہشت کا جہنم
ترجمہ: نسیم سحر
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،
جاسوی ٹاؤن: 'Dr Terrors House of Honors' کا ترجمہ۔
برہنگم، چارج۔ اے: قسمت کا شکار
ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری
لاہور: نرائن دت سنگھ، طبع اول: 1943ء
جاسوی ٹاؤن: 'ہنگ نامی' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔
(حوالہ: 4: 7)
- 773۔ برہنگم، چارج۔ اے: آزادی
ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری،
چاندھر: نرائن دت سنگھ، مس۔ سن

ناول: 'وی لاسٹ لائڈ' کاگریزی سے ترجمہ۔ ناول میں آئرلینڈ کی تحریک آزادی کو پس منظر بنایا گیا ہے۔
1939ء سے نکل شروع ہوا۔
(حوالہ: 2-4-9)

774- بروڈ، ایڈگر رائس: مرہٹی راج کا

ترجمہ: ایم۔ جے عالم

کھنڈ: ضمیمہ یک ایچ، 1964ء

م: 331

ناول: سائنس کھنڈ۔ زمین اور مریخ کی مخلوقات کی باہمی دوستی اور دشمنی سے متعلق 'A Prince of Mars' کا

(حوالہ: 2-9-10-11)

ترجمہ

775- بروڈ، ایڈگر رائس: خوشنود اور مرہٹی

ترجمہ: ایم۔ جے عالم

کھنڈ: ضمیمہ یک ایچ، 1965ء

م: 259

ناول: ایک خیالی مرہٹی مخلوق جان کارڈ کی تخلیقی داستان، جو دوبارہ زمین پر آتا ہے۔ سائنس کھنڈ ہے۔ (حوالہ: 9)

776- بروڈ، ایڈگر رائس: مرہٹی حسینہ

ترجمہ: ایم۔ جے عالم

کھنڈ: ضمیمہ یک ایچ، س۔ س

م: 181

ناول: سائنس کھنڈ۔ ناول میں مرہٹی حسینہ کی مہارت اور معاشقوں کا بیان ہے۔ (حوالہ: 9)

777- بروڈ، ایڈگر رائس: مرہٹی جاناہار

ترجمہ: ایم۔ جے عالم

کھنڈ: ضمیمہ یک ایچ، 1965ء

م: 240

ناول: سائنس کھنڈ، مریخ کی دنیا میں پچھلے والے انسان کی داستان۔ (حوالہ: 9)

778- بروڈ، ایڈگر رائس: مریخ کی شہزادی

ترجمہ: ایم۔ جے عالم

کھنڈ: مکتبہ گلپان، س۔ س

ناول: سائنس نگار۔ ایک سرکاری انسان کی زندگی پر مبنی ناول۔ خواتین نگاروں میں اس کی شرکت کی داستان۔

(حوالہ: 9)

779۔ برادر، ایلی گرہاؤس: چارلس اور دنیا

ترجمہ: ایم۔ بی۔ عالم۔

نکستہ: ضمیمہ ایک اپریل 1987ء

238 م:

ناول: افریقہ کے صحرائوں میں ہم جڑی کی داستان۔ سائنس نگار ہے۔

(حوالہ: 9)

780۔ برادر، یمن: خونی مانگیر و فون

ترجمہ: سراج الدین شیدا

ناول: کلامان سیرج، کتاب گمرہ اقبال رور

پاسوی ناول: Hot Line کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

781۔ برادر، لیلہ، کوئٹہ: ہمیشگی کی شام

ترجمہ: حمایت اللہ دہلوی

لاہور: ادارہ ادبیات نو، س۔ ان

238 م:

ناول: امریکی ناول، جس میں ہمیشگی کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے۔

(حوالہ: 2، 12)

782۔ بروئی، ایلی: محبت کا انتقام

ترجمہ: ربیح احمد جعفری

ناول: 'Wuthering Heights' کا ترجمہ۔

ناصر غزنوی، قاسم محمود اور سیف الدین حسام نے بھی اس مشہور ناول کے ترجمے کئے ہیں۔

(حوالہ: 2، 10، 12)

783۔ بروئی، ایلی: دردنگ ہائٹس

ترجمہ: سیف الدین حسام

لاہور: شیخ نظام علی پبلشرز، فریمنگٹن نیویارک

ناول: 'Wuthering Heights' کا ترجمہ۔

ناول کے دیگر تراجم میں ناصر غزنوی، ربیح احمد جعفری اور قاسم محمود کے تراجم لئے ہیں۔

(حوالہ: 2، 17)

784۔ بروئٹی، ایملی: وورنگ ہائٹس

ترجمہ: خاطر فرخزوی

لاہور: یونیورسٹی بک انجمنی، بک لینڈ لاہور

ناول: 'Wuthering Heights' کا ترجمہ۔ اس ناول کے چار ترجمے ملتے ہیں یعنی خاطر فرخزوی کے علاوہ دیگر احمد جعفری، قاسم محمود اور سیف الدین حسام کے تراجم۔ اس ناول کو بنیاد بنا کر ہالی وڈ کے عظیم جاہلیت کار William Wyler نے اسی نام سے 1939ء میں بھرپور فلم جاری کی تھی۔ (جواہر: 11-10-2)

785۔ بروئٹی، ایملی: عشق بلا خیر

ترجمہ: قاسم محمود، سندھ

لاہور: کتب خانہ کائنات

ص: 512

ناول: 'Wuthering Heights' کا ترجمہ۔ اس ناول کے دیگر مترجمین میں خاطر فرخزوی، سیف الدین حسام اور دیگر احمد جعفری کے نام ملتے ہیں۔ یہ ترجمہ شائع بک ڈپو دہلی سے 1963ء میں شائع ہوا۔ (جواہر: 11-10-2)

786۔ بروئٹی، شارلٹ: جین آئر

ترجمہ: حسام سیف الدین

لاہور: کتب خانہ کائنات، 1975ء

ص: 82

ناول: انگریزی زبان کی اہم ناولوں میں سے ایک 'Jane Eyre' کا ترجمہ۔ (جواہر: 5-2)

اس ناول کا شمار ہمیشہ زندہ رہنے والے ناولوں میں ہوتا ہے۔ یہی ناول شارلٹ بروئٹی کی شہرت کا باعث ہے۔ ہارک شارٹر (برطانیہ) کی اس ناول نگار خاتون نے اپنے ناول میں ان آرزوؤں اور حسروں کو لکھی جیکر مطالعے میں جو انسان کی ذاتی عمر میں، اقتصادی پامالیوں اور معاشرتی تحکم کے سبب پیدا ہوتی ہیں۔ سب سے بڑا ذکر یہ کہ شارلٹ بروئٹس کی نجی زندگی کا تجربہ اس ناول کی ایک ایک سطر سے ملتا ہے۔

"جین آئر انگریزی کا پیرا ناول ہے جس نے جنس کا حسن و جوانی سے روحانی تعلق توڑ دیا اور یوں رومان اور جنس پر نگینے کی ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی تھی۔"

ناول کا ہیرو روچسٹر جوانی کی حدود سے اندھڑھری کی سرحد تک پہنچ آیا ہے اور پیر و نیچر جین آئر کا ناک نقشہ روحانی حسن کے معیارات پر ہر شخص اترتا۔ اس پر طرہ ہے کہ ناول کا "بڑا آدمی" (ڈائن) انجیلی شریف اور خوبصورت نوجوان ہے۔

اس ناول میں محبت کے لئے معیارات وضع کئے گئے ہیں اور ناول کی روایت پر اس روایت ایک نئے روپ میں اصل کر سامنے

آئی ہے۔ "تھامان ٹیلا" کی باہائی منزل سے اٹھنے والے انسانی طبقے باغی کی جگہاں سے نکل کر انسانی بڑبڑاہٹ اور جھلپٹ میں ڈھلے ہیں اور باہر ایک عام صورت کی شے سامنے لاتے ہیں۔

ناول کا ماحولی اعتبار علامت نگاری کی تحریک تو نہ بن سکا لیکن ناولوں کے ماحولی میں منظر کو اسلوبیاتی سطح پر ایک پانچویں درجہ کی ایک خوبصورت مثال اس وقت سامنے آتی ہے جب اس شاہ بلاط پر آسمانی بجلی گرتی ہے جس کے نیچے زمین اور درختوں نے اقرارِ محبت کیا تھا۔ قریب سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"ہوا سا کئی قسمی اور راستہ تھا جس سے پہلے میں چڑھ چلی کہ جسم دراز گرم ہو جائے، پھر رونا دھم کر دی اور ماحول کا نصف اٹھائے گی۔ یہ راستہ گرمیوں میں اپنے پھولوں کی خوبصورتی اور خوشیوں میں پرواز بھاریوں کے لئے مشہور تھا۔ لیکن سردیوں میں بھی اس میں ایک خاص حسن تھا۔ شام ہونے کو شمع میں ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگی، جو آہستہ آہستہ مغرب میں غائب ہو گیا اور اپنے پیچھے سرخ و قرمز رنگوں کی لہر چھوڑ گیا۔"

اس داخلی خود نگاہی کے بعد مکالمے کی ایک صورت ملاحظہ ہو درختوں کی کہیں میں منظر کرتا ہے "تھامان آگہ میں چمک ہے" فطرت کے فقرے بھی چمک۔ اس چمک میں انکی خاصیت بھی ہے جو تھامان پر دلالت کرتی ہے۔
تھامان راستہ ایسا ہے جو صرف خاصیت رہنے کے لئے نہیں بنا۔

داخلی رہے کہ اس کہانی پر مبنی بھارتی فلم "ننگول" (ولیپ کمار۔ دھرم داس) کے علاوہ عالمی شہرت کی حامل ہالی وڈ کی چھ فلمیں یادگار ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہیں:

ماہیت اسٹیشنس کی چاندی کاری میں آرسن ویلز اور جان ڈاؤنٹن کے مرکزی کرداروں کے ساتھ 1944ء کی "One Eyed"
اور چاندی سی۔ سکاٹ اور سونا پارک کے مرکزی کرداروں کے ساتھ بھی اسی نام کی فلم۔ لیکن یاد رہے کہ اردگ کنگو اور اچھل گڑبانی
جیسے لہاکاروں کے ساتھ 1914ء، ایڈن ہل اور لوئیس ہالی کے ساتھ 1915ء، تارنس ٹریڈ اور ہائل پلاٹین کے ساتھ 1921ء میں بھی
اسی نام کی شاہکار فلمیں تخلیق کی جا چکی ہیں۔ نیز 1918ء میں اسی کہانی پر مبنی ایک فلم "Woman And Wife" کے نام سے بنی تھی۔

787۔ بریت۔ مانگ: دشمن دوست

ترجمہ: اختر نعمانی

رواں پندی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: "The Screaming Street" کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

788۔ بک۔ پریل۔ ایس: دھرتی ماتا

ترجمہ: ایسید قریشی

لاہور: ڈی بی بک ڈپازٹنگ، 1940ء

ناول: مشہور امریکی ناول "Good Earth" کا ترجمہ، مصنف کو اسی کتاب پر 1938ء میں نوبل ادبی انعام ملا۔ اس قریب
پر تبصرہ کرتے ہوئے دیباچہ نگار نے رسالہ "زمانہ" کا چھپرہ میں اسے چین کے کسانوں کی زمین سے محبت، ان کی غربت اور مظلومیت کی

790۔ بک، پرل۔ ایس: بیٹے

ترجمہ: احسان علی، سندھ

لاہور: آئینہ ادب، 1960ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 13-12-10-2)

791۔ بک، پرل۔ ایس: سٹے پرانے

ترجمہ: یوسف مہاشی

لاہور: آئینہ ادب، طبع اول 1958ء

ناول: امریکن ناول کا ترجمہ۔ طبع دوم 1967ء "West Wind The East Wind" کا ترجمہ۔ (حوالہ: 11-10-2)

792۔ بک، پرل۔ ایس: منم اندر منم

ترجمہ: طلوی

لاہور: اردو اکیڈمی سندھ، مکیت، دہلا، س۔ ان

ص 188

(حوالہ: 11-10-2)

ناول: امریکی ناول "Our goods" کا ترجمہ۔

793۔ بک، پرل۔ ایس: صبیح فروزاں

ترجمہ: صادق الخیری

کراچی: شہزاد بک ایڈ کلب

(حوالہ: 17)

ناول: الیہ ناول کا انگریزی سے ترجمہ

794۔ بک، پرل۔ ایس: زندگی

ترجمہ: محمود ظفر

دہلی: ہندوستانی اکیڈمی، س۔ ان

(حوالہ: 7-4)

ناول: امریکی ناول کا ترجمہ۔

795۔ بیک، جان شین: درو شہوار

ترجمہ: ممتاز شیریں

کراچی: کتبہ شعور، پبلیشرز اک مونس فرینڈس، 1963ء

ناول: فرانسیسی ناولی انعام 1962ء کے امریکی ناول نگار کے ناول "The Pearl" کا ترجمہ۔ ممتاز شیریں نے سرصفحات

کا دیباچہ شامل کتب کیا ہے۔ اس شاہکار ناول کا اردو ترجمہ بھی اس کے شایان شان ہے۔ (حوالہ: 18-11-10-2)

796۔ بیک، جان شین: شکست نامہ

ترجمہ: زہرہ سیدی

نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1958ء

صفحہ: 176

ناول: 'The Moon Is Down' کا ترجمہ۔ دوسرا ترجمہ ابن اثناء نے 'شہرِ پناہ' کے نام سے کیا ہے۔ (حوالہ: 9، 2)

797۔ بیک، جان شین: شہرِ پناہ

ترجمہ: ابن اثناء

لاہور: مکتبہ معین الادب پبلیشرز، موسسہ فرشتگان، 1958ء

ناول: 'The Moon Is Down' کا ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ زہرہ سیدی نے مکتبہ جامعہ دہلی کے لئے کیا ہے۔

(حوالہ: 11، 10، 2)

یہ 'The Moon Is Down' کا ترجمہ ہے۔ اس ناول کا منظر نامہ عجیب جنگ میں یورپ کا ایک شہر ہے۔ کوئی ماسٹر۔ جس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس بے نام شہر پر قہم قابض ہو چکا ہے لیکن اسے اہل شہر کے دلوں پر فتح حاصل نہیں ہوئی، وہ محض در و دیوار پر قابض ہے۔ اہل شہر کے دلوں میں آزاد رہنے کی جڑ بے پناہ ترپ ہے وہی دراصل شہرِ پناہ ہے۔ ایک ایسی سوسہ پلائی ہوئی دیوار، جسے کبھی کسی نے محض طاقت کے بل پر نہیں کہا۔

انسانی دلوں میں موجیں مارتی آزاد کی آواز کی آواز اس ناول کا خاص موضوع ہے۔

درجہ: نمونہ ملاحظہ ہو:

پولے گیادو، بچہ تک سارا قصہ حرم ہو چکا تھا۔ شہر پر قہم قابض ہو گیا تھا۔ عاصمین ملوث ہو چکے تھے اور جنگ قہم۔ حرم آدوں نے اس پھلتی سی ہم کے لئے بھی اسی حرم و احتیاط سے چاری کی تھی جو وہ بڑے معروکوں کے لئے روا رکھتے تھے۔ انار کا وہی قصہ اور قہم کا اکیلا اور پھل میں ملے قصہ قہم کے ہر طرح کا نادر مستزاد ملے کی منتی میں چھپا ہوا بچہ لے نکل گئے تھے۔

جان شین بک کو 1962ء میں ادب کا نوبل انعام دیا گیا۔

798۔ بیک، جان شین: آرزو کی کلیاں

ترجمہ: محمود چاندھری

نئی دہلی: اطین انڈی / اپنی انکل بلڈنگ، سی۔ بی

صفحہ: 159

ناول: ناول کا آغاز 1911ء سے ہوتا ہے، مرکزی کردار ایک کلک ہے۔ جنگ عظیم کے اثرات مرعوب ہوتے ہوئے

دکھانے گئے ہیں۔ یہ جان شین ایک کے ناول "The Grapes of Wrath" کا ترجمہ ہے۔ اس ناول پر ہالی وڈ کے ہدایت کار جان فورد نے 1940ء میں شاندار فلم بنائی تھی۔ جان شین ایک کے دو دیگر ناولوں "Of Mice And Men" اور "East of Eden" پر بھی بالترتیب گیرے سائمنس نے 1992ء اور ایلیٹ کا زالا نے 1995ء میں فلمیں بنائیں۔ (حوالہ 9)

799- ایک، جان شین: تاریخی کلیت

ترجمہ: مظہر انصاری

لاہور: کتاب گنج

ناول: انگریزی سے امریکن ناول کا ترجمہ

(حوالہ 2، 10، 11)

800- علی، لوئی: سفری وڈ شیرز

ترجمہ: وحید ملک

کھٹن: ناول پبلشنگ ہاؤس۔ کوئٹہ، مارچ 1964ء

صفحہ: 205

ناول: امریکی ناول نمبر 10 اے اورین کا ترجمہ۔

(حوالہ 9)

801- پوری آنکھیں

ترجمہ: رحمت اللہ اے

ناول: انگریزی زبان کے ناول "قہری گھاس آؤ" کا ترجمہ۔ ایک کردار چچی اور پوری کی چال بازیوں کے قلمیے۔

(حوالہ 4)

ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔

802- بلو، لیٹن: قاتل روح

ترجمہ: غلام محمد انعام فیروز پوری

لاہور: بہار بک ڈپو۔ احمدیوں کو پاری گھٹ، مس۔ سن

(حوالہ 2، 19)

جاسوسی ناول: مترجم، تیسرے نام فیروز پوری کی شاعری کے دوسرے دار ہیں۔

803- بلیک، کنولس: مقتول کی سرگزشت

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلی پبلی: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال رڈ،

(حوالہ 18)

جاسوسی ناول: "End of Chapter" کا ترجمہ۔

804۔ شیخ فرعون

ترجمہ: محمد یعقوب خاں

نام مطبعہ وسدھارو

تاریخ: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 7)

805۔ انبار سے

ترجمہ: خادم مرزا برلاس

لاہور: پبلشرز ایک ایجنسی

تاریخ: اردو، انگریزی سے ترجمہ۔ پروفیسر عزیز مرزا برلاس پشاور کے قابل ذکر قلم کار تھے۔ (صفحہ 13، 18)

806۔ جنیں، ایمان، پلا کو خان

ترجمہ: خادم صدیقی

لاہور: ادارہ کی کتاب گھر

تاریخ: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 2، 10، 11)

807۔ پوجھی، مگی: ڈاکٹر کھولا

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نیشنل بک سٹور، س۔ ن

جاسوسی ناول: اسے ڈی فور فور چون کا ترجمہ کھولا ہاؤس کے کارنامے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ ایک

ایڈیشن ادارہ عروج اردو کراچی نے مگی شائع کیا اور 2007ء میں نئی ترجمہ کٹیشن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا۔

(صفحہ 2، 4، 7، 10، 11)

808۔ پوجھی، مگی: سنہری ناگن

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: فریڈرک بک ڈپو، س۔ ن

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔ ایک ایڈیشن کتب سلامت لاہور کا بھی ملتا

(صفحہ 2، 7)

ہے ڈی کونٹس لوز کا ترجمہ ہے۔

809۔ پوجھی، مگی: اصل شب چراغ

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نیشنل بک سٹور، 1928ء

جاسوسی ڈائل: انگریزی سے تہائی اسٹریٹس کیس کا ترجمہ۔ ایک نوجوان کے قتل کے بارے میں۔ یہ ترجمہ کتبہ آغوش لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 11-10-7-4-2)

810۔ بوجھی، جگنی، مصری جادوگر

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: لائل برادری، 1930ء

م: 398

جاسوسی ڈائل: انگریزی سے 'فیروز دی آگشٹائن' کا ترجمہ۔ ایک ایپلٹن کتبہ عظمت لاہور نے بھی شائع کیا تھا۔
(حوالہ: 8-4)

811۔ بوجھی، جگنی، حشاش اکسیر

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ، س۔ن

(حوالہ: 11-10-7-2)

جاسوسی ڈائل: 1944ء سے قتل شائع ہوا۔

812۔ پوسٹ منم

ترجمہ: رام نرائی،

لکھنؤ: نوٹکھور، س۔ن

(حوالہ: 7)

ڈائل: انگریزی سے ترجمہ۔

813۔ بیلوں کی شہزادی

ترجمہ: سراج الدین احمد

لاہور: گیلانی بک ڈپو، س۔ن

(حوالہ: 7)

ڈائل: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے قتل شائع ہوئی۔

814۔ بہائی

ترجمہ: رام سرورپ کوشل

لاہور: نرائن دت سنگھ، س۔ن

(حوالہ: 7)

ڈائل: انگریزی سے ترجمہ۔

815۔ بہار دانش

ترجمہ: س۔ن

لاہور: فتح نظام علی ایڈیٹرز، س۔ی

(حوالہ 7)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

816۔ نکل جمیلہ: ساحل اور پہاڑ

ترجمہ: کے چندرا

دہلی: اطہرین اکیڈمی نمبر 28، نریندر پبلیش، س۔ی

مس: 207

ناول: معاشرتی ناول The Two World of Davy Blount کا ترجمہ۔ اصل ناول کے مطابق یہ ترجمہ بھی

(حوالہ 11)

الوں پر مشتمل ہے۔

817۔ میں عظیم ناول

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: مکتبہ جدید، 1961ء

(حوالہ 10، 11)

ناولوں کی انتہائی مختلف زبانوں کے عظیم ناولوں کا انتخاب و ترجمہ۔

818۔ یلانی، ڈان: وادی مہمات

ترجمہ: قدیر احمد

دہلی: ناز پبلشنگ ہاؤس، پہاڑی بھوپندر دہلی، 8، س۔ی

مس: 288

(حوالہ 8)

جاسوسی ناول: پراسرار ناول کا انگریزی سے ترجمہ

819۔ یلانی، ڈان: خونی گھڑی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،

(حوالہ 18)

جاسوسی ناول: 'The Opera House Murders' کا ترجمہ۔

820۔ پاسان

ترجمہ: ان۔ان

کراچی: ماہنامہ 'س'۔ آئی۔ اے پروجیکشنز، جمشید روڈ۔ کراچی 5

(حوالہ 6)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

821۔ چنگیزی ڈے: غوثی طوفان

ترجمہ: شانی نرائی

لاہور: نام مطبعہ نادرہ سی۔ لن

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 4، 1)

822۔ پراسرار انجینی

ترجمہ: اہی منی

لاہور: اسرار پبلی کیشنز سیکورڈ روڈ، (حال: انگریز مارکیٹ، اودو بازار سی۔ لن

جاسوسی ناول: انگریزی سے کہانی کا چلاٹ مستعار ہے۔ تحصیل کے لئے دیکھئے اہی منی (پ: اپریل 1928ء - م: 26 جولائی

1980ء) کا دیباچہ ناول: "زمین کے ہاول" از اکن منی۔ ہاول منی نے 'جاسوسی دنیا' کے جنرل کے 125 اور عمران میرج

کے تحت 120 جاسوسی ناول شائع کروائے یعنی کل 245 جاسوسی ناول لکھے۔

(حوالہ: 2)

823۔ پراسرار جہاز

ترجمہ: صدیقی حسن کھٹوی، مولوی

کراچی: جنرل پبلیشنگ ہاؤس

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 13، 16)

824۔ پراسرار شادی

ترجمہ: رحمت بی۔ اے

ناول: لندن کے ایک جہلی لاڈ کی عیاری سے متعلق۔ ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

825۔ پراسرار قتل

ترجمہ: صابر علی

جاسوسی ناول: جاسوسی ناول انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

826۔ پریوڈس، ایسے: راہیں شباب کی

ترجمہ: محمود چاندھری

دہلی: دفتر رسالہ، بیسویں صدی، 1959ء

مرکز: 152

ناول: روایتی ناول جس میں ایک لڑکھنوی لڑکی کے معاشقوں کی داستان ہے۔

(حوالہ: 5)

827۔ پیتا کوڑی، جردان ہنرج: لیونا رڈ وگرلرڈ

ترجمہ: غلام حسین

حیدر آباد دکن: حیدر آباد بک ڈپو، 1937ء

ناول: جرمن اسلامی ناول۔ کہا جاتا ہے کہ جرمن قوم کو لکری سطح پر فرانس کے پہلے سے ہزارے میں اس ناول کا بڑا حصہ ہے۔
(حوالہ: 55 ج)

828۔ پسترنک، یوریوس: ڈاکٹر ڈواگو

ترجمہ: یوسف صدیقی

کراچی: ٹرانس کس بکلی کیشنز، 1958ء

صفحہ: 604

ناول: روسی ناول (کار کا ایتالیائی رنگ) پر مبنی۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
(حوالہ: 2، 10، 11 ج)

انقلاب روس کے پس منظر میں کسی مکی انگریزی رنگ سے متعلق مگر انگریز کہانی۔ ڈاکٹر ڈواگو اور لارا کے لئے اور مچھرنے کے دوران وقت چپکے سے گزر جاتا ہے۔ بانی ڈاکٹر حیدر ایوارڈ جیتنے والی نظم Doctor Zhivago اسی عظیم ناول پر مبنی ہے۔ فلم کے لئے سکرپٹ رائٹ بائٹ نے لکھا تھا۔ فلم 1965ء میں ہمدانکس پر پیش ہوئی۔ مرکزی اداکاروں میں مرشریف (مصری اداکار) نے Yuri Zhivago بولی کرئی (امریکن اداکار) نے Lara، ام کوڈ فنی نے Pasha، راسٹرنگ نے Komarovsky کے کردار ادا کیے جبکہ دیگر اداکاروں میں الیک کس، گیرالڈی نیپلین اور ریچرڈ ٹیگم نمایاں تھے۔ ٹکشن ہاؤس، لاہور نے 2007ء میں شائع کیا۔

829۔ چھٹن، الگو پنڈرا: کپتان کی بیٹی

ترجمہ: محمد عظیم

پاکو: بدلتی زبانوں کا اشاعت گھر، سن

صفحہ: 264

ناول: روس کے قومی شاعر Pushkin کے روایتی ناول کا ترجمہ۔ دوسری بار ایچ ای ایسٹار مارکیٹ جنگ اور اکیلا لاہور نے شائع کیا۔ تیسری بار پینڈرا پبلشنگ ہاؤس لاہور نے شائع کیا۔ The Captains Daughter کا ترجمہ ہے۔ چھٹن کے ایک اور ناول "دو ہمدانکس" کا بھی اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ "کپتان کی بیٹی" ٹکشن ہاؤس، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔
(حوالہ: 2، 8، 9، 10، 11، 13 ج)

830۔ کچھال، محمد بار بار بک: صبح ترکی و ترکی دو شہزادہ

ترجمہ: اشتیاق حسین قریشی

دہلی: دائرہ طلبہ اریب، طبع اول: 1944ء

ناول: نکھال سابق ایڈیٹر "بھٹی کرالین" کا ترک معاشرت سے حلقہ ناول۔ 1939ء سے قلم شائع ہوئی۔

(حوالہ 4، 7)

831۔ نکھال، محمد مارا ڈایک: جہاں تری

ترجمہ: آثار مین بلوٹری

دہلی: کارکن مطالعہ، طبع اول: 1923ء

ناول: ترک ماہدین کے سرفروشانہ کارناموں سے پر انگریزی سے ترجمہ۔ اسی ناول کا ایک ترجمہ اشتیاق حسین قریشی نے "سجڑی" کے نام سے کیا۔ یاد رہے کہ نکھال نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کر کے عالمی سطح پر شہرت پائی۔

(حوالہ 4، 7)

832۔ پ، چاقلی: طوفان

ترجمہ: محمود چاندھری

دہلی: ملک ایڈ کو پبلشرز، اردو بازار، 1961ء

ص: 484

ناول: 1946ء کے شمال مشرقی بھن کے کسانوں اور جاگیرداروں کے تصادم کی تختہ کشی۔ بھٹی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ 8)

833۔ پورٹر، ایلیز۔ ایچ: پالیانا

ترجمہ: لہجہ بازار

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنر

ناول: "Polyanna" کا ترجمہ۔

(حوالہ 13، 16)

834۔ پال، آر۔ ایچ: مصنوعی بیوی

ترجمہ: عباس حسین لنگی، مولوی

اورنگ آباد دکن: انجمن ترقی اردو (بند)، طبع اول: 1927ء

ناول: انگریزی سے "His Make - Believe Wife" کا ترجمہ۔

(حوالہ 2، 8)

835۔ پولیوائے، پورٹس: چراغ جتنا رہا

ترجمہ: خدیجہ عظیم، انور عظیم

بمبئی: دارالاشاعت ترقی، س، د

ناول: روسی زبان کے ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ 2، 10، 11)

836۔ پھانسی

ترجمہ: تسکین

لاہور: کتابستان اردو، اس۔ان

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔

(حوالہ 3)

837۔ پھاڑوں کی جگہ

افضلہ ترجمہ: انہی صلی

لاہور: اسرار جلی لکچشر میکانو ڈوڈ، (ناول: انگریز مارکیٹ، اردو بازار، اس۔ان

جاسوسی ناول: صرف ایک کردار، جسے ہانس، انگریزی سے مستعار ہے۔ کہانی ایچ صلی کی ہے۔ (حوالہ 2)

838۔ جیس کا غنڈہ

ترجمہ: امیر رضا

ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ جس میں جیس کے ایک امیر ذوالے کی مصافحہ کے اہم کو دکھایا گیا ہے۔ نیز لکھنؤ کی

جگہ لکھنؤ کے دربار کی شان و شوکت دکھائی گئی ہے۔ کتاب 1938ء سے نقل شائع ہوئی۔ (حوالہ 4)

839۔ جیس کے اسرار

ترجمہ: ان۔ان

لاہور: دارالاشاعت، پنجاب، 1933ء

ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ 7)

840۔ جیگہ میرا

ترجمہ: جیگہ رام فیروز پوری

جاسوسی ناول: The Orange-Blue Diamond کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 2، 4، 7)

841۔ جاج شای حسن کے قدموں پر

ترجمہ: جیگہ رام فیروز پوری

لاہور: ماہگیر پب ڈپ، 1940ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ 7)

842۔ تاریکیوں

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کھنڈ: نسیم جیک ڈیج، لاٹوش روڈ، 1962ء

ص: 632

جاسوسی ناول: 40 ابواب پر مشتمل ایک اسرائیلی ناول۔

(صفحہ 9)

843۔ محکوم

ترجمہ: دودھ کا پرشاد افقی

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1939ء سے نکلے شائع ہوا۔

(صفحہ 5.2)

844۔ تور مکیت، ایم اے: نئی پود

ترجمہ: انتقاد حسینی

لاہور: مکتبہ اردو سرکھر روڈ، 1952ء

ناول: روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ انور عظیم نے "پاپ جینے" کے نام سے کیا ہے۔

(صفحہ 11.10.2)

845۔ تور مکیت، ایم اے: پاپ جینے

ترجمہ: انور عظیم

دہلی: مکتبہ جاسوئیہ لیتھ، 1953ء

ص: 399

ناول: 1880ء کے بعد روسی میں ابھرنے والی نوجوانوں کی تحریک "نیل لائم" کے حوالے سے۔ اس ناول کا انجیلین

اردو ترجمہ انتقاد حسینی نے نئی پود کے نام سے کیا۔ کٹھن ہاؤس، لاہور نے یہ ترجمہ 2005ء میں "پاپ اور جینے" کے

(صفحہ 11.10.9.2)

عنوان سے شائع کر دیا ہے۔

846۔ تور مکیت، ایم اے: سواو شام

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز ایک سوسائٹیز

ص: 378

ناول: "On The Eve" کا ترجمہ۔ حال ہی میں تور مکیت کے ایک ناول کا ترجمہ "سوائے" کے عنوان سے دوسرے

جلی کیٹنر، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

847۔ توسوف، کھولائی: وینا ٹیلیف کی کہانی

ترجمہ: ن۔ن

ماہنامہ: بدھ کی زبانوں کا اشاعت گھر۔ لن

صفحہ: 261

ناول: 21 ابواب پر مشتمل رومی ناول کا براہ راست ترجمہ۔ (عوار: 9، 16)

848- تکمیل حسن: چھٹی گاؤں

ترجمہ: ڈب۔ انصاری

بہن: کتب پبلشرز لیمیٹڈ، 1990ء

صفحہ: 364

ناول: چھٹی ناول کے انگریزی ترجمے "Village in Regus" کا ترجمہ۔ (عوار: 9)

849- نازان

ترجمہ: انور کمال مسکنی

داغی: پنجابی پبلک ہنڈار، ورہہ گھاس، 1996ء

صفحہ: 238

ناول: مہائی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (عوار: 9، 11)

850- نالٹائی، کاؤنٹ لیو: مہبت

ترجمہ: عبدالرزاق سلج آبادی

گلگت: ہندیک انجینی، 1922ء

صفحہ: 40

ناول: رومی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ گلشن ہاؤس، لاہور نے یہ ترجمہ شائع کرتے ہوئے عنوان بدل کر

"دو کہیں، کہاں کا عشق" کر دیا۔ یہ رواں قابل خدمت ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ (عوار: 2، 10، 11)

851- نالٹائی، کاؤنٹ لیو: آخری راستہ

ترجمہ: لن۔ لن

لاہور: ہندی پبلک ہنڈار، لن۔ لن

ناول: رومی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ، 1944ء سے نکل شائع ہوئی۔ (عوار: 7)

852- نالٹائی، کاؤنٹ لیو: جانی مراد

ترجمہ: تھیں رام پوری

نام مطبع و سنہ نکل

صفحہ: 300

ناول: روکی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ناول کا اولین اردو ترجمہ۔ یہی ترجمہ گلشن ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کر دیا ہے۔
(حوالہ: 8)

853۔ ناولستانی، کاکاؤنٹ لیو: جاتی مراد

ترجمہ: منظر کمالی

لاہور: مکتبہ شاہکار، 1975ء

صفحہ: 82

ناول: روکی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ناول کا اولین اردو ترجمہ اسی نام سے قلمی رام پوری نے کیا تھا۔
(حوالہ: 11)

854۔ ناولستانی، کاکاؤنٹ لیو: اپنا کرینیا

تخلیص و ترجمہ: بی۔ بی۔

الآباد: مکتبہ پودین، س۔ بی۔

صفحہ: 208

ناول: مشہور زمانہ روکی ناول کی تخلیص و ترجمہ۔ 1975ء سے نکل شائع ہوا۔ اس ناول کا اہم ترجمہ انعام الحق نے کیا ہے جو لاہور سے 1968ء میں شائع ہوا۔
(حوالہ: 9)

855۔ ناولستانی، کاکاؤنٹ لیو: اپنا کرینیا

ترجمہ: انعام الحق

لاہور: چاندی لعل حق: 42 کرشن بلڈنگ وی مال، 1968ء

صفحہ: 874

ناول: 1977ء میں مکمل ہونے والے اس عظیم روکی ناول کی ایک تخلیص و ترجمہ مکتبہ پودین، الآباد سے شائع ہوا ہے۔ انعام الحق کا ترجمہ دوسری بار فرانکفر آہیچلج پریس راولپنڈی (ص 783) سے شائع ہوا۔ (حوالہ: 10، 11)

روکی ادیب ناولستانی کی اس عاتقیر حضرت کی مہمل ناول پر حصہ و قسبیں ہیں یہی ہیں اور لا تعداد دوسروں میں اس کی کہانی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

ناول آٹھ ایجاب پر مشتمل ہے۔ انعام الحق نے اس ناول کے کچھ کاسبج تاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

5 جنوری 1972ء کو دہلی میں یانگی کے ریلوے اسٹیشن پر اپنا ہی ایک جہان حسرت نے اپنے تئیں ہال گاڑی کے نیچے گرادیا۔ اس کی خودکشی کا سبب اس کے ماہق کی بے وفائی تھی۔ اس روز ایجاب اختیار نے اس پھولے اسٹیشن سے ملحقہ بھونڈے میں اپنا کاہستہ مارم کر دیا۔ اس دھوپی سے بھرے، چکی بہت والے بھونڈے میں پریس اور ڈاکٹر کے علاوہ

ایک لمحے ہوئے جسم کا آدمی اسی قدر اس کی ہلکی ٹھکی، ایسی دلدلی اور ناک چھوٹا تھا اور ڈاکٹر کے معائنہ کی ایک ایک تفصیل کو بغور دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں خشک کی چمک کی مانند روشن ہو رہی تھیں۔ یہ شخص کاؤنٹ لڈ جانسائی تھا۔

یہ جانسائی 1875ء سے 1877ء تک ”ایپا کرینیا“ لکھنے میں مشغول رہا۔ ڈول میں بیرونی کام کا اہتمام خود بخود کرنے والی اپنا سہیا لودنا سے بہت حد تک مبرا تھا۔

جانسائی اس ڈول سے پہلے اپنا عظیم کارنامہ ”War and Peace“ مکمل کر چکا تھا۔ ”ایپا کرینیا“ کا ابتدائی نام اے ایک زمانے تک پریشان کرتا رہا حتیٰ کہ 19 مارچ 1873ء کی ایک شام اس نے اپنے بیٹے کے کمرے میں انگلیچنڈر پچنسن کا ایک ڈول پڑا دیکھا۔ حصہ دوم کے آئین صوف پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ لکھا تھا:

”جشن کے موقع پر مہمان آنا شروع ہو گئے۔“

اور پھر میں بغیر تہیہ کے جانسائی نے اس ڈول کا ابتدائی لکھا:

”لو! نسکی کے گھر میں طوفان چا تھا۔“

1877ء میں جب یہ ڈول مکمل ہو گیا تو جانسائی نے اپنی ڈائری میں لکھا:

میں نے محبت کی اور کسی نے مجھ سے محبت کی۔ میرے بچے بہت اچھے ہیں۔ بڑی ہانگیر کا رنگ ہوں۔ خیریت، صحت، جسمانی اور اخلاقی قوت سے سرفراز ہوں۔ چاکلن اس مجھے مسلسل کام کر سکتا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بچہ زندگی کی ذمہ داری عظمیٰ ہے۔ مجھے کوئی خواہش نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی بالکل فضول ہے۔ میں ایک گھرے کھڑے کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا ہوں۔ میرے سامنے موت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ خداوند قادر ہوں مگر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اور خدا نہیں رہوں گا۔

(ترجمہ انعام الحق)

856۔ جانسائی، کاؤنٹ لڈ: کزاک

ترجمہ: ان۔ن

ماہکو: بدھ کی زبانوں کا اشاعت گھر، سی۔ن

ص: 277

ڈول: لکھاؤ کی زندگی کے بارے میں روسی ڈول کا بہاد راستہ ترجمہ۔ (حوالہ 8)

857۔ لٹرائسوال

ترجمہ: بہاری ڈال مفتی

لاہور: نام مطبعہ مجدد، 1930ء

ڈول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 2، 1)

858۔ ٹوین، مارک: ایک دریا ایک کہانی

ترجمہ: آد۔ کے سکین

نئی دہلی: انڈین اکیڈمی نمبر 29 فروری 1967ء

مس: 528

ناول: امریکن ناول 'Life of The Mississippi' کا ترجمہ طرے حواہی و دہائی ناول، دریا کے حوالے سے۔ مارک ٹوین

کے ناول 'Adventures of Tom Sawyer' کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "مغربی کتب" (صفحہ 9)

859۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: الجھن

ترجمہ: پروانی

دہلی: بالباب پبلشرز، س۔ ن

مس: 240

ناول: 'The Wreck' کا ترجمہ۔ (صفحہ 9)

860۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: اندھیرے میں

ترجمہ: ان۔ ن

دہلی: نرائن دت سہگل ایڈ سنز، جواں کتب چمک فتح پوری، س۔ ن۔ 2008ء میں نئی ترجمہ فکشن ڈاکس، لاہور نے

بھی شائع کیا ہے۔

مس: 184

ناول: 'مظاہرانی کی بات' کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (صفحہ 9.2)

861۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: باغبان

ترجمہ: عبدالحمید سائیک

لاہور: دارالاشاعت، 1928ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اس کتاب کا انجمن ترجمہ شہام سندھو نے اسی نام سے کیا تھا۔ (صفحہ 10.2-11)

862۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: باغبان

ترجمہ: شہام سندھو

نام مطبع نامور

863۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: ہناوت

ترجمہ: ان۔ ن

امرتسر: بھارت پنک بھٹرا، 1943ء

(مجلد 7)

ناول: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

874۔ نیگور، رابندر ناتھ: چتر پٹے راستے

ترجمہ: ان۔ن۔ن

نئی دہلی: آلو دایہ بک ایچ 4 کلا سی نود بک دواؤس۔ن

میں: 204

(مجلد 18، 8)

ناول: بنگلہ معاشرتی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

865۔ نیگور، رابندر ناتھ: پریم چھاری

ترجمہ: ان۔ن۔ن

دہلی: غاقون کتاب گھر، 1944ء

(مجلد 7)

ناول: بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

866۔ نیگور، رابندر ناتھ: جیوان پر بھارت

ترجمہ: پریم چند

امرتسر: بھارت پنک بھٹرا، س۔ن۔ن

میں: 246

ناول: نیگور کے بنگلہ ناول 'نیگور دہلی' کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ یہ ترجمہ مشہور افسانہ نگار پریم چند نے نہیں کیا۔

(مجلد 8)

یہ ایک غیر معروف پنجابی ادیب ہیں۔

867۔ نیگور، رابندر ناتھ: دنیا سے دور

ترجمہ: ان۔ن۔ن

نئی دہلی: آلو دایہ بک ایچ۔ نود بک دواؤس۔ن

میں: 278

(مجلد 8)

ناول: نیگور کے سماجی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

868۔ نیگور، رابندر ناتھ: راج رشی

ترجمہ: ہالک رام جوتھی دیوی

امرتسر: کتبہ لال دھرم افسر ٹرسٹ، س۔ن۔ن

میں: 208

ناول: نیگور کے تاریخی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

869- نیگور، رابندر ناتھ: تلک

ترجمہ: ان۔ ان

نئی دہلی: ساچیہ اکیڈمی، 1962ء

صفحہ: 275

ناول: نیگور کے مشہور ہنگ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

870- نیگور، رابندر ناتھ: شیاہا

ترجمہ: ان۔ ان

لاہور: ہندوستانی کتاب گھر، 1941ء

ناول: ہنگ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

871- نیگور، رابندر ناتھ: طوفان زندگی

ترجمہ: ان۔ ان

لاہور: کتابستان اردو، 1943ء

ناول: ہنگ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

872- نیگور، رابندر ناتھ: گورا

ترجمہ: ان۔ ان

نئی دہلی: ساچیہ اکیڈمی، 1962ء

صفحہ: 662

ناول: ہنگ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ نیگور کے اس طویل ناول میں ذات پت کی تفریق کی خدمت کی کئی

ہے۔ (عوار 9-2)

873- نیگور، رابندر ناتھ: کانٹوں کا تاج

ترجمہ: انشر چندریال

لاہور: نام مطبعہ عمار، 1919ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

874- نیگور، رابندر ناتھ: باسٹری

ترجمہ: ان۔ ان

ترجمہ: کنول بک ڈچ چوک ٹھنڈکھڑا س۔ن

ص: 83

ناول: ٹیگور کے بلکہ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(جلد 9: 16)

875۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: بانو

ترجمہ: حامد اظہار

دہلی: کتاب خانہ عزیز، 1923ء

ناول: بلکہ ناول "میشو" کا انگریزی سے ترجمہ۔

(جلد 1: 2)

876۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: منزل عشق

ترجمہ: ن۔ن

دہلی: عالی پبلشنگ ہاؤس، س۔ن

ص: 95

ناول: ٹیگور کے 'Four Chapters' کا ترجمہ۔

(جلد 9)

877۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: میرا بچپن

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: نرائی دت سیگل، س۔ن

سوانحی ناول: بلکہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(جلد 7)

878۔ ٹیگور، رابندر ناتھ: نیا چاند

ترجمہ: عبدالحمید سائیک، مولانا

لاہور: دارالاشاعت، 1928ء

ناول: بلکہ زبان کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(جلد 2، 10، 11)

879۔ ٹیلر، (کرل) میڈوز: اقبال جنگ

ترجمہ: پرشتم لال، پنڈت

مئیرٹ: مطبعہ شام کاشی، 1893ء

ناول: 'The Confession of A Thug' کا ترجمہ۔

(جلد 1: 2)

880۔ ٹیلر، (کرل) میڈوز: امیر علی جنگ کے کارنامے

ترجمہ: حسن عابدی جعفری

کراچی: کراچی کتابخانہ، 1960ء

تاریخ: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ ترجمہ کئی ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کر دیا ہے لیکن نئے عنوان ”امیر علی شاہ کے تاریخی کاغذات“ ہے۔
(حوالہ: 2، 10، 11)

881۔ ٹیلر، (کرل) میڈوز: سیتا

ترجمہ: ربیکا ہارماں خاں، ممبئی

تکثیر: لوکسور، طبع اول: 1901ء

صفحہ: 480

تاریخ: 1857ء کی جنگ آزادی کے پس منظر میں۔ دیکھیں ہارماں کا دیباچہ 1901ء کا لکھا ہوا ہے۔ دوسری بار 1902ء، تیسری بار 1911ء اور چوتھی بار 1958ء میں طبع ہوا۔ بعض حوالوں میں 1904ء کے ایڈیشن کا ذکر بھی ملتا ہے۔
(حوالہ: 2، 9، 10، 11)

882۔ ٹیلر، (کرل) میڈوز: سیتا

ترجمہ: پرشام لال

لاہور: کتب خانہ حبیب اخبارات، سن

تاریخ: ترجمے کے چار ایڈیشن طبع ہوئے۔ کرل میڈوز ٹیلر نے عموماً ہمارے میں جرائم سے متعلق لکھا ہے۔ (حوالہ: 7)

883۔ نئی من، الفرڈ: سوگولہ یاد

ترجمہ: رحم علی الہامی

علی گڑھ: ایمن ترقی اردو (جنر)

صفحہ: 111

تاریخ: 'In Memoriam' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 1، 14)

884۔ جانس، لیسی: سرفروش

ترجمہ: جیو رام فیروز پوری

ہالندہ: نیشنل اسٹ بیگ

جانس، ہول: انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ: 14)

885۔ جانسن، ڈاکٹر: قصہ راسخس ولایت جٹوں کے شہزادے کا

ترجمہ: سید محمد میر کھٹولی

آگرہ: اسکول بک سوسائٹی، 1839ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ اردو میں گلشن کا پہلا ترجمہ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھیے: "اردو کا پہلا مستحکم کون"۔
 شخصی کتابیات سے پہلے شائع کتاب ہے۔ صفحہ 275

(حوالہ 5-2)

886۔ چناؤ

ترجمہ: دارا کا پرکاش افق

ناول: 1773ء کے ایک بچے واٹھ پر مبنی انگریزی ناول کا ترجمہ۔ ناول میں ایک باوقار حیدر اپنا قول نہایتی ہے۔

انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے لگی طبع ہوا۔

(حوالہ 4)

887۔ جلوہ

ترجمہ: آغا شاعر قزلباش

کراچی: س۔ سی

پاسی ناول: انگریزی سے آزاد ترجمہ 1939ء سے لگی شائع ہوا۔

(حوالہ 5-3)

888۔ جوانی کے دن

ترجمہ: تسکین

لاہور: کتابستان اردو، 1944ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ 7)

889۔ جبر و ظلم

ترجمہ: انعام اللہ خاں

لاہور: کارلائل اردو مس کارنیا سے حلقہ حیدر ناول ایسے لن کا ترجمہ۔ 1939ء سے لگی شائع ہوا۔

(حوالہ 4)

890۔ جوزف، بھری، مفرد

ترجمہ: دیکھیں احمد جعفری

لاہور: کتبہ خاور چوک جناح پبشرک موسس لرننگس، 1959ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اصل ناول 'The Desperate Hours' امریکہ سے شائع ہوا۔

(حوالہ 17-2)

891۔ جولیٹس، لیوچک: پیمانی کے پسندے

ترجمہ: ان۔ سی

بمبئی: کتب پبشرز، 1949ء

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ

(حوالہ 10، 11)

892۔ جمیل کے کنارے

ترجمہ: اشک پہاڑی

نئی دہلی: اطریح اکیڈمی۔ فریڈرکس، س۔ این

صفحہ: 222

ناول: روہانی ناول جس میں امریکی دیہات اور مصافحات کی رنگین زندگی پیش کی گئی ہے۔ (حوالہ 8)

893۔ جموں، بھری: ہمیں چراغ، ہمیں پروانے

ترجمہ: قرۃ العین حیدر

لاہور: شیخ نظام علی پبشرک سوسائٹیز، طبع دوم 1967ء

صفحہ: 600

ناول: Portrait of A Lady کا ترجمہ۔ ایک ترجمہ منور بہائے نے 'خونِ تمنا' کے نام سے دو جلدوں میں کیا ہے۔

(حوالہ 2، 17)

یہ ناول اپنی تکنیک (شعور کی رو) کے سبب اہمیت رکھتا ہے لیکن یہ ترجمہ قرۃ العین حیدر کے ادبی مروجے سے کچھ دور ہے۔ اس کا مادہ سب سے ہے کہ بھری جموں کا نثری اسلوب انتہائی عجیب ہے اور ترجمہ کرتے وقت اردو ناول کے نثری اسالیب ساتھ نہیں دیتے۔ یہ ترجمہ کرنے کی ایک ہی صورت وہ چلتی ہے کہ حرم محمد حسن عسکری صاحب کی طرح نیا نثری اسلوب وضع کرنے کا جتن کرے۔ قرۃ العین حیدر کو یہ ناول ترجمہ کرنے کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ انہوں نے اسی تکنیک میں اپنا ناول "آگ کا دریا" لکھ لیا۔ بھری جموں کے ناول "Portrait of A Lady" کی کہانی کو بنیاد بنا کر ہالی وڈ کے جاہل کار بھیجیں کھینچیں نے 1998ء میں لچر فلم بنائی۔ اردو میں جموں کا بکلی صرف ایک ناول ترجمہ ہوا۔ اس کے دیگر ناولوں کو بھی غلطایا جا چکا ہے۔ فلمی جاہل کار جموں آنیوڈی نے 1984ء میں بھری جموں کے ناول "The Bostonians" پر فلم بنائی۔ اس سے قبل بکلی جاہل کار 1979ء میں بھری جموں کا ناول "The Europeans" غلطایا تھا۔ 1987ء میں آنیوڈی نے بھری جموں کا ایک اور ناول "The Wings of The Dove" بھی غلطایا۔ لیکن اس کے ناولوں کو بکلی بار سکرین پر پیش کرنے کا سوا جاہل کار ڈان کرش کے سر ہے۔ جس نے 1974ء میں بھری جموں کے ایک اہم ناول "The Turn of The Screw" پر فلم بنائی۔

894۔ جموں، بھری: خونِ تمنا (دو جلدیں)

ترجمہ: منور بہائے

نئی دہلی: اطریح اکیڈمی نمبر 29۔ فریڈرکس، س۔ این

صفحہ اول: 480

صفحہ دوم: 480

ناول: انجائیکس ادیب ہر مشفق انگریزی ناول 'The Portrait of A Lady' کا ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ قرۃ العین حیدر نے "ہمیں چراغ، ہمیں پردائے" کے نام سے کیا ہے۔
(عوار 9)

895۔ کارلین: چند کھسی کی تیل

ترجمہ: کیمل سوری

نئی دہلی: اطین انڈی۔ فریڈرکس، 1962ء

ص: 494

ناول: اس انگریزی ناول میں مذہب اور قوم پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے۔
(عوار 9)

896۔ 420

ترجمہ: شرکت قانونی

لاہور: س۔ سن

ہاسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔
(عوار 2)

897۔ چانگ، (مس) آئی لن: دھان کا کھیت

ترجمہ: شاہ احمد دہلوی

کراچی: مکتبہ نیا دور، 1957ء

ص: 272

ناول: چینی ناول 'Rice Sprout Song' کا ترجمہ۔ اس ترجمے کا ایک انجلیشن نوٹکین نئی دہلی نے 228 ص میں

شائع کیا۔ پاکستان سے ایک اور انجلیشن مکتبہ نیا کراچی نے شائع کیا۔
(عوار 2، 3، 10، 11)

اس چینی ناول کا انجلیشن انگریزی ترجمہ 1955ء میں نیویارک سے شائع ہوا۔ ناول میں چینی انقلاب اور معاشرتی زندگی پر اس کے اثرات خصوصی طور پر قوت پاتے ہیں۔ اس ترجمہ کے ذریعہ شاہ احمد دہلوی نے 1957ء میں کرداری سچ پر انجلی ہوئی نفسیات کو ٹکی باد اردو میں حصارف کردایا۔ شاہ احمد دہلوی نے کرداروں کے نام تک ترجمہ کر دیے مثلاً درخت، صخر چاندی اور زرنگ چند اہم کرداروں کے نام ہیں۔

898۔ چانگ، (مس) آئی لن: بھگی دنیا

ترجمہ: اشرف صہبی دہلوی

کراچی: مکتبہ عالم ادب

ناول: چینی زبان سے ہامارہ دہلوی ایک میں ترجمہ۔ دھری بار مکتبہ بھری لاہور پر لاہور نے "بھگی دھرتی" کے

(عوار 2، 10، 11)

899۔ چٹان

ترجمہ: مسعود جاوید

کھنڈ: نسیم بک ڈی، س۔ ن

ص: 428

ناول: بچپن سے حقیقی انگریزی ناول 'ڈارنگن سیز' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

900۔

چرخ و خواف، یو جین: سحر ہونے تک

ترجمہ: امین انصاری

لاہور: لاہور اکیڈمی، طبع اول: 1958ء سے نئی شاخ ہوا۔

ناول: دوسرا ایڈیشن لاہور اکیڈمی نے 1958ء میں 'محبوبہ' کے نام سے شاخ کیا۔ (حوالہ: 2)

901۔

چرخ و خواف، یو جین: محبوبہ

ترجمہ: امین انصاری

لاہور: لاہور اکیڈمی، طبع دوم 1958ء

ص: 128

ناول: آپ جی کے انداز میں ایک بے قرار روح کی کہانی۔ 1958ء سے نئی بچی ترجمہ سحر ہونے تک کے نام سے

شاخ ہوا تھا۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

902۔

چشم زم

ترجمہ: اکرام جاوید

حیدر آباد دکن: بیکر ہلی پبلی کیشنز، ریڈ ہل، س۔ ن

ص: 175

ناول: فرانسیسی سوانی ناول 'A Love Affair' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

903۔

پکٹے پکٹے پات

ترجمہ: بال کرشن

جی وی سی: انڈین اکیڈمی 29۔ فریڈرکس، س۔ ن

ص: 318

ناول: ایک جرات مند، مہم جوئے کی حکایت جو سرنگی جوائن نسل کا نمائندہ کردار ہے۔ (حوالہ: 9، 12)

904۔ چنگیز ستارہ

ترجمہ: جونا داس

اسرار: پیٹم کنیا، اس۔ان

ناول:

(عوار 7)

905۔ چنگیز، استوف: ماں کی کھیتی

ترجمہ: قرۃ العینی حیدر

ناول: مکتبہ جامعہ، 1986ء

مس: 132

ناول: رومی ناول کا انگریزی کی صرف ترجمہ۔ کھیتی ایک ایسی پابست صورت ہے جو ساری مشکلات کا قہقہہ مقابلہ کرتی ہے۔

(عوار 9)

906۔ چور سینہ زور

ترجمہ: عالی احمد حسین خاں

ناول: گلاب چور کچھ، 1943ء

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(عوار 7)

907۔ چنگیزی، پیٹر: کالے چہرے

ترجمہ: مظہر انصاری

ناول: کتاب لہا۔ چوک انارکلی، اس۔ان

جاسوسی ناول: "Black Faces" کا ترجمہ۔ قدم قدم پر گولیوں کی بوچھاڑ، مار پیٹ اور لاشوں کے ڈھیر۔ ایسے میں ایکٹ ایسی کاشن اپنے مشن پر دکھائی دیتا ہے۔ صین، خزانہ مورخ، پیٹر چنگیزی کی عمر کردار نگاری کا ثبوت ہیں۔ (عوار 2، 19)

908۔ حسن کا چارو

ترجمہ: میر تقی میر فیروز پوری

ناول: کتابستان۔ کنٹر روڈ، اس۔ان

مس: 175

ناول: اسرار، ناول جس میں ایک صورت کے معاشرے جہاں کئے گئے ہیں۔

(عوار 11، 10)

909۔ حق تعالیٰ

ترجمہ: عبدالحق

ناول: خادمِ تعلیم پر مبنی، 1923ء

ناول: (حوالہ 7)

910۔ حیرت انگیز ڈاکے

ترجمہ: میر نیکل دستہ

نام مطبعہ شمارہ، 1913ء

جاسوسی ناول: (حوالہ 7)

911۔ خالدہ ادیب خاتم: ریچہ

ترجمہ: شکی ایم۔ کام

لاہور: سبک بلی بلی پبلیشرز

ص: 400

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ترجمے کے سبب خالدہ ادیب خاتم کا نام سے ہاں خاصا جہ پڑا۔

(حوالہ 2، 10، 11)

912۔ خونِ ناک قہیلہ

ترجمہ: ایم۔ بے عالم

لکھنؤ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ، 1961ء

ص: 350

ناول: "افریقہ کے بعض قبائل کی زندگی کے حوالے سے اسرار کی ناول۔ (حوالہ 3)

913۔ خونِ ناک پنگامہ

اندر ترجمہ: این مٹی

لاہور: اسرار بلی پبلیشرز، سیکورڈ روڈ (حال: احمد بازار) اس۔ سن

جاسوسی ناول: اس ناول کا صرف ایک کردار پروڈیوسر ردانی انگریزی سے مستعار ہے۔ کہانی اس مٹی کی ہے۔ یہ بات

(حوالہ 2)

خود ان مٹی نے ایک انٹرویو میں بتائی تھی۔

914۔ خوابِ فراموش

ترجمہ: رزمِ اناولی

ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

915۔ خونی انکلام

ترجمہ: حیرتھو رام فیروز پوری

دہلی: کتابستان گلنار روڈ، س۔ ن

ص: 178

ناول: اسرارہی ناول۔ انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 3)

916۔ خونی چتر

اختہ و ترجمہ: ایمن معنی

لاہور: اسرارہی پبلیکیشنز، میکوٹ روڈ (حال: اردو بازار)، س۔ ن

ہاسی ناول: انگریزی سے چات مستعار ہے۔ یہ بات ایمن معنی نے بھی تسلیم کی ہے۔ (حوالہ 2)

917۔ خونی وکیل

ترجمہ: وحید الحق

ناول: انگریزی سے "ویٹر اینڈ ٹک" کا ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

918۔ خیالی پلاؤ

ترجمہ: قرۃ العین حیدر

دہلی: کتب جامعہ، 1967ء

ص: 141

(حوالہ 3)

919۔ دو سوسٹسکی: جرم و سزا

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ فہم علی ایڈیٹرز، اشتراک سوسائٹی پبلشنگز،

ص: 232

ناول: روسی ناول "Crime and Punishment" کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ 2: 17)

920۔ دالیمسی، لیو: ایمن حور

ترجمہ: ن۔ ن

لاہور: نرانی ویت سہگل ایڈیٹرز، نوپاری گیٹ، س۔ ن

ناول: اس ناول پر مبنی ہالی وڈ کی فلم میں ایمن نوپور نے "ایمن حور" اور فرانس ایمن بنی نے مرکزی کردار

(حوالہ 2)

ادا کیے۔

921۔ دہلی عشق

ترجمہ: مرزا خاں دہلوی

ہاسی ناول: انگریزی سے ترجمہ 1938ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 5)

922۔ دوستوئسکی، فیودر: دکھوں کے مارے لوگ

ترجمہ: طاہر انصاری

ماکو: دارالاشاعت ترقی

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ یہ ترجمہ اب تکشن ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کر دیا ہے۔ (حوالہ: 10، 11)

923۔ دوستوئسکی، فیودر: بے چارے لوگ

ترجمہ: طاہر انصاری

ماکو: دیسی زبانوں کا اشاعت گھر، سن

ص: 343

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ مطلق اگال لوگوں کی کہانی۔ طاہر انصاری نے اسی مصنف کا ختم ناول

"Idiot" (گنگ جگ ہارہ سوسلاط) بھی روسی زبان سے اردو میں منتقل کیا۔ (حوالہ: 12، 9)

924۔ دوستوئسکی، فیودر: جہاری

ترجمہ: قاسم محمود، سنہ

لاہور: مکتبہ جدید، طبع ازل: 1957ء

ص: 2238

ناول: روسی ناول کا ترجمہ۔ اس سے قبل "جہاری" ہی کے عنوان سے طاہر انصاری کا ترجمہ چھپ چکا تھا۔ قاسم محمود

نے اسی ترجمے کو سامنے رکھا اور الفاظ کے الٹ پھیر سے کام لیا۔ قاسم محمود کو روسی زبان نہیں آتی۔ (حوالہ: 10، 11)

ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

گھے یاد کہ وہ اپنی نشست سے معمولی بھی ہنسی کے یا وضع تبدیل کئے بغیر میرے چہرے کو براہ یک روسی تھی۔

لوگوں کی آخری گڑھی میرے ڈالنے سے میں نے دوا زور سے کہا: ہمارے دو اک کو ترک بیچتے ہیں میں نے۔

لوگوں کی گلہاں اور طوائف سکوں کا ایک امیر میرے چہرہ میں کوشش کے باوجود اپنی نگاہیں اس دھیرے نہ جٹا سکا۔

اپنی جتنی ہوئی دولت دیکھنے میں اس قدر کوٹھا کہ چند لمحات کے لئے تو میں پانچا کو بھی بھول گیا۔ اب تک پتا نہیں گئے

کا ہوا میں رنگ کے نمونہ ترتیب سے رکھے گا اور نئے ایک جگہ جگ کر کے بھولی بھولی ڈھیریں میں جانے لگا۔

(پ: 15 کا اقتباس ہے)

925۔ دوستوئسکی، فلورن: ریت کا عمل

ترجمہ: ان۔ بی

مطبی: آلودہ ایک ڈچ۔ قرون ہارس۔ سن

سن: 224

ناول: روسی ناول بحجم و سزا کی تحفہ میں ترجمہ۔ کرداروں کو بہتر و سستی ماحول میں احوال دیا گیا ہے۔ (صفحہ 8)

926۔ دوستوئسکی، فلورن: جرم و سزا

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

ناول: روسی ناول 'Crime & Punishment' کا ترجمہ۔ (صفحہ 10-11)

927۔ ولیر بکرم

انتہا و ترجمہ: انیس مٹلی

لاہور: اسرار علی پکشتو میکروڈو (ناول: اردو بازار)، شیخ اڈل 1982ء

جاسوسی ناول: جرمن زبان کے جاسوسی ناول کا آزاد ترجمہ۔ مقامات اور تفصیل میں رد و بدل کر دیا گیا ہے۔ اس کہانی کو

انگریزی میں پہلی دفعہ اردو وکرمن نے الگ الگ لکھا تھا۔ بعدی ناول 'تجارت کی رات' بھی اسی کہانی پر مبنی ہے۔ انیس

مٹلی نے اس ترجمے کے ذریعے پہلی بار جدید اور فریدی کے کردار متعارف کرائے۔ (صفحہ 2)

928۔ دو بگلیاں

ترجمہ: عبدالجبار

مطبی: نوید ایک ڈچ۔ سن

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔ (صفحہ 7)

929۔ دورنگی چال

ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نامی پرنٹس، سن

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔ (صفحہ 7)

930۔ ڈرامائیڈن، جان: گلیڈ پیٹر

ترجمہ: عسکری احسان

پٹنار: پرنٹرز ایک ایجنسی

ناول: "All the Love" کا ترجمہ: معروف غزل گو شمس اسحاق، اسلام آباد کالج پبلشر کے صدر شعبہ انگریزی تھے۔ (حوالہ: 13)

931۔ ڈاکٹر، چارلس: دو شہروں کی کہانی

ترجمہ: فضل الرحمن

دہلی: پبلی کیشنز ڈائجسٹ۔ فسطوی آف انٹارنیشنل حکومت ہند، 1961ء

صفحہ: 647

ناول: مشہور زمانہ ناول "A Tale of Two" کا ترجمہ اب حال ہی میں اس ناول کا ایک ترجمہ اسی نام

(حوالہ: 2، 9)

سے دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے بھی شائع کیا ہے۔

932۔ ڈاکٹر، چارلس: شعلہ زار

ترجمہ: خان احمد حسین خاں

لاہور: فیروز سنٹر لٹریچر، س۔ن

صفحہ: 209

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 10، 16)

933۔ ڈیک، کلفورڈ: جنگل میں لاش

ترجمہ: سیم تھام فیروز پوری

لاہور: کتبہ آفریقہ

(حوالہ: 13، 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

934۔ ڈوہ، الگو پیٹرز: بیچ زن (دو جلدیں)

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کھنڈ: نسیم بیک ڈپ، لاؤش روڈ، 1968ء

میں جلد اول: 662

میں جلد دوم: 644

ناول: 67 ابواب پر مشتمل ناول "کاؤنٹ آف سوئی کرستو" کا ترجمہ۔ ناول کے اصلی نام کے ساتھ ایک مختصص ترجمہ

حال ہی میں دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے بھی شائع کیا ہے۔ اس ناول کا ایک ترجمہ "سیاہ چادر" کے عنوان سے

(حوالہ: 9)

ریاض الدین دہلوی نے بھی کیا، جو 1939ء سے شائع ہوا۔

935۔ ڈوہ، الگو پیٹرز: وطن پرست

ترجمہ: سیم تھام فیروز پوری

لاہور: ناول برادرسی، 1922ء

(حوالہ: 11، 10، 7، 4، 2)

ناول: "ہیکٹس ڈائری" کا ترجمہ۔

936۔ ڈوئل، پیئر۔ اوز شیطانی منصوبہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول، 'Sabre Tooth' کا ترجمہ۔

937۔ ڈے، بریٹ ہال: غوثی ڈائری

ترجمہ: اختر رحمانی

گراہمی: انور پبلشرز۔ نکل روڈ

(حوالہ: 2)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ، 1952ء سے نقل شائع ہوا۔

938۔ ڈیفو، ڈیٹیل: ترجمہ راہن سن کروو

ترجمہ: حمید احمد انصاری

لاہور: ریڈیو پبلشنگ ہنگ سوسائٹی، انارکلی

ناول: جج جی کے لئے قضیہ ترجمہ۔ مختصر پمفلٹ۔ یہ ڈیفو کا اردو میں پہلا ترجمہ ہے۔ کہانیں بچوں کے لئے۔ یہ ایک

مہمانی کہانی ہے جو دنیا بھر کے جج جی میں مقبول رہی۔ حالی ہی میں ایک ترجمہ تخلیق دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد

(حوالہ: 11، 10، 2)

نے بھی شائع کی ہے۔

939۔ ڈے، کلیرنس: ڈاے گراہمی

ترجمہ: جاوید شاہین

لاہور: انور پبلشرز 28، بالی روڈ، 1958ء

مر: 224

(حوالہ: 16، 2)

ناول: مزاحیہ ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔

اس ناول کا مرکزی کردار ڈالہ صاحب ایک نین الاقوامی شہری ہے جو ہر زمانے اور ہر جگہ میں موجود رہا ہے۔ اس نوع کے

کردار کا اولین تبادلہ مشق جہاد حسین نے جاتی بطور کی صورت کر دیا تھا اور اس نوع کا آخری کردار امتیاز علی تاج نے "چچا جھکن"

کے نام سے تحقیق کیا۔

اس ناول کے مرکزی کردار ڈالہ صاحب اپنی دور کے نوجوان، ہنسنا ٹھکانا میں ہی نہیں رہے، ہمارے ہاں کے بچوں جیسے

گھرانوں کا اداس ہیں۔ اس ناول میں دو بھائی فیلت کیپ پہنتے ہیں۔ بیڈل چلتے ہیں اور پھری ہاتھ میں سجاتے ہیں۔ جدید آلات

تفکیک سے انہیں بچے۔ بے فکر ہے پاک، بد مزاج اور خدی ہونے کے ساتھ ساتھ دل کے بڑے سادہ، مہربان اور شفقت بھی ہیں۔ ان کی مسکندہ غیر حرکات سے نہ تو کسی کی تھک جاتی ہے اور نہ خود ان کی۔ جاوید شاہین نے ”ذات گرامی“ کو ترجمہ کر کے ہمارے مزاج نگاروں کے لئے ایک ایسے میدان کی نشاندہی کی ہے جہاں پاسی ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے ہوئے بے ضرر مزاج کے غزنیہ ہم اپنے ہاں سے دریافت کر سکتے ہیں۔

940۔ وظیفہ کش، ایٹس: سادہ کی بہادری

ترجمہ: انتظار حسین

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز، موسسہ فرینکس، نیو پارک، ص 64

ناول: باتھور، جی اے کے لئے۔ آخر سال لڑکی جو رنگے اڑیہ وحشیوں کے ہتھے چڑھ گئی۔ (حوالہ: 2، 17)

941۔ ڈیجیٹل وارلڈ: ٹوکیو ہاؤس

ترجمہ: میر جہد رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت، سہگل ایڈسٹریز، لن

ناول: The Windows Necklace کا ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ یہ ترجمہ نیشنل لٹریچر کونسل دہلی نے بھی

(حوالہ: 2، 4، 11)

شائع کیا ہے۔

942۔ رائٹس، کیکھ: بادبان

ترجمہ: قاسم محمود، سیٹھ

لاہور: کتبہ اردو سرنگر روڈ، 1960ء۔

ص 372

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 10، 11، 13)

943۔ راقم، رچرڈ۔ ایس: فیمن کا کیس

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: Dead Heat کا ترجمہ۔

944۔ راقم، رچرڈ۔ ایس: قیدی حسینہ

ترجمہ: مسلم رحمانی

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر۔ اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: The Case of The Vanishing Beauty کا ترجمہ۔

945۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: قاتل کا انخرا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ-18)

جاسوی ناول: 'Slab Happy' کا ترجمہ۔

946۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: معصومی خودکشی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ناول: 'The Cockeyed Corpse' کا ترجمہ اسی حرم نے رچرڈ۔ ایس: راقمہ کے ناول: 'Find the women'

(حوالہ-18)

کا نگشدہ موت کے عنوان سے کامران میرج کے لیے ترجمہ کیا تھا۔

947۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: مجرم قانون

ترجمہ: اثرلعانی

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ۔

(حوالہ-18)

جاسوی ناول: 'Too Many Crooks' کا ترجمہ۔

948۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: نقشہ کا دھنرا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ-18)

جاسوی ناول: 'Dig That Crazy Grave' کا ترجمہ۔

949۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: وطن کے خدا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ-18)

جاسوی ناول: 'The Trojan Horse' کا ترجمہ۔

950۔ راقمہ، رچرڈ۔ ایس: شگول مجرم

ترجمہ: مسلم رحمانی

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گمر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ-18)

جاسوی ناول: 'Over Her Dead Body' کا ترجمہ۔

951۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: ہاڈن کا چکر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'The Scrambled Yeggs' کا ترجمہ۔ (حصہ: 18)

952۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: یوکل کا جین

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Patron For Pand' کا ترجمہ۔ (حصہ: 18)

953۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: بے ہاک کا گل

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Lie Down Killer' کا ترجمہ۔ (حصہ: 18)

954۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: پاسراراز سیرہ

ترجمہ: مسلم رحمانی

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Dead Man's Walk' کا ترجمہ۔ اسی مترجم نے ایس۔ رچرڈ راقمہ کی جاسوی ٹول 'Darling it is

'death' کا ترجمہ: "طوفانی دھواں" کے عنوان سے کیا تھا۔ جو اسی ادارے نے شائع کیا۔ (حصہ: 18)

955۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: تالاب میں لاش

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Way of a Wanton' کا ترجمہ۔ (حصہ: 18)

956۔ راقمہ رچرڈ۔ ایس: جنت میں شیطان

ترجمہ: سراج الدین شیدا

دہلیپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'I'll Be Tomorrow' کا ترجمہ۔ (حصہ: 18)

957۔ راقم، رچرڈ۔ ایس: جوکر

ترجمہ: ابرار نعمانی

داہلپٹھی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹاؤن: "All The Clown" کا ترجمہ۔ (صفحہ 18)

958۔ راقم، رچرڈ۔ ایس: جاسوی جج

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داہلپٹھی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹاؤن: "The Kuala Khan Capet" کا ترجمہ۔ (صفحہ 18)

959۔ راز مشتق

ترجمہ: ایڈیٹر ادھر رچرچ، کھٹو

کھٹو: ڈاکٹر پریس، طبع اول: 1917ء

ٹاؤن: انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ 14)

960۔ راسکو، مانگ: موت کی نیند

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داہلپٹھی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹاؤن: "One Tear For" کا ترجمہ۔ (صفحہ 18)

961۔ راگھو، مارجوری کلن: بھدا

ترجمہ: محمد صادق، ڈاکٹر

لاہور: تخلیق مرکز، س۔ن

میں: 418

(صفحہ 2-10-11) ٹاؤن: انگریزی سے ترجمہ

962۔ راکس، کریگ: ڈھائی لاکھ

ترجمہ: ایم۔ بی عالم

کھٹو: نسیم بک ڈپ لاؤس روڈ، 1981ء

میں: 288

(صفحہ 2-10-11) جاسوی ٹاؤن: "The Sunday Pigeon Murders" کا ترجمہ۔ اسرائیلی ٹاؤن۔

963۔ رچی، رینا: چنگیز خاں کے سنہری شاہین

ترجمہ: اشفاق احمد

لاہور: کتبہ صحنہ الادب پبشرزاک موسسہ فرہنگی، 1980ء

ناول: 'The Golden Hawks of Genghis' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 17)

964۔ رسل، ڈیویڈ گلارک: قسم ہو شرما

ترجمہ: عتیقہ مام فہرزد پوری

لاہور: نرائن دت سہگل، س۔ ن

جاسوسی ناول: 'ازلی دی مین'، 1938ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4، 7)

965۔ رسل، ہیریٹ وروڈن، وکٹر: عزم جہاں

ترجمہ: راج نائی

ٹی دہلی: انجین آئیڈی۔ رینگل پبلشنگ، 1957ء

میں: 115

ناول: دو مصطفیٰ کی مشترکہ تشکیل کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 8، 12)

966۔ رشیدوف: جہانے

ترجمہ: ن۔ ن

سکو: پہلی دہائیوں کا اشاعت گھر، 1948ء

میں: 355

ناول: ازبکستان کے نئے اشتراکی معاشرے سے مصطفیٰ رہی ناول۔ (حوالہ: 9)

967۔ رقاصہ کا قتل

افندہ ترجمہ: اہی منی

لاہور: اسرار پبلی کیشنز سیکولر بوڈ (حوالہ: اردو بازار)، س۔ ن

جاسوسی ناول: 'انگریزی ناول سے مستعار۔ (حوالہ: 2)

968۔ رکنز، کونرڈ: گھاس کا سمندر

ترجمہ: قاسم محمود سنید

لاہور: فیض نکل سٹاپ گریپ اشتراک موسسہ فرہنگی، 1980ء

ناول: 'The Sea of Grass' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 17)

ترجمہ: لن۔ لن

لاہور: ہوم ٹا ہیمر کی پہلی کینٹین اردو بازار میں۔ لن

ناول: امریکی ناول کا ترجمہ

(حوالہ: 2-10، 11)

کونز رکنز ہینسلوٹیا امریکہ کے مشہور ناول نگار جو سماجی سے ناول نگار ہیں۔ وہ ایک زمانے تک ایک ایسے اخبار سے متعلق رہے جو جاسن ماڈن، ہینسلوٹیا (امریکہ) سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار سے متعلق رہنے کا تجربہ ان کے ناولوں میں ہے۔
 ’ٹھگر‘ کونز رکنز کا اولین ناول تھا جبکہ اس کے بعد انہوں نے ’کھیت‘ اور ’ٹھگر‘ کے ناموں سے دو عظیم ناول لکھے۔
 ’ٹھگر‘ میں شمال اور وسطی ہینسلوٹیا کے چھاڑی لہجے کو انہوں نے جوں کا توں گرفت میں لینے کا جنم کیا ہے۔ یہ ناول ان ابتدائی آباد کاروں کی طرز معاشرت اور عادات و اطوار سے متعارف کراتا ہے جو ہینسلوٹیا کی ریاست میں سب سے پہلے وارد ہوئے۔ ابتدائیہ سے ایک سطر ملاحظہ ہو۔

”وہ بھرتے بھرتے چار رہے تھے۔ یہ کہہ دیں جنگل میں چار بارہا تھا چھ لاکھ سمندر عبور کرتے ہیں۔“

970۔ روز، انا بچت: شریف ٹھگر

ترجمہ: لن۔ لن

نئی دہلی: سنیچر بک سینٹر، 1950ء

میں: 208

ناول: امریکی ناول ’The Gentle House‘ کا ترجمہ۔ ناول کا موضوع و مقصد کیونز اور اشتراکیت کی خدمت اور امریکی پالیسی کی حمایت ہے۔

(حوالہ: 9)

971۔ روز، سی۔ ایف: جوش محبت

ترجمہ: مظہر الحق صوی

کینٹن: نسیم بک واپ، لاٹوش رول، 1981ء

جاسوسی ناول: فرانسیسی ناول کا ترجمہ۔ اس ناول میں کوہ آپس کے گروہ نواح میں رہنے والے بھولے بھالے لوگوں کی کہانی پیش کی گئی ہے۔

(حوالہ: 4-16)

972۔ روہر، بیکس: فوٹانچو کی تلاش

ترجمہ: حیرتھو دام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سہگل ایڈ سنز، سن۔ لن

جاسوسی ناول: اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2)

973- رومر، بیکس: سنہری جھکو

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: زمان دت سنگھ ایڈمنسٹریٹو

دہلی: "دی گولڈن اسکور پیسن" کا ترجمہ ایک ایسے شخص کی داستان جو اس دنیا کے نظام کو ناکام سمجھ کر کے تبدیل لانا

چاہتا ہے۔ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔ اب یہ ترجمہ 2007ء میں کشن پبلش لاہور نے شائع کر دیا ہے۔ (صفحہ 4-2)

974- رومر، بیکس: ڈاکٹر فنانچو

ترجمہ: کشن چند مافر

دہلی: رتن ایڈ کوک پبلشرز۔ دیرہ گھاٹو، سر۔ن

میں: 317

جاسوسی دہلی: اسرائیلی دہلی کا انگریزی سے ترجمہ (صفحہ 3)

975- رومر، بیکس: ڈاکٹر فنانچو

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: دین گھ پبلش، 1944ء

جاسوسی دہلی: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ترجمہ کشن چند مافر کا بھی ملتا ہے۔ (صفحہ 7)

976- رومر، بیکس: گورڈن انسان

ترجمہ: اثر نعمانی

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر، اقبال روڈ۔

جاسوسی دہلی: "The Moon is Red" کا ترجمہ۔ (صفحہ 18)

977- رومر، بیکس: ہائی لیڈی

ترجمہ: الیف۔ ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر، اقبال روڈ۔

جاسوسی دہلی: "Nude in Mink" کا ترجمہ۔ (صفحہ 18)

978- ریزن ہوشربا

ترجمہ: محترمہ، مرزا فاطمی

لاہور: سچے۔ انیس۔ سنہ 1970ء میں۔

جاسوسی دہلی: انگریزی سے ترجمہ (صفحہ 7)

979۔ ریڈارک، امریک میریڈ جازز خاموش ہے

ترجمہ: احسن طاہر

لاہور: مکتبہ ادب، سرگرم روڈ، ایس۔ ساج

ناول: 'All Quiet on The Western Front' کا ترجمہ۔ (عوار: 2، 10، 11)

اس ناول کا شمار 20 ویں صدی کے مقبول ترین ناولوں میں ہوتا ہے۔ ریڈارک فرانسیسی نژاد تھا لیکن اس کے اجداد انقلاب فرانس کے دوران میں جرمنی میں آباد ہو گئے تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اس کی عمر بہ مشکل اٹھارہ برس کی ہو گی جب اس نے اسکول کی تعلیم چھوڑ کر مغرب کے علاقے پر لڑنے کو ترجیح دی۔ اس کی حکمتِ حرافی نے اسے نہ تو چوری طرح مسیحا بننے دیا اور نہ ہی زارہ نگار اور صوفی۔ یہاں تک کہ اس نے 'All Quiet on The Western Front' کے نام سے ناول نگہ مارا۔

اس ناول میں ناول کی صنف کے تخلیقی تقاضے پر سے نہیں کٹے گئے اور صرف پادراشتوں کے سہارے مختلف ایجاب کو ایک تسلسل میں جڑا دیا گیا ہے پھر بھی یہ ناول اپنے تاثر کی حدت کے اعتبار سے صوب ناول میں شمار ہوا۔

اس ناول میں جنگ کی ہولناکیوں کے منظرِ محسوس کرنے کی چیز بن گئے ہیں۔ انسانیت کی پہپائی اور جذباتی رشتوں کی شکست و ریخت ناول کا موضوع ہیں۔

اگلے ہونے شمار اور چارہ شدہ صنعتی مراکز تو تعمیر ہو رہے ہیں لیکن وہ غلامتوں پر نہیں ہوتا بلکہ دوزخ پر گھماتا گھٹنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس ناول پر ہالی وڈ، امریکہ سے فلم بھی بن چکی ہے۔

980۔ ریٹالڈس، جارج ولیم۔ ایچ: اسرار (2 جلدیں)

ترجمہ: صدیق احمد

کھنڈ: ہارک ایجنسی، 1921ء

جاسوسی ناول: "تھر ڈیٹیلر" کا انگریزی سے ترجمہ۔ اس ترجمے کو ڈال برادرز لاہور نے بھی شائع کیا تھا۔ ایک ایٹلین خرد رکھنی کھنڈ کا بھی ملتا ہے جو 1923ء سے قلم شائع ہوا۔ ریٹالڈس کے 'Gothic Thrillers' نے ایک زمانے تک لوگوں کو اپنا دماغ نہ جانے رکھا۔ اس کے ارد میں ترجمے بھی بہت ہوئے۔ (عوار: 1، 2)

981۔ ریٹالڈس، جارج ولیم۔ ایچ: اسرار حرم

ترجمہ: منشی احمد الدین

لاہور: ڈال برادرز

اسرار ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (عوار: 10، 11)

982۔ ریٹالڈس، جارج ولیم۔ ایچ: باپ کا قاتل

ترجمہ: فہیم باجوڑ

جاسوسی ناول: ایک نو جوان کی گمراہ آلود زندگی کی کہانی۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے نقل شائع ہوا۔ 'یو ساسیٹ' کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 1، 2، 4)

983- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: پاداشِ عمل (۵ جلدیں)

ترجمہ: صدیقی حسن گھنوی، مولوی

لاہور: لائل برادرز،

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ صدیقی حسن صاحب مولانا مہرالحکم شرر کے فرائز ہیں۔ (حوالہ: 11، 13، 16)

984- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ڈبلیو: پراسرار مکان

ترجمہ: سیم جی رام فیروز پوری

انڈیا پبلیکیشنز، دہلی: گریڈ سنز۔ سہری مطبعی، 1949ء

صفحہ: 115

ناول: ٹیم اسمری ہائی ناول (حوالہ: 8)

985- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: جنتِ افرودس

ترجمہ: سچے نرائن دیا

جاسوسی ناول: تاریخی حوالوں کے ساتھ مطلق اور چاندنی کے قتلے۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

986- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: بھیل کی مشق

ترجمہ: لالو دیا ناتھ

نام مطبع لندن۔

جاسوسی ناول: 'Fisher Man' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 1، 2)

987- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: چاک گرہاں

ترجمہ: یاد پرشار، منشی

مراد آباد: ناول بک انجینی، 1898ء

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 1، 2)

988- ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: حرم سرا (۱۰ جلدیں)

ترجمہ: ریاض خیر آبادی

جاسوسی ناول: 'لائٹ آف دی حرم' کا ترجمہ سلطانین قسطنطنیہ کے حرم سرا کے حالات ہیں۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے نقل شائع

ہوا۔ (حوالہ: 4)

989۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: حسرت وصال

ترجمہ: غلام محمد حسن بھٹو، شیخ

لاہور: لال برادری

ص: 114

ناول: رومانی و اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 13، 16، 18)

990۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: غریبی قسمت

ترجمہ: عبدالعلیم شرر

لاہور: گیلانی ایلیٹریک پریس، س۔ س

ناول: 'May Madhorn' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 3، 1)

991۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: خوشی گوارا (دو جلدیں)

ترجمہ: حیرت نام فیروز پوری

لاہور: لال برادری، 1923ء

جاسوسی ناول: 'میسٹر آف گھٹیکو' کا ترجمہ۔ ایک ایٹلین مکتبہ عظمت لاہور نے بھی شائع کیا۔ (حوالہ: 7، 4)

992۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: دربار بھوس کے اسرار

ترجمہ: غلام قادر ضیغ

لاہور: اللہ رام واس

جاسوسی ناول: 'مسٹریز آف دی کورٹ آف بھوس' کا ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 7، 4)

993۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: دھوکہ یا طلسمی فانوس

ترجمہ: سجاد حسین، مٹھی

لاہور: لال برادری

(حوالہ: 13، 16، 18)

اسرائیلی ناول: 'ماسٹر موشیو بک بھوس' کا ترجمہ۔

994۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: روزا الہبرٹ

ترجمہ: امیر حسن کاکردی

کھنڈ: نوٹکھورس، س۔ س

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9، 14)

995- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: روز المہرت

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: بہار کونسل، 1933ء

جاسوی ہول: انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ 7)

996- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: روز المہرت (خود)

تھیں و ترجمہ: بے فرائی درما و اثر کھنوی

کھنوی: ولکھو، 1920ء

جاسوی ہول: ایک پوری کی بدھت لڑکی کی داستان حیات جسے مجھرا سن فرڈی کرنا چڑی۔ ترجمہ 1939ء سے نقل

شائع ہوا۔ اس ہول کا ایک ترجمہ مرزا حیرت دہلوی نے بھی کیا تھا، وہ ترجمہ بھی 1939ء سے نقل شائع ہو چکا۔ اس

ترجمے کا ایک ایڈیشن لال برادر لاهور نے بھی شائع کیا۔ (صفحہ 1: 4.2)

997- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: روز المہرت (کلاں)

ترجمہ: بے فرائی درما و اثر کھنوی

کھنوی: ولکھو، 1920ء

جاسوی ہول: ایک پوری کی بدھت لڑکی کی داستان حیات۔ یہ ترجمہ کھل ہول کا اصل کرتا ہے۔ اس کتاب کی تھیں بھی شائع

ہوئی ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن لال برادر لاهور نے بھی شائع کیا۔ (صفحہ 1: 4.2)

998- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: روز المہرت (دو جلدیں)

ترجمہ: مرزا حیرت دہلوی

کھنوی: مطبع ولکھو، دس۔ن

جاسوی ہول: پوری کی سن فرڈی لڑکی کے سیاہ کارنامے۔ مہرت آئینہ کہانی۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ اس

ہول کا ایک ترجمہ بے فرائی درما نے بھی کیا تھا۔ (صفحہ 4)

999- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: سپاہی کی دلہن

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: لال برادر

اسرائیلی ہول: 'Soldiers' Wife' کا ترجمہ۔ (صفحہ 14)

1000- ریٹائلس، چارج ولیم۔ ایم: سرگزشت (چار جلدیں)

ترجمہ: لادش علی خاں لاهوری، ملکی

لاہور: لال برادری

جاسوی ناول: 'نمبری پرائس' کا ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

1001۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ شاد کام

ترجمہ: احمد حسین منشی

لاہور: لال برادری

اسراوی ناول: 'انگریزی سے ترجمہ' (حوالہ: 18، 13)

1002۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ شام جوانی (2 جلدیں)

ترجمہ: فہیمہ دائے نظر کھنوی

لکھنؤ: نوکلور، 1928ء

ناول: 'اسراوی و مدافعی ناول' کا ترجمہ طبع دوم: 1938ء، ایک ایڈیشن لال برادری لاہور کا بھی ملتا ہے۔ 'The

'Young Witches' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 1، 2، 4، 7)

1003۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ شام غربت

ترجمہ: اسماعیل

لاہور: ہے۔ ایس سنہ نگہ، س۔ ن

جاسوی ناول: 'انگریزی سے ترجمہ' کتاب 1944ء سے قبل شائع ہوئی۔ (حوالہ: 7)

1004۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ شام غربت

ترجمہ: کرامت اللہ امرتسری

لاہور: لال برادری

ص: 439

اسراوی ناول: 'مہم جان' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 13، 14، 17)

1005۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ شکستہ دل

ترجمہ: کمار، بی۔ ایم

لاہور: لال برادری، پارسز روڈ، نوکلور،

ص: 136

اسراوی ناول: 'سے لاشن' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 13، 14)

1011۔ ریچالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: ہندو کی دینی

ترجمہ: محمد خاہرسن، علی

لاہور: دارالاشاعت ونگاپ، طبع اڈل: 1938ء

ناول: اسراری ناول ایک ایسی عورت کی کہانی جو ہزار ہا برس سے زندہ تھی۔ یہ ترجمہ کتاب کی دوسری جلد کا ہے مکی

جلد کا ترجمہ فیملی الرمن نے کیا۔ برہد ترجمے 1939ء سے نقل شائع ہو چکے تھے۔ یہ ترجمہ 'The Return of She' کا

(حوالہ 4، 7)

ہے۔

1012۔ ریچالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: غرور حسن (جلد ایک 128۴)

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: لال برادر، سن

جاسری ناول: 14 جلدوں میں ہے۔ فی جلد ادب پر مشتمل ہے۔ 'Beauty And Pleasure' کا ترجمہ۔ اس ترجمے کو ایشیا

بک ڈپ لاہور نے 1942ء میں شائع کیا تھا۔ لال برادر والا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 2، 4، 7)

1013۔ ریچالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فساتہ الدین و لیلیٰ

ترجمہ: امیر حسین کاکوردی، علی

کھنڈ: نوکلکھور، طبع اڈل: 1918ء

مس: 952

ناول: 'Star of Magreia' کا ترجمہ۔ دوسری بار نوکلکھور نے 1925ء میں شائع کیا۔ یہی ترجمہ لال برادر لاہور

نے 637 صفحات میں شائع کیا۔ ایک اور ایڈیشن 1929ء میں شائع کیا۔ ناول میں دو ذبح اور

بہشت کی خوشگلی کی گئی ہے جو قبولیت کا سبب بنی۔

(حوالہ 1، 2)

1014۔ ریچالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فساتہ حسرت و وصل

ترجمہ: امیر حسین کاکوردی، علی

کھنڈ: نوکلکھور پریس،

(حوالہ 14، 16)

اسراری ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1015۔ ریچالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فساتہ سوزن عشق

ترجمہ: امیر حسین کاکوردی، علی

کھنڈ: نوکلکھور پریس،

(حوالہ 14، 18)

اسراری ناول: مسطرس کا ترجمہ۔

1016۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فسانہ سوزن عشق

ترجمہ: چنڈت شمر ناتھ

ناول: ہوش پرستوں کی دست درازیں اور لرزب کار ہیں سے متعلق۔ ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔ (حوالہ 4)

1017۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فسانہ لارنس دوتھ (2 جلدیں)

ترجمہ: امیر حسن کاکوردی، فنی

تھمب: (لکھنؤ، 1927ء)

مس: 1220

ناول: اسراوی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 2-1)

1018۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فسانہ لندن (جلد اول)

ترجمہ: ظفر علی خان، مولانا

علی گڑھ: یک داغ مدرسہ العلوم، س۔ ن

مس: 434

ناول: مشہور زمانہ اسراوی ناول کی جلد اول کا ترجمہ پہلی بار ”دکن ریج“ حیدر آباد دکن میں شائع ہوا۔

’Mysteries of London‘ کا ترجمہ۔ اس ناول کا ترجمہ حیرت آمیز فیروز پوری نے بھی کیا تھا۔ دونوں ترجمے 1925ء سے قبل شائع ہوئے۔ (2-1)

1019۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فسانہ لندن (8 جلدوں میں)

ترجمہ: حیرت آمیز فیروز پوری

لاہور: نال برادرز، جلد اول: 1924ء

جاسوسی ناول: جلد اول 1924ء میں شائع ہوئی جبکہ دیگر 7 جلدیں 1925ء میں طبع ہوئیں۔ ’Mysteries of London‘ کا یہ ترجمہ نرائی دست سنگھ لاہور نے بھی شائع کیا۔ اس کا تیسرا ایڈیشن انڈیا، یک داغ لاہور نے 1927ء میں شائع کیا۔

(حوالہ 2-10-7-11)

1020۔ ریٹالڈس، چارچ ولیم۔ ایم: فسانہ لندن (10 جلدیں)

ترجمہ: حیرت آمیز فیروز پوری

لاہور: نرائی دست سنگھ ایڈمنسٹریٹو، س۔ ن

مس: 1700

ناول: سلسلہ ناول: 17 حصے، چار جلدوں میں۔ سلسلہ ناول: 25 حصے، چھ جلدوں میں ’Mysteries of London‘ کا ترجمہ۔ یہی ترجمہ 13 جلدوں میں بھی دستیاب تھا۔ (حوالہ 2-1)

1021۔ ریٹائڈس، چارج ولیم۔ ایم، فریب حسن

ترجمہ: امیر حسن کاکوروی، علی

گھنٹی، ٹارک اپیکس، 1929ء

ناول: ہدکاری کے زہریلے پتلی ناول "ٹاسٹ" کا ترجمہ۔ (صفحہ 2:1)

1022۔ ریٹائڈس، چارج ولیم۔ ایم، فریب حسن

ترجمہ: اکبر حسین، طلحہ

ناول: آٹو اور پکریا کی محبت کی داستان "ٹاسٹ" کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ اس ناول کا ایک ترجمہ امیر

حسین کاکوروی نے بھی کیا تھا جو "رسالہ نگار" نے 1929ء میں شائع کیا۔ (صفحہ 2:4)

1023۔ ریٹائڈس، چارج ولیم۔ ایم، قدیم لندن کے اسرار (دو جلدیں)

ترجمہ: بی۔ بی۔

لاہور: پبلشرز، 1923ء

ناول: (صفحہ 7)

1024۔ ریٹائڈس، چارج ولیم۔ ایم، گروڈی آفاق (سات جلدیں)

ترجمہ: حیرت نامہ پرواز پوری

لاہور: فرانسیسی سٹیٹس، بی۔ بی۔

مس جلد اول: 508

مس جلد دوم: 481

مس جلد چہارم: 478

مس جلد پنجم: 432

مس جلد ششم: 438

مس جلد ہفتم: 472

ناول: "بوز" و "ٹاسٹ" کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ پہلی بار لالہ پرواز نے شائع کیا۔ (صفحہ 2:11)

1025۔ ریٹائڈس، چارج ولیم، ایم، لیبج فریک

ترجمہ: رام فرانک

لاہور: نالی پراورس

مس: 724

1026۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: مارگریٹ

ترجمہ: مرزا جاسہائے ملٹی

ناول: لائل مراد،

صفحہ: 148

اسرائی ناول: انگریزی سے اسی نام کے ناول کا ترجمہ۔ امیر حسین اور بے زانیہ دہا کے دیگر دو تراجم بھی ملتے ہیں۔

(جلد 14)

1027۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: مارگریٹ

ترجمہ: امیر حسین کا کوڑی، ملٹی

تھکس: نوکلور پریس،

اسرائی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ بے زانیہ دہا اور مرزا جاسہائے کے دو ترجمے بھی ملتے ہیں۔

1028۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: مارگریٹ

ترجمہ: بے زانیہ دہا،

ناول: اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کی دھوکہ دی۔ چپ کا آخری فیصلہ اور حق کا انہام۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

ملٹی امیر حسین اور ملٹی مرزا جاسہائے کے دیگر دو تراجم بھی ملتے ہیں جو اسی نام سے کئے گئے تھے۔ (جلد 4)

1029۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: محبوب محترم یا پاپ جان

ترجمہ: نظیر حسین قادوقی

میداد آباد وکن: نام مطبع عماد

(جلد 8)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1030۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: مسٹرین آف لندن

ترجمہ: سکندر لائل شرر، ملٹی

نام مطبع عماد

ناول: 'Mysteries of London' کا مکمل ترجمہ۔ شرر کے علاوہ مکمل ترجمہ صرف حیدر رام فیروز پوری نے کیا تھا۔

(جلد 20-1)

1031۔ ریٹائٹس، جارج ولیم۔ ایم: نظارہ پرستان (12 جلدوں میں)

ترجمہ: حیدر رام فیروز پوری

لاہور: لال برادری۔ 1924ء

ناول: 25 اجاب پر مشتمل ناول 12 جلدوں میں شائع ہوا۔ پہلی جلدیں 1924ء اور آخری جلدیں 1926ء میں شائع ہوئیں۔ ’مسٹر جے آف دی کوٹ آف لندن‘ کا ترجمہ۔ ایشیا پک (ایم لاہور) نے 1940ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن 3 جلدوں میں شائع کیا۔

1032۔ ریچلڈس، چارلس ولیم۔ ایم: نیرنگ

ترجمہ: امیر شاہ کھوسو، سندھ

لاہور: لال برادری

اسرائی ناول: ’مغربین‘ کا ترجمہ (حوالہ: 13-18)

1033۔ ریچلڈس، چارلس ولیم۔ ایم: دلائی پرستان (دوسرا حصہ)

ترجمہ: فہم کھوسو

ناول: ’مسٹر جے آف دی کوٹ آف لندن‘ کے دوسرے حصے کا ترجمہ، 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

1034۔ ریچلڈس، چارلس ولیم۔ ایم: دلائی پرستان (تیسرا حصہ)

ترجمہ: عطیہ علی مسرت

ناول: ’مسٹر جے آف دی کوٹ آف لندن‘ کے تیسرے حصے کا ترجمہ، 1938ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

1035۔ ریچلڈس، چارلس ولیم۔ ایم: وینیز ویسٹا

ترجمہ: امیر حسین کاکوردی، ملٹی

لاہور: لال برادری

اسرائی ناول: ’وینیز وی ویرولف‘ کا ترجمہ۔ (حوالہ: 13-18)

1036۔ رے ٹارٹ، میری ماڈرس: خونی چکر

ترجمہ: خیر محمد رام فیروز پوری

لاہور: زمانہ دت سبگل، س۔ ن

جاسوسی ناول: ’میسٹر کرکس‘ کا ترجمہ۔ پراسرار مکان کا بیان۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ ایک ترجمہ ’بھٹل لٹریچر‘

سمیٹی، دہلی نے بھی شائع کیا۔ (حوالہ: 2-4، 7)

1037۔ اردشہ اعظم کا رومان

ترجمہ: امیر علی شاہ، سندھ

لاہور: عالمگیر پک (ایم لاہور) 1941ء

ناول: (حوالہ: 7)

- ترجمہ: ایم۔ بے عالم
 مکتبہ: نسیم بک ڈپ۔ لاٹوش روڈ، 1985ء
 مں: 368
 ناول: طریقہ کے لحاظات سے متعلق 20 ابواب پر مشتمل امراسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9)
 1039 - زولاء

- ترجمہ: ایم۔ بے عالم
 الہ آباد: نیر اورل پبلشرز، ٹھاس کتہ، سن۔
 مں: 287
 ناول: قیصر خیر امراسی ناول کا ترجمہ۔ (حوالہ: 11-9)
 1040 - زولاء، ایماں: نیکی راتیں
 ترجمہ: محمود چاندھری
 دہلی: رسالہ بیسویں صدی، 1981ء
 مں: 168
 ناول: فرانسیسی ناول کا ترجمہ۔ (حوالہ: 8)

1041 - زولاء، ایماں: ۱۱۱

- ترجمہ: محبوب اللہ حبیب
 الہ آباد: نیا ادارہ، سن۔
 مں: 224
 ناول: مشہور ہندو ناول۔ ایک طوائف کی داستانِ حیات۔ ایماں زولاء کے اہم ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔ ادب میں "زولاءیت" کی اصطلاح اسی ناول سے چلی۔ ناول، لطیف نگاری کا شاہکار ہے۔ (حوالہ: 9)

1042 - زولاء، ایماں: ۱۱۱

- ترجمہ: سن۔
 لاہور: شیخ صفی اللہ حسن، ایم ٹی بی پبلشرز، لاہور، 1958ء
 ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی صرفت ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ محبوب اللہ حبیب نے نیا ادارہ الہ آباد کے لئے کیا ہے۔
 ایماں زولاء، سن۔، ناشر: شیخ صفی اللہ حسن، 12 گھبرگ روڈ لاہور، 1958ء، ۱۱۱۔ ناول مول لکنت: ایم ٹی بی پبلشرز، لاہور، 1958ء، ۱۱۱۔

چمک جتا لاہور۔ اس کتاب پر محترم کا نام نہیں دیا گیا۔ احتیاطاً پریس لاہور سے شائع ہونے والی یہ کتاب 'ناناں' کا اجمالی مجموعہ ترہم ہے۔ محترم نے ترہم کرتے وقت آغا شکر کے عہد کی یاد تازہ کر دی ہے۔ کتاب میں اپنی طرف سے شامل کردہ روایتی اشعار نے اس تحریک کو اور زیادہ پرجوش اور پرجوا بنا دیا ہے۔ اس نوع کی ایک مثال صفحہ 24 پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ دوسرے ایکٹ کی ابتداء اس مصرع سے ہوتی ہے۔

صورت وہ زوردار ہے کہ دیکھا کرے کوئی

کتاب میں محترم اردو زبان سے اپنی نادر اہمیت کا اعلان جگہ جگہ کرتا ہے صفحہ 43 پر 'خواتین' کی جگہ 'خاتونوں' لکھا گیا ہے اور یہی صورت صفحہ 44 پر بھی دیکھتے ہیں آتی ہے۔

ناول کے پہلے باب میں ناناں پہلی بار آنکھ پر آتی ہے۔ عرطاردہ برس کی 'نور لاسا' جسم کسا ہوا۔ ہل نکولے، سفید براق لباس زیب تن کئے وہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی آواز سپاٹ اور مینجی اور گاتے ہوئے وہ اپنے بدن کو مستانہ وار جھینٹ دیتی تھی۔ پہلی نظر میں تو لوگوں نے اسے اپنی قوتِ طاقت کے مطابق نہیں پایا اور بعض ناخوش افراد نے فقرے بھی کئے لیکن میں اسی لمحے وہ لوگوں کے دل میں گھر گئی کر گئی۔ پھر اس نے یگانہ سر کو پیچھے کی طرف ہٹا کر اپنی چھاتیوں کی نمائش کی اور اپنے گھبرے دار لباس کو ایک لمحے کے لئے اوپر اٹھا دیا جس سے اس کی سٹیل سفید اور گول گلی ہوئی رانوں کی نمائش بھی ہو گئی۔ لوگ پاگل ہو گئے اور ناناں کا جامہ بدل گیا۔ اس وقت تک نال (ناناں کا محبوب) گھبرا پھا گھبرا پھا پھر ربا تھا کہ نہ جانے ناناں کا سیلاب ہو یا ناکام۔ اب سید بھلا کر لوگوں سے مبارک باد وصول کرنے لگا۔

تیسرے باب کے شروع میں ناناں اپنے بدن پر صرف مہینے طرز کا ٹکڑا لپیٹے (جو اس کی رانوں اور ابھری ہوئی چھاتیوں اور چوڑے کولہوں کی نمائش میں معاون بنتا ہے) آنکھ پر ظاہر ہوتی ہے اور لوگ تالیاں بجا بھی بھول جاتے ہیں۔

یہاں سے 'ناناں' کی کامیابی کا آغاز ہوتا ہے۔

یہ کامیابی 'ناناں' نے نہ صرف ناول میں کردارِ سچ پر حاصل کی بلکہ مغربی مغفوروں کو نئے ذہنی تنگ کی ایک نئی راہ بھی سمجھا گئی۔ یہ ترہم کلکتہ پبلس، لاہور نے بھی 2006ء میں شائع کر دیا ہے۔

1043۔ زولاء ایماگل: دل ہی تو ہے

ترجمہ: منظور چاندھری

دلی: کتبہ شاہراہ، س۔ ن

ص: 125

ناول: 'تھریس' کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ناول میں زوال پذیر فراموشی معاشرے کی عکاسی کی گئی

ترجمہ: حسن رضوی، سندھ

کراچی: سندھ ایڈیٹنگ سہیل راول کراچی، 1980ء

ناول: 19 ویں صدی کے فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حصہ 2، 10، 11)

ایماکی ناول کی شہرت کا آغاز "قمریہ" کے انگریزی ترجموں کے ساتھ ہوا جبکہ اس کے اولین مترجم اور پبلشر برطانوی میں نقش کتابیں ترجمہ کرنے اور پھیلانے کے اہرام میں مقدمہ چلا۔ اس سے ناول کو عالمگیر شہرت قوت ملی لیکن اس ناول کو دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ہمت ایک زمانے تک کسی نے نہ کی۔ 20 ویں صدی میں 19 ویں صدی کا یہ ناول نگار چند عظیم ناموں میں سے ایک ہے۔ ذوالا نے فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبے میں آنکھ کھولی، اس کا باپ پولیٹ کا تھا اور ماں فرانسیسی۔ بچوں کے ایک اشتیاقی ادارے میں ملازمت کے بعد ذوالا نے میں ناول لکھے، جن میں "قمریہ" سب سے نمایاں ہے۔ اسے فطرت نگاری کا شاہکار کہنا چاہیے۔

ناول کی ہیروئن قمریہ، ایک بے باک خاتون کی ماگن، مادام راکوئین کی بیوہ ہے اور اس کا شوہر کلیس سدا کا چار۔ قمریہ، مادام راکوئین کے بھائی کلیس راکوئین کی بیوی تھی۔ بچپن میں اس کی ماں مر گئی اور باپ اسے مادام راکوئین کے سپرد کر کے کہیں کھو گیا۔ کلیس اور قمریہ ایک ہی گھر میں، ایک ہی بستر پر سو کر جوان ہوئے تھے لیکن کلیس سدا کا بیٹا تھا۔ وہ اسے پسند کرتا تھا جس طرح اپنی ماں کو دیتا تھا۔ تھے سے صحت ملاحظہ ہو:

"تین سال اسی یکسانیت سے گزر گئے۔ کلیس اپنے دفتر سے کبھی غیر حاضر نہیں ہوا، اس کی ماں اور قمریہ نے مشکل ہی سے زبان کو پھولا اور سلیں، چار کی اور خفاک سکوت میں گھری ہوئی قمریہ نے سوچا کہ زندگی اس کے لئے ایک سناں صحرا کی طرح بکلی ہوئی ہے، جس کی ہر جگہ اس کے لئے ایک بے کیف اور سناں دن اور ہر رات ایک سرد بستر لے کر آتی ہے۔"

اس کے بعد کہانی اس جیسے جیسے ماحول میں رہتی جاتی ہے۔ قمریہ کی زندگی میں حادثات، بہار کا ایک بھولنا بن کر آتا ہے۔ ظاہر ہے ان حالات میں ان کا تعلق ناگزیر اور فطری امر تھا۔

قمریہ نے لارنٹ کے ساتھ دوستانہ محبت کی اور اس محبت میں اپنے شوہر کو کھو بیٹھی۔ لیکن لارنٹ کے جرم نے محبت کو دھشت میں بدل دیا اور کلیس کے قتل کے بعد وہ دونوں خطرناک دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ باغ و بانہ لپکے۔

ناول میں کلیس کے قتل کے ساتھ ہی قمریہ اور لارنٹ کی مصافحہ اور بھانٹا بھانٹ کا خاتمہ ہو گیا۔

اس کتاب کے مترجم کا تعلق کراچی سے تھا۔ لاہور کے حسن رضوی سے محفل نام کی مطابقت ہے۔ مجدد ترجمہ ہے۔

1045۔ زیڈ، سٹیلٹن: ذوالع آخر

ترجمہ: محمد جمیل احمد

دہلی: رائل انڈیا پبلیکیشن کمپنی، لاہور بازار، 1960ء

صفحہ: 94

ناول: جرمن ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ایک خاتون کا طویل خط اپنے محبوب کے نام جس کے سامنے اس کا
 اکلوتا بچہ مردہ حالت میں پڑا ہے۔
 (عوار: 5)

1046۔ زہرہ الخلا

ترجمہ: جیو تو رام فیروز پوری
 لاہور: نوائے دست سہگل، 1943ء
 ہاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔
 (عوار: 7)

1047۔ مادھوی کینیا

ترجمہ: رکھوچی سہائے فراق گورکھپوری
 لاہور: ساجیہ کابھون۔ مہاتما گاندھی، رگ، 1966ء
 م: 229
 ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اکلوتہ بچہ کو نہیں معلوم کہ مشہور ناول گوشت فراق گورکھپوری نے اس ناول کا ترجمہ ہی
 کیا تھا۔
 (عوار: 8)

1048۔ سائی:

ترجمہ: آتش گورنوالہ
 لاہور: نوائے دست سہگل، 1941ء
 ہاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔
 (عوار: 9)

1049۔ ساگاں، فرانسوا: رنگ بھرے ناول

ترجمہ: ستار طاہر
 لاہور: خاتون سیر: رائلز بک کلب چٹہ جڑ پارک، 1975ء
 ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
 (عوار: 10)

1050۔ ساگاں، فرانسوا: رنگ بھرے ناول (ناولٹ) خاتون سیر: 15، دسمبر 1974ء

مترجمہ: عائشہ احمد، ترجمہ: جمیل بانجی

ترجمہ سے نمونہ:

جب دوسرے لوگ دانیس آئے تو انہوں نے ان دونوں کو بیت پر لٹے ہوئے پایا۔ جی کا سر ٹپکن کے کندھے پر تھا اور
 وہ بڑے جوش و خروش سے کتابوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ کچھ ہی خالی گھنٹوں کے آس پاس نگرے
 ہوئے تھے۔ یہ اڑان کھیلنے نے خاموش گاہکوں کے ساتھ اپنی جی کو ان نگرے ہوئے گاہکوں کی طرف متوجہ کیا۔

ایک کھیل، ایک وقت، ایک جہاز، اور بد صورت صورت تھی، جو جہاز کو پسند کرتی تھی۔ جب کہ اس کے شوہر کو اکلین پسند تھا۔ ہوا کے
ایک اپنی وفات کے بل بوتے پر جاتی تھی کہ اس کا شوہر کھیل دل ہی دل میں جہاز سے تعلق رکھتا ہے۔
(دوسرے باب کا اطلاق ص 5 سے لے کر)

1051۔ سائنس، فیلکسن: پامس

ترجمہ: عابد الرحمن ڈار

لاہور: مکتبہ اردو سرنگر روڈ، 1952ء

تاریخ: انگریزی سے Bomb کا ترجمہ۔

(حصہ 2: 10-11)

1052۔ ساؤتنگ: زندگی کی لہر

ترجمہ: محمد ظیف

دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ، 1952ء

ص: 242

تاریخ: چینی ناول کے انگریزی روپ Moving Force کا ترجمہ جو دس ابواب پر مشتمل ہے۔ ناول میں شمال مشرقی

(حصہ 2: 10-11)

مجموعہ کے حروفوں کی زندگی کی لہر ہے۔

ساؤتنگ کا سانچ اس طاقتور اور ہمہ گیر روح کی بیداری کا مظہر ہے جو آج کل مشرق میں ہر جگہ بڑھنے لگا ہے۔ یہ روح
بیداری زندگی کی لہر ہے۔

ساؤتنگ کا یہ ناول شمال مشرقی مجموعہ کے حروفوں کی اس جدوجہد کے گراں گھوٹا ہے جو وہ کردار پھیل کے نکل کر کی فتح بہت
مشینوں کو بھیجی حالت میں لانے کے لئے کرتے ہیں۔ ان مشینوں کو پہلے جاپانیوں نے جاد کیا تھا پھر کامن ٹانگ کی حکومت نے بگاڑا
تجربہ آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حرکت میں لانے کی جدوجہد جاری تھی۔

1053۔ سلیمن، مکی: پانچواں لکھ

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: "کاسرین میرج" کتاب گھر، اقبال روڈ، جنوری 1981ء

ص: 168

جاسوسی ناول: The Jury کا ترجمہ۔

(حصہ 18)

1054۔ ستاں وال: سرخ و سیاہ

ترجمہ: محمد حسن عسکری

لاہور: الہیاء چنگ انارکلی: سوہرا آرٹ پریس، 1962ء

ناول: فرانسیسی زبان کے ناول "The Scarlet & Black" کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ فرانسیسی ناول نگار De Stendhal دنیا کے عظیم ناول نگاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔
(حوالہ 11، 2، 10)

انیسویں صدی میں فرانس نے جیسی عظیم ناول نگار پیدا کیے: (1) ستیاں وال (2) بالزاک اور (3) گستاخا تیز ستیاں وال کے ناول "سرمخ و سیاہ" بالزاک کے ناول "بڈھا گرج" اور فلاوینز کے ناول "بادام بھاری" کی عظمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ اردو زبان و ادب کی خوش نصیبی ہے کہ اردو میں تینوں ناولوں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ "سرمخ و سیاہ" اور "بادام بھاری" کے ترجمے اردو کے ممتاز ناول اور فرانسیسی ادب کے رسیا محسن عسکری نے کیے، جبکہ "بڈھا گرج" کا ترجمہ بھی انہی کے اہلکار اور انہی کی نگرانی میں ان کی ایک شاگردہ جمیم بھائی نے کیا ہے۔ نیز محسن عسکری کی بدولت اردو میں امریکہ کے عظیم ناول نگار ہرمن میلون کے ناول "موتی ڈک" اور انگلستان کے ممتاز ناول نگار اشرورڈ اینڈرسن کے ناول "Good Bye to Berlin" کا ترجمہ بھی اردو میں ہو چکا ہے۔ "آخری سلام" کے عنوان سے۔
پروفیسر نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

اردو تنقید، خصوصاً محسن عسکری کی تنقید میں اسکا دل کے ذکر خیر کے باوجود اردو ادب کے قارئین نے تو اسکا دل سے باتیں ہو چکے ہیں اور نہ اس کے ناول "سرمخ و سیاہ" سے جس کا ایک نام سبب بنا ہے یہ کہ اردو ادب میں اسکا دل کو تنقید سے حراف کرانے کی کوئی سنجیدہ کوشش آج تک نہیں ہوئی۔ اردو ادب کے قارئین کو "سرمخ و سیاہ" جیسا عظیم ناول تو فراہم کر دیا گیا لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ اس ناول کی اہمیت اور عظمت کا راز کیا ہے۔ ناول اور ناول نگار کے درمیان تعلق کی نوعیت کیا ہے اور انیسویں صدی کا یہ ناول بیسویں صدی کے لئے کیا معنویت رکھتا ہے۔

اسکا دل کو سرسٹ نام نے دنیا کے دل کے دل کے ناول نگاروں میں شمار کیا ہے۔ اس کا اصل نام بیری ہنڈے (Henri Bayle) تھا مگر وہ اسکا دل کے قلم سے مشہور ہوا۔ وہ 1783ء میں گرینبل (Grenoble) میں پیدا ہوا تھا۔ وہ ایک خوش حال باپ کا بیٹا تھا جو اپنے شہر کا وکیل اور ممتاز آدمی تھا۔ اسکا دل ابھی سات سال کا تھا کہ اس کی بی بی جو ایک ممتاز اور مہذب ڈانکرز کی بیٹی تھی مر گئی۔ اس کی وفات کے بعد اس کی پردش اور پر داشت اس کے باپ اور اس کی خالہ نے کی۔ باپ ایک شہین اور حریف آدمی تھا۔ خالہ خستہ گیر اور محارت گزارہ کرتی تھی۔ اسکا دل دونوں سے نفرت کرتا تھا، فرنگیوں میں جو خضیات اس کے دل میں پیدا ہو گئے وہ زندگی بھر قائم رہے۔ اسے اپنے اساتیلق سے بھی نفرت تھی جو ایک پادری تھا۔ وہ بھی اس بات پر یقین نہ کر سکا کہ یہی آدمی خلیص بھی ہو سکتا ہے۔ اسے عوام سے محبت تھی، اور عوام پر رحم کرنے والوں سے وہ بھلا تھا لیکن عوام کے ساتھ زندگی بسر کرنا اس کے لئے نہایت اذیت ناک تھا۔ اس نے ایک بکھٹا ہے کہ میں عوام کی خوشی کے لئے سب کچھ کرنے کو چاہوں لیکن میں دکانداروں کے ساتھ رہنے پر اس بات کو ترجیح دوں گا کہ میں ہر مینے وہ بھتہ چیل میں گزار لوں۔ اس کے حالات اور خصوصیات دلچسپی سے غالی نہیں لیکن وقت کی کمی کے باعث اس کا بیان ممکن نہیں۔

سرسٹ نام نے کہا ہے کہ اسکا دل پیشہ و روپیہ نہیں تھا۔ اسے ادنیٰ بھی کہنا مشکل ہے لیکن وہ مسلسل کھتا رہتا تھا۔ اس نے 43 سال کی عمر میں اپنا پہلا ناول لکھا۔ زندگی کے لیب و فراز کے باتوں اس نے طبع طرح طرح کے

مغربیات کا سامنا کیا۔ وہ بڑے تحریکات کے زمانے میں پیدا ہوا تھا۔ اسے ہر طرح اور ہر قسم کے لوگوں سے ملنے کے مواقع میسر آئے۔

پیدائشی فطرت کے بارے میں اس کا طم بہت وسیع تھا۔ وہ خود بڑی خوبیوں اور غائبیوں کا انسان تھا۔ اس کی شخصیت کا مطالعہ کرتے وقت حیرت ہوتی ہے کہ اتنی متضاد خصوصیات ایک شخص کے اندر یکجا جمع ہو گئیں۔ 1842ء میں جب ویرجیا میں اس کا انتقال ہوا تو ویرجیا کے صرف دو اخباروں میں اس کے مرنے کی خبر شائع ہوئی۔ ایسا لگتا تھا کہ اسے باہل بھلا دیا جائے گا۔ لیکن خود اسکا دال کو اس بات میں کبھی شبہ نہیں رہا کہ اس کی تصانیف زندہ رہیں گی البتہ اُسے یہ امکان ضرور تھا کہ اس کے قدرداداں دم میں پیدا ہوں گے۔ وہ 1880ء تک 1900ء تک اپنے قدردادلوں کے انتظار کے لئے تیار تھا۔ اسکا دال نے وہ ناول لکھے۔ دلوں میں "سرخ و سیاہ" ہوتا ہے۔ "سرخ و سیاہ" کو ویرجیا نظر رکھتے ہوئے ڈولانے اسکا دال کو فطرت نگاری Naturalism کے اسکول کا بانی قرار دیا ہے۔

سرسٹ قائم کرتا ہے کہ اسکا دال کو دوسروں سے اپنی دلچسپی دینی چاہی کہ اپنے آپ سے تھی۔ اسی لئے وہ اپنے ناولوں کا ہیرو خود ہے۔ "سرخ و سیاہ" کا ہیرو ڈولیاں سول اس قسم کا آدمی ہے جیسا کہ اسکا دال خود دیکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے ڈولیاں کو محرومی کے لئے باعث کشش بنایا اور اسے ان کی محبت حاصل کرنے میں کامیاب ظاہر کیا جیسا کہ وہ خود اس کا سہیلی کے لئے سب کچھ کر سکتا تھا مگر وہ شاذ و نادر ہی کامیاب رہا۔ اس نے ڈولیاں کو ان طریقوں سے اپنے مقاصد حاصل کرتے ہوئے دکھایا جو اس نے خود اپنے معاملے میں اختیار کئے تھے اور ہر طریقے ایسے ناکام رہے۔ اس نے ڈولیاں کو اپنے جیسا خوش گھنبر اور غریب اعلیٰ دکھایا۔ اسے اپنے جیسا حیرت انگیز ماحول، اپنی سی ہمت، اپنی سی بزدلی، اپنی سی صابیت، اپنی سی خوفزدگی، اپنی سی اخلاقی بے لگائی، اپنی سی انسان فراموشی کا تجربہ دیا۔ سب سے خوشگوار صفت جو اسکا دال نے ڈولیاں کو دی اور جو خود اس میں پائی جاتی تھی وہ یہ ہے کہ جب ڈولیاں کسی کو بے غرض اور مہربان پاتا ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس کی زندگی کے حالات مختلف ہوتے تو وہ اتنا کینہ اور تکلیف نہ ہوتا۔

کہا جاتا ہے کہ اسکا دال کے اعداد اپنے ذہن سے کہانی ایجاد کرنے کی صلاحیت تھی۔ چنانچہ اس نے "سرخ و سیاہ" کا پلاٹ ایک ایسے مقدمے کی اختیاری دہریت سے اخذ کر لیا تھا جو اس کے زمانے میں بڑی دلچسپی کا باعث بنا ہوا تھا۔ یہ ناول 1829ء میں لکھا گیا اور 1830ء میں شائع ہوا۔ اسکا دال نے اس ناول کا ایک اولیٰ عنوان "1830ء کا روزنامہ" رکھا تھا۔ یہ ناول سیاسی اور معاشرتی جھڑپ کا بھی حامل ہے۔ پورپ میں رومانیت اور حقیقت نگاری کی جو تقریبیں چل رہی تھیں اسکا دال کی ذہانت ان دونوں دھاروں کا سنگم تھی۔ "سرخ و سیاہ" فرانسیسی رومانیت کے دور عروج میں شائع ہوا تھا۔ اسکا دال کے رومانی میلانیت یہ ہیں۔ معاشرے اور اس کے نصب العین سے ہٹاوت کرنے والے برتر فرد کا مسلک، انفرادیت، ہیروئیکی ذات میں اپنی مثالی تصویر پیش کرنا جس میں ایک بنیادی داخلیت موجود ہو، ان حساس اور پرہیز رجحانوں کی مصوری جو سرست کی تلاش میں ہیں۔ یہ تو ہوئی انیسویں صدی کی رومانیت۔ اسی کے ساتھ آپ اس ناول میں مزہبی صدی کی حقیقت، انفرادی صدی کی تجزیہ اور انیسویں صدی کی حقیقت نگاری اور فطرت نگاری بھی دیکھیں گے۔

("اردو ادب میں مالی ادب کے تراجم"، 1988ء، ص 62-68)

ایسا پایاؤ نے کیا تھا کہ ’سرخ و سیاہ میں نثر نگاری کا مزہ شاعری سے بلند ہے۔‘ جبکہ بقول مظفر علی ستیہ: ”پوری ادب کا تعارف کرانے کے لئے اس پائے کا اس سے بجز ہول موجود نہیں۔“

ایسا کیوں ہے؟ اس کا جواب ڈاکٹر عہادت بریلوی نے یوں دیا تھا: ”سرخ و سیاہ ایک چٹا پھرتا آئینہ ہے جس میں استخوانِ دال اور فرائضِ ہادی تفصیل کے ساتھ بے نقاب ہے۔ حرسے کی بات یہ ہے کہ ’Slendhal‘ ایک قلمی کا نام تھا جسے اس نے قلمی نام کے طور پر رکھا۔

استخوانِ دال کے نام اور کام سے اردو حلقہ اسی ترجمہ کی معرفت متعارف ہوا ہے۔ جب کہ سرسٹ امام نے استخوانِ دال کا شمار دنیا کے دس عظیم ہول نگاروں میں کیا تھا۔ اس کی ساری شہرت انتقال کے بعد ہوئی جب دال نے اسے لطیف نگاری کے اسکول کا بانی اور آئندے کے شہساز کے طور پر تعریفی ہول کا مسجہد قرار دیا۔ اس پر بولیں اہم مضمون فرانسیسی ناقد ملین (Taine) نے لکھا۔

سرخ و سیاہ میں رواں ساری شعور اور کردار نگاری کا وعدہ اردو نگاروں کی ادب کی یاد دلا رہا ہے۔ جبکہ اسلوبیاتی سطح پر ہول محمد حسن عسکری:

”استخوانِ دال جذبات کا تجزیہ فکر محض کی زبان میں کرتا ہے۔“

(بحوالہ مضمون: ’مگر تھکے سے لاکھ، اچھانے مال‘ چہ مضمون، جلد دوم، بارہاں ص ۱۶۶)

اس کے معنی یہ ہونے کہ جذبات کے بیان میں بھی جذباتی زبان استعمال نہیں ہوتی اور فکر محض کی زبان برتی جاتی ہے۔ البتہ اس نوع کے مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے کہ مترجم بھی وہی لہجہ و قرار رکھے، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اردو میں ایسا ممکن ہے؟ یقیناً بہت مشکل، اس لئے کہ اسکاٹ موگرنی جیسا بڑا مترجم بھی انگریزی زبان کی بڑی اسلوبیاتی روایت سے مسلح ہونے کے باوجود استخوانِ دال کے معاملے میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔

’سرخ و سیاہ‘ کو ترجمہ کرتے وقت محمد حسن عسکری نے اسکاٹ موگرنی کے انگریزی ترجمہ کو ساتھ رکھا، لیکن مشکل ویسی کی ویسی رہی۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری تھا کہ محمد حسن عسکری نیا اسلوب بیان وضع کرنے کی کوشش کرتے لیکن اس کا جواب محمد حسن عسکری نے یہ دیا کہ:

”اگر میں اس کے لئے کوئی نیا اسلوب بنانے کی کوشش کرتا تو اس پر تھا کہ اردو کے نقاد پوچھیں گے، یہ دال ہے یا حلال۔ مرنے کیا نہ کرتا۔ استخوانِ دال کی روح سے معافی مانگ کر اس کی تنگ مہارت کو تھوڑا سا جذباتی رنگ دے دیا۔“ لیکن یہ کام بھی محمد حسن عسکری ہی کر سکتے تھے کہ فکر محض کی زبان کو جذباتی رنگ دیا جائے، اور ترجمہ مشکل بخیر کی حدود میں داخل نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں عسکری صاحب کی فرانسیسی اسالیب سے براہ راست واقفیت نے انہیں فائدہ پہنچایا۔

ایک مثال دیکھتے ہیں:

”اس نے خواہل ظاہر کی کہ لکھ بادام دال لڑکی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بخشا جائے۔ وہ سگند کر رہی تھی۔ اس

لئے ڈولہاں کو اپنے کمرے میں نہ جانکا۔ اس کے سولی ڈولہاں کو کھانچ جانے کے منہم کا سگھرا دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔
بھریوں اور دالوں کے پاس پہلے، من نے آنکھوں میں آنسو لگا کر اپنے جوں کو ڈولہاں کے سامنے پیش کیا۔“
(ص 240 سے اقتباس)

خاکم ہے کہ اسٹاں دال اپنے ذہن سے کہانی ایجاد کرنے کی صلاحیت سے منکر محروم تھا، چنانچہ اس نے ”سمرٹ و سیاہ“ کا پلاٹ ایک مقدمے کی اختیاری رپورٹ سے اخذ کر لیا تھا۔ اس دال میں اسٹاں دال کی ذات و دماغ اور حقیقت نگاری کا حکم دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دال کے مرکزی کردار اطراویت پند، انتہائی حساس اور پر جوش آدمی ہیں۔ یہ تو ہوئی دماغی میلانات کی بات، لیکن ”سمرٹ و سیاہ“ میں 17 ویں صدی عیسوی کی عقلیت پسندی اور 19 ویں صدی کی حقیقت نگاری کا چلن ساتھ ساتھ ہے۔
ترجمہ سے دو ایک اقتباسات ملاحظہ ہوں:

1۔ میں بڑا خود پسند ہوں اور مجھے اکثر اس بات پر فخر ہوا ہے کہ میں ان لو جو ان دیریا جوں سے عطف ہوں لیکن اپنے تجربات سے میں نے یہ سیکھا ہے کہ فرق ہی سے غرور پیدا ہوتا ہے۔

(ص 324 سے اقتباس)

2۔ شے کی ذہنی قیمت کے سب سے گہرا ڈنڈے اور کراہت انگیز عناصر سے دست و گرہاں ہونے کے بعد چار نے کبھی کبھی کی ایسی بری محنت نہیں بدلتی ہوئی، جیسی رے نوروت میں داخل ہوتے وقت سو سے درہاں کی تھی۔
اس کے برخلاف اس کے بچے کبھی اس سے زیادہ سرور اور دل شاد نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ اتفاقاً دیکھ کر سوچو درہاں ہلاک تھا، جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں خود اپنے خاندان میں بھری حالت تو مدافعت کی سی ہے اس نے امداد داخل ہوتے ہوئے کہا۔

(ص 284 سے اقتباس)

اختر حسین رائے پوری کے مطابق عسکری صاحب کو فرانسیسی زبان پر عبور حاصل نہ تھا۔ خود پر ضرور تھی۔

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ عسکری صاحب نے سٹاں دال (De Stendhal) کے دال ”سمرٹ و سیاہ“ کا ترجمہ انگریزی سے کیا تھا، براہ راست فرانسیسی زبان سے نہیں۔ ”سمرٹ و سیاہ“ کو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے CK Scott Moncreff کے انگریزی ترسے ”The Red And The Black“ مطبوعہ The Modern Library، نیویارک، امریکہ طبع اول 1953ء، (کل صفحات 380) کو بنیاد بنایا۔ جبکہ اسی زمانے میں دریغ ذیل انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے تھے۔ بلکہ ہمید نہیں کہ سوائے کے لئے عسکری صاحب نے ان تراجم کو بھی دیکھا ہو:

1۔ ”The Red And The Black“ انگریزی ترجمہ از Charles Turgie

نظر ثانی: Phyllis La Forge، لگ بھگ 1952-53ء

2۔ ”Scarlet And Black“ انگریزی ترجمہ از Margaret R.B Shaw

مطبوعہ: ویننگٹن، برطانیہ طبع اول: 1953ء، (کل صفحات 511)

امریکی ناول نگار اور شاعر ہرمن میلویل (Herman Melville) کے ناول "Moby Dick" (طبع اول: 1851ء) کو فکٹری کے اردو میں ترجمہ کرنے کا سبب میلویل کی نظر و تخی، ناول کا موضوع اور کردار نگاری تھی۔ کارل یونگ نے اپنے مضمون "مکوب اور نفسیات" میں "مکوبی ڈاک" کو اس کی موضوعاتی رشتہ اور کردار کی سطح پر تحقیق تجزیہ نگاری کے سبب لٹریچر کی ایک کلاسیک کا درجہ دیا ہے۔

بہر طور اب اس بحث کا خاتمہ ہو چکا ہے کہ فکٹری صاحب نے "ایڈام ہاروی" اور "سرفراخ دیوانہ" کے تراجم براہ راست فرانسیسی سے کیے یا انگریزی سے۔ البتہ یہ مشہور تھا کہ فکٹری صاحب کو فرانسیسی زبان پر عبور حاصل ہے۔

1055۔ شوہر، چارچ۔ آن جنگل کی آگ

ترجمہ: چندرا

دہلی: انڈین یونیورسٹی پبلیشرز۔ کیمبریج میٹ، 1958ء

صفحہ: 208

ناول: امریکی ناول Fire کا ترجمہ۔ بجلی گرنے سے جنگل میں جو آگ لگی اور ہوا اُڑا اس پر قابو پا لیا گیا، اس کہانی کی بنیاد بنی۔

(حوالہ 3)

1058۔ سنوکر، برام: ڈرنیکولا

ترجمہ: غلام محمد انجم فیروز پوری

کراچی: اعلیٰ تعلیمی کونسل، اردو بازار

دارالحدیث: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ایلیٹن مسلم پبلیشنگ ایجنسی کراچی نے بھی شائع کیا ہے۔ (حوالہ 2، 10، 18)

بانی دار، امریکہ کی فلموں میں ڈرنیکولا طرز کے طوائف آشام بھوتوں کی کردار نگاری کی افسرہ مقبولیت کے سبب ان فلموں مغربی سینما اور ادبی حلقوں میں آئرلینڈ کا چہل نگار برام سنوکر (Bram Stoker) اور اس کا ناول "Dracula" (طبع اول: 26 مئی 1897ء) زیر بحث ہے۔

اکثر ناقدین اس بات پر متفق ہیں کہ برام سنوکر نے کاؤنٹ ڈرنیکولا کی کردار نگاری میں رد مانچ (15ویں صدی عیسوی) کے ایک حکمران ولیم امپائر سے اثر قبول کیا، جو ظلم اور بربریت میں لافانی تھا۔ لیکن ڈرنیکولا کی تخلیق میں جان پولی ڈوری کی تحریر کردہ کہانی "The Vampyre" (1819ء)، شیریلین لی فلیچ کی تحریر کردہ "Camilla" (1872ء)، اور لیلی جیرارڈ کے سفر نامہ "The Land Beyond The Forest" (نگہ جنگ 95-1890ء) کے حصے سے بھی اثر مل سکتا ہے۔

میرمنکل پرنسپل، نئے فاؤنڈیشن کی پروفیسر ڈیڑھ ٹوک برام سنوکر اور ڈرنیکولا پر تحقیقی کتاب "Reflections On Dracula" (1987ء) لکھنے کے حوالے سے اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح نے چنگاڑوں کے تھنکاتی ادارے خود لیا سے شائع ہونے والے خبرنامے "The Vampyre" (1998ء) میں لکھا ہے کہ: "ڈرنیکولا صرف سٹیکیا یا امریکہ کے دہلی اور جنوبی علاقہ جات میں ہی پائے جاتے ہیں۔ یہ خون آشام چنگاڑ بچتے جاتے اجسام کی ضرورت پر اپنے خون رسا دھاتوں سے وار کرتے ہیں اور بہت باطنی یوں پیچ پیچ جیسے آبی دودھ چاتی ہے۔ شاید اسی لئے دج بالائی کہانیوں اور لوگ داستانوں میں ایسے چنگاڑوں کا حوالہ دیتا ہے۔ دہلی اور جنوبی امریکہ کے خون خونی

آشام چگاڑوں کو کسی سویرے نکل آجین کے سناحوں نے "Vampire" کا نام دیا تھا۔" دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ خون آشام چگاڑا ہوتی اشیاء میں پائے جانے والے بے ضرر چگاڑوں سے جراثیم کے اعتبار سے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔

ہدلی "ڈریگولا" (1897ء) کی اشاعت کے بعد برام سٹوکر کا یہ عجیب الکلیقت چگاڑا لیا کر ہر اس وقت شہرت کی بلندیوں کو چھونے لگا جب اس ناول پر لکھی جانے والی جرمن زبان کی ایک فلم "Nosferatu" 1922ء میں ریلیز ہوئی۔ لیکن اس فلم میں چگاڑوں کی بجائے خون آشام چھوٹے کو دکھایا گیا تھا۔ 1931ء میں 20th Century Fox ہالی وڈ نے فلم "ڈریگولا" بنائی جس میں بڑا کوئی نے ڈریگولا کا مرکزی کردار ادا کرتے ہوئے جلی دار فظوکار چگاڑا کا بہروپ بھرا۔ اس کردار کا اٹھنا پھرتا ہے کہ جب چاہے طون آشام ہوتے ہیں جیسے اور جب چاہے فظوکار چگاڑا۔ یوں ڈریگولا کا کردار انسانی ذہن کے قدرتی دامنوں کی ممکن صورت ہے۔

1931ء میں بننے والی فلم "ڈریگولا" کے بعد سے ڈریگولائی کردار فلموں میں خاصے مقبول رہے ہیں اور حال ہی میں اس نوع کی کردار سازی وہ پادرو دیکھنے کو مل رہی ہے۔ خاص طور پر جب سے ہولڈ ہیوی ویٹ ریسلنگ ٹھیکہاں، ٹریلی انڈیا نے ڈریگولائی کردار ادا کیا ہے تو نوجوان نسل ڈریگولا سلیطے کی پرانی فلموں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ برام سٹوکر کا ناول "ڈریگولا" جیسٹ بک کی لسٹ سے بھی باہر نہیں رہا۔

بہت پہلے مارے ہاں غلام محمد انعام فیروز ہدلی نے برام سٹوکر کے ناول "ڈریگولا" اور "نکین پوش نازینا" کے مضامین سے اردو میں ترجمہ کیے تھے۔ ڈریگولا کا خالق برام سٹوکر 8 نومبر 1847ء کو کولترب، ڈین میں پیدا ہوا اور ایک نہ کبھی میں آنے والی بیماری کے سبب گنگ جھگ سات برس ستر ہی پر چڑا رہا۔ جب محدود ہوا تو ایک ازہد شریلا اور خود احتجاری سے عاری پچہ تھا۔ 1880ء میں اس نے فریڈک کالج، ڈین، آئرلینڈ میں داخلہ لیا تو اس کی دواں پتی کو دیکھے ہوئے اسے ملائیکل سوسائٹی کا صدر بنا دیا گیا جس سے د صرف اس کا شریلا پن ہا تا رہا بلکہ وہ بیکھرچ لئیرڈنی کا لیاں انتھلیٹ بھی بن گیا۔

1871ء میں بی۔ اے آنرز کا امتحان ریاضی جیسے خشک مضموں کے ساتھ پاس کرنے کے بعد اس نے آخہ برس ڈین کے شاہی قلعہ میں ملازمت کی۔ اس انتہائی عتلا اور مؤدبان خدمت گزار کی دوران وہ انسان نگاری کے ساتھ ساتھ شاہی قلعہ میں ملازمت کے طریق پر نوٹس لیتا رہا جو 1879ء میں "Duties of Clerks of Petty Sessions in Ireland" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ 1872ء میں اس کا پہلا افسانہ "The Crystal Cup" لندن سوسائٹی نے شائع کیا۔ 1875ء میں "The Chain of Destiny" کے عنوان سے اس نے پار افسانہ میں ایک ڈراما تصنیف کیا۔ اس کے بعد وہ پانچ برس تک "Evening Mail" ڈین میں فیملر کے خور کے طور پر قلم کاری کرتا رہا۔

1878ء میں لندن منتقل ہونے سے قبل مکومت سے نکد وہ جھلہ "Irish Echo" ڈین کا خور بھی رہا۔ خیزر سے منتقلی کا نام نگاری کے مشکل اس کی طاقت "Lyceum Theatre" لندن کے مالک ہیری اردنگ سے ہوئی، جس نے اسے "ایکٹر فیکر" کے طور پر 1878ء میں اپنے ہاں لندن بلا لیا۔ لندن سے شائع ہونے والی اس کی پہلی کتاب "Under The Sun" (1882ء) تلخ کے لئے نکس مگی آخہ طمراتی کہانوں پر مشتمل تھی۔ دوسری کتاب "The Snake's Pass" (1890ء) ایک طویل ناول تھا۔ اس کے بعد اس نے ناول "ڈریگولا" لکھنے کا منصوبہ بنایا اور گنگ جھگ سات برس تک اس مشہور لاء کردار پر تحقیقی کام کرتا رہا۔ 26 مئی 1897ء میں ناول "ڈریگولا" شائع ہوا تو حدود افسانوں، طمراتی کہانوں، ناولوں اور لاء تصانیف مضامین کا خالق برام سٹوکر محض ایک عجیب الکلیقت کردار

”ڈرنکولا“ کے حوالے سے بچانا گیا۔

اس کی دیگر کتب میں ”The Jewel of Seven Stars“ (1903)، ”Death of Henry Irving“ (1905)، ”Personal Reminiscences of Henry Irving“ (1906)، اور آخری ناول ”The Law of The White Worm“ (1911) شامل ہیں۔ سنوکر کی وفات 20 اپریل 1912ء میں ہوئی۔

1057۔ سنوکر، ہرام: کھن پوٹ تازمین

ترجمہ: غلام محمد، انعام فیروز پوری

کراچی: انجمن تبلیغی کتب خانہ، اردو بازار

ڈراما ڈا ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2، 1902)

اس ناول کی ابتداء راجرٹن کی وصیت سے ہوتی ہے۔ جبکہ ارنسٹ راجر لاء سنوڈنٹ کی یادداشتوں کے سہارے کہانی آگے بڑھتی ہے۔ اہلکار یہ طے ہے۔

اہل لاری کہیں ان واقعات کا تذکرہ شروع کر دیں جنہوں نے براہظم یورپ کو ایک خوشحال ملک کے کنارے لاکھڑا کیا تھا، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے چھ ایک خاندانی حالات جان کر دیں۔

1058۔ سنوکر، اردوٹک: بچنے کی ہوس

ترجمہ: ان۔ ان

لاہور: ایک لیتھ

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

1059۔ سنوکر، اردوٹک: روپ سروپ

ترجمہ: کام محمود سید

سیالکوٹ: ملک سنز

ناول:

(حوالہ: 2، 10، 11)

میر: 588

1060۔ سٹیونسن، آر۔ ایل: ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائینڈ

ترجمہ: محمد حسن

بھٹی: کتب پبلشرز لیتھ بھٹی نمبر 9، 1940ء

ناول: مشہور زمانہ پراسرار ناول Dr. Jekyll & Mr. Hyde کا ترجمہ۔

(حوالہ: 3)

1061۔ سرگزشتِ عربی

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

دہلی: ساتی بک ڈپو، 1936ء

نول: انگریزی ناول جو خصوصیات کے اعتبار سے شرقی معلوم ہوتا ہے۔ (صفحہ 2: 7)

1062۔ سرواقتیں: خدائی فوجدار

ترجمہ: رقیہ خاتون سرشار کھٹوی، پٹنہ

کھٹوی: نوکلش، مطبع الاول 1903ء

نول: "ڈان کچھ تے ڈان لانا" کا ترجمہ دہلی میں۔ اسکاٹش زبان سے انگریزی کی معرفت اردو ترجمہ۔ آخری بار

(صفحہ 2: 4)

1934ء میں طبع ہوا۔

یہ "ڈان کچھ تے" کا ترجمہ دہلی میں ہے۔ انگریزی ترجمے کا یہ اردو ترجمہ آ کے نال کرشماتِ آواز کی تخلیق کا سبب بنا۔ آزاد اور غری کی سیریں میں ڈان کیو اور سنگھ بڑا کی جھلکیاں ملتی ہیں۔

"ڈان کچھ تے" کے ترجمے میں سرشار نے مقامی رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔ بچی سب ہے کہ کہہ نہ سکی کی طرح یہ بھی سرشار نے "ڈان کچھ تے" کا نام "خدائی فوجدار" اور سنگھ بڑا کا نام "دھرم نگر" رکھا ہے۔ مکالمات میں کھٹوی کے محاورے اور زبان دیتی ہے جبکہ جانات میں کھٹوی کی سادہ خصوصیات ملتی ہیں۔ اردو ادب میں "ڈان کچھ تے" کا لفظ کھٹوی کو "تے" عام بننے کو مانتا ہے۔

تاحال یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سرشار نے ترجمہ کرتے وقت "ڈان کچھ تے" کے کسی انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا تھا۔

ترجمہ سے ایک صحت ملاحظہ ہو۔ خدائی فوجدار، بھڑوں کے گے پر چل کر تپا ہے: "ہائیں ہائیں کی آواز بلند ہوئی۔ بھگدڑ لگے بھر میں بچے لگی۔ کوئی دھرم بھائی کوئی دھرم بھائی۔ تھر تھر۔ اب گے بان اور دھرم مسافر سمجھاتے ہیں کہ ہائیں ہائیں، ائی صاحب، کیا کر رہے ہو۔ کوئی ان کی انوکھی دشت پر ہنستا ہے کوئی اس پر لے سرے کی دھشت پر حیرت میں ہے اور یہ میزے کو مٹانے ہوئے آوازوں سے کام میں لارہے ہیں۔ ایک دفعہ یہ آواز بلند خوب کڑک کے فرمایا۔ گو امر طرح گفتیں اور چلی تھار تھار با مقبول آ حضور کے سامنے اور اپنا تاج اور تاجہ جوتے تک میر جہان گزرو گیر دالے ہی مسافروں گمراہی سے بڑھتی ہے اور پیچھے جتنا تھا وہ بھٹی بھٹی انداز و سجدہ ہمارے قدموں پر رکھ کر تجھے نیچا دکھایا۔ کچھ جری فوج میں کہیں کھلی لگی ہوئی ہے۔ کوئی دھرم بھائی کوئی دھرم بھائی۔ ابے تعزلی ہے تعزلی۔ بڑا مرد ہے تو تیر دگر کے سامنے آ۔ نہ بھاگ۔ میرا نام سن کے روپاش ہو گیا۔ اور آ بھگدڑے۔"

"خدائی فوجدار" کا اول لیٹن ایڈیشن 1934ء کا نوکلش دی ایڈیشن دیکھنے کو مل جاتا ہے۔

1063۔ سروایاں، ولیم: انسانیت کا شا

ترجمہ: شفیق الرحمن

لاہور: مکتبہ جدید: سویا آرٹ پریس، 1996ء

ناول: "The Human Comedy" کا ترجمہ۔ (جلد 1، 2، 10، 11، 15)

ولیم سرویاں (قتل الخاتم: 1934ء) کا یہ ناول جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی عظیم تصانیف میں شمار ہوتا ہے۔

ترجمے سے سزیمیکالے (ماں) کا اپنے سب سے چھوٹے بیٹے ہوسر کے ساتھ ایک مکالمہ ملاحظہ ہو۔

"تم فوراً ہوشیار ہو جو قطعیاً تم سے مراد ہوں ان کے اعتراف سے کبھی مت ڈرو اپنے آپ پر ہوسر رکھو، ہر کام صحیح

طریقے سے کرو۔ اگر کام بڑے یا دوسروں کے بھانے میں آگئے تو یہ کبھی مت ڈرو۔ اگر کارکنان فروں کا شیوہ ہے۔"

1064۔ سرویاں، ولیم: اپنی منزل اپنی راہیں

ترجمہ: فریدرکار

دہلی: اطین اکیڈمی، 2011ء۔ رنگ بلڈک، 1958ء

ص: 295

ناول: سٹی ویسپس ناول (جلد 5)

1065۔ سرویاں، ولیم: اسی میں تمہاری ہوں

ترجمہ: ن۔م۔ راشد کے نام سے شائع ہوا لیکن اصل مترجم یوسف ظفر تھے۔

لاہور: مکتبہ صفین الادب، 1939ء

ناول: "Mama I Love You" کا ترجمہ۔ 1974ء میں مکتبہ صفین الادب کے پبلشر جی، کاشمیری نے مجھے بتایا تھا

کہ اصل مترجم یوسف ظفر تھے۔ لیکن ان دنوں وہ غیر معروف تھے۔ خود یوسف ظفر نے ہی ہمیں کہا کہ ن۔م۔ راشد کا

بطور مترجم نام دے دیں۔ یوسف ظفر اکثر اپنے دوستوں کو بتایا کرتے تھے کہ "ان دنوں ان کی شادی ہونے والی تھی

اور تم کی اشد ضرورت تھی، اس لئے ناول کا ترجمہ کیا تھا۔ پبلشر نے کہا کہ کسی مشہور دوست کا نام دے دو تو کتاب

چھپ جائے گی۔ راشد کا نام اولی حلقوں میں لیا جانے لگا تھا، لہذا ن۔م۔ راشد کا نام بطور مترجم دے دیا۔" اسی کی

تقدیر یوسف ظفر کے بیٹے نوید ظفر سے بھی لی گئی ہے، جو بی بی وی ڈی اسلام آباد مرکز سے رجسٹر ہوئے۔ "نیا دور"

کراچی کے ن۔م۔ راشد نمبر (4، 7، 72، 71) بہت: 1978ء میں یہ ترجمہ راشد کا بتایا گیا ہے جبکہ یہ بات درست نہیں۔

(جلد 2)

1066۔ سٹیفک، جان: دژہ (دو جلدیں)

ترجمہ: اشوک پکاری

نئی دہلی: اطین اکیڈمی 29 فریڈرکس، 1962ء

ص: 324

ناول: 37 ابواب پر مشتمل عالمی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 3)

1067۔ سلیٹ، جان: موت کا نقشہ

ترجمہ: مسعود ہادی

مکتبہ: نسیم بک ڈپ، لاٹھوس روڈ، 1965ء

ص: 381

ناول: انگریزی کے دوامی، پاسوی ناول کا اردو روپ۔ (حوالہ: 3)

1068۔ ایلزوف، چنگیز: جیلہ

ترجمہ: ڈاکٹر انصاری

ماہکو: دارالاشاعت ترقی، س۔ن

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ ناول نگار روسی زبان کے عظیم افسانہ جریہ "انٹرنیشنل لٹریچر" کے چیف

ایڈیٹر ہے۔ (حوالہ: 2، 10، 16)

1069۔ سن، الگو چڈر: بہار کب آئے گی

ترجمہ: ان۔ن

نئی دہلی: انڈین اکیڈمی 29 فروری 1965ء س۔ن

ص: 232

ناول: چینی سفر نامے سے متعلق انگریزی ناول کا ترجمہ۔ (حوالہ: 3)

1070۔ سن، الگو چڈر: آٹھواں چاند

ترجمہ: کیول سوری

نئی دہلی: ایس۔ آر سنگھ پبلشرز، 1964ء

ص: 192

ناول: "Eight Moon" کا ترجمہ۔ ایک کسمن چینی لڑکی کی روداد جو کیونسٹ چین کے مظالم سے کرپٹے تاجران اور پھر

امریکہ میں پناہ لیتی ہے۔ (حوالہ: 3)

1071۔ ستھری ٹولی

ترجمہ: ریاض الدین

لاہور: گیلانی ایڈیٹرک پریس، س۔ن

پاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔ (حوالہ: 3)

1072۔ سوہم، جان سین: خوفناک پر چھائیاں

ترجمہ: محمود چاندھری

دہلی: المودالیہ بک ایچ۔ اردو بازار، سی۔ سی

ص: 207

ناول: ہیچ کی انسانی زندگی کے موضوع پر۔ اس ناول پر امریکہ میں ایک فلم بھی بن چکی ہے۔ (حوالہ 3)

1073۔ ڈووا، الگو چنر: سیاہ چادر

ترجمہ: ریاض الدین دہلوی

ناول: 'سکاؤٹ آف مائی کرسٹو' کا ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔ الگو چنر ڈووا کے اس ناول پر کئی فلمیں بن چکی

ہیں۔ (حوالہ 4)

1074۔ سیگل، ایریچ: لوسٹوری

ترجمہ: ستار طاہر

لاہور: مکتبہ شاہکار، 1975ء

ص: 34

ناول: امریکی ناول کوئی رومانوی کرٹ دینے والا 'سٹیلر' ناول دنیا بھر کے نوجوانوں میں مقبولیت کے اعتبار

سے ناول دینے پر شمار کیا جاتا ہے۔ اس کہانی کو مختلف زبانوں میں عطا یا جا چکا ہے انگریزی میں امریکن فلم 'Love

Story'، ہندی میں ہمدانی فلم 'بوٹا' اور اردو میں پاکستانی فلم 'میرا نام ہے مہت' اس ناول پر بنی یادگار فلمیں ہیں۔ فلم

'بوٹا' میں راج کپور نے اپنے بیٹے راج کپور اور ڈیپل کپور کو متعارف کر دیا تھا جبکہ شباب کیرانوی کی پاکستانی فلم میں

ایمرا شریف اور نعام مگی الدین نے مرکزی کردار ادا کیا۔

'نٹوز دیک' اور 'نام' جیسے قبیح جرموں میں اس ناول کی چھپیں شائع ہو چکی ہیں۔ ناول کی کہانی کم عمری کی مہت سے متعلق

ہے۔ ایریچ سیگل نے اس ناول میں مہت کی ایک نئی تعبیر کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

"میں جس سے مہت کرتے ہو، اس سے چمکی نہ کہنا کہ تم اپنے کسی عمل پر شرمندہ ہو۔"

'لوسٹوری' میں رواں اخلاقی قوت پر ایک زمانہ چمکا ہے۔

باپ بیٹائی برتری پر ایمان رکھتا ہے۔ جتنا نام کوہ کی بگڑ بھڑوں کو توڑ دینے کا خواہاں ہے، لیکن بیٹی۔ صرف ایک مہت

کرنے والی گناہیں دہش ہے، جو اپنے کردار میں مہت کی مضام ہے اور اخلاقی قوت کا بے پناہ طاقتور استعارہ۔ ناول کا آخری باب

(خصوصاً آخری پٹے) اس اخلاقی قوت کو عظیم اور چاروں رخ میں بلی دیتے ہیں۔ ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ کیجئے:

”ٹھیکہ ٹنگی تھی۔ ایک طرف سے یہ ٹنگی میرے لئے ضروری تھی۔ میں ٹنگ ہو چکا تھا، اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی پتے کو ہموار کر سکوں۔ میرا باپ جو کہو کہتا رہا، میں وہیں خاموش کھڑا رہا۔ مرد ہوا میرے چہرے پر طمانچہ مارتی رہی۔“
 ’مجھے جو جی پی تھا۔‘ میں کار میں سوار ہو کر قہقہاری طرف چڑا۔ میں اپنا کوٹ کھین بھول آیا تھا۔ ٹنگی نے اب میرے جسم کو بکڑ لیا تھا۔ جسم روا کرنے لگا تھا۔
 ’خوب خوب۔‘

’اولیاد۔‘ میرے والد نے تجوی سے کہا: ’میں روا کرنا چاہتا ہوں۔‘
 ’جتنی سرنگی ہے میں نے اسے تلیا۔
 ’میں شرمندہ ہوں۔ مجھے افسوس ہے۔‘ اس نے قہج سے بھر پور سرگرمی میں کہا۔
 میں نہیں جانتا کیسے۔ کہ میں نے وہ بات وہ جوابی جو اس خواہش سے لڑکی نے بہت عرصہ پہلے سکائی تھی، جو اب مردہ چڑی تھی۔
 محبت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی اپنی زبان پر یہ الفاظ نہ لانا کہ تم شرمندہ ہو اور بھر جانے کیسے، مجھ سے وہ حرکت سرزد ہو گئی جو اپنے باپ کی موجودگی میں پہلے بھی نہ ہوئی تھی۔
 میں اپنے باپ کے بازوؤں میں سمٹ کر پیچ پیچ کر رونے لگا۔“
 آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ایم جی سنگھ کے اسی ہیٹ بکٹر ٹائل کو امریکہ اور برطانیہ کا کوئی بھی اشاعتی ادارہ چھاپنے کو تیار نہیں تھا۔ لیکن جب شائع ہو کر مشہور ہوا تو سب حیران رہ گئے۔

1075۔ سلی خواہش

ترجمہ: نور الحسن ہاشمی، سندھ

میدر آباد دکن: مکتبہ ابراہیمپور، م۔ س۔

ٹائل: انگریزی ٹائل ’ایسٹ لن‘ کا ترجمہ 1939ء، نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 7-4)

1076۔ سنگھس، جی: ڈائری کا پہلا۔

ترجمہ: محمد یعقوب

راولپنڈی: کامران میریت، کتاب گھر۔ اقبال راڈ۔

جاسوی ٹائل کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1077۔ سیوینج، رچرڈ ہنری: نازک کنار

ترجمہ: عتیقہ تھام فیروز چوری

لاہور: نرائش دت سنگھ، م۔ س۔

جاسوی ٹائل: ’مالی آفٹنل ٹائل‘ کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 11-7-4-2)

1078۔ سیونج، رچرڈ ہنری: چار طون (ستھری لائش)

ترجمہ: جیڑتھ رام فیروز پوری

کراچی: اردو گل، ناظم آباد۔

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1079۔ شارپ، ہنری: حبشیمن

ترجمہ: ناصر حکیم

لاہور: دارالاشاعت و نصاب، 1928ء

(حوالہ: 7.2)

ناول: ترجمے میں اردو محاورے کا نگارہ اور زبان کا چٹلا پن خاصے کی چیز ہے۔

1080۔ شاطر ڈاکو

ترجمہ: وحید الحق

(حوالہ: 4)

ناول: جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے لگی شائع ہوا۔

1081۔ شا

ترجمہ: کشن پرشاد کول

لاہور: اطین پریس، س۔ ن

(حوالہ: 7)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1082۔ شاپو طراز

ترجمہ: دھرم ترانی

لاہور: فرانسسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ، 1939ء سے لگی شائع ہوا۔ ناول طرانا ہے۔

ناول: (حوالہ: 4)

1083۔ شب حسرت (چھ جلدوں میں)

ترجمہ: جیڑتھ رام فیروز پوری

لاہور: دائرہ ادب، س۔ ن

(حوالہ: 7)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1084۔ شکستہ ہمارت: فتا کے بعد

ترجمہ: ایم۔ بی۔ عالم

الہ آباد: نیس پبلی کیشنز، شاہ جہان پور، اے۔ سی۔

صفحہ: 255

ناول: 37 ابواب پر مشتمل روحانی زندگی کے موضوع پر ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1086۔ صلیح سحر

ترجمہ: احمد حسین خاں

ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ جسے ایشیائی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب پنجاب ٹیکسٹ بک کمیشن کی غوریت

میں شامل رہی ہے۔ کتاب 1939ء سے نکلنے والی۔ (حوالہ: 4)

1088۔ شولو خوف، میخائیل: اور ڈائن بھتا رہا

ترجمہ: طاہرہ نصاری

ہاسکو: دارالاشاعت قرنی

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ (حوالہ: 102)

1087۔ شولو خوف، میخائیل: گولڈے کھیت

ترجمہ: منظور چاند مری

لاہور: مکتبہ جدید، سوہرا آرٹ پریس

صفحہ: 520

ناول: روسی انتساب کے بعد اشتراکی زندگی کی تصویر ہے۔ یہ دراصل اور ڈائن بھتا رہا کا دوسرا حصہ ہے۔ یہ

ترجمہ 2008ء میں نکشن پابلس، لاہور نے شائع کر دیا ہے۔ (حوالہ: 11، 9)

1088۔ شولو خوف، میخائیل: آدمی کا مقدر

ترجمہ: قرۃ العین حیدر

دہلی: مکتبہ جامیہ لٹریٹ، 1955ء

صفحہ: 53

ناول: روسی ناول کے انگریزی روپ کا اردو ترجمہ۔ اس سے نکلے طاہرہ نصاری اس ناول کا روسی زبان سے براہ

راست ترجمہ کر چکے تھے، جو ہاسکو سے شائع ہوا تھا۔ (حوالہ: 9)

1089۔ شولو خوف، میخائیل: اور ڈائن بھتا رہا

ترجمہ: منظور چاند مری

لاہور: مکتبہ جدید، سوہرا آرٹ پریس

ناول: مصطف نے 1985ء میں نوبل انعام حاصل کیا۔ یہ ترجمہ ناول کے پہلے حصے کا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ منکوارے کیفیت کے نام سے شائع ہوا۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سید مظہری فرید آبادی نے بھی کیا تھا۔ محمود ہاشمی کا یہ ترجمہ کبلی ہارکیت پاکستان لاہور سے شائع ہوا تھا۔ یہی ترجمہ 2007ء میں نکشن ہاؤس لاہور نے شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 10-2، 11-10، 16)

1090۔ شولونوف، میکائیل: بہتا دریا

ترجمہ: مظہری فرید آبادی، سندھ
لاہور: عظیم پبلشرز لیمیٹڈ 13۔ نیسٹ روڈ
ناول: ایک ترجمہ محمود ہاشمی کا بھی ملتا ہے۔
(حوالہ: 10-2، 11-10، 16)

1091۔ شرفوشاں

ترجمہ: مظہر الحق عطوی
کھنڈر: نسیم بک (ج)۔ لاٹوش روڈ، 1967ء
میں: 280
ناول: انگریزی اسرارہی ناول کا ترجمہ۔ ایک پادری کے نوجوان بیٹے کی کہانی جس کی بیوی کو اس کا قیام چاہا کر دیتا ہے۔ نوجوان کو مرحوم بیوی اور قیام کے امور پریشان رکھتے ہیں۔
(حوالہ: 9)

1092۔ شہناز

ترجمہ: ان۔ ان۔
دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، 1954ء
ناول: فرانسیسی ناول 'ماجدولین' کا عربی کی معرفت ترجمہ۔ عربی ترجمہ مصری ادیب مصطفیٰ الحق المصطفوی نے کیا تھا۔
(حوالہ: 9)

1093۔ صوبو جفا

ترجمہ: ربیکا ابراہم، چندھری
ناول: انگریزی سے ترجمہ 1938ء سے لگن شائع ہوا۔ حلیہ دہائی ناول
(حوالہ: 4)

1094۔ شہیدین: زلفوں کے سائے میں

ترجمہ: ڈا۔ انصاری
دہلی: کتبہ شاپراہ، 1953ء

ناول: پانی ٹاورٹ کے انگریزی روپ لائیک مارچ کے دوران پہنچنے والی محبت کی داستان۔“ (حوالہ 8)

1095۔ شیفر، جیک: انجیل رانی

ترجمہ: شان الحق حقی

لاہور: مکتبہ صحیفہ الادب، 1968ء

مس: 166

ناول: امریکی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 2، 10، 11)

1096۔ شیفر، جیک: پہلا خون

ترجمہ: غلام حسین

لاہور: مکتبہ صحیفہ ادب، 1968ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 2، 10، 11)

1097۔ شیلے، مری: فرنیٹکسٹائن

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، لائونڈ سڈ، س۔ان

مس: 335

ناول: معاشرتی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ دوسرا ایڈیشن ہانو اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔ ہالی وڈ کے ڈائریکٹر

Kenneth Branagh نے اس ناول کو بنیاد بنا کر "Mary Shelley's Frankenstein" منظر عام پر لایا، 1994ء میں چھپا۔

(حوالہ 2، 9، 19)

1098۔ ٹینکو، وکٹر گراف: آزادی کی طرف

ترجمہ: سچے نند شاگر

دہلی: نیشنل اکیڈمی، انسانی مارکیٹ دریا منچ، 1954ء

مس: 486

ناول: ایک روسی امریکی زندگی کے بچی واقعات کا افسانوی بیان۔ کیونٹ معاصرے کے خلاف۔ انگریزی سے

ترجمہ۔ (حوالہ 8)

1099۔ شیڈو، اے۔ جے: جوالا کھسی

ترجمہ: محمد حسن

دہلی: نکل کیلشز، ڈورچر، مشرقی آف انڈیا پبلشنگ کمپنی، 1961ء

ص: 250

ہول: 1942ء کی انڈیائی تحریک کے پس منظر میں۔ (حوالہ: 8-15)

1100۔ طاغوت

ترجمہ: مسعود چاویہ

کھنڈ: سنہ 1942ء میں دہلی میں لکھی گئی۔

ص: 607

ہول: انگریزی سے "دی ڈے ول رائس آؤٹ" کا ترجمہ۔ (حوالہ: 8)

1101۔ طرمدار پٹا

ترجمہ: محترمہ مرزا فاطمہ علی

کھنڈ: بہار گورنمنٹ پبلشنگ، 1933ء

ہول: انگریزی کی صرف ترجمہ۔ (حوالہ: 7)

1102۔ طلسمی آئینہ

ترجمہ: منیر الحق طوی

کھنڈ: ضمیمہ یک، ڈپ، لاٹوش روڈ، دہلی۔

ص: 191

ہول: اسرائیلی ہول کا انگریزی کی صرف ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1103۔ طوقان بہار

ترجمہ: محمود چاندھری

دہلی: رسالہ تیسویں صدی، دہلی۔

ص: 232

ہول: دہلی زبان سے معاشرتی ہول کا انگریزی کی صرف ترجمہ۔ (حوالہ: 8-12-16)

1104۔ ظلی ہما

ترجمہ: ان۔

کھنڈ: ضمیمہ یک، ڈپ، لاٹوش روڈ، دہلی۔

ہول: فرانسیسی ہول کے انگریزی روپ "کوئین آف دے کرسٹ" کا ترجمہ۔ ہول میں پچھلے کی زندگی اور

توجہات کو پس منظر میں لایا گیا ہے۔

(حوالہ: 8)

1105۔ عالم اسفل

ترجمہ: ان۔ان

تکثیر: کتبہ کلیان، م۔س۔ان

م: 391

(حوالہ: 8)

تادل: اسرائیلی تادل کا انگریزی سے تحقیق و ترجمہ۔

1106۔ عالم گم کشو

ترجمہ: ان۔ان

تکثیر: نسیم بک ڈپ، لاٹوشی، دوا، م۔س۔ان

م: 295

(حوالہ: 8)

1107۔ فاسٹ، پاورڈ: آزادی کے بعد

ترجمہ: احسن علی خاں

تکثیر: کتاب پبلشرز، لاہور، 1951ء

م: 324

تادل: امریکی تادل Freedom Road کا ترجمہ جس میں سرمایہ داری کے خلاف جدوجہد دکھائی گئی ہے۔

(حوالہ: 8-2)

1108۔ فاسٹ، پاورڈ: میں واپس آؤں گا

ترجمہ: انیس اعظمی

تکثیر: کتبہ جامعہ ملیہ

(حوالہ: 2)

تادل: انگریزی سے اسپارٹاکن نامی تادل کا ترجمہ۔

1109۔ فاسٹ، پاورڈ: اسپارٹاکنس

ترجمہ: انیس اعظمی

نئی دہلی: سپارٹاکنس پبلشرز، 1983ء

تادل: انگریزی سے ترجمہ اسی ترجمے کو کتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے ”میں واپس آؤں گا“ کے نام سے شائع کیا۔ (حوالہ: 2)

یہ پاورڈ فاسٹ کا مشہور زمانہ تادل ہے۔ اس تادل کو بنیاد بنا کر ہالی وڈ میں ایک فلم بھی بن چکی ہے۔ یہ ایک بات ہے کہ

اور ڈاکٹر کا یہ بادل بالی وڈ والوں کی گرفت سے باہر رہا۔

انجی اعلیٰ نے یہ ترجمہ بادل سرکار کے کچھ ہندی ڈرامے کو بنیاد بنا کر کیا ہے۔ بادل سرکار نے اسی ڈرامے کو روپ لینیا ہے جسے انیم کے۔ ریٹا کی ہدایات میں اسٹیج پر زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

کئی دو چار سال قبل اسپرہ کس نے سامراج کے خلاف روم میں طم بہادت بلند کیا تھا۔ اگرچہ یہ کہانی 71 سال قبل از مسیح کے زمانے سے متعلق ہے لیکن بادل سرکار کے دیکھنے سے حیران نے دو چار سال قبل کے رومین سماج کو زندہ کر دکھایا۔

1110 - فانی مارا

ترجمہ: حسن مہاس

لاہور: ہاشمی بک ڈپوسٹ۔ ان

ناول:

1111 - فرانس، اناطول: تانکس

ترجمہ: حمایت اللہ دہلوی

لاہور: نام مطبعہ نثار، 1928ء

ناول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ دوسری بار ہندو بک ایجنسی کلکتہ اور تیسری بار آئینہ ادب لاہور

نے 1968ء میں شائع کیا۔ مقدمہ: پروفیسر مرزا احمد سعید نے لکھا ہے۔

(حوالہ: 11، 10، 2)

اناطول فرانس (پ 1844ء) کا یہ ناول غیر دشر کے موضوع پر ایک راقم کے حوالے سے قلم کیا گیا ہے۔ یہ ناول ایک ایسے عہد کی دستاویز شمار ہوتا ہے جب فرانسیسی معاشرہ اپنے عروج کو چھو چکے کے بعد زوال پا رہا ہوا۔ ایسے میں فرانسیسی قوم اخلاقی گمراہی، عیاشی اور مذہبی بھڑکاکھار ہوئی۔ یہ ناول پو لیٹھن سوم کے زوال آئادہ عہد کا بھڑکھٹاں ہے۔

تانکس۔ ایک راقم کے جسے ایک رامپ گناہ آلود زندگی سے باہر لاتا ہے اور وہ تائب ہو کر عظمت انسانی کی سرسبز کو پالیتی ہے۔ ناول میں جسم اور عروج کے الجھنوں کے ساتھ ساتھ غیر دشر کی ازلی آرزوش کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ بدی پر خیر کی فتح کا عظیم رزمیہ قدم بہ قدم قاری کو زندگی کے موسم سے آگاہ کرتا جاتا ہے۔

ایک طرف تانکس اپنے صحن و مجال سے لوگوں کو دیوانہ بنائے ہوئے ہے تو دوسری طرف بیکجڑوں رامپ ترک دنیا کئے، عبادات میں مشغول اپنے گناہوں کی غلطی میں گتے ہوئے ہیں۔ یوں اس دور کا فرانسیسی معاشرہ دو مختلف اُسرہوں پر چلا دکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف دنیا اور اس کی لذتیں تو دوسری طرف ترک دنیا اور ترک لذت۔

ناول میں اسکندریہ کی رقص کا ہیں اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہیں۔ ان رقص کا ہوں میں نقاش بیڑوں کی ذہنیت اور اخلاقی گمراہی (کھل کر سامنے آتی ہے۔ طبعی محفلوں میں حقیقت اور مجاز کے جھگڑے، ادب کے مقصد کی پوجہ کچھ اور زندگی کا مفہوم اہم موضوعات ہیں۔

یوں تو ناول میں اہم اور بڑا حصہ دے دے کرمادوں کا ایک جہاں آباد دکھائی دیتا ہے لیکن تانکس کے بعد تانکس کی کہات کا باعث بننے والا راجہ، کرداری سطح پر سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ابتداء میں وہ ایک فوجی طالب العلم تھا اور تانکس کا عاشق، بلکہ وہ وہاں ہیئت کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ترک دنیا کر دیتا ہے اور تانکس سے نہ ملنے کے غم کو بھلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ایک کوشش رہتی ہے۔ اس کے کردار کی عقلی بڑی حد تک جنسی خواہشات کے سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تانکس کی موت کے بعد وہ سب کچھ کر گزرنے کے ور ہے ہو گیا جو دراصل وہ تانکس کی زندگی میں چاہتا تھا۔

تانکس جو لڑکیوں میں بڑے ملاحوں کی گود میں کھلتی رہی اور شراب کے نشہ میں ذہن طامع کی جیب سے پیسے نکال کر بھاگتی رہی۔ آگے چل کر وہی فوجی خانوں میں عارضی بھجوں کو پاتی اور کھوتی دکھائی دیتا ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ نہایت کی راہ پر پہنچتی ہے تو مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں:

”ہائے ہائے تانکس، بلی گئی تو بھر تاشے کون دکھائے گا۔“

”وہ تو اسکندر ہے کے آسان کا تارہ تھی۔ چاند کی بجلی چاندنی تھی۔“

”یہ راجہ بڑا کمینہ ہے جو تانکس سے شرم بھرا رہا ہے۔“

”تانکس چارے منہ کا فوالہ ہم سے چھین رہی ہے۔“

مولوی صاحب، اللہ دہلوی نے اس ناول کا ترجمہ با محاورہ دہلوی زبان اور محاورے کی لڑائی سجاتی کے ساتھ کیا ہے، نیز مستعمل تعبیرات کو بڑی طوطی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ اب 2007ء میں یہی ترجمہ نکشن ہاؤس، لاہور نے بھی شائع کیا ہے۔

1112۔ فرانس، اناطول: ساوحو اور بیسوا

اللہ و ترجمہ: کشن پشادکول، پڑت

ناول: ’تانکس‘ نامی ناول کا آزاد ترجمہ، ماحول و کردار بدل دیے گئے ہیں۔ ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

1113۔ فرانس، اناطول: بلنا زار اور بلیس گلکے سا

ترجمہ: عبدالرزاق بیچ آبادی

نام مطلع عمارد

ناول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ 1939ء سے قبل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4، 2)

1114۔ فریب ہستی

ترجمہ: حمید محمد ام فیروز چہری

لاہور: نراش و سنگ

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ایچ بی بیس انگریزی کراچی نے بھی شائع کیا ہے۔ (حوالہ: 13، 14، 16)

1115۔ فری مین، آر، ڈیکو

ترجمہ: قرۃ العین حیدر

دہلی: مکتبہ جامعہ لیتھو، 1965ء

ص: 160

بارل: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ 8)

1116۔ فری مین، آسٹن: انجینس تالیف میں

ترجمہ: کمال القادری

نام مطبع و سنہ شائع

اسرائیلی بارل: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ 2، 11)

1117۔ فطرتی کمال

ترجمہ: شمیم بہاری بارل

کھنڈ: بعد وستانی پریس، س۔ س۔

جاسوسی بارل: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے لکھی شائع ہوئی۔

(حوالہ 7)

1118۔ فلاسٹر، گسٹاو: مادام بواری

ترجمہ: محمد حسن عسکری

لاہور: ادیبان چمک انارکلی، 1950ء

بارل: Madame Bovary کا فرانسیسی زبان سے ترجمہ۔ لیکن پبلیشر مارکس ای بلیک کے انگریزی ترجمے کو بھی

ساتھ لکھا جو 1943ء میں پاکستان گیس، نیویارک سے 371 صفحات کی خلاصہ کے ساتھ شائع ہوا تھا۔

(حوالہ 2، 11، 18)

مادام بواری محمد حسن عسکری کا انتہائی اہم ترجمہ ہے لیکن عسکری صاحب خود اپنی اس کوشش کو ناکامی پر مبنی کرتے ہیں۔

انہوں نے لکھا ہے:

میرے جس ترجمے کو خود سے چڑھا ہوا ہے چاہیے تھا وہ ہے مادام بواری یعنی ایک ناکامیاب ترجمے کی حیثیت ہے۔ اول
ترجمہ کتاب کا گنج ترجمہ آج تک ہوا ہی کون سی زبان میں ہے؟ میں دہلی نہیں کر سکتا کہ اس کتاب میں بڑی
اسلوب کے چنے مسائل سامنے آتے ہیں، میں نے ان سب کو کھل لیا۔ ایک تو میں نے یہ کوشش کی کہ غور کرنے
ملاقات، اتفاق کے درجہ پر بھی پیدا کیے ہیں، ویسے ہی میں بھی کہوں۔ مگر غور کرنے پر بار بار غصہ قسم کے خیالات کو
تخلی یا تضاد کیلئے ایک ہی جملے میں بند کر دیا ہے۔ میں نے ایسے جملوں کا مطلب سمجھنے کی بجائے انہیں اپنے کے

دیکھ ہی اردو میں غفلت کر رہا ہے۔ اردو دانوں نے فلاحیت کی کرتوتے میں ردائی اور سادست نہیں ہے۔ جہلوں کے
آہنگ واپس اگر اگراف کی قیچ کا معاملہ تو اتنا سخت تھا کہ میں نے ہماری جگر کھرا اور جام کر چھوڑ دیا۔

(”مگر ترے سے فائدہ اٹھانے والے ہے اور حسن منکری شہید‘ ستارہ‘ واپادان‘ ص 172)

’ادام ہماری‘ کو اردو میں ترجمہ کرتے وقت نثری اسلوب کے استع زیادہ مسائل حترج کو گھیرتے ہیں کہ سب مسائل سے عہدہ
برآ ہونا نا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فلاحیت نثری رفاخت کو عبادت کا دھبہ دیتا تھا اور اسلوب کی عظمت کو مانتا
تھا۔ اس ناول میں زندگی کے گہرے مشاہدے کو فلاحیت نے ان ہی خصوصیات کے ذریعہ لفظوں میں غفلت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ
ناول چڑھ کر داخلہ پیر نے کہا تھا کہ ’فلاحیت شہید ادب‘ ہے۔ اس ضمن میں ترجمہ کے سب سے بڑے پارکھیز یا پاؤنڈ کہتے ہیں:
”میرا خیال ہے کہ سب کوئی شخص حقیقی معنوں میں ابھی شاعری اس وقت ہی کر سکتا ہے۔ جب وہ فلاحیت کی نثر
سے واقف ہو۔“

حسن منکری نے اپنے تئیں کوشش کر کے فلاحیت کی جزئیات اور باہم مختار خصوصیات اور طیالات کو ایک ہی وحدت میں
پہننے والے جہلوں کی معرفت اردو میں غفلت کر کے ایک ایسا افغانی کا نامہ سرانجام دیا ہے جس کی مثال اردو کرتے کی روایت میں
نالی نالی ہی دکھائی دیتی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

”میں نے یہ کوشش کی کہ فلاحیت سے طیالات ادا کے ذریعے جو معنی پیدا کئے ہیں، دیکھ ہی میں بھی کروں۔“
(”مگر ترے سے فائدہ اٹھانے والے ہے سے اقتباس۔)

کتبہ جہ۔ لاہور کے اول اور ناول آفری الی نائن میں سہ کاتب سے طیالات ادا کے نام کا وہ تمام بری طرح
مجموعہ ہوا جو منکری صاحب نے قائم کرنے کی سعی کی تھی لیکن جہاں کاتب آؤسے نہیں آیا وہاں منکری صاحب کی
اداف نگاری کا کمال اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً

”یہ بھی آہم کا تھا، جس میں حمزوی ہی طیب کی تھی، یا پھر پکا سا فیدہ تھا اور اس کی طرح بہت زیادہ، بال۔ جادکہ
اس کا پھر حمزوی کے کی نہی طرح چڑا کمال کھردری، دیکھیں شک اور اٹھیاں بڑی بڑی تھیں۔“

آپ نے محسوس کیا کہ اس نثری ٹکڑے میں ’بال‘ اور ’حلاکت‘ کے درمیان کُل مناب نے کس نوع کا فریضہ انجام دیا؟ ظاہر
ہے، اس کے نہ ہونے سے سارا مطلب خراب ہو جاتا۔

اس نوع کے جتن کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ منکری صاحب کے کرتوتے میں فلاحیت کی نثر کو اس کی جملہ صفات کے ساتھ
غفلت کیا گیا ہے۔ اردو کے نثری اسالیب میں نثر کی کمی کے باعث شاید اس نوع کی کامیابی ممکن نہ تھی۔ تاہم یہ ضرور کہا جاسکتا ہے
کہ حسن منکری نے اس کرتوتے کے ذریعے اردو کے عروج اسالیب کے رے ہوئے کھانچوں کو مہر نے کی ایک کامیاب کوشش کی
ہے۔ ایک نمونہ عبادت ملاحظہ ہو:

اس کی ٹوپی بھی ابھی خاص ہون مرکب تھی۔ اس میں رچے کی کمال کی ٹوپی، ٹوپی ٹوپی، ٹوپی کی حلت ٹوپی اور رات
کھاؤنے کی ٹوپی ٹوپی، سب کے ٹوڑے بہت آ نادل کئے تھے۔ مختصر یہ کہ اس ٹوڑے کی ٹوپی ان ناطل دم چڑیوں
میں سے تھی، جن کی کوگی بد صورتی میں بھی جان کی بڑی بڑی مہر انہیں ہوتی تھی۔ جیسے کسی فلاحیت آدی کے چرے

ہیں۔ ٹوپی چھوٹی شکل کی تھی اور اسے منہ کرنے کے لئے ذیل جھلی کی پٹی لٹائی گئی تھی۔

(”ادام ہمدانی“ ص 9 سے اقتباس)

اردو نثر کے اسلوبیاتی نظام میں جزئیات پر اس قدر توجہ، اسانے صلیت کا فکا راند استعمال اور تحریراتی ردعمل بہت کم سامنے آیا ہے۔ اس ترجمے کی انہی خصوصیات کی بنا پر کتاب کے گرد پیش پر مانے دیجئے ہوئے مزید امور نے کہا تھا گستاخ لٹائر کو زندگی اور الفاظ دونوں کی بغیر شکا میں نکال حاصل تھا۔ موصوفہ منکری نے اس سے مثل ناول کو بڑی کارش اور بڑی خوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ شاید ہی کسی اردو ادیب کو فرانسیسی ادب سے ایسا لگاؤ اور اس پر اتنا عبور ہو جتنا منکری کو ہے۔ الفاظ کی بغیر بچانے کا انہیں بھی ایسا ہی ملکہ ہے جیسے لٹائر کو تھا۔

اس مانے پر مرقعہ قی ثبت کرنے والا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

کلی ہوا اسے چادریں طرف سے لپیٹ لیتی۔ اس کی گردن کے طام طام دو تپنے سے تھیلی یا اس کے پٹن ہڈی ڈھریں کو اس کے کولہوں پر دوسرے دوسرے لڑائی اور وہ جھڑپیں کی طرح پڑ پڑا لے لگتے۔ ریف پھیلنے کے دنوں میں ایک دھڑا دھڑا کے دھنسن کے چھال سے پانی دس رہا تھا۔ ملازموں کی کوفروں کی پھتوں پر ریف جھل جھل کے رہا تھا اور وہ دلیخ پر کھڑی تھی۔

(”ادام ہمدانی“ ص 29 سے اقتباس)

اس ترجمے کا ایک ایٹیشن نکشن ہاؤس لاہور نے 2005ء میں شائع کیا۔

یہ جو کہتا جاتا ہے کہ منکری صاحب ’چلتے چلتے جب قدم ڈالتا ہے‘ کے صدقات اپنی بغیر تبدیل کرتے رہے، تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ طبع زاد انسانوں سے تراجم کی طرف آنا، منکری صاحب کے لئے ایک تخلیقی تجربہ ہی تھا، ری کری انیشن کے حوالے سے۔ اب اگر ہماری بگو بھائی بند، پانو کے انگوٹھے سے قلم ہاندہ کر ترجمہ کرنے والوں کو بھی منکری صاحب کے مقابل کھڑا کر دیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ جب کہ منکری صاحب کہتے ہیں کہ

”ہمارے ہاں جس قسم کی بھی عقلیت ہے، اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ترجموں سے ضرور ہے۔ اردو ادب میں آغاز سے لے کر غالب کے زمانے تک ترجمے کا یہ زیادہ نہ ہونے ہوں، لیکن ہمارے شاعر و دھرم کی کوششیں کر رہے تھے۔ ایک طرف تو وہ فارسی کے اسالیب اور تصورات کو اپنی زبان کے سانچے میں ڈھال رہے تھے، تو دوسری طرف وہ اپنی زبان کا ایک مزاج اور ایک دھڑا دھڑا دھڑا کرنا چاہتے تھے۔ یہ بالکل وہی چیز ہے جو تیسری صدی اور چوٹی صدی میں انگریز اور انگلستان کے شاعروں نے فرانسیسی کے ذریعہ اپنی زبانوں کے لئے کی۔“

(”گزشتہ سے قائم الفاظ حال ہے“، ملاحظہ ”داؤد“ کراچی، فروری 1954ء)

اس ضمن میں منکری صاحب کی مسای یوں قابل عقید ہے کہ ”ادام ہمدانی“ کو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے گستاخ لٹائر کی جزئیات اور طاماتہ الکاف سے پیدا شدہ تاثر اور دھڑا دھڑا دھڑا کرنا میں سمجھے ہوئے خصوصیات اور طاماتہ کو بہ زبان اردو ایک

اصولیت میں پڑنے کا حق کیا۔ اس عمل کے ذریعے عسکری صاحب نے اردو کے مروجہ اسالیب کے روبرو ہونے کو بچانے کو بھرنے کی سعی کی اور اس دور میں یہ ایک بغاوتی اور ضروری کام تھا۔ لیکن یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ عسکری صاحب نے "ادام بھاری" کا ترجمہ انگریزی سے کیا تھا، براہ راست فرانسیسی زبان سے نہیں۔ "ادام بھاری" کو ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے Eleanor Marx Aveling کے انگریزی ترجمہ پر عنوان: "Madame Bovary" مطبوعہ: پانکٹ بکس، نیو یارک، طبع اول: 1943ء (کل صفحات: 371) کو غلط دیا۔ یہ بھی ایک ایسے نکتہ تھا۔ بعد ازاں اسی متن کو کچھ صورت میں: Grolier Enterprises Corp Danbury, Connecticut, America نے 1958ء میں شائع کیا۔

ایلیٹر مارکس ایچ بیگ کے انگریزی متن اور عسکری صاحب کے اردو متن کا موازنہ یہ حقیقت واضح کر دیتا ہے۔ "ادام بھاری" کے درج ذیل دو ازاد اہم انگریزی تراجم کی اکتاہٹ بہت بعد کی ہے:

1- "Madame Bovary" انگریزی ترجمہ از Lovell Bair مطبوعہ Bantam Books، امریکہ (کل صفحات: 418) طبع اول: 1959ء

2- "Madame Bovary" انگریزی ترجمہ از Steeg Muller مطبوعہ: The Modern Library، نیو یارک، امریکہ (کل صفحات: 396) طبع اول: 1957ء

گستاخ گستاخ کی "ادام بھاری" اور ستاں دال کے ڈائل "سرخ و سیاہ" کی نثر کا مطالعہ ایک جیسا ہی ہے بلکہ پاؤں نے ستاں دال کی نثر کا مزہ چمڑی سے بھی بلٹے دیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یورپی اسالیب نثر سے شمالی قہارف کے لئے "سرخ و سیاہ" سے بہتر کوئی تریا نہ تھی۔ یہ الگ حلقہ ہے کہ "سرخ و سیاہ" میں وہاں ہائی شعور اور کردار نگاری کا اعجاز، دوس کے گمان کی ادب کی بار تازہ کرتا ہے لیکن اشرف ایڈریس اور ستاں دال میں نمایاں فرق یہ ہے کہ ستاں دال، جذبات کا تجربہ نگار تھی کی زبان میں کرتا ہے۔ یعنی جذبات کے بیان میں جذباتی زبان استعمال نہیں کرتا بلکہ عسکری، اور مترجم اس حقیقت سے دھرم آگاہ ہیں بلکہ جو ہم میں پڑ کر ستاں دال کا ترجمہ کرنے پر غور کو چار پاتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ستاں دال کے بڑے حریفین اسکاٹ سکرگرف اور چارلس فری انگریزی زبان کی بڑی اسلوبیاتی روایت سے متاثر ہو کر جب "سرخ و سیاہ" کا انگریزی ترجمہ کرتے ہیں تو اسلوبیاتی پیلواری کو ترجمہ کرنے کے معاملے میں اور بھی کم مایہ زبان کا مترجم (محمد حسن عسکری) ان سے کہیں زیادہ کامیاب دکھائی دیتا ہے۔

1119۔ فلائیر گستاخ: سلام (2 جلدیں)

ترجمہ: حمایت اللہ مولوی

دلی: اورینٹ الٹیلیکس۔ س۔ ن

اول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ 1939ء سے شائع ہوا۔ (صفحہ 2-4)

1120۔ فلائیر گستاخ: ہر د پاس

ترجمہ: حمایت اللہ مولوی

دہلی: محبوب المصباح،

(حصہ 13: 16)

ناول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1121۔ فلپچر، جے۔ ایس: زہریلا بان

ترجمہ: حیرت رام فیروز چوری

لاہور: نرائن دت سنگھ، س۔ ن

ص: 368

جاسوسی ناول: 'The Ransom For London' کا ترجمہ۔ 7 ایڈاپ پر مشتمل ناول کا ترجمہ 1939ء سے قلمی شائع ہوا۔ یہ

ترجمہ بیٹھوس لٹریچر کئی دہلی نے بھی شائع کیا تھا۔ 2007ء میں گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا ہے۔ (حصہ 2: 4، 7)

1122۔ فلپچر، جے۔ ایس: کیلبر کردار

ترجمہ: حیرت رام فیروز چوری

امرتسر: آزاد بک ڈپ، س۔ ن

ص: 334

ناول: "ڈی کا تھمبی ریس" کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ دائرہ ادیب، لاہور نے 1943ء میں شائع کیا تھا۔ 2007ء میں یہ ترجمہ

گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کرتے وقت عنوان تبدیل کر دیا اور "مکافات قلم" کے نام سے سامنے لائے۔ یہ روش

(حصہ 7: 9)

انجائی قلمی خدمت ہے۔

1123۔ فلپچر، جے۔ ایس: زہریلا بان

ترجمہ: حیرت رام فیروز چوری

لاہور: خالد بک ڈپ، انارکلی

(حصہ 13: 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1124۔ فلپچر، جے۔ ایس: اصول ہیرا

ترجمہ: حیرت رام فیروز چوری

لاہور: نرائن دت سنگھ، س۔ ن

جاسوسی ناول: 'The Million Dollar Diamond' کا ترجمہ۔ 1939ء سے قلمی شائع ہوا۔ ایک ایلیٹن لائل برادر،

(حصہ 2: 4، 7)

لاہور کا بھی مکتا ہے۔

1125۔ فلپچر، جے۔ ایس: تیسرا ایڈیٹ

ترجمہ: حیرت رام فیروز چوری

دہلی: کتابستان۔

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1126۔ لٹچر، جے۔ ایس: پامبل تسم

ترجمہ: میراجہ رام فیروز چوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، سی

ناول: اسرہی ناول کا انگریزی سے ترجمہ طبع 1953ء: اولی مرکز حیدر آباد سندھ 1953ء۔ یہ دہلی میں ٹیکمیل مراد کا

(حوالہ: 2، 10، 11)

ترجمہ ہے۔

1127۔ لٹچر، جے۔ ایس: ساحل کے پاس

ترجمہ: میراجہ رام فیروز چوری

دہلی: کتابستان

(حوالہ: 14، 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1128۔ لٹچر، جے۔ ایس: قاتل پار

ترجمہ: میراجہ رام فیروز چوری

لاہور: خالد بک ڈپو،

(حوالہ: 13، 18)

جاسوسی ناول: 'The Diamonds' کا ترجمہ۔

1129۔ لٹینگ، آئن: آگ کا گولہ

ترجمہ: نذیر حسین صدیقی

(حوالہ: 2، 18)

لاہور: نو بہار بک ڈپو۔ نو بہار گیٹ

1130۔ فلوہا

ترجمہ: بی۔ بی

لاہور: دارالاشاعت، پنجاب، 1932ء

ناول: اس سلسلے کی پہلی کڑی کا ترجمہ فلوہا کا انتقام کے نام سے شائع ہوئی۔ (حوالہ: 7)

1131۔ فلوہا کا انتقام

ترجمہ: بی۔ بی

لاہور: دارالاشاعت، پنجاب، 1932ء

ناول: اس سلسلے کی پہلی کڑی فلوہا کے نام سے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی۔ (حوالہ: 7)

1132۔ فوشین، کیتھرائٹ: ائی جان کا کھاتہ

ترجمہ: ای۔ ای۔

نئی دہلی: فوکھن پبلی کیشنز، ۱۹۷۱ء

ص: 144

تاریخ: 17 ایماں پر مشتمل حقیقت پسندانہ روایت کا تاراج (۱۹۷۱ء)

1133۔ فوشین، پیٹرک: گناہ کے سائے

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیریز، کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی تاراج: "Shadow of Guilt" کا ترجمہ۔ (۱۹۷۱ء)

1134۔ فورک، لارڈ لوی: جن حسن عبدالرحمن

ترجمہ: قرۃ العین حیدر

نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لیب، 1962ء

ص: 156

تاریخ: (مخمس کے لئے) دی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (۱۹۷۲ء)

1135۔ فیروزہ

ترجمہ: اخلاق الحق

کشمیر: کتابی دنیا، ۱۹۷۱ء

ص: 231

تاریخ: انگریزی تاراج "شینہ وڈ ان دی وان" کا ترجمہ و تخلص (۱۹۷۱ء)

1136۔ فیروز، جیکسن: ہیروں کا بادشاہ

ترجمہ: میر تقی میر فیروز پوری

لاہور: لال برادرز، 1928ء

جاسوی تاراج: "دی ڈیپٹ ماسٹر" کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ فرانسیسی دت سنگھ لاہور نے بھی 1939ء سے نکلنے لگا تھا۔

(۱۱۰۱۰۰۷۰۲-۱۱۰۱۰۰۷۰۲)

1137۔ فیکر، اے۔ اے۔ فیکسوں کا شکاری

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'Traps Need Fresh Bait' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1138۔ فیکر، اے۔ اے۔ بڑا دروازہ

ترجمہ: ارٹھستانی

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'Top of The Heap' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1139۔ فیکر، اے۔ اے۔ بھائی جادو

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'Cut Thin Top wire' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1140۔ فیکر، اے۔ اے۔ دولت کی چھادان

ترجمہ: شاہد لطیف قادری

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'Crows Can't Count' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1141۔ فیکر، اے۔ اے۔ چالاک جاسوسی

ترجمہ: ارٹھستانی

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'You Can Die Laughing' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1142۔ فیکر، اے۔ اے۔ چھ سال بعد

ترجمہ: ارٹھستانی

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوسی ناول: 'Beware of Cynous' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1143۔ فیکر، اے۔ اے۔ حریفیں ڈاکٹر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Double or Quits' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1144۔ فیکر، اے۔ اے۔ قیمتی خطوط

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Gold Comes In Bricks' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1145۔ فیکر، اے۔ اے۔ قانونی قاتل

ترجمہ: اڑنوالی

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'The Bigger They Come' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1146۔ فیکر، اے۔ اے۔ مکروہ نمبر 27

ترجمہ: اڑنوالی

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Try Any Thing Once' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1147۔ فیکر، اے۔ اے۔ خشیات کا پتھر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'All Grass Is Not Green' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1148۔ فیکر، اے۔ اے۔ ہر چائی مقبول

ترجمہ: اڑنوالی

داؤلپٹری: کامران میر: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

جاسوی ٹول: 'Bachelor Gets Lonely' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1149۔ فلسفہ قدیمی

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: دارالکتاب، 1948ء

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 7)

1150۔ غلی

ترجمہ: ان۔ ان

مکتبی: کتب پبلشرز، 1948ء

م: 484

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ معاشرتی ناول۔ یہ انگریزی ناول ہندوستان کے مشہور کیونسٹ ناول نگار اور ترقی پسند تحریک کے بانی ڈکن لیگ راج آئنڈ کا تھا لیکن کتاب پر ان کا نام میں نے نہیں دیکھا۔ از حد اہم ناول۔ (صفحہ 8)

1151۔ قہروریا

ترجمہ: عبدالغفور

لاہور: خادم التعليم انٹیم پریس، 1914ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 7)

1152۔ کارہ جان فوکسن: پراسرار مسافر

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز۔ گل روڈ

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1982ء سے قبل شائع ہوا۔

(صفحہ 2)

1153۔ کارہ جان فوکسن: مغرور مجرم

ترجمہ: اثر نعمانی

راولپنڈی: کامران پریس، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "The Seat of The Scornful" کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1154۔ کارہ جان فوکسن: دارآستین

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز۔ گل روڈ

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1963ء سے قبل شائع ہوا۔

(صفحہ 2)

1155۔ کار، جان فکسن: موت کا سایہ

ترجمہ: اختر ربانی

کراچی: انور پبلشرز۔ نکل رول،

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1982ء سے نکل شائع ہوا۔

(صفحہ 2)

1156۔ کارڈر، امیک: الخ صبرے صبرے

ترجمہ: مظہر الحق عطوی

لکھنؤ: نسیم پبلشرز، لاٹوش رول، طبع اول 1977ء

ص: 392

جاسوسی ناول: مجدد قردہوں سے حلقہ لڑو، فیروز ناول کا انگریزی سے ترجمہ، طاقت، تھو، ادا، طاقت، درج نہیں۔

(صفحہ 8)

1157۔ کالفر، ونگی: دلچسپی کی آنکھ

ترجمہ: حیدر آہد سندھ: ادبی مرکز

اسرائیلی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 15)

1158۔ کامیو، الیگزینڈر: زوال

ترجمہ: محمد مریمین

بنگلور: رسالہ "سوفات" بنگلور 8 شمارہ 5-6

ص: 80

(صفحہ 11.2)

ناول: The Fall کا ترجمہ، نظر ثانی۔ محمود نیاز

1159۔ کامیو، الیگزینڈر: اجنبی

ترجمہ: بشیر بشتی

لاہور: مکتبہ جدید، 1959ء

ناول: "The Outsider" کا اولین ترجمہ۔ دوسرا ترجمہ ڈاکٹر افضل اقبال نے 1979ء میں شائع کروایا۔

(صفحہ 11.10.2)

1160۔ کامیو، الیگزینڈر: اجنبی

ترجمہ: افضل اقبال، ڈاکٹر

ناول: فرانسیسی ناول *Stranger* کا اردو راست ترجمہ۔ اس ناول کا اڈلین ترجمہ انجیر پشٹی نے انگریزی سے کیا تھا۔
(جلد 1، 2، 10، 11)

کتاب کا شادیہ احمد حسن عسکری اگست 1975ء۔ دیاچہ لا افضل اقبال پر دسمبر 1974ء میں ہے۔ فرانس کے ہمسور ڈرامہ نگار، خود اور ناول نگار البیر کامیو نے 1957ء میں ادب کا نوبل پرائز حاصل کیا تھا۔ کامیو کو نوبل انعام اُس کے ناول ”پلیگ“ پر ملتا تھا جبکہ ”مشی“ (The Out Season) اس کا اڈلین ناول ہے جو دہلی مارچ 1942ء میں شائع ہوا۔ فرانسیسی قارئین کے نزدیک کامیو کا بھڑی ناول The Fall تھا۔ ڈاکٹر افضل اقبال نے یہ ترجمہ براہ راست فرانسیسی زبان سے کرنا شروع کیا تھا لیکن وہ ایک ایجاب کے بعد ہی دست ہار بیٹھے۔ بعد میں یہ ترجمہ انہوں نے اپنی بیٹی کی مدد سے کیا اور نظر ثانی کے لئے مسودہ محمد حسن عسکری صاحب کے حوالے کر دیا۔ محمد حسن عسکری صاحب کا فرانسیسی سے ترجمہ کا طریقہ کار ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ انگریزی ترجمے بھی ایک نظروں پر لیتے تھے۔

محمد حسن عسکری اس کتاب کا شادیہ (اگست 1975ء) لکھنے وقت پہلی بار مغرب کو حجاز سے روک کر دیکھ رہے تھے۔ دیکھ رہے تھے جبکہ البیر کامیو کا اڈلین حجاز (مغرب پرستی کی حد تک مبالغہ آلود) بھی اردو ادب کے قارئین سے غورانی نے کر دیا تھا۔ یہ قاری یہیں اسی زمانے میں لکھا گیا ہے جب عسکری صاحب اپنی آخری کتاب ”ہدیہ“ پر آخری نظر ڈال رہے تھے۔ میں مصریوں کو گراہیوں کا خاکہ اس شادیہ میں بھی ڈرا ہوا ہے۔ اب وہ اسلامی القادریہ سیادت کے تابع ہو کر گھر رہے تھے اس کے باوجود انہوں نے اس ناول کی تہذیبی سطح پر اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اس ناول کی اہمیت بھی اسی ضمن میں مسلم ہے۔

یہ فیصلہ نظر میں لیتے ہیں۔

یہ ضمنی اتفاق ہے کہ البیر کامیو سے اردو ادب کے قارئین کا پہلا حوالہ بھی حسن عسکری ہی نے کر دیا تھا اور دوسرا حوالہ بھی انہی کی بدولت ہوا۔ لیکن دونوں حوالے میں دینے آہن کا فرق ہے۔ واقعی فرق ہے جو مغرب پرست عسکری اور مغرب پرست عسکری میں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے جس قدر جوش و جذبہ کے ساتھ مغرب کو نوبل کیا تھا اسی قدر نفرت اور حجاز کے ساتھ مغرب کو رو بھی کر دیا تھا۔ ”مشی“ پر ان کا حوالہ دوسرے دور کے عسکری کا بھی بھڑی حوالہ ہے۔ اگرچہ ”مشی“ کا حوالہ انہوں نے مغرب سے احتجاجی برہمی اور بھڑی کے ساتھ لکھا ہے مگر بھی اسے چاہ کر ہی چاہتا ہے کہ کاش عسکری مغربی کشش کے بہت اور شاہکاروں پر بھی ایسے مضامین لکھ سکے ہوتے۔ ان کی بدولت اردو ادب میں مغربی اہل علم کے نام بہت آئے لیکن ان کے کام سے دیکھی شائستگی بھی چھانہ ہو گئی تھی ”مشی“ کے حوالہ کو چاہ کر کامیو اور بعض دوسرے مغربی اہل علم سے ہوتی ہے۔ یہ اردو ادب کی بڑی بدقسمتی ہے کہ عسکری نے مغرب کی بڑی کتابوں اور ان کے مصنفوں پر الگ الگ مضامین لکھنے کی رحمت گوارا نہ کی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ دیکھ سکتے تھے کہ بھی جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی حدود خیال انجیر اور ہیبت افراد ہے۔

”مشی“ کا حوالہ لکھنے وقت اسلامی القادریہ سیادت عسکری کے رنگ، دھبے میں سرایت کر چکے تھے۔ اب وہ ادب کو ادبی نقطہ نظر سے نہیں قرائی نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔ کامیو کی اخلاقی القادریہ سے عسکری کا سارا جھگڑا اور اصل مغربی القادریہ اور اسلامی القادریہ کا جھگڑا ہے۔

جمہوری طور پر "انجینی" کی طرف عسکری کا رویہ انتہائی خدمت کا رویہ ہے۔ اس کے باوجود وہ اس بادل کی اس تہذیبی اہمیت سے انکار نہیں کرتے جو اسے اپنے تہذیبی اور معاشرتی ماحول کی نمائندگی کے اظہار سے حاصل ہے۔

"انجینی" ایک ایسے نوجوان کی کہانی ہے جسے صرف اپنے جسمانی احساسات اور بیجاات سے دلچسپی ہے اور جراثیمی معاشرتی اور مذہبی اطلاعات کے معاملے میں بالکل بے حس واقع ہوا ہے لیکن اس نوجوان میں جس کا نام مرسو ہے ایک لڑکی یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اسے اپنی ماں کے مرنے کی خبر ملتی ہے تو اسے اپنی ماں کے مرنے کا ذرا بھی صدر نہیں ہوتا البتہ اس بات پر تھوڑی سی کوفت ہوتی ہے کہ اب اسے دفتر سے دو دن کی پھٹی لے کر ماں کی تجویز و تحقیق میں شریک ہونا پڑے گا۔ ماں کے جنازے میں جاتے وقت اسے ذکر کی طال ہے دھوس ہے۔ وہ بڑے معروضی انداز میں ہر اس چیز پر غور کر رہا ہوتا ہے جو اس کی نظر کے دائرے میں آ رہی ہے۔ مثلاً زسوں کے لباسوں کی سفیدی، ان بڑی عمری صورتوں کے لمبے چوڑے عید، جو اس کی ماں کے قریب ترین دوستوں میں سے ہیں۔ تجویز و تحقیق کے دوسرے ہی دن وہ حیرانہ پاتا ہے، ایک لڑکی سے ملتا ہے۔ اسے ایک فلم دکھاتا ہے اور رات اس کے ساتھ گزرتا ہے۔ اسے اس لڑکی سے بھی اتنی ہی لگاؤ ہے جتنا اسے اپنی ماں سے تھا۔

واقعات و حادثات کے ایک سلسلے کے نتیجے میں ایک دن وہ اپنے آپ کو ایک سمندر کے کنارے پاتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر ہے۔ سامنے ایک عرب نوجوان ہے، ہاتھ میں ایک چاقو لے کر اسے جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ آنکھوں کو چھوڑ دینے والی دھوپ کے اثر سے وہ غیر ارادی طور پر اس عرب کو کوئی مار دیتا ہے۔ اس قتل کے بعد بھی اس کے حراجم اور حادثات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ برعکس ہی چیز کی طرف اس کی بے حس کاظم رہتی ہے۔ اسے اگر دلچسپی ہے تو صرف اپنے احساسات اور بیجاات سے۔ اب اس پر عرب کے قتل کا الزام عائد ہوتا ہے تو اسے اپنے چہرہ کی کوئی غور نہیں ہوتی۔ وہ اپنے اندر کوئی اساسی جرم بھی نہیں پاتا۔ اس کا دیکھ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اپنے دیکھ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کرتا۔ حادثات میں جرم کے دوران ذوق وہ اپنی ماں کی موت پر کسی فلم کا اظہار کرتا ہے۔ اس آدمی پر کوئی دھوس، جسے اس نے قتل کر ڈالا ہے۔ نتیجتاً اسے پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے۔ وہ عرب کو قتل کرنے کی وجہ صرف یہ بتاتا ہے کہ دھوپ بہت تیز تھی۔ پھانسی سے پہلے جب ایک پادری اسے اپنے گناہوں سے توبہ استغفار دیکھانے کے لئے آتا ہے تو وہ اس پر طنز ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف بھی دلدی زندگی جتنی ہے اور اس زندگی میں موت کا ناگزیر ہونا زندگی کی تمام معنویت کو ختم کر دیتا ہے۔ پادری دلدی چلا جاتا ہے۔ مرسو محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں سرور و مطمئن رہا ہے۔ وہ ایسی زندگی دوبارہ گزارنے پر بھی آمادہ ہو سکتا ہے۔ اسے امید ہے کہ اس کے جنازے میں، بہت سے لوگ شریک ہو گئے اور وہ فرشتے کے گھر سے لگائیں گے۔

کسی بادل کے پلاٹ سے اس بادل کی گہرائی اور گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے پورے بادل کو چڑھنا ضروری ہے۔ کامیاب کا بادل "انجینی" بیسویں صدی کے جڑواں میں کیا سنی اور کیا اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ محسوس عسکری کے بعض تجزیہ کاروں سے کیا جاسکتا ہے۔

(اردو میں مائی ادب کے تراجم)

محسن عسکری نے اس بادل کا جو تعارف لکھا ہے اس کی چند ابتدائی سطریں ملاحظہ ہوں:

”انجلی“ شائع تو ہوا تھا جہاں کی حیثیت سے مگر 1942ء سے اب 1975ء کے عرصے تک یہ ایک تاریخی دستاویز ہی گیا ہے۔ اسے ذرا دوسری جنگ عظیم سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ 1958ء کی طالب علموں کی شورش ہے، نہ مغرب کے نوجوانوں کی وادگی اور لڑائی و اختلاقی پراگندگی سے نہ مغربی شیروں کی کامیابی اور بے مقصد تھکد پسندی سے۔ مراد یہ نہیں کہ یہ ساری چیزیں اسی کتب سے پید ہوئی ہیں۔ مگر یہ کتاب اس پروری صورت حال کا ایک جزو ضرور ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ نہ صرف مغرب میں بلکہ مشرق میں بھی بعض نوجوانوں کی لڑائی و جدوجہد و پرافت میں اس کتاب کا خاصا دخل ہے۔ چنانچہ فی الحال اس کتاب پر مصل ناول کی حیثیت سے غور کرتے کافی نہ ہوگا۔

یہ ناول 1942ء میں طبع ہوا اور 1975ء تک آتے آتے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل کر گیا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مغرب میں بے جا تھکد پسندی اور اختلاقی بے راہ روی کا آغاز ہی اس کتاب کی مقبولیت کے سبب دیکھنے میں آیا، لیکن بقول مسکری صاحب مغرب کے نوجوانوں ذہن پر اس کتاب کا خاصا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اس ناول کے مرکزی کردار پر قتل کا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے لیکن اسے کسی چیز کی پر وادگی نہیں۔ ہاں کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے وہ افسردہ اور طول و کھائی نہیں دیتا۔

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو: یوزمیں کی رہائش گاہ سے مجھے یہ بار مسلسل ہوتا

”اسی انتقال کر گئی۔ جنازہ کل۔ پہلی دن دیکھی۔“

اس سے تو کچھ واضح نہ ہوا۔ شاید کل ہی کا واقعہ ہے۔

یوزمیں کی رہائش گاہ مارچ میں ہے۔ الجیرے 80 گوبیلٹر۔ میں دو بجے کی میں پر شام ڈھلنے تک وہاں پہنچ جاتاں گا۔ اس طرح میں جنازے میں شامل ہو سکیں گا اور کل شام آٹھ بجے تک لوٹ آؤں گا۔“
ایک ایسے لیٹننگشٹن ہاؤس لاہور نے 2008ء میں شائع کیا ہے۔

1161۔ کاخن ڈائل، (سر) آر تھر: فاتح بچپ یا اسرار و ہر نیولین

ترجمہ: رفیع احمد خاں ایم۔ اے

تھمب: طبع اول 1921ء

بول: فاتح اعظم نیولین یونا پارٹ کی قصی زندگی کے حوالے سے نیز کچھ جھڑپائیں اور فرانس کے نامور مدعوں کی قلمی تصادم کے ساتھ۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔
(حوالہ: 2، 4، 5)

1162۔ کاخن ڈائل، آر تھر: یادگار سرگ بوسر

ترجمہ: فیروز الدین مراد

لاہور: دارالاشاعت، ناچاب، طبع اول 1936ء

پاسوی ناول: ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 5، 7)

1163۔ کاخن ڈائل، آر تھر: شرک بوسر کا پہلا کارنامہ

ترجمہ: فیروز الدین مراد

(عوار: 2، 5)

جاسوسی ناول: قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔

1164۔ کانن ڈائل، آر تھر: آتش کی

قریب: حیرت انگیز نام۔ فیروز پوری

لاہور: نرانی دے سنگھ ایڈیٹر

ناول: اسرار ہی ناول کا انگریزی سے قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ 'The Hound of The Basker Villes' کا

(عوار: 2، 4)

قریب۔

1165۔ کانن ڈائل، سر آر تھر: وادی خوف

قریب: نصیر احمد، پبلیشر

ناول: شرکاک ہوسٹلے کا جاسوسی ناول۔ قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ (عوار: 4)

1166۔ کانن ڈائل، آر تھر: ہوائی ہندوق

قریب: عبدالجبار، مٹھی

ناول: جاسوسی ناول، جس میں شرکاک ہوسٹلے کے کارنامے ہیں۔ قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ (عوار: 4)

1167۔ کانن ڈائل، (سر) آر تھر: حکایات شرکاک ہوسٹلے

قریب: فیروز الدین مراد

لاہور: ک۔ ن۔

جاسوسی ناول: قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ 'The Adventures of Sherlock Holmes and

(عوار: 2، 5)

Memoirs of Sherlock Holmes کا قریب۔

1168۔ کانن ڈائل، (سر) آر تھر: خوبصورت عشق

قریب: فیروز الدین مراد

لاہور: طبع اول: 1921ء

(عوار: 2، 5)

جاسوسی ناول: انگریزی سے قریب

1169۔ کانن ڈائل، سر آر تھر: حلقہ سوم

قریب: نصیر احمد، پبلیشر

ناول: جاسوسی ناول، جس کا مرکزی کردار شرکاک ہوسٹلے ہے۔ قریب 1939ء سے قلم شائع ہوا۔ (عوار: 4)

1170۔ کانن ڈائل، (سر) آر تھر: خانہ آبادی

ترجمہ: افضل خان، احمد

لاہور: مولوی فیروز الدین ایڈیٹرز، سن۔

ص: 220

(عمر: 18)

اسرائی ڈائل: انگریزی سے ترجمہ

1171۔ کانن ڈائل، سر آر تھر: خانہ آبادی آسیب

ترجمہ: نصیر الدین عثمانی

حیدر آباد کن: طبع المطابع، سن۔

(عمر: 8.4)

ڈائل: اسرائی ڈائل کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

1172۔ کانن ڈائل، آر تھر: کارنامہ جات شرک ہوسر

ترجمہ: مجتہدہ نام فیروز چاری

لاہور: نرائن دت سبگل، سن۔

جاسوی ڈائل: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1939ء سے نقل شائع ہوئی۔ نوی ریٹرن آف شرک ہوسر کا ترجمہ۔

(عمر: 2.4.7)

1173۔ کپہان، الگوینڈر: بابا

ترجمہ: ان۔م راشد

لاہور: ہاشمی بک ڈپریٹرز، لاہور، 1938ء

ڈائل: کتاب پر حرجم۔ م راشد کا نام درج نہیں۔ کتاب میں روسی زبان سے براہ راست ترجمہ کا دعویٰ کیا گیا

(عمر: 2.11)

بے غور دست نہیں۔

Yana The Pit کا ترجمہ انگریزی کی معرفت ہوا۔ اس لئے کہ یہ کتاب 1939ء میں شائع ہوئی اور ان۔م راشد نے روسی

زبان 1945ء میں لکھی (محوالہ: راشد نمبر 71 اور 72 کر لیں)۔ یہ ڈائل بلاشبہ دنیا کے عظیم ڈائلوں میں سے ایک ہے لیکن اس کا ترجمہ

ہمارے ہاں بہت کم ہوا۔ یہ ڈائل جنوبی روس کی کھری ہوئی آبادی کے ایک محلے "یام سکایا سٹیوڈ" کا متعلق مطالعہ پیش کرتا ہے۔ یہ

آبادی قبہ خانوں پر مشتمل تھی۔ ڈائل کا پہلا حصہ صرف ایک رات کی داستان بیان کرتا ہے جبکہ دوسرا حصہ چارے دن سال بعد کی قصہ

سازے 54 ہے جبکہ تیسرے حصہ میں ڈائل کی بیرونی لہجہ کا اسی قبہ خانے میں دہائیں آتی ہے جہاں سے اس کی زندگی کا سفر شروع ہوا۔

لہجہ کے شب و روز کی داستان چاہئے کہ اس کی دائری سے ایک اقباس دیکھئے۔

"انعام کی صورت میں وصول پائے: 15 اپریل 10 روپے + 4.16 روپے + 17-12 روپے + 18۔ پیار + 19۔ پیار +

1176۔ کرافٹس، فری مین وائر: سنہری لاش

ترجمہ: حیدر محمد دام نیرود چوہی

لاہور: نوائے دست سنگھ، س۔ ن

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ، کتاب 1938ء سے نقل شائع ہوئی۔ 'دی کاسک' کا ترجمہ جس میں عورت کے قتل کا بیان ہے۔ ترجمہ دوسری بار اردو نگل کراچی نے شائع کیا ہے۔
(صفحہ 2-4، 7)

1177۔ کرا کا: شہر خراباں

ترجمہ: نسیمین بیگ

لاہور: سندھ ساگر انڈیا، س۔ ن

م: 228

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ 2-10، 11)

1178۔ کرٹلی، اگا تھا: کتب خانے میں لاش

ترجمہ: حیدر محمد دام نیرود چوہی

لاہور: مکتبہ جدید، طبع دوم، س۔ ن

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ، اگا تھا کرٹلی، برطانوی ناول 15 ستمبر 1890ء میں پیدا ہوئی اور 12 جنوری 1976ء میں فوت ہوئی۔
(صفحہ 13، 15)

1179۔ کرٹلی، اگا تھا: ٹوٹا ک جزیرو

ترجمہ: حیدر محمد دام نیرود چوہی

کراچی: شادی گیش بلڈنگ

(صفحہ 13، 15)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1180۔ کرٹلی، اگا تھا: راجا بکراچہ کا قتل

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ عظام علی ایڈمنسٹر، س۔ ن

(صفحہ 2-10، 11)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1181۔ کرٹلی، اگا تھا: میسو پوٹامپ میں قتل

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: شیخ عظام علی ایڈمنسٹر

(صفحہ 2-10، 11)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1182۔ کرشنی، اکا تھا: موت سے لحاقات

ترجمہ: کمال احمد رضوی

لاہور: مکتبہ خاور،

(حوالہ: 13، 16)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1183۔ کرشنی، اکا تھا: ٹیڑھا مکان

ترجمہ: علی نامرزی

لاہور: مکتبہ جدید،

(حوالہ: 13، 16)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1184۔ کرشنی، اکا تھا: بے نام خطوط

ترجمہ: علی نامرزی

لاہور: مکتبہ جدید، سی۔ ن

(حوالہ: 2، 10، 11)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1185۔ کرشنی، اکا تھا: گمنام منزل

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز۔ نکل روڈ

(حوالہ: 2)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1962ء سے نقل شائع ہوا۔

1186۔ کرشنی، اکا تھا: فریبی قاتل

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز۔ نکل روڈ۔

(حوالہ: 2، 19)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1963ء سے نقل شائع ہوا۔

1187۔ کرشنی اکا تھا: موت کا سایہ

ترجمہ: عبدالخلیل قریشی

کراچی: انور پبلشرز۔ نکل روڈ۔

(حوالہ: 2، 19)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1963ء سے نقل شائع ہوا۔

- 1188۔ کرشنی، اگا تھا: خون ہی خون
ترجمہ: اختر رحمانی و خالد جمال
کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ،
جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1983ء سے نکل شائع ہوا۔
(حوالہ: 2: 19)
- 1189۔ کرشنی، اگا تھا: بوڑھا جاسوسی
ترجمہ: صدیق احمد
راولپنڈی: کامران میر: کتاب گھر، اقبال روڈ۔
جاسوسی ناول: 'The Evil Under The Sun' کا ترجمہ۔
(حوالہ: 18)
- 1190۔ کرشنی، اگا تھا: آخری کوشش کے اسرار
ترجمہ: ایم۔ اشفاق
کھٹو: نسیم بک ڈپ۔ لاٹوش روڈ، س۔ن
مس: 238
ناول: اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: 9)
- 1191۔ کرشنی، جہالت
ترجمہ: سنبھال کمال سیگل
لاہور: نرائن دت سیگل، 1943ء
ناول: انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: 7)
- 1192۔ کرلے، پارکے: موت کا فریب
ترجمہ: مسعود چاویہ
کھٹو: انور پبلشرز، نظیر آباد، 1978ء
مس: 288
ناول: 'کالوسٹ' آن دی زم کا انگریزی سے ترجمہ۔
- 1193۔ کروڑ پتی بد معاش
ترجمہ: نواز علی خاں لاہوری
ناول: سنسلی خیر ناول کا انگریزی سے ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔
(حوالہ: 4)

1194۔ کرچی، جان: خطر کے قیدی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: The Legion of The Lost کا ترجمہ۔

(جلد 18)

1195۔ کریم، اسلمین: سرخ تھو

ترجمہ: اشکار حسین

لاہور: پرنٹنگ پب ڈپ، 1950ء

ناول: 'Red Badge of Courage' کا انگریزی سے ترجمہ۔

(جلد 2، 10، 11)

یہ ناول امریکہ سے 1895ء میں پہلی بار شائع ہوا تو ادبی حلقے میں اس کی طرف نظر پڑے اور خصوصاً قوت مشاہدہ کی دلاوری۔ قصہ دہر و دہر کے حالات میں اس زمانے کا امریکی ناول 'رومانس' اور حقیقی انسانی کی دلدل میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ ایسے میں فرانسیسی ناولوں کے ذریعہ انکسٹی گئی کریم کی اس حقیقت نگاری نے شہرت پائی۔ ناول کے ابتدائیے میں کریم خود اعتراف کرتا ہے۔

"لالہ لائی وہ ناول نگار ہے جس کا میں سب سے زیادہ فائل ہوں۔"

یہ ناول جنگ عظیم کے بارے میں طبعی دلاوری ایمان نظری عطا ہے۔ مصنف کا یہی رویہ 'سرخ تھو' کو سمجھنے کے ناول "طیرویل نو آرمز" کی روایت سے سمجھ کر رہا ہے اور اس کی ایک شناخت ممکن ملتا ہے۔

صورت ملاحظہ ہو:

"وہ آ رہے ہیں۔ وہ آ رہے ہیں۔"

بدلتوں کے کندے کنکائٹ کھینچے گئے۔ دھواں دھواں میدانوں کے اس طرح سے بھاگتے دوڑتے آدمیوں کا بھرا بھرا سلاپ اٹھا چلا آ رہا تھا۔ حمد و نثر آوازوں میں چلتے ہوئے آ رہے تھے۔ وہ قریب آتے چلے گئے، اپنی رائیوں وہ ہر سمت میں جا رہے تھے اور ہر ذریعے سے انہیں گھرا رہے تھے۔ ان کے آگے آگے ایک آواز پچام پچام ہوا میں گھبراتا چلا آ رہا تھا۔

نوجوان کی نظر سب ان پر چڑی تو دھنسا اسے پتہ نہیں کہ نئے ایک خیال آیا کہ شاید اس کی بدلتی بھری ہوئی نہیں ہے۔ وہ کھڑے کھڑے اپنے اسیان دست کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

(ص 80 سے اختتام)

1196۔ گزاکوچ، عثمانیہ: ڈائری کا راز

ترجمہ: رئیس احمد چغتوی

کھنڈ: آئینہ خوب حضرت گنج اس۔

ص 184

ناول: لیٹن کی زندگی کے بارے میں 'Blue Notebook' کا ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ 'لیٹن نوٹ بک' کے نام سے آزاد کتاب گھر دہلی نے 1973ء میں شائع کیا تھا اور میں پاکستان سے 'لیٹن نوٹ بک' کے ہی نام سے انور سجاد

1197۔ کراچی کیج، عمالوئل: نیلی نوٹ بک

ترجمہ: ن۔ن

دہلی: آزاد کتاب گھر۔ کلاس محل، دہلی، 1923ء

صفحہ: 184

نوٹ: لٹنن کی زندگی سے متعلق "نیلی نوٹ بک" کے نام سے انور سجاد نے بھی ایک ترجمہ پاکستان سے شائع کر دیا ہے۔ اس ناول کا اڈلین ترجمہ "انڈی کارلا" کے عنوان سے دیکس اور جعفری نے کیا تھا۔ (عوار 9)

1198۔ کراچی کیج، عمالوئل: نیلی نوٹ بک

ترجمہ: انور سجاد

کراچی: کتبہ دایال، 1983ء

نوٹ: لٹنن کی زندگی سے متعلق روسی ناول کا یہ میرا ترجمہ ہے۔ "انڈی کارلا" اڈلین ترجمہ دیکس اور جعفری کا تھا۔ ایک ترجمہ دہلی سے 1923ء میں "نیلی نوٹ بک" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ (عوار 10:2)

یہ روسی مصنف عمالوئل کی ناول Blue Diary کا ترجمہ ہے، جو انگریزی کی معرفت کیا گیا ہے۔ انور سجاد ترجمہ کرتے وقت غیر مانوس اصطلاحوں اور محاوروں کے گور کو دھندے میں نہیں اچھے اور خاصا رواں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

کتاب کے دیباچہ نگار احمد سلیم نے اس ترجمہ کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

ملہوس کہ "نیلی نوٹ بک" کا مصنف اس دنیا میں موجود نہیں، ورنہ وہ اندر ترسے میں پائی جانے والی انور سجاد سے پر آپ کو ضرور داد دیتا۔ یہ ترجمہ پہلی بار شعور دہلی (مرچ: پراجیکٹ مین، راء، شروڈس) میں شائع ہوا تھا۔

1199۔ کزنس، شیلڈ: میں کیوں خراب ہوں

ترجمہ: محمد حسن عسکری

لاہور: آوار۔ کتابستان، 1959ء

صفحہ: 302

ناول: معاشرتی تنقیدی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ پاکستان میں بہت کم لوگوں کو اس ترجمے سے متعلق معلومات ہیں۔ محمد حسن عسکری صاحب نے یہ ترجمہ 1947ء سے نقل کیا تھا۔ لگ بھگ 1948ء میں۔ عسکری صاحب کی ترجمہ نگاری

اور اس میں حد درجہ کامیابی پر کوئی غور ہات اس وقت تک ممکن نہ ہو گی جب تک عسکری صاحب کے 1947ء سے نقل کے کام کو دھیان میں نہ رکھا جائے۔ وہ ہیں کہ بطور مترجم جب عسکری صاحب نے اسالیب اور موضوع کے حوالے سے

فطرتی ترجمہ باتوں، یعنی "ادام بھاری" (انور ترجمہ: طبع اڈل، 1950ء)، "سرسا دیپا" (انور ترجمہ: طبع اڈل، 1953ء)،

اور "مہولی ڈاک" (اردو ترجمہ: طبع الاول: 1967ء) کو چننا اور اس میں از حد کا مہاب دیکھے گئے، تو ان کی اس کامیابی کا کوئی تو سبب رہا ہو گا؟ کیا انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر کامل عبور اور فراخ بینی زبان سے قابل لحاظ نقطہ ہے؟

بہ شک، یہ بھی تھا۔ لیکن ایک بات اور بھی تھی کہ عسکری صاحب، قیام پاکستان سے قبل شیلا کرٹس کا ناول "میں کیوں شرماؤں" کے مضامین سے ترجمہ کر چکے تھے، جسے بہت بعد میں کتابستان، الدہ آباد (بھارت) نے 1959ء میں شائع کیا اور عسکری صاحب کو جہم مرگ اس ترجمے کی اشاعت کی خبر نہ ہوئی۔ دوسرا یہ کہ بالزاک کے دو ناول "بڑھا گورج" اور "نمرود و بیان الخیرا گھر" پر یوں تو عسکری صاحب کی ایک شاگردہ سنیہہ نسیم ہوائی کا نام بطور ترجمہ لکھ دیا ہے، لیکن ان دونوں کے ترجمے میں عسکری صاحب کے گہرے عمل و دل سے انکار ممکن نہیں۔ دایق حال، حقیقت جانتے ہیں۔

گمان غالب ہے کہ یہ کام بھی خام حالت میں ہی 48-1948ء میں ہو چکا تھا۔ جس کا ایک ثبوت اشرف ایڈرین کے ناول "آخری سلام" (ترجمہ: محمد حسن عسکری، طبع الاول: 1948ء) کے بارے میں عسکری صاحب کا یہ بیان بھی ہے۔

"سیرے بعض کرم فرما مجھ سے کہتے ہیں کہ میرا سب سے اچھا ترجمہ "آخری سلام" ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیام پاکستان سے قبل عسکری صاحب متعدد تراجم کر چکے تھے، جو مہاب نے دیکھے اور یہ دانتے دی) اس دانتے سے میری بہت افراخی تو بہت ہوتی ہے، لیکن میں اسے اپنا کوئی کارنامہ نہیں سمجھتا۔ اشرف ایڈرین کی یہ کتاب حقیقت نگاری کی روایت سے متعلق ہے، لیکن اس کی نثر مومپاساں کی نثر نہیں ہے۔ اس کی نثر، جس کا کام چلاؤ قسم کی ہے۔ ایسی عبارت کو کس طرح اردو میں منتقل کیا جائے، اس کا طریقہ مٹو نے 36ء کے قریب اپنے ترجموں میں بنا دیا تھا۔"

(ڈاکٹر نسیم: "آخری سلام" ص 9، طبع الاول: 1947ء)

اشرف ایڈرین کی نثر سے متعلق عسکری کی رائے آپ نے سن لی اور مٹو کی ترجمہ نگاری پر طبع بھی ملاحظہ کر لیا۔ پھر یہ ترجمہ عسکری صاحب نے کیا کیوں؟ یہ سوال اہم ہے اور اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "Good Bye to Berlin" اشرف ایڈرین کا ایک ایسا ناول ہے، جسے مختلف انسانوں کے بال سیل سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس ناول کا ہر باب اپنی جگہ مکمل انسان ہے اور ان انسانی کرداروں کی نفسی کیفیات عسکری کے طبعی ذرا انسانوں کے کرداروں سے مماثل ہیں۔ جس کی سبب ہے، اس ناول کو اردو میں منتقل کرنے کا۔ یہ صورت دیگر ایڈرین کے ناول کا معاشرتی ٹھکانہ اور سیاسی اتھری کا نقشہ عسکری صاحب کے لئے چنداں ایسا نہ تھا۔ یوں گیتا 52ء ناخیر، ہرمن مہلول اور سٹن دال جیسے صحابی اسالیب کو ہاتھ ڈالنے سے قبل شیلا کرٹس، بالزاک اور اشرف ایڈرین کے جہیم زبانوں کو ترجمہ کرنے کا Spadework عسکری صاحب نے ضروری سمجھا۔

(حوالہ 9)

1200۔ کلومی

ترجمہ: عابد حسین، ڈاکٹر

نئی دہلی: سائیے آئیڈی، 1963ء، ص 272

نول: بھگت نول کے انگریزی ترجمے "Kulmaur" کا اردو روپ۔ ایک نوجوان بیوہ کی کہانی۔ (حوالہ 9)

1201۔ گلیڈے، پیوگ: چار شیطان

ترجمہ: شاد احمد سیٹھی

کراچی: ایڈز پبلی کیشنز، س۔ن

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1202۔ کوئٹہ، تک: عیاش حسینہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داد پبلی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The Girl With No Place To Hide' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1203۔ کوش دوتھ، انڈیا: بھڑکا گولا

ترجمہ: عہد الجید سائیک، مولانا

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، موسسہ فرشتا، نئی دہلی

ص: 40

ناول: (بچوں کے لئے) Old Whitewind کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 17)

1204۔ کوہلی، میری: غوثی عاشق

ترجمہ: مرزا ہادی رسوا

لکھنؤ: 1920ء

جاسوسی ناول: Worm-wood کا ترجمہ۔ ناول: "آمراتہ جان لورا" کے خالق بطور مترجم۔ (حوالہ: 2)

مرزا ہادی رسوا کے ترجموں سے متعلق ڈاکٹر ظہیر چچ پوری لکھتے ہیں: "رسوا، ایک کامیاب مترجم تھے اور ان کے سب سے

بہتر نمونے وہ تراجم ہیں جو انہوں نے دادا لٹریچر میڈر آپاؤ کی میں کئے۔" ("دوسری ناول نگاری"، 1970ء، ص 398)

لیکن دوسری طرف ان کے جاسوسی ناولوں کے تراجم دیکھئے۔

1۔ غوثی مشغور، اشاعت 1919ء۔ از میری کوہلی۔

2۔ غوثی عاشق، اشاعت 1920ء۔ از میری کوہلی۔ Worm-wood کا ترجمہ۔

3۔ غوثی شہزادہ، اشاعت 1921ء۔ از میری کوہلی۔ لیتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ

4۔ غوثی بیچہ، اشاعت 1924ء۔ از میری کوہلی۔ لیتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ

5۔ غوثی جڑو، اشاعت 1928ء۔ از میری کوہلی۔ اٹوین پریس لکھنؤ

6۔ بہرام کی پہلی۔ (ماخوذ از ترجمہ) اورمان لیلانک (انگریزی سے انگریزی کی معرفت ترجمہ)

ان میں ترستے کا معیار بہت ہلکا ہے۔ یہ سب معمولی درجے کے فرانسیسی پاسوی ڈانوں کے تراجم ہیں جن کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ مرزا دسوائے مہری کوہلی کے ڈال 'Worm-wood' کو ترجمہ کرتے وقت یہاں تک کیا ہے کہ اکثر فرانسیسی اشعار کی جگہ پورٹی گیٹ شامل کر دیے ہیں اور بطور کسی جواز کے کچھ جیسے حذف بھی کر دیے ہیں مثلاً اصل ڈال کے باب 14 اور 15 کو حذف کر کے 13 کے بعد 18 شروع کر دیا ہے۔ دسوائے ترجمہ کرتے وقت حاشیہ آرائی بھی کی ہے مثلاً ایک مقام پر ڈال کا طعنے پیر دیکھتا ہے۔

"دنیا کے اجماعی خاکے میں کچھ نقص رہ گیا ہے۔ اور شاید وہ عظیم قوت جو کہ مصطفیٰ اور بے نیاز ہے، جس کو نہ کوئی آگہ سے دیکھتا ہے نہ ہاتھ سے چھو سکتا ہے، کسی خاص وقت میں جبکہ طبیعت صوبہ نہ تھی۔ ایک سوال حل کیا تھا۔ بہت بڑا مسئلہ جس کی وسعت زمین و آسمان سے بڑی ہوئی تھی وہ حل ہو گئی مگر غور و نظر سے اس کو بھول گئی۔"

("غربی عاشق" ص 318 سے اقتباس)

مرزا دسوائے سخت ناگواری کے عالم میں اس پر حاشیہ لکھا:

"یہ واقف بھٹ خدا پر اعتراض کیا کرتا ہے۔ اس کو یہ نہیں معلوم کہ دیکھتے ہیں باہر طرف قدح خوار دیکھ کر خود امکان ناقص ہے۔ جو کچھ تراہاں ہیں وہ امکان کی ذات سے ہیں نہ کہ خالق کی ذات سے۔ جو کچھ امکان میں تھا، دنیا ایجاد ہوا ہے۔ یہ کہ جذبی ایک جگہ خالق ہو جائیں، یہ امکان میں نہیں لہذا اعتراض پاچا اور پلر ہے۔"

مہری کوہلی کے ڈال 'Worm-wood' اور اس کے ترجمے 'غربی عاشق' کا تقابلی مطالعہ خود کر لیجئے۔

And then with an indelible slide forward
and an impudent bracing
of the arms skimbo they started the
'Can-Can' (Page 311)

'نہر بڑی بے شرمی سے نکلی کو آ کے بڑھا کر اندر کو لے کر ہاتھ دھر
کے کھٹکا اندر کھڑکا شرمی را گیا۔

ہمارے سے میرے گئیے
ہمار کوہ کا کر چئے
تمہاری لاگ پہ چھوہ گئیے
چنا کا تہن بھئے ہمار
کوہ کا کر چے
ہمارے سے میرے گئیے
ہمار کوہ کا کر چے

میں: 238

1205۔ کورلی، میری: خونی مقبور

ترجمہ: مرزا ہادی دسوا

کھنڈ: طبع الاول 1919ء

(صفحہ 2)

فرائیسی جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1206۔ کورلی، میری: خونی بھید

ترجمہ: مرزا ہادی دسوا

کھنڈ: لیتھو اسٹ پیٹنگ ہاؤس، طبع الاول 1924ء

(صفحہ 2)

فرائیسی جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1207۔ کورلی، میری: خونی جرد

ترجمہ: مرزا ہادی دسوا

کھنڈ: اطین پریس، طبع الاول 1928ء

(صفحہ 2)

فرائیسی جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1208۔ کورلی، میری: خونی شہزادہ

ترجمہ: مرزا ہادی دسوا

کھنڈ: طبع الاول 1921ء

(صفحہ 2)

فرائیسی جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1209۔ کورلی، میری: روح لیلیٰ

ترجمہ: فیض الحسنی

فیروز پور: فیض الحسنی، 1918ء

(صفحہ 2-7)

فرائیسی جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1210۔ کورلی، میری: چنگا

ترجمہ: گورو دت۔

دہلی: آملوالیہ بک ڈپ۔ نودہنگ روڈ، مس۔ سن

صفحہ: 220

ناول: معاشرتی ناول۔ فرانسیسی سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 9-16)

1211۔ کورلی، میری: زسکا

ترجمہ: پنڈت ملک راج شرما آئندہ

لاہور: طبع الاول 1918ء

فرانسیسی جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 2-5)

1212۔ کورلی، میری: تھامیا

ترجمہ: گوہر سلطانہ

لاہور: مکتبہ شہکار، 1976ء

صفحہ: 70

ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 5-15)

1213۔ کورلی، میری: جذبہ انتقام

ترجمہ: حیدری، ایم۔ ایچ

راولپنڈی: کتاب گھر

فرانسیسی جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 2)

1214۔ کورلی، میری: دو جہاں کی سیر

ترجمہ: سافرا اکبر آبادی

فیروزپور: طبع الاول 1908ء

ناول: طیفانہ موضوعات، خصوصاً مذہب اور دنیا کی حقیقت کے حوالے سے۔ اپنے وقت کا بیٹ بکر۔ ترجمہ

1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 2-4)

1215۔ کورلی، میری: رموزِ قدرت

ترجمہ: دلچسپہ افضل عباس

لاہور: فیروز سنز لٹریچر

(حوالہ: 2، 11)

فرانسیسی جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1216۔ کوریلی، میری: کرشمہ قدرت

ترجمہ: سافریر علی

کراچی: انور پبلشرز

فرانسیسی جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اسی ناول کا مصنف ترجمہ دہ گھوٹل خاں نے کیا ہے۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

1217۔ کوریلی، میری: انتقام

ترجمہ: سعیدی، انجم علی

راولپنڈی: کتاب گھر

(حوالہ: 2، 11)

فرانسیسی جاسوسی ناول: کتاب "یہ جذبہ انتقام" کا پہلی ایڈیشن ہے۔

1218۔ کوریلی، کارلو: پناہ کے کارنامے

ترجمہ: سعید لکھت

لاہور: فیروز سنز لٹریچر (پاکستان)، س۔ س۔

(حوالہ: 13، 14)

ناول: (بچوں کے لئے) انا لین زبان سے ترجمہ۔

1219۔ کورڈ، جوزف: راز دہان

ترجمہ: احسن فاروقی، ڈاکٹر

کھٹوا: کتابی دنیا، 1999ء

صفحہ: 159

ناول: مسکرت المینت کو بعد وسطی منظر نامہ دے دیا گیا ہے نیز کردار بھی مشرقی بنادیکے گئے ہیں۔ (حوالہ: 8، 16)

1220۔ کون کوئٹ، مس: اے عشق کہیں لے چل

ترجمہ: صادق الخیری

کراچی: شہناز بک کلب، 1971ء

صفحہ: 185

(حوالہ: 2، 10، 11، 13)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1221۔ کوسٹلو، آر تھر: غفلت نیم روز

ترجمہ: گوہال محل

دہلی: سدھارتا پبلی کیشنز 35 فیض بازار، 1963ء

ناول: "Darkness at Noon" کا ترجمہ جس میں کوئٹہ کے گھونڈم کی کڑواہٹ کی شائدی کی ہے۔ ترجمان کن بات
یہ ہے ترجمہ دہالہ "خریک" دہلی کے شاعر کا ہے، جو ترقی پسند تھے۔
(حوالہ: 9)

1222۔ کیستھر دلا: دہلیان ہے دل

ترجمہ: قیمی رام پوری

کراچی: لارک پبلشرز، طبع دوم 1980ء

(حوالہ: 2، 10، 11، 16)

ناول: "My Dear Antonia" کا ترجمہ۔

1223۔ کیستھر دلا: بھری بھاری آفتونہ

ترجمہ: منور سہائے نور

دہلی: انجین آکٹائی۔ نریدرا پبلش، 1988ء

م 288

ناول: "My Dear Antonia" کا ترجمہ جس میں شمالی امریکہ کی ایک طوور اور حوصلہ مند لڑکی مرکزی کردار ہے۔

(حوالہ: 9)

1224۔ کیستھر انجین: روح کا الفا

ترجمہ: ایم۔ بے عالم

کھنڈ: قسیم بک اپ، 1958ء

م 325

ناول: ایک شخص کی جی خود بخود کر لیتی ہے۔ چند برس بعد وہ دوسری شادی کر لیتا ہے تو پہلی بیوی کی روح اس کی

دوسری جی میں بھل ہو جاتی ہے۔ اس ناول کا پس منظر اور کرداروں کے نام ہندوستانی ہیں۔ (حوالہ: 9)

1225۔ کین، ہال: مہندی

ترجمہ: ایم۔ اعظم

لاہور: لاہور آکٹائی، م۔ س۔

م 564

(حوالہ: 2، 11)

ناول: اگر جی سے ترجمہ۔

1226۔ کیوی، ولیم لی: پراسرار شہزادہ

ترجمہ: عبدالکیم شرر، مولانا

راولپنڈی: ناول انجینیٹی دوم۔ س۔ن

(عرب: 2)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1227۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: بریٹلے ہاتھ

ترجمہ: حسرت شیخ آبادی

کراچی: فری پبشرز، 1970ء

(عرب: 2-19)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1228۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: بے قرار لڑکی

ترجمہ: بیروزادہ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز

(عرب: 2-19)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1229۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: پراسرار لٹاف

ترجمہ: بیروزادہ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز

(عرب: 2-19)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1230۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: پراسرار میزبان

ترجمہ: بیروزادہ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز

(عرب: 2-19)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1231۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: پراسرار سوکل

ترجمہ: نثار احمد بٹلی

کراچی: انور پبشرز، نکل روڈ،

(عرب: 2)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1962ء سے نقل شائع ہوا۔

1232۔ گارڈنز، اول اسٹیٹ: حیراک لڑکی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ، اکتوبر 1960ء

جاسوسی ناول: 'The Case of The Negligent Nymph' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1233۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: جعلی نشان

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: کامران سیریز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The Mischiefous Doll' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 18)

1234۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: جعلی تصویر

ترجمہ: پیرزادہ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2، 19)

1235۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: جواری عورت

ترجمہ: پیرزادہ

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2، 19)

1236۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: جمل پری

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز گل روڈ

جاسوسی ناول: ترجمہ 1982ء سے گل شاخ ہوا۔ (حوالہ: 2)

1237۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: خوابیدہ دلہن

ترجمہ: عہد الجلیل قریشی

کراچی: انور پبلشرز گل روڈ

جاسوسی ناول: ترجمہ 1982ء سے گل شاخ ہوا۔ (حوالہ: 2)

1238۔ گارڈنر، اریل اسٹیبلے: دس ہزار ڈالر

ترجمہ: ایوانسن جعفری

کراچی: اعجاز پبلشرز، کاظمی پبلشنگ فرنٹر روڈ

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ (حوالہ: 2، 19)

1239۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: دُش شدہ گھڑی

ترجمہ: بیڑا

لاہور: شیخ کلام علی ایڈسنز،

(حوالہ: 2-19)

جاسوی ڈاول: انگریزی سے ترجمہ

1240۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: دام قریب

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ

(حوالہ: 2)

جاسوی ڈاول: ترجمہ 1982ء سے نقل شائع ہوا۔

1241۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: دستِ قضا

ترجمہ: تیمر محمد رام فیروز پوری

ہالندھر: نرائی دت سنگھ

(حوالہ 16)

جاسوی ڈاول: انگریزی سے ترجمہ

1242۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: غوثاک گوریل

ترجمہ: بیڑا

لاہور: شیخ کلام علی ایڈسنز

(حوالہ: 2-19)

جاسوی ڈاول: انگریزی سے ترجمہ

1243۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: غوثی بیوہ

ترجمہ: بیڑا

لاہور: شیخ کلام علی ایڈسنز

(حوالہ: 2-19)

جاسوی ڈاول: انگریزی سے ترجمہ

1244۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: سراغ کی چابی

ترجمہ: طارق احمد بیٹھی

کراچی: بانو ایڈی اسے۔ ایم کراچی 1

(حوالہ: 2-19)

جاسوی ڈاول: انگریزی سے ترجمہ

1245۔ گارڈنز، ارل اسٹیلے: سوگوار کا

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ،

جاسوسی ناول: ترجمہ 1982ء سے قبل شائع ہوا۔

(حوالہ: 2)

1246۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: سیاہ گواہ

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1982ء سے قبل شائع ہوا۔

(حوالہ: 2)

1247۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: عورتوں کا شکاری

ترجمہ: عیروادہ

لاہور: شیخ نظام علی اینڈ سنز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 19)

1248۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: عیار زس

ترجمہ: عیروادہ

لاہور: شیخ نظام علی اینڈ سنز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 19)

1249۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: عیار قاتل

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ

جاسوسی ناول: ترجمہ 1982ء سے قبل شائع ہوا۔

(حوالہ: 2)

1250۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: آتش آگیاں

ترجمہ: عیروادہ

لاہور: شیخ نظام علی اینڈ سنز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 19)

1251۔ گارڈن، ارل اسٹیلے: انتقام

ترجمہ: عیروادہ

- لاہور: شیخ نظام علی ایڈسنٹر۔
 جاسوسی ناول: مرکزی کردار بھری حسین جاسوسی کا ہے۔
 (حوالہ: 2-19)
- 1252۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: طرار حسینہ
 ترجمہ: اختر رحمانی
 کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ،
 جاسوسی ناول: ترجمہ 1962ء سے نکل شروع ہوا۔
 (حوالہ: 2)
- 1253۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: صبح کا ٹھوٹا
 ترجمہ: سراج الدین شیدا
 ردا پبلیشرز: کامران سیرج: کتاب گھر، اقبال روڈ
 جاسوسی ناول: 'The Case of The Nervous Accomplice' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)
- 1254۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: شیطان کی خالہ
 ترجمہ: ایم ایمن جعفری
 کراچی: پائو انڈیا، نکرچی۔
 جاسوسی ناول: بھری حسین جاسوسی کے کہتا ہے۔
 (حوالہ: 2-19)
- 1255۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: دہی کا قتل
 ترجمہ: اختر رحمانی
 کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ کراچی 2
 جاسوسی ناول: ترجمہ 1962ء سے نکل شروع ہوا۔
 (حوالہ: 2)
- 1256۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: نیلی آنکھیں
 ترجمہ: بیڑا
 لاہور: شیخ نظام علی ایڈسنٹر
 جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ
 (حوالہ: 2-19)
- 1257۔ گارڈنز، ارل اشپیلے: نقاب پوش عورت
 ترجمہ: بیڑا
 لاہور: شیخ نظام علی ایڈسنٹر

1258۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: مفروضہ لاش

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ

جاسوسی ناول: ترجمہ 1962ء سے نقل شائع ہوا۔

1259۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: کرم خوردہ کوٹ

ترجمہ: اختر رحمانی

لاہور: طبع قلام علی ایڈ سنٹر

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1260۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: کانا قاتل

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبلشرز، نکل روڈ

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1962ء سے نقل شائع ہوا۔

1261۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: گمشدہ ملکہ حسن

ترجمہ: حسرت علی آبادی

کراچی: فریڈ پبلشرز

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1262۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: مستعار دو شیرازہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Borrowed Brunette' کا ترجمہ۔

1263۔ گارڈنز، اریل ایپٹلے: منجھتہ شوہر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ، 1980ء

1264۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: مجرم کا قتل

ترجمہ: بیڑا اودھ

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

(حوالہ: 2، 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1265۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: مصنوعی آنکھ

ترجمہ: بیڑا اودھ

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

(حوالہ: 2، 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1266۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: کٹھ پتلی

ترجمہ: اختر رحمانی

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر

(حوالہ: 2، 18)

جاسوسی ناول: 'The Case of The Foot Lose Doll' کا ترجمہ۔

1267۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: قاتل جھاری

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: انور پبشرز۔ گل روڈ

(حوالہ: 2)

جاسوسی ناول: اردو ترجمہ 1962ء سے گل شاخ ہوا۔

1268۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: قاتل کی لاش

ترجمہ: بیڑا اودھ

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

(حوالہ: 2، 18)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1269۔ گارڈن، اریل اسٹیبل: بیوی یمن کے کارنامے

ترجمہ: بیڑا اودھ

لاہور: شیخ نظام علی ایڈ سنز

(حوالہ: 12، 13، 15)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1270۔ گارڈن، چالیس: سونے کا جزیرو

ترجمہ: بھناگر

ناول: 'نئی سرخ آف سینٹ' کا ترجمہ جس میں ایک ایسے جرمے کی کہانی ہے جس میں سے سونا نکلتا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔
(صفحہ 4)

1271۔ گائٹورڈی، جان: سیب کا درخت

ترجمہ: کاظمی مہدا حقار

نچھوڑا پارک: اردو انٹرویو

ناول: 'نئی اپیل ٹری' کا ترجمہ جسے 'نچھوڑا پارک' کے نام سے کیا گیا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ دوسری بار کریمی پریس لاہور نے شائع کیا۔
(صفحہ 4-7-8)

1272۔ گائٹورڈی، جان: سیب کا درخت

ترجمہ: رشاد سترمداد

بکلی: سب پبلشرز لمیٹڈ، 1949ء

صفحہ: 104

(صفحہ 11-10-0)

ناول: 'The Apple Tree' کا ترجمہ۔

1273۔ گاؤس کی کہانی

ترجمہ: شمس علی شاہ

ٹی وی: انٹرمین انٹرویو۔ فریڈرکس، سی۔ بی

صفحہ: 280

(صفحہ 8)

ناول: 'سٹی ہاؤس' کا انگریزی سے ترجمہ۔

1274۔ گاؤس، ڈیویس: خاموش انتقام

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میر: کتاب گھر، اقبال روڈ

(صفحہ 18)

پاسوی ناول: 'Night Squares' کا ترجمہ۔

1275۔ گروٹس، ایلم

ترجمہ: مظہر الحق علوی

کھنڈ: قسیم بک ایچ۔ لائونگ روڈ، 1965ء

(حوالہ 8)

ناول: امراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔

1276۔ گرد چنے کی چوٹ

ترجمہ: پرتھوی رام۔

لاہور: زمانہ دست سنگھ، س۔ ن

(حوالہ 7)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1277۔ گروہر، کارل ہانز: نامورس (دو جلدیں)

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کنکڑ: نسیم بیک ڈیچ، لاؤش روڈ، طبع اول: 1978ء

مس (جلد اول): 472

مس (جلد دوم): 430

ناول: مہمانی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ ناول کے ہیرو نامورس کا کردار بیک وقت دیوتا بھی ہے اور شیطان بھی۔

(حوالہ 9)

1278۔ گرے، بریکلے: سیاہ دائرے

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ، 1972ء

جاسوسی ناول: "Conquest Marches On" کا ترجمہ۔ برطانوی افسر افسانہ نگار ڈیچ کے کالم نویس پلیٹ کی

(حوالہ 2، 18، 19)

کہانی۔

ایڈیٹری سے نمونہ:

برطانیہ کے مشہور افسانہ نگار ڈیچ کے کالم نویس پلیٹ کی عجیب و غریب طبیعت کا مالک تھا۔ وہ ہر معاملے میں اپنی ناک انرا ضروری خیال کرتا تھا۔ چاہے اس معاملے سے اس کا دور کا کچھ واسطہ نہ ہو۔ اپنی اس عجیب و غریب طبیعت کی وجہ سے وہ کئی مشہور تھاپھل و صورت بھی کسی حد تک مضطرب ہو جاتا تھا۔

1279۔ گرے، بریکلے: قاتل جاسوسی

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ،

(حوالہ 18)

جاسوسی ناول: "Call Conquest for Danger" کا ترجمہ۔

1280۔ گرین، ایف۔ ایل: مغرور

ترجمہ: ابو سعید قرنی

لاہور: مکتبہ اردو سرگودھا

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(عوارف: 2، 9-10)

1281۔ گسٹاپو

ترجمہ: محمد بشیر قرنی

لاہور: ہاشمی پبلشرز

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(عوارف: 7)

1282۔ گلوٹن

ترجمہ: خدیج مرزا برلاس

پشاور: یونین پبلشرز

ناول: انکسپائریشن کے پس منظر میں لکھے گئے ناول "Guiltless" کا ترجمہ۔ (عوارف: 13، 18)

1283۔ گناہ کی راہ

ترجمہ: سید محمد امجد علی

لاہور: پبلیشنگ ہاؤس

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(عوارف: 7)

1284۔ گوٹری جوئیز: نیلی ہسٹس

ترجمہ: محمود نظامی

لاہور: پبلیشرز اینڈ ڈسٹریبیوٹرز۔ 178 اڈارکلی، بلچ اڈال: 1958ء۔ جاسوسی ناول۔

(عوارف: 2، 19)

ناول: 15 ابواب پر مشتمل انگریزی ناول کا ترجمہ۔

ابتدائی سے مومنہ

نارنج کی ایک دانش منجھی تھی۔ رات کی بارش کے باوجود موسم بڑا ٹھنڈا تھا۔ لکھی ابوالحسن باورچی خانے میں بیٹھا باہر کا منظر دیکھنے میں مصروف تھا۔ گھنٹوں اور سانس کی زمین دھل سے بھری ہوئی تھی۔ لکھی یہ دیکھ کر خوش تھا کہ دھل اور بارش کا یہاں نہ پڑا کر آج وہ کام سے بچ جائے گا۔ ویسے وہ کام چھوڑ رہا تھا، مگر آج اس کا جی کام کرنے کو نہ چاہتا تھا۔

1285۔ گوا فرے لپاس: مٹان ہلور

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

کراچی: اردو اکیڈمی (سندھ) س۔ن

ص: 448

ناول: 'Kazakh Exodus' کا ترجمہ دوسری بار مطلق کہ وچ کراچی نے شائع کیا۔ (حوالہ 2-13-18)

یہ Godfrey's کی ناول 'Kazakh Exodus' کا ترجمہ ہے۔ اس ناول کو ہجرت کی داستان کہنا چاہیے۔ قارئین کی یہ کہانی دہائیوں کے سرحدی علاقے سے حلق ہے۔ مصنف چونکہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسکول ٹیچنگ میں ایڈمپٹر رہے تھے، اس لئے مشرقی نظریات پر ان کی گہری نظر دکھائی دیتی ہے۔ اس ناول میں اشتراکی دنیا کے انہوں قارئین کی برادری کا بیان اور ہجرت کا تجربہ خوب چاہتا ہے۔ واقعاتی ادب میں یہ ترجمہ ایف یادگار رہے گا۔

1286۔ گورکی، میکسم: بابو

ترجمہ: زبانی کارشار

دہلی: مکتبہ رنگین، گنج میر خاں، 1954ء

ص: 127

نوٹ: روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ 2-13-18)

1287۔ گورکی، میکسم: بابو

ترجمہ: محمود جالندھری

لاہور: شجر پبلشنگ ہاؤس، س۔ن

ص: 528

ناول: گورکی کا شاہکار ناول۔ اس ناول کا ایک ترجمہ دارالاشاعت ترقی ہاسکو نے شائع کیا تھا۔ محمود جالندھری کا

ترجمہ پہلی بار آئینہ ادب لاہور نے شائع کیا۔ 'The Mother' کا ترجمہ۔ (حوالہ 2-13-11)

1288۔ گورکی، میکسم: بابو

ترجمہ: دارالاشاعت ترقی

ہاسکو: دارالاشاعت ترقی، س۔ن

ناول: روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ قائم بھی ترجمہ بعد میں (1954ء) مکتبہ شاہراہ دہلی نے شائع کیا۔

(حوالہ 2-13-18)

18 جن 1935ء کو ہاسکو میں مشہور عالم روسی مصنف میکسم گورکی کا انتقال ہو گیا۔ اس کی ولادت ایسے ماں باپ کے گھر میں ہوئی جو ہندوستان میں اچھوت کہے جاتے ہیں۔ خدا جانے ہندوستان میں کتنے میکسم گورکی معاشرہ کے ظلم کا شکار ہو جاتے ہیں اور ان

کی فطری قابلیتوں کو ابھرنے اور پینے کا مائع نہیں ملتا۔ میکسم گورکی اس کا اصل نام نہ تھا۔ اس کا نام ماکسوف (Maximovitch Peshkov) تھا۔ وہ 1868ء میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ایک فرائض تھا۔ گورکی کی عمر 5 سال کی تھی جب اس کا باپ مر گیا اور اس کی ماں نے دوسری شادی کر لی۔ چنانچہ ۱۸۷۷ء کے پاس بھیج دیا گیا جو ایک مطلق دگر ج تھا۔

9 سال کی عمر میں گورکی کام پر لگا دیا گیا۔ اس کے بعد 10 سال کی مدت تک وہ مختلف پینے اختیار کرتا رہا اور روزی کی تلاش میں اس نے روس کے ایک بڑے حصے کا دورہ کر لیا۔ انہی دنوں میں اس کو روس کی زندگی کا نہایت وسیع تجربہ حاصل ہو گیا۔ اس دوران میں وہ چمنا گھستا سیکھتا رہا۔ وہ بڑا زبردست مطالعہ کرنے والا تھا۔ اپنے غیر معمولی مصائب اور موائج کے باوجود اس نے تھکے کے خلاف جنگ کرنے میں جو کامیابی حاصل کی وہ ہمارے ملک کے نوجوانوں کے لئے سبق آموز ہے۔

جن دنوں وہ مطلق کے دیوے درکشاپ میں ملازم تھا اس کا پہلا افسانہ ایک روزانہ اخبار میں اسی فرضی نام سے شائع ہوا جو اب شعرا آفاقی ہے۔ رفت رفت گورکی اپنے صوبے کا ایک کامیاب ادیب مشہور ہو گیا۔ 1885ء میں سنٹ پیٹرز برگ کے ایک مشہور رسالے نے اس کا افسانہ ”چٹاکاش“ شائع کیا اور 1887ء میں اس کے افسانوں کا ایک مجموعہ بھی چھپ گیا۔ یہ مجموعہ اتنا مقبول ہوا کہ روسی رائے عامہ نے گورکی کو ناسٹائی کا ہم درجہ مصنف قرار دیا اور اس کی شہرت عالمگیر ہو گئی چنانچہ برلن کے خیموں میں اس کا ایک ڈراما دو سال تک دکھایا جاتا رہا۔

1889ء میں اس کا تعلق اشتراکی جمہوریت پسندوں سے استوار ہوا اور پالیس نے بھانڈا کر اس کے پیچھے چڑھ گئی۔ جس کا نتیجہ ہول ناں ہے۔ حالی سچ پر لکھے گئے ناول کی جب جب دوہر بندی ہوئی ہے، گورکی کی ناول ناں کو ہمیشہ سرفروست ہی قرار کیا گیا ہے۔ گورکی کا ایران تھا کہ بڑے قلم کار کے لئے اپنے مہد کے ساتھی شعور سے آنکھیں چھا کر گھستا ناگن ہے۔ اسی نظریہ کے تحت اس نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ ناں آنکھاپ سے پہلے کے روس کی سماجی زندگی اور سیاسیات کی عمومی و انتہائی تصویر کشی ہے۔ یہ ناول روس کے شہر ”سورموز“ میں پیش آنے والے واقعات کا حضرت انگیز نا نا ہائے فنی ہے۔ سورموز کے ایک حردور چوڑا آئندے دیچ زلاووف اور اس کی خاگی زندگی اس ناول کا نکتہ ارتکاز ہے۔ یہی سبب ہے کہ دلاسوف اور اس کی ماں آنا کیونکوں اس ناول کے ذریعے دو عظیم آنکھاپی کرداروں میں داخل کر دیا کہ دوسرے حیرت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں کردار ترقی پسند نظریے اور خالصتاً عوامی مفاد کے لئے سرگرم عمل رہے اور حردور قریبوں کے لئے ان کی شدید جدوجہد نکات راہ بن گئی۔

گورکی نے اس ناول میں طبقاتی تقسیم کے خلاف اپنے والی عوامی قریبوں کے ظاہر و باطن کو پوری تفصیل اور دیانت داری کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ ناول میں معتاد اور باہم متضارب نظریات کی نقوش اس کی فکری سے پیش کیا گیا ہے کہ زندگی کی حاکمی اس ناول کا موجب خاص بن گئی ہے۔

دلاسوف سرگرم عمل ہے اور اس کی ماں (نونا) اس کی زبان بن گئی ہے۔ ہم مٹی کے جلوس کے مائع پر وہ ایک صحت سے کہتی ہے: ”ارے کی کوئی بات نہیں۔ ان کا مصوبہ زندگی حق ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ اگر لوگ یسوع کی خاطر اپنی جان نہ دینے تو حق کا دھوکے کا دم نہ ملتا تھا۔“

پینے کے پہلی سافروں کے پیچھے چلے جانے کے بعد وہ بڑے عرصے سے کہتی ہے:

”یہ دوسری مرتبہ ہے کہ اسے قتل میں لالہ دیا گیا ہے۔ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اس نے خدا کی سچائی کو لوگوں کے دلوں میں برپا کیا۔ وہی تھا جسے تمہارے لئے اظہارِ کلام کے خیال آیا۔ وہی تھا جس نے لوگوں کو گنجِ راستے پر لگایا۔ اس کے جیسے بہت سے آدمی ہیں جو اپنی آخر زندگی تک آزادی اور سچائی کے لئے لڑتے رہیں گے۔“

ماں: اس جہول میں اور دی، مروت، صبر و استقامت اور جذبہ مسلسل کی ایک علامت ہیں گرا بھری ہے اور اس ایک کردار کی تشکیل کے ساتھ گورکی نے لاکھوں انسانوں کی سوچ کو ایک نئے دھارے پر ڈال دیا ہے۔

انسانی زندگی کی چلت بھرت کو گورکی نے اپنے قلم کے ذریعے لفظوں میں تحریر کر دیا ہے۔ ترجمہ سے صوتِ مہارت ملتا ہے: ”انسانی آزادی ایک طوفانی شہر میں بدل گئی، جس نے مشینوں کی گڑگڑاہٹ، بھاپ کی مستحکم اور بجلی کے جہاز کی جھنجھٹ کو فراموش کر دیا۔ لوگ ہر طرف دوڑتے، ہاتھوں سے اشارے کرتے، ایک دوسرے کو بچہ دھتکہ لگا سے اگساتے ہوئے آ رہے تھے۔ بے امیدانی جو بچہ کھلے ہوئے سڑکوں میں گھوم رہی تھی ہے جاگ چکی تھی اور باہر نکلنے کا راستہ مانگ رہی تھی۔ گج کے سر پر دھول اور کاک کے بال پھا رہے تھے۔ پیسے سے خرابہ چوروں پر بجلی کی جھلک تھی۔ دھندلوں پر سیاہ آنسوؤں کے دھبے چڑے ہوئے تھے اور آنکھیں اور دانت کلوٹس سے بھرے ہوئے چروں میں پتک رہے تھے۔“

1289۔ گورکی، میکسم: ماں

ترجمہ: ان۔ سن

دہلی: کتبہ شاہراہ، 1954ء

ص: 470

ناول: گورکی کا شاہکار جو دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ایک ترجمہ محمود ہاشمی کا بھی ملتا ہے۔ ایک ایڈیشن نکشن ہاؤس، لاہور نے 2005ء میں شائع کیا ہے۔

(صفحہ 9-10)

1290۔ گورکی، میکسم: دیوانہ ہے دیوانہ

ترجمہ: منظور جالندھری

دہلی: کتبہ شاہراہ، اردو بازار، 1986ء، نکشن ہاؤس لاہور نے اس ترجمے کو عنوان تبدیل کر کے ”تین راقی“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ پبلشرز کی یہ دہلی صدر سہ ماہی خدمت ہے۔

ص: 378

ناول: دہلی دیوان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(صفحہ 9)

1291۔ گورینکو، آگنر: نورما کی بار

ترجمہ: کوپال محل

دہلی: کتبہ تحریک، 9 افساری مارکیٹ۔ دہلی کالج، 1959ء

ناول: روکی زبان کا ایک ایسا ناول جس میں آزادی اور انصاف کے حوالے سے کیونزوم کی مخالفت کی گئی ہے۔

(جلد 8-18)

1282۔ گوگول، نکولائی: تاراس بلبا

ترجمہ: ظلیی، انجم

دہلی: مکتبہ شاہراہ، 1957ء

میں: 154

ناول: روکی ناول جس میں حب الوطنی اور حریت فکر کو ابھارا گیا ہے۔ اس ناول پر مالی شہرت کی حامل نجر طرم بن بکلی ہے۔ جس میں تاراس بلبا کا مرکزی کردار ملی برائے لے ادا کیا تھا۔ ایک ترجمہ دوست علی کیشنز، اسلام آباد نے بھی مال ہی میں شائع کیا ہے۔

(جلد 8)

1283۔ گوگول، نکولائی: تاراس بلبا

اسلام آباد: دوست علی کیشنز

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(جلد 8-18)

1284۔ گوگول، جان وولف گاٹک: فوجان ورتھری داستان غم

ترجمہ: ریاض الحسن، ڈاکٹر

الہ آباد: لٹریٹری سٹڈیٹ سلیس پریس، 1933ء

میں: 198

ناول: Die Leiden Des Jungen Werther کا جرمن زبان سے براہ راست ترجمہ۔ یہ ترجمہ بعد میں مشفق خواجہ

کے اشرافی ادارے مکتبہ اسلوب، کراچی نے بھی شائع کیا۔

1285۔ گوگول، جان وولف گاٹک: فوجان ورتھری داستان غم

ترجمہ: محمد افضل، سماں

لاہور: مکتبہ شاہکار، علی دوم، 1978ء

میں: 42

ناول: جرمن زبان سے براہ راست ترجمہ۔ اس ناول کا احمد عظیم کاکی نے 1951ء میں ترجمہ کیا تھا جو تاحال شائع

(جلد 8-70)

نہیں ہو سکا۔

یہ گوگول کا نکتہ ناول ہے۔ جسے بڑی حد تک گوگول کی آپ جی کہا جاسکتا ہے۔ اس ناول کے مرکزی کردار ورتھری شخصیت کے پردے میں عظیم مصنف گوگول غم و اندوہ کے ساتھ ڈھال ہے اور مسلسل سبکیاں لے رہا ہے۔ یہ ناول اس زمانے کی یادگار ہے جب گوگول پر شدید آئینہ بلی پرستی کا دور دورہ تھا۔

یہ ناول اپنے دو مرکزی کرداروں دورقر اور لوتی کی جانگیر شہرت کے باعث یادگار رہے گا۔ یہ ایک الٹا ناک کہانی ہے اور اسے بیشتر ناقدین نے 'نورنگی کی گلیاں' کا ناول قرار دیا ہے۔ دورقر وجہ مردانہ شخصیت کا حامل کردار ہے۔ مصوری کرتا ہے اور دانشوروں میں نمایاں بھی ہے لیکن اس کی آنکھیں پتھری اسے ایک شادی شدہ عورت (لوتی) کی محبت میں بہا لے جاتی ہے۔ وہ انتہائی سوچ بچار کے بعد نورنگی کر لینے کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی محبوبہ اور اس کے خاندان کے دو مہمانی مالک ہونا پسند نہیں کرتا۔ دوسری طرف لوتی اپنے خاوند کی اعانت پر محبت کو سمجھتے چڑھا دیتی ہے۔

اگر اس ناول کو قیامت دہوں کا ناول قرار دیں دیا جاسکتا تو خفی بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ دورقر اگر نورنگی کرتا ہے تو اس لئے نہیں کہ موت اسے زندگی سے زیادہ حسین نظر آئی، بلکہ اس لئے کہ اس نے ایک اور زندگی (الہربت اور لوتی کی گھریلو زندگی) کو مزید خوشگوار بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

گوئیے نے اس ناول کے ادبیے محبت کے جذبے کی ایک نئی تعبیر پیش کی ہے اور اسے سراسر قربانی اور ایثار قرار دیا ہے۔
ترجمے سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

اس نے مرنے سے پہلے صرف ایک گلاس شراب کا چا تھا۔ 'زیلیا گیلیتی' (ایک مشہور دوا) کی ایک کاپی اس کے کھینے کے ذریعہ پر کھلی پڑی تھی۔

الہربت کے ہلکے شراب یا لوتی کے قلم کو چاکل کرنے کے لئے اتفاقاً موجود نہیں ہیں۔

بڑھے بچے نے جی جی یہ خبر سن کر دھچکا دیا تھا کہ وہ اصل ہوا۔ اپنے دشمنوں پر ہتھے ہوئے گرم گرم آئینوں کے ساتھ اس نے موت سے ہلکارا ہونے والے شخص کو بوسہ دیا۔ اس کے بڑے بیٹوں نے فوراً اس کی بیوی کی۔ وہ سب ایتر کے قریب انتہائی گرم قلم کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر جھک گئے اور مرنے والے کے ہاتھوں اور تھک کو چومنے لگے۔

(ص 42 سے اقتباس)

1298۔ گوئیے، جان وولف کا بیگ: ایلیم ماسٹر (دو جلدیں)

ترجمہ: عابد حسین، (ڈاکٹر) سیئہ

دہلی: ساجی اکیڈمی، 1958ء

ص: 486

ناول: جرمن ناول 'ایلیم ماسٹر' کا ترجمہ براہ راست اردو زبان میں کیا گیا۔ (صفحہ 9)

1297۔ لال بھڑی

ترجمہ: انوار حسین رضوی، سیئہ

گھنٹی: بہار گو اسکول، سی۔ سن

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ 7)

1298۔ لالہ حمرا

ترجمہ: مظہر الحق عطوی

کشتی: ضمیمہ یک ڈیپ، کانٹولس روڈ، سی۔ این

میں: 352

(صفحہ 9)

ناول: وحشی قاتل کے حوالے سے اسراہی ناول

1299۔ لٹن، لارڈ: شہر لائسنس کی جنگ

ترجمہ: سی۔ این

لاہور: پیرا امپائر، سی۔ این

(صفحہ 2، 1)

ناول: انگریزی کے ترجمہ 1923ء سے نقل شائع ہوا۔

1300۔ لٹن، لارڈ: لیلی (یا محاصرہ غریباط)

ترجمہ: امتیاز علی جاج، ستیہ

لاہور: دارالاشاعت پنجاب، طبع 1924ء

ناول: محاصرہ غریباط سے حلقہ انگریزی ناول کا ترجمہ دوسری بار 1936ء میں طبع ہوا۔ (صفحہ 4، 2)

1301۔ لٹن، لارڈ: زینونی

ترجمہ: سائرا اکبر آبادی

ناول: انکاب لڑائیں کے میں مہر میں کھائی فلسفیانہ ناول، ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (صفحہ 4)

1302۔ لڑتوف، ایم۔ آئی: چاہیرو

ترجمہ: قلام سرور

لاہور: نکلپ، جدید، 1958ء

میں: 232

(صفحہ 11، 10، 2)

ناول: 1841ء میں شائع ہونے والا یہ ناول لڑتوف کی شہرت کا سبب بنا۔

1303۔ لٹن

ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: تراش دے سہگل

(صفحہ 7)

ناول: انگریزی سے ترجمہ

1304۔ لوئی، پیئر: کبھی

ترجمہ: عابد علی عابد، ستیہ

لاہور: نگارشات، طبع دوم: 2004ء

(حوالہ: 10)

ناول: فرانسیسی ناول، انگریزی سے ترجمہ

1305۔ لوئی، سیکر: پیار کی دیوی

ترجمہ: شاہد چشتی

لاہور: مکتبہ جدید،

ناول: فرانسیسی زبان سے ترجمہ۔ اس ناول نگار کے ایک ناول کا ترجمہ "کسی" کے عنوان سے سید عابد علی عابد نے

کیا تھا جو حال ہی میں نگارشات لاہور نے شائع کیا ہے۔ جب کہ ایک ترجمہ "سوا کی غلی" کے عنوان سے آغا ہار نے

بھی کیا تھا جسے سنگ میل، لاہور نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔ (حوالہ: 18)

1306۔ لوئی، سیکر: 1717

ترجمہ: آغا ہار

لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز

(حوالہ: 13)

ناول: فرانسیسی سے انگریزی کی منظر ترجمہ

1307۔ لوئیز، سٹیکر: حیات، مضطرب

ترجمہ: سوم احمد

نئی دہلی: انڈین انکوائری۔ فریڈرکس، س۔ بی۔

مس: 734

(حوالہ: 9)

ناول: معاشرتی ناول 'Arrow Smith' کا ترجمہ۔

1308۔ لیولا ٹیک، ماریس: آئرس لوپن جاسوسی

ترجمہ: میر تقی محمد داس فیروز پوری

لاہور: نالی برادرز، س۔ بی۔

(حوالہ: 3، 4، 7)

جاسوسی ناول: 'Jim Barnett Intervenes' کا انگریزی سے ترجمہ۔ 1939ء

1309۔ لیولا ٹیک، ماریس: کارنامہ جات آئرس لوپن

ترجمہ: میر تقی محمد داس فیروز پوری

لاہور: نالی برادرز، س۔ بی۔

(حوالہ: 3، 4، 7)

جاسوسی ناول: 'ڈی ایکسپلنٹس آف آئرس لوپن' کا ترجمہ۔

1310۔ لیٹلاٹک، مارسی: آرمین لوپین شریف چتر

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: راجپال، سرگر روڈ، سی۔ن

جاسوسی ناول: فرانسیسی زبان سے ترجمہ۔ 1936ء سے نقل شائع ہوا۔

(حصہ: 10-11)

ادارہ راجپال پبلیشرز، سرگر روڈ، لاہور میں جب علم دین نے راجپال کو قتل کر دیا تو ادارہ ٹوٹ گیا۔ علم دین کو میا نوالی جیل میں پھانسی دی گئی۔ لاہور میں تھیلے کے لئے پنجاب کے سابق گورنر سلطان تاثیر (محتول) کے والد ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر نے انتظامات کئے تھے۔ راجپال کا خاندان درجہ فخر کریں کھا تا رہا۔ جب کہ علم دین، "قازی علم الدین" کے طور پر شہرت پا گیا اور اب "قازی علم الدین شہید سوسائٹی"، "قبرستان مہائی صاحب میں ہر سال 130 اکڑ کو دروازہ فخری کا اہتمام کرتی ہے۔ وقت نے پٹا کھایا۔ ڈاکٹر ایم۔ ڈی تاثیر کے بیٹے گورنر پنجاب سلطان تاثیر، اسلام آباد میں دن و ہائے قتل کے مجھے تو ان کا کبھی ٹوٹنے کے لئے کوئی وکیل تیار نہ تھا، جب کہ قاتل (لک متاثر قادری) کا مقدمہ لڑنے کے لئے ایک سابق چیف جسٹس تیار تھے۔

1311۔ لیٹلاٹک، مارسی: آرمین لوپین کی واپسی (دو جلدیں)

ترجمہ: حمیم بلوچی

میرزا آباد: کتب خانہ دین و دنیا، 1954ء

جاسوسی ناول: فرانسیسی زبان سے ترجمہ۔ انگریزی کی مصروف

(حصہ: 10، 11-13)

1312۔ لیٹلاٹک، مارسی: عمر فا (دو جلدیں)

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: پنجاب لٹریچر کتب، سی۔ن

ناول: اس جاسوسی ناول کا ترجمہ دو الگ الگ جلدوں میں رام دست مل لاہور سے بھی ہوا۔ سال اشاعت درج نہیں۔

یہ "The Coffin Island" کا ترجمہ ہے جو 1944ء سے نقل شائع ہوا۔

(حصہ: 2، 7-11)

1313۔ لیٹلاٹک، مارسی: پرداتہ جاناڑ

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نیشنل دست سنگل اینڈ سنز سی۔ن

ناول: انگریزی سے اصراری ناول کا ترجمہ۔ 1940ء کے بعد شائع ہوا۔

(حصہ: 2، 7-11)

1314۔ لیٹلائک، مارس: محبت کا قیدی

ترجمہ: راج زائن بھٹاگر

لاہور: نام مطبعہ خداداد، س۔ ن

جاسوی ناول: فرانسیسی ناول کا ترجمہ۔

(حوالہ: 19، 2)

1315۔ لیٹلائک، مارس: نیلی چھتری

ترجمہ: مظفر عمر

جاسوی ناول: فرانسیسی زبان کے جاسوی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ترجمے کو جاسوی ادیب کاررو میں اولین

ترجمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مظفر عمر 1884ء میں قائد بخوان، ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ گلہ پالیس میں تھے

جہاں سے 1937ء میں ریٹائر ہوئے۔ یہ ترجمہ 1916ء میں شائع ہوا تھا۔ عہدہ اختر حسین رائے پوری، مظفر عمر کی

(حوالہ: 2)

صاحبزادی ہیں۔

1316۔ لیٹلائک، مارس: آتشیں بیگ عرف پراسرار لوہین

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: شہوت یک ڈپ، س۔ ن

جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(12، 10)

1317۔ لیٹلائک، مارس: انقلاب پیرپ

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: زمان دت سنگھ ایڈمنسٹریٹو، س۔ ن

ناول: انگریزی سے اسامی ناول کا ترجمہ۔ 1939ء سے لکھ شائع ہوا۔

(حوالہ: 4، 2)

1318۔ لیٹلائک، مارس: لعلی ناول

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: انجینئرک پریس، س۔ ن

ناول: آرمین لوہین کا ترجمہ 1939ء سے لکھ شائع ہوا۔

(حوالہ: 11، 7، 4، 2)

1319۔ لیٹلائک، مارس: چالاک بھرام

ترجمہ: طاہر محمودی

لاہور: اسلامی کتب خانہ خداداد لوہاری، س۔ ن

جاسوی ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ: 19، 2)

1320۔ لیٹلا تک، مارسی: ہارسی

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، سی۔ بی

ناول: آرن لوہن سلطے کی بچن۔ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔ (حوالہ: 2، 11)

1321۔ لیٹلا تک، مارسی: چننا پڑہ

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: لال برادری، سی۔ بی

جاسوسی ناول: ’کلیکٹر آف آرن لوہن‘ کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 74)

1322۔ لیٹلا تک، مارسی: خونی پیرا

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، سی۔ بی

ناول: ’سٹیوٹن ہسپ‘ کا ترجمہ۔ آرن لوہن اور شرک ہوجر کا کردار ہے جسے لکھے ہیں۔ ترجمہ 1939ء سے لکھ شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 4)

1323۔ لیٹلا تک، مارسی: خونی پیرا (دو جلدوں میں)

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: بی۔ ایس۔ سنت سنگھ، سی۔ بی

جاسوسی ناول: ’ڈی ایس آف آرن لوہن‘ کا ترجمہ۔ شرک ہوجر کا آرن لوہن سے مقابلہ۔ ترجمہ 1939ء سے لکھ

شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 7.4)

1324۔ لیٹلا تک، مارسی: دغا کا پتلا

ترجمہ: حیدر محمد نام فیروز پوری

لاہور: لال برادری

ناول: ’میزن آف آرن لوہن‘ کا ترجمہ۔ شرک ہوجر سلطے کی ناول۔ ترجمہ 1939ء سے لکھ شائع ہوا۔ (حوالہ: 7)

1325۔ لیٹلا تک، مارسی: چارلس ہیرام

ترجمہ: طاہر محمودی

لاہور: اسلامی کتب خانہ، احمدی لون پاری

جاسوسی ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 19)

1326۔ لکھلا تک، ماریس: جہرام کے کارنامے

ترجمہ: طاہر محمد دلی

لاہور: اسلامی کتب خانہ، احمد دین لوہاری۔

(صفحہ 2، 19)

جاسوسی ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1327۔ لکھلا تک، ماریس: جہرام کی گرفتاری

ترجمہ: طاہر محمد دلی

لاہور: اسلامی کتب خانہ، احمد دین لوہاری

(صفحہ 2، 19)

جاسوسی ناول: فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1328۔ لکھلا تک، ماریس: جہرام کی رہائی

افادہ ترجمہ: مرزا ہادی رسوا

(صفحہ 2، 19)

جاسوسی ناول: فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1329۔ لکھلا تک، ماریس: شاہی خزانہ

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دے سہگل، س۔ ن

جاسوسی ناول: 'نوی ہائیڈل' کا ترجمہ۔ فرانس کے شاہی خزانے پر لکھے کے سلسلے میں شریک ہو کر، آدین لوہی اور لکھی مارٹ

(صفحہ 4، 19)

کا مقابلہ۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

1330۔ لکھلا تک، ماریس: شریف بد معاش

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دے سہگل ایڈ سٹریس۔ ن

(صفحہ 2، 4)

ناول: ڈکلیٹیز آل آدین لوہی کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

1331۔ لکھلا تک، ماریس: شریف چور

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دے سہگل ایڈ سٹریس۔ ن

(صفحہ 2، 11)

ناول: اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔

1332۔ لکھلا تک، ماری: شیر کے دانت

ترجمہ: کشنی چند اختر

ناول: جاسوسی ناول 'Teeth of Tiger' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 4)

1333۔ لیڈی ڈاکٹر حلیمہ خاتم

ترجمہ: خاموش، سن الدین

آئمر: عزیز بی بی، 1939ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 7)

1334۔ لیسٹو آف لن دؤ

ترجمہ: عبدالحمید

عیدر آباد دکن: اشرف پریس

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 7)

1335۔ لی کر، جان: دو جو دلیکس نہ آ سکا

ترجمہ: طالع ہار

لاہور: کتاب سارا س۔ ن

ص: 205

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2، 10، 11)

1336۔ لیکو، ولیم: جہد ملی قسمت

ترجمہ: میر تقی رام فیروز پوری

لاہور: نرائش دے سنگھ اینڈ سنز س۔ ن

جاسوسی ناول: 'The Man From Downing Street' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ مرکزی کردار چیک

(حوالہ: 2، 4)

ہندوستان ہے۔

1337۔ لیکو، ولیم: سرخ خوشی

ترجمہ: میر تقی رام فیروز پوری

لاہور: نال برادر س

جاسوسی ناول: 'The Sign of Silence' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ سکھ، عظمت لاہور نے 1987ء میں بھی

(حوالہ: 2، 4، 7، 11)

شائع کیا۔

1338۔ لیکو، ولیم: سہراب زندگی

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نوائے دل سنگھ ایڈ سنز، سن۔

جاسوسی ناول: "Wiles of the Wicked" کا ترجمہ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔ (حوالہ: 3، 10، 11)

1339۔ لیکو، ولیم: گمنام مسافر

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نوائے دل سنگھ ایڈ سنز، سن۔

ناول: 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ یہ "The Sign of the Stranger" کا ترجمہ ہے۔ (حوالہ: 2، 4، 7، 11)

1340۔ لیکو، ولیم: منزل مقصود

ترجمہ: حیدر محمد رام فیروز پوری

لاہور: نوائے دل سنگھ ایڈ سنز، سن۔

ناول: "ویلز اپ" کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ: 3، 4، 11)

1341۔ لیکو، ولیم: کالے چور

ترجمہ: غلام الہام فیروز پوری

مکمل: کتبہ راہلو۔ شاپن مارکیٹ۔ حرم گیٹ۔

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 19)

1342۔ لیم، ہیرلڈ: پاور (شیر ہیر)

ترجمہ: ہاشمی فرید آبادی، سید

لاہور: شیخ غلام علی پبلیشرز، موسسہ فرخنگین، طبع دوم سن۔ سن (ص: 384)

سوانحی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ ترجمہ بھی نکشن پبلشنگ، لاہور نے دوبارہ شائع کر دیا ہے۔ (حوالہ: 2، 17)

1343۔ لیم، ہیرلڈ: تیمور

ترجمہ: محمد سعادت اللہ دہلوی، مولوی

اعظم گڑھ: معارف پبلش

ناول: تاریخ اور نکشن کا ایڈنام۔ کتاب "تیمور لنگ" کے دو حصے تیمور اور تیمور کے ناموں سے مزین احمد اور

ریجنڈ بزرگوار احمد نے بھی لکھے ہیں۔ (حوالہ: 7، 10)

1344۔ لیم، بیرلڈ: تیمور

ترجمہ: عزیز احمد

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، موسسہ فرینٹکن

سوانحی ناول: تیمور لنگ، تیمور کا ترجمہ۔

(عوارف: 2، 10، 11)

1345۔ لیم، بیرلڈ: امیر تیمور

ترجمہ: بریگیڈیئر گلزار احمد

لاہور: منگل پور پریس، 1956ء

سوانحی ناول: ازبکستان، جہاں لڑدہ زمین و آسمان، امیر تیمور کی زندگی سے متعلق۔ یہ ترجمہ گلشن ہاؤس، لاہور نے بھی

شائع کیا ہے۔

(عوارف: 2، 10، 11)

1346۔ لیم، بیرلڈ: تاتاریوں کی بلیڈار

ترجمہ: عزیز احمد

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، فرینٹکن، طبع دوم 1960ء

ص: 400

ناول: 'The March of Barbarians' کا ترجمہ۔ دینا چھ مولا: نظام رسول مرزا ہے۔ شیخ نظام علی ایڈیٹر کو معلوم

(عوارف: 2، 10، 11)

ہے کہ گلشن، یہ ترجمہ گلشن ہاؤس لاہور نے بھی شائع کر دیا ہے۔

1347۔ لیم، بیرلڈ: قسطنطنیہ

ترجمہ: نظام رسول مرزا

لاہور: شیخ نظام علی پبلیشرز، موسسہ فرینٹکن، 1963ء، (ص: 258) یہ ترجمہ گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کر

دیا ہے۔

(عوارف: 2، 10، 11، 17)

تاریخی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1348۔ لیم، بیرلڈ: کورش اعظم ذوالقرنین

ترجمہ: وزیر الحسن ماہدی، طالع

لاہور: مقبول ایڈیٹی پبلیشرز، موسسہ فرینٹکن، 1968ء

سوانحی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ کتاب بھی نام بدل کر گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کر دی ہے اور نام رکھا ہے

"کورش اعظم" ظاہر ہے راجناتی سے بچے کیلئے لکھا گیا ہے۔ یوں بھی ماہدی صاحب ایک زبان بول رہا تھا، دینا چھ گلشن رہے۔ قاری

(عوارف: 2، 17)

کے عالم بے بدل تھے۔ شہنشاہ ایران رضا شاہ پہلوی نے انہیں "نگارہ سپاس" سے نوازا تھا۔

1349۔ لیم، بیرلڈ: علت قزاق

ترجمہ: محمد ہادی حسین

لاہور: فیروز سنز لٹریچر (پاکستان)

میں: 152

(عنوان: 2، 15)

تاریخی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1350۔ لیم، بیرلڈ: علت قزاق پر اسرار دنیا میں

ترجمہ: محمد ہادی حسین

لاہور: فیروز سنز لٹریچر (پاکستان)

میں: 322

(عنوان: 2، 18)

تاریخی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1351۔ لیم، بیرلڈ: منوں ستارہ اور علت قزاق

ترجمہ: محمد ہادی حسین

لاہور: فیروز سنز لٹریچر (پاکستان)

میں: 294

(عنوان: 2، 15)

تاریخی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1352۔ لیم، بیرلڈ: سکندر اعظم

ترجمہ: ریگینڈیز نگراو

لاہور: مکتبہ جدید، اشتراک موسم فرہنگی، 1961ء

میں: 499

سوانحی ناول: یونان کی مضطرب روح اور قازق اعظم سے متعلق کشمکش۔ ایک ترجمہ ڈاکٹر الحسن مجاہدی نے مقبول انگریزی کے

لئے کیا تھا۔ یہ کتاب بھی کشمکش پائس، لاہور نے شائع کر دی ہے۔

(عنوان: 2، 10، 11، 17)

1353۔ لیم، بیرلڈ: سلطان صلاح الدین ایوبی

ترجمہ: محمد یوسف مہاسی

لاہور: قوی کتب خانہ، 1994ء

میں: 218

ناول، تاریخ و سوانح۔ دوسرا ایڈیشن آئیڈی اے لاہور نے شائع کیا۔ تیسرا ایڈیشن نگارشات، لاہور نے "میلیٹیو جیکس"۔

کے عنوان سے شائع کیا ہے اور حرجم کا نام تک نہیں دیا۔ نیز یہ قریب کلشن ہاؤس، لاہور نے بھی نام بدل کر شائع کر دیا ہے "مطالعہ الدین الیہا" کے عنوان سے۔ (حوالہ 2، 5)

1354۔ لیم، بیرلڈ: سلیمانی عالیخان

قریب: اختر مزین اختر

لاہور: داتا پبلشرز پبلیشرز سوسائٹی فرینڈس، طبع دوم: 1982ء

سوانحی ناول: انگریزی سے قریب، حضرت سلیمان سے متعلق سوانحی ناول

1355۔ لیم، بیرلڈ: عمر قیام

قریب: جمیل نقوی

لاہور: آئینہ ادب، 1983ء

تاریخی ناول: انگریزی سے قریب۔ یہ کتاب بھی کلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کر دی ہے۔ (حوالہ 2، 10، 11)

1356۔ لیم، بیرلڈ: نور محل

قریب: شیلی ایم کام وصیب اشعر دہلوی

لاہور: اشرف پریس، 1981ء

م: 382

تاریخی ناول: محل مکہ نور محل سے متعلق انگریزی سے قریب۔ یہ کتاب بھی کلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کر دی ہے۔

(حوالہ 13، 18)

1357۔ لیم، بیرلڈ: لٹی ہال

لاہور: مقبول اکیڈمی

تاریخی ناول: "Hansard" کا قریب۔ یہ کتاب بھی کلشن ہاؤس، لاہور نے دوبارہ شائع کر دی ہے۔ (حوالہ 18)

1358۔ لیم، بیرلڈ: چنگیز خان

قریب: حمایت اللہ دہلوی، مولوی

اعظم گڑھ: سارف پریس

ناول: تاریخ اور کلشن کا اوجہ نام۔ اس کتاب کے بعد میں دو قریب بالترتیب مزید احمد اور بریگیڈیئر نگار احمد نے بھی

(حوالہ 7، 10)

اسی نام سے کئے۔

1359۔ لیم، بیرلڈ: چنگیز خان

قریب: مزید احمد

لاہور: مکتبہ جدید، طبع اول: 1952ء

(عوارف: 10، 2، 11)

سوانحی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1360۔ نیم، ہیرلڈ: پیکنیز خان

ترجمہ: بریگیڈیئر گلزار احمد

لاہور: مکتبہ جدید پرائیویٹ، سوسائٹی فرینڈس

سوانحی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ یہ کتاب بھی نگار خان نے نام تبدیل کر کے دوبارہ شائع کی ہے۔ کتنی

عاشق المومن بات ہے کہ اب اس کا نام "منگولی اور ان کا سرور" کر دیا گیا ہے۔ (عوارف: 2، 10، 11، 17)

1361۔ لیلائے کر بلا

ترجمہ: آغا رفیع بلوچ شری

مکتبہ: ادبی پریس

(عوارف: 7)

ناول: انگریزی سے ترجمہ

1362۔ بشر ہے کیا کہیے: لیونس، سنگھ

ترجمہ: عابد علی عابد، سنہ

لاہور: ملک سراج الدینی پرائیویٹ، سوسائٹی فرینڈس، 1958ء

(عوارف: 4، 17)

ناول: "Dedeworth" کا ترجمہ و تخلص

یہ ناول ہمارے ہاں کے معاشرتی مسائل سے بالکل جدا خطا کا حامل ہے۔ اس میں امریکہ کی اس معاشرت کی تصویر کشی کی گئی ہے، جہاں صورت جلد بڑھتی جائے تو لڑکوں کے دل پر دیر تک جھان رکتی ہے، یا جہاں رہنے کا جتن کرتی ہے۔ جوانی کی آخری لہڑک میں وہ غیر مردوں کے ساتھ رنگ دیاں مٹاتی ہے۔ بھول عابد علی عابد: "مضطرب میں اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ دن دور نہیں جب مشرق بھی زمانے کا بدلہ ہوا احتجاج اور احتجاج کی تحریک پڑے اور اس قسم کی صورت حالات کو صورت کا رنگ بخشن دیں کہ یہاں بھی مغربی تعلیم اور تہذیب کے اسلوب و انداز نے پائتا زندگی کے مسائل کو پیچیدہ و تر بنا دیا ہے۔"

(س، نمبر 7 سے ہمیں)

ترجمہ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ عابد علی عابد صاحب کو مغربی تہذیب کا گہرا شعور حاصل ہے۔ مختلف کرداروں کی زبان سے لکھے ہوئے مکالمے اردو میں ترجمہ کرتے وقت عابد علی عابد صاحب نے بڑی خوبی سے مغربی طرز کو برقرار رکھا ہے نیز اشعار کے ترجمہ پر عابد صاحب نے خصوصی توجہ صرف کی ہے۔

کہانیاں کے اشعار کا تہذیبی ترجمہ ملاحظہ ہو:

The Gipsy Trail

Follow the Romany pattern,

North where the blue bergs

Sail, and the hows are

Gray with the frozen spray,

And the Masts are shod with mail.

Follow the Romany Pattern,

West to the sinking sun,

Till the Junk-sails lift

through the houseless drift,

and the East and the West are one,

Follow the Romany Pattern,

(Dodsworth)

(9-33)

خاند بدوشوں کی رہگزار: خاند بدوشوں کے کارواں کے ساتھ چلو، شمال کی طرف چلو، جہاں نیچوں برف کے تودے جڑتے
بھرتے ہیں۔ جہاں جہاں کا ہاتھ، جی ہوئی صوا بھولا کی جہ سے چارچک ٹھرتا ہے۔ جہاں مستحوں میں لوہے کی کھلیں
نصب کی پالتی ہیں۔ خاند بدوشوں کے کارواں کے ساتھ چلو، مغرب کی طرف جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔ جہاں تک
کہ دسوں کے چنے ہوئے بادبان خاند بدوش تودہ ہائے برف کے درمیان پلے ہوئے اور مشرقی و مغرب ایک ہو جائیں
خاند بدوشوں کے کارواں کے ساتھ چلو۔

ترجمہ کیا کیسے ص 78

کتاب کی عقیس کرتے وقت عابد صاحب نے اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ تمام اہم واقعات اور دلکش مناظر اسے اپنے
ترجمہ میں سمیٹ سکیں۔ وہ خوبصورت مناظر کو بھی اپنے انتخاب میں شامل کرنے سے انھیں بازو نہ کیا۔ عابد علی عابد صاحب ترجمہ کرتے
وقت اپنی طرف سے اضافے بھی کرتے جاتے ہیں جس کی ایک مثال دیکھتے چلیں۔

The aristocracy of Zenith were dancing at the 'kennepoose canoe club'. They two-stepped
on the wide porch, with its pillar or pine trunks, its bobbing Japanese lanterns, and never
were there dance frocks with wider sleeves nor hair more sensuously pried on little smiling
heads, never on August evening more moon-washed and spacious and proper for
respectable romance

(Dodsworth 9-1)

یہاں مسلم ہوتا ہے گویا زخمی کے تمام عزت دار لوگ نکلتی پاد کیو کلب میں ناچ رہے ہیں۔ دیکھ ایڈریس میں جہاں صو

کے دوستوں سے سفروں کا کام لیا گیا تھا۔ بچتے دلوں کے پتوں گت پر چڑھ رہے تھے۔ چاہتی دشت کے ٹائٹس ہوا میں ہوا
 رہے تھے۔ اگست کی خاموشی، چاند میں نہائی ہوئی، اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ شام دستار و مریض ان سہاقتوں کے لئے
 تھکس کر رہی تھی ہے۔ عزت دار اور شرف، کور و ہار ہیں۔ لباس رقص کی آتشیں آئی کشیدہ تھیں کہ اس سے پہلے بھی
 دیکھنے میں نہ آئی تھیں اور سحرگاہی ہوئی پانچویں کے سروں پر گھبرے ہل ہیں بندھے تھے کہ کہا کیسے۔
 پھر یہ کیا کیسے ممبر ۱)

1363۔ باقرز، پودی: ایک دن کا بادشاہ

ترجمہ: الطیر پودج، ڈاکٹر

نئی دہلی: نیشنل بک ٹرسٹ آف انڈیا، پبلشنگ ہاؤس، 1977ء

ص: 152

بارل: 'ادی تھو کوڑو پائش ایڈ دن ٹائٹ' سے کتاب و ترجمہ۔ اس میں 'اٹھ لٹلی و لٹلی' کی تھیں کہانیاں 'ایک دن کا
 بادشاہ'، 'نیل پاپا اور چالیس چھڑا' اور 'میں بھری اور پرچوں کی شہزادی' کا ترجمہ شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ کتاب چوں
 کے لئے ہے۔ (حوالہ نمبر)

1364۔ بارل، ایس جارج: دختر فرعون

ترجمہ: لطافت حسین خان

آگرہ: آگرہ اخبار، سن

بارل: انگریزی سے 'The Gypian Princess' کا ترجمہ۔ (حوالہ 1، 2، 7، 13، 15)

1365۔ بارل، جیو: غریبی غریبی

ترجمہ: اختر رحمانی

کراچی: الور پبلشرز، نکل روڈ

جاسوسی بارل: اردو ترجمہ 1982ء سے نقل شائع ہوا۔ (حوالہ 2)

1366۔ مارکوس، کارل: فولاد دلی تیر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داد پبلیشرز: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی بارل: 'Cable Address Roma' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1367۔ مالو، ڈالن۔ سچ: دوسرا چہرا

ترجمہ: الیسا، انجیل، صدیقی

روایتی: کامران میر: کتاب گمراہ اقبال روڈ۔

جاسوسی ناول: 'One Endless Hour' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1368۔ ماسٹر جان: بھوانی جنگشن

ترجمہ: قاسم محمود سندھ

لاہور: بک اینڈ، 1958ء

صفحہ: 42

ناول: بھارت کے مظہر نامے سے حلقہ۔ ناول پر ہالی وڈ امریکہ سے فلم بھی بن چکی ہے۔ یہ ترجمہ دوسری بار لکھنے
شاپکار نے 1975ء میں شائع کیا۔ اس ناول کا ایک ترجمہ شہزادہ نسیم نے بھی کیا ہے۔
(حوالہ: 19)

1369۔ ماسٹر جان: بھوانی جنگشن

تخلیص و ترجمہ: شہزادہ نسیم

دہلی: نود تاج آفیس پوسٹ بکس نمبر 1749، 1975ء

صفحہ: 230

ناول: بھارتی مظہر نامے سے حلقہ مشہور ناول کی تخلیص اور ترجمہ۔ اس ناول پر ہالی وڈ کی فلم بھی بن چکی ہے، جس کی
شوٹنگ لاہور میں بھی ہوئی۔ فلم کی ہیروئن اچ کا رانز تھی۔
(حوالہ: 9)

1370۔ ماش، رچرڈ بھنورا

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کراچی: سلیم پبلیک ایجنسی۔ 84 فریئر روڈ، طبع دوم: 1963ء

جاسوسی ناول: رابرٹ ہل کے حیرت انگیز جان سے ہول کا آغاز ہوتا ہے۔ 414 صفحات میں یہ ترجمہ پہلی بار نسیم بک ڈپو کھستہ نے
شائع کیا تھا۔ مظہر الحق طوی کا حلقہ چاہیہر سعید واڑہ۔ احمد آباد (بھارت) سے ہے۔ یہ ناول 43 ابواب پر مشتمل ہے۔
(حوالہ: 19، 52)

1371۔ امام، سرسٹ: چاند اور چاندنی

ترجمہ: مظہر الحق طوی

کھنڈ: نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش، روڈ، 1958ء

صفحہ: 409

ناول: ایک فرانسیسی مضمون کی زندگی کے حوالے سے۔ یہ ترجمہ، ناول 'The Painted Veil' کا ہے۔ جسے بنیاد بنا
کرہالی وڈ کے ہدایت کار John Curran نے اسی نام سے 2005ء میں فلم بنائی۔ امام کے ایک اور ناول 'Of Human'

1378۔ محکمہ قمرود

ترجمہ: ندیم سہیل

دہلی: نوہار بک ڈپو،

دہلی: انگریزی سے ترجمہ

(حصہ 7)

1379۔ محقق قانون

ترجمہ: حفیظ الدین

دہلی: شائع دار دہلی احمد

دہلی: انگریزی سے ترجمہ

(حصہ 7)

1380۔ محلی دنیا

ترجمہ: ایم۔ پی۔ عالم

کھنوی: نسیم بک ڈپو۔ سی۔ سی

دہلی: سائنس گھنٹن۔ عجیب و غریب واقعات سے معمور دہلی۔

(حصہ 11-8)

1381۔ مخمور عشق

ترجمہ: رشید کھنوی،

دہلی: مسز جی آف گھنٹن کا ترجمہ۔ جس میں شراب نوشی اور نا عاقبتی اندیشی کا اہتمام دکھایا گیا ہے۔ ترجمہ 1939ء

سے نقل شائع ہوا۔

(حصہ 4)

1382۔ مریم کی داستان

ترجمہ: بی۔ بی۔

دہلی: نوہار بک ڈپو

دہلی: انگریزی سے ترجمہ

(حصہ 7)

1383۔ مسٹر گھنٹن 55ء

ترجمہ: بی۔ بی۔

کراچی: ماہنامہ سی۔ آئی۔ اے نے پروجیکٹ، پبلی کیشنز جمشید روڈ کراچی، نمبر 6

(حصہ 2)

جاسوسی دہلی: انگریزی سے ترجمہ۔

1384۔ مارلو، ڈالون۔ ہے: مصحفی چہرہ

ترجمہ: ایک عالمہ مصحفی

ماہ پڑھی: کامران میر: کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Operation Whiplash' کا ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1385۔ میک ادائے، چارلس: منطقی دنیا

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دے سنگھ ایڈ سنز، س۔س۔

ناول: 'میراں فیض' کا ترجمہ۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

(صفحہ 11، 7، 4)

1386۔ معاشقہ پندلیں

ترجمہ: آزاد

دہلی: کتاب خانہ عظم دآدب

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(صفحہ 7)

1387۔ مقدس جوتا

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

جاسوسی ناول: 'ڈی کوئسٹ آف دی ٹکڑے سلچرز' کا ترجمہ۔ ہندوستان کے شاہی قبرستان سے ایک جوتے کی

کہانی۔ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

(صفحہ 7، 4)

1388۔ مکاشفہ پرست

ترجمہ: پادشاہ حبیبی

ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ جس میں میڈی لائٹ کی ٹیکس اور ڈاکٹر ہادی کی حکمرانی نمایاں کی گئی ہے۔ کتاب

1939ء سے نقل شائع ہوئی۔

(صفحہ 4)

1389۔ مکاشفہ عمل

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: پبلیشنگ لٹریچر کتب، س۔س۔

جاسوسی ناول: کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔

(صفحہ 7)

1390۔ مکھاس، ہے۔ ٹی: مویج بلا

ترجمہ: منظر الحق طوی

تھکنو: نسیم بک ڈیچ، لافوش رول، م۔ ان

م: 300

نول: مشعل فخر نول۔

(جلد 9-16)

1391۔ ملک راج آئندہ ٹھلی

ترجمہ: ان۔ ان

تھکنو: کتب پبلشرز، 1948ء

م: 464

نول: سٹارٹری نول کا انگریزی سے ترجمہ

(جلد 9)

1392۔ ملکہ کھسار

ترجمہ: ایم۔ ہے عالم

تھکنو: نسیم بک ڈیچ، لافوش رول، م۔ ان

نول: کوہستانی قبائل کی زندگی کے حوالے سے لکھے گئے 'Daughter of Marikozoom' کا اردو ترجمہ۔

(جلد 9)

1393۔ موپاساں، گائے ڈی: آدمی اور اڈے

ترجمہ: نور قادری

نول: اطیاء پبلشرز، 1955ء

(جلد 2-10-11)

نول: Maupassant کی فرانسیسی نول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1394۔ موپاساں، گائے ڈی: مل ایچی

ترجمہ: محمد احسن قادری، ڈاکٹر

کراچی: سٹیڈیٹ سٹیل میل رول، طبع اول: اکتوبر 1980ء

(جلد 2-10-16)

نول: فرانسیسی نول 'Bel Ami' کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

نول: ڈاکٹر ایچی:

موپاساں کا مطالعہ ادبی محقق اور مشاہدہ اس قدر وسیع ہے کہ وہ معمولی معمولی جزئیات کو بعض اوقات اس انداز سے طویل دیتا ہے کہ یہ تفصیل بجائے طواریک کہانی بن جاتی ہے۔

انسانی کی اس بات کی صداقت جاننے کے لئے موباساں کے ہاول 'ٹن ایجن' کا مطالعہ لازم ہے۔ اس ہاول کے حیرم ڈاکٹر
'امن قادوقی' ترجمے کے باب میں لکھتے ہیں:

ہاول کے ترجمہ کے سلسلے میں دو زبانوں کی طرف بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ پہلی یہ کہ اگرچہ ترجمہ آؤنٹوں سے
عام میں نے اردو کے حراج اور موجودہ ادبی دھانات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں وہ
اکثر اکثر اپنی محسوس ہو جو باوجود انتہائی دروں ترجمے کے بھی اکثر زبانوں میں پائی رہ جاتا ہے اور اس کی وجہ محسوس یہ
ہوتی ہے کہ حیرم جسکی ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرتے ہوئے اپنی زبان کے خصوص حراج کو یکسر نظر انداز کر دیتے
ہیں۔ میں نے اس سے احتراز کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں نے اکثر ناموں کو قدر نیچے کی آسانی
کے پیش نظر تلفظ کر دیا ہے مثال کے طور پر، 'امام دی باریلی' کو صرف 'باریلی' مرادیت دی واریجین کو صرف 'مرادیت' اور
لاوی فرانسائی کو صرف 'فرانسائی' دیتے رہا ہے اور اس سلسلے میں بھی میرا مقصد یہی تھا کہ مہارت کی روانی بے گنم اور غیر
ناموں ناموں کی وجہ سے مروج نہ ہو۔

(ص 70 سے اقتباس)

ترجمے سے مہارت کا لحاظ ہو:

اس کا سچی خاموش اور شکر تھا، پھر وہ ایک دم سے ہلا ۔ "تم صافیت میں کیوں نہیں آ جاتے؟

دورانے چلک کر اسے دیکھنے لگا "بھئی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کوئی چیز نہیں گھسی؟"

'اےں جاؤ گی' برغض کوشش کر سکتا ہے، میں تمہیں کام دے سکتا ہوں۔ تم میرے بھائے خروں کی تلاش میں جا
تکھے ہو، لوگوں سے ملو اور سوالات کرو۔ شروع خراج میں تمہیں دو سو چاس لڑاک اور گاڑی کا کرایہ ملے گا۔ کہو تو میں
ایک طرف سے تمہاری بات جیت کر دوں؟

'ہاں۔ باب خرو۔'

(ص 17 سے اقتباس)

1395۔ موباساں، لگائے ڈی: شیلہ

ترجمہ: علی حسن نقوی

تکست: قسیم بیک ڈچ۔ لافوش روڈ۔ لن

مرہ: 289

نوٹ: لفظ اور مقام بدل دیے گئے ہیں۔ (حوالہ 18-9)

1396۔ موباساں، لگائے ڈی: ایک دل

ترجمہ: قاسم محمود، سندھ

لاہور: مکتبہ جدید پبلیشرز ایک موبس فرینکلن

ہاول: فرانسیسی ہاول کا انگریزی کی معرکتہ ترجمہ۔ (حوالہ 10-2، 10-11، 16)

1397۔ موت کا درخت

ترجمہ: غلام نجی الدین

لاہور: ہاشمی بک ڈپو،

تاول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 7)

1398۔ موت کی تکبیر

ترجمہ: گلزار شاہید

کھنوی: سکتی دنیا، س۔ ان

مس: 319

تاول: اسراہی تاول کا ترجمہ۔

(حوالہ: 9)

1399۔ موڈی، رالف: نیا گھر

ترجمہ: بال کرشن

نئی دہلی: اطین اکیڈمی۔ فریڈرکس، س۔ ان

مس: 322

تاول: انگریزی تاول کا ترجمہ۔

(حوالہ: 8-12)

1400۔ موراد پاشا، البرق: گمراہ

ترجمہ: جعفری، ایس۔ اختر

لاہور: مکتبہ القرآن، س۔ ان

مس: 582

تاول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2-10-11)

1401۔ مورے، ڈافنے۔ ڈی: کوہ ریتا

ترجمہ: عقل احمد

کراچی: ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی: انجیکشن پریس، 1960ء

تاول: فرانسیسی تاول کا انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 2-16)

1402۔ مون، پنڈول: اجنبی حکمران

ترجمہ: ن۔ ان

کراچی: لارک پبلشرز بندر روڈ، س۔ ان

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(عوار: 10، 2، 11)

1403۔ مہ جیپیں جاسوسہ

ترجمہ: سردار حسین بخاری

ناول: جاسوسی ناول ڈی سن ریچر انلے کا ترجمہ۔ ناول میں ڈاکٹر ملحقہ مرکزی کردار ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل

شائع ہوا۔

(عوار: 4)

1404۔ بیٹھا زہر

ترجمہ: حیدر رام فیروز پوری

لاہور: آفتاب عالم پبلش، س۔ن

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب 1944ء سے نقل شائع ہوئی۔

(عوار: 7)

1405۔ میرا پیلا گناہ (6 جلدیں)

ترجمہ: عزیز الرحمن دیکھی

تین جگہ ادناؤ: ڈاکٹر مہمان جگہ ادناؤ، یو۔ پی، 1957ء

میں جلد اول: 296

میں جلد دوم: 294

میں جلد سوم: 301

میں جلد چہار: 304

میں جلد پنجم: 288

میں جلد ششم: 256

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(عوار: 8، 10)

1406۔ میرائی، تائی پور: دشمن

ترجمہ: شاہد احمد دہلوی

کراچی: رسالہ 'ساقی' ناول نمبر 1960ء

ناول: فردوسہ اختر کی زندگی کی تصویر کشی۔ دہی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ شاہد احمد دہلوی نے 'دشمن' کے

قبیل کی دو اور تصانیف 'ساقی' بطور اور 'دشمن' کا گیت' کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان تینوں کتابوں میں اشراکیت کا مضحکہ

اڑایا گیا ہے۔

(عوار: 2، 11)

1407۔ میری تھو، ٹورنس: حیات بعد الموت

ترجمہ: ان۔ان

نام مطبع وسنہ شمارہ

(حوالہ: 13-16)

ناول: 'There is not Death' کا ترجمہ۔

1408۔ میری ٹینک

ترجمہ: ظفر علی خان، مولانا

عیدآباد دکن: نام مطبع شمارہ، 1921ء

(حوالہ: 8)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1409۔ میکڈنلڈ، جان۔ ڈی: خطا کا پتلا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ: 16)

جاسوی ناول: 'Find a Victim' کا ترجمہ۔

1410۔ میکڈنلڈ، جان۔ ڈی: بلا کوئی گھر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ: 18)

جاسوی ناول: 'The Dagger Affair' کا ترجمہ۔

1411۔ میکڈنلڈ، جان۔ ڈی: قاتل مصور

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ: 18)

جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1412۔ میکڈنلڈ، جان۔ ڈی: قاتل دوست

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج: کتاب گھر۔ اقبال روڈ،

(حوالہ: 18)

جاسوی ناول: 'Soft Touch' کا ترجمہ۔

1413۔ میکڈلڈ، جان۔ ڈی: موت کا ہال

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ

(18: ۱۱۲)

جاسوی ناول: 'Death Trap' کا ترجمہ۔

1414۔ میکڈلڈ، جی: قریبی حسینہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ

(۱۸: ۱۱۲)

جاسوی ناول: 'Meet Me At The Morgue' کا ترجمہ۔

1415۔ میککن، ایسٹر: رات کا کالا کفن (دو جلدیں)

ترجمہ: سقر الحق طوی

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، 1988ء

ص: 469

ناول: اسرائیلی ناول ہمارا اہباب پر مشتمل ہے۔ انجام ظریف ہے۔ یہ ترجمہ دوسری بار سلیم پبلشنگ ایجنسی بہادر نارتھ

کینل روڈ کراچی نے شائع کیا۔

1416۔ میککن، ایسٹر: جنگی منصوبہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ

(۱۸: ۱۱۲)

جاسوی ناول: 'South By Java Head' کا ترجمہ۔

1417۔ میککن، ایسٹر: خوف کی کلید

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ

(۱۸: ۱۱۲)

جاسوی ناول: 'Fear Is The Key' کا ترجمہ۔

1418۔ میککن، ایسٹر: لہجہ لاشیں

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج، کتاب گھر، اقبال روڈ

(۱۸: ۱۱۲)

جاسوی ناول: 'Puppet On A Chain' کا ترجمہ۔

1419۔ میگلن، ایسٹر: سونے کی چوری

ترجمہ: ارشد نوائی

رولپٹری: کامران میر، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'the Golden Renaissance' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1420۔ میگلن، ایسٹر: گولڈن ریٹ

ترجمہ: طاہرہ رانا

رولپٹری: کامران میر، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'The Golden Gate' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1421۔ میگلن، ایسٹر: قاتلوں کا قافلہ

ترجمہ: صدیقی احمد

رولپٹری: کامران میر، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Canyon to Uacares' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1422۔ میلول، ہرمن: موٹی ڈاک

ترجمہ: چندر موہن لانا

نئی دہلی: انجینئرنگ اکاڈمی۔ رنگل بلڈنگ، 1959ء

صفحہ: 432

ناول: اس مشہور زمانہ ناول کا ایک ترجمہ 'موٹی ڈاک' کے نام سے موصوفی عسکری نے بھی کیا ہے۔ ناول پر جلی 31

امریکہ سے فوجی علم بھی بن چکی ہے جس کا مرکزی کردار گرگینی پیک نے ادا کیا۔ (حوالہ: 8)

1423۔ میلول، ہرمن: مانی ڈاک

ترجمہ: موصوفی عسکری

لاہور: شیخ نظام علی، پبلیشرز، 1967ء

صفحہ: 512

ناول: 'Moby Dick' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 17، 2)

مشہور نفسیات دان کارل یونگ نے اپنے مضمون 'ایوب اور نفسیات' میں اس ناول کو اس کی موضوعاتی وقعت اور کرداری سطح پر
میں تجزیہ لکھنے کے سبب امریکی دنیا کا سب سے بڑا ناول قرار دیا ہے۔

ہرمن میلول نے اس ناول میں دہلیش جہلی کے لاکھوں کے حوالے سے ایک ایسا استعاراتی فلک الاطلاق بنا ہے جس میں مسخوری

لاحوں کی طبیعتی نفسیات کے ساتھ ساتھ لازمی انسانی عقور کی کارفرمائی دکھائی گئی ہے۔ یہ کام میبل کی نے یہاں قفسے کے دوران میں اکا کا غیر متعلقہ جملوں کے ذریعے کیا ہے۔ مثال دیکھئے:

”اگر بات یہ ہے کہ سفید رنگ درحقیقت ایک رنگ نہیں بلکہ رنگ کی غیر موجودگی کا نام ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ سادے رنگوں کا مجموعہ بھی ہے۔ لہذا ایسا برف کے وسیع میدان میں ایک گولی چھین سنی خیر خواہ نظر آتی ہے۔ لہذا وہب کی ہر رنگ ہے رنگی، جس سے ہم آگہ چماتے ہیں۔“

(ص 188 سے اقتباس)

میبل کی سحر نگاری اور جزئیات کے تجزیے میں ناز و کاری دوسری بڑی خصوصیت ہے جو اس ناول کو فنی اعتبار سے عظمت بخشتی ہے۔ مثال دیکھئے:

لیکن سب سے زیادہ اہمیت میں ڈائے دلی چیز یہ تھی کہ ایک عجیب قسم کے سفید ہرے میں تین دھندلی نیلے رنگ کی صوری کھیریں چیر رہی تھیں۔ ان کے اوپر قصور کے چھین چھ کوئی عظیم الجثہ اور پلندہ ایسی کالی کالی چیز منظر آ رہی تھی۔ فرض یہ تصور کیا تھی ایک گند کھول تھا، جس میں نہ جانے کیا کیا ہوا ہر رنگا تھا کہ اوصاف حیران کا آدمی دیکھتے تو پاگل ہو جاتے۔

(ص 223 سے اقتباس)

میبل نے بعض مقامات پر جذبات کا تجزیہ فکر محض کی زبان میں کیا ہے اور بلاشبہ محسن ہنگری نے ’سموئی ایک‘ کے اپنے حصوں کو کمال خوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ چند سطر یہ ملاحظہ ہوں:

جب کبھی میں اپنا یہ حال دیکھتا ہوں کہ میرے سے دھشت ٹپک رہی ہے۔ درجہ چڑے چڑے نکل گئی ہے اور اب کچھ دھندلی گھٹنے لگی ہے۔ پچھلے پچھلے خواہ مخواہ جاہلیت کی دکائوں کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جو بھی بتاؤ، سامنے سے آئے اس کے ساتھ ہو جاتا ہوں، اور خاص طور سے جب میرے دماغ کو ان کی گری چڑھا جاتی ہے کہ میرے اخلاق اصولی مجھے نہ روکیں تو دیر، دانستہ مزاح یہ چاکے بہ اتمام بلبل لوگوں کے سر پہ چھتا خروشا کر دیاں گا۔

(ص 13 سے اقتباس)

اس نوع کے ترجمے کو دیکھ کر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اردو کے تحقیقی اور تنقیدی اسلوب بیان کو چھانا دینے میں محسن ہنگری کا نام بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہنگری صاحب کی شعوری کوشش تھی۔ وہ خود کہتے ہیں:

مجھے اپنے آپ سے بار بار یہ سوال پوچھنا چاہتا ہے کہ جن ترجموں سے تحقیقی ادب پر کوئی اثر نہ چڑے ان کا حراز کیا ہے۔ ترجمے کا تو مقصد ہی یہی ہونا چاہیے کہ طوائف ترجمہ نام ہو مگر ادیبوں اور چھٹے دنوں کے سامنے دراز اعتبار کے بے مسائل آئیں۔

(”مگر ترجمے سے کام نہ اٹھائے حال ہے“ شکار۔ حجاب یاد ہیں)

ہرمن میبل کی اس ناول کو ہائی رو کی فلم کمپنیں نے تین بار فلمایا ہے۔ پہلی بار The Sea Beast کے نام سے 1942ء میں، دوسری بار بھی Moby Dick کے نام سے (دونوں فلموں میں جان ہیری مور نے مرکزی کردار ادا کیا) اور تیسری بار بھی Moby

Deck' کی کے نام سے 1968ء میں۔ آخرالذکر فلم جہاں مسلمان کی چاہت کاری میں تھی۔ اس فلم میں گرگیزی بیک نے کیپٹن ادیب کا مرکزی کردار ادا کیا تھا۔

2007ء میں بکی تریمر نکشن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا ہے۔

1424۔ میکس، ڈیٹائل: غلاموں کے سوراگر

ترجمہ: مظہر الحق عطوی

گھنٹہ: نسیم بیک ایچ۔ لاٹوش روز، 1981ء

صفحہ: 706

تاریخ: اسرائیلی، تامل طبع دوم: 1982ء۔ "Kobok" کا انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ: 211) (حوالہ: 9)

1425۔ نادر شاہ اور ستارہ

ترجمہ: شکیل بی۔ کام

لاہور: عالمگیر بک ایچ، 1941ء

تاریخ:

(حوالہ: 7)

1426۔ فلم اسرار

ترجمہ: عہدہ اندو عطوی

دہلی: ساتی بک ڈپو

تاریخ: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 7)

1427۔ خائے روح

ترجمہ: مظہر الحق عطوی

گھنٹہ: نسیم بیک ایچ۔ لاٹوش روز، 1976ء

صفحہ: 518

تاریخ: اسرائیلی، تامل کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1428۔ نئی کنارے

ترجمہ: ان۔ ان

نئی دہلی: اطہر ایڈیٹری۔ فریڈرکس، س۔ س۔

صفحہ: 208

تاریخ: امریکی دیہاتی زندگی سے متعلق معاشرتی تاریخ (حوالہ: 8)

1429۔ نقلی دوا

ترجمہ: ان۔ ان

کراچی: ماہنامہ سی۔ آئی۔ اسے پروجیکشن کیشور ہسپتال، کراچی نمبر 5

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 2)

1430۔ نغمہ شباب

ترجمہ: سراج الدین احمد

لاہور: کنول بک ڈپو،

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 3)

1431۔ نقاب پوش بہرام

ترجمہ: عدیم صہبائی

دہلی: نو بہار بک ڈپو

ناول: جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 4)

1432۔ نقلی رئیس

ترجمہ: عدیم صہبائی

لاہور: نو بہار بک ڈپو

ناول: جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 5)

1433۔ تنگ حرام بیکروٹی

ترجمہ: نوادش علی

لاہور: سچے۔ ایس۔ سنت سنگھ

ناول: جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ: 6)

1434۔ نوں، اسے شامت اعمال

ترجمہ: تیمتھ رام فیروز پوری

دہلی: نرائی دت سنگھ اینڈ سنز، ان۔ ان

352

ناول: اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 9، 12)

1435۔ نیرنگ مطرب

ترجمہ: بی.دانی چاندھری

لاہور: نیشنل لٹریچر کمیٹی

(عبارت 7)

ناول: جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ

1436۔ نیل کی ساحرہ

ترجمہ: مظہر الحق طوی

تھمبٹو: نسیم بک ڈپ۔ لاہور: ردو، 1958ء

صفحہ: 428

(عبارت 8)

ناول: مصر کی ملکہ قلوپٹرہ کی زندگی کے حوالے سے

1437۔ نیدھین، انقرض: محبت وطن

ترجمہ: خواجہ محمد اکرم

نام مطبع دست غدار

(عبارت 2)

ناول: برمن ناول کا ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔

1438۔ ولدی پڑ خار

ترجمہ: بی.دانی چاندھری

لاہور: کتابستان اردو، 1941ء

(عبارت 7)

ناول:

1439۔ والٹرہ لارڈ: قیامت کی رات

ترجمہ: عابد علی عابد، سندھ

نام مطبع دست غدار، مطبع اقبال 1959ء

(عبارت 2، 11-16)

ناول: 'A Night to Remember' کا ترجمہ۔

ناول نگار لارڈ والٹر نے اسے سچا واقع قرار دیا ہے۔ یہ ایک جہاز 'ٹائی ٹینک' کی حیران کن حادثہ کی داستان ہے۔ مصنف دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ 1988ء میں ایک نومبر ناول نگار مارگن رابرٹس نے ایک ایسے عظیم الشان بحری جہاز کا تصور پیش کیا تھا جسے دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی لیکن آخر کار وہ جہاز ایک رات کے بڑے قوسے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو چکا ہے۔ لارڈ والٹر کے کہنے کے مطابق برطانوی جہاز ساز کمپنی وائٹ ہڈ لائینز نے اس ناول کے طبع ہونے کے ٹھیک چودہ برس بعد اسی نوع کا ایک جہاز تیار کیا جس کا وزن طویل و مرض جی کہ وائٹ ہڈ مارگن رابرٹس کے خیالی جہاز سے مماثلت رکھتی تھی۔ لیکن اتفاق سے اس برطانوی جہاز کا

بھی وہی الجھام ہوا جس کی طرف اشارہ ٹاول میں کیا گیا تھا۔

عابد علی عابد صاحب کے ترستے میں لارڈ والٹر کے ٹاول کی دلچسپی کا عنصر جن کا توں رہتا ہے۔ ترستے کی مہارت سے نمونہ ملاحظہ ہو:

Not far away two young stewards idly watched Lightoller, humming and the others at work, in the fading light of the boat deck, their starched white jackets stood out as they leaned against the rail, debating how long the ship could last- scattered around the boat deck, some 15 first class bell boys were equally at ease. They seemed pleased that nobody cared any longer whether they smoked. Nearby, gymnasium instructor T.W Mc Cawley, a spry little man in white flannels, explained why he would not wear a life Jacket. It kept you afloat but it slowed you down. He felt he could swim clear more quickly without it.

اور اور جہاز کے دو ملازم کھڑے لائی ٹولر، صبحک اور دوسرے ملازموں کو کام کرتے دیکھ رہے تھے۔ کشتیوں کے فرش پر روشنی کم تھی۔ لیکن ان لوگوں کی سفید کھدو قمیضیں صاف نظر آ رہی تھیں۔ یہ لوگ جھگے کا پہلا رائے بحث کر رہے تھے کہ جہاز کب تک ڈوبے گا۔ بھی صبح اول کے مسافروں پر جو ملازم ہنس رہے تھے، وہ بڑے حرسے سے ٹہل رہے تھے۔ وہ اسی بات میں تھکن تھے کہ انہیں کوئی سگرت پیچے سے توکان تھیں۔ ورزش گاہ کا استاد میکالے سفید ٹرائیڈ کی پتلون پہنے بڑے قمیص سے کھڑا تھا اور تا رہا تھا کہ میں جہاز صدی کیوں نہیں پہتا۔ تیر تو سکا ہے آری لیکن دلاڑ سے سو پہلی ہے صدی نہ ہو تو انسان خوب جلدی تیر سکتا ہے۔

(ص نمبر 131، 132)

20 ویں صدی کے چھٹے دہے میں اس ٹاول کی کہانی پر ہالی وڈ، امریکہ سے "ٹائی ٹینک" نام کی فلم بنی۔ بعد ازاں 1997ء میں ہالی وڈ، امریکہ کے مشہور ہجرت کار جنو کیمران نے اسی موضوع پر "ٹائی ٹینک" نامی ایک لاجواب فلم بنائی، جس نے کیارہ آسکر ایوارڈ حاصل کئے۔ اس سے قبل ایک فلم "ہینر" کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس فلم نے بھی کیارہ آسکر حاصل کئے تھے۔ جنو کیمران کی عظیم فلم "ٹائی ٹینک" میں انتہائی متحول گھرانے کی لڑکی کا کردار کیت وینسٹ نے ادا کیا اور آسکر ایوارڈ جیتا۔ مٹلس گھرانے کے کھانڈرے لڑکے کا کردار مشہور اداکار یونا رڈوڈی کیرج نے ادا کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کہانی کی اصل ہیرتھن اس وقت تک زندہ رہی جب فلم "ٹائی ٹینک" کی کائناتی چارپاں شروع ہو گئیں۔

1440۔ والٹیر: کائنات

ترجمہ: جہاد فقیر

ٹی وی: مکتبہ جامعہ، طبع اول مارچ 1967ء

ص: 307

ٹاول: 22 اباب پر مشتمل فرانسیسی ٹاول "کندھ" کا ترجمہ۔ ٹاول کا بیٹی لفظ سفیر فرانس اسٹائن اسٹائن لوسٹر وروگ نے

لکھا ہے۔ فرانسیسی کلاسک، ڈراما نگار اور ناول نگار وائسیر (اصل نام: فرینکوارڈی) نے ۱۷۱۶ء میں حکومت کے خلاف بیان بازی کے نتیجہ میں 28 برس کی عمر میں گیارہ ماہ قید خانہ میں گزارے۔ اس دوران میں اس نے اپنا پہلا ڈراما 'Oedipe' لکھا۔ ۱۷28ء، ۱۷29ء میں برطانیہ روانہ ہو کر جلاوطنی کی سزا کاٹی۔ فرانس واپسی کے فوراً بعد جان لاک اور غزالی کے خیالات سے متاثر ہو کر اس نے برطانوی سیاسی نظام میں آئینی بادشاہت کے تحت مذہبی رہنمائی کی تعریف کی تو حکومت فرانس نے اسے ملک دشمن قرار دے کر ملک بدر کر دیا۔ ۱۷34ء، ۱۷۳۵ء اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جلاوطنی میں گزارا۔ اسی دوران میں اس نے "کامیڈی" (ناول) لکھا۔ ۱۷۷8ء میں دو فرانسیسیوں کا قہار جب اسے جیل، فرانس واپس آنے کی اجازت ملی۔ جب جیل بچا تو اپنے جذبات کا پورے رکھ سکا اور انتقال کر گیا۔

چرچ کے خلاف بیانات دینے کے نتیجہ میں اسے کئی چرچ کے قیصر جان میں دکانے کی اجازت نہ ملی تو ایک الگ تھلک جگہ پر اسے دکان چلا گیا۔

ایک ترجمہ سے بچا، تصویر کے ترسے کا چہرہ کہنا چاہیے 'امید پرست' کے نام سے پتھر ساہد نے شائع کر دیا۔ یہ کتاب ایک ایس۔ لاہور نے بھی 2007ء میں شائع کر دی ہے۔

(صفحہ 902)

1441۔ وائسیر: امید پرست

ترجمہ: پتھر ساہد

لاہور: مکتبہ جدید، طبع 1967ء

ناول: فرانسیسی ناول نگار، کا ترجمہ۔ ایک ترجمہ سے بچا، تصویر نے "کامیڈی" کے نام سے 1957ء میں کیا تھا۔

(صفحہ 102، 110، 115)

1442۔ وائس، الفروڈ: عجیب و غریب صدی

ترجمہ: ن۔ن

لکھنؤ: مشرقی پبلشنگ کمپنی، س۔ن

صفحہ: 200

ناول: انگریزوں کی معرفت۔

(صفحہ 201)

1443۔ وائس سے گنگا تک

ترجمہ: ظہیر احمد

الہ آباد: مطبوعات کتاب گنج، س۔ن

صفحہ: 319

ناول: اردو زبان کے ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ تخیلاتی ناول، ہندوستان اور روسی دوستی سے متعلق ہے۔

1444۔ ڈاکٹر لارا اہنگو: نھا منا گھر

ترجمہ: اشک بھاری

نئی دہلی: اطین اکیڈمی، فریڈرکس، س۔ن

ص: 200

(حوالہ 8)

ناول: معاشرتی و سیاسی ناول امریکی زندگی کا ہے۔

1445۔ ڈاکٹر لارا اہنگو: جنگل کی جھونپڑی

ترجمہ: آفتاب احمد صدیقی

نئی دہلی: اطین اکیڈمی، فریڈرکس، 1980ء

ص: 189

ناول: امریکی ناول جس میں مرکزی کردار ایک ایسی لڑکی کا ہے جو جنگل میں پروان چڑھی۔ اس کے ماں باپ جنگلی

(حوالہ 9)

جانوروں کا کارکردہ کرتے اور جنگل کی زندگی سے لچھی رکھتے تھے۔

1446۔ ڈاکٹر لارا اہنگو: سنہرے دن

ترجمہ: اشک بھاری

نئی دہلی: اطین اکیڈمی، فریڈرکس، س۔ن

ص: 258

(حوالہ 9)

ناول: امریکی زندگی سے متعلق کہانی ناول۔

1447۔ ڈاکٹر لن، روز: زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

ترجمہ: ریحی احمد جعفری

لاہور: بانشراک سوسائٹس

(حوالہ 2، 17)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ امریکی ناول۔

1448۔ ڈوڈاؤس، جے۔ بی: بلبل خمر، صحرا

ترجمہ: سجاد طاہر

لاہور: شیخ کام علی ایڈ سنز

(حوالہ 2، 10، 11)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1449۔ ورلڈ جولیس: پاتال کی سیر

ترجمہ: ساغر اکبر آبادی

ناول: جفری جی مملوٹ کا جال ناول جس میں افسانوی اعزاز ایتاے ہوئے کرک زمین کی اٹھوئی حالت کا بیان کیا گیا ہے۔ ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔
(مجلد 4)

1450۔ ورلڈ جولیس: سمندر میں

ترجمہ: نجم اعزاز

کھنڈ: قسم یک ڈچ، لائوش روڈ، 1978ء

ناول: مہائی سلسلہ انگریزی سے ترجمہ
(مجلد 4)

1451۔ ورلڈ جولیس: زمین کے اٹھ

ترجمہ: نجم اعزاز

کھنڈ: قسم یک ڈچ، لائوش روڈ، 1978ء

مجلد: 84

ناول: انگریزی مہائی کہانی کا ترجمہ، علامت لیٹھو۔ اس ناول کا ترجمہ پاتال کی سیر کے عنوان سے ساغر اکبر آبادی نے کیا تھا۔

1452۔ ورلڈ جولیس: سمندر کی سیر

ترجمہ: ساغر اکبر آبادی

ناول: افسانوی اعزاز میں سمندر کے اٹھوئی اور جیرونی مظاہر کا بیان۔ ترجمہ 1939ء سے نکل شائع ہوا۔ (مجلد 4)

1453۔ ورلڈ جولیس: طوائف زمین

ترجمہ: رشید احمد شفی

کھنڈ: منروا پینٹنگ کینہی

ناول: ہر صوبہ محبوب و فریب مملوٹ سے چا چا ہے۔ عنوان کے چنگ میں چدی۔ بعد، جین و جاپان کے گامب اور ریل گاڑی سے اٹھن ٹوٹ کر الگ ہو جانے کا واقعہ وغیرہ۔ کتاب 1939ء میں شائع ہوئی۔ یہ 'Around The World In 80 Days' کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ 'ساحل زمین' کے نام سے بھی ہو چکا ہے۔ اسی ناول سے آئیڈیا لے کر راج کپور نے 'سوانح دی روڈ' ترجمہ کیا۔ فلم کے ہیرو راج کپور تھے۔ بحری جہاز میں شریک کی گئی۔ ساحل کو بہت مہنگی سے فلم بند کیا گیا۔ ایک فلم بہت پہلے ہلی ووڈ سے بھی بنی تھی۔ حال ہی میں جنگی جہن کی ایک فلم آئی ہے۔

1454۔ ورن، جولیس: سیاحت زمین

ترجمہ: ان۔ ان

ناول: 80 دن میں دنیا کا سفر کیا گیا اس کی روداد، آخر میں خطرناکی ٹوٹ اور خطہ سفر درج ہے۔ اس ناول کا ایک ترجمہ 'خطابہ زمین' کے نام سے بھی کیا گیا ہے۔
(حوالہ 4)

1455۔ ورن، جی۔آلف: دریائی قزاق

ترجمہ: ایف۔ایم۔ صدیقی

ناول: کاسرین سیریز: کتاب گمراہ، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The River Men' کا ترجمہ۔
(حوالہ 18)

1456۔ ورن، ہنری: خوفناک سایہ

ترجمہ: مسلم رحمانی

ناول: کاسرین سیریز: کتاب گمراہ، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The Yellow Shadow' کا ترجمہ۔
(حوالہ 18)

1457۔ وکٹر، کوئز: کھیت

ترجمہ: ظفر

نئی دہلی: انیس۔ آرسچو پبلی کیشنز، سی۔ ان

ص: 254

ناول: 'The Field' انیس ایجاب پر مشتمل ناول کا ترجمہ۔ امریکہ کی دیہاتی زندگی کی عکاسی۔ (حوالہ 9)

1458۔ ولفرڈ، انیس، ہیڈسن: خزانے کی تلاش

ترجمہ: فیلی ایچ۔کام

لاہور: بیچ کلام علی ایڈ سنز

ص: 58

ناول: مشہور ایڈیشن۔ ریڈ ایڈیشن لٹر کے کی بہادری کا قصہ۔ فیروزے کی کان کی تلاش۔ (حوالہ 16-17)

1459۔ ولیم، ولیم ٹیل

ترجمہ: اسماعیل حمیم

ناول: سوئزر لینڈ کی آزادی کے پس منظر میں حب الوطنی کے جذبات اظہار نے ناول۔ 1938ء سے نقل شائع ہوئی۔

(حوالہ 4)

1460۔ ولیمز، ویلٹائن: 'علاقائی گناہ'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، س۔ی

تاریخ: اسراری، ناول کا انگریزی سے ترجمہ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔ یہ 'انگنزا ہاسوس' کا دوسرا حصہ ہے۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

1461۔ ولیمز، ویلٹائن: 'چڑیا کی نیکی'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، س۔ی

تاریخ: 'دلی قہری آف کلور' کا ترجمہ۔ گارڈ ٹری کا بھیدرا ہاسوس چٹا اور ورد چٹا ٹیڑھے لڑکے کی محبت کا بیان۔ ترجمہ

1939ء سے نقل شائع ہوا۔ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن پینٹل لٹریچر کھپن دہلی نے بھی شائع کیا۔ (حوالہ: 2، 4، 11)

1462۔ ولیمز، ویلٹائن: 'نچر بیدار'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، س۔ی

تاریخ: ملکہ حسن کارمن کریج مور کے نقل کی داستان۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ ایک ایڈیشن کتبہ آغوش

لاہور نے شائع کیا۔ 2007ء میں ایک ایڈیشن گلشن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا ہے۔ (حوالہ: 2، 4)

1463۔ ولیمز، ویلٹائن: 'کلب فٹ کا ہاسوس'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نرائن دت سنگھ ایڈ سنز، س۔ی

تاریخ: یہ 'علاقائی گناہ' کا دوسرا حصہ ہے۔ اس سلسلے کی پہلی ناول 'انگنزا ہاسوس' تھی۔ ترجمہ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

1464۔ ولیمز، ویلٹائن: 'کلب فٹ کی واپسی'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

تاریخ: یہ 'کلب فٹ کا ہاسوس' کا دوسرا حصہ ہے۔ ترجمہ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔ یہ سلسلہ 'انگنزا ہاسوس'، 'علاقائی

گناہ'، 'کلب فٹ کا ہاسوس' اور 'کلب فٹ کی واپسی' چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

1465۔ ولیمز، ویلٹائن: 'انگنزا ہاسوس'

ترجمہ: حیرتھ رام فیروز پوری

لاہور: نیا کی دس سبکی اینڈ سنز، س۔ س۔

(حوالہ 11، 10، 2)

ناول: 'عطائی گناہ' کا پہلا حصہ ہے۔ 1944ء کے بعد شائع ہوا۔

1466۔ وگ، پلیری: روڈ بلاک

ترجمہ: ایف۔ ایچ۔ صدیقی

روڈ بلاک: کامران میرج: گناہ گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوسی ناول: 'Road Block' کا ترجمہ۔

1467۔ وپارٹن، ایلیٹھ: عہدِ مصیبت

ترجمہ: انیس۔ ندولا

(حوالہ 9)

ٹی وی: 'اٹلین آپلی'۔ نرچدا ٹیلی۔ س۔ س۔

1468۔ وپارٹن، ایلیٹھ: پاپو نوو گنی

ترجمہ: محمود نظامی

لاہور: آنچر ادب

س: 312

ناول: دوسری بار قبول، آپلی لاہور نے 1963ء میں شائع کیا۔ س. 205 'Ethan Frome' کا ترجمہ۔

(حوالہ 11، 10، 2)

1469۔ ویٹلی، وینس: گرد باد

ترجمہ: مظہر الحق

تھم: نسیم بک ڈپ۔ لافوش روڈ، 1964ء

س: 765

ناول: اس میں برطانیہ، افریقہ اور مصر کے ماحول نمایاں ہیں۔ مصر کے ایرانی فاتح کھنچے کے خزانے کی تلاش کی گئی ہے۔

(حوالہ 9)

1470۔ ویٹلی، وینس: گرد باد

ترجمہ: نظام محمد انعام فیروز پوری

مکان: مکتبہ راہ نو۔ شاہین مارکیٹ، حرم گیٹ، س۔ س۔

جاسوسی ناول: انگریزی ترجمہ۔ ناول کا ہیرو نکلسن ایکٹ جو لیمن ڈے ہے۔ (حوالہ 19، 2)

1471۔ وڈیلی، ڈیفنس: گردباد کی دانی

ترجمہ: غلام محمد انعام خیرداد پوری

مقام: کچھہ راہ، نو۔ شاہین مارکیٹ، حرم گیٹ

پاسوی ناول: افریقہ کے صحرائوں میں بھڑکی فوج کھلی اور ان ایلول کے سامنے میں بھڑکتا ایجنٹ بھٹکے ڈے کا کام۔

اس مشن کا آغاز ناول گردباد میں ہوا تھا۔

(حوالہ 2: 19)

1472۔ وڈیلی، ڈیفنس: ممنوعہ علاقہ

ترجمہ: سجاد طاہر

لاہور: شیخ غلام علی ایڈ سنز،

ناول: سنسنی خیز مہمائی ناول۔

(حوالہ 2: 10، 11، 18)

1473۔ وڈیلی، ڈیفنس: یوم حشر

ترجمہ: غلام محمد انعام خیرداد پوری

مقام: کچھہ راہ، نو۔ شاہین مارکیٹ، حرم گیٹ

پاسوی ناول: سائنس کھٹکھٹ کے اعلا میں۔ ایک ستارہ اپنے مدار سے ہٹ کر زمین سے آ ٹکرایا اور کرکڑا ارض پر مشرب ہوا ہو گیا۔

(حوالہ 2: 19)

1474۔ وڈیلی، ڈیفنس: شیطان کے چہاری

ترجمہ: ایب۔ ایم۔ صدیقی

رولڈ پٹری: کامران میرج: کتاب گھر، اقبال روڈ

پاسوی ناول: The Devil Rides Out کا ترجمہ۔

(حوالہ 18)

1475۔ وڈیلی، ڈیفنس: سونا سنسدر

ترجمہ: منظر الحق عوی

کھنڈ: نسیم یک ایم۔ لاٹوش روڈ، 1924ء

مقام: 247

ناول: رومانی ناول جس میں جنس نگاری نمایاں ہے۔

(حوالہ 9)

1476۔ ویلڈا، گھیرازیا: محبت عظیم ہے

ترجمہ: اسرار توحیدی

لاہور: عوامی کتاب گھر، سن۔

ناول: انگریزی کے معروف قلم۔ ایک قلم نام محمد کا بھی ملتا ہے۔ (جلد 2، 10، 11)

1477۔ ویلیڈا، گیرانیا: محبت عظیم ہے

قلم: قلم محمد سید

لاہور: مکتبہ شاہکار، 1978ء

میں: 41

ناول: انگریزی کی معروف قلم۔ ایک قلم نام محمد سید کا بھی ملتا ہے۔ (جلد 8)

1478۔ ویراپانودان پوجا کی

قلم: قرۃ العین حیدر

نئی دہلی: مکتبہ جاسعلیہ لٹریچر، 1965ء

میں: 119

ناول: رومن کی انساں لٹرو ویراپانودان نے 1959ء میں اپنے ایک افسانے کو ناول کی صورت دی۔ یہ ایک ایسی باہمت

محنت کی کہانی ہے جس نے اپنے پانچ قلم ناموں کی خاطر زندگی قربان کی۔ (جلد 2، 9)

1479۔ دیوانہ ہستی

قلم: میر تقی میر نام فیروز چوری،

لاہور: دارالادب، 1944ء

ناول: انگریزی سے قلم۔ (جلد 7)

1480۔ دیگل، آرثر: قلم پلہ

قلم: سخی صدیق

لاہور: ہاشمی بک ڈپو، س۔س

ناول: انگریزی سے قلم۔ (جلد 7)

1481۔ دیگل، آرثر: قلم پلہ

قلم: باقر حسن زیدی، ڈاکٹر

لاہور: مکتبہ میری لائبریری، س۔س

سوانح: ڈاکٹر عالم اور حسن و جمال کی سوانح کے ساتھ قدیم مصر اور قدیم روم کی تہذیب کی تصویر۔ انگریزی سے

قلم: حرم ڈاکٹر باقر حسین زیدی پھول پوری اور نعلی کالج، لاہور میں اردو ادب کے استاد ہے۔ (جلد 2، 11)

1482۔ ویلز، ایچ۔ جی: چاند میں پہلا آدمی

ترجمہ: مظہر الحق طوی

مکتبہ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش، ردو، س۔ن

صفحہ: 258

ناول: سائنس نگار 'The First Man in The Moon' کا ترجمہ۔ ایچ۔ جی ویلز نے سائنس نگار لکھی۔ اس کے صرف

دو ناول اردو میں ترجمہ ہوئے۔ اس کے دیگر ناولوں میں سے 'The War of The Worlds' پر مشہور علمی ہیئت کا

Byron Haskin نے ایک نثر فلم تیار کی ہے 1953ء میں۔

(حوالہ: 19)

1483۔ ویلز، ایچ۔ جی: پراسرار جزیرہ

ترجمہ: مظہر الحق طوی

مکتبہ: نسیم بک ڈپ۔ لاٹوش، ردو، 1959ء

صفحہ: 210

ناول: 'The Island of Dr. Moreau' کا ترجمہ۔ جس میں مترجم نے پلاٹ، ماحول اور کردار بدل دیے ہیں۔

(حوالہ: 9)

1484۔ ویلس، ایڈگر: انصاف

ترجمہ: میر تقی میر دام فیروز چری

لاہور: نرائن وٹ سنگھ، س۔ن

جاسوسی ناول: 'The four Just Men' کا انگریزی سے ترجمہ ہے۔ کتاب 1939ء سے لکھی شائع ہوئی۔

(حوالہ: 2، 4، 7)

1485۔ ویلس، ایڈگر: غریب صورت انتقام

ترجمہ: ابرار نعمانی

راولپنڈی: کامران میر: کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Four Square Jeant' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1486۔ ویلس کا بائیکا

ترجمہ: محمد حنیف

ناول: انگریزی ناول کا ترجمہ 1939ء سے لکھی شائع ہوا۔

(حوالہ: 4)

1487۔ ہاتھارن، تھینیئل: دارغا رسوائی

ترجمہ: چندرموہن لاتب

نئی دہلی: انٹرپرائز اینڈ آرٹس پبلشنگ، 1989ء

صفحہ: 232

ناول: امریکی ناول 'Scarlet Letter' کا ترجمہ۔ (عوامل: 9)

1488۔ ہاتھارن، تھینیئل: لال نشان

ترجمہ: سیدہ نسیم بھائی

لاہور: سوہا آرٹ پریس پبلیشرز، 1989ء

ناول: انگریزی سے امریکی ناول کا ترجمہ۔ (عوامل: 17، 2)

1489۔ کاپرلی: نئے کا قتل

ترجمہ: الطاف ظفر

لاہور: فیروز سنٹرل پبلشرز (پاکستان)، 1969ء

صفحہ: 282

ناول: انگریزی سے 'To Kill a Mocking Bird' کا ترجمہ ہے۔ اس ناول پر ہالی وڈ سے فلم بن چکی ہے جس

میں اداکاری پر گنگری بیگ کو آسکر ایوارڈ ملا۔ (عوامل: 18، 2)

1490۔ ہارڈی، ٹامس: سوداگر شباب

ترجمہ: مجنوں گوکھروی

گوکھروی: ایوان پریس، 1941ء

ناول: 'Two on a Tower' سے ماخوذ ترجمہ۔ واقعات دگرہ، ہل دیے گئے ہیں۔ ٹامس ہارڈی کے چار ناولوں کو

قلمباز جانکا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اسے سال بعد کیوں؟ جب کہ ہارڈی کی ہیرویت نصف صدی قبل کی بات ہے۔ ہالی

وڈ کے حمایت کاروں انگلی۔ ڈیوڈ نے 1971ء میں ہارڈی کے ناول 'Jude the Obscure'، جان سلنگر نے 1969ء میں

ہارڈی کے ناول 'From The Madding Crowd'، رومان پولانسکی نے 1980ء میں ناول 'Tess of The

'D'Urbervilles اور 'Annie' دیکر پالم نے 1995ء میں ناول 'Jude' پر انجی ناموں سے لکھیں جائیں۔

مجنوں گوکھروی کو ہارڈی کے شیدائی تھے۔ انہوں نے ہارڈی کو ترجمہ کر کے اس سے ویسے ہی سیکھا، جس طرح قرۃ العین

مید نے جہری جہو کو ترجمہ کر کے سیکھا۔ (عوامل: 2)

1491۔ ہارڈی، ٹامس: سپوڈیوں

ترجمہ: بھون گورکھپوری

گورکھپور: اچان پریس، نومبر 1944ء

م: 140

ناول: 'Wood Lander' کا انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ 2، 10، 11)

1492۔ ہارڈی، ٹامس: دیہاتہ دل

ترجمہ: شفیق انور منہاج

لاہور: ناشرین، س۔ ن

م: 486

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ 2، 10، 11)

1493۔ ہارڈی، ٹامس: بچکولے

ترجمہ: دیپس، سوہجتری

نام مطبع و سوانحدار

ناول: 'Mager of Casterbridge' کا ترجمہ۔ (صفحہ 2، 10، 11)

1494۔ ہال، آکس: قصر ڈار کیولا

ترجمہ: مظہر الحق طوی

لکھنؤ: نسیم بک لپ، لاٹوفس روڈ، 1977ء

م: 248

ناول: یہ ڈار کیولا سلسلے کا تیسرا ناول ہے۔ انگریزی سے ترجمہ۔ (صفحہ 9)

1495۔ ہال، رینے کلف: تنہائی کا کتواں

تحقیق و ترجمہ: محمود چاندھری

چاندھری: شاہین پبلشرز، 1967ء

م: 192

ناول: 'Well of Long Lines' کی تحقیق و ترجمہ۔ (صفحہ 9)

1496۔ ہالٹ، ہنری: ضرورت ہے ایک قاتل کی

ترجمہ: ن۔ ن

ناول: جاسوسی بیچ، درجہ نکال، دہلی نمبر ۶، طبع اول 1978ء

ص: 314

ناول: سٹیلی غیر انگریزی ناول کا ترجمہ۔ (حوالہ 8)

1497۔ پلیڈ ہے، میٹ: ڈائری کاراز

ترجمہ: انڑ لھائی

راولپنڈی:

ناول: 'Date With A Dead Man' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1498۔ پلیڈ ہے، میٹ: سونے کی کان

ترجمہ: ایف ایم صدیقی

راولپنڈی: کامرائن میرین، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'In a Deadly Vein' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1499۔ پلیڈ ہے، میٹ: قاتل یا مقتول

ترجمہ: ایف ایم صدیقی

راولپنڈی: کامرائن میرین، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The Uncomplaining' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1500۔ ہر میٹ، پلیڈ ہے: دھماکا مچل

ترجمہ: حیرت رام فیروز پوری

لاہور: قادری بک ایچ

ناول: امریکی ناول انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ 10، 2، 11)

1501۔ ہرگز آؤ، آؤ، آؤ: ڈاکٹر بھٹی

ترجمہ: لہ۔ سی

لاہور: ہوم لائبریری کا پوسٹ بکس 374

ص: 230

جاسوسی ناول: کتاب کا اقتساب پائل۔ لی۔ ہور کے نام ہے۔ کاپی رائٹ 1938ء۔ دیباچہ میں مصنف نے اسے اپنے محمد

کی تاریخ کہا ہے۔ ناول میں خود نوشت کا انداز اپنایا گیا ہے۔ 'تھایا' ہمیں شقائق سے بچانا سے ناول کی ابتدا ہوتی ہے۔

(حوالہ 19، 2)

1502۔ ہرمین، آگنات: بے برگ و گیاہ

ترجمہ: عید اختر

کراچی: عظم پبلشنگ ہاؤس، 1984ء

ناول: انگریزی سے ترجمہ

(عوارف: 2-10، 11)

1503۔ ہلاسکو: آفتواں دن

ترجمہ: تسکین ملک، ایم

لاہور: پبلشرز یونائیٹڈ پبلیشنگ

ناول: امریکہ سے شائع ہونے والے ناول کا انگریزی سے ترجمہ

(عوارف: 2، 17)

1504۔ ہملٹن، جان: بگلی لاشیں

ترجمہ: الیف ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: کامران سیریز۔ کتاب گھر، اقبال، س۔ ن

جاسوسی ناول: The Persecuted کا ترجمہ

(عوارف: 2-18، 19)

1505۔ ہملٹن، ڈوونلڈ: شب کا مسافر

ترجمہ: سراج الدین شید

راولپنڈی: کامران سیریز۔ کتاب گھر، اقبال، روڈ

جاسوسی ناول: Night Walker کا ترجمہ

(عوارف: 18)

1506۔ ہملٹن، لارڈ فیڈرک: روجوں کا اخراج

ترجمہ: مجروحہ نام فیروز چوہدری

لاہور: نال برادرز، 1922ء

جاسوسی ناول: اسے لڑجے آف سولز کا ترجمہ

(عوارف: 2، 74)

1507۔ ہنری، لو: لاکھوں کا شہر

ترجمہ: ابن انشاء

لاہور: شیخ نظام علی ایڈمنسٹریٹو، س۔ ن

ناول: اس ناول کا ایک ترجمہ سلیم صدیقی نے بھی کیا ہے۔

(عوارف: 2-10، 11)

1508۔ ہنری، لو: لاکھوں کا شہر

ترجمہ: سلیم صدیقی

کراچی: لارک پبلشرز، س۔ن

(حصہ 2، 10، 11)

ناول: اس ناول کا ایک ترجمہ اس نکتہ لے بھی کیا ہے۔

1509۔ ہنری، لو: حسین دھوکہ

ترجمہ: سلیم صدیقی

لاہور: فیروز سنز لیتھ، س۔ن

518

(حصہ 2، 10، 11)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1510۔ ہنری، جان۔ او: طوفان کے بچ

ترجمہ: ن۔ن

نئی دہلی: وی پبلش، س۔ن

100

ناول: تاریخی ناول جس میں مغربی اقوام کی ہندوستان میں آمد اور ان کے قدیم قتلہ کی روداد بیان کی گئی ہے۔

(حصہ 9)

1511۔ ہنری، بے گناہ کا قتل

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

دہلی پبلی کیشنز کا مرام سیریز۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حصہ 18)

جاسوسی ناول: 'Calling All Cars' کا ترجمہ۔

1512۔ ہیڈ لے چیز، جمی: آخری فیصلہ

ترجمہ: ایشورانی

دہلی پبلی کیشنز کا مرام سیریز۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حصہ 18)

جاسوسی ناول: 'Shock Treatment' کا ترجمہ۔

جرائم اور جاسوسی کہانیوں کے عالم گیر شہرت یافتہ برطانوی ادیب جمی ہیڈ لے چیز 1906ء میں لندن میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 80 سے زائد ناول تخلیق کئے۔ وہ ساری زندگی گوشہ نشین رہے۔ ان کے کئی ناول برطانیہ، فرانس اور امریکہ میں شائع ہوئے۔ ہیڈ لے چیز کا 78 سال کی عمر میں 7 فروری 1985ء کو ان کی قیام گاہ واقعہ (سوئٹزر لینڈ) میں انتقال ہوا۔

1513۔ بیٹے لے چیز، جھو: اسحق مجرم

ترجمہ: ارژنعلی

رواپنڈی: کامران میرز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "Just Another Sucker" کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1514۔ بیٹے لے چیز، جھو: انعام کی آگ

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپنڈی: کامران میرز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "The Things Men" کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1515۔ بیٹے لے چیز، جھو: ایک پی شاہراہ پر

ترجمہ: مظہر افتخار

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، لاؤش روڈ، 1977ء

ص: 280

ناول: 'اسے ہی آن دی وسے' (جاسوسی ناول) کا انگریزی ترجمہ۔ (حوالہ نمبر)

1516۔ بیٹے لے چیز، جھو: ہاؤی کارڈ

ترجمہ: ارژنعلی

رواپنڈی: کامران میرز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "In a Vain Shadow" کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1517۔ بیٹے لے چیز، جھو: ہانصیب مجرم

ترجمہ: ارژنعلی

رواپنڈی: کامران میرز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "The Wavy Transgressor" کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1518۔ بیٹے لے چیز، جھو: ہونا مجرم

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپنڈی: کامران میرز، کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "The Way The Cakes Crumbles" کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1519۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: پتھر کی انگلی

ترجمہ: ارشد عباسی

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "Why Pick On Me" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1520۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: پتھر کی موت

ترجمہ: طاہر رانا

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "The Dead Stay Dumb" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1521۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: پاسرار کچھوا

ترجمہ: ارشد عباسی

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "Mission to Start" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1522۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: پہاڑ کی ڈبیہ

ترجمہ: ارشد عباسی

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "You Never Know Wing Women" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1523۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: تخت یا تختہ

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "He Won't Need Now" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1524۔ ہیڈ لے چیز، جیمز: غریب چال

ترجمہ: طاہر رانا

راولپنڈی: کامران پریس۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: "Like A Hole In the Head" کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1525۔ ہیڈ لے چیز، جنم: ٹوٹ گئی دلچسپ

ترجمہ: الیٹ۔ ایلمر سیدنی

روایتی: کامران میرج۔ کتاب گرو، اقبال روڈ

(18 جلد)

جاسوسی ناول: 'Lady Hares' کا ترجمہ۔

1526۔ ہیڈ لے چیز، جنم: شخصیت سوت

ترجمہ: رشید انجم

کشتی: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ، 1977ء

مس: 254

ناول: 'ان اے ویٹو' کا انگریزی سے ترجمہ، گل کی سنٹی ٹیڑ کھانی پر مبنی ناول۔ (جلد 3)

1527۔ ہیڈ لے چیز، جنم: جادو کی چابی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روایتی: کامران میرج۔ کتاب گرو، اقبال روڈ

(جلد 18)

جاسوسی ناول: 'The Joker in The Park' کا ترجمہ۔

1528۔ ہیڈ لے چیز، جنم: جاسوسی

ترجمہ: انجم نوید

کراچی: سعید علی کیشور، کوہل کھیلانی، روڈ

(جلد 3)

جاسوسی ناول: انگریزی سے ترجمہ

1529۔ ہیڈ لے چیز، جنم: جادو

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روایتی: کامران میرج۔ کتاب گرو، اقبال روڈ

(جلد 18)

جاسوسی ناول: 'What to Stay Alive' کا ترجمہ۔

1530۔ ہیڈ لے چیز، جنم: جیب تراش بیوی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روایتی: کامران میرج۔ کتاب گرو، اقبال روڈ

(جلد 18)

جاسوسی ناول: 'Where But A Short Time to Live' کا ترجمہ۔

1531۔ ایڈلے چیز، جمو: چالاک قاتل

ترجمہ: اڑنوالی

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'There is a Way, There is Always a Price Tag' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1532۔ ایڈلے چیز، جمو: چوٹا بک

ترجمہ: سراج الدین شیدا

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'An Ace Up My Sleeve' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1533۔ ایڈلے چیز، جمو: حسین فقہ

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Just a Matter of Time' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1534۔ ایڈلے چیز، جمو: حوا کی بیٹی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Evel' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1535۔ ایڈلے چیز، جمو: خوبصورت لاش

ترجمہ: اڑنوالی

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'No Orchids for Miss Blandish' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1536۔ ایڈلے چیز، جمو: خوش نصیب چور

ترجمہ: اڑنوالی

رواپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The Fast Buck' کا ترجمہ۔ (حوالہ 18)

1537۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خطرناک فارمولا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامرائی سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوی ناول: 'Beloved Violent' کا ترجمہ۔

1538۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خوشنک پاگل

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: کامرائی سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوی ناول: 'Lay her among the Bliis' کا ترجمہ۔

1539۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خوشی بیک میلر

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامرائی سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوی ناول: 'I Bury my dead' کا ترجمہ۔

1540۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خوشی تھریپ

ترجمہ: ارٹھمانی

راولپنڈی: کامرائی سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوی ناول: 'There is a happy on the highway' کا ترجمہ۔

1541۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خوشی ٹوک

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامرائی سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

(حوالہ 18)

جاسوی ناول: 'The world in my pocket' کا ترجمہ۔

1542۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خوشی حادثہ

ترجمہ: انجم نوید

کراچی: سعید پبلی کیشنز، کورڈن کلیمانی روڈ

جاسوی ناول: راجہ انجی (اہم کردار) کے حالات ناول کے ابتدائی حصے میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

(حوالہ 19:2)

1543۔ ہیڈ لے چیز، شیو: دولت کا غلام

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'The whiff of money' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1544۔ ہیڈ لے چیز، شیو: دولت یا موت

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'You are dead without money' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1545۔ ہیڈ لے چیز، شیو: دیوانہ کا قتل

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Not safe to be free' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1546۔ ہیڈ لے چیز، شیو: ڈچین جلاو

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'This way for a shroud' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1547۔ ہیڈ لے چیز، شیو: زہر کی پٹیا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Have a change of scene' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1548۔ ہیڈ لے چیز، شیو: زہر کی آواز

ترجمہ: ارشد نعمانی

راولپنڈی: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'What's better than money' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1549۔ ہیڈ لے چیز، جھو: زہریلی انگلی

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داو پلٹری: کامران میرز۔ کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'The vulture is a patient bird' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1550۔ ہیڈ لے چیز، جھو: سائے کا تعاقب

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داو پلٹری: کامران میرز۔ کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Cade' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1551۔ ہیڈ لے چیز، جھو: سراغ رساں کتا

ترجمہ: ارٹھناتی

داو پلٹری: کامران میرز۔ کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Tigar by the laif' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1552۔ ہیڈ لے چیز، جھو: سرخ ماچس

ترجمہ: ارٹھناتی

داو پلٹری: کامران میرز۔ کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'The Guilty are afraid' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1553۔ ہیڈ لے چیز، جھو: سر و خون

ترجمہ: رشید انجم

تکسٹ: نسیم بک ڈیج، کانوش روڈ، 1978ء

ص: 96

ناول: آئی رو مارے پوز کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1554۔ ہیڈ لے چیز، جھو: سالڈی کا بار

ترجمہ: سراج الدین شیدا

داو پلٹری: کامران میرز۔ کتاب گمراہ اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'An ear to the ground' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1555۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: سہری پھل

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روا پٹھی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Gold-fish have no hiding place' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1556۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: شہر میں صحرا

ترجمہ: مظہر الحق طلوی

تکسٹ: نسیم بک، ایچ، لائوش روڈ، طبع اول 1977ء

اسرائیلی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1557۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: طیارے کا انخوا

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روا پٹھی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'What happen's to me?' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1558۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: خدا رکون؟

ترجمہ: ارٹھمانی

روا پٹھی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Mallory' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1559۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: فرضی محرم

ترجمہ: ارٹھمانی

روا پٹھی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'I would rather stay poor' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1560۔ ہیڈ لے چیز، جمہور: قاتل کی روح

ترجمہ: سراج الدین شیدا

روا پٹھی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Miss Shomway Award' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1561۔ ایٹلے جی، مخمر: کمال میرے

تاریخ: ۱۴۰۲/۰۵/۰۵

راوی پشوری: کامران میر حق، کتاب گھر، اقبال آباد

ماہی تول: 'Aloth us for Miss Quan' کا ترجمہ (صفحہ 18)

1562۔ بیٹے چتر، جیمز: کہانی کا قریب

27. سورة الاحقاف

داوید لٹل: کامرائی میرے۔ کتاب گھر، اقبال ریلوے

ماسوی تول: 'Tell it to the birds' کا ترجمہ (عرب 18)

1563۔ ہٹلے چڑ، شہر: کمرے کا مار

تیم: از شما

دولت پڑی: کامران میرزا ملک محمد، اقبال پور

ماہر ہی کہتا ہے: 'You will find him. I will fix him' کا ترجمہ (۱۹۰۰ء)

1564۔ ہیڈ لے چتر، جھیر: لاش کی جوری

تیم: ۱۰ نفر

اولیٰ خطی: کامران میرزا کا کتاب گھر، اقبال آباد

ماہروی ناول: 'Make the corpse walk' کا ترجمہ (1988ء)

12/21/2011

گرہوں کی ایک خوشوار شام کا ذکر ہے۔ سات بج کر چھ منٹ ہوئے تھے کہ ایک چھکڑا کالی راس کا گرہ زمین اسی طرح میں داخل ہوئی اور چھوڑا مارکیت جانے والی ٹھک گئی کے پاس رک گئی۔ فٹ چاقو پر لٹھلی ماروں کے جاریک سامنے میں کھڑی ہوئی دو عورتوں نے پیشہ درانہ دلچسپی سے کار کی طرف دیکھا۔ گرہن اسی طرح اتنے دو عورتوں اور اس ایک کار کے سوا بالکل مسلمان نظر آ رہی تھی۔

اب ناول کے اختتام سے نمودار نظر ہوں:

سارنٹ آدم نے سہی کو رات میں جھک کر کچھ سوچتے دیکھ کر بھر پور بنایا اور سہی تقریباً بھاگتی ہوئی کار کے پاس آئی اور اس عرصہ کار کی کچھل سیٹ پر بیٹھنے کے بجائے سارنٹ کے ساتھ اگل نشست پر بیٹھ گئی۔

1585۔ ایلے جز، جیمز: لاشوں کی برسات

2. **مقدمه**

رواں پندری: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: 'The soft center' کا ترجمہ۔

1566۔ ہیڈ لے چیز، جھو: لالچی حسینہ

ترجمہ: صدیقی احمد

رواں پندری: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: 'The paw in the bak' کا ترجمہ۔

1567۔ ہیڈ لے چیز، جھو: نایا کا جال

ترجمہ: سراج الدین شیدا

رواں پندری: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

ص: 159

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: 'One bright summer morning' کا ترجمہ۔

1568۔ ہیڈ لے چیز، جھو: متحرک لاش

ترجمہ: اختر حسین

کھنڈ: نسیم بک، ایچ، ونووش روڈ، طبعی ناول: 1978ء

ص: 240

(حوالہ: 9)

ناول: سلسلی خیر ناول کا انگریزی ترجمہ۔

1569۔ ہیڈ لے چیز، جھو: مجرم وقاصہ

ترجمہ: ارثوئے نوائی

رواں پندری: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: 'The double shuffle' کا ترجمہ۔

1570۔ ہیڈ لے چیز، جھو: مٹھلی دوست

ترجمہ: ارثوئے نوائی

رواں پندری: کامران میرج۔ کتاب گمر، اقبال روڈ

(حوالہ: 18)

جاسوسی ناول: 'Come easy, go easy' کا ترجمہ۔

1571۔ ہیڈ لے چیز، جھو: معصوم قاتلہ

ترجمہ: ارثوئے نوائی

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'The flash of orchid' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1572۔ ہیڈلے چیز، جیمز: مقتول کا انورا

ترجمہ: اثر نعیمی

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Figure it out for yourself' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1573۔ ہیڈلے چیز، جیمز: مقتول کا قحظہ

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'You're lonely when you're dead' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1574۔ ہیڈلے چیز، جیمز: مقتول میڈل

ترجمہ: سراج الدین شیدا

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'Knock knock! who's there?' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1575۔ ہیڈلے چیز، جیمز: مکار عورت

ترجمہ: سراج الدین شیدا

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1576۔ ہیڈلے چیز، جیمز: مکافات عمل

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

رواپٹنڈی: کامران میرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوی ناول: 'The Doll's bad news' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 18)

1577۔ ہیڈلے چیز، جیمز: موت کے منہ میں تھیں گھٹنے

ترجمہ: ایس۔ اے۔ شاہ

گھنٹو: نسیم بک ڈپ، ٹافٹوش روڈ، طبع ناول: 1978ء

م: 349

(حوالہ: 9)

ناول: سلسلی خیر ناول صرف تھیں گھٹنے کی مدد پر پھیلا ہوا ہے۔

1578۔ بیڈ لے چیز، جمجو: ناکام قاتل

ترجمہ: ارژنصابی

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Sucker Punch' کا ترجمہ۔ حال ہی میں اسی نام سے اپنی دوڑ سے ایک قسم بھی بنی ہے۔ (حوالہ: 18)

1579۔ بیڈ لے چیز، جمجو: نقلی قصہ

ترجمہ: ارژنصابی

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Saler dead' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1580۔ بیڈ لے چیز، جمجو: نقلی لائیک

ترجمہ: ارژنصابی

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'A coffin from Hong Kong' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1581۔ بیڈ لے چیز، جمجو: نوٹوں کی بارش

ترجمہ: ایف۔ ایم۔ صدیقی

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Strictly for cash' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1582۔ بیڈ لے چیز، جمجو: ہوس کے غلام

ترجمہ: سراج الدین شیدا

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'Well now my Pretty' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1583۔ بیڈ لے چیز، جمجو: ہیروں کی تلاش

ترجمہ: ارژنصابی

راولپنڈی: کامران سیرج۔ کتاب گھر، اقبال روڈ

جاسوسی ناول: 'You have got it coming' کا ترجمہ۔

(حوالہ: 18)

1584۔ پیرے کی کان

اظہار ترجمہ: امین صفی

لاہور: اسرار پبلی کیشنز، سیکڑا روڈ، اس۔ن

جاسوسی ناول: انگریزی ناول سے مستعار اس صفی نے یہ تسلیم کیا ہے لیکن ناول نہیں بنایا۔ (صفحہ 2)

1585۔ نیکل بری ٹن کے کارنامے

ترجمہ: راجندر

نئی دہلی: انطین انکیٹی فریڈر ایکس، 1985ء

صفحہ: 408

ناول: 'Adventure of Huckleberry Finn' کا ترجمہ۔ ناول میں حقیقی واقعات کو تخیلاتی رنگ دے کر پیش کیا گیا ہے۔

(صفحہ 18-8)

1586۔ ہیکرڈ، رائیڈر: آتشی خور

ترجمہ: ایچ۔ بی عالم

کھنڈ: جیم کب ڈیم۔ لاؤش روڈ، 1962ء

صفحہ: 352

ناول: جاسوسی، تاریخی ناول، جس میں فرعون کے عہد کی مصری تہذیب پیش کی گئی ہے۔ (صفحہ 9)

1587۔ ہیکرڈ، رائیڈر: انتہام

ترجمہ: آغا اقبال

کراچی: ماہنامہ 'ناول' ہال طریت، 1954ء

اسرائیلی ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

(صفحہ 18)

1588۔ ہیکرڈ، رائیڈر: بنی اسرائیل کا چاند

ترجمہ: عبدالحمید حیرت

دہلی: ادبی دنیا، اردو بازار دہلی، طبع دوم 1977ء

صفحہ: 386

ناول: مصر کے شہر تھے سے حلقہ انگریزی ناول کا ترجمہ۔ طاہر لیتھو، تعداد اشاعت پانچ سو، یہ ترجمہ پہلی بار

(صفحہ 7)

کھنڈ، پنجاب لاہور سے شائع ہوا۔

1589۔ ہیکرڈ، رائیڈز: خونریز

ترجمہ: ان۔ن

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ۔ 1963ء

صفحہ: 524

ناول: ردمانی و اسراری ناول (صفحہ 8)

1590۔ ہیکرڈ، (سر) بنری رائیڈز: داستان قہوجہ

ترجمہ: بشیر محمد اختر

لاہور: المرا اکیڈمی

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ مظہر الحق طلوی نے بھی کیا تھا جسے دوسری بار کاوشیات، لاہور نے شائع کرتے وقت ”ظہون کی آپ جی“ کے عنوان سے شائع کیا۔ یہ ایک قابل غور نثر ہے۔ تاثر کو ایسا نہیں کرتا چاہے۔ اس سے بچان مٹ جاتی ہے۔

(صفحہ 13-16)

1591۔ ہیکرڈ، رائیڈز: راج تالور داسی

ترجمہ: مظہر الحق طلوی

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ، 1979ء

صفحہ: 412

ناول: انگریزی سے ترجمہ (صفحہ 8)

1592۔ ہیکرڈ، رائیڈز: راہیں پیار کی

ترجمہ: ایک۔جے۔ عالم

کھنڈ: نسیم بک ڈپ، لاٹوش روڈ، 1985ء

صفحہ: 279

ناول: فلم اسراری ناول۔ (صفحہ 9)

1593۔ ہیکرڈ، رائیڈز: راج جاپان

ترجمہ: ایک۔جے۔ عالم

کھنڈ: کتبہ گلپان، س۔ن

صفحہ: 327

ناول: اسراری ناول۔ (صفحہ 9)

1594۔ ہنگر، رائیڈر، سٹوٹی

ترجمہ: ذوالفقار احمد بائیں

لاہور: الہامیان

اسرائیلی ناول: شیخ کے لئے ناول 'She' کا ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ٹھنڈا ترجمہ "طرد" کے نام سے دوست بلی کیشنز، اسلام آباد نے حالی ہی میں شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 13-18)

1595۔ ہنگر، رائیڈر، سٹوٹی کی واپسی

ترجمہ: ذوالفقار احمد بائیں

لاہور: الہامیان

اسرائیلی ناول: شیخ کے لئے 'The return of She' کا ترجمہ۔ اس ناول کا ایک ٹھنڈا ترجمہ حالی ہی میں دوست بلی کیشنز، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔
(حوالہ: 13-18)

1596۔ ہنگر، رائیڈر، سٹوٹی کی فرزند

ترجمہ: محمد سلیم الرحمن

لاہور: فیروز سنٹرل پبلیشرز (پاکستان)

اسرائیلی ناول: 'King Solomon's mine' اس سے قبل ایک ترجمہ مظہر علی طلوی نے بھی کیا تھا جو کھنڈے سے شائع ہوا۔
بہت پہلے اس ناول پر ہالی ووڈ سے فلم بن چکی ہے۔ جاسوسی کہانے کو حیران کن رنگ دیا گیا ہے۔ (حوالہ: 13-18)

1597۔ ہنگر، ہیری، رائیڈر، سیر فلپاٹ

ترجمہ: مظہر علی خان، مولانا

لاہور: مکتبہ میری لاہوری، طبع دوم۔ س۔ س۔

ص: 424

ناول: ترجمے کا تقاریر مولوی محمد مزاح مرزا نے لکھا ہے۔ مفصل ترجمہ، اذکن راجہ، عید آباد دکن میں شائع ہوا کتاب
مکمل پارکس سے شائع ہوئی۔ (حوالہ: 2-8)

اس کتاب کے مترجم مولانا مظہر علی خان سے حلقہ اعمہ خیال کرتے ہوئے مولانا عبدالجبار صاحب نے کہا تھا:

"انگریزی زبان کے مصداق اور اساتذہ، جہاں باطل اور بے شمار فقرات اس پر گہرا اثر ہے، اس کے کمال ترجمہ کے بعد میں
سے کہیں نہ کر سکے اور اس امر کی وجہ سے ناز کا زہر بھی گئے۔"

ترجمے سے صحت ملاحظہ ہو۔

کہا یہ خرم کی بات ہے کہ اسے پاس ایک پابری صاحب موجود ہیں اور یہی میراں کی تلاش خرابی میں آج کو

کوئی خسہ نہ لینے دیا جائے۔ میرے مزاج وقت گزرتا جاتا ہے، اب چاہتے کہ ہم اپنے کام میں مصروف ہوں۔ کوئی ہے؟ ایسا (ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے) ”تم اس انگریز لڑکی کو لے آؤ۔“
جب جلا بھتا اپنی تقریر ختم کر چکا تو سب خاموش ہو کر عدا کے آنے کے منتظر بیٹھ گئے۔

(سیر حقائق، ص 144 سے اقتباس)

1598۔ ہنگرڈ، راینڈر، شہید و لا

ترجمہ: محمود اختر، طوبہ، عالم

لاہور: ملک وین مو ایڈ سنز

ناول: اسرائیلی ناول: ’میری کا ترجمہ۔‘

(حوالہ 13-14)

1599۔ ہنگرڈ، راینڈر، عشق اور خون

ترجمہ: عابد جعفری

دہلی: غلام جلی بخش، 1965ء

ص: 323

ناول: ردائی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ 9)

1600۔ ہنگرڈ، راینڈر، عقیدہ حیات (دو جلدیں)

ترجمہ: حیرتہ عام فیروز پوری

لاہور: نو بہار بک ڈپ

ناول: ’میریں کا ترجمہ۔‘

(حوالہ 13-16)

1601۔ ہنگرڈ، راینڈر، سانچہ سلیمان

ترجمہ: مظہر الحق غنی

کھنڈ: نسیم بیک ڈپ، افق، دہلی، 1955ء

ص: 286

ناول: King Solomon's mine کا انگریزی سے ترجمہ۔ قارئینوں سے حلقہ اس ناول کا ترجمہ چھٹی بار نسیم بیک

ڈپ نے 1978ء میں شائع کیا۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سلیم الرحمن نے ”سلیمانی خزانہ“ کے عنوان سے کیا تھا۔

(حوالہ 8)

1602۔ ہنگرڈ، راینڈر، مصر کی دو شیرازہ

ترجمہ: نسیم

دہلی: نو بہار بک ڈپ

(حوالہ 7)

ناول:

1603۔ ٹمکسن، ٹف: بھوک

ترجمہ: منظور چاندھری

لاہور: مکتبہ شاہراہ، 1953ء

صفحہ: 229

ناول: معاشرتی ناول Hunger کا ترجمہ، ایک ترجمہ عشرت رحمانی نے بھی کیا تھا، جو بعد کا ہے۔ (حوالہ: 9)

1604۔ ٹمکسن، ٹف: بھوک، لڑکی اور سمندر

ترجمہ: عشرت رحمانی

لاہور: شیخ نظام علی پبشرک موسسہ لرننگس

ناول: Hunger کا ترجمہ اس ناول کا اولین ترجمہ منظور چاندھری نے بھوک کے نام سے کیا تھا۔ (حوالہ: 17، 2)

1605۔ ٹمکنگوے، ارفنسٹ: بوڑھا اور سمندر

ترجمہ: ایسی سلیم

کراچی: اردو اکیڈمی سندھی، س۔ن

صفحہ: 216

ناول: اس کا ایک ترجمہ شیر شاہد نے کیا ہے۔ نونل انعام یافتہ اس ناول پر جان سٹریچ کی ہدایات میں 1958ء میں

پالی ڈا امریکہ سے بننے والی فلم یادگار ہے۔ اس فلم میں بڑے بچھیرے کا کردار عالمی شہرت یافتہ اداکار پینر لیس نے

ادا کیا تھا۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

1606۔ ٹمکنگوے، ارفنسٹ: بوڑھا اور سمندر

ترجمہ: شیر شاہد

لاہور: مکتبہ جدید

ناول: نونل ادبی انعام یافتہ ناول۔ "Old Man and The Sea" پر جان سٹریچ کی ہدایات کے تحت 1958ء

میں ایڈا (امریکہ) سے بننے والی فلم یادگار ہے۔ آسکر ایوارڈ یافتہ اداکار پینر لیس نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اسی

ناول کا ایک اور ترجمہ ایسی سلیم نے کیا تھا۔ میرا ترجمہ شاہد حمید نے کیا ہے جسے ادوارہ شام کے بعد، لاہور نے شائع کیا۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

1607۔ ٹمکنگوے، ارفنسٹ: بوڑھا اور سمندر

ترجمہ: شاہد حمید

لاہور: شام کے بعد، جلی کیشنز

ناول: "Old Man and The Sea" امریکی سے کا ترجمہ

(حوالہ: 10)

1608۔ تھینگوے، مارٹن: دواغ جنگ (دو جلدیں)

ترجمہ: اشفاق احمد

لاہور: پرنٹنگنگ ڈپریٹمنٹ، جنوری 1960ء

ناول: 'A farewell to arms' کا ترجمہ۔ (حوالہ: 2، 10، 11)

یہ ناول اسے لٹریٹور آڈر کا ترجمہ ہے۔ 1920ء کے اوائل میں جب آرٹس تھینگوے نے پہلی بار اپنے افسانے پیش کئے تو امریکہ کے نوجوان ادیب اس سے شدید متاثر ہوئے۔ 1924ء میں تھینگوے کو نوبل انعام دیا گیا۔ اس موقع پر سولڈیئر اکیڈمی کے صدر نے تھینگوے کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

تھینگوے عہد حاضر کا سب سے بڑا ادبی قلم ہے، جس کی قلم کے آئینہ میں اس دور کی زندگی اور مسائل کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔

بجورق تھینگوے کا خیال ہے کہ ایک حقیقت پسند مصنف کے نزدیک اس کی ہر نئی تعلیف گویا ایک نیا آغاز ہے، جس میں وہ ان ہندویں کو کہنے کی کوشش کرتا ہے جن تک رسائی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

(تقداریہ ص 3 سے اقتباس)

اس ناول میں جنگ کی چار کاریوں کو یکساں طرح پیش کیا گیا ہے کہ جنگ سے فطرت ہو جاتی ہے۔ اس شاہکار ناول پر پالی ڈا کے ہدایت کار فریڈ ہورڈیج نے 1932ء میں ایک شاندار نظم بتائی تھی۔

1609۔ پیوگر، وکٹر: انسان

ترجمہ: بشارت انور

کراچی: ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، طبع ڈبلیو، س۔ ان

ناول: 'Les Misérables' کا آزاد ترجمہ۔ دوسری بار اردو یک مثال لاہور اور تیسری بار سہ ماہ ادب لاہور نے شائع کیا۔ 2012ء میں اس ناول پر پالی ڈا سے فلم بنی، جسے آسکر ایوارڈ کیلئے نامزد کیا گیا۔

(حوالہ: 2، 10، 11، 16)

1610۔ پیوگر، وکٹر: بد نصیب

ترجمہ: رام سر دپ شریا

لاہور: دارالاشاعت، پنجاب۔ 1928ء

ناول: 'The last days of a condemned' کا ترجمہ۔

اس ناول پر صوفیہ تاریخ اور محکمہ سائنس کی لٹریچر شاہکار ہے۔ جس کی لٹریچر پاکستان میں بھی ہوئی تھی۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سعادت حسن منٹو نے 'مرگزاہد' کے نام سے کیا ہے۔

(حوالہ: 2، 10، 11)

1611۔ بیوگو، وکٹر: سرگزشتِ اسیر

ترجمہ: سعادت حسن منٹو

لاہور: اردو بک شال ہیرن لوہاری دوداڑہ، طبع اول: اگست 1933ء

اول: 'The last days of a condemned' کا ترجمہ۔

دوسری بار 1934ء میں طبع ہوا۔ کتاب میں بیوگو کا لکھا دیا چہ 15 مارچ 1831ء بھی گیارہ صفحات میں ترجمہ کر کے شامل

کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کا ایک ترجمہ دام سرپ شرما کا بھی ملتا ہے۔ (حوالہ: 2: 10-11)

1612۔ بیوگو، وکٹر: نو فرے ڈیم کا کھڑا

ترجمہ: ستار طاہر

لاہور: مکتبہ شاہکار، 1975ء

صفحہ: 42

ناول: فرانتسز زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ہالی وڈ امریکہ سے ناول کے اصل نام "کچ ایک آف نو فرے ڈیم" کے نام سے "دنچر ٹیمیں بن چکی ہیں۔ اب بھی ترجمہ کلکٹی ہاؤس لاہور نے 2007ء میں نام تبدیل کر کے شائع کر دیا ہے "کھڑا عاشق" کے عنوان سے۔ پاکستان کے لئے پبلشرز کے پاس یہ ناموں ناک صورت دیکھنے کو ملتی ہے۔

(حوالہ: 8)

اس ناول پر ہالی وڈ سے دو عظیم فلمیں بنیں۔ جو فلم بعد میں بنی اس میں کپڑے کا کردار انتھونی کوئنچ، جیسی گرل کا کردار جینا ہولو بریڈ اور ڈین کا کردار سلیمان برائنڈ نے ادا کیے تھے۔ اداکارہ فلم ساز دھیملا نے پاکستان میں اسی کہانی پر بنی پنجابی فلم "کھڑا عاشق" بنائی تھی۔ کپڑے کا مرکزی کردار دھیملا نے چھٹی سے کیا۔ حضور خانم کی آواز میں اس فلم کا ایک گانا "وے سب توں سر چلیاں" از حد مقبول ہوا۔

〇〇〇

1613۔ افلاطون: مکالمات افلاطون

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: پنجاب ویلیج جنسن بک سوسائٹی انارکلی، ن۔ن

مکالمات: The dialogues of plato کا اردو میں اولین ترجمہ۔ دوسرا ترجمہ سید عابد حسین نے کیا تھا۔

(عہد: 2)

1614۔ افلاطون: مکالمات افلاطون

ترجمہ: عابد حسین، ڈاکٹر

دہلی: انجمن ترقی اردو (بصر)، 1942ء

مکالمات: The dialogues of plato کا ترجمہ۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ پنجاب ویلیج جنسن بک سوسائٹی نے 1923ء سے شائع کیا تھا۔

(عہد: 2، 14)

1615۔ ایڈورس، ککھو و کرل جم کاربٹ: شیر آیا، شیر آیا

ترجمہ: ن۔ن

لاہور: البیان

شکایات: انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ایلیٹن کٹس ہائوس، لاہور نے شائع کیا ہے۔ (عہد: 13، 16)

1616۔ ایڈورس، ککھو: جنگل نامہ

ترجمہ: عابد شاہین

لاہور: البیان

مس: 320

(عہد: 2، 10، 11)

شکایات: انگریزی سے ترجمہ۔

1617۔ ایڈورس، ککھو: آواز شیرینی

ترجمہ: محمود شام

لاہور: مکتبہ ہاسن: اشرف پریس، 1957ء

مس: 113

شکایات: انگریزی سے ترجمہ۔

1618۔ اینڈریوز، چیپ فن: انہا نے دیس کی مہمات

ترجمہ: عبدالسلام

کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، س۔ ن

صفحہ: 152

(عوار: 2، 10، 11، 16)

مم جی: انگریزی سے ترجمہ۔

1619۔ برکے، جارج: مکالمات برکے

ترجمہ: عبدالماجد دریا بادی، مولانا

اعظم گڑھ: دارالمصنفین اعظم گڑھ

مکالمات: ’’انکا گڑھ‘‘ کا ترجمہ۔

(عوار: 12، 16)

1620۔ بلٹ ولینڈی بلٹ: مضامین متعلقہ ہند (چار جلدیں)

ترجمہ: اکبر الہ آبادی

میرٹھ: مطبع جماعت تجارتی مختلفہ اسلام، 1883ء

نقداریا سپاسا ہے۔ فلور اسکوان بلٹ ولینڈی بلٹ کی سیاست و سماجیات پر تقریریں اور سپاسا ہے۔ (عوار: 2)

برطانوی دیکھن زادہ اور منکر والفلور اسکوان بلٹ، جمال الدین الفانی کے قریبی دوستوں میں سے تھا اور ہندوستان میں انگریزوں کی سیاسی حکمت عملی اور نظریاتی کام سب سے بڑا مخالف۔ اس کتاب کے پہلے اُس نے اپنے روزناموں ’’My Darling‘‘ میں بھی سیاسی صورت احوال کا تجزیہ کیا تھا۔ دراصل یہی وہ دانش تھے جنہیں ہندو میں اس نے کتابی صورت میں اُجال دیا۔ یہ ترجمہ اب تقریباً ناایاب ہے اس لئے اکبر الہ آبادی کے قریہ کردہ دیباچہ سے چند سطور دیکھتے چلیے:

مصنف نے یہ کتاب صرف اپنے ہم نگوں اور بالخصوص پارلیمنٹ انگلستان کو اسلام کے حالات پر توجہ دلانے کے لئے تصنیف کی تھی۔ اُن کا یہ قصود تھا کہ یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہو جاوے اس کا ترجمہ کیا جائے۔ مسز جید اٹھ ستر اٹھ نے ایک جلد کتاب انگلستان سے اپنے چارہ عالی مرچ مولوی سچ اٹھ خان صاحب کے ملاحظہ کو بھیج دی تھی۔ مولوی صاحب صدمہ کی اہانت سے میں نے اس کو چھ ماہوں کے مضامین نے اس کے ترسے پر لکھ کر مجبور کر دیا۔

ہندو ترجمہ رقم نہ ہوا تھا کہ مسز بلٹ خود ہندوستان میں تشریف لائے اور بمقام فکٹس لکھ گواہ سے ملنے کی عزت حاصل ہوئی۔ انہوں نے ایک دوسرا دیباچہ بطور دیباچہ اول کے قریہ فرما کر لکھ کر دیا، جس کا ترجمہ میں اس کتاب کے ساتھ شائع کرتا ہوں۔ سلطنت بری کے قائم رہنے کی سبب مصنف کو یہ بھی چاہی یہ دیباچہ اس ماہر کی کو ضعیف کرتا ہے۔

اکبر الہ آبادی اس کتاب کے ترجمہ کی بابت مزید لکھتے ہیں:

جہاں تک ممکن تھا میں نے فکری ترجمہ کیا ہے اور مصنف کے سلسلہ خیالات کو دارا بھی برہم نہیں ہونے دیا۔ غوروں کی ترکیب کی پیروی کی اور کیا ہے۔ سوائی کو کامل اور روشن کرنے کے لئے ایک لفظ کے ترسے میں حسب ضرورت 10 11

اور جس میں لفظ لکھ دیے ہیں، لیکن شاید یہ دیکھنے کا سہل کرنا میرا کام نہ تھا۔

(ادباًپ سے اقتباس)

بلیٹ کی کتاب "The future of Islam" لندن سے 1882ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ اس کے دو سال بعد یہ ترجمہ سامنے آ گیا۔
ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

These Essays, written for THE FORTNIGHTLY REVIEW in the Summer and Autumn of 1881, were intended at first sketches only of a maturer work, which the authors hoped, before finally to the public, to complete at Leisure and developed in a form, worthy of critical acceptance and of great subject he had chosen. Events, however, have marched faster than he at all anticipated and it has become a matter of importance with him that the idea they were designed to illustrate, should be given immediate and full publicity. The French, by their invasion of Tunis, have precipitated the Mohammadan Movement in North-Africa. Egypt has roused herself for a great effort of National and religious reforms, and on all sides Islam is seen to be commenced by political protests of ever growing intensity.

"مصطفیٰ کو امیرِ حق کی کلمہ شائع کرنے میں مصباحی کے، اپنے اوقات فرصت میں ایک ایسی تفسیل کرے جو مخاطب اپنی قریب اور پختل کے کچھ چیزیں کو مقلوبی کے ہاتھ اور اس عالی شان بحث کے نمایاں ہو جس کو اس نے منتخب کیا تھا۔ چنانچہ یہ مصباحی اظہارِ غورٹ، پختل دنیا کے لئے صرف اس تفسیل کے ابتدائی مسودات کے طور پر 1881ء کے موسمِ بہار میں دوسری میں لکھے گئے تھے، لیکن دوسرا واقعات نے ایسی تیز رفتاری کی، جس کا اس کو فخر سے بھی نہ کہ خیال نہ تھا اور مصطفیٰ کے لئے یہ امر ضروری ہو گیا کہ جس خیال کا ان مصباحی سے اعتقادِ مخصوص ہے ان خیالات کو کوئی اتھور پرستی شہرت دے۔ اہلِ قرآن نے لیس پر حملہ کر کے مثالی طریقہ میں مسلمانوں کی حرکت و شعور پیدا کرنے میں جلدی کر دی۔ مصر نے قوی اور مذہبی اصطلاح میں ایک بڑی کوشش کے لئے یہ پختل ہی پیدا کی ہے اور ہر طرف اسلام، پختل پختل ہندوستان سے جس کی خدمت اور پختل ہی پختل جاتی ہے وہاں اور پختل کتاب میں نظر آتا ہے۔"

1821۔ بلیٹ، والفرڈ اسکاون ولینڈی بلیٹ: مضامین متعلقہ ہند (چار جلدیں)

ترجمہ: اکبر الہ آبادی

نام مطبعہ ندارد، طبعِ اول: 1883ء

تھارپا سہاسا سے: انگریزی سے ترجمہ۔

یہ چاروں رسالے چالیس چالیس، پچاس پچاس صفحات پر مشتمل ہیں۔ یہ والفرڈ اسکاون بلیٹ اور لینڈی بلیٹ کی تھارپ اور ان سہاساں پر مشتمل ہیں جو انیس اہل ہندوستان نے مختلف شہروں میں پیش کئے۔ بلیٹ اور لینڈی بلیٹ نے اس (ہندوستانی) دورہ

کے صوبے پر دروازے مضامین کے طور پر جو کچھ لکھا وہ بھی ان کتابچوں میں موجود ہے، اور منطقی ترتیب سے جمع کروایا گیا ہے۔

بقول غالب الہ آبادی، "نصرہ اول و چہارم خصوصیت سے دیکھنے کے قابل ہیں، اس سلسلے کے کتابچوں میں سے حصہ اول (ص 40) کے پانچوں پر متعدد ذیلی مبادرت درج ہے۔

سلسلہ مضامین مختلف بہرہ سطر بطور رابطہ کی آنکھوں در باب تعلیم مذہبی اور وہ انچند ہیں جو مسلمانان ہند کی جانب سے ان کو دے گئے۔

1622۔ ٹوئین، مارک: نام سائز کے کارنامے

ترجمہ: انصار، ناصری

لاہور: میری لاہوری

مزایہ: ناول، اہم جہتی: یہ "Adventures of Tom Sawyer" کا ترجمہ۔ (صفحہ 12، 13)

مارک ٹوئین 30 نومبر 1835ء کو امریکہ کے مشرق وسطیٰ میں پیدا ہوا۔ اس کا اصل نام سیموئل لینگ ہورن لکھو تھا۔ جب وہ چار سال کا تھا تو اس کا خاندان ٹینی ہال (Hannibal) کی بسنتی میں منتقل ہو گیا۔ یہ چارل انجی لیام کی داسخان بنائی کرتا ہے۔ مارک ٹوئین نے ٹینی ہال کی بسنتی کو اپنے اس ناول میں "سینٹ پیٹریس برگ" کا نام دیا ہے۔ مارک ٹوئین بارہ برس کی عمر میں قلم جو کیا تھا اس لئے دینی تعلیم کا سلسلہ برقرار نہ رکھ سکا۔ زندگی کے آخری پندرہ برس کو بھڑکرا سے تمام زندگی سخت محنت کرتا رہا، یہاں تک کہ 1895ء اور 1898ء میں اسے قرض سے بھارت حاصل کرنے کی خاطر مالی دورے کرنے پڑے۔ ٹینی ہورن نے اسے 1888ء میں ایم۔ اے اور 1901ء میں ایل۔ ایل۔ ڈی کی اعزازی انگریزیاں عطا کیں۔ یہی اعزاز اسے 1902ء میں کانسٹیٹوٹین ہورن نے بھی عطا۔ اس نے 21 اپریل 1910ء میں وفات پائی۔

مارک ٹوئین کا جو ناول سب سے زیادہ شہرت رکھتا ہے: "The Adventure of Huckleberry Finn"۔ لکھنے کے لئے تو اس ناول کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ تمام امریکی ناول اسی ناول سے پیدا ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس ناول کا اردو ترجمہ تاحال نہیں ہوا لیکن مارک ٹوئین کی عظمت صرف ایک کتاب تک محدود نہیں۔ "نام سائز کے کارنامے" اس کی دوسری بڑی ناول ہے جبکہ ڈاکٹر ایف۔ آ۔ ویس تو "Puddenead Wilson" کو بھی مارک ٹوئین کے شاہکاروں میں شمار کرنے پر مصر ہیں جبکہ مارک ٹوئین کی اس کتاب کو کوئی شہرت حاصل نہیں۔ یہ فیض نظر صدیقی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نام سائز کے کارنامے میں جو کردار ہیں وہ مارک ٹوئین کے بچپن کی دنیا سے لئے گئے ہیں۔ چچا چچو اس کے باپ پر بنی ہے اور بچی بچی اس کی ماں پر۔ خود نام سائز، مارک ٹوئین اور اس کے دو دوستوں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں جو کارنامے بیان کئے گئے ہیں وہ بچوں کے اکلے جے واقعات ہیں۔ وہ ایک تو خود مارک ٹوئین کے تجربات ہیں۔ ہاں ان لوگوں کے جو مارک ٹوئین کے ہم کتبہ تھے۔

مارک ٹوئین نے اس ناول کے مختصر سے ایسا ہی لکھا ہے کہ اگر یہ کتاب خاص طور پر لڑکے لڑکیوں کو بخانی کرنے کے لئے لکھی گئی ہے لیکن ایسے ہیں کہ کھنٹی اور مرد بھی محض اس ماہر اس سے بہرہ نہیں کریں گے۔

اس کتاب میں چار خاص کہانیاں ہیں۔ پہلی کہانی 'نام اور نیکی' کی ہے۔ دوسری اہم کہانی 'جینسن کے اس کارناموں کی ہے جو وہ ایک جربرے میں انجام دیتا ہے۔ تیسری کہانی 'نام' ایک اور اہم چاروں کی ہے۔ چوتھی کہانی 'ماریون فرنانڈس' اور انہی ہوتی ہے۔ یہ ناول دراصل جینسن کی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ نام اس دنیا کی تخلیق ہوں کرتا ہے کہ وہ دکھاتا ہے کہ لڑکا ہونے کے معنی کیا ہیں، لڑکا کس طرح عمل کرتا ہے، وہ کس کاموں کے خواب دیکھتا ہے اور اس کے اندر بیٹے کیا ہوتے ہیں۔ شرارت جینسن کا لازمی جزو ہے اور اس ناول میں جینسن کی شرارت کے دلچسپ واقعات ہیں۔ اسی طرح بچے کے من بھائے قصورات اور ڈرامائے قوتحات بھی جینسن کی دنیا کا خاص حصہ ہیں۔ اس ناول میں اس طرح کے قصورات اور قوتحات کی دلچسپ عکاسی ملتی ہے۔

مارک ٹوئین کا یہ ناول اس کے پہلے اور دوسرے ناولوں کی طرح نہایت دچان کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اس کی زبان دچان کے بارے میں یہاں کچھ کہنا چاہا ہے کیونکہ ہم اور آپ اس کے ناول کا اردو ترجمہ پڑھ رہے ہیں نہ کہ اصل ناول جو امریکی انگریزی میں ہے اور جس کی نشوونما میں مارک ٹوئین کا بڑا حصہ ہے۔

مارک ٹوئین کا حراج اور طبعی اس ناول کا ایک نہایت اہم پہلو ہے۔ اس کے حراج میں بڑی خوش دلی پائی جاتی ہے۔ اس نے حراج پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے کام لیا ہے۔ مثلاً کہیں مبالغے سے کہیں اسیانک انکشاف سے۔ اگلاص اور اقتدار پر تنقید کرنے کے لئے ٹوئین نے طعنا کا استعمال کیا ہے۔ سید انصار نامری نے اس حراج ناول کا بہت ہی دواں دواں ترجمہ کیا ہے۔ مارک ٹوئین کے ایک نہایت ناول کا ترجمہ "شہزادہ اور فقیر" کے عنوان سے دوسرے بھی کیمنٹر، اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

1623۔ جزوہ ایمان: پیار سے بیٹے بٹیوں کے نام (دو جلدیں)

ترجمہ: بلال احمد زبیری

لاہور: شیخ حکام علی پبلشرز سوسائٹیز، لاہور، 1966ء

صفحہ: 400

خطوط: نمایاں شخصیتوں کے نام و نایاب خطوط۔ پہلی جلد بلال احمد زبیری کی تالیف ہے جو مشرق سے مصلحت ہے

دوسری جلد ایمان جزوہ کی مرتب کردہ ہے جو مغربی اہم شخصیات سے مصلحت ہے۔ (صفحہ 2-17)

1624۔ ڈفرن، لارڈ: خطوط لارڈ ڈفرن

ترجمہ: ان-ان

خطوط: دائرے بنے لارڈ ڈفرن کے خطوط کا ترجمہ۔ یہ خطوط عرض اہلہ عثمانی کے ممالک میں تاحصہ کے دوران

لکھے گئے۔ ترجمہ 1939ء سے نقل شائع ہوا۔ (صفحہ 4)

1625۔ کاربٹ، (کرٹل) جم: چھاپا دست کا آدم خور

ترجمہ: محمد مصحفی

دہلی: مکتبہ جامعہ لبریری، 1852ء

تھارپاٹ: مشہور نگارنی جم کاربٹ کی تصنیف "Maneater of Kuma" کا ترجمہ۔ (حوالہ: 9)

1626۔ کاربٹ، (کرل) جم: پیلیگ کا آدم خور

ترجمہ: ہادی شاکین

لاہور: البیان

(حوالہ: 13، 16) انگریزی سے ترجمہ۔ ایک ایٹیشن گھنٹن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا ہے۔

1627۔ کتابیں جنہوں نے دنیا بدل دی

ترجمہ: غلام، غلام رسول مہر، 1980ء

لاہور: شیخ غلام علی ایڈمنسٹریٹو پبلیشرز، 1980ء

م: 202

شروع اساتذہ کا مجموعہ 61 چند کتابوں کا غلام، ترجمہ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی۔

(حوالہ: 2، 10، 11، 17)

1628۔ کٹر، ہائی اسٹیرین گھن ڈی فتح اوقیانوس

ترجمہ: آفتاب احمد کسل

کراچی: اردو آکٹائی سندھ

م: 184

(حوالہ: 2) ہم جہلی: انگریزی سے ترجمہ

1629۔ کنگن، جوزف۔ ڈیلیو: جانا باز ہوا باز

ترجمہ: عبدالستار

کراچی: اردو آکٹائی سندھ، 1966ء

م: 166

(حوالہ: 11، 16) ہم جہلی: غلامی سفر کی غمی داستان۔

1630۔ کیکس، جان: الفز حاد یوجا

ترجمہ: میرزا ادیب، عبدالرحیم علی، احسان علی شاہ

لاہور: اردو آکٹائی، 1940ء

(حوالہ: 2، 10، 11) انگریزی نگاروں کا نثری ترجمہ۔

1631۔ گولڈ اسمتھ، اولیور: گولڈ اسمتھ کے خطوط

ترجمہ: محمد رفیع الرحمن

حیدر آباد کن: اعظم اعظم پریس، سی۔ این

انگریزی سے ترجمہ۔

(۲۰۶:۲)

1632۔ گولڈ اسمتھ، اولیور: بیلاڈ

ترجمہ: سید محمد خاتون

نام مطبع نمبر، 1899ء

(۵۰۲:۵)

بیلاڈ: "Vicar of Wakefield" کے ایک بیلاڈ کا ک ترجمہ

1633۔ لنڈ برگ، چارلس۔ اے: نیویارک سے بیس

ترجمہ: فیاض محمود، سندھ

لاہور: موسسہ فرینکلن نیویارک۔ لاہور

ص: 280

مجموعہ: ہاں غلط ہوائی جہاز کے سفر کے بچی کہانی ہے۔ سندھ فیاض محمود اردو کے اہم افسانہ نگار تھے۔ جس زمانے

میں اسلامپہ کالج، لاہور میں انگریزی کے پیچھے تھے تو میرزا ادیب ان کے شاگرد تھے۔ فیاض محمود نے "تاریخ ادبیات

مسلمانان پاک و ہند" کا پرائیویٹ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے لیے مکمل کیا تھا۔

(۱۷:۱۷)

1634۔ مراسلات مابین لارڈ مکنو اور والیان ریاست

ترجمہ: سید حسن بکرائی

کھنڈ: نام مطبع نمبر، 1912ء

(۵۰۲:۵)

مراسلات ہندوان انگریزی کا ترجمہ۔

1635۔ مودرا، آندرے: جینے کا قرینہ

ترجمہ: مختار صدیقی

لاہور: مکتبہ جدید، پوسٹ بکس 458، طبع الاول: 1953ء

دانش و حکمت: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ ایک ایسے نوجوان لکھنے والے نے بھی شائع کیا ہے۔

(۵۰۲:۵)

جینے کا قرینہ، نفسیاتی موضوعات پر مشتمل تصنیف ہے۔ جس میں فرانسیسی مفکر اور نفسیات دان آندرے مودرا نے انسان کے

نفسیاتی مسائل کا جائزہ لیا ہے۔ خصوصاً شادی، محبت، دوستی، گمراہی، کام، تھکات، بڑھاپا، جوانی اور مرگ جیسے موضوعات، جن سے

ہر انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ مختار صدیقی نے مصنف کی وضاحتوں اور تفسیحات کو جھلک میں بنے دیا۔ سب سے پہلے محبت کے باب

سے ایک مثال دیکھئے۔

کسی دل میں آنا نامہیت کا طوفان جاگ اٹھنا یا کوئی نعرہ خارج دل مار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ قتل سے پرہیز مقدر
قادر ہوئی اور دعا کی ایک کہانی ہے کہ اصل میں انسان کبھی صورت اور مردوں سے مل کر کاغذ پھر ایک زمانہ پیدا آیا کہ کسی
دعا نے انسان کو دو الگ حصوں میں بانٹ دیا اسی لئے یہ نصف حصے جگہ جگہ ایک دوسرے کی تلاش میں رہتے ہیں اور
ہب کبھی ایک شخصیت کے یہ الگ الگ حصے آپس میں ملتے ہیں تو دونوں کو اپنے رشتہ اقار کا فورا احساس ہو جاتا ہے۔

اردو کے اہم نظم گوشتار صدیقی کو ترجمہ کرتے وقت جہاں جہاں وضاحت کے لئے حوالوں کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اردو
اور فارسی شاعری سے بھی استفادہ کیا ہے۔ یہیں کتاب میں مغربی شاعروں، ادیبوں، فلسفیوں اور فنکاروں کی آراء اور ان پر تنقید صدیقی
کے چٹرات حواشی میں لکھا ہوتے گئے۔

ترجمہ شدہ کتاب میں اس وضاحتی سلسلے کی ایک صورت اور بھی سامنے آتی ہے اور وہ یہ کہ بعض مقامات پر ترجمہ کرتے وقت
مجبوراً جملوں میں ایسے لفظ برتے گئے جن کے اردو مترادفات کے باوجود مطلب صاف نہ ہو سکا تو تنقید صدیقی نے حواشی لکھے۔
تنقید صدیقی نے ترجمہ کرتے وقت مشرقی تہذیبی اور فکری حوالوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور چار بھائی شاہد سے بھی۔ کتاب
میں جن ادیبوں، منتقدوں اور شعراء کا حوالہ آیا ہے مترجم نے حواشی میں ان کا مختصر تعارف بھی کر دیا ہے۔ ایک مثال دیکھئے:
"تو ہماری زندگی کی یہ رات کب آتی ہے؟ کوئن دانے تو کھسا ہے:"

ہائیس برس کی عمر پہنچ کر اپنی کو اپنے سامنے ایک گہرا ایک مسلمہ سے ٹھکراتی ہے وہ اس کو کہہ رہی ہے کہ اسے اسے بھوکا
کہتا ہے۔

(کاہانا کے باب سے اقتباس)

پچھلے پچھلے ترجمہ نگاری کی دو ایک طرز صورت مثالیں دیکھتے چکے۔

1۔ چنا اور صورت دونوں کسی سے منسوب ہوتے ہی، آئینوں کی فکر کرنے لگتے ہیں۔

(’صمت‘ کے باب سے اقتباس)

2۔ ایک لفظ کی قوت ہے کہ ”تیر رنگوں کی قمیضیں سہرا کے سوراخ کے طرح ہیں جو روشن تو ہے مگر گرمی سے محروم ہے۔“

چنانچہ ان تضام کے خلاف تو جہاں لوگ بدعات کرتے ہیں۔“

(’دوستی‘ کے باب سے اقتباس)

3۔ دوستی سراسر داخلی بات ہے، ہم کسی حلقے جتنی سے محبت نہیں کرتے، بلکہ ہماری محبت کا مرکز وہ ہیں جو ہماری ہوتی ہیں

جنہیں خود ادارے دھن لے جہم دیا ہو۔ اسی لئے تو مشہور ہے کہ نفس دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ہوتا ہے۔“

(’صبت‘ کے باب سے اقتباس)

1636۔ نہرو، چٹات جواہر لال: یکھ ہے نام خطوط

ترجمہ: عبدالحمید المجریری

دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ، 1980ء

خطوط: انگریزی سے ترجمہ۔

(حوالہ: 10، 2، 11)

1637۔ کارکنی، ذیل: پریشان ہونا چھوڑیے، جینا شروع کیجئے

ترجمہ: شاہ محمد

لاہور: مکتبہ صبری لاہوری، 1984ء

انسانی نفسیات۔ انگریزی سے ترجمہ۔ عوامی سطح پر یہ کتاب جیسٹ سیکر ہاؤس ہوئی۔ یہ کتاب ایک ہوم لائبریری کے بھی شائع کردہ ہے۔
(حوالہ: 2-10-11)

1638۔ کول، جنرل۔ ایم، نکست ورلڈسٹ

ترجمہ: امرا لڑائی

لاہور: کلاسیک، دہلی ہاؤس

(حوالہ: 10-11)

انکشافات: انگریزی سے ترجمہ۔ بھارتی جنرل کی یادداشتیں

1639۔ کول، جنرل لی۔ ایم: لن کی کہانی

ترجمہ: آفتاب انٹرنس

کراچی: انجینئرنگ پبلیشرز، 1987ء

(حوالہ: 2-10-11)

انکشافات/ یادداشتیں۔ انگریزی سے ترجمہ۔ بھارتی جنرل کے انکشافات

000

نئے تراجم: 1986ء تا حال

آپ بیتی

1640۔ الحیرتی، کرنل ڈیہراٹھ: سرحدوں کی تلاش

ترجمہ: کرنل (ر) غلام جیلانی خان

اسلام آباد: دوست، نئی دہلی، پبلشرز، طبع: 2011ء

آپ بیتی / مشاہدات: کرنل الحیرتی ڈیہراٹھ 1889ء تا 1894ء پرنس انجمن گلوت رہے۔ بعد ازاں وائسرائے ہند کے شخصی

سیکرٹری کے طور پر 1894ء تا 1898ء کام کرتے رہے۔ "سرحدوں کی تلاش" ایک صوبائی قتل کے مثالی علاقہ جات کا نقشہ

چین کرتی ہے۔ کرنل ڈیہراٹھ کے جبرائیل کن مشاہدات بھی ہیں اور محمد موجود کے مثالی علاقہ جات کا تجزیہ کرنے کو کرنل

(حوالہ: 10-11)

ڈیہراٹھ کے حاصل کردہ نتائج بھی۔

1641۔ ایکس، میٹکم، گھر ہونے تک

ترجمہ: عمران اہل چہاں

لاہور: بک ہوم

(حوالہ: 10، 11، 16)

آپ جی: انگریزی سے ترجمہ

1642۔ رسل، بریڈنڈ رسل کی آپ جی

ترجمہ: جاسی چاہیہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(حوالہ: 10، 11، 12)

آپ جی: مشہور فلاسفر رسل کی خودنوشت کا اردو ترجمہ

1643۔ طر حصین، ڈاکٹر: میرے شب و روز

ترجمہ: سید عبدالباقی قطاری

لاہور: بک ہوم

آپ جی: مصر کے مشہور فلاسفر کی داستان حیات، جو فنا جتے اور مصر کے وزیر تعلیم رہے۔ (حوالہ: 1، 12)

1644۔ گابا، کے۔ ایل: اپنے اور پرانے

ترجمہ: لاہور گلشن ہاؤس

آپ جی: یاد رہے کہ کے۔ ایل گابا کی تحریر کہ، میرۃ العینی نے عالمگیر شہرت پائی۔ (حوالہ: 11، 12)

1645۔ موسیقی، تھو: داستان موسیقی

ترجمہ: لاہور گلشن ہاؤس

(حوالہ: 10، 11، 12)

آپ جی: اٹلی کے عظیم لیڈر/ڈکٹیٹر کی خودنوشت

1646۔ منڈیلا، نلسن: آزادی کا طویل سفر

ترجمہ: خالد محمود خاں

لاہور: نگارشات

(حوالہ: 10، 11، 12)

آپ جی: جنوبی افریقہ کے عظیم انتھوپی لیڈر کی طویل جدوجہد کی کہانی

1647۔ ول ڈیورانت/ایریل ڈیورانت: آپ جی ول ڈیورانت اور ایریل ڈیورانت

ترجمہ: لاہور گلشن ہاؤس

لاہور: گلشن ہاؤس

(حوالہ: 10، 12)

آپ جتنے معروف تاریخ دان، فلاسفی، داستان حیات

1648۔ نظریہ ہر ایڈولف: شوک بھری

ترجمہ: ابراہیم علی پاشی

لاہور: گلشن پابلس، لاہور

آپ جتنے: جرمنی کے نازی لیڈر کی زندگی کے اہم واقعات، روزنامہ۔ ترجمہ مکملی پار 1950ء میں لاہور میں سے شائع ہوا تھا۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1649۔ نظریہ ہر ایڈولف: میری جدوجہد

ترجمہ: شاہجی رائی

لاہور: گلشن پابلس

آپ جتنے: جرمنی کے نازی لیڈر کی خود نوشت انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ یہ ترجمہ مکملی پار 1938ء میں شائع ہوا تھا۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

〇〇〇

اقسام

1850۔ کاواہاتا و کینزا ایدو ای: جاپانی کہانیاں

ترجمہ: شاہد حمید

لاہور: مطبع

افسانے: جاپانی لوٹل انعام یافتہ افسانہ نگاروں یونٹاری کاواہاتا (پ: 14 جون 1899ء، م: 18 اپریل 1972ء) اور کوزا

یودا (پ: 31 جنوری 1835ء) کے افسانوں کے انگریزی کی معرفت تراجم۔ (حوالہ: 10، 11)

〇〇〇

1851۔ ارسطو: رطوریچہ

ترجمہ: ڈاکٹر محمود ارسطی

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

تقدیم۔ یونان کا مشہور فلاسفر ارسطو، جو سکندر اعظم کا استاد تھا، نے فنِ شاعری سے حعلق تین سو سال قبل کتب میں ایک کتاب "Poetics" یادگار چھوڑی تھی۔ جو عربی میں 'بوطیقا' کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے اردو میں تین تراجم، عزیز احمد، شمس الرحمن فاروقی اور بدر مہر دار نے کئے ہیں۔ اب ڈاکٹر محمود ارسطی نے ارسطو کی ایک اور تہذیبی کتاب "رطوریچہ" اردو میں حصارف کر دئی ہے۔ یہ نادر و نایاب کتاب دوست بکلی کیشنز نے پہلی بار شائع کی ہے۔

قلمی ذکر بات یہ ہے کہ ارسطو کے دونوں رسائل "بوطیقا" اور "رطوریچہ" شاہ یونان سکندر اعظم کے نام مستوف کئے گئے تھے۔ یونانی زبان سے ان دونوں رسائل کے عربی تراجم ہشام بن عبد الملک (سال خلافت: 723ء) نے اپنے صبر و ثبات سے کروائے تھے۔ یوں عربی میں ترجمہ ہو کر "Poetics"، "بوطیقا" کے نام سے مشہور ہوئی۔ (حوالہ: 11-10)

〇〇〇

ڈراما

1852۔ ایلیٹ، ٹی۔ ایس: اردو دنیا میں خیر مقدم

ترجمہ: عزیز احمد اور قرۃ العین حیدر وغیرہ

تالیف: مرزا حامد بیگ

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز، 1999ء

ڈراما/تہذیبی شاعری: ایلیٹ کے منظوم و مستحضر ڈراموں اور ناولوں کے انگریزی سے تراجم کی انتظامیہ۔ ایلیٹ کے تہذیبی انکار بالخصوص ایلیٹ کا تصور روایت ہمارے ہاں ادبی حائل اور جرائد میں اکثر موضوع بحث رہا۔ یہ کتاب ان تمام مباحث کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ایم۔ اے، ایم۔ فل (اردو/انگریزی) کے طلبہ و طالبات، ریسرچ اسکالرز اور اساتذہ کیلئے ایک حد تک سودمند ہے۔

(حوالہ: 12-11-10)

1853۔ شیپیرڈ، ولیم: میکینک

عقلم ترجمہ: سجاد طاہر

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

ڈراما: ستار طاہر نے شکسپیر کے مشہور ڈراما "Macbeth" کا یہ ترجمہ کتبہ شہکار، لاہور سے 1975ء میں شائع ہوا تھا۔
اب دوست بکلی کیشنز نے اس ڈرامے کی تخلیق شائع کی ہے۔ تاکہ عالمی کلاسیک ادب سے واقفیت پیدا ہو۔
(حوالہ: 10، 12)

1654۔ شکسپیر، ویلم: وینس کا سوداگر

تقریب: ستار طاہر

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

ڈراما: ستار طاہر نے "The Merchant of Venice" کا ترجمہ کیا تھا۔ یہ اس کی تخلیق ہے۔

(حوالہ: 10، 12)

000

سوانح

1655۔ آدم اسٹراگ، کیرن: مختصر امن

تقریب: یاسر جواد

لاہور: نگارشات

سیرۃ النبی۔ حضور اکرمؐ کی حیات مبارکہ۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: 10، 11، 12)

1656۔ پاسٹرک، ماری: لہڈی ڈایانا: محبت کا المیہ

لاہور: کلکشن ہاؤس

سوانح: تاج محمد عابدی کے ولی مہد شہزادہ چاولس کی مسین بیوی کی سوانح حیات۔
(حوالہ: 10، 11، 12)

1657۔ جارج، ٹی۔ جے۔ ایس: دوستانہ فرمس

لاہور: کلکشن ہاؤس

سوانح: مشہور فلم ساز جڈن پائی کی بیٹی، سنیکل دست کی بیوی اور سنے دست کی والدہ، عظیم اداکارہ فرمس کی داستان حیات۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1658۔ خدیجہ اکبر: ندھو بالا: راہ ولی کی مسافر

ترجمہ: فریاد نورجین

لاہور: نگارشات

سوانح: کے آصف کی فلم ”مغل اعظم“ کی ہیروئین جو چہرہ بک کی عمر میں بطور ہیروئین ہندوستانی فلموں میں آئی۔
دلپ کمار سے تھیں تعلق رہا اور شادی کشور کمار سے ہوئی۔ ٹی بی کے موسیقی مرض کا شکار ہو کر ڈوبا سے رخصت ہوئی۔
مشہور فلمیں: قرات، ہند، چلتی کا نام گاڑی۔
(حوالہ: 10، 11، 12)

1659۔ طوشنوت سنگھ: مہاراجہ رنجیت سنگھ

ترجمہ: محمد امین بٹ

لاہور: نگارشات

سوانح: مہاراجہ کے راجہ رنجیت سنگھ کا زندگی نامہ جسے مہاراجہ کے مشہور صحافی اور ناول نگار نے تاریخی حقائق اور معتبر
حوالہ جات کے ساتھ رقم کیا ہے۔
(حوالہ: 10، 11، 12)

1660۔ روبن، بی: دلپ کمار

ترجمہ: محمد امین بٹ

لاہور: نگارشات

سوانح: مشہور بھارتی اداکار دلپ کمار (اصل نام یوسف خان) جنہوں نے 1948ء میں فلم ”بھار بھار“ کے ساتھ فلمی
زندگی کا آغاز کیا۔ آٹھ فلم نیز ایوارڈ حاصل کیے۔ فلم ”گنگا جمن“ کے فلم ساز بھی ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی ناصر خان،
پاکستان کی پہلی فلم ”عربی یاد“ (1948ء) کے ہیرو تھے۔ دلپ کمار نے نصف صدی ہندوستان کی فلم انڈسٹری پر گہرائی
کی۔ 1964ء میں بطور ہیرو اظہار لاکھو پے معاوضہ لیا کرتے تھے۔ پہلی شادی سائرہ بانو، پہلی چہرہ نسیم کی بیٹی سے کی۔
دوسری غیر شادی تھی اولاد کے لئے۔ لیکن سائرہ بانو آڑے آئیں اور طلاق دلا دی۔ دلپ کمار کی مشہور فلمیں: اڑن
کھنول، دیوار، آن، اعجاز، قرات، مغل اعظم، لیڈر، گنگا جمن، دل دیا درد لیا، بیجودی وغیرہ۔ پالی بل، ممبئی میں رہائش ہے۔
راج کپور، اشوک کمار، پرتوی راج جیسے نامور ہیروؤں کے مقابلہ میں کے کردار ادا کرتے رہے۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1661۔ رول، پائس: حرم سرا کے شب و روز

ترجمہ: محمد یحییٰ خاں

لاہور: نگارشات

سوانح: ایک امریکی عورت کے جنم محل کتابت پر مبنی عرب شہزادوں کے عشرت کدوں کا احوال۔ اس عورت کی بیٹی
ایک سعودی شہزادے کے حرم میں تھی۔
(حوالہ: 10، 12)

1882۔ ریڈ ہنسی، ایڈورڈ گرانٹ (جذبن روزان: راس پائین)

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

سوانح: ڈاٹر روس کے زمانے کے نامور جنس زدہ شخص کے حالات زندگی۔ راس پائین، ڈاٹر روس کے حالات میں موجود

گنجائش اور لوظ میں کی پندہ و شخصیت رہا۔ راس پائین کو جنسی گراہی کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ (حوالہ: 12، 11، 10)

1883۔ ڈاں لاکو تیز: ہو چکی تھ

ترجمہ: انیس

لاہور: گلشن ہاؤس

سوانح: دیت نام کے عظیم انقلابی لیڈر کی حیات اور انقلاب دیت نام کی تحصیل۔ (حوالہ: 12، 10)

1884۔ فیلر، بروں: حضرت ابراہیم

ترجمہ: یاسر جواد

لاہور: نگارشات

سوانح: یہودیت، مسیحیت اور اسلام سے پہلے کے پیغمبر، جن سے حضور اکرم کا سلسلہ نسب مل جاتا ہے۔ خانہ کعبہ

کی تعمیر حضرت ابراہیم کے ہاتھوں ہوئی۔ (حوالہ: 12، 11، 10)

1885۔ کرشن کمار: گو تھ بدھ: راج کل سے جنگل تک

ترجمہ: خالد ارمان

لاہور: نگارشات

سوانح: بدھ مت کے بانی، گوتم کے حالات زندگی، بدھ مت کی تاریخ، تعلیمات اور اخلاقیات پر سب سے پہلے

اصطلاحات اور قدیمی ہونے پرے ناموں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس کتاب کو چھ کرائڈز کا شمار کیا جاسکتا ہے کہ

گوتم کی وفات کے بعد دنیا بھر میں ان کی سوچ سے کئے گئے فلسفہ ہائے زندگی نے جنم لیا۔ جن میں یکم تو پاکہد، مذہب

کا بچہ حاصل کر گئے، جسے "جین مت"

1886۔ کلارک، بی گلیوڈ: ایڈیسن

ترجمہ: مطلوب احمد ذراچی

لاہور: یک ہوم

سوانح: عظیم مسودہ ایڈیسن کے حالات زندگی اور کامیابیوں کی تحصیل (حوالہ: 12، 10)

1667۔ لٹڈ سے، اسے ڈی: ایما ٹوٹیل کائنات

ترجمہ: محمد ولی الرحمن

لاہور: بک ہوم

سوانح: عظیم قاسم کائنات کی سوانح عمری، انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1668۔ ان۔ن: لینن (سوانح عمری)

ترجمہ: ڈاکٹر طاہر انصاری

لاہور: بک ہوم

سوانح: روس کے عظیم انقلابی لیڈر لینن کے حالات زندگی۔ یہ کتاب پہلی بار براہ راست اردو زبان سے علامہ انصاری

نے اردو میں ترجمہ کی اور دارالاشاعت، ماسکو سے شائع ہوئی۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1669۔ دینگل، آر تھر۔ قتل و قتل

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: گلشن ہاؤس

سوانح: مصر کی لٹکے قتل و قتل، جس کے چاہنے والے رسول آج بھی میں برسرِ پیکار رہے، کے حالات۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

000

ناول

1670۔ آسٹن، جین: بکیر اور تعصب

ترجمہ: شامیہ

کراچی: اوکسٹرا پبلش، طبع اول، 2000ء

ناول: جین آسٹن کے مشہور ناول ”پرائیویٹ ایڈ پرکچر“ کا اردو میں پہلا ترجمہ۔ اس ناول پر ہالی وڈ، امریکہ سے

1998ء اور 2005ء میں دو فلمیں بن چکی ہیں اور ایک فلم ہالی وڈ، بھارت سے بھی۔ یہ بھارتی فلم جنرل شرف دور میں

پاکستانی سینماؤں کی بھی زینت بن چکی ہے۔ جین آسٹن کے اہم ناول ”Emma“ کا تاحال اردو ترجمہ نہیں ہوا۔ جس

پر ہالی وڈ کے ہدایت کار آگسٹینسٹگر اٹھ نے 1998ء میں فلم بنائی۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1671۔ اظہارِ آئینہ: درختہ کا بیلی

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: گلشن ہاؤس

(صفحات: 11، 12)

ناول: انگریزی کی معرفت اردو ترجمہ۔

1672۔ برٹن، سر رچرڈ: حسن زورگر

ترجمہ: مختار طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز

ناول: لکچنگ گلشن۔ انگریزی سے لغت ترجمہ۔ یہ تحریر پہلی بار اردو میں ترجمہ ہوئی ہے۔ (صفحات: 10، 11، 12)

1673۔ بریگنٹ: ٹلکھ کا اوور کوٹ

ترجمہ: ان۔ن

لاہور: گلشن ہاؤس

(صفحات: 10، 11، 12)

ناول: بریگنٹ، گلشن کا اچھا نام ہے۔ اس کا ناول پہلی بار اردو میں ترجمہ ہوا۔

1674۔ بول، ہارلش: کیتھارینا بلوم کی کھوئی ہوئی عزت

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(صفحات: 11، 12)

ناول: انگریزی کی معرفت اردو ترجمہ۔

1675۔ پڑ، مائرو: گاؤں فارو

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ناول پر ایک فلم "گاؤں فارو" کے عنوان سے ہالی وڈ، امریکہ سے ریلیز ہوئی۔

ناول کا موضوع افراطِ دولت ہے۔ امریکی فلم میں "گاؤں فارو" یا "ٹوان" کا کردار آسکر ایچ ایڈریافو ہے جسے اداکار مارلن

(صفحات: 10، 11، 12)

براندو نے ادا کیا ہے، جو پختہ ایکٹنگ کا بانی ہے۔

1676۔ فور کٹیف، آئیڈیان: سرائے

ترجمہ: مختار طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز

ناول: ہندی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ و تفسیر۔ نوجوان فنس کو عالمی کلاسک سے روشناس کروانے کی

(صفحات: 10، 11)

کوشش ہے۔

1677۔ نالٹائی، کاؤنٹ یو: جنگ اور امن

ترجمہ: شاہد حمید

لاہور: پبلشر جلی ککشنز، اردو بازار، شیخ اقبال 1983ء

ناول: روسی نکشن کے گریٹ ماسٹر نالٹائی کے ختم ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ یہ ناول کرداروں کا جنگل ہے۔ شاہد حمید کا بطور حرج یہ ایک اہم کارنامہ ہے۔ اس سے قبل اس مشہور ناول کو ترجمہ کرنے کی کسی نے ہمت نہیں کی۔ مقام انہوں یہ ہے کہ شاہد حمید کے ترجمے کو سامنے رکھ کر ایک غیر معروف شخص فیصل احماد نے ایک اور ترجمہ تیار کر لیا جسے نکشن ہاؤس، لاہور نے شائع کیا ہے۔ ان نکشن ہاؤس کی شائع کردہ کتاب ”جنگ اور امن“ میں دو قسطیانہ مباحثہ دیکھنے کو نہیں ملتے، جو اس ناول کی عظمت کی دلیل ہے۔ لاہور کے کئی اشاعتی ادارے اس طرح کا کام کر رہے ہیں۔ جسے انہوں تاک ہی کہا جا سکتا ہے۔

(حوالہ: 12/11/10)

1678۔ ٹوئن، مارک: شیرازہ اور فقیر

ترجمہ: مختار طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی ککشنز

ناول: بچوں کے لئے قصہ ترجمہ ہے۔ اس سے قبل یہ کہانی اردو میں منتقل نہیں ہوئی تھی۔ مارک ٹوئن کی یہ کہانی عالمی کھائیکو ادب میں شمار ہوتی ہے۔ بچوں کو عالمی کھائیکو سے متعارف کروانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(حوالہ: 12/11/10)

1679۔ چارٹرس، لیسلی: سر فرانش

ترجمہ: ادارہ

لاہور: نکشن ہاؤس

(حوالہ: 12/11/10)

ناول: انگریزی سے ترجمہ۔

1680۔ عزتوف، رسول: میرا وطن

ترجمہ: ادارہ

لاہور: نکشن ہاؤس

ناول: ازبکستان کے عظیم شاعر اور ناول نگار رسول عزتوف کے ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ چاروں کے رسول عزتوف نے اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد کی ”سینٹر پبلیش کالٹرس آف مائلڈ ریڈ ایڈ“ کے لئے لکھا، گلڈ ایڈ ”ریو کریمی“، صفحہ 30 نومبر 1996ء۔ 3 دسمبر 1995ء، میں شرکت کی تھی اور اس وقت کی وزیراعظم پاکستان بینظیر بھٹو کی موجودگی میں ایک ادارہ عالمی تعلیم چمکی تھی، ازبکستان اور پاکستان کی دوہتی کے حوالے سے مجھے بھی چاروں ان سے ملاقات کا موقع ملا۔ انہوں نے سب کا دل بیت لیا۔

(حوالہ: 12/11/10)

1681۔ خوشنوت سنگھ: پاکستان ایکسپریس

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

ناول: اسے دستاویز کی ناول کہا جاسے۔ اس لئے کہ 1947ء کے خونی قسبات کے پس منظر میں تحریر کردہ لاکھ کھنڈے ہیں۔ اس ناول کا پہلا ترجمہ عرفان احمد خاں نے ”طریق نو پاکستان“ کے نام سے کیا تھا جو 2006ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

(عوارف: 12، 11، 10)

1682۔ خوشنوت سنگھ: کیمپنی آف وومن

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

ناول: بھارت کے مشہور صحافی کی نظر سے بھارت کے نائٹ کلبوں کے شب و روز کی جھلک۔

(عوارف: 12، 11، 10)

1683۔ خوشنوت سنگھ: طریق نو پاکستان

ترجمہ: عرفان احمد خاں

لاہور: ٹی ایچ ڈی پبلشرز، وینک کالونی، مین آباد، لاہور، طبع اول: 2008ء، طبع دوم: 2011ء

ناول: اس ناول کا ایک ترجمہ محمد احسن بٹ نے ”پاکستان ایکسپریس“ کے عنوان سے کیا ہے۔ (عوارف: 11، 10)

1684۔ خوشنوت سنگھ: جولی

ترجمہ: عرفان احمد خاں

لاہور: ٹی ایچ ڈی پبلشرز، وینک کالونی، مین آباد، لاہور، طبع اول: 1998ء

ناول: عرفان احمد خاں کی ترجمہ شدہ اس ناول کا پانچواں ایڈیشن 2006ء میں نکلا۔ چھٹا ایڈیشن 27 مئی 2012ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ ناول دلی شریو ایک سوانح ”بھاگ متی“ کے پس منظر اور آج کے کہانی ہے۔ اس ناول کا اردو ترجمہ

تعلیقات، لاہور نے ”دلی“ کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ عرفان احمد خاں، ناول ”دلی“ کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ان کا ترجمہ قسط دار ندیم ”امبرہیل“ لاہور، محمد یونس حسرت نے 1997ء میں شائع کرنا شروع کیا۔ تین اقساط کے

ساتھ ہی کے بعد اوائلی روک دی۔ عرفان احمد خاں کی ترجمہ کردہ چوتھی اور پانچویں قسط ”امبرہیل“ میں مترجم کے نام کے بطور جگہ۔ چھٹی قسط پر محمد یونس حسرت کا نام آگیا اور وہی ترجمہ قدرے تبدیلی کے ساتھ محمد یونس حسرت نے

(عوارف: 12، 11، 10)

تعلیقات، لاہور سے شائع کروا دیا۔

1685۔ خوشنوت سنگھ: سمندر میں تدفین

ترجمہ: محمد امین بٹ

لاہور: آثار شاہ

ناول: دستاویزی ناول ہے۔ اس میں عمرو خاندان کی جتنی بے راہ روی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ دستاویزی حوالوں سے بات کی گئی ہے۔
(حوالہ: 11-10)

1686۔ دوستوفسکی، لیویر: گرماگرم براہ راست

ترجمہ: شادید

لاہور: تحقیقات، طبع اڈال: 2002ء

ناول: روس کے عظیم ناول 18 کے مشہور زمانہ ناول کا اردو میں پہلا ترجمہ۔ (حوالہ: 12-11-10)

1687۔ ڈکنز، چارلس: دو شہروں کی کہانی

ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز

ناول: "A Tale of Two Cities" کا قلمی ترجمہ۔ اس ناول کا کمال ترجمہ فضل الرحمن نے کیا تھا۔ جسے وزارت اطلاعات، حکومت ہند نے 1941ء میں شائع کیا تھا۔ چارلس ڈکنز کے ناول: "Oliver Twist" پر اپنی را کے بڑے چابک کار ایسا لہیں نے 1951ء میں فلم بنائی۔ اُس کے بعد روڈن پرائسکی نے 2005ء میں اسی ناول پر دوسری فلم بنائی۔ ڈکنز کے ناول: "Nicholas Nickleby" کو 2002ء میں اپنی را کے چابک کار سٹیلن ویچا کر نے فلمایا "Great Expectations" کو (ایسا لہیں 1947ء میں شائع کیا تھا۔ مقام ہجرت ہے ان ناولوں کے اردو ترجمے شامل نہیں ہوئے۔
(حوالہ: 12-11)

1688۔ ڈیما، انگریزوں: موٹی کرستو کا نواب

قلمی ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز

ناول: مقبول ترین کتاب کی تحفیں و ترجمہ۔ (حوالہ: 12)

1689۔ ڈیفور، ڈیوئیل: روٹیں کرو

ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز

ناول: بچوں کے لئے مہمائی کہانی۔ عالمی ادب کا مشہور و مقبول شاہکار۔ یہ کتاب کی تحفیں ہے۔ ایک تحفیں بہت

1690۔ دومر، بیکس: مقدس جوتا

ترجمہ: حیرتہ مام فیروز پوری

لاہور: گلشن پاؤس

ناول: حیرتہ مام فیروز پوری نے قیام پاکستان سے قبل یہ ترجمہ کیا تھا۔ یہ شائع بھی اسی دور میں ہوا لیکن دستیاب نہ

تھا۔ یہ جاسوسی ناول ہے، جسے انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

(حوالہ: 10، 11)

1691۔ سارتر، ڈاں پال: سزائے موت میں (نوا)

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن پاؤس

ناول: نوٹکل ادبی انعام یافتہ فرانسیسی ناول نگار اور فلاسفر کے ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1692۔ سہا تو، ارنستو: خرگ

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن پاؤس

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ: 11، 12)

1693۔ ساسن، جین پی: پرنس (تین جلدیں)

ترجمہ: عرفان احمد خاں

لاہور: ٹی ایچ ڈی پبلشرز، چیک کالونی، من آباد، پہلی جلد 2001

ناول: یہ ناول تین جلدوں میں ہے۔ پہلا حصہ: "پرنس"، دوسرا: "ڈائری آف مرچیا" اور تیسرا: "کویننٹ ڈائل"۔ عرفان احمد

خان نے اس ناول کا تین جلدوں میں ترجمہ پیش کیا ہے۔ یہ ایک عرب شہزادی کے ایتھائی سنگین شب درود کا بیان ہے۔ وہ

راہی اور سانی دنگھوں میں بکڑی ہوئی تھی لیکن آزادی کے لئے کوشش رہی اور بالآخر آزادی حاصل کر کے رہی۔ عرفان احمد

خان نے ناول کی تیسری جلد کا ترجمہ: "سمرتی شہزادے" کے عنوان سے کیا ہے۔ یہ 2005ء میں شائع ہوا۔

اسی ناول کا ایک ترجمہ محمد احسن بٹ نے بھی کیا ہے جسے نگارشات، لاہور نے شائع کیا۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1694۔ سولرے ڈنکسن، انگلینڈ: کینسر وارڈ

ترجمہ: ان-بٹ

لاہور: گلشن پاؤس

ناول: روسی نوٹکل ادبی انعام یافتہ ناول نگار کے ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1695۔ شوکتی، ویلی: میں بیٹا چاہتا ہوں

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(جولائی 10، 11)

ناول: انگریزی سے ترجمہ

1696۔ فائیت، کیمین: رقص آجمل

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(جولائی 10، 11، 12)

ناول: انگریزی سے ترجمہ

1697۔ کوئلیو، پاؤلو: کیسیادان

ترجمہ: خالد اقبال پبلشر

لاہور: انٹرنیشنل کنگز آف رائٹرز اینڈ ایڈیٹرز: 2001ء

ناول: پرنسپلر ناول نگار کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ اس ناول کے فرانسیسی ترجمے کو بنیاد بنا کر ایک ترجمہ شعلی باز

(جولائی 10، 11، 12)

نے بھی کیا تھا، جسے انہوں نے المراد اسلام آباد سے شائع کیا۔

1698۔ کوئلیو، پاؤلو: کیسیادان

ترجمہ: شعلی باز

اسلام آباد: المراد

ناول: پرنسپلر زبان کے مشہور ناول کا فرانسیسی زبان کی معرفت ترجمہ۔ (جولائی 10)

1699۔ کانکا، فرانز: تلمس

ترجمہ: طارق عزیز سندھو

لاہور: نگہ سوم

ناول: فرانز کانکا کے عظیم ملاحی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ پراگ میں پیدا ہوئے والے اس حدودہ مغرب

گلشن رائٹر نے ساری دنیا کے ادب کو متاثر کیا۔ اس کا المانہ "کھپ ماہیت" اردو المانے کو بھی علامتی الجناح سے

(جولائی 10، 11، 12)

ہتھیار کر گیا۔

1700۔ کانزلیٹین، میری: محبت اور خون

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ: 12، 10)

1701۔ کنڑیہ، میلان: شناخت

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن پابلس

ناول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ: 12، 11، 10)

1702۔ گارڈر، جوسٹائن: سوئی کی دنیا

ترجمہ: شاہد حمید

لاہور: اردو سائنس پورل، دی مال

ناول: ٹارڈین، ناول: "Sand Karbala" کے انگریزی ترجمہ "Sophie World" کا اردو روپ۔ یہ ناول پوری دنیا

میں اپنے موضوع اور پینکشن کے سبب جاری بہت سکر رہا ہے۔ اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن گورکھپت، لاہور نے 2009ء میں شائع کیا۔

(حوالہ: 12، 11، 10)

1703۔ گورکی، میکسم: آقا

ترجمہ: امیر اختر

لاہور: گل ہوم

ناول: روس کے عظیم ناول نگار گورکی (پ: 1868ء، م: جون 1906ء) کے ناول "ان" نے روس میں انقلاب کی

ترتیب کی۔ یہ گورکی کے ایک اور شاہکار ناول کا اردو ترجمہ ہے۔

(حوالہ: 12، 11، 10)

1704۔ گوگول، نکولا ئی: تاراس بلہا

طعن ترجمہ: سجاد طاہر

اسلام آباد: دوست علی کیشو

گلشن عالمی کتابیں ادب میں سے انتخاب۔ ہالی وڈ امریکہ سے "تاراس بلہا" پر ایک شاہکار فلم بھی بنی، جس میں

مرکزی کردار نل براہمیر نے ادا کیا تھا۔ اسی فلم میں اداکاری پر نل براہمیر کو آسکر ایوارڈ ملا۔

(حوالہ: 12، 11)

1705۔ لارنس، ڈی۔ ایچ: لیڈی جینرلے

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن پابلس

ناول: مشہور ناول نگار اور ناول ڈی۔ ایچ۔ لارنس کا شاہکار۔

(حوالہ: 12، 11، 10)

1706۔ لوکی ٹھنکی، پاول: پھاڑوں کی بیٹی

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(عوامل 12، 10)

پاول: انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

1707۔ مارکیز، گابریل گارشیا: چھائی کے سوسال

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

پاول: ہسپانوی زبان میں لکھے والے کولمبیا کے ناول نگار مارکیز کو 1982ء میں نوبل ادبی انعام مل چکا ہے۔ انگریزی

(عوامل 12، 11، 10)

کی معرفت ترجمہ۔

1708۔ مارکیز، گابریل گارشیا: وپا کے دنوں میں محبت

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(عوامل 12، 11، 10)

پاول: انگریزی کی معرفت ہسپانوی زبان سے ترجمہ۔

1709۔ مارکیز، گابریل گارشیا: بھجوں کے آسیب

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

(عوامل 10)

پاول: انگریزی کے معرفت ہسپانوی زبان سے ترجمہ۔

1710۔ مراتب، محمد: بڑا آئینہ

ترجمہ: شاہد عید

کراچی: شہزادہ جلی بخشز

پاول: مراتب کے ناول نگار محمد مراتب کا اصل نام: محمد بن چانکیل حاکم ہے۔ "The Big Mirror" کا ترجمہ۔

(عوامل 10)

1711۔ نجیب محفوظ: آپ نیل پہ آوارگی

ترجمہ: ادارہ

لاہور: گلشن ہاؤس

پاول: مصر کے نوبل ادبی انعام یافتہ ناول نگار کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ (عوامل 12، 10)

1712۔ بلٹن، جیمز: الوداع صفر ہمیں

ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

ناول: جیمز بلٹن کا مشہور ناول "بولٹ" جو برس برس ہمارے پاس ہے۔ اسے کے نصاب میں شامل رہا۔ اس ناول کا جتنا اثر سطرپی معاشرے کو تہذیب یافتہ بنانے میں ہے اتنا کسی اور ناول یا ناول کا نہیں۔ تجلیص و ترجمہ ہے۔ عالی کلاسک سے حصارف کردانے کی ایک کوشش۔
(حوالہ: 12، 11، 10)

1713۔ جے، ہرمن: سدھارتھ

ترجمہ: یعقوب یاد کوئی

لاہور: انوار شاہ

ناول: لوتھل ڈوئی انعام یافتہ ناول نگار کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔ کوتم بدھ کی تعلیمات اس ناول کے پہلوں میں موجود ہیں۔ بیسویں صدی میں اس ناول کے اثرات مشرقی اور سطرپی دنیا پر یکساں دیکھے گئے۔
(حوالہ: 12، 11، 10)

1714۔ ہنگرڈ، رائیڈر: خدرا

ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

ناول: رائیڈر ہنگرڈ کے مشہور ناول "She" کا لغص ترجمہ ہے۔ اس سے قبل اسی ناول کا ایک ترجمہ ڈاکٹر احمد چابلی "سٹیلی" کے عنوان سے کر چکے ہیں جسے الہیان، لاہور نے بہت پہلے شائع کیا تھا۔
(حوالہ: 11، 10)

1715۔ ہنگرڈ، رائیڈر: خدرا کی داہنی

ترجمہ: طارق طاہر

اسلام آباد: دوست بکلی کیشنز

ناول: رائیڈر ہنگرڈ کے مشہور ناول "She" کا دوسرا حصہ۔ "The Return of She" کا ترجمہ و تجلیص۔ اس سے قبل اسی ناول کا ایک ترجمہ ڈاکٹر احمد چابلی "سٹیلی کی داہنی" کے عنوان سے کر چکے ہیں جسے الہیان، لاہور نے بہت پہلے شائع کیا تھا۔
(حوالہ: 12، 11، 10)

1716۔ ہنگرڈ، آرٹسٹ: بوڑھا اور سمندر

ترجمہ: شاہد حمید

لاہور: شام کے بعد، حرک روڈ

ناول: لوتھل ڈوئی انعام یافتہ امریکی ناول نگار ہنگرڈے کا شاہکار ناول۔ اس کہانی کو نے کر 1958ء میں پالی ڈا،

امریکہ کے معروف ہدایت کار جان شرز نے فلم "Old Man And The Sea" بنائی، جس میں پنڈے مجھے کا کردار دو آسکر ایوارڈ یافتہ عظیم اداکار پینر لیس نے ادا کیا تھا۔ اس ناول کے دو اور ترجمے بھی مل جاتے ہیں، لیکن سلیم اور شیر ساجد کے۔ چمکنو کے کے عظیم ناول: "For Whom The Bell Tolls" کا تاحل اردو ترجمہ نہیں ہوا۔ جس پر ہالی وڈ کے ہدایت کار سم دا نے 1934ء میں شاہکار فلم بنائی تھی۔

(حوالہ: 10، 11)

○○○

متفرق

1717- ڈیجراں، ول: نشاط فلسفہ

ترجمہ: ڈاکٹر محمد اجمل

لاہور: مکتبہ اردو

فلسفہ حیات: یہ کتاب موسسہ فرینکلن پروگرام کے تحت شائع کی گئی۔ کانٹ، ویگل، شوپنہاور، فچے، ہانڈیگر (جیمنی)، ہیوم اور برکلی (برطانیہ) جیسے فلسفیوں کی طرح امریکہ کے ول ڈیجراں کو ہم فلسفی کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ انہیں کا معاملہ برلڈ رسل، سارٹر اور دوا کا دشمن کی طرح کا ہے، یہ بحث طلب بات ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ ول ڈیجراں کی تحن کتب (1) The Story of Philosophy (2) The Story of Civilisation (3) The Pleasures of Philosophy کو دیکھ کر ایک ایسا صاحب طرز فکر نکلا جائے گا ہے جس کے پچھلے ہوئے فلسفیانہ مباحث میں غصہ کی بجائی ہے۔ اس کی قزح حد درجہ خیال انگیز ہے۔

ول ڈیجراں کی پہلی کتاب کا تو "داستان فلسفہ" کے عنوان سے عاید ملی عاید نے ترجمہ کر دیا تھا۔ "The Story of Civilisation" کی ضخیم جلدوں میں ہے۔ پاکستان کے سب سے بڑے نفسیات داں ڈاکٹر محمد اجمل نے "The Pleasures of Philosophy" کو ترجمے کے لئے چنا۔ ول ڈیجراں کی یہ کتاب 1929ء میں شائع ہوئی تھی، جس کا ترجمہ اجمل صاحب نے کر دیا۔

یہ کتاب انسانی تقدیر اور نسل انسانی کی طویل جدوجہد سے متعلق ہے۔ کتاب کے نو حصے ہیں، جن میں فلسفہ، ابعاد اطوارات، اخلاقیات، بحالیات، تاریخ اور مذہب طریقیہ بھی کچھ ذریعہ بحث لایا گیا ہے۔ چند ابواب میں بحث کو مکالمے کی شکل دے دی گئی ہے۔ اردو ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو

جسمانی زندگی پہلے سے زیادہ محفوظ ہے لیکن اقتصادی زندگی ہزاروں پیچیدگیوں میں الجھ گئی ہے اور ہر روز نئے خطرات پیدا ہو رہے ہیں۔ جوان لوگ، جو پہلے زمانے سے زیادہ بہادر اور مطرد ہیں، اقتصادی طور پر بے بس اور جاہل ہیں۔ وہ محبت کرتے ہیں لیکن افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کر پاتے۔ کئی سال کے بعد وہ بھرپور کرتے ہیں، پھر بھی افلاس انہیں شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1718۔ ٹرو رجمنٹس: زندگی ایک نفع، ایک نقص

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

فلسفہ حیات: ٹرو رجمنٹس کا تعلق بھارت سے تھا۔ انہوں نے وہاں ایک آشرم بنایا۔ جہاں دلی، نئی دہلی، حیدرآباد۔ تب ان پر الزام لگا کہ آشرم میں عورتوں اور مردوں کی قربت مقصود ہے، روحانیت کھل ایک بہانہ ہے۔ ٹرو رجمنٹس وہاں روحانیت پر بیگزڑ دیتے تھے جو بہ زبان انگریزی آڈیو کیمنٹس کی صورت میں ساری دنیا میں مقبول ہوئے اور ٹرو رجمنٹس "اوشو" کے نام سے جانے گئے۔

پاکستان میں "اوشو" کے آڈیو کیمنٹس سب سے پہلے اشفاق احمد، بانو قدس، ممتاز مفتی اور قدرت افندہ شہاب کی معرفت ہمیں سننے کو ملے تھے۔ یہ بیسویں صدی کے سفر کے دہے کا آخر تھا۔ "اوشو" کو بھنگوان بھی سمجھا گیا اور شیطان بھی۔ بھارت سے جب انہیں دس لاکھ ملتا تو پتا چلا کہ انہوں نے آشرم کے نام پر شہر اور جنت بنا رکھی تھی۔ بھارت چھوڑ کر وہ امریکہ چلے گئے، جہاں انہوں نے آشرم قائم کیے۔ بھارت کا مشہور فلمی اداکار بڈو رکھتہ شہرت کی بلندیوں پر تھا، جب وہ ٹرو رجمنٹس کے پیچھے امریکہ چلا گیا۔ جب واپس آیا تو بہن کی ظلم گیری نے اسے وہ مقام نہ دیا جس پر فائز تھا۔ اس کتاب میں ٹرو رجمنٹس کے زندگی سے متعلق انکشاف کر دیے گئے ہیں۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1719۔ ٹرو رجمنٹس: جیون بھید

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

فلسفہ حیات: کتاب کا موضوع زندگی کے اسرار و رموز ہیں۔ انہوں نے کیسے ہو کر رہتی ہے وغیرہ۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1720۔ ٹرو رجمنٹس: مراقبہ

ترجمہ: پارس جواد

لاہور: نگارشات

فلسفہ حیات: کوٹھ کے بیگزڑ کا مجموعہ۔ (حوالہ: 10، 11، 12)

1721۔ ٹرو رجمنٹس: یوج

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

فلسفہ حیات: اقبیر ذراعت، اعلیٰ اور جسمانی بحال کے لئے ورزشوں کا بیان۔ قدیم بھارتی طریقہ کار کی جدت و تخیل۔

(حوالہ: 10، 11، 12)

1722۔ ٹرو: رجحش: اور پھلوں کی بارش ہونے لگی

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

لفظ: حیات: اس مجموعے میں 'لوٹو' کے دو ٹیکرز یکجا کر دیے گئے ہیں، جن میں لحد، محبت، آنا، شکست، آنا، ترک ذات، زکیت اور موت کے موضوعات پر بات کی گئی ہے۔
(حوالہ: 10-13)

1723۔ ٹرو: رجحش: محبت

ترجمہ: محمد احسن بٹ

لاہور: نگارشات

لفظ: حیات: 'لوٹو' کی اس کتاب میں محبت کیا ہے؟ کیوں کر ہو جاتی ہے؟ موضوع ہے۔

(حوالہ: 10-11-12)

1724۔ میری برادر: سہلو

ترجمہ: پرویز اختر/خانہ ادبیات

لاہور: نگارشات

لفظ: حیات: ہم جنس پرستی/اڑھائی ہزار سال قبل کی شاعر، سہلو کے کلام کا نثری ترجمہ۔ سہلو، یونانی دیوی انفرودی کی دیوتا تھی اور ہم جنس پرست۔ سہلو کا تالیف کلام، جسے کئی اعلاقیات کی آگ بھی ہم ذکر تھی۔

(حوالہ: 10-11-12)

1725۔ بزل الرحمن سرودی: دلاوت سے بھرت ننگ

ترجمہ: لہب سرودی

کراچی: کیوز 43-B، کرشل امیریا عالم آباد: 2، طبع اول 2012ء

سیرت: حضرت محمدؐ کی حیات مبارکہ سے تعلق تازہ ترین کتاب۔
(حوالہ: 13)

ترجے کا فن: نظری مباحث (46 قبل مسیح تا حال)

46 B.C. CICERO: *Libellus de optimo genere oratorum* IV: 14-

"I did not translate them as an interpreter but as an orator, not word for word (*verbum pro verbo*), but I preserved the general style and force of the language."

20 B.C. HORACE: *Ars poetica* I: 33.- *Nec verbum verbo curabis reddere fidus interpres* (Nor will you as faithful translator render word for word.) - (cf. Sherburne 1701 and Hust 166 : on the interpretation of this passage.)

Fifteenth century : DANTE:

"nothing which is harmonized by the bond of the Muses can be changed from its own to another language without destroying all its sweetness" -

1530, LUTHER, Martin: *Bin Sendbried vom Dolmet-schen Werke*, Weimar, XXX Abt., I 1: 6 : 7 - 646.

The importance of writing is not a Latinized German, but a native idiom. (For English translation see Camath 1907).

1576, MONTAIGNE, Michel de: "Apologie de Raimonde Sebonde *Essays*, Paris, 1874 H. 119. -

"It is easy to translate authors like this one, with hardly anything but subject matter to transfer; but it is risky to undertake those who have given their language much grace and elegance, particularly with a language of less power"

Sixteenth century : Fray Ponce de Leon: "Let the critic first find out what it is to translate elegant poems, without adding or taking away".

1611. CHAPMAN, George: Pref. to translation of Homer's *Iliad*, London (Cf. Bartlett, 1942).

1656. COWLEY, Abraham. Pref. to the Pindarique odes. (In his Works.) London. -
 "I have , taken, left out, and added what I please; nor make it so much my aim to let the reader know precisely what he spoke, as what was his way and manner of speaking."
1656. DENHAM, John: Pref: to The destruction of Troy (i.e., translation of Aeneid, Book II), London -
 "translate Poesie into Poesie" "if Virgil must needs speak English, it were fit he should speak it not only as a man of this nation, but as a man of this age,"
- 1661 HUET, Pierre Daniel: Petri Danielis Hueti de interpretatione Libri de quorum prior esset optime genere interpretandi, alter de Claris interpretibus. Paris, (Cf. Sherburne 1791).

Seventeenth century. Cervantes.

"Translation from one language into another is like gazing at a Flemish tapestry with the wrong side out "

1662. PHILIPS, Katherine F: Letters from Orinda to Poliarchus, 2nd ed. London 1729. Letter XIX (not in 1st ed.).
 "I think translation ought not to be used as musicians do a ground, with all the liberty of Descant, but as Painters when they copy, and the rule that I understood of Trs. . was to write to Cornelle's Sense, as it is to be supposed Cornelle would have done, if he had been an Englishman not confined to his lines, nor his numbers but always to his meaning."
1680. DRYDEN, John: Preface to Ovid, Epistles. In Essays, ed. W.P. Ker Oxford 1900.-
 Three types : (1) metaphrase, word for word, line for line (Ben Jonson's *Ars poetica* of Horace) : (2) paraphrase . . words not so strictly followed as the sense, which may be amplified but not altered (Waller's translation of Virgil, Aeneid (V)), (3) imitation (which he admits may not be translation at all).
1684. RDSCHMDN, Wentworth Dillon: An essay on translated verse, London -Gives advice to the "well-bred" translation admired by Dryden.
- SHERBURNE, Edward. The tragedies of L. Annaeus Seneca . . London
 "A brief discourse concerning translation" quotes Huëtius as authority for disputing the idea that Horace favored a free rather than a word-for-word translation (Cf.Huet 1661).
1711. DACIER, Mme Anne: L'Iliade d'Homere. Traduite en Francois. Amsterdam, -Advocates prose translation of Homer. (Cf. Maxon 1935)
1714. LAMDTTE, Antoine de. L'Iliade: discours sur Homere . . Paris. (Cf. Rigault 1836)
1715. POPE, Alexander: Pref. to the translation of Homer's Iliad. London -
 "It is the first grand duty of an interpreter to give his author entire and unimpaired". "the diction and versification only are his proper province". "above all things to keep alive that spirit and fire which makes his chief character."

1760. BATTEUS, Charles: Principles of translation. Edinburgh. Translation of pt. 3, sec. 4, of
Cours de belles lettres

1778. TURGOT, Anne Robert Jacques: 1727-1781.

See Alfred Neymarck, Turgot et ses doctrines. Paris 1885.

H:293.

"Condorcet était pour une version franche et sans reticence. 'Il faut dire dans introduction ce qu'a dit Tibulle ou Catulle et non point ce qu'ils auraient du dire s'ils avaient eu des mœurs plus pures.'"

1778. TURGOT, Anne Robert Jacques: 1727-1781. See Alfred Neymarck, Turgot et ses doctrines, Paris 1885.

H: 293.

"Turgot ne transpose pas mais il amplifie volontiers, esquivé parfois certaines difficultés et" lescarte souvent du texte," (For a contrary view see West 1932).

1779. JOHNSON, Samuel: Lives of the poets. London 1890. I:437.-

"A translation is to be like his author. it is not his business to excel him "

Eighteenth century. JOHNSON, Samuel :

"Poetry. . . cannot be translated."

1790. TYTLER, Alexander Fraser: Essay on the principles of translation. London. Also in Everyman's Library.

"A good translation that, in which the merit of the original work is so completely transfused into another language, as to be as distinctly apprehended, and as strongly felt, by a native of the country to which that language belongs, as it is by those who speak the language of the original work "

1791. COWPER, W. Preface to Iliad. London.

"Fidelity indeed is of the very essence of translation and the term itself implies it." "The translation which partakes equally of fidelity and liberality promises fairest."

1796ء کلکٹرسٹ (ڈاکٹر) جان۔ کتاب :- "ہندوستانی زبان کے قواعد" مطبوعہ کلکٹ

"میں دونوں مکالمات (کارڈی قی دہرے اور شہزادہ بھلیٹ کی طوطا کھسیاں) کا بول چال کی مہذب زبان میں زیادہ سے زیادہ انوی ترجمہ کرنے کی میں نے کوشش بھی کی ہے تاکہ سلاست کے ساتھ ساتھ ہندوستانیوں کا وہ انداز جان بھی قائم رہے جو ایسے سانس میں وہ اختیار کیا کرتے ہیں۔ میں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مشکل الفاظ استعمال نہ کروں جس سے فہم سے زیادہ غلطی گرنی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس ترجمے کا گھنٹا پن اور اس کی بے لگنی سے ناظرین کو اس کا اندازہ بھی ہو سکے گا کہ ترجمے میں اصل

کی روح اور اس کے ضمن کو برقرار رکھنا ایسا اوقات کسی دوسرے دشوار ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی ممکن جاتے گا کہ ہندوستانی زبان میں عہدِ دویم لطافت و ملاحظیت ہونے کے باوجود اس زبان (ہندوستانی زبان) کے ان ترجموں میں جو چاہے جاسں کتاب میں درج کئے گئے ہیں، کیوں بے غلطی محسوس ہوتی ہے۔“

1796. HUMBOLDT, Wilhelm v: Letter to A.W v. Schlegel, 23 July : in Briefwechsel. Halle 1908.

"All translating seems to me simply an attempt to accomplish an impossible task"

- 1800 NOVALIS, pseud: Fragments. Dresden 1929 pp 617-618

"Three types of translation (1) grammatical, (2) modified (verändert), (3) mythical (Mythisch). (1) designates the usual type, which demands much learning, few abilities. (2) demands supreme poetic power, otherwise travesty results, as in Pope's Homer, most French . translations (3) are translation in the highest sense, which give not only the actual work of art but also its ideal picture. No complete model exists, but bits are in evidence."

- 1811 GOLITSYN, Prince B.V: Reflexions sur les traducteurs russes , St. Petersburg.

Earliest book discussing the cardinal problems of Russian translation technique, especially in respect to poetry.

1813. GOETHE, J.W. v. Dichtung and Wahrheit, III, 11. Jubilæums Ausgabe. Struttgart. XXIV - 56-59.

Argument in favour of prose translation including Homer; Luther's Bible translation as example.

Nineteenth century. GOEBBE: "A good translation takes us a very long way."

Nineteenth century. HUGO, VICTOR :

"A translation in verse. . . seems to me something absurd, impossible."

1813. SCHLEIERMACHER, Friedrich:

"Über die verschiedenen Methoden des Übersetzens." Werke, Berlin III. Abt. 11. 207 -

245. - Three types : (1) paraphrase; (2) informative, like Goethe's first type, (3) emigration of foreign author, like Fulda's second type; S. rejects this (CF Fulda 1904)

1816. HUMBOLDT, Wilhelm.v. Preface to Aeschylus, Agamemnon. Leipzig.

"Simplicity and faithfulness striven for. A translation can and should not be a commentary. When the original merely hints and is obscure, the translator has no right to give the text an arbitrary clarity." (CF Humboldt, 1796).

1816. STAEL-HOLSTEIN, Anne L.G. baronne de. "De l'esprit des traductions." Oeuvres. Paris 1820 - 1821. XVII : 387 - 399.

Remarks on particular translations, little theorizing.

1819. GOETHE, J.W.v. "Übersetzungen," in "Noten und Abhandlungen zum West-östlichen Divan," Jubiläum-Ausgabe, Stuttgart, V : 303 - 306.
Three types : (1) informative like Luther's Bible; (2) adaptation ("paradiesisch"); (3) reproduction (Voss' str. of Homer)
1820. FRERE, J.H: Review of Mitchell's Aristophanes. Quar. R.23.474-505.
(1) Spirited Translators substitute "a modern variety or peculiarity for an ancient one." (2) Faithful Translators render into English all the conversational phrases according to their grammatical and logical form "The language of translation ought never to attract attention to itself."
1820. SHELLEY, Percy Bysshe "In defence of poetry. Shelley's prose in the Bodleian MSS, London 1910. p. 71. "It were as wise to cast a violet into a crucible, that you might discover the formal principle of its colour and odour, as seek to transfuse from one language into another, the creations of a poet."
1827. GOETHE, J.W.v. Letter to Carlyle, July 20, 1827. Goethe - Briefe, Berlin 1920 - 1925.
"Say what one will of the inadequacy of translation it remains one of the most important and the worthiest concerns in the totality of world affairs."
1837. ANON. (Jas. D. Knowles): "Principles of translation." Chr. R. 2 : 396.
Baptists' argument for translation of "baptize" by a native word meaning to immerse.
1851. SCHOPENHAUER, Arthur, "Über Sprache und Worte." In Parerga and Paralipomena. Leipzig 1858. II :624-640
"One difficulty in translation 's that a word in one language seldom has a precise equivalent in another one; S. uses overlapping circles as analogous "
1855. LEWES, George Henry: Life of Goethe, London. II: 315.
"In its happiest efforts, translation is but approximation, and its efforts are not often happy. A translation may be good as translation but it cannot be an adequate reproduction of the original "
1856. RIGAUDTH : Histoire de laquerelle des anciens et des modernes. Paris. Translations of Iliad by La Motte (12. books, rhyme) and Mme Dacier (prose). (Cf. Mazon 1935).
1858. MOMMSEN, Tycho: Die Kunst des deutschen Übersetzers aus neueren Sprachen Leipzig. (CE 1886).
1859. FITZGERALD, Edward: Works. New York II: 100.
"Better a live sparrow than a stuffed eagle."
1860. PATTISON, Everett W: "Translation." Univ Q.2. 124-135.
Values of translating to the translator explored and illustrated.

1861. ARNOLD, Mathew: "On translating Homer" (two essays). London. Also in Essays literary and critical (Everyman's Library).
Insists on hexameters, tries to prove their appropriateness by examples, which are very bad (cf. Benson 1924).
1861. CONINGTON, John: "The English translators of Virgil." *Our R.* 110: 73-114.
"A translation ought to endeavour not only to say what his author has said, but to say it as he has said it."
1861. NEWMAN, Francis W: Homeric translation in theory and practice. London.
Reply to Mathew Arnold. (CENewman 1875).
1869. CALVERLEY, C.S: "On metrical translation . the Aeneid of Virgil." *Complete works*, London 1901. pp. 496 - 508.
Critical comments on attempts to translate classical meters into English ones. Specific criticism of Conington's translation of Virgil. (Cf. Conington 1861).

1874ء آراء مولوی محمد حسین:

"نئے انداز کے خلعت اور زہر جو آج کے مناسب حال ہیں، وہ انگریزی مصنفوں میں بد ہیں کہ ہمارے پہلو میں دھرے ہیں اور ہمیں خرفیہں۔ ہاں مصنفوں کی کئی ہمارے وطن کے انگریزی، انہوں نے پاس ہے۔"

1874ء کے انجمن پنجاب کے تاریخی مذاکرے، لاہور سے خطاب۔

1874. ROSSETTI, Dante Gabriel: Pref. (1861) to *Dante and his circle*. London.
"a good poem shall not be turned into a bad one."
1875. NEWMAN, Francis W: "Essay on poetical translations." *Fraser* 92 : 88-96.
Examples from Greek and Latin, with comment
1877. BROWNING, Robert Works. London, 1889 XIII: 261-267. Pref. to translation of Agamemnon.
"There is abundant musicality elsewhere, but nowhere else than in his poem the ideas of the poet."
1878. FITZGERALD, Edward: Letters. . 1894, Letter to J.R. Lowell, Dec 22, 1878.
"I am persuaded that the translator must recast that original into his own Likeness. The live Dog better than the dead Lion."
- یہاں فز جیرالڈ نے اصل حقوق کے مقابلے میں ترجمے کو رد کیا ہے۔
1878. SCHERER, Edmon: *Etudes sur la littérature contemporaine* Paris. V : 319-340.
"Deux choses font obstacle a la traduction en vers: Les différences de grammaire et de vocabulaire la nature même de la poésie. . . notre vers n'a pas les mêmes qualités mélodiques que le vers étranger, il ne reproduit pas." "La traduction ressemble toujours à"

1881. Cwiklinski, Ludwik: *Homer homerycy (Homer and Homeridae)*, Lwów.
A survey of Polish Homer translations.

1881ء محمد حسین آزاد۔ کتاب: آپ حیات، مطبع لکھنؤ: لاہور، 1881ء

1۔ "مگر باب زمانہ نے متعلق الفاظ کہہ دیا کہ اردو زبان مقامی عاشقانہ ہی کہہ سکتی ہے۔ اسے ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی طاقت اور لیاقت بالکل نہیں اور یہ ایک بڑا ادراع ہے جو ہماری قوی زبان کے دامن پر لگا ہے۔ سوچتا ہوں کہ اسے کون دھوئے اور کیونکر دھوئے؟ ہاں یہ کام ہمارے نوجوانوں کا ہے جو کشور و ظم میں مشرقی اور مغربی دونوں کے کلموں پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہمت آجادی کرے گی، دونوں کلموں سے اپنی لائے گی۔"

2۔ "مترجم اور تصنیف کے تجربہ کار جانتے ہیں کہ ان کی مہارت میں کسی زبان کا اصل لفظ جو اپنا مطلب بتا جاتا ہے، ہر طرح پر مہارت میں ترجمہ کریں تو بھی وہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ جو مجموعہ خیالات کا اور اس کے صفات و لوازمات کا اس ایک لفظ سے نئے والے کے سامنے آئید ہو جاتا ہے، وہ ہماری طرح سے پورا نہیں ہوتا، مثلاً چند کوئی اپنی نظم میں سلطان کی جگہ اگر راجہ لکھ مہاراجہ لکھ دیتا تو بھی جو صفات اور اس کے لوازمات نیک و بد، دھرم و اہل، زور و ظلم، یہ لفظ اس کی نظم میں دکھارہا ہے وہ بات راجہ مہاراجہ سے ممکن نہیں۔ اسی طرح لفظ سلام کہ اس کے مطلب کا حق خواہ و ظروت، خواہ پر نام، کوئی لفظ اور نہیں کر سکتا۔ نظیر اس کی، آج انگریزی کے سینکڑوں لفظ ہیں اگر ترجمہ کریں، تو سطروں میں بھی مطلب پورا نہیں ہو سکتا مثلاً ایک ہندوستانی شخص اپنے دوست سے کہتا ہے: "لاٹ صابم چہ بیجے شیشی پر پتلیوں کے۔" یہ دگرام کے سوسپ شری کی میر کریں گے۔ بیجے آتا۔ وہیں چل کر تاشا دیکھیں گے۔" اب خواہ کچ خواہ بکڑے مگر جو اصل لفظ آپ اپنے معنی نئے والے کو سمجھا رہے ہیں، ان کی سطروں میں ترجمہ کیے جائیں تو بھی حق طلب بجا نہ لائیں گے۔"

"آپ حیات" مطبوعہ: آزاد پب ڈپ: مطبع کریم لاہور: 1929ء، ص 18

1884ء۔ اکبر الہ آبادی: مقدمہ کتاب: "مسلمانوں کی سماج آئندہ"۔ (ترجمہ) مطبوعہ میرٹھ 1883ء

"جہاں تک ممکن تھا میں نے قطعی ترجمہ کیا ہے اور مصنف کے سلسلہ خیالات کو ادا بھی برہم نہیں ہونے دیا۔ شعروں کی ترکیب کی پیروی کی دوری ہے۔ معانی کو کامل اور روشن کرنے کے لئے ایک لفظ کے ترجمے میں سب ضرورت اور اتنی تین لفظ رکھ دیے ہیں لیکن خیالات چھپے کا کمال کرنا میرا کام نہ تھا۔"

1886. Gummere, E. B: "The translation of Beowulf." *Amer. J. Philol.* 7 : 46 - 49.
He quotes Conybeare: "Poetry can alone reflect the images of poetry." Three possible methods: (1) retelling in prose; (2) modern meter and diction; (3) adoption of original meter. Gummere votes for (3).

”عصر حاضر میں مضامین کے نگار کے اسباب و ایلچی مشاطہ کی اور بھی دکانوں سے فیاضانہ قیمت دے کر لے رہے ہیں۔ شمار مکالمے، سرالفاظ، کتاب، گولڈ اسٹو، کارائل، ڈیکن، چھپرے اور سوئٹ کی معنی خیز اور فصاحت ریز نثروں کی طرز میں اڑا اڑا کر خوب واد انشا پردازی دے رہے ہیں۔ تجربہ کار اور مشاق ناظموں نے بے وقافتی کے ہاتھ پر کٹک کا ٹکڑا کر نہایت سبک دلی سے اپنی پرانی روش سخن پردازی کو کٹک کے مذاق جدید کی ستوا، دل آلود اور پڑاؤ پر چلیوں سے مجبور ہو کر چھوڑ دیا ہے اور خیالی انگلستان میں واد ایلچی پرانی دشمن مضامین ہادواڑ کی ہواؤں سے حشر ہو کر فرط جوش میں بمصداق کل جدید لفظی بعض پاکار اور صنعت پر مضمون نگاری کی طرز کو جذب شوق کی بے اعتیاری میں اختیار کر لیا ہے۔ ہر پرانے خیال کے باجے سے نئے ساز کی آواز ایک نئے داگ میں آ رہی ہے۔ قوم کے شدت خیز آفرین نئی روشوں کی خوشبو بڑی تیزی سے ہاد صبا کی سبک سوار ہواؤں پر سوار ہو کر صحیح و سقیم فیر محسوس انداز سے جاری ہے۔ نئی روشوں کے ہاد پڑنگالی کے سرور و لذت سے غم خانہ خیالی کے طرب ریز ہال میں جدید انداز سے مہذب حال و حال ہے۔ نئی روش کے نئے مدرسوں، مؤلفوں، مصنفوں اور پرنس کے نا تجربہ کار اور فوض خلقی قائم مقاموں کا نئی انشا پردازی کے شوق کی پڑنگالت، مضطرب ساز اور ہوش ربا گدگدی سے اکڑ خلا اور کج تر بننے کی مزے دار فیر محسوس رحمت سمجھتے سمجھتے برا حال ہے۔“

ویجاچہ ”رہاسیات ہیبازہ“، سلوور نکلستہ 1890ء

19 ویں صدی عیسوی۔ سلیمان ندوی، سیدہ: کتاب: نقوش سلیمانی

”ہمارے ہاں بد قسمتی سے یہ حالت ہے کہ ہمارے انگریزی خواں دوست اردو اخبارات اور تصنیفات کو ہاتھ نہک لگاتا جرم سمجھتے ہیں۔ ترجمے کے لئے انگریزی کی دو سطریں دیتے تو یہ کہہ کر مفرور انداز سے کاغذ میز پر رکھ دیں گے کہ ”بڑی مشکل ہے کہ اس کے لئے اردو میں الفاظ نہیں۔“ اردو میں الفاظ نہیں یا آپ کی نظر میں رحمت نہیں۔“ مئی نمبر 190

1886. MOMMSEN, Tycho: Die Kunst des Übersetzens fremdsprachlicher Dichtungen ins Deutsche. Frankfurt am Main.

Three types : (1) formless ("stilllos"), like Goethe's "informative" type; (2) in foreign style, like Fuld's colonization; (3) formal ("stillhaft"), like Goethe's "reproduction." (cf. Goethe 1819, Fuld 1904).

1891. JOWETT, Benjamin: Pref. to The dialogues of Plato. London. 2nd ed.

"The first requisite of an English translation is that it be English. Thorough going comparison of Greek and English diction, with resulting problems for the translator."

1895. ANON: Essays in translation. Repr. from J. of Ed. (London).
1895. WARREN, T.H. "Art of translation." Quar. R. 182 : 324 - 353. Also in essays of poets and poetry. New York, 1909.
(1) A good translation should be rather faithful than exact. (2) "a translation must read like an original". "while preserving the differentiating character of the original."
1896. CAUER, Paul: Die Kunst des Übersetzens. Berlin.
"Comparable effect is the desirable goal, a perfect translation would be identical with the original."
- 1895-98۔ مذہب احمد دہلوی، مولانا: مقدمہ: "ترجمہ القرآن" مطبوعہ: 98-1895ء۔
- "معاذ اللہ کے معنی ہیں گلوں کی اگنے والی اور مٹی کے عمارے میں پھلورہ کو بھی کہتے ہیں۔ تو یا تو جہلی کے اعتبار سے اس کو معاذ اللہ کہا، یا اس حد سے کہ وہ عظیم صاحب کے رستے میں کانٹے لا بھاتی تھی، یا اس لحاظ سے کہ وہ واقع میں بارے قسمت کے جنگل سے سر پر اچھڑا کر لایا کرتی تھی۔ اس قسم کے اٹارے کانٹے ترے میں آ نہیں سکتے اور یہ ایک مشکل ہے۔ ترجمے کی ہزاروں شکلات میں سے جو حرام کو چیل آتی ہیں۔"
- ترجمہ: مسعود اللہ، ص 731۔ مطبوعہ: بارہم، تاج پبلی کیشنز لاہور، پاکستان، 1981ء۔
1896. ERMATINGER, Emil, and HUNZIKER, Rudolf:
"Die Kunst des Übersetzens . . ." in Antike Lyrik in modernem Gewand. Frauenfeld.
1897. LANIER, Sidney: The English novel. New York, pp. 290-291.
"It is words and their associations which are untranslatable, not ideas: there is no idea. . . which cannot be adequately produced as idea in English words."
1898. BUTLER, Samuel: Pref. to translation of Homer's Iliad, London.
"The English must be idiomatic, it must flow and it must keep as near as it can to the original. The genius of the language into which a translation is being made is the first thing to be considered, if the original was readable, the translation must be so too."
1900. ANON. "Translating the Arabian Nights." Nation 71 : 167 - 168, 183 - 186
Historic survey of the various versions in English, then one in German, one in French.
1900. BEYER, C. Deutsche Poetik. Stuttgart. III : 184 ff.
"Kurzer Abriss von der Geschichte der Übersetzungskunst." He calls for fidelity and readability, sets up along list of demands on the translator.
1900. BUTLER, Samuel: Pref. to translation of Homer's Odyssey, London.
"Liberty of translating poetry into prose involves the continual taking of more or less liberty throughout, for much that is right in poetry is wrong in prose."

1901. CHAMBERLAIN, Alexander F: "Translation : a study in the transference of folk-thought." J. Amer. Folklore 14: 165-171.
Examples from Amerindian languages; Bible stressed.
1901. TOLMAN, H.C. The art of translating. Boston.
Virtually identical with Cauer 1896.
1902. CROCE, Benedetto. Aesthetic translation, Douglas Ainslie, London, 1922. pp. 68, 73.
"Faithful ugliness and faithless beauty "proverbial, we cannot reduce what has already possessed aesthetic form to another form also aesthetic. Unaesthetic translations are simple commentaries. But there is relative possibility of translations not as reproductions, but as productions of similar expressions. The translation called good, has original value as a work of art.
1902. MURRAY, Gilbert : Euripides, translated into English rhyming verse. London.
Preface gives account of his procedure and his ideal in translating. (Cf. Eliot 1920).
1902. WILAMOWITZ-MOELLENDORFF, Ulrich v: "Was ist Uebersetzen ?" In Reden und Aufsätze. Berlin
"The new verses should produce the same effect upon their readers as the originals did upon their contemporaries."
1903. BEERBOHM, Max. "Translation of plays." Set. R. 96 : 75-76
"advice to those about to translation plays." A natural diction essential. Archer's translation of Ibsen not good on the stage.
1903. MERCIER, Ernest: L'Art de la traduction.
1903ء۔ فطیعی نوعانی، مموالا: سالانہ ریچرٹ انجمن ترقی اردو (ہند) 1903ء۔
حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس مسئلے کی طرف لوگوں کو علم نے نہیں بلکہ ضرورت محاش نے متوجہ کیا ہے۔ اس لئے کام کرنے والے اس میں ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کن چیزوں کے ترجمے اور کس قسم کی تعلیمات مذاق عام کے موافق ہیں اور جگہ درجہ میں کتنی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس علمی پیچیدہ اور جامعہ (جو کل کے قریب ہے) قابل، موٹی صبر کی جارہی ہیں اور سوانح میراں ہیں۔
1904. ANON: "Traduction" in Larousse, Grand dictionnaire,
Two general types : (1) a sort of photographic reproduction, cold and precise, (2) an attempt at colour and emotion at the expense of literalness.
1904. FULDA, Ludwig: "Die Kunst des Uebersetzens." In Aus der Werkstatt, Stuttgart
Two choices : (1) colonize the foreign world, (2) make the foreign poet an immigrant. To make him a native is the highest goal (Schlegel's Shakespeare).
1907. CARRUTH, W.H: "Luther on translation," Op. cit , 21 : 465 - 471. = A translation of

Luther's Sendbrief vom' Dolmetschen (1530).

- 1907 HEADLAM, Walter: Book of Greek verse, Cambridge
"Untranslatable ... is applied too readily" "Greek poets wrote native metre. . . we must write that is really verse."
- 1908 HASKELL, Juliana: Bayard Tabor's translation of Goethe's "Faust." New York
Taylor's failure to "meet the demands which may reasonably be made upon" his translation
1909. BONE, Karl: *Feinstrich Techné. Über Lesen und Erklären von Dichtwerken.* Leipzig, pp 58-72.
4 types : interlinear, literal , free, recreation, close analysis of Latin examples.
1909. STORR, Francis: "The art of translation." *Educ R34*: 359-379
Presidential address to (British) MLA 1908 Urbane, chatty discussion, with numerous examples.
1910. CHAMBERLAIN, Alexander F: "Some difficulties in Bible translation" *Harper* 121 : 726-731.
Anthropologist draws on primitive languages : male and female terms, endings, and speech; taboos which rule out certain episodes; "Lamb of God" translated for Eskimo as "seal of Good" See also Chamberlain 1901.
1910. FITZMAURICE-KELLY, James: "Translation." In *Encyclopaedia Britannica*, 11th ed.
(No such article in 14th ed.).
Much space devoted to the history of translation in England, i.e., the historic importance of translation.
1910. WARTENSLÉBEN, Gabriele V: "Beitrag zur Psychologie des Übersetzens." *Zs f Psychu Physiol d Sinnesorgane*. Abt. 1 : 57: 89-115.
Attempt to probe the reactions of the translator (using Latin to German).
1913. GROMER, E B: "Translation and paraphrase." *Edinb. R.* 218 : 102 - 114 Also in
Political and literary essays, 1st ser, London
Review of four volumes of verse, three from Greek, one into Greek. Resort to paraphrase is problematic, but on the whole it is approved for verse.
1914. BURTON, Richard: "Difficulties of translation." In *Little essays in literature and life.* New York.
"the form of the original is of its very essence "He prefers" prose to any substitute in verse."
1914. COWL, R.P: *Theory of poetry in England.* London.
Virtually a re-statement of Dryden's theories.
1914. FRANZEL, W: *Geschichte des Übersetzens im 18. Jahrhundert.* Leipzig His chief concern is with the theory of translation.

1914. TARNAWSKI, Władysław: O polskich przekładach dramatów Szekspira (On Polish translations of Shakespeare's dramas). Cracow.
1915. SPAETH, Sigmund: "Translating to music." *Mus. Q* 1 : 291-298
Need for translation as interpretation of words and music. Difficulties set forth and illustrated. Ways of solving problems suggested.
1915. THOMSON, J A K: "Some thoughts on translation." In *The Greek tradition*. London.
His "version must produce upon the English reader the effect which the original has produced upon himself." The two dangers are overtranslation and undertranslation.
1916. LEONARD, William Ellery: Pref. to *Lucretius*. New York
Defence of verse : (1) "Verse permits a wilder and more apposite choice of a syntactical constructions" (2) "Verse gives to the many repetitions... their proper relevance"; (3) "Verse, by its very cadence possesses an instrument scarcely available in prose." (Quoted-from 1935ec.)
1916. SHOWERMAN, Grant: "The way of the translation." *Unpop. R.* 5 : 84 - 100. -
Translation is sin. Many examples of translation difficulties, with citations from several languages, ancient and modern
1918. PHILLIMORE, J.S: Some remarks on translating and translators. *Eng. Assn.*, No. 42. London 1919.
There are right periods for superior translations (cf. Orage 1922). "is the ancient to come in on his own terms of ours?" "A translation should be read for pleasure." Hence he rejects Browning (1877), seconds FitzGerald (1839, 1878)
1918. SCHOLZ, K.W.H: *The art of translation American Germ*, 33. Philadelphia.
Special reference to prose drama. He demands "a complete transcript of the thought and spirit."
1919. БАТЮСКОВ, Ф., КУКОВСКИЙ, К., ГУМЛЕВ:
I. *Principy xudozhestvennogo perevoda* (Principles of artistic translation). Petersburg.
First Russian attempt toward a systematic discussion of translation problems.
1919. HUGHES, Helen S: "Notes on 18th century fictional translation." *Mod. Philol.* 17:225-231.
Excessive liberties taken with style and content, often on moral grounds.
1919. WHIBLEY, Charles: "Tudor translators." In *Literary studies*. London. First printed in Cambridge, *History of English Literature*. 1907-1927.
. Personal and critical appraisals. "In general, the translations of the heyday were accurate neither in word nor in shape." But they aimed "to discover new worlds of thought and beauty."

1919ء، مہدائلیق، ڈاکٹر سلووی: مقدمہ: "تاریخِ زبانِ ترجمہ: سید ہاشمی لریہ آبادی، مطبوعہ: 1919ء

ہب کسی قوم کی لغت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سہ کرتی ہے تو مہدائلیق کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ہب قوم میں جذبات اور آج نہیں رہتی تو ظاہر ہے کہ اس کی تصانیف شعری، ادبی، علمی، فنی اور دینی ہوں گی۔ اس وقت قوم کی بڑی خدمت یہی ہے کہ ترجمہ کے ذریعے دنیا کی اپنی ادب کی تصانیف اپنی زبان میں لائی جائیں۔ یہی ترجمے حفاظت میں تعمیر اور مطبوعات میں اضافہ کریں گے، جہاں کو تو زہری گے اور قوم میں ایک نئی حرکت پیدا کریں گے اور ہر ایک ترجمے تصنیف و تالیف کے ہونے اسلوب اور آہنگ کا بھی گے۔ ایسے میں ترجمہ تصنیف سے زیادہ قابل قدر، زیادہ مفید اور زیادہ بغض و حسد سے بھرپور ہوتا ہے۔

مقدمہ: "تاریخِ زبانِ ترجمہ: سید ہاشمی لریہ آبادی، مطبوعہ دارالمنبع سرکار ہاشمی، مہد آباد، دکن، دس 3

1920. AMOS, Flora R: Early theories of translation, New York
"Theory of translation cannot be reduced to a rule of thumb; it must again and again be modified to include new facts"
1920. ANDERTON, Basil: "Lure of translation." In *Sketches from a library window*, Cambridge, 1923.
"Translation is a mode of self-expression, springs from a desire to instruct and to enrich literature"
1920. ELIOT, T.S. "Euripides and Professor Murny." In *'The sacred wood'*, London.
"Greek poetry will never have the slightest vitalizing effect upon English poetry if it can only appear mas-querading as a vulgar debasement of the eminently personal idiom of Swinburne."
1920. SOUTER, Alexander. *Hints on translation from Latin into English*, London.
"Every word should be represented somehow in the translation except where the omission of a word improves the English and takes nothing from the meaning " (Quoted by Frost 1933).
1920. TOKSVIG, Signe. "The mutilation of a masterpiece." *New Repub* 25 : 113 - 114, -
Translation of Nexo's *Ditte* scrutinized.
1921. ARNS, Karl: "Über die Kunst der Übersetzung englischer Verse." *Zsiffzu engle Unterricht* : 20 : 12 - 27.
1921. DENT, Edward J: "Song translations." *Nation* (London) 29 : 282-484,
German songs : problems of the singer.
1921. DRAPER, John W: "The theory of translation in the 18th century." *Neophilol*. 6: 241-254.
Extensive bibliography.
1921. FOX-STRANGWAYS, Arthur H: "Essay on principles of translation In *Music and letters*.
July, 1921.

1921. HARRISON, Frederic: "The art of translation " Forum 65 : 635 - 647.
Review of translations from Latin, Greek, Italian, Spanish, French, German, with comment on particular works or writers. Laws : (1) exact rendering of the full meaning, (2) some echo of the original form; (3) clarity, grace, and vigour.
1921. MORITZEN, Julius: "Is the translator without a literary conscience ?" Book m, 53:133-135.
Pros and cons of retaining "offensive" matter in translation starting off with Nexo's Dittis. (cf. Toksvig 1920).
1922-1940. Index translationum. Repertoire international des traductions, Paris.
Resumed in 1948 under auspices of UNESCO. Not always accurate.
1922. NEMLAH, Royal Case: "Shall we read literature in translation?" Educ. R. 64:135-141.
He undertakes to "explain why no translation can in any sense be considered as a substitute for the original."
1922. ORAGE, Alfred R: "When shall we translate?" In Readers and writers. New York pp.18-59.
He thinks "our period for perfect translation has not yet come. He expects it about 1970
1922. POLAK, Roman: "Goffied" Tassa- Kochanow-skiego. Poznan.
A detailed analysis of a seventeenth-century Polish translation of Jerusalem Liberata.
1922. POSTGATE, J. B: "Translation and translations, theory and practice", London.
"The prime merit of a translation is faithfulness" "The Faithful Translator will give the letter where possible, but in any case the spirit." "The Translator is only too prone to sacrifice the letter and the spirit as well."
1922. PEYSER, Herbert F: N "Some observations on song text and libretto translation " Mus.Q. 8 : 353-371.
"Perfect translation of song text or opera libretto is impossible." Peculiar difficulties of opera : literal renderings sound ludicrous when sung
1923. MURRAY, Gilbert: "On translating Greek." Liv.Age 318 : 420-423.
Principles and examples.

1924ء کا آغاز فتح پوری: مضمون: "قریہ کے مطلق چند اصولی باتیں" مطبوعہ "نگار" بھوپال، جولائی 1924ء۔ یہ بحث بھی نہ کسی ضرورت دیکھنے میں آجاتی ہے کہ غیر زبانوں کے الفاظ کا ترجمہ کس اصول سے کیا جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ فیصلہ آخری کے الفاظ استعمال کیے جائیں اور کوئی عربی و فارسی سے مدد لینا ضروری سمجھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس حد تک مضمون تفسیر کہانی کی کتابوں کا تعلق ہے، آپ یہ آسانی آخری جملے سے کام لیں گے جیسا کہ میں جس وقت سوال طے کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے کہیں کہ فارسی و عربی کا تعلق ہے مدد لینا یا نہ کرتا ہے۔

(نگار بھوپال جولائی 1924ء ص 8)

1924. BELLOC, Hilaire: "On translation." *Long Merc.* 10: 150- 156.
Need for good translations in our day. Requirements are (1) knowledge of native tongue (2) rebirth of the spirit of the original. The spirit must take precedence of the letter. Examples, hand-wringing, (Cf. Belloc, 1931).
Twentieth century. BELLOC, HILAIRE :
"One should abandon the effort to retranslate the untranslatable."
1924. BENSON, A.C: "Verse translation." *Cornhill. M.* 57 : 586-596.
Verse translation preferred for the Greek anthology, but a diversified meter recommended .
Arnold's Homer translation violated all his own canons.
1924. GRANVILLE-BARKER, Barley: "On translating plays" in *Essays by divers hands.*
Translations of the R. S. L., New series 5: 19-42. London.
The demand for a comparable effect and its results in French versions of Shakespeare, "dramatic translation is a matter of makeshift" we must seek for each ... play the likeliest compromise,"
1924. RILKE, R.M: Letter to Lou Andreas Salome, 22 Apr, 1924 *Briefe an Muzot*, 1921 bis 1926. Leipzig 1935.
His experience with bilingual composition "would seem to indicate that translations are not natural."
1925. SMITH, J.M. Powis: "Some difficulties of a translator" / *Relig.* 5: 163-171.
Divergence in mental outlook, inadequacy of English vocabulary.
1926. MUNSTERBERG, Margaret: "Gift of tongues." *Josph* 25: 393-406.
The peculiar genius of a language appears best in the process of translation.
1926. PETERSEN, Julius: *Die Wesensbestimmung der deutschen Romantik*, Leipzig, p.64.
The translation as work of art can never be a true image of the original; a rebirth in the translator's tongue of products of another language, it will always impose a new form.
1926. PORTIER, L: "A propos des traductions de Giacomo Zanella.", *Litt. Comp.* 5: 455-470.
Advice given by Zanella : translation freely, as if transposing music for a different instrument. "A translation demands a certain moral attitude at least as much as an effort of intelligence."
1927. ANON: "Transformation by translation." *Liv. Age* 333 : 1117 - 1118. Also in *Bel. Pan. Am. Union*, 62 (1928)375-376.
Report of experiment: J.V. Jensen (Dane) wrote 700-word sketch; this was translated into Swedish, German, English, French, Danish again. Each translator a master of both languages. Final product was unrecognisable.

1917. MAY, J. Lewis: "Concerning translation." *Edinb. R.* 245: 108-118.
Review of seven titles. "there is no such thing as translation ..." as proved by the wedding of words and thought.
1928. CHAPMAN, John Jay: Two Greek plays. Boston.
Perceptive remarks on translation of Greek poetry.
1928. DUBEUX, Albert: Les traductions Françaises de Shakespeare, Paris
1928. LEPLA, R: "Übersetzungsliteratur" in Merker-Stammeler, *Reallexikon der deutschen Literaturgeschichte*. Berlin 3: 394-402.
Five categories: (1) contemporary literature; (2) dead languages; (3) contemporary but alien culture; (4) older stages or native tongue; (5) native works in foreign speech. Bibliog. of German literature dealing with translation.
1928. WELLARD, James H: "The art of translating". *Quar.R.* 250: 128-147.
Many examples, especially from Latin, some into Latin. Some critical discussion of particular problems: humour, word play, proverbs, etc.
1929. BELLOC, H: "On translation" in *A conversation with an angel and other essays*. London.
His formula: (1) read the original thoroughly, (2) render into your own tongue the effect on your mind, (3) recheck with the original to get closer to it without sacrificing naturalness.
- 1929ء۔ احمد فخری، حاتی، مضمون: دو تراجم، مطبوعہ: رسالہ اردو آنکھ 1929ء۔
ہمارے نزدیک ترجمے کی تحریف یہ ہے کہ کسی مصنف کے خیالات کو لایا جائے، ان کو اپنی زبان کا لباس پہنا جائے اور
کو اپنے الفاظ و عبارات کے ساتھ ہی احوال دہائے اور اپنی قوم کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ ترجمے اور
تالیف میں کو فرق معلوم نہ ہو۔
(رسالہ "اردو" نمبر 1، آگسٹ 1929ء)
1929. DICKINSON, G. Lowes. "On translation." *Nation* (London) 46: 282-283.
Review of translation of Tu Fu by Florence Ayscough. "What is left of poetry is translation from Chinese to English, and vice versa?" "things," he says.
1929. FINKEL, A: *Teoriija i praktika perevoda* (Theory and practice of translation). Kharkov. A useful manual for translators.
1929. FISCHER, Otokar, "O prekladani básnických děl" (On the translation of poetical works) in *Duse a Slovo* (Prague): 263-283.
The prominent translator outlines the vital and difficult tasks of poetic translation.
1929. POUND, Ezra. "Guido's relations." *Dial* 86: 559-568.
Experiments in poetic translation with shrewd and acid comment.

1929ء دھرم دیں تاثیر، (آنکھ: مضمون: "اردو" مطبوعہ: "مخزن" لاہور، اگست ستمبر، 1929ء)

کسی تعریف کے اقدار کرنے اور اردو ترجمہ کرنے میں ایک صلیب یہ بھی ہوتی ہے کہ اسے صرف محض لفظی طور پر چکے ہوتے ہیں، جن کے قول ہوتے ہیں۔ ٹیکسٹ کی لفظی صلیب، ٹیکسٹ، لٹریچر، ادبیات وغیرہ کے نام پر لایا ہی ادبیات ہے جیسے لٹریچر، انگریزی لٹریچر، مطالعہ الدین اور اشک کے۔

(زبان "تحریر" کا اس طرز سے اسٹیمبر 1929ء)

1930. JAKOBSON, R: "O prekladu verzu" (Translation of verses). Plan 11: 9-11. Prague. The seemingly identical form may have a quite divergent function in two different languages.

1930ء اسٹیمبر مارچری۔ کتاب تاریخ تذکرہ (صورت مشورات) حضرت اول، مطبوعہ 1930ء

اردو زبان میں اساطیر اور قصوں کی نقل و حرکت کے بکثرت ہیں مگر علوم و فنون کی اصطلاحات ان کی کم ہیں کہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن جب پرانی زبانوں سے علوم و فنون کے تراجم اردو میں کئے جائیں گے تو محترم و متعلقہ کو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ انہیں زبانوں کی اصطلاحات اردو میں شامل کرے جس سے اردو زبان آگیا ہے۔

تاریخ تذکرہ (اصول) مطبوعہ مسلم پریس، علی گڑھ، ص 285۔

1930. JIRAT, V: Dva preklady Fausta (Two translations of Faust). Prague. Careful formal analysis of translations made by two eminent Czech poets of different times and schools, in relation to the German original.
1931. ALEKSEEV, M: "Problema xudozhestvennogoperevoda" (The problem of artistic translation), Sbornik tradov Irkutskogo Gos Universiteta, 18 : 149 - 196. Pivotal stylistic questions of translation raised by an outstanding literary historian ; comprehensive biblio-graphy added.
1931. BELLOC, Hilaire On translation. The Talorian lecture Oxford . Also in Selected essays, Oxford. Also in Booklet, 74: 32-39, 179-185. Two types (1) translation for instruction calls for exactitude; (2) literary translation adds colour. Three requirements : (1) translation into native tongue ; (2) command foreign tongue; (3) translation must be free from restriction (a) of space, (b) of form.
1931. HECK, Philipp: Übersetzungsprobleme im frühen Mittelalter. Tübingen, pp. 1-32, Importance for the interpretation of legal documents of extempore oral, unrevised Latin-German and German-Latin translation as frequently practiced.
1931. MAGNUS, Laurie: "Hours in undress. translation." Cornhill 71: 244-254. Discussion of Arnold "On translating Homer," also Pope's translation of Homer (defended). Argument for adaptation of translation to its age; argument for translation in a "wider sense, bringing in new ideas to fructify"
1931. MATTHIESSEIS, F.O: Translation: an Elizabethan art. Cambridge, Mass. Study of translations made from the Italian, French, Latin, and Greek Careful comparison

with the originals.

1932. RICHARDS, I.A: *Mencias on the mind experiments in multiple definition*, London.
"Can we in attempting to translation a work which belongs to a very different tradition, do more than read our own conceptions into it? A pioneer work in exploring difficulties in the translation of Chinese, important for questions it raises about the nature of translation."
1932. VOSSLER, Karl: *The spirit of language in civilization*. Translation Oscar Looser. London
"the philosophic justification of translation is the maintenance of the autonomy of language taste""if one denies the concept of translation (e.g., Croce 1902) one must give up the concept of a language community,"
1932. WEST, Constance D: "La theorie de la traduction au XVIII siecle..." R. Lit, Comp 12:330-335.
English into French treated
1933. PETERSEN, Julius and TRUNZ, Erich: *Lyrische Weltdeutschung in deutschen Uebersetzungen*. Berlin.
"The taste of an age is reflected in its (favourite) translations."
1933. THERIVE, Andre: "Le prix des traductions." Ann. POL. et Lit. 100 : 79 - 80.
Mentions a proposed prize for the "best translation of a novel saying that most published translations are "scandaleuses et ridicules" and give the impression that foreigners can neither think nor speak.
- 1933ء مہینہ جون کا قریبی کینیڈا دہلی، پڈت، مضمون: اردو کی موجودہ ضروریات، "انچائیں" گلابور، اگست 1933ء
گلات کے اختراع، مضمون کرنے یا دہلی سے پڈت کی ضرورت اس مہینہ میں ہر کسی (دور) سے زیادہ اور بہت زیادہ ہے اور
ہے ایک ہی حقیقت ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر علم اور فن اپنے ساتھ نئے گلات لاتا ہے۔ ہمیں نہ صرف اصطلاحات ہی وضع
کرنی ہیں بلکہ معمولی ادبی زبان بھی اپنے گلات میں توسیع پا جاتی ہے۔
(رسالہ "انچائیں" گلابور اگست 1933ء)
1934. MOROZOV, M: *Technika perevoda nauchnoj literatury s anglijskogo jazyka na russkij*
(Technique of translating technological literature from English into Russian) Moscow.
Important methodological observations.
1934. ZALESKI, Z.L: "Le mouvement des traductions." Mercure Pr 254 : 188-194.
Study of the Index translation affords interesting comparative figures for the countries included. British and American provincialism indicated.
1935. MAZON, Paul E: *Mme Dacier et les traductions d' Homere en France*. Oxford. - Zahraff
lecture.
Inadequacy of many translations, translation of a poem by Rupert Brook with discussion.
1935. FUCHS, Gerhard: *Studien zur Uebersetzungstheorie und - Praxis des Gottschd. Kreses*.
Friburg diss.

1935. MAZON, Paul E : *Mme Dacier et les traductions d' Homere en France*. Oxford - Zahraff lecture.
"renoncer renouer au style formulaire pour conserver le mouvement, ou conserver le style formulaire et renoncer au mouvement n'est plus Homere, ice n'est plus rien". La veritable exactitude: Produire sur ses lecteurs la meme impression ... "Mme Dacier (who bowdlerized and "ennobled") made Homer palatable to her society.
1936. BATES, Ernest Stua t: *Modern translation* London.
Chapter IV contains a good discussion of theory and practice.
1936. CUKOVSKII, K: *Iskusstvo perevoda* (The art of translation). Moscow-Leningard.
Challenging discussion of typical blunders in translations.
1936. EASTMAN, Max: "Pushkin and his English translators. "NewRepub 89: 187-188.
Translation of Pushkin by Yarmolinsky and Deutsch "is a calamity both in literature and in our cultural relations with Russia " Other translators of his poetry equally bad.
1936. NEWALD, Richard: "Von deutscher Oberetzungskunst." pp.190-206
1936. THURSFIELD, Hugh: "Translation." *Combili* 153 : 482 - 486.
An attempt to answer the question : why do men (want to) translate ?
- 1937 FEDOROV, A: *Teorija i praktika perevoda nemeckoj nauchnotekhniceskoj*
Literatury na russkij jazy k (Theory and practice of translating German technological literature into Russian). Moscow.
1937. HAMILTON, Edith: *Three Greek plays*, New York.
"On Translating", "The best a translation can hope for is to convey something of the impression the poetry made upon him".
1937. ORTEGA Y GASSET, Jose: "Materia y esplendor de la traduccion." *Obras. completas*. Madrid 1947. 5 : 429 - 448.
"Only when we oblige the reader to move within the linguistic habits of the author will there be worthy translations."
1937. SZUREK-WISTL, Maria: *Miriam tłumacz* (Miriam as translator) *Cracow*.
A study of a versatile translator of symbolist poets, Zenon Miriam Praszmycki (1861-1944).
1938. CRASSET, Bernard: "Traduction et traducteurs" *R. d Deux Mondes* 46 . 459-466
Much about Goethe's views in connection with his translations of Diderot, Le neveu de Rameau.
1938. HERTER NORTON, M.D: *Translations from the poetry of Rilke*, New York
Argues for a "Literal" and unrhymed version facing the original.
1938. HIGHAM, T.F: Pref. to Oxford book of Greek. Verse in translation. London, pp xxxiiiiff.

Two sects of translators, (1) Hellenizers, (2) Modernists.

"All translation is a kind of illusion. Those translations are always best in which the illusion is most complete and the idiom least suggestive of translation."

1938. UNDERBILL, Ruth. Singing for power. Berkeley, Calif. Translating songs of the Papagos (Arizona). "One can hope to make the translation exact only in spirit, not in the letter".

1939ء، عبدالقادر سرمدی: مقدمہ: منطری تصانیف کے اردو تراجم از مولوی میر حسن، مطبوعہ 1939ء

جس طرح دیبے سے دیا جاتا ہے، اسی طرح علوم سے علوم پیدا ہوتے ہیں۔ اگر دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں کو ٹولا جائے تو اس کا پتہ چلے گا کہ ان کی انشورہ کے مختلف مرحلوں میں دوسری زبانوں کے اثر کو کبھی بڑا دھل رہا ہے۔ (ص 18 نمبر 5 سے اقتال)

1939ء، میر حسن، مولوی کتاب: منطری تصانیف کے اردو تراجم؛

مثال برائے انکم۔ اسے (اردو) چاند چشتی عبدالقادر آدکن۔ سال 1935ء

الہاب کی تحسیم : محمد پید محمد

پہلا باب : 1800ء تا 1842ء

دوسرا باب : 1842ء تا 1877ء

تیسرا باب : 1877ء تا 1917ء

چوتھا باب : 1917ء کے بعد

مقدمہ: منطری تصانیف کے اردو تراجم، مطبوعہ: مکتبہ اہلسنیہ مشین پریس۔ علیہ آدکن، باراڈل، 1939ء

1940. PEGGRAM, Reed Edwin, "First French and English translations of Utopia. M.L.R. 35:330-340.

Careful examination. Robynson's translation has never been supplanted. (cf. Binder, 1947).

1941ء، مزید احمد دیباچہ: 'رومیہ جریٹ' از فیکسیٹر (ترجمہ) مطبوعہ 1941ء

محب جاتی میرا مقصد تھی لیکن فیکسیٹر کا ترجمہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ سب سے پہلے مسئلہ تو زبان کا ہے۔ فیکسیٹر کے زمانے میں ایک لفظ کے ایک معنی تھے تو اب اسی لفظ کے معنی بدل کر کچھ اور ہو گئے ہیں، عبارات کے معنی بدل گئے ہیں۔ دوسرے زبانوں میں خمیر و خمیم کا یہ قدرتی سلسلہ کھٹ جاتی رہتا ہے۔ اس باعث حیرت کو اگر کج ترجمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے اسے چاہیے کہ اس زمانے کی زبان کی کبھی طرح سمجھے۔ اس کے بعد دوسرے کے پس سے بھی بھرے، فیکسیٹر کے مہدی کی تاریخ اور ادب سے واقفیت ہونا بھی ضروری ہے۔ بہت سے نکلے ہوئے ہیں کچھ میں نہیں آتے اگر ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو واضح ہو جاتے ہیں۔

دیباچہ: 'رومیہ جریٹ' (ترجمہ) مطبوعہ: انجمن ترقی ادب (بہار) دہلی، مئی 1941ء

1941. FEDPRPV. A. O: xudozestvennom perevode (Artistic translation) Leningrad. Translation of belles

Letters, discussed by the Chief Russian specialist in translation technique.

1941. CUKOVSKIJ K : *Vysokoe iskusstvo* (The high art). Moscow.
High light of translation art.
1941. NABOKOV, Vladimir : "The art of translation. "Newrepub 105: 160-162.
Three grades of evil : (1) errors; (2) slips; (3) wilful reshaping. Examples from Russian in both directions. Analysis of an opening line of Rushkin (Cf. Eastman 1936).
1941. WALEY, Arthur S: One hundred seventy Chinese poems.
"Chinese poetry is rhymed and resembles traditional English verse. Thyme omitted in order to keep more of the sense"
1942. BARTLEIT, Phyllis B. "Stylistic devices in Chapman's Iliad." PMLA 57 : 661-675:
Analysis of Chapman's preface (verse) on principles of translation and examination of his translation particularly what Chapman calls "the free grace of his natural dialect" a supposed to a literal word-for-for version.
1942. BELL, Harold Idris, and BELL, David: "The problem of translation," in Fifty poems translated, with essays, London pp. 63 - 103.
"The ideal of translation is this, to make a poem whose form is as seemingly spontaneous as the poem it seeks to translate and to put into the form of the whole wealth of the original conception." Special attention paid to the translation of Welsh poetry, with analysis of its peculiarities.
1942. FUERST, Norbert: "Rilke's translation of the sonnets of Elizabeth Barrett Browning, of Louise Labé, and of Michelangelo." Stud.Philol. 39: 130-142.
In the first two cases Rilke's translations surpass the originals; he fails to equal the hugeness of Michelangelo.
1942. GREEN, Julien: 'Translation and field of scripture' Amer. Schol. 11 : 110-121.
Discovery the various translations of the Bible (English, French, German, Latin) do not agree, and that Hebrew is in part inaccessible.
1942. HUEBSCH, B.W: "Cross-fertilization in letters" Amer. Schol. 11 : 304-314.
Movement of ideas by means of translation.
1942. RODITI, Edouard: "Poetics of translation" Poetry 60: 32-38.
"the spirit of poetry resides entirely in its body". He favours the closest possible reproduction; the translation should meticulously reconstruct its body in another language
1943. BATES, Ernest Stuart. 'Intertraffic' Studies in translation . London
Survey of translation (of poetry) done in Italy and the Far and Near East, Special appendices with examples.

1943. BISHOP, John Peale: "On translating poets" Poetry 62: 111-115
Review of three Spanish - American poets' translation by several hands. Why translate a poem? Two modes: (1) produce an English poem; (2) get close to the original.
- 1943ء عابد حسین، (ڈاکٹر) سید آؤ گراف برائے 'یاضی مبارک' "جناب سید مبارک شاد سے مل کر کئی مسرت ہوئی۔ ان کی فرمائش ہے کہ ترجمے کے فن کے مطلق پیکر تھکے۔ جلت میں جو کچھ خیال میں آیا ہے۔ لکھے دیتا ہوں۔
- ترجمہ صرف اسی کا نام نہیں کہ اصل عبارت کا مفہوم دوسری زبان میں لاد کر دیا جائے۔ مفہوم تو صرف خیال کا ہے کلمہ اور ہے رنگ مت ہوتا ہے جو قلمی کی بصری میں چاہے جو کچھ دہن دیکھتا ہو، ادب میں کوئی دہن نہیں دیکھتا۔ دہنی قدرہ قیمت ترجمے کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک زبان سے دوسری زبان میں مفہوم کے ساتھ وہ آب و رنگ وہ چاشنی وہ خوشبو وہ مزہ بھی آ جائے جو اصل عبارت میں موجود تھا۔
- دہلی، 19 اکتوبر 1943ء
- مشتعل: "یاضی مبارک" مرثیہ: سید زور حسین زیدی، لاہور مکتبہ میری لاہوری، طبع ازل، 1974ء، ص 56۔
1943. KOYRE, Alexandre: "Traduttore-traditore; a propos de copernic et de Galilée" Isis 34,3:209
The word "Orbium" (Spheres) translation as "Himmels korper" (heavenly bodies); by experiment" added to Galileo's text.
1943. VITTORINI, Elio: *Americaia; Raccolto di sarratori*, Milan, (Introduction by Emilio Cecchi).
1943. PELLERGRINI A M: "Giordano Bruno on translation". ELH to 193-207.
Bruno on translation as promoting knowledge of science.
1944. GREGORY, Horace. "On the translation of the classics into English poetry". Poetry 64,30-35
Review of Allen Tate's vigil of Venus. He advocates a sort of paraphrase - by a first rate poet.
1945. GIDE, Andre: "Lettre-Preface "Hamlet" :Edition bilingue, New York
1945. MICHAUD, C: "Traduction : matiere et forme" Bibliog f Roy Soc Can translations 3rd ser 39, Sect 1 : 127-141 Ottawa
Special reference to Canada. French and English, Analysis of British, American, French, lang. "Ideal translation would be that which, reversed, would produce the original text." Quel partiprendre Celui du juste milieu".
1945. OWEN Walter: Pref. to translation of *La Araucana*, Buenos Aires,
"I have tried, to present a version, that reads like an original English Poem". Detailed analysis of his procedure with Ercilla's opening stanza

1945. SCHWARZ, W: "Theory of translation in 16th century Germany" M.L.R. 40: 289-299.
Emphasis on theorizing, apart from Bible translation which offers special problems.
Translations into German or Latin considered
1945. UNWIN, Stanley: "On translations" Life Letters To Day 47 :159-143.
Problems of a publisher with respect to translators and translations.
1945. URZIDIL, John: "Language in exile" Life Letters To Day 45: 22-23.
Article translation by M.M.Kallis (from Czech). Translation should approach the original as
an infinite decimal number, approaches infinity. Translation and ethical function, can mean
enrichment.
1946. ASTROV, Margaret: "The word is sacred" Asia 46: 406-411.
Problems of the translation of Ajmeri, Indian texts. Characteristics of various Indian
languages to be observed by the translator.

1946ء میں لکھی دہلوی:

"کلامِ انبی کا اصل دہجہ تر ہے میں نہیں آ سکتا۔"

"جی معظمہ! اسے اسے آکر آجی کا لہجہ: 17 شوال 1365ھ مطابق 1946ء۔"

1946. ISACBNKO, A: "Marginalie k problemu basnického prekladu" (Marginal notes to the
problem of poetic translation). Literaria historica slovenska 1-2 : 148-163 . General
problems of poetic translation exemplified in the Slovak translation of Puskin's Eugene
Onegin,
1946. LEWISOHN, Ludwig: Thirty one poems by Rainer Maria Rilke. New York.
"as in all great poetry, form is meaning".
1947. BINDER, James: "More's Utopia in English, a note on translation". M.L.N. 62: 370-376.
Robinson throws More's approach to human living off balance extravagant colouring,
"gorgeous" ten times, all this false and misleading.
1947. IGLAUER, Edith: "Housekeeping for the family of nations. "Harper" 194: 295-306.
Translation problems (and solutions) in the UN Secretariat
1947. NIDA, Eugene A: Bible translating an analysis of principles and procedures., New York.
1948. ASPINWALL, Dorothy B: The art of translating French verse. Diss U. of Washington.
1948. BROWER, RA: "The Theban eagle in English plumage" Class Philo 143: 25-30.
"The aim, is to draw attention to what makes Pindar's poetry almost untranslatable".
Praise for Lattimore and Wade-Gery and Bowra as translators of Pindar.
1948. COWLEY, Malcolm: "American books abroad. "Literary history of the United States"
New York,

1948. GRIERSON, Herbert: Verse translation. Oxford. With special reference to translation from the Latin. Wide ranging survey, with much quotation and comment; not so much critical as appreciative.
1948. POLLAK, Seweryn: "Z zagadnień przekładu poetyckiego"
(Some problems of poetic translations). In *Prace Polonistyczne* 6 : 191-210.
1948. SZUMAN, Stefan: O Kunstzie i istocie poezji lirycznej (About the art and nature of lyrical poetry) Łódź
The second half of the book, pp 137 - 293 deals with problems of translation of lyrical poetry.
1949. COCKING, J. M: "Mr. Day Lewis and the translation Valéry" 19th Cent. 145: 311-318.
Le Cimetière Marin analyzed and Lewis translation dissected. "If they cannot have the original they want a near substitute, not a new poem". "No issue from the dilemma of the translator of poetry; prose with its obvious limitation or poetry with its obvious dangers".
1949. GRAND COMBE, Felix de: "Reflexions sur la traduction" French Studies 3 : 345 - 350 ;5 (1951) : 253-263.
(1) pedagogical translation a kind of playing with dice
(2) absorption followed by re-creation. Remarks on precision followed by re-creation. Remarks on precision and logic of French, looseness of thought and wording in English.
1949. HIGHET, Gilbert: The Renaissance translation in the classical tradition New York, pp 104-126.
Importance of translated works to any culture, illustrations, Translation "does not usually create great works; but it often helps great works to be created".
1949. KNOX, Ronald: Trials of a translator, New York Defence and explanation of his practice in translating the Bible and the Latin Psalms. Follows Belloc in stating that "Bible should speak to Englishmen in English idiom." Criticism of un-English character of both Authorized and Douay versions.
1949. MACNEICE, Louis: Radio Times, Nov.
The ideal demand (e.g. for Goethe's Faust) : (1) Literal faithfulness (2) connotative faithfulness : (3) line for line : (4) retain the order of words and images : (5) exact equivalents of rhythmical patterns : (6) exact equivalents of the rhyme patterns : (7) exact equivalent of the texture (sequence of consonants and vowels).
1949. MATHIEU, George J: "Words before peace, translators and interpreters,
UN World 3 :58-59
UN problems translation plus interpretation a constant requisite

20 ویں صدی کے شعریں۔ عنایت اللہ دہلوی:

قرضے کی نسبت کسی کا قول ہے اور بہت گج ہے کہ ترجمہ لکھی محنت ہے جو کسی کے شعر کی سخی نہیں۔ یہ مطلب محرم کی ہندی میں کہا گیا ہے، مگر اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شعر کے اسحق دراصل مصنف ہے۔ محرم کا کام صرف اس کی دوسری زبان میں عقل کرنے کا ہے اور یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو لوگ قرضے کو آسان سمجھتے ہیں ان کو یا قرضے کا ترجمہ نہیں یا علم کی قدر نہیں۔

محرم شعر کے اسحق نہ ہو جسے اگر دنیا میں محرم نہ ہوتا تو دے زمین پر علم کی جھیلیں اور دنیا تو بخیر ہے ہوتے مگر ان کو کاظم کا ترجمہ کھانا کھانے والا کوئی نہ دیتا۔

انتخاب۔ نمبر اردو اسلام آباد فروری 1985ء

1949. PUTNAM, Samuel: Pref to translation of Cervantes, 'Don Quixote', New York, History of English versions and of Spanish text. Translator's detailed apologia "I have striven to avoid an antiquated style and vocabulary and any modernism that would savor of flippancy."

1949. TEELE, P.E: "Through a glass darkly : A study of English traslations of Chinese poetry." Ann. Arbor.

Very useful analysis of problems in translation, Chinese poetry into English.

1950ء ہاتر چین سنیہ: مضمون: قرضے کے اصولی

اردو میں ابھی تک وہ الفاظ ہیں جن میں ہر مغرب سے آئے ہوئے خیالات کو ادا کر سکیں اور یہ بات جگہ اصطلاحات ہی تک محدود نہیں۔ غضب تو یہ ہے کہ قرضی یافتہ زبانوں میں جو عام بول چال کے الفاظ ہیں، ان سب کے مترادفات بھی اردو میں موجود نہیں ہیں۔

رسالہ "ماہ" 22 کرچی ستمبر 1960ء

1950ء۔ عبداللہ اور سر: مسئلہ ادب لغز:

اگر مگر جی سے اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے آپ کو باتیں صحت سے نہیں تو آپ کو اردو کے حقیقی اپنا مقصد نہ ملے میں اتنی جلدی نہ کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ ممکن ہے قرضے کا کام آپ ہی کے لئے سوازیوں نہ ہو اور اس میں اردو کا جرم نہیں بہت خفیف ہو۔

رسالہ "مشرق" لاہور نومبر 1950ء۔ ج 4

1950. GANSIN, K. and KARPOV, L. (editors) Voprosy teorii i metodiki uchebnogo perva (The critical questions of translation as means of teaching). Moscow

Problems of understanding text and of interlingua correspondences: role of translation in language teaching.

1950. ONEILL, Eugene, Jr: "On translating Homer" NewRepub. 123 : 18.

Review of Riou's Iliad and that of Chase and Perry. Only prose will do : English of King James Bible supplies the right language.

1950. PICK, Robert: "Precarious profession: literature's greatest challenge". *Sat. R. Lit.* 33 S 30: 8 - 9.
Dreadness of older translations problems of translation are those of communication
1950. POUND, Ezra: *The letters of* ed D.D. Page. New York.
Letters to W H.D. Rouse on the translation of Homer. Practical illustrations of Pound's aims as a translator.
1950. TUMIM, Julian: "Traduttore - traditore" *Pegaz deba* Warsaw pp 165-190.
An outstanding Polish poet discusses striking errors of translators.
1950. VAN DOREN, Mark, "Uses of translation" *Nation* 170. 474.
The literature of the world has exerted its power by being translated.
1950. WINSTON, Richard: "The craft of translation" *Amer. Schol.* 19 : 179 - 186.
1951. BROWER, R.A: recent translations. (In *Year book of comparative and general literature*, Chapel Hill N.C.)
Review of Kinchin Smith's *Antigone* (compared to that of Fitts and Fitzgerald) leads to a discussion of what constitutes good translation of (great) verse drama.
1951. GALANTIERE, Lwis. "On translators and translating" *Amer. Schol* 20 : 435-445.
"Needed (1) command of own language (2) broad general culture, (3) knowledge of for lang. (life and culture). A translation ought to make upon the reader . . . the same impact as that made by the original text upon its reader".
1951. KNIGHT, Douglas: *Pope and the heroic tradition*, New Haven, Conn.
A unique study of the translator's relation to poetic tradition. "For the adequate translation in Pope's terms a special kind of artist, in a double relation to the tradition by virtue of his duty to another poet as well as his debit to it"
1951. MANCHESTER, Paul T: "Verse translation as an interpretive art". *Hispania* 34 : 68-73.
Chilean epics translation by M. and Lancaster ; explanation and defence of their procedure.
1952. BARZUN, Jacques: "Trial by translations . plays of Corneille". *New Repub.* 127 (Dec 8, 1952) 20 - 21 .
Lacy Lockert's translation of "Councillors chief plays" passed under expert scrutiny.

1952ء۔ ہاشمی فرید آبادی، سید: غزا کرد: "ترجمہ کے چند پہلو"، "ماہنامہ کراچی"، مارچ، 1952ء۔

ہاشمی ایچا حرم ہوسنے کی ایک شرط یہ ہے کہ ایچا ایشا پھاراز بھی ہو۔ بعض اہل درجے کے حرم ترسے میں ایچا اسلوب لٹرائز پیدا کر دیتے ہیں۔
مہاراجہ سادک، مولانا۔

محرم کے لئے دونوں زبانوں سے خاص واقفیت ضروری ہے۔ دوسری عقلی واقفیت بلکہ انسانی استعداد ضروری ہے۔
اور اصل کی روح ترستے میں اکی عقل نہ ہو سکے گی۔

رفعتی خاور:

یہ دونوں (مصطفیٰ و محرم) ایک ہی شاعر پر دکھائے والے پندے ہیں، جن کا نکل ایک ہی ہے لیکن آہنگ مختلف ہے۔
پروفیسر ممتاز حسین:

ظاہر ترستے کی وہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک ایسے نگار و خیالات کا ترجمہ جن کے اعجاز میں اسامات کو اعتراف
اور پند دکھایا گیا ہو بلکہ حتیٰ التوح اسامات سے آزاد ہو کر خیالات کی ترجمانی کی گئی اور زبان کی تمام صلاحیتیں، مطلق
و استحوالی میں اس پر صرف کی گئی ہوں نہ کہ حتمی تصویروں کے (دوسرے خیالات و جذبات کے مرکبات کو ابھارنے اور
اسامات کے دوسرے خیالات کو بچانے میں۔ فلسفہ اور سائنس وغیرہ ہی دوسرے میں آتے ہیں۔

ٹاکر، سلیم: "مات" کراچی، مارچ 1962ء، ص 43 تا 45

1952. BOROWY, Wacław: "Boy jako tłumacz" (boys as translators) *Studia rpspraw* 2 : 73-178
Wrocław
A masterly short study of a great Polish translator of French classics, Tadeusz Boy Zelencki
(1974-1941)
1952. ERVIN, Susan and BOWER R.T: Translation problems in international surveys "Pub.
Opin. Q 16, 4, 593-604.
Translation distortion (and perhaps garbled data) caused by differences
(1) in meaning : (2) in syntactical context (3) in cultural context.
1952. LEDNICKI, Wacław: "Some notes on the translation of poetry" *Am. Slavic*,
R. 11 : 304-311.
Raskin's lyrics in translation. Valery, Pushkin, Slowacki; analysis of work of
two translations of Pushkin.
1952. PIRES, Armando S: "At best an echo" *Americas* 4 S. 13 - 15. - Sub title : "soul-searching of
translator."
1952. RUSH, F.A. "Standards of translation and the status of translators" *PEN International
Bulletin of Selected Books*, III, 3 (October - December).
Brief, but includes further bibliographical references.
1952. Yearbook of comparative and general literature. Chapel Hill.
1953. BAR-HILLEL, Yehoshua: "Some linguistic problems connected with machines
translations" *Philos. Sci.* 20: 217-225.

1953ء، ط۔ انسدادی، ڈاکٹر: مضمون: "ترجمے کے بنیادی مسائل" مطبوعہ: "ادب الحلیف" لاہور، اگست 1953ء

ترجمہ کرنے کے لئے جس اور بے کی زبان، تعلیمی، علم اور منطق کی ضرورت ہے، وہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے

اور ترجمہ کرنے کے معاملے میں ہر شخص نے کام ہے۔ جس کے جوتی میں آتا ہے، ترجمہ کر دیتا ہے۔

معارف، "المغرب اللغویہ"، لاہور۔ اگست 1953ء، ص 21 تا 24

1953. BAR HILLEL, Yehoshua: "The present state of research on mechanical translation" Amer Documentation 2 : 229-237.
1953. BARZUN, Jacques: "Food for the N.R.F." or. "My God, what will you have ?" Partisan R. 20 : 660-674
Misconceptions of France fostered by ineptitudes of translation requirements : (1) clear to readers and idiomatic ; (2) must sound like the original author. (3) must not mislead in substance, or implication. The translation must have two minds with twin thoughts.
1953. FEDOROV, A: Vvedenie v teoriyu perevoda (Introduction to the theory of translation). Moscow.
History of Russian views on translation problem, linguistic questions of translation . Translation of documentary texts and verbal art in prose and verse.
1953. HIGHET, Gilbert: "The art of translation." in People, Places and Books, New York
A radio speech sponsored by Oxford Univ. Press. Translation is difficult and neglected. Poor translations rob us of foreign masterworks. Examples from Greek and Latin
1953. Kuba o prekladani: (A book about translating) Prague.
Grammatical and lexical questions of translation from Russian into Czech are discussed by several Czech Philologists; brief biography.
1953. MACFARLANE, J.W: "Modes of translation" Darbon Univ. 45 : 77-83.
His intent is "to underline the need for some new, provisional theory of translation, new in the sense that it should be diagnostic rather than hortatory concerned with actualities.
It is not the principles of translation that need re-adjusting, but rather our ideas about them."
1953. POUND, Ezra: The translations of Ezra Pound. With an introduction by Hugh Kenner, New York.
"Pound has had both the boldness and the resource to make a new form, similar in effects to that of the original" Translation does not for him, differ in essence from any other poetic job.
1953. RICHARDS, I.A: "Toward a theory of translating" In studies in Chinese through ed A.F. Wright. Chicago.
Exploration of a "comprehensive view of Comprehending" as a basis for a theory of translation. Raises the important question", What is synonymy?

1954ء۔ منگری، ایلو حسن۔ مضمون: ”مگر ترجمے سے فائدہ اٹھانے میں ہے“ ”مطلوبہ“ ”ایلاڈ“ ”کراچی“ ”فروری 1954ء“
مجھے اپنے آپ سے 14 بار پوسٹل پر پھنسا دیتا ہے کہ جن ترجموں سے تحقیقی ادب پر کوئی اثر نہ پڑے، ان کا جوا دیا
ہے۔ ترجمے کا تو مقصد ہی یہی ہونا چاہیے کہ غواہ ترجمہ کا کام ہو مگر ادیبوں اور چمنے والوں کے سامنے دراصل اکتھا کر کے
سے سبکی آئیگی۔

مضمون: ”کتاب: ستارہ وادبان“، شیع الاول 1323ھ میں۔ 179

1954. ALLEGRIA, Fernando: "How good is a translation?" *Americas* 6 May, 1954, 36-38
Translation of English, German, and Russian novels poorly paid, done hastily from French,
often with unannounced pruning.
1954. BAR-HILLEL, Yehoshua: "Can translation be mechanized?" *Amer. Sci.* 42: 248-60.
He thinks so for scientific texts under certain conditions.
1954. CLARDI, John: "Strictness and faithfulness" *Nation* 178: 325.
Review of Fitts's *Lysistrata* and Marianne Moore's *La Fontaine*: Moore follows Pound; "a
superb theory but an impossible one" Fitts aims at faithfulness rather than strictness. C.
remarks on translators, "a queer language of the study that counts words but misses their
living force".
1954. KENNER: "Hellas without Helicon" *Poetry* 84: 112-118.
Translation of Aeschylus by Lattimore, of Greek poets by Gow in prose, and in translations
selected by Hadas, leads to discussion of the faults of translation from the Greek, with
acute suggestions and reference to Pound's *Sophocles*.
1954. BAR-HILLEL, Yehoshua: "Can translation be Sewanee?" *R.* 62: 663-671.
Review of R.C.'s translation of *Fleuret dural*. Detailed criticism, with illuminating
comments and remarks on, both languages.
1954. MT: Mechanical translation, devoted to the translating of languages with the aid of
machines. Cambridge, Mass (sponsored by M.I.T.)
1954. MOORE, Marianne: *Fables of La Fontaine*, New York.
"practice of Ezra Pound has been for me a governing principle"
1954. POUND, Ezra: "Literary essays of Ezra Pound." Norfolk, Conn.
Includes "Translators of Greek", "Early translators of Homer" An influential expression of
twentieth century taste in translation. Pound recalls to English readers the virtues of earlier
translations and offers excellent practical criticism of more recent ones, especially
Browning.
1954. VELLACOTT, Philip: *Four plays of Euripides*. Penguin.
"The highest aim of a translation is to persuade the reader to dispense with it. If English

cannot achieve accuracy, universality, and force without loss of dignity, then English is not a language into which it is worth while to translate Greek plays. There is no doubt that it can".

1955. Babel: Revue Internationale de traduction. Publiée par la Fédération Internationale des Traducteurs avec le concours de l'UNESCO, Born.
Each issue contains international bibliography.

1955. NOBOKOV, Vladimir: "Problems of translations Origin in English"
Partisan Rev. 22 : 496 - 512.
"The clumsiest literal translation is a thousand times more useful than the prettiest paraphrase". Analysis of Pushkin's verse novel: all four English versions are "grotesque travesties" (cf Eastman 1936, Nabokov 1941)

1955. POSIN, Jack, "Problems of literary translation from Russian into English" ATSEEL Journal, 13:9-15.
Advocate of the theory of comparable impression

1955. RUSINEK, Michał (ed): O sztuce tłumaczenia (On the art of translation). Wrocław.
A collection of twenty four essays by various authors, the most general among them being Wacław Borow, "Dawni teoretycy tłumaczeń (Old theoreticians of the translation), Zenon Klemensiewicz, "Przekład jako zagadnienie językoznawstwa". (Translation as a linguistic problem), Roman Ingarden, "O tłumaczeniach" (On translations). The last one, a fairly large study by the well known Polish phenomenologist philosopher, the author of *Das literarische Kunstwerk* (Halle, 1931) On pp. 534-549 there are short English summaries of all the papers.

1955ء مختصر انگریز: انگریز تراجم کا جائزہ (غیر مطبوعہ) مقالہ برائے انجمن اے (انگریزی) گرامری پینڈنٹ۔ پینڈنٹ لائبریری، انگریز پینڈنٹ۔

ہر ادب تو ضرور ہوتا ہے لیکن دوسروں کا ادب اسے اپنا لینے کے ہار جود کہ نہ کچھ تحریریت کا احساس ہوتا رہ جاتا ہے۔
اس لیے اس کا مطالعہ بھی مستعد، بالواسطہ ادب کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ تاہم اس کو کسی زبان میں اس طرح نہ
اچھل دیا جائے کہ یہ اس کے طبع کو ادب میں غبار ہونے لگے۔

(پروفیسر ایف۔ اے۔ انیس)

1955. BAR-HILLEL, Yehoshua: "Can translation be mechanized : Symbol Logic" 20:192-194.
Critique of Abraham Kaplan.
1955. BIBER, Konrad: "The translator-friend or foe ? "French Review 28: 493-497,
Chiefly a list of errors in the translation of Camus' *The Rebel*."
1955. BODDE, Dr: "On translating Chinese philosophical terms" (in Fang Yu-lan's *History of Chinese Philosophy*) Far East Q. 4:231-234.

1955. FROST, William: "Dryden and the art of translation". New Haven Conn.
 "An attempt to describe the process of translation in terms acceptable to recent critical theory (e.g. "pillar symbols" and "local symbols") Analysis of Dryden's translations based on the theory that "a verse translation is a commentary on the original".
- 1959ء۔ صلاح الدین احمد مولانا، مضمون: "شہر لہی کے چند منظوم تراجم" "اردو دنیا" لاہور: مارچ 1955ء
- ترجمہ اہلئے خود ایک مشکل فن ہے۔ اس میں کامیابی کی جو دو تین شرائط ہیں ان میں سے ایک آپ جانتے ہیں۔ سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ محرم صاحب اردو کی ہوا و دھول زبانوں کے مزاج سے ابھی طرح واقف ہو۔ پس ترجمہ کرنے کو جیسا آپ چاہیں کر لیں، لیکن ایک زبان کے نفاذ کی دہر کی زبان میں اس طرح داخل کرنا کہ قارئین پر تصنیف کا گہنہ ہو بہت کم اہل قلم کو اہل ذاتی ہوا ہے۔
- ردیالہ "اردو دنیا" لاہور: مارچ 1955ء
1955. KENNER, Hugh "Problems of faithfulness and fashion". Poetry 85: 225-231.
 Review of translations by Henry Hart, John Ciardi (Dante's *Inferno*), and A.E. Watts (Ovid's *Metamorphoses*).
1955. LEOPOLD, W.F.: Review of translation of Ernest Cassirer, "The philosophy of symbolic forms, in *Language*" 31 : 73-84
 "every act of translation is an act of interpretation".
1955. LOCKE, W.N: "Speech typewriters and translating machines" PMLA 70: 23-32.
 Theoretical discussion of the problems ; possible ways to a solution.
1955. LOCKE, W.N and BOOTH, A.D: Machine translation of languages, New York.
1955. LOWE PORTER, H.T: "Translating Thomas Mann" Symposium. 9: 260-272.
 Personal experiences which throw light on her handling of Mann's texts.
1955. MOUNIN, Georges: Les belles infideles. Paris.
 First rate defence and illustration of the art of translation of arguments against the possibility of translation: historic, theoretical, linguistic, semantic, etc.
1955. Vaprosy xudozhestvennogo perevoda (Questions of artistic translation). Moscow
 Symposium dealing with realistic traditions of Russian translators, the place of translations in a national literature, attitude to the national peculiarities of the original
1956. ANON: "Translating classical poetry." TLS Nov. Leading article. Review of six items, half of them from Greek. Approval of "modern" style in translation with examples.
1956. AUSTIN R. G: "Some English translations of Virgil." An inaugural lecture, Liverpool.
 Survey, with examples of four centuries of Virgil translation. Praise for Dryden and Gavin Douglas, guarded commendation of C. Day Lewis.

1956. BURKHARD, Arthur: Review of E.H.Zeydel, Goethe the lyrist, in Yearbook of comparative and general literature, Chapel Hill N.C. Recognizing that Zeydel "has here attempted a self defeating risk, Burkhard nevertheless finds much to commend"
1956. CARY, E: La traduction dans le monde moderne, Geneva.
General survey, including machine translation. He thinks, "Il n'existe pas d'ouvrage d'ensemble consacré à la traduction".
1956. WIRL, J". "Erwagungen zum Problem des Übersetzens", Anglo Amerikan (Festschrift)
1956. GOULD, R: "Multiple correspondence in automatic translation"
Progress report no. AF - 44,
Design and operation of digital calculating machinery Harvard Computation Laboratory, Cambridge Mass.
1956. LEISHMAN J.B: Translating Horace. Oxford.
"Business of translation of Horace's stanzas is not to recall their movement to those who already know the original and do not require to have it recalled, but to communicate it to those who can't read the original for themselves". "the syllable patterns of the lines, their sequence of long and short syllables can be reproduced exactly".
1956. MAYMI, Protasie: "General concepts or laws in translation" MLJ 40: .13-21.
Three types : (1) literal, (2) idiomatic, (3) paraphrasical,
"A set of 33 principles of testablished and tested"
Moteux and Ozell considered to have preserved Corvanter' style.
1956. MORGAN, B.Q: "On translating feminine rhymes" On Romanticism and the art of translation, studies in honour of EM. Zeydel. Princeton, J.J. A verbal problem in English.
1956. MORGAN B. Q: "What is translation for ?" Symposium 10:322-328.
Answer : for the enrichment of our literature and life.
1956. ROSENBERG, Justus: "Constant factors in translation" In Zeydel volume
(see under Morgan), "the current school of thought.... maintains that poetic translation is the transmigration of poetic souls from one language into another".
1956. SALTON, G: "A method for using punctuation, patterns in the machine translation of laugnages" Progress report no. AF-43 . Harvard Computation Laboratory. Cambridge,Mass.
1957. WOJTASIEWICZ, Olgierd : Wstep do teorii (Chapters from a translation theory) Prague.
A linguist analyses the essence and role of translation.
1957. KNOX, R. A: On English translation.. The Romanes Lecture, Oxford
"the first quality of a book is that people shall want to go on reading it"

1957. LEVY. J. Ceske theorie prekladu (Czech theories of translation). Prague.
History of Czech translation, art and theory from the Middle Ages ; selected essays with comments and notes on translation problems by Czech writers, translators and critics of XVI-XX centuries; detailed international bibliography.
1957. SAVORY, Theodore H: "The art of translation". London.
The best book on the subject in English now is his principle of reader analysis as affecting the kind of translation desired.
1957. WOJTASIEWICZ, Olgierd : Wstep do teorii tłumaczenia (Introduction to the theory of translation). Wroclaw
A short, elementary book; there is an English summary pp. 121-128.
1958. Cumulative List No. 5 (1952 - 1957) of translations in the fields of meteorology astronomy, geophysics, oceanography and physics: American Meteorological Society.
Translations from German, Russian, French, Spanish, Italian, Japanese, Greek, Hungarian, Dutch, Czech, Swedish, and Bulgarian, Chiefly from Russian and German. These translations are sponsored by the United States Air Force Cambridge Research Centre, Air Research and Development Command under Contract AF 19(604) - 1936 and are made at the request of scientists actively engaged in research at AFCCRS, Geophysics Research Directorate.
1958. JACOBSEN, Eric: Translation ; A traditional craft, Copenhagen.
An historical study of translation as a humanistic discipline, together with a detailed analysis of Marlowe's versions from Ovid.
1958. PASTERNAK, Boris : " Translating Shakespeare" 20th Centr, 164: 213-228.
Brief interpretations of plays which Pasternak has translated.
1958. Tezisy konferencii po masinnomy perevodu (15 - 21 maja g) Papers of the conference on machine translation). Moscow.
A stimulating linguistic discussion of the cardinal problems connected with automatic translation.
1959. The best book on the subject in English (239-p), Bib. p. 271-293.
1959. BROWER, REUBEN ARTHUR: "Translating and Interpreting", Harvard Univ. Press; 1959.
1959. BROWER, REUBEN ARTHUR. "On Translation", Harvard Univ. Press, Cambridge, (270) Bib p.271.
EUGENE A. NIDA: Principles of Translation as Exemplified by Bible Translating.
DUDLEY FITTS: The Poetic Nuance.

RICHMOND LATTIMORE: Practical Notes on Translating Greek Poetry.

ROLFE HUMPHRIES: Latin and English Verse - Some Practical Considerations-

JACKSON MATHEWS: Third Thoughts on Translating Poetry.

JUSTIN O'BRIEN: From French to English.

EDWIN MUIR AND WILLA MUIR: Translating from the German.

VLADIMIR NABOKOV: The Servile Path.

ACHILLES FANG: Some Reflections on the Difficulty of Translation.

RENATO POGGIOLI: The Added Artificer.

WILLARD V. QUINE: Meaning and Translation.

REUBEN A. BROWER: Seven Agamemnons.

DOUGLAS KNIGHT: Translation: The Augustan Mode.

JOHN HOLLANDER: Versions, Interpretations and Performances.

ROMAN JAKOBSON: On Linguistic Aspects of Translation.

ANTHONY G. OETTINGER: Automatic (Transference, Translation, Remittance, Shunting).

BAYARD QUINK MORGAN: A Critical Bibliography of Works on Translation.

1980ء۔ جمیل پالیسی، ڈاکٹر: مضمون: "ترجمے کے مسائل"

"ترجمے کے تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اصل متن کا صرف لفظی ترجمہ کر دیا جائے اور بس (اسے ترجمہ کرنا نہیں کہتے، کبھی پرکھی جاتا کہتے ہیں) دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ معلوم لے کر آزادی کے ساتھ اپنی زبان کے روایتی و مقبول انداز بیان کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ کر دیا جائے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترجمہ اس طور پر کیا جائے کہ اس میں مصنف کے لہجے کی تکلف بھی باقی رہے۔ اپنی زبان کا حراج بھی باقی رہے اور ترجمہ اصل متن کے بالکل مطابق ہو۔ ترجمہ کی یہ شکل سب سے زیادہ مشکل ہے۔ ایسے ترجموں سے زبان و بیان کو ایک لاکھ تو یہ پہنچتا ہے کہ زبان کے ہاتھ بیان کا ایک نیا سانچہ آ جاتا ہے دوسرے، جملوں کی ساخت ایک نئی شکل اختیار کر کے اپنی زبان کے انداز کے سانچوں کو وسیع تر کر دیتی ہے۔"

مطلوبہ: "نیا دور" کراچی شمارہ 15-18

مقدمہ: "ایلیٹ کے مطالعہ" اردو اکیڈمی سندھ۔ کراچی بار اول: مئی 1980ء، نیز مضمون: "تحمید اور تجربہ" مثنوی

بک ڈپ، کراچی، بار اول: 1987ء، ص 121 تا 126

20 ویں صدی عیسوی۔ سرور، آل احمد: مضمون: "تراجم اور اصطلاح سازی کے مسائل"

"ترجمے کے کام کو اب تک تعریف کے مقابلے میں عام طور پر طعنہ سمجھا گیا ہے۔ یہ بہت غلط سمجھا گیا ہے۔ ترجمے کی اہمیت کسی طرح تخلیق سے کم نہیں۔ ترجمے میں تخلیق کو از سر نو پانا ہوتا ہے، اس لئے امریکہ میں ترجمے کے لئے دوبارہ تخلیق (Recreation) کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ترجمے کے ذریعے سے ہم دوسری

زبانوں کے افکار و اقدار سے آشنا ہوتے ہیں۔ ایک فاضل کے الفاظ میں حازم کا کام صرف لسانیاتی نہیں بشریاتی (Anthropological) بھی ہے۔"

مطبوعہ: 'نظر اور نظر' نکتہ جاسوسی، نئی دہلی، 25/11/27

1961. CIARDI, JOHN: "The Art of Failure", From DIALOGUE WITH AN AUDIENCE, Published by J.B. Lippincott Company, U.S.A.

"A Translators' explanation of his method has no choice but to be an apology for failure Frost may have been right when he said that, "Poetry is what disappears in translation," For a translator to dream of success would be overweening what he tries for is no more than the best possible failure."

1961. ARROWSMITH, WILLIAM: "Translating and Interpretings", A symposium edited by University of Texas Press, 1961. (206 p).

1962. H.M.S.O: London 1962. "Translating and Interpreting"

1963ء۔ ابراہیم صدیقی، ڈاکٹر: 'مضمون': 'اردو میں ترجموں کی نوعیت و ملامت' "نگار"، پاکستان، کراچی، جنوری 1963ء

"گورنمنٹ اور ترقی یافتہ دہوں زبانوں میں علمی و فلسفیانہ ابلاغ و افہام میں ترقی کے بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ترجموں ہی کی مدد سے کوئی زبان ایسا میں گردش کی زبانوں کا اثر و نفوذ قبول کرتی ہے۔ سب الفاظ کا اخذ و انتخاب کرتی ہے اور ترجموں ہی کی مدد سے اس میں لحاظ و نکتہ دہن علمی و ادبی مباحث کے افہام کا ذریعہ بننے کی صلاحیت و قوت پیدا ہوتی ہے۔"

روایت: "نگار، پاکستان" کراچی، جنوری 1963ء (انگریزی سے ترجمہ: نیاز فتح پوری)

- 1968 CATFORD, J.C. : "Translating and Interpreting". A linguistic theory of translation O.U.P London, 1969 - (103.p) Bib.

1972ء۔ شاہد جمال: "سویں صدی میں انگریزی لفظوں کے مضمون اردو تراجم۔"

مقالہ برائے ائمہ۔ اے (اردو) گزٹ: سہیلی احمد خاں، غیر مطبوعہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری (اردو پبلکیشن) 1972ء

1974. MUHAMMAD SALIM-UR-RAHMAN: "TRADUTTORE TRADITORE", Literary jotting, Daily Pakistan Times, Lahore.

"A literature which scoffs at the idea of enriching itself with the help of translations or insists that whatever comes from outside, should be made to conform resembles a family getting unhealthier through inbreeding. At the very least the growth of its prose if not of its poetry would be arrested."

20 ویں صدی عیسوی، جیلانی کامران: 'مضمون': 'ترجمے کی ضرورت'، 'مضمون': 'تقدیر کا ناپائیدار سفر'

"ایک ایسے علاقے میں جہاں لوگ ایک لسانی وحدت میں، وہاں ترجمے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا جب تک وہ لسانی

دعوتیں باہم سامنے نہ ہوں اور دونوں کے درمیان رابطہ نہ ہو، تو تھے کا مکمل خارج نہیں ہو سکتا۔“

کتاب: ”تکفید کا چارہاں مسطر“ مکتبہ عالیہ، لاہور، طبع دوم: 1986ء

1978ء۔ میرزا ادیب: ”مضمون:“ کچھ ترے کے بارے میں:

”ترے کو باہم حقیقی ادب میں شامل نہیں کیا جاتا اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اصل حیثیت تو معصی کی تھی کی جاتی ہے۔ ترے کا تھنا تو صرف یہ ہوتا ہے کہ اس فکر کو ایک زبان سے ماخوذ کر کے کسی دوسری زبان میں منتقل کر دیا جائے اور اس طرح یہ کوشش ایک ثانوی درجے سے آگے نہیں جاتی مگر جو لوگ ترے کے منتقل اس نوعیت کی رائے کا اختیار کرتے ہیں وہ اس انداز کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو ایک حقیقی ترے کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے۔ ترجمہ ایک ادب پارے کے مضمون کی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل نہیں ہے۔ بلکہ اس مضمون کے ساتھ ساتھ اس ادب پارے کے معصی کے اپنے زاویہ نگاہ اس کے شخصی رویے اور اس کے جہد میں بھی منتقل ہے۔

ہر ادب پارے کی اپنی بواہں ہوتی ہے۔ یہ تو ہاں اس فضا میں رہی بھی ہوتی ہے جس میں ایک معصی سامنے لیتا ہے۔ یہ تو ہاں ایک خاص خطہ ارض میں بسنے والے لوگوں کی زندگی سے حقیقی اجتماعی دینی سے پہنچی ہے۔ یہ وہی معاشرتی زندگی کے خاص تجربات اور مشاہدات سے مددے کار آتا ہے اور جب ایک مترجم کسی معصی کی تحریر کو ان عناصر کے ساتھ اپنی زبان میں لے آتا ہے تو اس کی یہ کوشش ثانوی درجے سے بلند ہو کر حقیقی ادب کی بلند یوں تک پہنچ جاتی ہے۔

یوں تو زندہ ادب کا کوئی دور بھی ترے سے محروم نہیں ہوتا۔ ہر دور میں ترے کا مکمل جاری و ساری رہتا ہے۔ مگر دنیا کے ہر ترقی یافتہ ادب میں ایک ایسا دور بھی آتا ہے جب دوسری زبانوں کی کتابیں بہ کثرت ترجمہ ہو کر اس کا حصہ بن جاتی ہیں۔ یہ خصوصی طور پر دور تراجم کہلاتا ہے۔

یہ دور بہت اہم ہوتا ہے اور اس کے اثرات دور دور تک پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ سوال یہ کہ یہ دور تراجم آتا کب ہے یعنی وہ کون سے ایسے حالات ہوتے ہیں جن میں ترجمہ خاص حیثیت حاصل کر لیتا ہے اور دنیا کی مختلف زبانوں کی تصانیف ترے کے توسط سے بڑی تیزی سے ایک خاص زبان میں شامل ہو جاتی ہیں۔

ترے کی ضرورت کا احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک دور کے معصی اپنی محنت سے نکل کر عوالم عالم کے دیگر نکراں پر نظر ڈالتے ڈالتے ہیں یا جب وہ محسوس کرتے ہیں کہ اپنے ادب سے دور افکار و تصورات کے ایسے افق بھنگا رہے ہیں جن سے وہ مدافعتی مستعار لے کر اپنے ادب کو بھی چاہنا کہ اور رد و شکار کر سکتے ہیں۔

کسی ادب کا دور تراجم فکری وسعت اور اسالیب بیان کے ذریعہ کا دور ہوتا ہے۔ یہ دور انہوں کے اپنی وسیع کرتا ہے۔ پھر ایسے دنے بیان میں رنگ و رنگی پیدا کرتا ہے اور جس طرف دیکھنا نہ تھا، اس کی طرف دیکھنے کی رحمت دلاتا ہے۔“

مطبوعہ: ”نوائے وقت“ (دوبلی انٹرنیشنل) راولپنڈی، 12 مئی 1978ء

20 ویں صدی عیسوی: اعجاز احمد، ترجمہ: ”جہاں گرد کی دہائی“، ”سویہ“ لاہور

”ہمارے ہاں ترے کی خوبی پر تصور کی جاتی ہے کہ بے ساختہ ہو، یوں گئے جیسے کتاب کیلی بار اور میں ہی نکلی گئی ہے۔“

(رسالہ ”سویہ“ لاہور، نمبر 35)

۱۹۷۸ء۔ انجمن نامی۔ مضمون: "ترجمے کی ضرورت"

"جب تخلیقی عمل سے روئی کا تصور ہو اور اسے نظریات اور جذباتی عواض کی تشکیل و تدوین کی اہلیت کسی قدر سلب ہو چکی ہو تو اس وقت حیالات کی ترویج اور نظریات کی تشکیل غیر ممکن ادب، فلسفہ اور دیگر شعبہ ہائے تحقیقات کے ذریعہ متواتر قراجم کی ضرورت نہ صرف ایک اجتماعی تحفے کی سطح پر اُبھرتی ہے بلکہ ادبی اور علمی سطح پر بھی ناگزیر ہو جاتی ہے۔"

مطبوعات "سموارات" میں۔ سن۔، نئی دہلی لاہور، ہزار اول، ۱۹۷۸ء

۱۹۷۹ء۔ حسن الدین احمد (مقدمہ): "سازِ مغرب اردو آجک میں"۔ (جلد دوم)

"ترجمہ ایک باقاعدہ اور مستقل فن ہے۔ ترجمے کے فن میں مہارت اور قدرت پیدا کرنے کے لئے اور دوسرے بہروں کی طرح شوق اور صلاحیت کے ساتھ تربیت اور ریاض کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترجمہ محنت طلب کام ہے۔ ایک طرف وہ تخلیق کا مطالعہ کرتا ہے اور دوسری طرف اس فن کے اصولوں سے واقفیت بھی لازم ہے۔"

اس فن کو برستے اور اس میں مہارت تیار پیدا کرنے کے لئے کم سے کم دو زبانوں کی سادست اور ان کی ادبیات سے واقفیت ضروری ہے۔ ایک طرف وہ زبان یا زبانیں جن سے ترجمہ کرنا مقصود ہو اور دوسری طرف وہ زبان جس میں ترجمہ کرنا ہو۔ دونوں زبانوں کے حواجز کو بچھنا بھی لازم ہے۔ جس زبان میں ترجمہ کرنا ہو اس سے صرف واقفیت ہی کافی نہیں ہے۔ اس زبان کی لغت، اصطلاحات، محاوروں اور خاص طور پر محاورات و پیرایہ اور از اس ضروری ہے۔"

مقدمہ: "سازِ مغرب اردو آجک میں حصہ دوم: دلا اکیلی خیر آہ، دکن، بھارت ۱۹۷۹ء۔ ص 20

۱۹۸۱ء۔ احمد سجاد، اکر، مضمون: "اردو میں ترجمے کا سرمایہ"، "نئی نسلیں"، علی گڑھ، جولائی، اگست: ۱۹۸۱ء

"بھلے اردو نے بھی اپنے حالات اور مذاق کے اعتبار سے ترجموں پر خاصی توجہ صرف کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم اور جدید اردو ادب کا دامن نت سے لڑا جم سے ملا مال ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ ہندوستان میں بہت ہی قدیم اور چاندان زبانوں کی موجودگی میں اردو ایک جدید اور نو عمر زبان ہونے کے باوجود ہرے ملک میں سب سے آگے اس لئے گئی تھی کہ اس نے تاریخ کے ہر اکتھائی سوز پر ترقی پذیر مراحل اور ادب کے ترجموں کو اپنے دامن میں سب سے زیادہ سینے کی کوشش کی ہے۔"

مطبوعہ: "نئی نسلیں"، نمبر 10، علی گڑھ۔ جولائی، اکتوبر ۱۹۸۱ء

۱۹۸۲ء۔ نغفران البھٹی، سید۔ مضمون: "فن ترجمہ کے اصول و مہاریات"

"ایک اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ترجمہ سے متبادل اور حروف الفاظ کی تلاش کرنا نہیں بلکہ اُن الفاظ کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے جو دوسری زبان کو نہیں جانتے۔"

مطبوعہ: "اردو نامہ"، لاہور مارچ ۱۹۸۲ء (سالنامہ)

۱۹۸۲ء۔ بھلی قدرانی، مطبوعہ: "مشار اردو"، کراچی، دسمبر ۱۹۸۲ء

"اگر بعض انگریزی الفاظ استعمال میں آکر ہماری زبان کا جزا بن چکے ہیں، جیسے ٹیلی فون کے ترجمے کی خاص طور پر کیا ضرورت ہے؟ ان الفاظ کو نکال دینا انتہائی غیر فطری اور قابل اعتراض ہو گا، جیسے ہندی دالوں کی پختہ اردو میں سے فوری اور

مرئی کے آئے ہوئے اور برسوں کے مستعمل الفاظ کو نچن چن کر خارج کر دیا جائے۔“

’میں اسکی دوسرا حصہ“ مطبوعہ ”انوار اردو“ کراچی، دسمبر 1982ء، ص 24

1982ء، سکیل احمد خاں، ڈاکٹر، مضمون: ”ترجمہ: تالیف، شخص اور انداز کرنے کا فن۔“

’’انتقادی ادب کی عظمت کو تسلیم کرنا ضروری ہے مگر یہ کہنے سے انتقادی ادب کی عظمت کی کٹی نہیں ہوتی کہ انتقادی ادب کی بہت سی اعلیٰ شکلوں کے پیچھے ترے یا الفاظ شدہ چیزوں کی چمک بھی موجود ہے۔“

’’ماہنامہ“ کتاب“ لاہور، 1982ء

1983. BROHI, A.K. "Importance and value of translation in Literature". Fourth all Pakistan writers Conference organized by Pakistan Academy of Letters. 1983.

"The art of translation, let me put it as clearly as I can, is not based on mechanical law of causation but on the law of personal sympathy. It is a human transaction;"

’’ماہنامہ کائنات“۔ اکادمی ادبیات پاکستان، 18 اکتوبر 1983ء

1983ء، جامعہ ملی، جاس، مولانا:

’’میں ترجمہ کو تخلیق سمجھتا ہوں۔ کبھی پر کبھی بدلنے کو ترجمہ نہیں سمجھتا۔ میں نے مولانا ظفر علی خاں کے پاس ملیان کی ڈسٹریکشن دیکھی تو ان سے لے لی۔ میں مترجمانہ انداز میں کام نہیں کرتا تھا اور صرف انہی انسانوں کے ترے کرتا تھا جو میرے دل سے بات اٹھاتی تھی اور جو اپنے دل کی داستانیں عموماً ہوتی تھیں۔“

’’شہزاد مرزا جامعہ کتب“ 29 جولائی 1983ء۔ لاہور، لاہور

1983ء، عبداللہ جمال دہلوی، مضمون: ’’ادبی تراجم کی افادیت۔“

’’ادبی تراجم کی ہدایت قلب و فکر کی کشادگی و وسعت کا سامان ہوتا ہے اور اعلیٰ نصب العین پر یقین بھی تازہ ہوتا ہے۔“

’’ماہنامہ کائنات“۔ اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد۔ 18 اکتوبر 1983ء

1983ء، آگرو، نظام ربانی، مضمون: ’’ادب میں ترے کی افادیت۔“ ’’صرف زبان و ادب کی ترقی میں تراجم کا حصہ ہوتا ہے،

بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر دوسری انسانی برادریوں کے ساتھ مفاہمت، اطمینان و تفہیم، یکجہت اور اتحاد کے امکانات چھ جاتے ہیں۔“

’’ماہنامہ کائنات“۔ اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد۔ 18 اکتوبر 1983ء

1983ء۔ دانشور کلاچھی۔ ’’ادب میں تراجم کی افادیت۔“ (مقالہ برائے پی ایچ ڈی)

’’ترے کا اصل ایک علمی و ادبی دیکر کو دوسرے دیکر میں دکھانا ہے اور وہ بھی اس احتیاط و غور سے کہ اس کا ذیل و ذیل، عقل و شہادت، تازہ و انداز اور جزئیات و خیالات پر سے طود پر عقل ہو جائیں۔“

’’ماہنامہ کائنات“۔ اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد۔ 18 اکتوبر 1983ء

1984ء۔ جامعہ پبلک، سرگودھا۔ ’’ادب ادب میں انگریزی سے ترقی تراجم۔“ مقالہ برائے پی ایچ ڈی

’’باب اول: ترے کا فن اور اس کی اہمیت (ترے کا فن، ترے کا جواز، ترے کی مشکلات، فن ترجمہ کے اصول و

مبادیات، آخر ترجمہ ہی کیوں؟ ترجمہ کی اقسام، ترجمہ کن کرے؟ ادبیات نظم میں ترجمے کی روایت۔

باب دوم: اندرون میں ترجمے کی قدیم روایت۔

باب سوم: عزی تراجم: 1857ء تا 1917ء۔

باب چہارم: عزی تراجم کا دور جدید: 1917ء۔

باب پنجم: عزی تراجم کا دور جدید: 1917ء سے تا حال۔

باب ششم: انگریزی سے عزی تراجم کا مجموعی جائزہ۔

ضمیمہ: انگریزی 1127م تراجم کا تجزیہ اور جاسوسی ادب۔

کتابیات: (1) 48 قلم سچ سے 1983ء تک۔

(پ) حشری کتب و رسائل

مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی (اردو) پنجاب یونیورسٹی لاہور میں اردو نیشن (غیر مطبوعہ) 1984ء

1984ء۔ بدیع الزماں خاں، مضمون: ”کیونکہ اپنے تراجم کے بارے میں: ”تجلی“ (محمد آباد) فردوسی، مارچ 1984ء

”انتخاب کے بعد میرے سامنے ترجمے کا مرحلہ آتا ہے جو میرے لئے تخلیق سے زیادہ محنت اور جان کا ہوتا ہے۔ میں بھی ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کا کام سمجھتا ہوں اور خواہ ہوا کرتا ہے، اہل فکر اس سے بخوبی آگاہ ہیں۔ مضمون ترجمے کا کام تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر مجھے ایک طرف ترجمے کے لئے منتخب کی ہوئی نکتوں کی جانچی اور خارجی خوبیوں اور ان نکتوں کے اعتبار کے سانچوں کو طویل دیکھنا پڑتا ہے تو دوسری جانب اردو کے اپنے مخصوص مزاج کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ میرے مضمون تراجم کو اصل مراغی نکتوں کے پیش نظر پڑھ جانے تو اندازہ ہو گا کہ میں نے اکثر مراغی نکتوں کے شعری سانچوں کو ترجمے میں بھی برقرار رکھنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ ترجمے کی تخلیق کے بعد اس کی صحت کی جانچ نہ چال بھی ہے جو ضروری ہے۔“

مطبوعہ ”تجلی“ (محمد آباد) (بھارت) فردوسی۔ مارچ 1984ء

1985ء۔ عطش دہانی۔ مضمون: ”فن ترجمہ اصول و پادری“، ”اعجاز اردو“ جنوری 1985ء

”جہاں تک ترجمے کی تعریف کا تعلق ہے، اسے ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ ترجمہ کسی زبان پر کئے گئے ایسے عمل کا نام ہے جس میں کسی اور زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل متن پیش کیا جائے۔ اس تعریف میں معانی، مفہوم، مطلب، انداز بیان اور اعتبار بیان، اسلوب اور انداز کے تمام پہلو آ جاتے ہیں۔ چونکہ بنیادی طور پر یہ فن زبان سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کے نظری پہلو کو ہم ترجمے کا سا پائے نظریہ قرار دے سکتے ہیں۔“

مطبوعہ ”اعجاز اردو“ اسلام آباد۔ جنوری 1985ء، ص 354۔

1985ء حقی، شان الحق، مضمون: ”گوچے ترجمے کے بارے میں“

”ترجمہ بلو، ایشی، ناقص، بھڑا، بے لطف وہاں ہوتا ہے جہاں ترجمے کی زبان اصلی زبان سے اعتبار کی صلاحیت میں کمی ہوتی ہو۔“

مطبوعہ ”اعجاز اردو“ اسلام آباد۔ اپریل 1985ء

1985ء۔ ثار احمد قریشی "ترجمہ: روایت اور فنِ ترجمہ" مطبوعہ: ستمبر 1985ء۔

مطبوعہ مضامین کا انتخاب، مع مقدمہ۔ ص: 16 تا 1، نگرانی: محمد شریف کھانی۔ مطبوعات:

(الف) ترجمے کی ضرورت و اہمیت (3 مضامین: از جیلانی کامران و انیس ناگی)

(ب) ترجمے کے اصول (4 مضامین: از حاجی احمد قری، سید باقر حسین، ڈاکٹر سہیل احمد خاں و سید عمران الحقانی)

(ج) مسائل و مشکلات (4 مضامین: اور ایک خاکہ از ڈاکٹر طاہر انصاری، سید باقی قریشی آبادی، مولانا عبدالجبار ساک، ممتاز

حسین، محمد حسن عسکری، ڈاکٹر جمیل چاکنی و آلہ محمد سرور)

مطبوعہ: مکتبہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع: اکتوبر 1985ء، ص: 183۔

1985ء۔ سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر۔ مضمون: "ادبیاتی ادب کے تراجم: مسائل اور مشکلات"

"ترجموں کے مسئلے میں خواہ ترجمہ تخلیقی ادب کا ہو یا علوم کا، سب سے اہم مسئلہ وہ قافی رویہ ہے جو ترجموں کو قافی اختراع کے مقابلے میں ثانوی حیثیت دیتا ہے۔

اقوام کے درمیان لین دین اور افہام و تفہیم محض معاشی و سیاسی سطح پر نہیں ہوتی، فکری اور تہذیبی سطح پر بھی ہوتی ہے۔ اس سطح پر دیکھا جائے تو ترجموں کی اہمیت و وقعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔"

ترجمے کے مسائل پر سید سلیم احمد مکتبہ قومی زبان، اسلام آباد، راولپنڈی، دسمبر 1985ء

1985ء، مظفر علی سید۔ مضمون: "فنِ ترجمہ کے اصولی مباحث۔"

"ترجمے کا قصور اصل تعریف سے تقریباً وہی ہے جو شہابِ ثاقب کا غلام و کاتب سے ہوتا ہے۔ یہ بھی اکثر اوقات ایک نہ ایک سہارے سے جدا ہو کر تاریخ کے کسی نہ کسی رنگستان میں گم ہو جاتا ہے یا بھرا پٹی اصل کے دائرہ کششِ فعل میں گردش کرتے کرتے خود بھی ایک گھمٹا ہوا سیارہ بن جاتا ہے، جیسا کہ فنِ ترجمہ کی تاریخ میں کی بار بار چکا ہے۔ مگر جس طرح ایک ہی سہارے سے مختلف دھوکوں میں ایک سے زیادہ شہابِ ثاقب نمودار ہو سکتے ہیں، اسی طرح مختلف ادوار میں ایک ہی کھائیک کا ناسے سے بار بار نئے ترجمے نمودار ہوتے ہیں۔ بلکہ کھائیک تو کہتے ہی اس کا ناسے کو ہیں، جس کے ترجمے کی بار بار ضرورت پڑے اور جیسے کوئی بھی شہابِ ثاقب حتیٰ اور آطری نہیں ہوتا، اسی طرح کسی بھی ترجمے کو حرفِ آخر نہیں کہا جاسکتا ان ترجموں کو بھی نہیں، جن کو اپنے زمانے میں تخلیق تک سے بھڑکا گیا ہو۔"

ترجمے کے مسائل پر سید سلیم احمد مکتبہ قومی زبان، اسلام آباد، راولپنڈی، دسمبر 1985ء

1985ء، شان الحق قحقی۔ مضمون: "ادبی تراجم کے مسائل۔"

"ترجمے کی غایت مضامین ہو جائے کے بعد اگر مضمون یا افادہ ترجمہ حضور ہو تو وہ دو طرح کا ہو سکتا ہے۔ ایک کم و بیش عقلی، دوسرا ادب، جس میں محاورہ بدل جائے۔ نیز ہر ترجمے میں اصل محاورے کی ترجمانی بھی اپنی جگہ ایک افادہ پہلو رکھتی ہے، خصوصاً ان اہل علم کے لئے جو عقلی مساویات سے دلچسپی رکھتے ہوں جن میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ عبارت کو تمام تر اپنے محاورے میں داخل کیا جائے۔ کون سا طریقہ موزوں ہو گا، یہ کتاب کی اہمیت پر منحصر ہے۔"

ترجمے کے مسائل پر سید سلیم احمد مکتبہ قومی زبان، اسلام آباد، راولپنڈی، دسمبر 1985ء

1985ء۔ بلال احمد زہری۔ مضمون: "سہیلی علوم کا ترجمہ اور مسائل۔"

"ترجمے کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو سلیس، رواں اور آزاد ہوتا ہے، دوسرا وہ جسے تفصیلی ترجمہ کہتے ہیں۔ لوگ عام طور پر پہلی قسم کو پسند کرتے ہیں اور دوسری قسم کو نفی کی کہ کچھ نہ کی کا اظہار کرتے ہیں۔ داستانوں، افسانوں، کہانیوں، مزاحیہ خاکوں اور ایسی پہلی نگارشات کے ترجمے کے لئے تو پہلی قسم بہت سوزوں ہوتی ہے مگر علوم و فنون کے ترجمہ میں دوسری قسم کو اختیار کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ یہاں تو اصل کے ہر لفظ کے معنی اور اس کی اہمیت ترجمہ میں حتی الامکان پوری طرح منکشف ہونی چاہیے۔ ورنہ مصنف نے دلائل و شواہد پیش کر کے جو حقائق اخذ کیے ہیں اور ان کے اظہار و بیان کا جو پیرایہ اختیار کیا ہے، ترجمہ ان کا آئینہ دار نہیں ہوگا۔ علمی کتابوں کا ترجمہ کرنے والے مترجم پر بڑی سنگین ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ اپنے گھر کو اصل مصنف کے فکری کلب میں داخل کر رہی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اس پر زور دیا جاتا ہے کہ علوم کا ترجمہ ہر صورت میں تفصیلی ہونا چاہیے۔"

ترجمے کے مسائل پر سید مہذب یا اتمام حشک، قری زبان، اسلام آباد، راولپنڈی۔ دسمبر 1985ء

1986ء۔ حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، مضمون: "محدود زبان میں ادبی تراجم کا جائزہ" "تجزا" مئی 1986ء

"اردو میں مغربی زبانوں سے تراجم کا جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان و ادب کی وسعت اور گہرائی و گیرائی میں اخذ و ترجمے کا خاصا اہم کردار رہا ہے مثلاً یہ کہ ادبی تراجم نے نئے اسالیب بیان کو جنم دیا، نئے طرز احساس کو ابھارا، پیرائے بیان میں صلاحیت، حرکت اور استحکام پیدا کیا اور پیرائے اظہار کے نئے نئے سانچے فراہم کیے۔ نیز یہ کہ نئی اصناف سے آشنائی نہیں کیا بلکہ ان اصناف کو نئی وکار بھی بخشا۔"

مطبوعہ "تجزا" (مئی 1986ء) جبر 1986ء فروری 1986ء

1986ء۔ نظیر صدیقی۔ مضمون: "محدود میں حالی ادب کے ترجمے" "شاعری" مضمون: "اردو میں حالی ادب کے تراجم"۔

اسلام آباد: علامہ اقبال ادبی بورڈ، جولائی 1986ء

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک زبان کی شاعری کا ترجمہ دوسری زبان کی مٹر میں کیا جائے تو شعری تاثیر یعنی Poetic Effect نسبتاً زیادہ منتقل ہو سکتی ہے۔ ورنہ وہ نصف، تانے اور وزن کے اختتام میں ایک زبان کی شاعری کا جتنا حصہ دوسری زبان میں منتقل ہو سکتا ہے، اتنا بھی نہ ہوگا۔"

"محدود میں حالی ادب کے تراجم" مطبوعہ جولائی 1986ء، ص: 12

1986ء۔ حامد بیگ، ڈاکٹر مرزا، مضمون: "ترجمے کا فن اور اس کا جواز" "تجزا" مئی 1986ء

"مترجم کا کام دراصل نیاز و نیاز کا استخراج ہے۔ اس کی دو صفات انتہائی قابلِ تحسین ہیں یعنی ایک تو وہ مصنف کا دل سے احترام کرتا ہے اور دوسرا بطور مترجم وہ انتہائی دلچسپ و دلچسپ داری کا مظاہرہ کرتا ہے۔۔۔ جس کی عمل آزادی اور دیانت دارانہ پابندی کا یہ مقام اتصال (ترجمہ) اسے دوسرے کی مصنوعات اپنے ٹریڈ مارک کے ساتھ پیچھے سے باز رکھتا ہے حالانکہ ترجمہ کرتے وقت وہ فن پارے کو اس طرح اُجالا ہے کہ کم از کم بڑی طور پر وہ اس کا خالق ضرور کہلا سکتا ہے لیکن یہ مترجم کی بڑائی ہے کہ وہ ایک عمدہ کارگری طرح کام کرتا ہے۔ دل اور روح کی صفائی کے ساتھ۔ لیکن اپنا نام سامنے نہیں لاتا اور ترجمے کی حرمت کی مسلسل پاسپاتی کرتا ہے۔"

2008ء سالک رسول: مضمون "شیخ الاسلام ابن کثیر کی غلطی"، "پیارا شو"، راولپنڈی، مئی جون 2008ء

"مترجم کی زبان وہ ہوتی ہے جس میں وہ ترجمہ کر رہا ہے۔ میں نے "عام قاعدہ" اس لئے کہا کہ اس میں بعض مستثنیات ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر عربی کے مترجم ہیں تو ان کے ہاں عربی کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے۔ لیکن عام طور پر عموماً ترجمہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ آدمی مل کر کام کرے۔ دونوں کو اردو اور انگریزی دونوں پر خاصہ عبور ہونا چاہیے اور ایک کی مادری زبان اردو ہوتی ہے اور دوسرے کی انگریزی۔ بہت کم ہندوستانی مترجموں کو اس بات کا احساس ہے اور ان کے ترجمے عام طور پر انگریزی داں دنیا میں لٹنی برطانیہ، امریکہ وغیرہ میں قابل قبول نہیں ہوتے۔ اس کا مطلب یہ ہو کر نہیں ہے کہ میں ایسے ترجموں کو حقیر سمجھتا ہوں۔ ایسے ترجمے ہندوستان اور پاکستان میں پسند کیے جا سکتے ہیں کیونکہ ان ترجموں کی انگریزی اور ان کے قاریوں کی انگریزی یکساں ہے۔ لیکن ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ترجمے انگریزی داں لوگوں میں نہیں چل سکتے۔ ان میں کچھ ایسی خامیاں ہوتی ہیں جن کا ذکر میں کرنا چاہتا ہوں۔

جن ترجموں کو میں نے دیکھا وہ عام طور پر غریلوں کے ترجمے ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں لیکن مترجموں کا عام خیال معلوم ہوتا ہے کہ ہر شعر کے ترجمے میں قافیہ ہونا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ قافیے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ گنگا ہے کہ ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں قافیہ اور ردیف دی ہے جو مطلع میں ہے۔ لیکن مطلع کو بھڑکے کسی شعر کے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ نہیں ہوتے اور عام طور پر جب لوگ کسی شعر کو نقل کرتے ہیں تو وہ شعر مطلع نہیں ہوتا۔ یہ قافیے کی تلاش عجیب و غریب نتیجے پیدا کرتی ہے۔ اول تو یہ کہ قافیے کی خاطر مترجم عام طور پر اپنے ترجمے میں کچھ الفاظ بڑھا دیتے ہیں جو اصل شعر میں نہیں ملتے۔ مثال کے طور پر دیکھو کہ ترجمہ دیکھیے۔ غالب کا شعر ہے:

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
کالیاں کھا کے بے حذر نہ ہوا

اگر میری یادداشت دھوکہ نہیں دے رہی تو دیکھو دیکھو کہ اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

How sweet your lips must be
I wish that I could taste that snack
My rival when you cursed him out
His tongue I saw him smack

دوسری اور چوتھی لائیں صرف قافیے کی خاطر بڑھائی گئی ہیں۔ ان کا مترادف اردو میں نہیں ہے اور چوتھی لائن میں اصل اردو مطلب بڑے مہلتے کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہی ترجمہ ایک آدھ دوسری خالی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ مترجم کو بالکل حق نہیں بچھٹا کہ وہ اپنے ترجمے میں ایسی بات لکھے جو اصل اردو میں موجود نہیں ہے۔ اگر آپ سمجھیں کہ شعر کی ضرورت ہے تو آپ اس پر نوٹ لکھیے۔ ترجمے میں شعر کی کھال نہیں ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس شعر کی انگریزی، انگریزی محاورے کے خلاف ہے۔ "smack" کا لفظ یہاں بالکل موزوں نہیں۔ اور انگریزی محاورے میں "smack the tongue" نہیں "smack the lips" کہتے ہیں۔

دوسری بڑی عام غالی یہ ہوتی ہے کہ محرم سمجھتے ہیں کہ ترجمے میں "poetic diction" یعنی "شاعرانہ اسلوب" ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر اگر آپ کہیں کہ "You have" تو یہ شاعرانہ ترجمہ نہیں ہوگا۔ اس کے بجائے "You has" لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شعر کا اثر عام طور پر اس کے معلوم سے پیدا ہوتا ہے اس کے الفاظ سے نہیں۔ اور "You have" لکھنے سے اس کے اثر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

تیسری بڑی غالی یہ ہوتی ہے کہ محرموں کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ترجمے میں محج "ترجمہ" (معلوم نہیں اردو میں اس کا کیا ترجمہ ہوگا) کا التزام ضروری ہے۔ یہ لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زبان کا اسلوب اس پر منحصر ہوتا ہے کہ آپ کسی شخص سے گفتگو کر رہے ہیں۔ جو زبان دو بے تکلف دوست اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں وہ اس سے مختلف ہوتی ہے جو کوئی شخص کسی بیگم میں تقریر کرتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ یعنی ان دونوں زبانوں کے "ترجمہ" مختلف ہوں گے۔ اکثر محرموں میں "ترجمہ" کا صحیح احساس نہیں پایا جاتا۔ سنہ 1987ء میں مجھے امر علی کا ایک مسودہ بھیجا گیا جس میں انہوں نے اردو شاعری کا انتخاب اور انگریزی ترجمہ کیا تھا۔ اس میں دو ترجمے یہ ہیں:

The goods that you have loaded will divided be.

No daughter, son or even wife will care for thee

اور

How long will you mourn the brows arched gracefully?

Is not the head hung low a burden to thee?

لیکن پہلی دہائی میں "You" لکھنا اور دوسری میں اس کے لئے "thee" لکھنا بڑا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ کوئی انگریزی ایسا ترجمہ قبول کری نہیں سکتا۔ یہ دونوں سونے اس بات کی مثال بھی پیش کرتے ہیں کہ ساری گزبہ کالجے کی تلاش نے پیدا کی ہے۔ دونوں میں "thee" صرف کالجے کی خاطر لایا گیا ہے۔

یہی غالی قرۃ العین حیدر کے ترجموں میں بہت نمایاں ہے۔ انہوں نے صہبن شاہ کے ہاں "سخت" کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے انگریزی الفاظ کیے ہیں جو بالکل ضرور ہیں مگر ایسے موقعوں پر استعمال کئے گئے ہیں جہاں وہ بالکل موزوں نہیں۔ ایک سونہ ہی کافی ہوگا کسی نے ایک صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کافی رقم ان لوگوں کو دی ہے؟ تو اس کے جواب میں ان صاحب نے کہا: "They will get it tonight, with knots on" "Knobs on" نہ نہ کر فنی آئی۔ میں سوچتا ہوں کہ قرۃ العین حیدر، دل میں کہتی ہوں گی کہ "دیکھیے مجھے کتنی بالکل اور انگریزی آتی ہے۔" لیکن وہ یہ نہیں محسوس کرتیں کہ اس سونے پر اس محاورے کی کھابلی بالکل نہیں۔ اس سونے کے لئے یہ بالکل موزوں نہیں۔

(مسعود - "چہارنو" ماہ پانڈی، مئی، 2008ء)

کتابیات

کتب:

آزاد، ابو الکلام: "غبار خاطر" مکتبہ بھیرئ لاہور: طبع چہارم: 1966ء

آفتاب حسین، میر: "اردو ادبیہ تعلیم اور اصطلاحات" شہید عتیف و تالیف وتر برکراچی بے خود ملی طبع اول: 1965ء

ابن خلدون، علامہ: "المحرر سے" ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع اول: 1968ء

ابن خلیفہ "دنیا کا قدیم ترین ادب" کاروان ادب، بنگال چھاپائی: طبع اول: 1983ء

احمد عہد اللہ السعدی "مکتبہ حیدر آباد" ایک علمی ادبی اور ثقافتی تذکرہ، بھارہ یار جنگ اکادمی: کراچی طبع اول: نومبر 1967ء

اشرگر، ڈاکٹر: "غریب سے کتب" بارہ شاعری کتب خانوں کے قواعد (جلد اول) طبع اول نکلتے 1854ء

احمد صابری، مولانا: "مہد علیہ میں فرنگیوں کا حال" صدیقی فرسٹ فکشر روڈ، کراچی نمبر 6، طبع اول: 1981ء

الحاق حسین حالی: "حیات چادری" لاہور اکادمی حباب، لاہور: 1957ء

الف لکڑائٹ "صدیقہ میاں کے" مکتبہ دین و دنیا، اردو بازار، لاہور طبع اول: 1959ء

اقتیاد علی تاج: "پیکس ترقی ادب" لاہور: "تعارف و خدمات" طبع چاہ: لاہور طبع اول: 1967ء

اوکونر، ولیم دین "Ezra pound" بے خود ملی آف ملی سوت پریس۔ امریکا: طبع اول: 1963ء

پٹن، راجہ: "Sufis of Bijapur" امریکا

اینا بھری مصل، ڈاکٹر: "The Influence of Sufism on Indo Muslim Poetry"

Pennsylvania State University Press U.S.A طبع اول: 1971ء

برکت اللہ، پادری: "مصحح کتب مقدسہ، چاہاب ریکس سوسائٹی، لاہور طبع اول: س۔ن

برکت اللہ، پادری: "تاریخ کھسائے ہندوستان" ایڈا طبع اول: 1962ء

جائی پرشاد: "مصر جدید" اعظم اعظم پریس، طبع اول: 1934ء

جلیل جانی، ڈاکٹر: "تاریخ ادب اردو" (جلد اول)، پیکس ترقی ادب، لاہور طبع اول: 1975ء

شیر، بی۔ ایچ: "A History of India" میکملان ایڈ کینی جٹ مارٹر سٹریٹ لندن: طبع اول: 1944ء

حمید الدین شاہد، فرہاد: "اردو میں سائنسی ادب" قدیم ترین کارنامے ادبیات اردو حیدر آباد دکن طبع اول: 1957ء

سیو حسن: "نویڈ گز" مکتبہ اقبال مہاراجہ پادری روڈ، کراچی طبع اول: 1981ء

سمتھ، چارچ: "The life of William cary" ٹیلٹ مشن برٹن، برطانیہ

محمد رضا ادیب: "بہترین ادیب" کتب اردو، لاہور، طبع اڈال: 1985ء

غلام احمد دہلوی، مولانا: "ترجمہ قرآن مجید" تاج کتب خانہ لاہور، پاکستان، طبع دوم: سن

نور الحسن نقوی، ڈاکٹر: "سر سید اور ہندوستانی مسلمان"، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، طبع اڈال: 1979ء

ہجاز احمد خان جوش: "تاریخ دوکتل کھٹڑ دوکتل کھٹڑ لٹریچر سوسائٹی پریس، طبع اڈال: 1986ء

وصیہ الدین سلیم: "مختص اصطلاحات" انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد دکن، طبع اڈال: 1921ء

وصیہ قریشی، ڈاکٹر: "اردو کا بہترین لکھائی ادیب" میری، لاہور، طبع اڈال: 1954ء

دقاہ عظیم: "نیا افسانہ" اردو آئینہ کی سندھ، کراچی، 1967ء

دلی، آدھر، "More translations from chinese" چارچ الٹن ایڈوانس لٹریچر

ڈاکٹر، چارچ "The story of Serampor and its College" میرام پرنٹنگ پریس۔ طبع اڈال: 1927ء

سنگھ، "The snows of Kilimanjaro" پبلیکیشن مازان کلاسک، 1965ء۔

مضامین (تجربے) / مراسلات

ابو سلمان شاہ کھانچوی، ڈاکٹر: "سر سید کے علمی، ادبی اور فطنی اورادے" مطبوعہ "مظہم و آگہی" (خصوصی شمارہ)

محمد رفیع بخش کالج، کراچی 74-1973ء

انجاز احمد: "جہاں گرد کی دانش" (تجربہ) مطبوعہ: "سورہ" لاہور شمارہ 35

اقبال علی تاج: "محمد رفیع کالج ڈریسنگ کلب" مطبوعہ "مجید" لاہور (2 تاج نمبر) 1972ء

انور سعید، ڈاکٹر: "سر سید کی تحریک اور ادب" مطبوعہ: "بہارِ انسانی" کائنات (بھارت) اپریل 1980ء

بادشاہ حسین، ڈاکٹر: "خود نوشتہ" مطبوعہ: "الکھڑ" کراچی جون 1975ء

بریدی، اے۔ کے: "Importance and value of translations" (غیر مطبوعہ)

سلامت کاغذ نویس، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد اجلاس 6 اکتوبر 1983ء

طیلس قدوسی: "اسکالر و بھٹ" (مراسلہ) مطبوعہ: "انبار اردو" کراچی دسمبر 1982ء

انگلسن، دوہان: "On Linguistic aspects of trans" عنوان: "On Translation" سرچہ: "دوہان اے۔ کے۔ برادر"

بادشاہ محمد قدوسی پریس، کیمبرج امریکا 1958ء

چیلانی کامران، ترجمے کی ضرورت: "مضامین کا نیا ایڈیشن مطبوعہ: لاہور

حمید حسن خان: "علمی زبان کی حیثیت سے اردو اور انگریزی کا مقابلہ" مطبوعہ: "نیل و نواز" لاہور 17 جنوری 1960ء

رضی الدین صدیقی، ڈاکٹر: "ادب و لٹریچر: حمید آباد دکن" مطبوعہ: "انبار اردو" اسلام آباد مارچ 1985ء

روسی، ڈی۔ ایچ: "Some reflections on the difficulty of translation" سرچہ: "دوہان اے۔ کے۔ برادر"

بادشاہ محمد قدوسی پریس، کیمبرج امریکا 1959ء

سلیم داہد سلیم: "اقبال کی فارسی شاعری اور اہل ایران" مطبوعہ: "سورہ" لاہور شمارہ 5-7

سمیل احمد خان، ڈاکٹر، 'ترجمہ، تالیف، تخلص اور اخذ کرنے کا فن' مطبوعہ 'کتاب لاہور' جلدی 1982ء

سید احمد خان، سر، 'انتقاضین ان الاطراف' مطبوعہ اورنگ نعل کالج ٹنکو، لاہور، جنوری 1896ء

سید محمد رفیع 'آپس کی باتیں' (مواصل) مطبوعہ 'ادبی دنیا' لاہور شمارہ 5 دورہ پنجم ص 244

صلاح الدین احمد مولانا، 'چند نئے نفاذ حیدر کے ساتھ مطبوعہ' پچھڑی (بھارت) خصوصی شمارہ پندرہ نمبر

غیر انگریز اور تراجم کا جائزہ (غیر مطبوعہ) مقالہ برائے ایم۔ اے (اور) کراچی یونیورسٹی دہشت سال 55-1954ء

ظ۔ انصاری، ڈاکٹر، ترجمے کے بنیادی اصولی مطبوعہ 'لوہ لطیف' لاہور اگست 1953ء

عالم شاہ خان، ڈاکٹر، 'گمراہ کی کوکھ' (افسانہ) مطبوعہ 'سارچہ' (بھارت) جلدی 1977ء

عبد السلام غورخیز، ڈاکٹر، 'اور مولانا' مطبوعہ، نقوش، لاہور خصوصی شمارہ (لاہور نمبر)

مفتی رحمانی، ڈاکٹر، 'مترجم الہ شرقی' مکتب مطبوعہ، 'انبار اردو' اسلام آباد جولائی 1975ء

علی عباس جلالپوری، 'علم کلام کا آغاز اور ارتقاء' مطبوعہ مولیٰ دنیا لاہور، شمارہ نمبر 4 دورہ پنجم

لیک، 'انگریز: Some reflections on the difficulty of trans' مشمولہ 'On Translation' مرتبہ: مدین

اے۔ برادر پور، یونیورسٹی پریس، بمبئی 1959ء

کعب علی قاضی رام پوری، 'تاریخ لبنان' (تہذیب) مطبوعہ 'مکتبہ لاہور' جولائی 1983ء

کوئی چند رنگ، ڈاکٹر، (1) اصطلاحات ساری، مطبوعہ 'قالب' کراچی: جنوری مارچ 1976ء (2) 'ہندوستان زبانیں' مکتبہ انوری، اپریل 1975ء

مجید بیرون، 'جاسوس' مطبوعہ اردو کراچی خصوصی شمارہ 'افسانہ' جولائی یا دسمبر 1979ء

محمد اصحاب قادری، ڈاکٹر، 'انجیلی ہندی لٹریچر سوسائٹیاں' مطبوعہ 'علم و آگہی' گورنمنٹ پبلیش کالج، کراچی خصوصی شمارہ 74-1973ء

محمد باقر، ڈاکٹر، 'مرحوم انیس بنیاب' مطبوعہ 'اورنگ نعل کالج ٹنکو' لاہور

محمد حسن مسکری، 'کچھ ترجمے کے بارے میں' مطبوعہ 'ماہ نو' لاہور (مسکری نمبر) مارچ 1978ء

محمد حسن مسکری، 'مگر ترجمے سے فائدہ اٹھانے کا حال ہے' مطبوعہ 'ماہ نو' کراچی: فروری 1984ء

محمد صادق، ڈاکٹر، 'نثر پر احمد ایک جائزہ' مطبوعہ 'ماہ نو' کراچی: اپریل 1951ء

محمد عارف مہمان قریشی، 'نوریت و علم کالج ایک نثری مسئلہ' مطبوعہ 'ماہ نو' کراچی اکتوبر 1964ء

محمد ہاشمی، 'ایک خطرناک میلانا' مطبوعہ 'اوراق لاہور' شمارہ 4-1988ء

مفتی علی سید، 'علمی ترجمہ کے اصولی مسائل'، مشمولہ: 'روزانہ سچا'، اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل، مطبوعہ، مکتبہ مدنی

زبان و اسلام آباد، طبع ازل 1986ء۔

ممتاز حسین، 'اردو میں سائنسی ترجمے کے ارتقاء' مشمولہ: 'ذکر اردو'، مطبوعہ تعلیم الاسلام کالج، ربیعہ 1954ء

مجموعہ ترجمہ، 'Third thought on translating poetry' مشمولہ 'On translation' مرتبہ: مدین اے۔ برادر

پور، یونیورسٹی پریس، بمبئی 1959ء

پیر، ایچ، 'Principles of trans As exemplified by Bible' مشمولہ 'On Translation' مرتبہ: مدین اے۔ برادر

- آواز گار (ماہنامہ) بھارت: جولائی 1985ء
 آروڑ (ماہنامہ) وطن۔ بھارت: جنوری 1924ء
 انجمن (ماہنامہ) قادیان۔ بھارت: شمارہ 20، مئی 1918ء
 بھارت (روزنامہ) کراچی۔ پاکستان: سورہہ 15 نومبر 1984ء
 صحیفہ (ماہنامہ) لاہور۔ پاکستان: شمارہ 22 مئی 71
 صحافیہ (ماہنامہ) جامعہ عالیہ حیدرآباد دکن۔ بھارت: (خصوصی شمارہ)
 کتاب (ماہنامہ) لاہور۔ پاکستان: فروری 1967ء
 بلوڑ (ماہنامہ) کراچی۔ پاکستان: مارچ 1952ء
 انقلاب لاہور۔ پاکستان: خصوصی شمارہ (آپ جی نمبر) شمارہ: 572
 نگار (ماہنامہ) وطن۔ بھارت: اکتوبر 1979ء
 نوائے ادب: بمبئی۔ بھارت: جنوری 1958ء
 نیرنگ خیال (ماہنامہ) لاہور۔ پاکستان: اپریل 1939ء مئی 52
 نوائے لاہور۔ پاکستان: مارچ 1940ء مئی 182
 Quarterly review، لندن۔ برطانیہ: شمارہ 2

فہرست مآخذ: بابت توضیحی کتابیات

الف۔ کتب و تھارس کتب:

حوالہ نمبر:

- 1۔ "فہرست مرتب: نجاد مرزا بیگ دہلوی، حیدرآباد دکن: نظام پریس، طبع الاول: 1923ء۔
- 2۔ "فہرست" مشمول: اردو ادب میں انگریزی سے شری تراجم، از مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر، مقالہ برائے بی ایچ ڈی، اردو نکلشن، پنجاب یونیورسٹی لاہور، لاہور، 1984ء۔
- 3۔ "پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے"، مرتب: ایب صاحب، معتقد، قوی زبان، اسلام آباد، طبع الاول: 1985ء۔
- 4۔ "فہرست کتب صدیقی بیگ ڈیپ"۔ کھنڈ، مرتب: فیض شاہ پوری، مطبوعہ: پانچ نظر پریس، نیا گاؤں، کھنڈ، 1938ء۔
- 5۔ "فہرست کتب مشمول: معرنی تصانیف کے اردو تراجم، از میر حسن، مولوی: حیدرآباد دکن: ادارہ ادبیات اردو، شریعت آباد، طبع الاول: 1939ء۔
- 6۔ "تکلیفات اردو مطبوعات 1984ء۔ مرتبہ خالد اقبال یاسر، مطبوعہ: معتقد، قوی زبان، اسلام آباد، طبع الاول: 1985ء۔
- 7۔ "پیشگی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (بہار) حیدرآباد دکن۔ مرتب: سید علی شہر، حاتی (ناظم) محمد عبدالہادی (مختتم) مطبوعہ: حیدرآباد دکن، طبع الاول: 1944ء۔
- 8۔ "مکتب حیدرآباد دکن: ایک طبعی، ادبی اور ثقافتی تذکرہ، مرتبہ: ابو عبد اللہ المدنی، مطبوعہ: بہار یار بیگ اکادمی مراجع الدوالہ، راول، بہار یار دکن، 5، طبع الاول: نومبر 1967ء۔

ب۔ ذخائر کتب

- 9۔ "ابوالکلام آزاد لاہوری، چاند علی گڑھ، علی گڑھ (بھارت)۔
- 10۔ "باب بیگ لاہوری، لاہور (پاکستان)۔
- 11۔ "باب یونیورسٹی لاہوری، لاہور (پاکستان)۔
- 12۔ "پالنگھ (لوسٹ) لاہوری، لاہور (پاکستان)۔
- 13۔ "غالب لاہوری، ناظم آباد، کراچی (پاکستان)۔

- 14۔ کتب خانہ خاص و عام، انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی
- 15۔ لاہوری، ترقی اردو۔ اردو (حال: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان) نئی دہلی (بھارت)
- 16۔ لیاقت بخش لاہوری، کراچی (پاکستان)
- 17۔ ذخیرہ کتب: موسسہ فرحنگی نیویارک۔ لاہور، مملوک: مولانا حامد علی خان، سابق ڈائریکٹر موسسہ فرحنگی لاہور، (پاکستان)
- 18۔ ذخیرہ کتب: کتاب گمراہی۔ 478 اقبال روڈ داد پلادی، ناشر: کامران سیرج۔
- 19۔ ذخیرہ کتب: احباب لاہوری، نزد گورنمنٹ ہائی اسکول، انکھ شہر

